عصمت

ہندوستانی بیبیوں کیلئے اردو کا ماہانہ رسالہ

۲۵ پچیسویں سال کا پہلا پرچہ

سالگرہ نمبر ۱۹۳۲ء

مرتبہ

رازق الخیری

قیمت
قسم اول سوا روپیہ
قسم دوم ایک روپیہ

تعداد اشاعت ۵۰۰

چندہ سالانہ پیشگی مع محصولڈاک وغیرہ

قسم خاص جو آرٹ کاغذ پر چھاپے یعنی جس کاغذ پر تصاویر چھپتی ہیں فی رسالہ ۵ روپے یا ۸ شلنگ

قسم اول جو دبیز چکنے کاغذ پر چھاپے پانچ روپے ممالک غیر سے ۱۲ شلنگ۔

قسم دوم جس کے مضامین تصاویر ایسی ہی ... کاغذ ...

باہتمام ابوالبشیر مولوی امان الرحمن ... پرنٹر ... مطبع ... دہلی میں چھپا

فہرست مضامین رسالہ عصمت سالگرہ نمبر (جولائی، اگست ۱۹۳۲ء) جلد ۴۹ نمبر ۱-۲

مذہب، اخلاق، معاشرت، تمدن

تاریخ و سیر، سیر و سیاحت

افسانے، ڈرامے، ادب و انشا

نظمیں

خانہ داری تربیت اطفال حفظان صحت

صنعت و حرفت

مفید معلومات متفرق

بلاک کی تصویریں

تمام بلاک خاص طور پر اس سالگرہ نمبر کے لیئے بنوائے گئے ہیں!

رنگین ۳ تصویریں (۱) عزم تصور (۲) فرشتۂ امید (۳) جاپانی دلہن

صرف ایک رنگ کی ۴۸ تصویریں (۵) محترمہ زینب شمسی (۶) افریقہ کی عورت کا زیور (۷)

مزدور عورت کے متعلق ۹ تصویریں (۷) ویٹرس کام سے پہلے (۸) ویٹرس کام کے بعد (۹) ولایتی مزدور عورت کے بچے (۱۰) ہاٹ کے اندر کا منظر (۱۱) مجموعی قوت پیدا کرنے کا مقام (۱۲) ولایت کی مزدور عورت کا گھر (۱۳) ہندوستان میں مکسڈ بیدنگ (۱۴) ولایت میں مکسڈ بیدنگ (۱۵) مزدور عورت کے غم غلط کرنیکا طریقہ

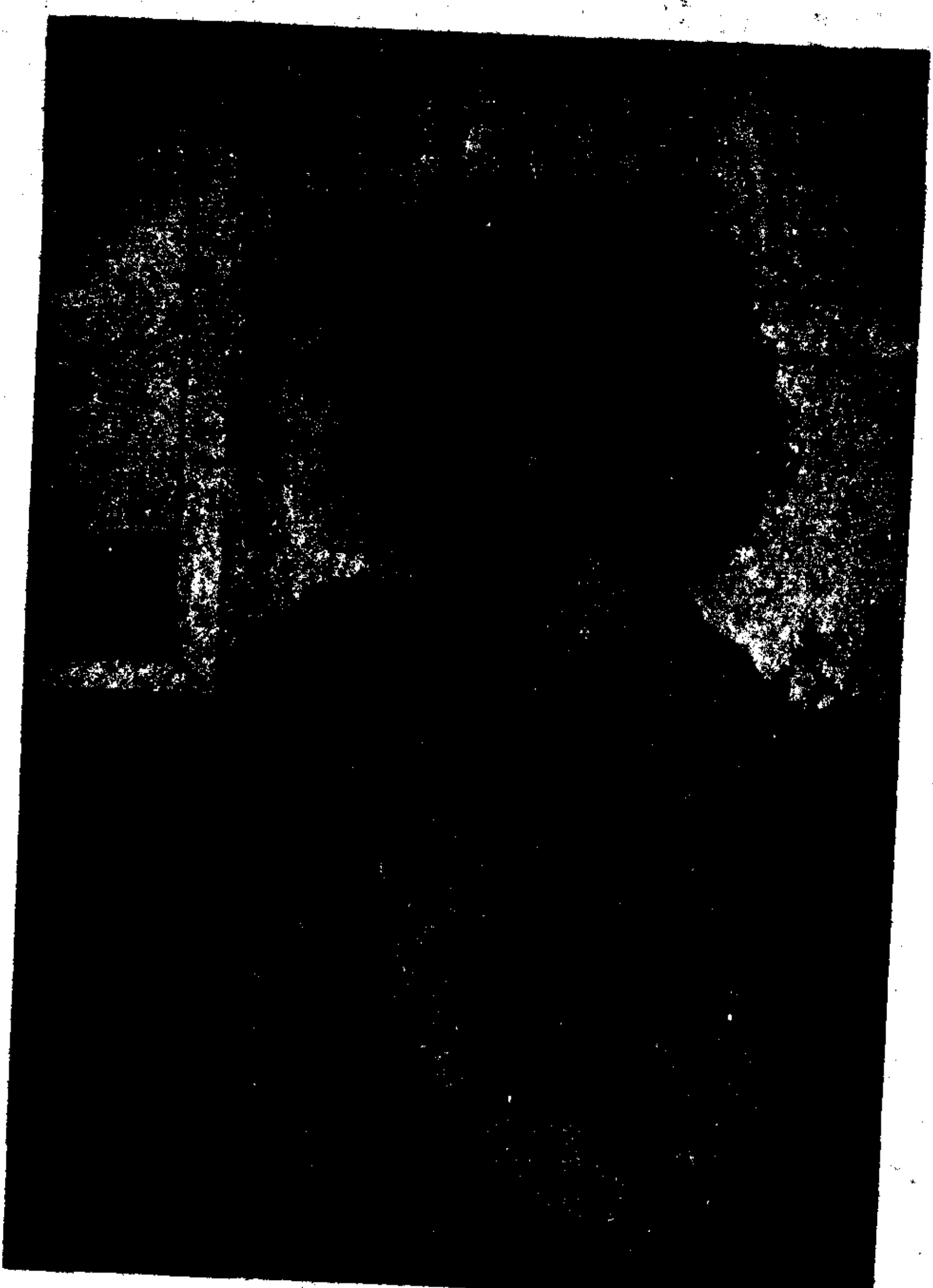
ایرانی عورت کے متعلق (۱۶) زنانہ تفریح (۱۷) ایرانی خانم (۱۸) قافلہ (۱۹) ایرانی ملازم چشمہ کے کنارے،

بنگلور کی تین عمارتیں (۲۰) ٹیپو سلطان کا محل (۲۱) وکٹوریہ ہسپتال (۲۲) منٹو اپتھالمک ہسپتال،

مضامین کے متعلق چند اور تصاویر (۲۳) کملاپتی کے محل کا باقی حصہ (۲۴) اسیر گڑھ کا قلعہ (۲۵) اسیر گڑھ کی مسجد (۲۶) سویز کنال

مشہور مقامات و مناظر وغیرہ (۲۷) مکہ مسجد حیدرآباد دکن (۲۸) چار مینار حیدرآباد دکن (۲۹) شملہ کا نظارہ (۳۰) وکٹوریہ میموریل کلکتہ (۳۱) مسجد فتحپوری دہلی (۳۲) چاندنی چوک دہلی (۳۳) ہوائی جہاز سے بمبئی کا نظارہ (۳۴) نوٹنکی (دیہاتی ناچ) (۳۵) تعزیہ داری

عصمتی بہنوں کے تندرست بچے (۳۶) نسیم ظفر (۳۷) قمر آرا (۳۸) مرزا صغیر (۳۹) شیخ محمد طارق۔ (۴۰) قمر النسا بیگم (۴۱) تقی محسن شمیمہ محسن (۴۲) نرجس خاتون۔ (۴۳) علی اکبر نقوی (۴۴) اقبال بانو (۴۵) طاہرہ (۴۶) ستارہ جبیں (۴۷) تسنیم فردوس (۴۸) نظیر بیگم (۴۹) چار ماہ کی ایرانی بچی (۵۰) مہر النسا (۵۱) محمد غیاث الدین (۵۲) محمد حبیب۔



غرق تصور

خاص عصمت کیلئے

Murari Art Press, Delhi





مرزا محمد منیر لاہور - مرسلہ بنت مرزا [illegible] لاہور



مسٹر محمد طارق شیخ عبداللہ بمبئی (عمر ۶ ماہ)



قرآرا بیگم عمر ۵ ماہ - ماؤنٹ آبو

چند باتیں

خدا کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ عصمت کا چوبیسواں سال بخیر و خوبی پورا ہوا اور اس سالگرہ نمبر سے عصمت پچیسویں سال میں قدم رکھتا ہے

ادبی رسائل اور دوسرے زنانہ پرچے بالعموم سال میں کئی کئی خاص نمبر شائع کرتے ہیں مگر عصمت کا خاص نمبر یہ سالگرہ نمبر ہی ہوتا ہے اور کچھ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم بھی ایسا شامل حال ہوتا ہے کہ ہم جیسے کم مایہ۔ بے بضاعت اور خاموش انسان کی توقع سے بڑھ کر سالگرہ کا پرچہ کامیاب ہو جاتا ہے اور خواتین کو کئی کئی ماہ پہلے اس کا شدید انتظار رہتا ہے، عصمت اگرچہ ظاہری خوبیوں میں بھی کافی مشہور ہو چکا ہے مگر اصل چیز اس کے مضامین ہیں، اس پرچہ میں ایسے ایسے کئی مضامین ہیں جن سے خواتین عملی طور پر فائدہ اٹھائیں گی۔ بعض مضامین موضوع کے لحاظ سے بالکل نئے ہیں اور دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے۔ بعض مضامین کے عنوانات میں گو کوئی دلکشی نہیں لیکن ان میں نئے نئے خیالات خوش اسلوبی کے ساتھ ظاہر کئے گئے ہیں۔ اس سالگرہ نمبر میں نہایت پر لطف تفریحی مضامین بھی کافی ہیں جو سنجیدہ ظرافت کے بہترین نمونے کہے جا سکتے ہیں۔ اور بلند پایہ علمی مضامین بھی جن سے معلومات میں قیمتی اضافہ ہوتا ہے۔ سبق آموز۔ نتیجہ خیز دلاویز۔ مختصر افسانوں کی تعداد بھی معقول ہے اور موثر نظموں کی بھی۔ غرض بہ حیثیت مجموعی اس سالگرہ نمبر کے مضامین سے ہم مطمئن ہیں اور ہمیں امید ہے کہ عصمتی بہنیں پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں گی تصاویر اس دفعہ شمار میں ۵۱ ہیں اور جیسی کہ عصمت کے ہر سالگرہ نمبر کی تصاویر خاص ہوتی ہیں اس دفعہ بھی ہر تصویر کا بلاک خاص طور پر اسی سالگرہ نمبر کے لئے بنوایا گیا ہے۔ تاہم کوئی بھی کوئی بلاک ایسا نہیں جو پہلے اس پرچہ کیلئے نہ بنوایا ہو، رنگین تصویریں ۳ ہیں پہلی سہ رنگی تصویر مشہور مصور مسٹر سمیع جی ڈی آرٹ کا کمال فن کا نمونہ ہے۔ گو اس عنوان سے ۱۹۲۹ء میں ایک اور تصویر سمیع صاحب ہی کی بنائی ہوئی شائع ہو چکی ہے مگر اس تصویر اور اس تصویر میں بہت فرق ہے۔ سمیع صاحب کی مصوری کے کئی رنگین نمونے عصمت میں شائع ہو چکے ہیں مگر یہ تصویر ان سب میں اکثر اعتبار سے بہترین ہے اس کے متعلق لالہ تلوک چند صاحب محروم بی اے کی نظم صفحہ ۸۸ پر شائع ہو رہی ہے۔

دوسری تصویر صرف دو رنگ کی ہے ایک عورت افسردہ بیٹھی ہوئی ہے۔ رنج و غم سے کمر جھک گئی ہے آنکھوں پر مایوسی کی پٹی ہے کہ امید کا فرشتہ آکر اسے اٹھاتا ہے۔ یہ تصویر مسٹر حفیظ مصور نے بنائی ہے جن کی ایک تصویر دو رس عبرت ۱۹۳۱ء کے سالگرہ نمبر میں شائع ہو چکی ہے۔

تیسری تصویر جاپانی دلہن کی ہے جس کے ساتھ مسٹر فضلی صاحب کا دلچسپ مضمون ہے ایک رنگ کی تصاویر میں سب سے اہم تصاویر کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب کا گراں بہا مضمون "مزدور عورت" کے متعلق ہیں "کپتان صاحب کے مضامین کی تصاویر ہمیشہ نہایت دلچسپ ہوتی ہیں اور بڑی محنت سے خاص طور پر عصمت کے لئے حاصل کیجاتی ہیں۔ ۴ تصاویر محترمہ اختر خانم صاحبہ بند رعباس ایران کے مضمون ایرانی عورت کے

متعلق ہیں اور یہ بھی امید ہے کہ نہایت دلچسپی کے ساتھ دیکھی جائینگی
افسوس ہے کہ جس گروپ میں محترمہ اختر ناظم صاحبہ ہیں اس کا
بلاک اچھا نہ بن سکا کیونکہ فوٹو بہت دھندلا تھا۔

محترمہ زینب شمسی جنکی تصویر و مضمون اس پرچہ میں شائع ہوئے ہیں
ایک جرمن خاتون ہیں اور ہمارے عزیز دوست مسٹر مفتی شمسی ٹیکنیکل
انجینئر کی اہلیہ محترمہ ہیں یہ بہت صاف اردو بولتی ہیں۔ ۴ تصاویر
شہر بنگلور کے مشہور مقامات کی ہیں، جن کے حالات محترمہ فاطمہ انور
علی صاحبہ کے مضمون سے معلوم ہوں گے۔ کملا پتی کے محل،
سوئز کنال اور اسیر گڑھ کی تصاویر کے ساتھ بھی مضامین ہیں
۴۔ ۵ تصاویر دلکش مناظر اور ہندوستانی میلوں تماشوں
کی ہیں۔ ۵ تصویریں دہلی حیدرآباد اور کلکتہ کی چند مشہور قابل دید
عمارات کی ہیں عصمتی بہنوں کے تندرست بچوں کی تصاویر اس دفعہ
ایک درجن سے زیادہ شائع کیجا رہی ہیں عصمتی بہنیں ہمیں یہ بتا دیں
کہ ان میں سے کونسے دو بچوں کی تصاویر پر انعام دیا جائے۔

ہمیں افسوس ہے کہ کئی اچھے اچھے مضامین اس سالگرہ نمبر میں
درج نہ ہوسکیں گے ہم نے جنوری کے پرچہ میں اعلان کیا تھا کہ صرف
وہی مضامین سالگرہ نمبر میں شائع ہوسکیں گے جو آخر مارچ
تک دفتر میں موصول ہو جائیں گے لیکن بعض مضمون نگار
بہنوں نے اس اعلان کا خیال نہ رکھا اور اس پرچہ کے لئے
اپریل و مئی میں مضامین بھیجے جب رسالہ کی کتابت ہی ختم کے
قریب تھی۔ اب یہ مضامین ستمبر اکتوبر کے پرچوں میں درج
کئے جائیں گے۔

حسب معمول سالگرہ نمبر جولائی اور اگست کا یکجائی پرچہ ہے اس پر
لاگت تین پرچوں سے کئی زیادہ کی آئی ہے مگر اسے صرف دو
ماہ کا پرچہ سمجھنا چاہئے۔ اس لئے اب اگست میں رسالہ کا
انتظار نہ کیجئے یہ پرچہ ملتے ہی نوٹ بک میں لکھ لیجئے تاکہ
اگست کے پہلے ہفتہ میں جب آپ کو رسالہ نہ ملے تو آپ
شکایتی خط روانہ نہ فرمائیں۔ اب اس کے بعد ہم اگست کو
ستمبر کا رسالہ شائع ہوگا جس کی کتابت ختم ہو چکی ہے

عصمت کی لاج

دلی شکریہ کے ساتھ ان عصمتی بہنوں اور بھائیوں کے نام درج
کئے جاتے ہیں جنہوں نے ۲۱ جون تک اپنے پرچہ کی اشاعت بڑھانے
میں حصہ لیا۔ **منیجر**

ابراہیم داؤد صاحب ابن عثمان صاحب پورٹ لوئیس افریقہ ۳ خریدار
مسز شیخ محمد شفیع صاحب متیانی ھیولینڈس ایک خریدار
افتخار شاہد علی صاحب اچنتڈ گاؤں ایک خریدار۔ قاضی محمد یوسف
قاضی سراج الدین صاحب کارنیکوٹ، ایک خریدار مسز علی اقدس صاحب
وکیل بلند شہر ایک خریدار۔ مسز فقیر محمد صاحب میسور ایک خریدار۔ والدہ سجاد
حسین صاحب جگراؤں ایک۔ آغا بی آئی خان صاحب ٹائم کیپر کوہالا ایک
محمد سلطان احمد صاحب سب انسپکٹر پولیس فضل پور ایک۔ اہلیہ محمد بخل حسین
صاحب صدیقی تحصیلدار حیدرآباد دکن۔ بیگم حکیم محمد احمد صاحب علاوی پین پوری
امر سنگھ صاحب ڈی آئی جی جموں۔ ایس ایم وارث صاحب مرادوں۔ محمد
لطیف صاحب کلارک لاہور۔ عطا محمد صاحب۔ پکہ ڈلہ شیخوپورہ۔

تربیت گاہ بنات دہلی

۲۳ جون کو امتحانات ختم ہونیکے بعد یکم جولائی سے تربیت گاہ تین ہفتہ
کیواسطے بند ہوگی بورڈر لڑکیاں گھر جانی شروع ہوگئی ہیں جو موجود ہیں
وہ بھی دو تین دن میں چلی جائینگی۔ نیا سیشن اکتوبر کے پہلے ہفتہ سے شروع
ہوگا بچیوں کے داخلہ کے سلسلہ میں جو حضرات خط و کتابت فرمائیں وہ وسط
ستمبر میں مجھے مطلع فرمائیں۔

شہری بچیوں کیواسطے مدرسہ چھ ہفتہ کیواسطے بدستور کھلا رہیگا اور
ایک استانی واجدہ بیگم کی نگرانی میں جو اب بھی دونوں سیکشنوں کی نگران
ہیں کام کرینگی بچیوں کے متعلق خط و کتابت اور منی آرڈر بدستور تربیت گاہ
کوچہ چیلاں کے پتہ سے آنے چاہئیں۔

یتیم بچیوں کے متعلق مجھے شروع ستمبر تک معلوم ہو جانا چاہئے تاکہ میں
فیصلہ کرسکوں کہ اس سیشن میں کس قدر نئی بچیاں لے سکونگا جن حضرات
نے پچھلے دنوں لکھا تھا اور جنہیں جواب دیا تھا کہ آئندہ سیشن میں بھیجئے براہ کرم

ایک نہایت اہم کتاب

کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب کا گرانبہا کارنامہ

ہندوستان میں سینکڑوں اور ہزاروں نہیں لاکھوں عورتوں کی جانیں خواہ اپنی جہالت کے سبب یا اگھڑ دائیوں کے ہاتھوں زچگی کے سلسلہ میں ہر سال ضائع ہو رہی ہیں۔ ہم کئی کئی سال سے اس فکر میں تھے کہ کوئی ایسا شخص ہمیں ملجائے جو اس موضوع پر ہندوستانی بہنوں کے لئے ایک ایسی کتاب لکھدے جو صحیح معنوں میں انکے لئے بہترین رفیق ثابت ہو سکے۔ آخر ہماری نگاہ انتخاب عصمت کے مایۂ ناز مضمون نگار کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب میڈیکل افسر آئی آر پریڈی۔ جوڈبلن گلاسگو لندن یونیورسٹیوں میں اپنی بے مثل خداداد قابلیت کا سکہ بٹھا چکے ہیں اور جن کی طبی ہدایتوں سے ہندوستان میں سینکڑوں نہیں ہزاروں عورتوں نے زچہ خانہ کے زمانہ سے پہلے اور بعد میں فائدہ اٹھایا ہے اور آج بھی اٹھا رہی ہیں، چونکہ ہم نے گذشتہ سال لکھا تھا کہ کپتان صاحب نے کتاب شروع کر دی ہے اور چونکہ اس کتاب کا عالم نسواں کو شدید انتظار ہو رہا ہے اسلئے ہم نہایت مسرت کیساتھ اعلان کرتے ہیں کہ یہ لاجواب کتاب جس کا انگریزی بنگالی اور گجراتی میں بھی ترجمہ ہو رہا ہے اور جسے سب سے پہلے چھاپنے کیلئے ہندوستان کی کئی بڑی بڑی پبلشنگ کمپنیاں اور مشہور انجمنیں خواہشمند ہیں۔ دفتر عصمت سے اب اسکے شائع ہونیکا انتظام ہو رہا ہے۔ زچہ خانہ کے زمانہ سے پہلے اور بعد میں جو جو کچھ ہر عورت کو جان لینا چاہئے ڈاکٹر صاحب نے نہایت ہی آسان اور دلچسپ پیرایہ میں اسے سمجھا دیا ہے سینکڑوں تصاویر خاص طور پر صرف اس کتاب کیلئے بہت کافی روپیہ خرچ کرکے نہایت محنت اور جانکاہی سے حاصل کی گئی ہیں اسکی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی ہو سکتا ہو کہ ڈاکٹر حسن سہروردی نے اسکا دیباچہ تحریر فرمایا ہے کپتان نصیر الدین احمد صاحب کے اس کارنامہ کے متعلق دعوے سے کہا جا سکتا ہے کہ اردو تو کیا انگریزی میں بھی اس پایہ کی کتاب نہیں نکل سکتی۔ اگر خدا کو منظور ہوا تو نومبر میں شائع ہو جائے گی۔

رازق الخیری

دست کرم

خدا جزاء خیر دے ان صد مند خواتین و حضرات کو جنہوں نے اس ماہ میں تربیت گاہ بنات کے لئے روپیہ روانہ فرمایا۔

حمیدہ یوسف علی صاحبہ بی اے آنرز مدراس	[illegible]
بیگم احمد عمر صاحب کوتوال منصوری	[illegible]
ام سگے زنانہ برجیسیہ شفاخانہ بھوپال	عہ ر
مسز مولوی مشفع احمد صاحب ام اے بدایوں	عہ ر
مسز کپتان وائی ام صدیقی صاحب میڈیکل افسر اٹاوہ	[illegible]
بیگم ڈاکٹر مولوی محمد صدر الدین صاحب ایم اے پی ایچ ڈی لاہور	[illegible]
ام اے مجید صاحب لاہور چھاؤنی	[illegible]
محمد حفیظ الحق صاحب اسسٹنٹ سرجن بھاگلپور	عہ
بیگم محمد عیوض علی مینیجر پنڈرا	[illegible]
ایک مسلم خاتون از کوئٹہ	[illegible]
عبداللہ صاحب معرفت نواب نثار یار جنگ بہادر ریزیڈنسی	[illegible]

راشد الخیری

تربیت گاہ کا امتحان

۲۲ و ۲۳ جون کو تربیت گاہ کی تینوں جماعتوں اور انگریزی کی جماعت اعلیٰ کا امتحان ہوا اور قریب قریب ۹۵ فی صدی بچیاں کامیاب ہوئیں۔ مولوی رضاء اللہ صاحب بی اے بی ای نے جو حساب کے ممتحن تھے تربیت گاہ کے متعلق جو کچھ لکھا میں ہرگز اس کے شائع کرنے کو پسند نہیں کرتا مگر انجینیر صاحب نے لکھا ہے کہ اگر آپ نے شائع نہ کیا تو دوسری جگہ بھیجدونگا اس لئے میں یہ سطور شائع کرتا ہوں اور ان تمام حضرات سے جو تربیت گاہ کو مفید خیال فرماتے ہوں بصد منت التجا کرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں سے محض قول کی توقع نہیں عمل کی توقع ہی نہیں قل غبارے کے کام مشکل سے سرسبز ہوتے ہیں۔

راشد الخیری

مولوی رضاء اللہ صاحب بی اے بی ای کی رائے

مجھے آج تربیت گاہ کے دونوں سیکشنوں کے امتحان کا اتفاق ہوا بچیوں کی تعلیمی حالت باوجود انتہائی اطمینان کے کوئی غیر معمولی طور پر مستحق تحسین نہیں ممکن ہو کہ اور مدارس کے نتائج بھی ایسے ہی ہوں لیکن جس شہر کے ہر علی الصباح بیسیوں مسلمان لڑکیاں غیر مسلم مدارس میں اغیار کے گیت گانے جاتی ہیں، اسی پر حمد و نعت کی صدا میں کانوں میں پہونچنی تربیت گاہ کا بہت بڑا احسان ہے اور مجھے یہ کہنے میں ہرگز تامل نہ کرنا چاہئے کہ اگر تربیت گاہ کا وجود نہ ہوتا تو ان یتیم بچیوں کا بیشتر حصہ دائرہ اسلام سے نکل چکا ہوتا اس اعتبار سے میں کہہ سکتا ہوں کہ تربیت گاہ اپنے بانی اپنے متعلقین اور اپنے معاونین کی بدولت جو کام کر رہی ہے وہ بہت بڑا کام ہے اور مسلمان ان سب کے ممنون ہیں جو اس قابل قدر انسٹیٹیوشن میں حصہ لے رہے ہیں۔

ہم دوسری قوموں میں جب مردوں اور عورتوں کو کام کرتے دیکھتے تھے تو دل میں جوش پیدا ہوتا تھا کہ کیا ہم میں ایسے لوگ پیدا نہیں ہو سکتے۔ اب مولانا راشد الخیری اور ان کی بیگم صاحبہ نے قوم پرست کر اور اپنے عیش و عشرت کو قربان کرنے کے بعد ہمکو بتا دیا کہ مسلمانوں میں بھی ایثار کے ایسے مجسم نمونے موجود ہیں خدا ان دونوں بزرگوں کی عمر میں برکت دے،

خواجہ محمود حسین صاحب بی اے ریٹائرڈ سب جج کی رائے

مولانا راشد الخیری اور بیگم راشد الخیری نے جس شان سے سوسائٹی کے سامنے زندگی بسر کی ہے وہ ہم سب کے سامنے ہے اب ان دونوں محترم ہستیوں کا فنا فی التربیت گاہ ہو کر مسلمان لڑکیوں کو ارتداد سے بچانا ان کا ایسا زرین کارنامہ ہے جسکو دنیائے اسلام فراموش نہیں کر سکتی افسوس یہ ہے کہ ایسی لاجواب درسگاہ اور ایسے خدمتگار مسلمان بھی قوم کے حملوں سے محفوظ نہیں۔ میرے مرحوم دوست میر جالب کی رائے قطعی صحیح تھی کہ سرسید کی طرح مولانا راشد الخیری کو بھی کفن نصیب نہ ہوگا وہ شخص جس کی تصانیف اس کی زندگی میں پندرہ پندرہ اور بیس بیس مرتبہ شائع ہوں اُردو کا بہترین مصنف سمجھا جائے جس کی آمدنی کسی مصنف سے کم نہ ہو، جون کے مہینہ میں موٹا کرتہ پاجامہ پہنے پسینے میں شرابور رہے اور پنکھا تک میسر نہ ہو۔ مولانا کی زندگی ہمارے واسطے ایک سبق ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ مسلمان جو مولانا کا ہاتھ بٹا رہے ہیں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اس سے زیادہ مسلمانوں کی خیرات کی مستحق اور کوئی درسگاہ مشکل ہوگی میں مولانا، انکی بیگم صاحبہ اور ان بچیوں کو مبارکباد دیتا ہوں جن کی اعانت سے تربیت گاہ اپنے فرائض انجام دے رہی ہے۔ یہ یتیم بچیاں اس قابل ہیں کہ مسلمان ان کو گودوں میں لیں اور سینہ سے لگائیں،

سالگرہ عصمت

مبارکباد! فردوسِ نظر جشنِ مسرت ہے   خوشا عصمت کا عیش و فرح زارِ وجود آدرت ہے
ہجومِ شادمانی۔ جوششِ سامانِ راحت ہے   ستارہ بختِ نسواں کا امینِ صد سعادت ہے
امیدِ کامرانی پاششِ یومِ انبساط آیا
یقینِ بہتریِ پرورش و سنجائے نشاط آیا

زمانہ ماہ ناموں میں ہے جیسا نوجواں عصمت   ہے ویسا ہی جواں بخت و جواں کوشش جواں ہمت
حقوقِ صنفِ نسواں کا تحفظ اسکی ہے عادت   حمایت زن کی مسلک کیش اسکا قوم کی خدمت
ہے کوشاں جلد ہو صنفِ نسائی کے درد کا درماں
عروجِ ارتقا کی منزلِ دشوار ہو آساں

ہمیں بہنو یہ روز خوش سرور آگین کرتا ہے   پیامِ زندگانی عمل ہر سال دیتا ہے
یہ مستِ خوابِ غفلت صنف کو آکر جگاتا ہے   زبانِ حال سے با فرقہ نسواں کہتا ہے
رہوگی تابکے محوِ شعارِ خاموشی بہنو
رہینِ ذلت و محرومِ رازِ زندگی بہنو

عمل کی راہ پر ہو جاؤ یک سرگام زن بہنو   بہار آمود کردو یہ خزاں پرور چمن بہنو
ہوں ناکامی رفتہ سے نہ ہرگز پر حزن بہنو   کہ بعد تیرگی شب ہے صبح ضو فگن بہنو
بسعیِ وافر و عزمِ سدید و ہمت کامل
اسیرِ لجۂ غم کو کرو آسودۂ ساحل

کرو کوشش کہ مردہ قوتیں ہو جائیں پھر زندہ   ہوں بر چرخِ ترقی جلوہ گستر سال آئندہ
ضیائے علم و حکمت سے ہوں ہم خورشیدِ رخشندہ   ارادہ راسخ و ہمت بلند و عزم پائندہ
سنوارو قوتِ علم و عمل سے بگڑی قسمت کو
رسومِ بد کی زنجیریں خدارا جلد تر توڑو

خورشید آرا بیگم

تہنیت سالگرہ عصمت

آیا فضائے گل میں پیغام زندگانی — کلیوں کی خامشی کو بخشی نئی جوانی
پرکیف وادیوں میں شاخوں کی گل فشانی — شبنم نصیب غنچے اک حسن ارغوانی

شبنم کے نرم قطرے موتی لٹا رہے ہیں — پھولوں کے شوخ غنچے جھونکے سے کھا رہے ہیں
بھیگے ہوئے سے پتے مخمل بچھا رہے ہیں — شفاف و پاک چشمے شیشے دکھا رہے ہیں

بلور وار موجیں آئینہ نظر ہیں — کچھ نیلوفر کے غنچے لہروں میں جلوہ گر ہیں
شکل عروس رخ پر آنچل لئے مگر ہیں — پانی کی جنبشوں میں اک برق منتشر ہیں

کلیوں کی بے حسی کو باد صبا نے چھیڑا — سبزہ کی خامشی میں نغمہ سا کچھ ہے پیدا
پتوں نے ہلکے ہلکے اک مست راگ گایا — مدہوش کیف ہو کر شاخوں نے ساز چھیڑا

پھر رفتہ رفتہ گونجا اک متحد ترانہ — رنگینی فضا سے آئی صدائے نغمہ
تھا ہم نوائے عسرت ہر ذرہ اور قطرہ — تھا ہم صدائے بہجت ہر نخل ہر شگوفہ

رنگ چمن کو یا رب کیف فضا مبارک — غنچوں کو صبح نو میں تازہ ہوا مبارک
کلیوں کی خامشی کو لغز صبا مبارک — پھولوں کو بلبلوں کی رنگین نوا مبارک

یہ گرہ سال **عصمت** اک صبح بہترین ہو — یہ لمحۂ مسرت اک لمحۂ حسین ہو
ہر صبح ہو شگفتہ ہر شام دل نشین ہو — ہر وقت ہو مکیف ہر سال احمریں ہو

ہو سازگار یا رب یہ صبح اس چمن میں — پھیلے شمیم عشرت غم خانۂ وطن میں
پیدا ہو کیف شادی اس قلب پر محن میں — آئے پیام عشرت ویران انجمن میں

ایسی نوید تازہ یہ صبح جانفزا دے — مدہوش خواب گل کو باد صبا جگا دے
غفلت نصیب دل کو پیغام ہوش زا دے — یہ گرہ سال **عصمت** قسمت کو جگمگا دے

بیدار زیست ہو کر سرگرم آرزو ہوں — پائے عمل ہمارے بے تاب جستجو ہوں
مایوس زیست غنچے پھر واقف نمو ہوں — **عصمت** کی تابشوں سے ذرے بھی ماہ رو ہوں

عصمت کی آبیاری شاخوں کو تازگی دے — **عصمت** کی عطر پاشی کلیوں کو زندگی دے
عصمت کی ضو فروشی ذروں کو روشنی دے — **عصمت** جمال محزوں کو ذوق شاعری دے

نتیجۂ جمال محزون

مبارک باد سالگرہ

ہو سالگرہ تجھے مبارک — اے نازشِ روزگار عصمت!
اے مظہرِ جلوۂ معانی — اے معنئِ جلوہ بار عصمت!
گلچینِ حدیقۂ ادب کا — اے دامنِ پُر بہار عصمت!
ہے نثر سے رُو کشِ ثریا — اور نظم سے نغمہ زار عصمت
گنجینۂ بے بہائے اخلاق — زرکار گہر نگار عصمت
لب سے ترے تلخئ صداقت — ہو جاتی ہے خوشگوار عصمت
نسواں کے ہیں جس قدر صحیفے — تو سب کا ہے تاجدار عصمت
دلکش ہے۔ نظر نواز ہے تو — اے حسن کے رازدار عصمت
اس سے ہو زیادہ شان تیری — افزوں ہو ترا وقار عصمت

پچیسواں سال ہو مبارک!
یہ اوجِ کمال ہو مبارک!

اے کوکبِ آسمانِ معنی — تو حسنِ عمل کا رہنما ہے
جس سے ہوں دل و دماغ روشن — حق نے تجھے نور وہ دیا ہے
تسکین دہِ خاطرِ پریشاں — آسائشِ جانِ مبتلا ہے
کیوں نغمہ ترا نہ ہو خوش آیند — مرغانِ قدس کا ہمنوا ہے
ہے سحرِ حلال نقش تیرا — سرمایۂ حظِ روح کا ہے
نسوانِ وطن کی بزم میں تو — شمعِ جاں بخش و دل فزا ہے
تاریکئ جہل اب ہے کافور — پھیلی ہوئی علم کی ضیا ہے
ہے قرب ترا سعادت آموز — ہمپایۂ سایۂ ہما ہے
بخشندۂ دولتِ دو عالم — سمجھیے جسے تو وہ کیمیا ہے

اک نسخۂ انتخاب ہے تو
بے مثل ہے۔ لاجواب ہے تو

تلوک چند محروم

عشرتِ نو

یہ افق گلنار یہ شفاف رنگ آسماں
یہ جبین چرخ پر تاروں کی نور افشانیاں

ماہ نو کے خنجر ابرو کی نورانی ادا
دیدۂ انجم کی تابانی تبسم آشنا

اک سکون مطمئن قلب فضا میں جلوہ زن
کیفیت کچھ شام کی آفاق پر رحمت فگن

خوشگوار انداز سے چلتی ہوئی باد نسیم
روح میں اک کیف پھیلاتی ہوئی موج شمیم

ٹھنڈی ٹھنڈی سی ہوائیں صاف و شفاف آسماں
کچھ شفق کی دامن مغرب میں رنگیں دھاریاں

ہلکا ہلکا سا تقاطر شبنم گل ریز کا
سبزۂ رنگیں پہ کچھ شفاف موتی جلوہ زا

مست خوشبو یاسمیں کی کیف برساتی ہوئی
اک شمیم جانفزا موج صبا لاتی ہوئی

پتیاں پانی کے چھینٹوں سے ہوئیں شاداب تر
کیاریاں آب رواں سے ہو گئیں سیراب تر

روشن و شفاف سی شبنم کی پھولوں پر قطار
دامن گل پر ڈھلکتے یعنی دُر تاب دار

بند کلیاں دلربا انداز سے کھلتی ہوئی
سیم گوں غنچوں سے بوئے تازگی برسی ہوئی

اک خمار جانفزا پھیلا ہوا اشجار پر
اک خنک ابر سیہ چھایا ہوا گلزار پر

جلسۂ عشرت کا انداز طرب کیف آفریں
مجمع رنگیں کا سامان مسرت دلنشیں

عصمت مستور گاہ دلربا کیف آور
ہر ادا سے عشرت پنہاں کا اک روشن ظہور

ہر نظر میں زندگی کی تازگی چھائی ہوئی
ہر تبسم سے ٹپکتی ہے بہار خرمی

یعنی دور نو میں رکھا ہے قدم عصمت نے آج
سینۂ نسواں میں پائی ہر جگہ عشرت نے آج

چشم عصمت سے منور قلب نسواں شاد ہیں
دیدۂ مخمور میں کچھ عشرتیں آباد ہیں

خانۂ مسرور میں رونق فزا مہمان ہے
قلب میں راحت فزوزاں کیف کے سامان ہیں

ہے دعا یہ لب پہ جاری اے خدائے بے نیاز
گلشن عصمت رہے دائم گل و غنچہ طراز

زندگی اس کی ہو صنف نازنیں میں بے مثال
خدمت بے لوث میں حاصل کرے یہ اوج کمال

ہو بہار گلشن عصمت بہار بے خزاں
شاد ہو امروز میں فردا میں ہو یہ شادماں

خامۂ پنہاں کے لب پر ہو دعائے خرمی
ذرہ ذرہ سے ہو آمین کی صدا آتی ہوئی

رابعہ پنہاں

صبح سالگرہ

۱

سپیدی سحر قطرات میں شبنم کے ڈھلتی ہے
ضیائے شمس زریں پھولوں کے گلشن میں ملتی ہے

کلی کھلتی ہے، کھڑکی کوئی جنت کی کھلتی ہے
بہار خلد ہو رنگینیٔ گل ملتی جلتی ہے

مبارک پرچہ عصمت کا یہ نوروز ہو بہو
چراغ خرمی محفل میں عیش افروز ہو بہو

وطن میں طبقۂ نسواں محو خواب غفلت تھا
نہ خواہش نام عزت کی نہ کچھ احساس غفلت تھا

محیط چرخ دنیائے نساں ابر جہالت تھا
ہر اک دل ناشناسِ حکم قرآن و شریعت تھا

ہماری بہتری کے غیب سے ساماں ہوئے پیدا
کہ عصمت بہر بہبود خواتین وطن نکلا

ہے پرچہ باعث فخر جریدہ ہائے ہندوستاں
ہے عصمت نام کے مانند صد پاکیزگی ساماں

مضامیں ہوتے ہیں دائم مفید فرقۂ نسواں
ہیں نظمیں عالم نسواں میں مہر ضیاء افشاں

ترقیات آگیں عصمت علم و ادب پرور
امور خانہ داری میں مستورات کا رہبر

سلائی دستکاری میں مدد بہنوں کی کرتا ہے
صفائی، ورزش و سنگھار یہ ہم کو سکھاتا ہے

سناتا ہے لطیفے لطف دل کو بھاتا ہے
ہمیں ہر ماہ یہ پرچہ نئی خبریں سناتا ہے

مددگار و معاون ہے لطیفہ گو ہے مخبر ہے
نہاں ہر صفحۂ عصمت میں اک دنیائے نادر ہے

یہ پرچہ ہے امانت دار بہبود فلاح زن
یہ پرچہ ہو سدا علم و ہنر کا بہترین مخزن

یہ پرچہ ہے نگار ہائے منظومات کا گلشن
یہ پرچہ ہے گہرہائے ترقیات در دامن

کلید باب علمی خضر راہ بہتری ہے یہ
بسا اوقات میرا مرکز مذاق شاعری ہے یہ

اڈیٹر صاحب اخلاق و سعادات حمیدہ ہے
مجسم عزم ہے تصویر اوصاف گزیدہ ہے

ترقی کوشش کی بنیاد و روح ایوان بدہ ہے
پئے اخبار رازق روز و شب محنت کشیدہ ہے

تری سعی نہایت کی نہیں ہے انتہا کوئی
نہیں ہے ساز دل میں تیرے بجز عصمت نغمہ کوئی

رہے تا دیر قائم نو بہار گلشن عصمت
رہے دائم یوں ہی یہ گرمی بازار صد شہرت

رہے حاصل اسے بزم ادب میں رفعت و عزت
ہو رعنا داخل بیت الشرف اس کا یہ قسمت

دعا دل سے ہے یارب نخل امید بار آور ہو
نہال باغ ارماں کو ہمارے بار آور کر دے

عابدہ بیگم رعنا

چوبیسویں (۲۴) سال کے مضمون نگار

۳۔ اختر خانم صاحبہ بندر عباس (ایران)

جن کے مضامین پہلے بیگم ہندی کے نام سے شائع ہوتے تھے کئی سال بعد بزم عصمت میں تشریف لائی ہیں، ہندوستانی خواتین کی ترقی و بیداری سے انہیں خاص دلچسپی ہے، معاشرتی مضامین اچھے لکھتی ہیں تحریر میں پختگی اور روانی ہے۔

۸۔ ایس بی طاہرہ صاحبہ پشاور،

چھوٹے چھوٹے سبق آموز اخلاقی اور ادبی مضامین اب اچھے لکھنے لگی ہیں۔ اس سال بھی ان کے مضامین خاصی معقول تعداد میں شائع ہوئے ہیں

۹۔ ایس کے صغرا صاحبہ سبزواریہ کلکتہ

کے مضامین کی تعداد اس سال کم ہے۔ بچوں کی پرورش کے متعلق (سالگرہ نمبر) ان کے تجربات قابل قدر ہیں خیالی بیماریوں میں اکثر خواتین مبتلا ہوتی ہیں محترمہ صغرا سبزواریہ کا یہ مضمون ایسی خواتین کو ضرور پڑھنا چاہئے۔ اپنے خیالات کو سبزواریہ صاحبہ نے نہایت خوبی کے ساتھ ادا کیا ہے یہ بہن بنگالی افسانوں کے ترجمے خوب کرتی ہیں لیکن اس سال انہوں نے کوئی ترجمہ نہیں بھیجا،

۱۵۔ ا۔م (مریم بانو) صاحبہ شور کوٹ پنجاب

نئی مضمون نگار ہیں لیکن تحریر سے ہونہاری ٹپک رہی ہے۔ اسی طرح لکھتی رہیں تو جلد ترقی کرینگی

۱۷۔ افضل النساء صاحبہ جوہی سندھ

ٹھوس مذہبی اور اخلاقی مضامین بہت محنت اور قابلیت سے لکھتی ہیں لیکن پیرایہ بیان ذرا خشک ہوتا ہے، تحریر پختہ ہے اپنے خیالات وضاحت کے ساتھ ادا کرنے کی پوری قدرت رکھتی ہیں۔ خرابی صحت کی وجہ سے ان کے مضامین کی تعداد کم ہے لیکن انہیں عصمت کی ترقی و قلمی اعانت کا بہت خیال ہے،

۱۸۔ اقبال جہاں صاحبہ بہاولپور (حال لاہور)

کے مضامین گذشتہ سال کی نئی لکھنے والیوں میں سب سے زیادہ شائع ہوئے ہیں۔ اقبال جہاں صاحبہ مختلف موضوعات پر خاصے اچھے مضامین لکھ لیتی ہیں ان کے ترجمے بھی کامیاب ہوتے ہیں، "ٹی پارٹی" اور "دستکاری" کا مطالعہ لڑکیوں کے لئے اشد ضروری ہے پائریا نہایت مفید مضمون ہے۔ گم شدہ ستارے، ادب لطیف کا دلاویز نمونہ ہے۔ اپریل فول بھی خوب ہے

۱۹۔ آمنہ نازلی صاحبہ دہلی

کے مضامین اس دفعہ بھی بہت کم چھپے ہیں جس کی یہی وجہ ہوسکتی ہے کہ وہ کئی نئی کتابوں کی تیاری میں اڈیٹر عصمت کا ہاتھ بٹاتی اور عصمتی بہنوں کی خدمت کرتی رہیں۔

۲۰۔ انیس فاطمہ صاحبہ بارہ بنکی

عصمت کی مشہور ظرافت نگار ہیں۔ نہایت پرلطف مضامین لکھتی ہیں لیکن کیا مجال جو تہذیب و وقار سے کوئی لفظ بھی گرا ہوا ہو، ان کے مضامین پڑھ کر سنجیدہ خواتین بھی مسکرانے

پر مجبور ہوتی ہیں۔ اور یہی ان کے مضامین کی خوبی ہے اور پانچوں مضمونوں میں جو اس سال چھپے نمایاں ہے ہنسی ہی ہنسی میں بڑے کام کی باتیں بیان کر جاتی ہیں چار رخ ان کا ایک مختصر افسانہ بھی اس سال دفتر عصمت سے شائع ہوا ہے، جو عام طور پر نہایت پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جا رہا ہے۔

۲۶- بلقیس جمال خاتون صاحبہ (مظفر نگر) کی نظمیں عصمتی حلقہ میں کافی مقبول ہو چکی ہیں اور اب عنقریب کتابی صورت میں شائع ہونے والی ہیں قدرتی مناظر کی خوب مصوری کرتی ہیں، ان کی بعض نظمیں اتنی اچھی ہوتی ہیں کہ بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے افسوس ہے ان بہن کی صحت سال بسال خراب ہوتی جا رہی ہے اور یہ صرف عصمت کی محبت ہے کہ بستر علالت پر بھی انہیں رسالہ کا خیال رہتا ہے،

۲۷- بنت عبد الرب صاحب ڈاکٹر گلبرگہ یہ بہن زیادہ تر اخلاقی مضامین لکھتی ہیں مگر بہت کم لکھتی ہیں دوسرے موضوعات پر بھی خاصے مضامین لکھ سکتی ہیں

۳۳- بیگم حفاظت علی صاحب کھنڈوہ
ان بہن نے گذشتہ سال سے لکھنا شروع کیا ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ بہت پہلے سے مشق کر رہی ہیں۔ ہمت (ستمبر) ان کا نہایت کامیاب مضمون ہے۔ عنوان میں دلکشی نہیں مگر پڑھنے پر اس کی دلچسپی بڑھتی چلی جاتی ہے محترمہ بیگم حفاظت علی کے تمام خاندان کو تعلیم نسواں سے خاص دلچسپی ہے اور سی، پی برار میں اس لحاظ سے ان کے خاندان کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے۔

۳۵- بیگم مظفر حسین صاحب برہانپور۔ ان کے مضامین بھی گذشتہ سال سے شائع ہو رہے ہیں، تاریخی مضامین بہت محنت سے لکھتی ہیں لیکن ذرا طویل ہوتے ہیں، تمدنی معاشرتی مضامین بھی خاصے لکھ لیتی ہیں "چائے نوشی" اچھا مضمون ہے۔

۴۱ حجاب اسمٰعیل صاحبہ مدراس اپنے طرز تحریر کی دلآویزی کی وجہ سے کافی مشہور ہیں، ان کے سنجیدہ مضامین بھی خوب ہوتے ہیں اور ظریفانہ بھی افسوس ہے انکے مضامین کی تعداد اس سال بہت کم ہے،

۵۱- خورشید آرا بیگم صاحبہ امراوتی عصمت کی مخصوص شاعرہ ہیں اور انکی شاعرانہ قابلیت دوسری بہنوں کے لئے قابل رشک ہے قدرتی مناظر کی مصوری بھی خوب اور بہت خوب کرتی ہیں اور معاشرتی تمدنی نظمیں بھی بہت موثر کہتی ہیں عورتوں کے حقوق، تعلیم اصلاح ترقی و بیداری پر انکی بہت کافی نظمیں عصمت میں شائع ہو چکی ہیں اور ان نظموں کے ذریعہ خاموشی کے ساتھ خورشید آرا بیگم صاحبہ اپنی بہنوں کی قابل قدر خدمات انجام دے رہی ہیں،

۵۲- خدیجہ بائی صاحبہ مبئی ایک ماہر دستکار بہن ہیں ان کے صنعت و حرفت کے مضامین ہمیشہ پسندیدگی کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ نئی نئی قسم کی زنانہ دستکاریوں پر مضامین لکھتی ہیں نمونے خوبصورت اور صاف ہوتے ہیں اور ترکیبیں خوب واضح مفصل و مکمل، دفتر عصمت سے زنانہ دستکاری کی جو کتابیں شائع ہوئی ہیں ان بہن نے اُن کو مفید و کارآمد بنانے میں نمایاں حصہ لیا ہے۔

۵۴- رابعہ خاتون صاحبہ پنہاں امرتسر

کی اس سال کل چار نظمیں شائع ہوئی ہیں اس سال بھی یہ خصوصیت صرف رابعہ پنہاں صاحبہ ہی کی نظموں کو حاصل ہے کہ مین موقعہ کا لحاظ رکھ کر لکھی گئی ہیں، خورشید آرا بیگم حسنا کی طرح رابعہ پنہاں صاحبہ بھی مشکل پسند ہیں لیکن آسان زبان میں بھی لکھنے کی قدرت رکھتی ہیں۔ کاش انہیں خرابی صحت کی شکایت نہ ہوتی تو ان کی نظمیں نہایت معقول تعداد میں شائع ہوتیں۔

۵۷ - رقیہ خانم صاحبہ کلکتہ نذیرہ بائی صاحبہ کی طرح یہ بہن بھی مختلف قسم کی دستکاریوں میں ماہر ہیں اور رسالہ میں صنعت و حرفت کے مضامین لکھنے کے علاوہ دستکاری کی کئی نئی کتابوں کی تیاری میں جو دفتر عصمت سے شائع ہوئی ہیں انہوں نے کافی حصہ لیا ہے،

۵۸ - زکیہ خاتون صاحبہ سری نگر نئی مضمون نگار ہیں، شادی میں رکاوٹ، خاصا ڈراما ہے مشق کرتی رہیں تو تحریر میں پختگی آجائیگی

۵۹ - زہرہ بیگم صاحبہ فیضی بمبئی عصمت کے دور اول کی مشہور و ممتاز لکھنے والی خواتین میں سے ہیں اور اب گذشتہ چھ سات سال سے گراں بہا قلمی اعانت فرما رہی ہیں، حسرت زدہ بچہ (ستمبر) سبحان اللہ کس قدر موثر مضمون ہے دردمند دلوں پر اس کا بڑا اثر ہوا ہوگا، کھانے کے اصول اس مفید مضمون کے سلسلہ میں ہے جو گذشتہ سال کئی قسطوں میں شائع ہوا آج کل کے عالم (مارچ) اور اسی قسم کے دوسرے مضمون تعلیم یافتہ خواتین کی نظر سے گذرنے اشد ضروری ہیں۔ کنجوسی کی انتہا خوب دلچسپ اور نتیجہ خیز ہے۔

۶۴ - سردار محمدی بیگم صاحبہ لونسی بمبئی (بنت مرحوم نواب صاحب وائی) ان چند خواتین میں سے ہیں جن کے دل میں اپنی بہنوں کا حقیقی درد موجود ہے اس کا ثبوت ایک تو وہ مضمون ہے جو سالگرہ نمبر میں عورت کی اصابت رائے کے عنوان سے جو نہایت محنت و قابلیت سے لکھا گیا ہے شائع ہوا ہے اور دوسرا وہ جو خاتون اکرم جنت مکانی کی عملی یاد کے عنوان سے نومبر نمبر میں درج ہوا ہے۔ اس دوسرے مضمون میں جو تجویز سردار محمدی بیگم صاحبہ نے کی تھی عام طور پر پسند کی گئی اور بہت سی محترم خواتین نے اس پر عمل کیا۔ شادی صفت اور قوت برداشت دونوں بہترین اخلاقی مضامین ہیں۔ جاپان کے آداب بھی ایک ضروری مضمون ہے یہ بہن اخلاقی معاشرتی تمدنی مضامین خوب لکھتی ہیں اور مذہبی رنگ میں لیکن دلچسپ پیرایہ میں، یہ انکے مضامین کی بڑی خصوصیت ہے ۔ آنکھوں کی ورزش اور حفاظت کے متعلق ان کے دونوں مضامین قابل قدر ہیں

۶۴ - سرور جہاں صاحبہ (بنت خان بہادر چودھری نبی احمد صاحب) کے مضامین دو سال سے شائع ہو رہے ہیں۔ اور دو سال ہی میں مضمون نگاری کی انہیں خاصی اچھی مشق ہو گئی ہے۔ ترجمہ بھی خاصہ کر لیتی ہیں پھولوں کی کاشت کے متعلق انہوں نے اس سال کئی مفید مضامین لکھے ہیں اور بہت محنت سے پھلواری کی شوقین خواتین نے غیر معمولی دلچسپی سے یہ مضامین پڑھے ہونگے اور سرور جہاں صاحبہ کی معلومات اور تجربوں سے فائدہ اٹھایا ہوگا۔ عزیزہ موصوفہ اس موضوع پر اگر ایک چھوٹی سی کتاب لکھدیں تو اپنی بہنوں کی بڑی خدمت کرینگی کیونکہ آج کل پھلواری کا شوق بڑھ

لکھنے والیوں میں ترقی کر رہا ہے۔ اور اردو میں اس موضوع پر اچھی کتابیں بہت کم ہیں۔

۶۹۔ شرافت بیگم صاحبہ سیونی (سی پی) یہ بھی گذشتہ سال کی لکھنے والی خواتین میں سے ہیں ان کے دستکاری کے مضامین بہت کارآمد ہوتے ہیں کئی قسم کی زنانہ دستکاریاں جانتی ہیں۔ اپریل کے پرچہ میں ان کا جو مضمون "ناموس اجداد پر قربانیاں" شائع ہوا ہے وہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے اور اسے دیکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر یہ بہن لکھنے کی مشق کرتی رہیں تو جلد ان کا شمار عصمت کی ممتاز مضمون نگار خواتین میں ہونے لگیگا۔

۷۲۔ شہر بانو صاحبہ گیا کے مضامین اس سال بھی کافی تعداد میں شائع ہوئے ہیں، ان بہن کی معلومات نہایت وسیع ہیں علمی تاریخی تمدنی، تنقیدی ادبی ہر قسم کے کامیاب مضامین لکھ سکتی ہیں، ان کے علمی مضامین بہت محنت سے لکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ امن عالم کیلئے یورپ کی کوششیں ترقی نسواں کا طبی پہلو۔ عورتوں کا سیاسی جہاد۔ یہ سب مضامین نہایت قابلیت اور سلیقہ سے لکھے گئے ہیں۔ ماں کا دل۔ خواجہ خضر، روح حیات، بگڑی اتر گئی، یہ مضامین بھی خاصے دلچسپ ہیں۔ یہ بہن کبھی کبھی ایسے عنوانات پر بھی قلم اٹھاتی ہیں جو بہت پامال اور فرسودہ ہیں اور جن پر عصمت میں بارہا مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ اگر شہر بانو صاحبہ آئندہ اس کا خیال رکھیں تو شاید سب سے زیادہ مضامین انہیں کے شائع ہوں

۶۸۔ صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ۔ سابق اڈیٹر النساء حیدرآباد دکن عصمت کی مخصوص مضمون نگار خواتین میں بہت ممتاز درجہ رکھتی ہیں اور گذشتہ چوبیس سال سے عصمتی بہنوں کو اپنے مفید و دلچسپ مضامین مقبول و پسندیدہ تصانیف اور موثر تقریروں سے مستفید فرما رہی ہیں۔ اس سال مختلف موضوعات پر ان کے کافی مضامین شائع ہوئے ہیں، صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ کے اخلاقی مضامین خصوصیت کے ساتھ قابل تعریف ہوتے ہیں معاشرتی مسائل پر بھی مدلل بحث کرتی ہیں، حقوق نسواں اور تعلیم نسواں کے سلسلہ میں صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ کی کوشش قابل قدر ہیں،

۸۰۔ ظفر جہاں بیگم صاحبہ ملک کی بہترین لکھنے والی خواتین میں سے ہیں، ان کی تحریر کی روانی اور پختگی بہت سی مضمون نگار بہنوں کے لئے قابل رشک ہے۔ خیالات بہت سلجھے ہوئے رکھتی ہیں۔ اور سلیقہ کے ساتھ معاشرتی تعلیمی امور پر رائے زنی کرتی ہیں۔ امور خانہ داری پر بھی ان کے مضامین پڑھنے کے قابل ہوتے ہیں، باتوں ہی باتوں میں بڑے کام کی باتیں بتا جاتی ہیں اس سال ان کے صرف چار مضمون چھپے ہیں اور ہر مضمون نہایت کارآمد ہے۔

۸۱۔ عالم آرا بیگم صاحبہ کلکتہ اسی سال کی لکھنے والیوں میں سے ہیں بہت سی زنانہ دستکاریاں جانتی ہیں، ان کی اور ان کی دوسری بہنوں ہی کی تحریک اور کوشش سے موتیوں کے کام جیسی مفید کتاب شائع ہوئی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ عالم آرا بیگم صاحبہ کی دلچسپی بدستور عصمت سے رہے گی اور صنعت و حرفت کے متعلق مفید مضامین وقتاً فوقتاً عصمتی بہنوں کیلئے لکھتی رہینگی

۸۵۔ غدیر فاطمہ بیگم صاحبہ دہلی مشہود وسنگار رہن ہیں اور گلدستہ کشیدہ جیسی مفید کتاب عصمتی بہنوں کے لئے مرتب کر چکی ہیں۔ یہ بہن اصلاحی و تمدنی مضامین بھی خاصے لکھ لیتی ہیں،

۸۷۔ فاطمہ بیگم صاحبہ منشی فاضل شمالی ہند کی نامور لکھنے والی خواتین میں سے ہیں اور مدت تک اخبار "شریف بی بی" کے ذریعہ ہندوستانی خواتین کی اصلاح و ترقی کی کوششیں کرتی رہی ہیں، ان بہن نے اس سال کے عصمت کے لئے ایک بڑا افسانہ لکھا تھا مگر طوالت کی وجہ سے ہم نے کتابی صورت میں شائع کر دیا یہ افسانہ غیرت کی پتلی علاوہ دلچسپ ہونے کے بے انتہا سبق آموز اور نتیجہ خیز ہے۔ اور خاص طور پر تعلیم یافتہ خواتین کے مطالعہ کے لائق ہے، سالگرہ نمبر میں ان کا جو مضمون "عیسائی مشنریوں سے بچو" کے عنوان سے شائع ہوا ہے وہ اس قابل ہے کہ ہر مسلمان بی بی جن کے دل میں مذہب مقدس کی عظمت ہے اور جو ترقی تعلیم نسواں کی حامی ہیں نہایت غور سے اس کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ کس طرح مسلمان لڑکیوں کو مشنری اپنے جال میں پھانستے ہیں،

۹۳ کنیز محمد بیگم صاحبہ منشی فاضل کے اس سال جو مضامین شائع ہوئے ہیں ان میں تین مضامین "پڑھنے والی لڑکیوں کی صحت (سالگرہ نمبر) بے جوڑ شادیاں (دسمبر) اور بچوں کی تعلیم کے نئے طریقے اس سال کی بہترین مضامین میں سے ہیں۔ کنیز محمد بیگم صاحبہ معاشرتی و تعلیمی مضامین لکھنے میں ایک خاص شہرت رکھتی ہیں۔ مضمون "بے جوڑ شادیاں" انہوں نے بہت غور و فکر کے بعد لکھا ہے اور اپنے مطالب کو خوبصورتی کے ساتھ ادا کیا ہے جو باتیں انہوں نے لکھی ہیں بظاہر مبالغہ معلوم ہوں مگر بہ حقیقت لاکھوں زندگیاں محض بے جوڑ رشتہ کی وجہ سے تباہ و برباد ہو رہی ہیں، بچوں کی تعلیم کے طریقے نہایت قیمتی مضمون ہے۔ کنیز محمد بیگم صاحبہ کے مختصر ادبی مضامین بھی دلاویز ہوتے ہیں۔ یہ بہن عصمت کی مخصوص مضمون نگار ہیں اور ترقی عصمت کی خواہاں و کوشاں عصمت کو ایسی قابل اور مخلص بہنوں کی قلمی اعانت پر فخر ہے،

۱۰۰۔ مسز عبدالغنی صاحب علی گڈھ کوئی مضمون نگار خواتین میں اس لحاظ سے ایک خاص امتیاز حاصل ہے کہ انہوں نے خانہ داری جیسے اشد ضروری موضوع پر توجہ کی ہے اور گھر کی آرائش کے متعلق نہایت قیمتی مضامین کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ جاپان سے محترمہ مسز فضلی صاحبہ نے ہمیں اس قسم کے مضامین کے لئے لکھا تھا۔ ہمیں خوشی ہے کہ اس ضرورت کو محترمہ مسز عبدالغنی صاحبہ بڑی خوبی سے پورا کر رہی ہیں،

۱۰۲۔ مسز غلام رسول صاحبہ لاہور، جو عائشہ بیگم کے نام سے مسلسل کئی سال تک عصمت میں گراں قدر مضامین لکھ چکی ہیں۔ اب کئی سال سے خاموش ہیں۔ اس سال صرف ایک مضمون ان کا شائع ہوا ہے۔ مگر ہے نہایت اعلیٰ پایہ کا۔

۱۰۴۔ مسز فضلی صاحبہ ٹوکیو (جاپان) کے صرف دو مضمون اس سال چھپے ہیں ان مضامین سے جاپانی معاشرت کے متعلق دلچسپ معلومات حاصل ہوتی ہیں مسز

فضلی صاحبہ نے جاپانی باورچی خانہ کے متعلق نہایت دلچسپ ومفید مضامین روانہ فرما کر عصمتی دسترخوان کے دوسرے حصہ مشرقی مغربی کھانے کی تیاری میں بھی حصہ لیا ہے جس کے لئے وہ ہمارے دلی شکریہ کی مستحق ہیں

۱۰۵- مسز یوسف الزماں صاحبہ لکھنؤ عصمت کی مخصوص ومشہور افسانہ نگار ہیں ان کے تاریخی مضامین بھی نہایت دلچسپ ہوتے ہیں اور تفریحی مضامین بھی۔ اس سال ان کے مضامین بہت ہی کم چھپے ہیں امید ہے کہ سال آئندہ اسکی تلافی ہوجائے گی،

۱۰۸- مہر النساء صاحبہ کڑاپہ (مدراس) اپنے تاریخی مضامین کی وجہ سے حلقہ عصمت میں ایک خاص شہرت حاصل کرچکی ہیں۔ مگر اس سال ان کا کوئی تاریخی مضمون نہیں چھپا۔ مختصر ادبی مضامین اور افسانے بھی خاصے اچھے لکھتی ہیں۔ شکست، سبق آموز پرلطف افسانہ ہے۔ یہ بہن تنقیدی مضامین بھی لکھتی ہیں " اوزی بیگم " کامیاب ہوا ہے

۱۰۹- و- ۱ (بلقیس بیگم صاحبہ آگرہ کے مضامین جیسا کہ ہمیں توقع تھی اس سال سب بہنوں سے زیادہ شائع ہوئے۔ ہر مضمون کسی نہ کسی ضروری عنوان پر ہے و-۱ صاحبہ معاشرتی تمدنی، اخلاقی، مذہبی خانہ داری غرض خواتین کے لئے ہر عنوان کے مضامین لکھ سکتی ہیں پختگی اور روانی ان کی تحریر کی نمایاں خصوصیت ہے۔ عبارت شستہ اور زبان عام فہم روزمرہ لکھتی ہیں، خدا نے انکی تحریر کو اثر بھی دیا ہے۔ اس سال ان کے مضامین زیادہ تر خانہ داری اور حفظان صحت پر شائع ہوئے ہیں اور سب مضمون قابل تعریف ہیں اور لڑکیوں اور عورتوں کے لئے نہایت کارآمد کہے جاسکتے ہیں۔

(ب) مرد

۱۱۱- ابوطاہر صاحب داؤد۔ بی ایس سی اس سال کے نئے مضمون نگار حضرات میں سے ہیں، طرز تحریر میں دلکشی ہے، چھوٹے چھوٹے مضامین لکھتے ہیں اور دلچسپ لکھتے ہیں

۱۱۲- سید ابوتمیم صاحب فریدآبادی کے افسانے اس سال کافی تعداد میں شائع ہوئے ہیں ان کے تفریحی مضامین واقعی تفریحی ہوتے ہیں اور تعلیم یافتہ لڑکیوں کو آنکھ بند کرکے دیئے جاسکتے ہیں۔ کیونکہ ان میں تہذیب سے گری ہوئی کوئی بات نہیں ہوتی۔ سید صاحب کا مذاق بہت پاکیزہ ہے۔ ان کے مضامین پڑھ کر قہقہے نہیں لگائے جاتے لیکن مسکرائے بغیر انسان نہیں رہ سکتا

۱۱۶- ڈاکٹر اعظم صاحب کریوی کے اس سال دو افسانے چھپے ہیں۔ اور دونوں موثر ہیں ڈاکٹر صاحب کے افسانے عموماً اصلاح معاشرت پر ہوتے ہیں، ہندی ادب کے ترجمے بھی خوب کرتے ہیں،

۱۱۷- حافظ امام الدین صاحب امام اکبرآبادی، ملک کے مشہور اہل قلم حضرات میں سے ہیں، حافظ صاحب کو واقعی ہندوستان کی مسلم خواتین کی پستی کا حقیقی درد ہے اور تعلیم نسواں کا مذہبی رخ جیسا مسلسل مضمون لکھ کر انہوں نے فرقہ نسواں کی بڑی خدمت کی ہے۔ اس مضمون میں نہایت کامیابی کے ساتھ دکھایا گیا ہے کہ صحیح معنوں میں پردہ اسلام میں کیا حیثیت رکھتا ہے، اور ہندی مسلمانوں میں اس نے کیا صورت اختیار کرلی ہے۔ یہ مضمون نہایت

محنت اور قابلیت سے لکھا گیا ہے اور اس قدر اہم ہے کہ امام صاحب سے کچھ اور اضافہ کرا کے ہم اس ماہ میں اسے کتابی صورت میں شائع کر رہے ہیں کیونکہ اس طرز کی ایسی جامع اور مدلل کتاب اب تک شائع نہیں ہوئی،

۱۱۸۔ **لالہ تلوک چند صاحب محروم بی اے** عصمت کے مخصوص و ممتاز شعرا میں سے ہیں۔ اور گذشتہ چوبیس سال میں ان کی بہت اچھی اچھی نظمیں شائع کرنیکا عصمت کو فخر حاصل ہوا ہے اس سال بھی چار پانچ نظمیں چھپی ہیں اور سب تاثیر میں ڈوبی ہوئی ہیں،

۱۱۹ **تقی علی صاحب یاسمی** نئے مضمون نگاروں میں سے ہیں زیادہ تر افسانے لکھتے ہیں۔ مگر ایسے جو سبق آموز اور نتیجہ خیز ہوتے ہیں

۱۲۱۔ **مرزا حسین احمد بیگ صاحب** رنگل دکن کی سیاحت کے جو حالات شائع ہوئے ہیں ان سے ممالک اسلامیہ کی معاشرت و تاریخ کے متعلق نہایت دلچسپ معلومات حاصل ہوتی ہیں، طرز بیان میں بھی ادبی شان ہے،

۱۲۷۔ **پروفیسر ستار خیری ام اے** نے گذشتہ پانچسال میں عصمت کی نہایت گراں بہا قلمی اعانت فرمائی ہے۔ خیال تھا کہ ہندوستان آکر پروفیسر صاحب موصوف عصمت کی دلچسپیاں بڑھانے میں اور بھی مدد فرمائیں گے مگر نتیجہ برعکس نکلا۔ اڈیٹر عصمت کو ان کے وطن واپس آجانیکی کتنی ہی خوشی کیوں نہو مگر عصمت کے لئے تو وہ سات سمندر پار ہی زیادہ مفید تھے کہ دوسرے تیسرے مہینے ایسے مضامین و قصائد پر عنایت فرماتے تھے جو اردو رسائل کے لئے باعث فخر کہی جا سکتی ہیں۔ پروفیسر صاحب یقین دلاتے ہیں کہ اس سال زیادہ مضامین لکھ کر سال گذشتہ کی تلافی کر دینگے خدا کرے ایسا ہی ہو،

۱۳۰۔ **ڈاکٹر سعید احمد صاحب بریلوی** عصمت کے مشہور شاعر ہیں اور صرف عصمت کے لئے نظم لکھتے ہیں، ڈاکٹر صاحب گنتی کے ان چند شعرا میں سے ہیں جن کی نظمیں واقعی ہندوستانی عورتوں کے مطلب کے ہوتی ہیں۔ افسوس ہے طویل علالت کے سبب ڈاکٹر صاحب کی نظمیں اس سال بہت ہی کم چھپیں لیکن یقین ہے آئندہ سال معقول تعداد میں شائع ہوں گی،

۱۳۸۔ **عبدالحی صاحب عباسی بی اے**. کئی سال سے عصمت میں لکھ رہے ہیں مگر اس سال صرف ۲ مضمون چھپے ہیں عباسی صاحب کو ہندوستانی خواتین کی ترقی سے خاص دلچسپی ہے اور عموماً اس موضوع پر آسان پیرایہ میں نتیجہ خیز مضامین تحریر فرماتے ہیں

۱۴۱۔ **منشی عبدالخالق صاحب خلیق** دہلوی کی نظمیں عصمت میں عرصہ دراز سے شائع ہو کر مقبول ہو رہی ہیں۔ بہت آسان زبان میں شعر کہتے ہیں افسوس ہے کہ اس سال ان کی نظمیں بہت کم شائع ہوئیں،

۱۴۲۔ **حضرت عزیز لکھنوی**۔ ملک کے چوٹی کے شعرا میں سے ہیں اور عصمت کو ابتدائی زمانہ سے ان کی نظمیں شائع کرنیکا فخر حاصل ہے۔ مگر اس سال ڈاکٹر سعید احمد صاحب کی طرح ان کی نظمیں بھی بہت کم چھپیں۔

۱۴۳۔ **مرزا عظیم بیگ صاحب چغتائی بی اے،** ال ال بی، جو افسانہ ہیرے کے بندے دسمبر کے پرچے میں شائع ہوا ہے کافی دلچسپ ہے اور پسندیدگی کی نظر

دیکھا گیا ہوگا۔ مرزا صاحب اصلاح معاشرت پر بھی خوب لکھتے ہیں اس سال ان کے صرف تین مضمون چھپے ہیں، ممکن ہے سال آئندہ اس سے زیادہ شائع ہوں،

۱۴۹ مولوی محمد ظفر صاحب ایم اے ال ال بی

عصمت کی ہر ماہ قابل قدر اور گراں بہا قلمی اعانت فرماتے ہیں اور آج سے نہیں پندرہ سال سے۔ اس زمانہ میں ایسے مخلص اور وضع دار لوگ بہت کم ہیں ہمیں بڑی مسرت ہے کہ مولوی صاحب خانہ داری کے تحت میں جو نوٹ ہر ماہ لکھتے ہیں عصمتی بہنیں نہایت دلچسپی سے ان کا مطالعہ کرتی ہیں، اسی طرح سیر بین کے نوٹ بھی بہت پسند کئے جاتے ہیں، عصمتی بہنوں کی خواہش ہے کہ مولوی محمد ظفر صاحب سے ہم کچھ کتابیں بھی ایسی مفید و دلچسپ لکھوائیں جیسے خانہ داری کے نوٹ ہوتے ہیں۔ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ جس طرح بھی ہو وقت نکال کر مولوی صاحب موصوف اس طرف توجہ فرمائیں،

۱۵۳۔ سید مغنی الدین صاحب شمسی اس سال کے مضمون نگار ہیں "غیب کی باتیں" جاپانی کہانی ہے اور جرمنی سے ترجمہ کیا گیا ہے بہت دلچسپ قصہ ہے۔ امید ہے کہ سید صاحب آئندہ بھی ایسے ہی دلچسپ مضامین عصمت کے لئے لکھتے رہیں گے۔ ہم ممنون ہیں کہ انہوں نے عصمت ایجنسی کو ایک نہایت کارآمد کتاب آئینہ موثر لکھ دی جو بہت پسند کی جا رہی ہے۔

۱۵۴۔ مفتاح الدین صاحب ظفر بی ایس سی

کے مضامین اس سال کے نئے لکھنے والوں میں سب سے زیادہ شائع ہوتے ہیں۔ ظفر صاحب علمی مضامین کامیابی کے ساتھ آسان زبان میں لکھ سکتے ہیں، بہتر ہو کہ اگر وہ اپنے مفید مضامین کا سلسلہ اسی طرح جاری رکھیں

۱۵۰ کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب

اس سال بھی عصمت کی نہایت گراں بہا قلمی اعانت فرمائی ہے۔ ہمیں یہ معلوم ہو کر بے انتہا مسرت ہوئی کہ اس سال جن عصمتی بہنوں کو حج بیت اللہ کی سعادت حاصل ہوئی ان کے لئے ڈاکٹر صاحب کا باتصویر مضمون مطبوعہ سالگرہ نمبر اور حج کے متعلق ہدایات مطبوعہ جنوری نہایت مفید ثابت ہوئیں یقین ہے کہ یہ مضامین دوسری بیگمات نے بھی نہایت دلچسپی کے ساتھ پڑھے ہونگے، کوئلہ کی کان (جنوری) اور ہندوستان میں عورتوں کی قلت (فروری) دونوں مضامین نہایت بلند پایہ ہیں اور بڑی محنت و کاوش سے لکھے گئے ہیں، ان مضامین کے مطالعہ سے ہماری معلومات میں کس قدر وسیع اضافہ ہوتا ہے، حج بیت اللہ اور کوئلہ کی کان کی تصاویر فراہم کرنے میں ڈاکٹر صاحب کا بہت سا قیمتی وقت صرف ہوا ہوگا۔ کیونکہ اس قسم کی تصاویر خاص اہتمام ہی سے حاصل ہوتی ہیں ہم محترمہ بیگم نصیر الدین صاحبہ کا کسی طرح بھی شکریہ ادا نہیں کر سکتے کہ وہ ڈاکٹر صاحب سے عصمتی بہنوں کیلئے ایسے ایسے قابل قدر مضامین لکھوا رہی ہیں اور عصمت کی زینت بڑھانے کے لئے ایسی قیمتی تصاویر بھجوا رہی ہیں، کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب نے اس سال ہندوستانی خواتین کی ایک ایسی زبردست خدمت انجام دی ہے جس کیلئے ان کا جتنا شکریہ بھی ادا کیا جائے کم ہے اور وہ یہ کہ خاکسار ایڈیٹر عصمت کی تحریک پر نہایت محنت سے "زچگی" جیسے اہم موضوع پر ایسی گراں بہا کتاب تحریر فرمائی ہے کہ اردو تو اردو انگریزی میں بھی ایسی جامع اور واضح کتاب نہیں نکل سکتی، یہ کتاب عنقریب دفتر عصمت سے شائع ہوگی،

رازق الخیری

خاتون اکرم عصمتی انعامات

عصمت ملک میں لکھنے والی خواتین پیدا کرنے کی جو کوشش کر رہا ہے خدا کا شکر ہے اس میں شاندار کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اور آج ہندوستان کا کوئی صوبہ ایسا نہیں جہاں قابل مضمون نگار خواتین نہ ہوں۔ چوبیسویں سال (جولائی سنہ ۱۹۳۱ء تا جون سنہ ۳۲ء) کے مضمون نگاران عصمت کی جو فہرست اس پرچہ کے ساتھ شائع کیجا رہی ہے۔ اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سال بھی سو سے زیادہ محترم بیگمات نے عصمت میں مضامین لکھے ان میں سے بہت سی محترم خواتین عصمت کی مخصوص قدیم نامہ نگار ہیں جن کے بیش بہا مضامین عصمتی بہنیں سالہا سال سے پسند فرما رہی ہیں بعض بیبیاں اسی سال پہلی دفعہ بزم عصمت میں تشریف لائی ہیں لیکن ان کی تحریروں سے ہونہاری ٹپک رہی ہے، اور امید ہے کہ اگر وہ برابر لکھتی رہیں تو جلد عصمت کی ممتاز لکھنے والی خواتین کی پہلی صف میں جگہ پائیں گی۔ ان محترم بیگمات میں جن کے سال بھر میں مختلف موضوعات پر بہترین مضامین شائع ہوتے ہیں۔ عصمت جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم کی یادگار میں ہر سال انعامات تقسیم کرتا ہے، لیکن یہ انعامات بالعموم انہیں بیبیوں کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں جن کے سال بھر میں کم سے کم ۴ مضامین شائع ہوئے ہوں ہمیں افسوس ہے کہ انعامات حاصل کرنے والی بہنوں کی فہرست میں اس دفعہ عصمت کی بعض مخصوص و ممتاز قدیم لکھنے والی خواتین کے نام نظر نہیں آتے صرف اس لئے کہ ان کے مضامین کی تعداد کم ہے۔ لیکن ہمیں امید ہے کہ سال آئندہ وہ اپنے پرچہ کی دلچسپیاں بڑھانے میں مثل سابق حصہ لیں گی،

خانہ داری

اس موضوع پر ہر ماہ دو تین مضامین شائع کرنے کی کوشش کیجاتی ہے

خوشی کی بات ہے کہ چوبیسویں سال میں بھی خانہ داری پر نہایت معقول تعداد میں اچھے اچھے مضامین شائع ہوئے اس موضوع پر بہترین اور سب سے زیادہ مضامین اس دفعہ ہماری مایہ ناز بہن و۔ا صاحبہ نے لکھے ہیں اس لئے انکی خدمت میں ۱۰ روپے کا حقیر انعام پیش کیا جاتا ہے، اور ۵ روپے مسز عبدالغنی صاحبہ کی خدمت میں ان کے مضامین صرف تین ہیں لیکن جن عنوانات پر انہوں نے اپنے تجربات لکھے ہیں وہ نہایت اہم ہیں،

صنعت و حرفت

کے مضامین نہایت معقول تعداد میں اس سال بھی شائع ہوئے ہیں،

محترمہ ظفر جہاں بیگم صاحبہ کا مضمون پرانی دستکاریاں خصوصیت کیساتھ قابل ذکر ہے مختلف قسم کی زنانہ دستکاریوں کے بھی اچھے اچھے نمونے شائع ہوئے ہیں جن بہنوں نے اس طرف خاص توجہ فرمائی ان میں کلکتہ کی محترمات عالم آرا بیگم اور رقیہ ایلوب خاں کے نام نمایاں ہیں۔ یہ تینوں بہنیں ۵ـ۵ روپے کے انعامات کی مستحق ہیں

صحت و تندرستی پر اس سال بہت کافی مضامین شائع ہوئے اول درجہ کے انعام ۱۰ روپے کی مستحق محترمہ سردار محمدی بیگم صاحبہ لونی ہیں آنکھ کے متعلق ان کے دونوں مضامین نہایت عمدہ ہیں اور بڑی محنت اور خوبی کیساتھ لکھے گئے ہیں محترمہ ظفر جہاں بیگم صاحبہ کا مضمون سویرے اٹھنا اور محترمہ شرافت بیگم کا مضمون "عورتوں کی ورزش" یہ دونوں مضامین بھی قابل تعریف ہیں ان پر ۵-۵ روپے بطور انعام دئے جاتے ہیں تندرستی ہی کے سلسلہ میں محترمہ و-ا صاحبہ کے کئی قابل قدر مضامین اس سال شائع ہوئے ہیں جنپر محترمہ موصوفہ کو خاص انعام ۱۰ روپے دیا جاتا ہے۔

بچوں کی پرورش و تربیت پر تعداد میں اس دفعہ کچھ زیادہ مضامین نہیں چھپے۔ صرف ۵ روپے کا انعام الیس کے صغرا سبزواریہ صاحبہ کے چھوٹے سے مضمون مطبوعہ سالگرہ نمبر پر دیا جاتا ہے

معاشرتی تمدنی مضامین کے لحاظ سے یہ سال بھی بہت اچھا رہا مگر قابل انعام مضامین زیادہ تر ان بہنوں کے ہیں جن کے مضامین کی تعداد بہت کم ہے۔ اس موضوع کے جو مضامین انعامی مقابلہ میں آسکتے ہیں وہ یہ ہیں۔ بے جوڑ شادیاں (از کنیز محمد بیگم صاحبہ منشی فاضل) شوہر کی محبت اور پابندی رواج اور مرد کا ظلم (صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ) عزیز رشتہ داروں سے سلوک۔ شادی بیاہ میں مہمان جانا (از محترمہ و ا صاحبہ) چونکہ سب مضامین اپنی اپنی جگہ دلچسپ اور مفید ہیں اس لئے ان تینوں محترم بہنوں کی خدمت میں ۵-۵ روپے بطور انعام پیش کئے جاتے ہیں

اخلاقی مضامین ۱۰ روپے درجہ اول کے انعام کی مستحق محترمہ سردار محمدی بیگم صاحبہ لونی ہیں ان کے دونوں مضمون "قوت برداشت" اور "رشد امن عصمت" خصوصیت سے قابل تعریف ہیں

تاریخی مضامین کے لحاظ سے یہ سال بھی اچھا رہا، محترمہ شہربانو کے تاریخی مضامین، نہایت قابلیت کے ساتھ لکھے گئے ہیں ان پر انہیں ۱۰ روپے بطور انعام پیش کئے جاتے ہیں،

مذہبی مضامین کی تعداد افسوس ہے قابل اطمینان نہیں۔ خیرات کے متعلق صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ کا مضمون قابل ذکر ہے۔ اسپر ۵ روپے انعام دیا جاتا ہے،

سیر و سیاحت کے مضامین اس سال خاصے رہے، مگر جن خواتین کے مضامین کم سے کم ہیں، ان میں سے کسی نے اپنی سیاحت کا حال نہیں لکھا۔

تفریحی مضامین اس سال بہت اچھے رہے، انیس فاطمہ صاحبہ کے دونوں مضمون "پیر جی ناراض ہوگئے" اور "ہندوستانی شاعر سنجیدہ ظرافت کی جان ہیں" اقبال جہاں صاحبہ کا مضمون اپریل فول بھی نہایت پرلطف ہے، ان دونوں بہنوں کی خدمت میں ۵-۵ روپے پیش کئے جاتے ہیں

مختصر ادبی مضامین برے نہیں رہے ۱۰ روپے اس دفعہ بھی محترمہ ایس بی طاہرہ صاحبہ کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں اور ۵ روپے کنیز محمد بیگم صاحبہ کی خدمت میں۔

تعلیمی مضامین خاصے اچھے رہے یہ ۱۰ روپے کا انعام تعلیم کا اثر (از شرافت بیگم صاحبہ) اور

بچوں کی تعلیم کے طریقے (از کنیز محمد بیگم صاحبہ منشی فاضل) ان دو صنمونوں پر برابر تقسیم کیا جاتا ہے۔

تنقیدی مضامین بھی قابل اطمینان ہے یہ ۱۰ روپے کا انعام بھی دو بہنوں میں برابر کا تقسیم کیا جاتا ہے۔ محترمہ شہر بانو اور محترمہ مہر النساء رحیم صاحبہ ہیں، اُن کے مضامین علامہ راشد الخیری کے تاریخی ناول" اور "انوری بیگم" پر افسانوں کے اعتبار سے یہ سال بھی نہایت کامیاب کہا جاسکتا ہے لیکن یہ کمی بھی جا سکتی ہے کہ خواتین کے لکھے ہوئے افسانوں کی تعداد زیادہ نہیں، اس مرتبہ بہترین افسانہ کا ۲۰ روپے کا انعام برابر کے چار حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے یعنی ۵-۵ روپیہ سرور جہاں صاحبہ کو "معاوضہ" پر شہر بانو صاحبہ کو "روح حیات" پر زہرہ فیضی صاحبہ کو "حسرت زدہ بچے" پر اور مہر النساء صاحبہ کو "شکست" پر

ڈرامے اس سال بھی کچھ زیادہ نہیں چھپے "جہالت کی شکست (از انیس فاطمہ صاحبہ) پر ۵ روپے دیے جاتے ہیں

تقریر اس سال کوئی ایسی تقریر درج رسالہ نہیں ہوئی جس پر انعام دیا جاسکے،

نظموں کے لحاظ سے یہ سال بھی خاصا اچھا رہا، ۱۰-۱۰ روپے محترمات بلقیس جمال اور خورشید آرا صاحبہ کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں رابعہ پنہاں صاحبہ کی چاروں نظمیں عین موقع ومحل کا لحاظ رکھ کر کہی گئیں ۱۰ روپے انکی خدمت میں بھی پیش کئے جاتے ہیں،

تعداد مضامین اس سال سب سے زیادہ مضامین محترمہ وا صاحبہ کے اور ان سے کم محترمہ شہر بانو کے شائع ہوئے ہیں اس لئے یہ دونوں محترم خواتین ۲۰ اور ۱۰ روپے کے انعام کی علی الترتیب مستحق ہیں، تیسرے درجہ کے انعام کیلئے تین بہنوں کے مضامین تعداد میں برابر ہیں مگر صفحات سب سے زیادہ محترمہ صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ کے ہیں اس لئے یہ ۵ روپے کا انعام انہیں دیا جاتا ہے۔

تصاویر سے اس سال صرف محترمہ بیگم کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب ہی قابل ذکر اعانت فرمائی ہے اسلئے ۱۰ روپے کی حقیر رقم انکی گراں بہا عنایت کے شکریہ میں پیش کی جاتی ہے

متفرق انعامات محترمہ سرور جہاں صاحبہ نے پھولوں کی کاشت کا نہایت مفید سلسلہ شروع کر رکھا ہے یہ مضامین پھولوں کا شوق رکھنے والی بہنوں کے لئے نہایت دلچسپ ہیں "کنجوسی کی انتہا" محترمہ زہرہ بیگم فیضی نے نہایت ہی دلچسپ و سبق آموز مضمون لکھا ہے "آج کل کی ٹی پارٹی" اقبال جہاں صاحبہ کا بہت اچھا مضمون ہے اور تعلیم یافتہ خواتین کو خصوصیت کیساتھ ایسے مضامین کو نہایت غور سے ملاحظہ فرمانا چاہئے، جاپانی زندگی کے متعلق محترمہ مسز فضلی کے صرف دو مضامین چھپے ہیں لیکن اسلئے وہ کم سے کم مضامین لکھنے والی خواتین میں شمار کرلی جاتی ہیں کہ ہندوستان سے باہر رہ کر عصمت کی دلچسپیاں بڑھانے میں حصہ لے رہی ہیں مریم مبارک علی صاحب کا اگرچہ کوئی خاص مضمون قابل ذکر نہیں لیکن انہوں نے خاصی تعداد میں مفید مضامین لکھے ہیں۔ ان سب بہنوں کو ۵-۵ روپے کی حقیر رقم بطور انعام دیجاتی ہے۔

یہ انعامات کچھ شک نہیں نہایت حقیر ہیں اور مضمون نگار بہنوں کی قلمی اعانت نہایت گراں بہا۔ لیکن یہ انعامات مضامین کا معاوضہ ہیں نہ اُجرت، بلکہ اس محترم خاتون کی یادگار ہیں تقسیم کئے جاتے ہیں جنکو ہر وقت اپنی بہنوں کی بہتری اور ترقی کا خیال تھا اسلئے امید ہے کہ باوجود نہایت کم قیمت اور حقیر ہونے کے قدر وقیمت کی نظر سے دیکھے جائیں گے۔ رازق الخیری

پس اس سال کے خاتون اکرم عصمتی انعامات کی مستحق یہ بیبیاں ہیں

۱	و-۱ (بلقیس بیگم) صاحبہ	آگرہ	(۱۰، ۱۰، ۵، ۲۰)	۴۵	روپے
۲	شہربانو صاحبہ	گیا	(۱۰، ۵، ۵، ۱۰)	۳۰	//
۳	سردار محمدی بیگم صاحبہ	لونی بمبئی	(۱۰، ۱۰،)	۲۰	//
۴	صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ	حیدرآباد دکن	(۵، ۵، ۵)	۱۵	//
۵	کنیز محمد بیگم صاحبہ (منشی فاضل)	جموں کشمیر	(۵، ۵، ۵)	۱۵	//
۶	زہرہ بیگم صاحبہ فیضی	بمبئی	(۵، ۵)	۱۰	//
۷	مہرالنساء صاحبہ	کڑاپہ مدراس	(۵، ۵)	۱۰	//
۸	ظفر جہاں بیگم صاحبہ	بریلی	(۵، ۵)	۱۰	//
۹	انیس فاطمہ صاحبہ	بارہ بنکی	(۵، ۵)	۱۰	//
۱۰	بلقیس جہاں خاتون صاحبہ	مظفر نگر		۱۰	//
۱۱	رابعہ خاتون حنا پنہان	امرتسر		۱۰	//
۱۲	خورشید آرا بیگم صاحبہ	امراؤتی		۱۰	//
۱۳	ایس بی طاہرہ صاحبہ	پشاور		۱۰	//
۱۴	سرور جہاں صاحبہ	سیالکوٹ	(۵، ۵)	۱۰	//
۱۵	شرافت بیگم صاحبہ	سیونی سی پی	(۵، ۵)	۱۰	//
۱۶	بیگم کپتان ڈاکٹر نصیرالدین احمد صاحب	دھن باد		۱۰	//
۱۷	اقبال جہاں صاحبہ	لاہور	(۵، ۵)	۱۰	//
۱۸	ایس کے صغرا سبزواریہ صاحبہ	کلکتہ		۵	//
۱۹	مسز فضلی صاحبہ	ٹوکیو جاپان		۵	//
۲۰	عالم آرا بیگم صاحبہ	کلکتہ		۵	//
۲۱	مسز عبدالغنی صاحبہ	علی گڈھ		۵	//
۲۲	رقیہ خانم صاحبہ	کلکتہ		۵	//
۲۳	مریم بانو مبارک علی صاحب	شورکوٹ (پنجاب)		۵	//

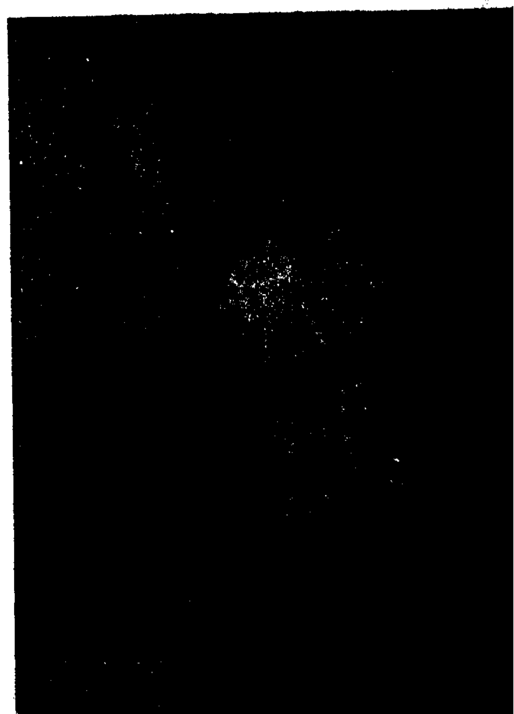
انعامات حاصل کرنیوالی محترم خواتین حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ خاکسار اڈیٹر اور تمام عصمتیوں کی طرف سے اس علمی ترقی پر دلی مبارکباد قبول فرمائیں۔ رازق الخیری



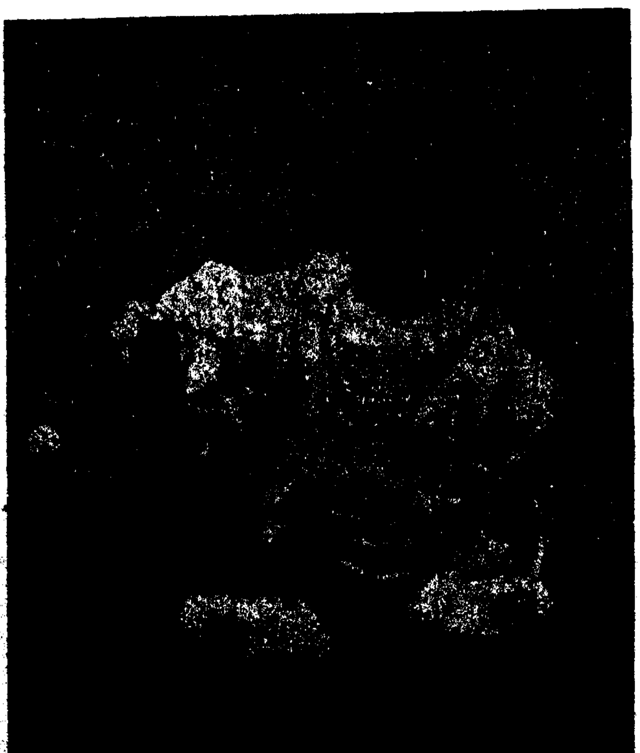








مہرالنسا یوسف



تحسینہ فردوس عمر ایک سال

تین بہنیں

زندگی کی شاداب کیاریاں جو مسرت کے پھولوں سے نمونۂ جنت ہو جاتیں نہاد کے شوہر ضمیر کے تشدد مذہب کی بدولت ایسی زنجیریں بن گئیں جنہوں نے بدبخت بیوی کو بے دست و پا کر دیا (مولانا) ضمیر باوجود علم و فضل کے عقل سلیم سے اس قدر دور تھا کہ اس کا اسلام نہ صرف اسکے اپنے واسطے بلکہ مسلمانوں کے لئے بھی قابل افسوس تھا؛ وہ بزعم خود اسلام کے معنی چند الفاظ میں جن کو وہ قرآن وحدیث سے تعبیر کرتا اور الٹی سیدھی تاویلیں کرتا محدود سمجھتا تھا۔

بیوی درد میں تڑپے بچے بیمار ہوں اس کے اوراد و وظائف میں فرق نہ آئے غضب یہ تھا کہ ظالم اس اصول سے جس پر اسلام کی بنیادیں قائم ہیں کہ خالق کی عبادت مخلوق کی خدمت ہے قطعاً ناآشنا تھا، ہاں الجھنے اور لڑنے کو قرآن وحدیث نوک زبان، بیوی سے بحث ہوئی اور ایک پوری حدیث پڑھ ڈالی، دوستوں سے اختلاف ہوا اور ایک آیت کی تاویل لے بیٹھا۔ کٹر سنگدل اور اس کے زندہ عزیز اگر معاف کریں تو ظالم جفا کار مذہب کے اس عطر سے جس نے ایثار کی صورت میں ایک دنیا کو مہکا دیا بالکل بیگانہ تھا، ہمدردی جو شیوۂ انسانیت ہے اس کے پاس سے ہو کر نہ گذری تھی۔ المختصر ایک دشمن اسلام تھا جو غیر مسلموں کی طرف سے توہین اسلام پر مامور تھا۔ اور اپنی زندگی اور اعمال زندگی سے ثابت کر رہا تھا کہ اسلام دنیا کا بدترین مذہب ہے۔

ایسے شوہر کی صحبت اور خیالات سے متاثر ہو کر نہار جس قدر خودغرض اور سنگدل ہوتی کم، یہی وجہ تھی کہ وہ بعض معاملات میں مولانا سے کچھ آگے ہی تھی۔ مالی حالت اوسط سے کچھ بہتر ہی سمجھنی چاہیے۔ آبائی جائداد بھی اچھی تھی۔ مگر خست نے جس کو مولانا کفایت شعاری کا بدقع اٹھا کر اسلام کی تلقین فرماتے تھے، دل اور کان آنکھ اور ناک سب پر مہر لگا دی تھی۔ کاش یہ کفایت اپنی ذات کے واسطے ہوتی تو شاید عذر معقول ہو جاتا۔ مگر آپ بہتر سے بہتر کھاتے اور اٹھاتے۔۔ کفایت صرف حاجتمندوں اور سائلوں کے واسطے تھی،

موسم گرما کی ایک دوپہر کو جب آفتاب کرنوں کی گود میں اٹکھیلیاں اور ہوا لو کے نقارے بجا رہی تھی نہار اپنے پائیں باغ کی طرف جو دامن کوہ میں تھا نکل آئی۔ خودرو پھول تمازت آفتاب کے مقابلہ میں منہمک تھے، باد سموم کے تند جھونکے نیلوفر کے رخ نازک کو جھلساتے ہوئے گزر جاتے تھے۔ اور پھول اس حریف کی طرح جو میدان میں سرنگوں ہو کر بھی از سر نو مقابلہ پر تیار ہو جاتا ہے۔ زمین کو بوسہ دیکر سامنے کھڑے ہو جاتے اور دشمن کی

پرورش کو پوری ہمت سے سر پر لیتے وہ انسانی ہاتھوں کے ممنون نہ تھے۔ ان کی زندگی صرف قدرت کی احسان مند تھی اور وہی طاقت جو عطیۂ فطرت تھی اس نازک وقت میں انکی دستگیری کر رہی تھی، پانی کی صورت اور باغبان کی عنایت ان کے تخیل سے دور تھی، لو کے ہاتھوں سے پٹ پٹ کر سنبھل سنبھل کر گر گر کر اچھل رہے تھے۔ یہاں تک کہ ہوا نے پوری طاقت سے جھکڑ بن کر حملہ کیا۔ نہار کا پژمردہ دل جو بچہ کی علالت سے پریشان ہو رہا تھا۔ اور جس میں کسی دوسری تکلیف سے متاثر ہونے کا احساس بہت ہی کم تھا۔ اس وقت ما ستا سے مغلوب ہو کر پھول کی کیفیت پر پسیجا۔ زندگی کی اس جدوجہد میں بھی قدرت نے نازک پنکھڑیوں کے خوشنما چہرے کسی مدد کے محتاج نہ رکھے تھے۔ اور زندگی و موت کا فیصلہ محض طاقت پر تھا۔ پھول موت کی طرف جا رہے تھے زندگی کے جوش نے ان میں طاقت پیدا کر دی وہ اس سخت حملے کے مقابلہ کو تیار ہو گئے اور دوپہر کا بڑا حصہ اسی جنگ میں بسر ہوا جب لو کا سانس پھول گیا۔ اور آفتاب نے کروٹ بدلی تو وہی پھول تن تنا کر اصلی حالت پر آ گئے نہار پھولوں کے اس تماشہ میں مصروف تھی کہ ڈاکٹرنی جس کا وقت مقرر تھا سامنے سے آئی اور قریب پہنچکر کہا کہئے بیگم صاحبہ! بچہ کیسا ہے" نہار اپنے خیالات میں اس قدر منہمک تھی کہ کوئی جواب نہ دیا۔ ڈاکٹر نے پھر وہی سوال کیا اور کہا۔ آپ کس خیال میں غرق ہیں! اب نہار متوجہ ہوئی اور کہا" بچہ کا وہی حال ہے، بخار اسوقت تک ہلکا نہیں ہوا لیکن میں یہ دیکھکر متحیر ہوں کہ یہ بیچارے خودرو پھول اپنی زندگی کی کیسی سخت کوشش کر رہے ہیں۔ یہ بظاہر باغبان کی دستبرد سے محفوظ ہیں۔ یہاں بلبل اور گلچیں کوئی نہیں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ دنیا کا یہ سلسلہ اسی طرح چل رہا ہے کہ کمزور کو فنا کرنے کے واسطے طاقتور موجود ہے

ڈاکٹرنی۔ بیگم صاحبہ! اس کا نام ارتقا ہے۔ اور یہ قدرت کے انتظام ہیں۔ اگر یہ نہوتا تو انسانی زندگی اور دنیا کا قیام مشکل کیا محال ہو جاتا۔ اور ہماری آبادی کا کرہ اس قدر لبریز ہو جاتا کہ خوشگوار اشیا بھی تکلیف دہ ہو جاتیں۔ یہ اصول نظام عالم میں اپنا کام کر رہا ہے۔ بعض اشیا کا مشاہدہ ہو سکتا ہے۔ اور بعض ایسی ہیں جو آپ کی قوت باصرہ سے باہر ہیں، آپ نے اسوقت پھولوں کی کشمکش دیکھی لیکن آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ سمندر کی طوفان خیز موجیں بھی کشاکش حیات میں منہمک ہیں۔ آپ کو انسانی تاریخ سے یہ پتہ چل سکتا ہے کہ کوئی قوم اسوقت تک کامیاب نہیں ہوئی جب تک اس نے اپنی زندگی کی کوشش نہ کی، اس اصول نے ریگستان عرب کے بسنے والوں کو خاک سے اٹھا کر تاج شاہی تک پہونچا دیا۔ یہی کیفیت انفرادی ہی ہے۔ آپ کبھی اس عورت کو خوش و خرم نہیں دیکھ سکتیں جو زندگی کا مقصد صرف کھا لینا اور پہن لینا سمجھتی ہو۔ وہ نہ صرف اپنی ذات پر ظلم کر رہی ہے بلکہ قوم کا بھی اسپر کم بار نہیں، وہ مسلمان ہونے کی مدعی ہے لیکن اس سوال کا جواب نہیں دے سکتی کہ اسلام کو اس نے کیا فائدہ پہونچ رہا ہے اور اب تک کیا پہونچا۔ اس نے اپنی اور اپنی قوم کی زندگی کے واسطے کیا کیا،

بیگم صاحب مجھے معاف کیجئے گا۔ اگر میں یہ عرض کروں کہ آپ نے میری اس تجویز کو ٹھکرا دیا کہ بچہ کو سول سرجن دیکھ لے تو اچھا ہے۔ آپ پریشان ہیں مگر اس پریشانی کے رفع کرنے کے جو اسباب پیش نظر ہیں آپ ان پر توجہ نہیں فرماتیں۔ اب اگر وہ اچھا ہو گیا تو یہ خود اس بچہ کی کوشش ہے کہ وہ مرض کے مقابلہ میں کامیاب ہوا۔ اور یہ وہ کوشش ہے جو عطیۂ قدرت ہے کہ ہر طبیعت میں مرض کے اندفاع کا مادہ موجود ہے۔

نہار "آپ کا خیال بظاہر صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ گفتگو یقیناً معقول ہے لیکن ایک مسلمان کی حیثیت سے آپ کو تقدیر پر بھی بھروسہ کرنا چاہئے"۔

ڈاکٹرنی (دھنکی) ایک مرتبہ میری استانی صاحبہ نے فرمایا تھا کہ قناعت۔ صبر و شکر یہ تمام چیزیں تقدیر کی اولاد ہیں اور ان سب کا مفہوم ایک ہی ہے اسلام نے جس مقصد سے یہ صورتیں پیدا کی تھیں وہ فوت ہو گیا اور بعض مسلمانوں نے ان کو غلط معنی پہنا کر کچھ کا کچھ کر دیا۔ تقدیر کا مسئلہ ہرگز ہرگز یہ معنی نہیں رکھتا جو عام طور پر سمجھا جا رہا ہے۔ تقدیر کا تعین صرف اس لئے تھا کہ سخت مصیبت اور انتہائی تکلیف میں ایک قسم کی تقویت ہو جائے اور انسان اپنی حالت کو منجانب اللہ سمجھ کر اکتا نہ جائے۔ زندگی وبال نہ ہو اور روحانیت قدم نہ ڈگمگانے دے اگر تقدیر کے یہ معنی ہوتے اور مسلمان ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاتے تو قرن اولی کے مسلمان شاید بدترین انسان ہوتے بیگم صاحب تقدیر نام ہے نتیجہ تدبیر کا اور تدبیر اسوقت تک رہنی ہوگی جب تک کامیابی یا ناکامی کا یقین نہ ہو جائے ہاں ایک بات ضرور کہوں گی اور وہ یہ کہ جہاں اس شخص کو زندہ رہنے کا حق نہیں ہے جو زندہ رہنے کی کوشش نہیں کرتا۔ وہاں ان کوششوں میں سب سے زیادہ جو چیز کام آ سکتی ہے اور زندہ رہنے کی بہترین کوشش ہے وہ الخلق عیال اللہ کا یقین ہے۔ جب یہ یقین ہو گیا کہ ہر ذی روح خدا کا کنبہ ہے تو اس میں وہ کمزور ہستیاں بھی ہیں جن کے الفاظ پتھر کی لکیر اور جن کی دعائیں دربار خداوندی میں مقبول ہیں۔ چلئے میں بچہ کو دیکھ لوں۔ آپ اس کی صحت کیواسطے ہر ممکن کوشش فرمائیے۔ دوا سے بھی کام لیجئے اور دعا سے بھی، زندگی کے یہ معنے نہیں ہیں کہ آدمی اپنے اور اپنے متعلقین تک دنیا ختم کر دے۔ اسلام ایک مسلمان کی زندگی سے اسکے آگے بھی کچھ توقع رکھتا ہے اور اس سے غفلت سوسائٹی کا ایسا گناہ ہے جس کی تلافی ممکن نہیں،

بیگم کل دوپہر کو اس غریب ماما کے ساتھ آپ کا طرز عمل ٹھیک نہ تھا۔ یہ غریب لوگ ہمارے دست نگر ہیں اور ہمارے پاس کچھ توقع لیکر آتے ہیں۔ وہ ایک یتیم بچہ لیکر آئی، اس کا بچہ بھوکا تھا اور حق رکھتا تھا کہ ہم اس کا پیٹ بھر دیں۔ آپ نے ذوی القربیٰ کی آڑ میں اس کا دل توڑا۔ اور احکام سے غلط فائدہ اٹھانے کی کوشش کی مجھے معاف فرمائیے، آپ عزیزوں کے ساتھ بھی کوئی اچھا سلوک نہیں فرما رہیں وہ جسوقت روتی ہوئی اٹھی، اور بھوکے بچے کو لیکر چلی تو مجھ پر ایک خاص اثر ہوا جو ہمیشہ یاد رہیگا۔ تعجب ہے کہ آپ نے اور آپ کے

شوہر صاحب نے اس کے جائز حقوق قطعاً نظر انداز کر دئے

نہار بچہ کی حالت سے پریشان تھی اور گو وہ ڈاکٹرنی سے باتیں کر رہی تھی۔ مگر خیال بچہ ہی میں پڑا ہوا تھا کہ دفعۃً گھر چلی تو سامنے سے مولانا تشریف لاتے ہوئے دکھائی دیئے اور قریب پہنچکر بیوی سے فرمایا

نافرمانی تمہاری گھٹی میں پڑی ہوئی ہے۔ ہزار دفعہ کہہ چکا ہوں کہ یہ آزادی احکام آلہی کے خلاف ہے ہم کو شرع اسلام سے ہرگز متجاوز نہونا چاہیے۔ تم کو اس وقت یہاں آنے کی کیا ضرورت پیش آئی،

نہار۔ جی گھبرا رہا ہے اسواسطے نکل آئی اس میں نافرمانی کیا ہوئی۔ بچہ کو خدا اچھا کر دے میں تو اب یہ بدمزاجی برداشت نہیں کر سکتی

ضمیر بچہ اچھا ہو یا مر جائے۔ جو تقدیر میں ہوگا وہ ٹلتا نہیں۔ بدمزاجی برداشت نہیں ہوتی تو جدہر منہ اٹھے چلی جاؤ۔

نہار۔ ذرا انسانیت سے بات کرو تم نے کس منہ سے کہدیا کہ بچہ مر جائے! میرے چلے جانے کو اگر کہتے ہو تو خاطر جمع رکھو جا کر ہی دکھا دوں گی،

(۳)

شمس النہار کی مجھلی بہن نوبہار کچھہ بچپن ہی سے وقت کی پرستار اور قدامت سے بیزار تھی۔ جدت کی قوت اور اغنیاء کی صحبت نے شہرت و نمود کے ایسے پردے اسکی آنکھوں پر ڈالدیے تھے کہ موت اور بعد الموت کا اندیشہ اس کے دل و دماغ میں بھول کر بھی نہ آتا تھا۔ نفس پرستی میں وہ بہن سے کچھہ آگے ہی تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ نوبہار اپنی ذات کو دنیا کے ہر لطف سے بہرہ اندوز ہونے کا جائز حقدار سمجھتی تھی۔ اور شمس النہار دولت کو زیادہ جمع کرنے اور چھوڑ جانے کی شئے خیال کرتی تھی۔ بہار کی کوٹھی میں رات دن جلسے اور جھگیٹے ہوتے تھے۔ نہار کے مکان پر کبھی فقیر صدا نہ لگاتا تھا۔ بہار کو شوہر بھی خدا نے ایسا ہی دیا تھا۔ شاید ہی کوئی ہفتہ ایسا گذرتا ہو کہ کسی بڑے رئیس کی دعوت اس کے ہاں نہ ہوتی ہو۔ اور یقیناً کوئی مہینہ ایسا نہ جاتا تھا کہ کوئی بڑھیا میم اس کی مہمان نہ ہوتی ہو اس کا شوہر سید خالد خان بہادر تو پہلے ہی تھا۔ او بی آئی کا خطاب ملنے پر ایک اعلیٰ درجہ کا جلسہ طعام منعقد ہوا جس میں ہندو مسلمان انگریز سب ہی شریک تھے،

آفتاب کئی گھنٹے گذرے غروب ہو چکا۔ بہار او بی آئی کے خطاب کا فراخ حوصلگی سے استقبال کر رہی ہے۔ کوٹھی کا چپہ چپہ آراستہ و پیراستہ ہے۔ خوش رنگ پھول اور خوشنما بیلیں چڑہی ہوئی ہیں برقی روشنی نے اندھیری رات کو شب ماہ بنا دیا ہے۔ خوشبوؤں کے انبار چاروں طرف چنے ہوئے ہیں۔ زرق برق لباس جگمگا رہے ہیں۔ سنہری روپہلی برتنوں کی جھنکار نے موسیقی کا سماں پیدا کر دیا،

بھی اس وقت چھوٹی سی جنت ہے، جہاں کے بسنے والے ہر فکر سے آزاد زندگی کا لطف اٹھا رہے ہیں، انواع واقسام کی نعمتیں کھانے کی صورت میں آ اور جا رہی ہیں۔ نیلیوں نوکر سپید براق کپڑے پہنے دست بستہ اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ حاکم ضلع کی بیگم صاحب کی پشت پر ملازم کھانوں کی قاب لئے کھڑا تھا کہ ایک چوہیا کی سرسراہٹ سے بیگم صاحب نے کرسی پیچھے سرکائی، دھکا لگا قاب گری اور دو ٹکڑے ہو گئے،

کھانا ختم ہو چکا تو تقریروں کا سلسلہ شروع ہوا۔ مبارکبادیوں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ دو ڈھائی گھنٹے تک چہل پہل رہی پھر جلسہ برخاست ہوا،

مسرت کا ایک سمندر ہے جو بہار اور خالد کے دلوں میں لہریں لے رہا ہے، زندگی کے کسی شعبہ کا کوئی طوفان سامنے نہیں، دفعتہً بہار کے سامنے وہ ملازم آیا جس کے ہاتھ میں قاب تھی اسکو دیکھکر کہنے لگی،

تمہارے ہاتھ سے اکیس روپیہ کا نقصان ہوا ہے یہ تمہاری تنخواہ میں سے وضع ہوگا،

ملازم" سرکار مجھے بائیس روپے تو تنخواہ کے ملتے ہیں۔ ایک روپیہ میں کیا خود کھاؤنگا۔ کیا بال بچوں کو کھلاؤنگا۔ سارا مہینہ کس طرح گذریگا میری تو کوئی غفلت نہیں تھی،"

بہار" زیادہ بک بک مت کرو"

خالد" بیگم افسوس ہے کہ تم کبھی میرے کہنے پر توجہ نہیں کرتیں۔ ملازم اگر سچ پوچھو تو ذمہ دار شخص کے مددگار ہیں نہ کہ جوابدہ۔ تم سے خود کوئی تکلیف نہیں اٹھائی جاتی۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہمیشہ نقصان کے علاوہ ذلت ہوتی ہے۔ روسٹ اور پڈنگ دونوں غارت ہوگئے۔ اس میں نمک زہر تھا، زہر کیا سوا نمک کے کچھ تھا ہی نہیں۔ ایک ایک لقمہ کھا کر سب نے چھوڑ دیا۔ پڈنگ میں مٹھاس کا پتہ نہیں۔ کسی نے ہاتھ نہیں لگایا آئس کریم جمی نہیں۔ دودھ ہی دودھ سامنے آگیا،

بہار" تو کیا میری حیثیت نوکر کی ہے، جب ملازم ذمہ دار نہیں تو میں اور تم دونو ذمہ دار ہیں۔ میں نے یہ غلطی ضرور کی کہ باورچی خانہ میں تمکو نہ بلایا اور خود ہی کام کرتی رہی۔ جتنی محنت کروں اتنی ہی بدنامی ہو۔ اگر میں توجہ نہیں کرتی تو تم نے توجہ کی ہوتی۔ پانچ گھنٹہ لگی لپٹی رہی۔ اس کا یہ پھل ملا۔ کیا قدردانی ہوئی ہے، لاحول ولا قوۃ"

خالد" تمہاری بدمزاجی کی وجہ سے میں بلا ضرورت تم سے بات نہیں کرتا۔ افسوس میری معقول بات کا تم نے ایسا نامعقول جواب دیا۔

بہار" یہی میں بھی کہتی ہوں۔ بلا ضرورت میرا دل تم سے بات کرنے کو نہیں چاہتا، بس ختم کرو،

(۴)

غدر ۱۸۵۷ء کے بعد جہان آباد کے جو خاندان برباد ہوئے ان میں ایک شہزادہ مرزا محمد سلیم کا بھی تھا۔ بعد غدر مرزا کا ابتدائی دور نہایت جگر خراش گذرا ہے۔ نہار بہار اور صنوبر تین سیانی بچیاں ایک آپ اور ایک بیوی پانچ آدمی یہ ایک بھاوج ایک بھتیجی کل سات آدمی تھے۔ اگر حالات کی اطلاع صحیح ہو تو کئی کئی فاقے گذر رہے تھے۔ جامع مسجد کے نیچے اور شاہ جی کے تالاب پر جو گاڑیاں چنے تقسیم کرنے آتی تھیں اور خانماں برباد لوگ مٹھی مٹھی بھر چنوں کی پرستش کرتے تھے ان میں یہ خاندان بھی شامل تھا مرزا سلیم کے بعد اس کی بیوی جو سمجھدار ہونے کے علاوہ دستکاری میں طاق اور پڑھی لکھی عورت تھی اسی کشتی کی ناخدا ہوئی، وہ بہت کچھ قابل ستایش ہوتی۔ اگر اس کی غیر معمولی طراری دیورانی اور بھتیجی کو الگ نہ کر دیتی سلیم کا چالیسواں ہو چکا تھا اور اس کی بیوی اپنی تینوں لڑکیوں کے واسطے دنیا میں رہنے کی جگہ ڈھونڈھ رہی تھی اور انتہائی جد وجہد کر رہی تھی کہ کرہ انسانی میں کوئی حیثیت حاصل کرے۔ مگر اس کی پیہم کوششیں ناکام ہو رہی تھیں ایک روز شام کے وقت وہ تکیہ کا ایک غلاف لیکر جامع مسجد پہ پہونچی، یہ غلاف ریشم سے کڑھا ہوا تہا اور اس کی نفاست راستہ چلتوں کو گھسیٹ رہی تہی۔ طامسن صاحب دہلی مشن کے مشہور پادری یہی ادہر سے گذرے۔ اور غلاف پر لٹو ہو گئے، زنانہ مدرسہ میں سلیم بیگم کو جگہ دی اور پچاس روپے ماہوار پہ نوکر رکھ لیا۔ یہ وہی خاتون ہے جو استانی احمدی بیگم کے نام سے سارے شہر میں مشہور ہوئی۔ دیورانی اور بھتیجی افتخار کو اس نے اپنے پاس سے علیحدہ کر دیا تہا جن کی حالت روز بروز ردی ہوتی گئی، اور ماں کے بعد افتخار افلاس کی مصیبتوں سے ایسی پریشان ہوئی کہ دونوں آنکھوں میں پانی اتر آیا۔ ممکن ہے کہ اس کی وجہ اس کے شوہر کی موت ہو۔ بہر حال افتخار اور اس کی بچی فخر کے واسطے کوئی گھر تھا نہ در ردی ٹھی نہ کپڑا حسن آرا باغ جو افتخار کی ملکیت تہا وہ بھی استانی احمدی بیگم کے قبضہ میں تہا،

(۵)

احمدی بیگم مرنے کے بعد بھی اب تک زندہ ہے۔ اس نے شوہر کے بعد اپنے خاندان کو جو بالکل گر چکا تہا۔ ابھارا اور لڑکیوں کے لئے اسی دنیا میں جو ان کو ٹھکرا چکی تھی رہنے کی جگہ پیدا کی صنوبر اسکی تیسری لڑکی نہار اور بہار سے چھوٹی جہان آباد سے چار میل موضع ہمیر پور میں رہتی تہی۔ اس کا شوہر عارف باعتبار متول اپنے دونوں ہم زلفوں کے مقابلہ کا نہ تھا۔ مگر پھر بہی کھاتا پیتا آدمی تھا۔ ان کا گھر کوٹھی اور بنگلہ تو نہ تہا لیکن سچی محبت کے پھولوں سے مزین، مسرت ان دونوں میاں بیوی کے قدم چومتی تہی وہ دولت انسانیت

سے مالا مال تھے! دراصل یہی سبب تھا کہ رحم کے چشمے جو ان کے دلوں سے پھوٹ رہے تھے گاؤں بھر کو سیراب کرتے تھے! زندگی کا مفہوم اور انسانیت کا اصلی مقصد دونوں کو اچھی طرح معلوم تھا۔ اور حقیقت اسرار جس پر نفسانیت کے پردے پڑ کر انسان کو نقطۂ انسانیت سے ہٹا دیتے ہیں، میاں بیوی پر کھل چکا تھا۔ نتیجہ یہ تھا کہ ان کی زندگی نعمت اور ان کا گھر جنت تھا۔ دوپہر کے وقت ایک دن جب گرمی کی شدت نے فضائے آسمانی کو خاموش اور زمین کو سنسان کر دیا تھا، صنوبر اور عارف اپنے کمرہ میں جو باغ کے وسط میں تھا بیٹھے باتیں کر رہے تھے، ان کی محبت آمیز نظریں احسن الخالقین کے کرم کی تفسیر تھیں، پیپل کے گھنے درخت سے فاختہ کا نعرۂ مسرت بلند ہو کر صنوبر کے کمرہ میں گونجا اور دونوں میاں بیوی اس لئے کہ اہل دل تھے ادھر متوجہ ہو گئے مادہ کا منہ نر کی کمر پر تھا اور نر جوش مسرت میں کائنات ارضی کو اپنی صداؤں سے درس وفا دے رہا تھا، صنوبر بے اختیار ہو کر چیخ اٹھی۔ سبحان اللہ کتنی پاکیزہ محبت ہے جس میں تصنع کا نام نہیں عارف جو خود اس کیفیت سے متاثر ہو رہا تھا بیوی سے کہنے لگا" حق یہی ہے کہ یہ بے زبان جانور منازل محبت کے طے کرنے میں انسان سے افضل ہیں"، ابھی یہ گفتگو ختم نہ ہوئی تھی کہ باغ کا رکھوالا درخت کے نیچے آکر بیٹھا، اسکی بیوی نے روٹی کی پوٹلی کھولی اور دونوں نے کھانا شروع کیا۔ اب دونوں میاں بیوی ادھر متوجہ ہو گئے۔ رکھوالا مسلمان تھا! ان کا دسترخوان آم کے پتے تھے بیچ میں ایک بچہ تھا۔ دونوں باری باری سے اس کو نوالہ دے رہے تھے

عارف" بیگم دیکھ رہی ہو مولا اور اسکی بیوی کس لطف سے کھا اور بچہ کو کھلا رہے ہیں"۔

صنوبر" دیکھ کیا رہی ہوں، خدا کا شکر ادا کر رہی ہوں اس نے ہمکو نوکر بھی ایسے دئے جو ریا سے ہزاروں کوس دور اور خود غرضی سے پاک ہیں"، ادھر یہ فقرہ ختم ہوا اور ادھر انکا لڑکا زید اندر آیا اور کہا کہ آج شام کو بڑی اور چھوٹی خالہ جان اور ان کے شوہر آرہے ہیں۔ چاندنی رات باغ میں گذاریں گے انکے کھانیکا انتظام کر لیجئے"،

صنوبر" اچھا"

عارف" تم نے اس معاملہ کے متعلق کچھ طے نہ کیا؟

صنوبر" میں کیا طے کروں تم ہی فیصلہ کرو۔ دونوں آنکھیں برابر ہیں۔ بڑی آپا کی لڑکی لیتی ہوں تو چھوٹی آپا بگڑتی ہیں۔ چھوٹی آپا کی لیتی ہوں تو بڑی آپا سے بری بنتی ہوں۔

عارف میں تو اس معاملہ میں کوئی رائے نہیں رکھتا تمہارا فیصلہ بہتر ہوگا۔ تم نسبتاً زیادہ واقف ہو،

صنوبر" میں تو دونوں کو پسند نہیں کرتی، بڑی آپا جان قرآن و حدیث کی آڑ میں شرافت کو نہایت بے دردی سے ذبح کرتی ہیں۔ چھوٹی صاحب پر شہرت و تمکنت کا ایسا نشہ سوار ہے کہ خدا کی پناہ

افسوس یہ ہے کہ حسن آرا باغ کی ساری آمدنی دونوں بہنیں ہضم کر رہی ہیں۔ میں سمجھتی ہوں اماں جان کا یہ منشاء ہرگز نہ تھا کہ افتخار محروم ہو جائے اور لڑکیاں باغ ہتیا لیں، افتخار بدبخت کا پتہ بھی نہیں کہ کہاں ہے۔ غدر کے بعد باغ کا قبالہ جب تیار ہوا ہے اس کی ساس نے اماجان کو دیا تھا کہ میرے پاس نقد روپیہ نہیں ہے یہ باغ حاضر ہے۔ جوڑہ سمجھنا چاہے چڑھا دو۔

عارف " مگر وہ قبالہ تو تمہارے پاس ہے۔ مجھ سے بڑی آپا نے بھی مانگا اور چھوٹی نے بھی

صنوبر" ہاں ہے تو سہی۔ خیر اب تم ان کے کھانے پینے کا انتظام کرو، باغ میں فرش بچھوا دو خدا کا شکر کرو کہ ہمکو ایسا بچہ عطا فرمایا جس کے سب خواستگار ہیں۔

(۶)

صنوبر نے بہنوں کی مہمان نوازی میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اس کا مکان اور خاطر مدارات برقی پنکھوں اور گیس کے ہنڈوں۔ سوڈے کی بوتلوں اور برف کی سلوں سے محروم تھی لیکن صاف ہوا چاندنی رات کنوؤں کا پانی اور کوری ٹھلیاں۔ حقیقت اور صنعت کا فیصلہ کر رہی تھیں، آم کے درختوں میں جھولے پڑے ہوئے تھے۔ جامن کے نیچے کڑاہیاں۔ صاف شفاف برتن سوندھی سوندھی صراحیاں سفید براق بچھونے شب ماہ میں چار چاند لگا رہے تھے۔ گو مہینہ اساڑھ کا تھا مگر احتیاطاً ایک خیمہ لگا دیا تھا تینوں بہنیں، بھنوئی اور بچے کھانے سے فارغ ہو چکے تو نہار کے شوہر مولانا صاحب نے عارف سے کہا " بھائی صاحب مسلمان کا کام یہ ہے کہ اگر کوئی شکایت ہو تو اس کو فوراً صاف کرے۔ آپ کو معلوم ہے کہ میاں زید کے بی اے میں کامیاب ہوتے ہی میں نے آپ سے کہدیا تھا کہ لڑکا میرا ہو گیا۔ مجھے یہ سنکر افسوس ہوا اس لئے کہ شرع اسلام کے بالکل خلاف ہے کہ خان بہادر صاحب نے اس کے بعد اپنی بچی کے واسطے یہ ہی تجویز کی۔ گو وہ بھی میری اپنی لڑکی ہے۔ مگر جو انتظام ہو گیا تھا وہ اٹل تھا۔

خان بہادر صاحب" مجھے ہرگز اس کا علم نہ تھا۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ زید کا مستقبل جس قدر میرے پاس خوشگوار ہو سکتا ہے۔ وہ دوسری جگہ نہیں۔ دونوں میاں بیوی میرے ہاں جس قدر خوش رہ سکتے ہیں یقیناً آپ کے ہاں نہیں۔ آج کل کی لڑکیوں کو نماز روزہ کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کو جن باتوں کی ضرورت ہے وہ میرے ہاں موجود ہیں

مولانا" یہ آپ نے کیا فرمایا۔ آپ اپنی کوششوں کو سمجھتے کیا ہیں؟ خان بہادر ہو جانا کوئی فخر کی بات

ہیں آپ کے اسلام سے مسلمانوں کو شرم آتی ہے۔
عارف" گفتگو ختم فرمائیے۔ بات طول پکڑ جائے گی ہنسی خوشی تشریف لائے شاد و بشاش جائیے،
حقیقت یہ ہے کہ اس کا فیصلہ بیگم صاحب فرمائیں گی۔ مجھ سے کوئی واسطہ نہیں"،
صنوبر" میں دونوں بھائیوں سے بہ منت معافی طلب کرتی ہوں اور وہ اس لئے کہ میرا بچہ دونوں کو خوش نہیں رکھ سکتا۔ خیالات میں ادھر بھی اور ادھر بھی زمین آسمان کا فرق ہے۔

صنوبر کی احتیاط صحیح تھی۔ آسمان نے رنگ بدلا اور چاندنی رات شب سیاہ سے بدل گئی۔ گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا، آناً فاناً بجلی چمکی اور بادل گرجنے شروع ہو گئے۔ ہلکی ہلکی بوندیاں دیکھتے ہی دیکھتے موسلا دھار بارش بن گئیں سب اٹھ کر خیمہ میں چلے گئے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹے بعد جب مینہ تھم چکا تو پھر باہر آ کر بیٹھ گئے، اور صنوبر نے کہا،"

آپ حضرات کا ارشاد ہمارے واسطے باعث فخر ہے اور میں ممنون ہوں کہ زید کو آپ دونوں اپنی غلامی میں لینا پسند فرماتے ہیں۔ مگر آپ کو میری اس رائے سے اتفاق کرنا چاہئے کہ جب تک ہم اپنے بچوں کو ان کے جائز حقوق دیں اسوقت تک کم از کم یہ کوشش تو ضرور کریں کہ اتلاف یا غصب حقوق اور ہماری غلط حکومت ان کے واسطے ابدی اذیت نہ ہو جائے۔ شادی کے سلسلہ میں اگر ہم ان کو پورا اختیار نہیں دے سکتے اور انتخاب ان کی مرضی پر نہیں چھوڑ سکتے تو جہاں تک ممکن ہو ہم ان کے خیالات کا لحاظ رکھیں اور دیکھیں کہ میاں بیوی کے اصول حیات کی بنیاد کچھ زیادہ اختلاف پر تو نہیں ہے۔ میں اپنے بچے زید کے حالات کا اندازہ کرنے کے بعد اس کے واسطے ایسی دلہن کی متلاشی ہوں جو محبت کے معنی جانتی ہو جسکو محبوب بننا اور بنانا آتا ہو جس میں تصنع اور بناوٹ کا نام نہ ہو۔ جو قرآن و حدیث کی ماہر ہو نہ فیشن اور جدت کی دلدادہ بلکہ ایک سچی اور اچھی مسلمان اور انسانیت کے ہر اصول سے باخبر ہو،

نہار۔ صنوبر تمہاری بد دماغی سے میں پہلے ہی واقف تھی اور اسی واسطے میں نے ان کو منع کر دیا تھا۔ دفعتاً زید گھبرایا ہوا آیا اور کہا "اماجان دو عورتیں بہت ہی پریشان باہر کھڑی ہیں اور آپ کے پاس آنا چاہتی ہیں"۔

صنوبر" بیٹا فوراً بلا لو"
نہار" یہ غیر عورتوں کے آنے کا کون سا وقت ہے"
بہار" ان سے پوچھو کیا چاہتی ہیں"
صنوبر" میں خود جا کر دیکھ لیتی ہوں"

نہار " تو پھر یہیں بلا لو ہم بھی تماشہ دیکھیں "

صنوبر " بہت اچھا تماشہ نہ فرمائیے ، خدا معلوم کیا مقصد ہے ۔ "

زید دونوں عورتوں کو اندر لے کر آیا ۔ ان کے بھیگے ہوئے کپڑے پانی میں شور بہ شور تھے ۔ وہ ڈرتے ڈرتے اندر داخل ہوئیں اور ان میں سے ایک نے رک رک کر کہا ۔

میں بی بی صنوبر کے پاس آئی ہوں ۔ ان سے تنہائی میں کچھ عرض کرنا ہے ۔

بہار ۔ تنہائی کی خوب کہی ۔ آپ کا ان کا تنہائی کا کیا واسطہ

نہار ۔ یہ بدتمیز لوگ ہوتے ہیں ۔ سوال کرینگی اور تنہائی میں کہئے آپ کیا کہتی ہیں ،

عورت " صنوبر بی بی آپ کا نام ہے "

صنوبر " میرا نام ہے ۔ آپ کو ضرورت ہو تو میں الگ چلوں ورنہ یہاں فرمائیے ، بہتر ہوگا آپ قریب آجائیے ۔

عورت " میرے کپڑے بھیگے ہوئے ہیں فرش خراب ہوگا ۔ "

صنوبر " میں آپ کے قریب آجاتی ہوں "

عورت " میں نے سنا ہے آپ غریبوں کی سنتی ہیں ۔ میں ایک غریب عورت ہوں آپ سے کچھ عرض کرنے آئی ہوں ۔ یہ میری لڑکی ہے ۔ جو اسی سال انٹرنس کے امتحان میں کامیاب ہوئی ہے ۔ میں اس دنیا کی بدترین مخلوق ہوں اور اس لئے کہ اپنی کوششوں میں کامیاب نہ ہوسکی ۔ شاید یہ کہنے میں بھی غلطی نکروں کہ موجودہ دنیا کی بدنصیب عورت ،

مولانا " جو کچھ کہنا ہے جلد ختم کیجئے ۔ زبان تو خوب تیز ہے ۔ آخر میں غالبًا سوال ہوگا ۔ مگر یہ سمجھ لیجئے کہ جو کچھ درخواست ہو اس کا آپ کو کہاں تک حق حاصل ہے ،

عورت کوشش کر رہی ہوں کہ آپ کا وقت ضائع نہ کروں لیکن داستان طویل ہے ۔ کچھ وقت ضرور ضائع ہوگا رہا حق کا سوال میں سمجھتی ہوں ہر مسلمان کا جائز حق ہے کہ وہ اپنی تکلیف میں دوسرے مسلمان سے مدد کی توقع رکھے ۔

نہار " زبان تو خوب قینچی کی طرح چل رہی ہے ۔ آپ کو اسلام اور احکام اسلام سے بھی واقفیت ہے !! اچھا فرمائیے ۔

عورت " صنوبر بی بی میں یہ سمجھ کر آئی ہوں کہ آپ میری اعانت کرینگی ۔ میں اپنی بپتا ختم کردوں ۔ اس کے بعد فیصلہ کیجئے کہ میں کس حد تک مدد کی مستحق ہوں ،

صنوبر" آپ فرمائیے لیکن بہتر ہوگا کہ آپ بیٹھ جائیں۔ آپ کو تکلیف تو ضرور ہوگی چند لوگ کے واسطے میرے ساتھ تشریف لائیے۔ صنوبر دونوں عورتوں کو اپنے ساتھ لے گئی اور کپڑے بدلوا کر لائی تو بہار نے قہقہہ لگایا اور مولانا نے کہا کہ صنوبر تم ہی جیسے مسلمانوں کی لغویت نے فقیروں کی حوصلہ افزائی کی ہے

صنوبر آپ مجھے تھوڑی دیر کی اجازت دیجئے میں ان کو دہرائے دیتی ہوں کہ آپ کو تکلیف نہ ہو،

خان بہادر صاحب۔ نہیں نہیں ہم بھی یہ دیکھنی چاہتے ہیں۔

صنوبر" جی ہاں آپ فرمائیے"

مولانا" انٹرنس میں شریک ہونا کچھ مشکل نہیں ہے فیل ہونگے تو بلا سے انٹرنس فیل کہلائیں گے۔

عورت" یہ تو کامیاب ہوئی ہے"

خان بہادر" ہاں! کامیاب فرما رہی ہیں!"

مولانا" آئندہ تعلیم کے واسطے روپیہ چاہتے"

بہار" جو کچھ کہنا ہے جلد کہو۔ ہمارے پاس فضول وقت نہیں ہے"

بہار" عجب معمہ ہے کہ بات ہی نہیں معلوم ہوئی وقت ضائع ہوگیا،

عورت" میں نے تو پہلے ہی عرض کیا تھا کہ کچھ وقت ضائع ہوگا"

بہار" آپ لسانی ختم کرو بات صاف صاف کہو۔ بھوکی ہو"؟

عورت" میں پھر کسی وقت حاضر ہوں گی"

مولانا" جی نہیں آپ فرمائیے"

صنوبر" آپ فرمائیے"

عورت" میں شہر سے آپ کا نام سنکر آئی ہوں۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ مجھے آپ کو تکلیف دینے کا کوئی حق نہیں۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ آپ اپنا عزیز وقت میری بپتا سننے میں ضائع کریں۔ میں یقیناً آپ کے لطف میں مخل ہوں لیکن آپ یقین کیجئے مجھے علم نہ تھا کہ آپ اسوقت اس قدر مصروف ہیں ورنہ میں اسوقت آپ کو تکلیف نہ دیتی،

صنوبر" بیوی تم روؤ نہیں تم نے بہت اچھا کیا کہ تم تشریف لائیں۔ تم شوق سے کہو جو کچھ کہنا ہے،

عورت" آپ شاید اس کا اندازہ نہ فرماسکیں کہ آپ کی اس دنیا میں غریب آدمیوں کا زندہ رہنا کس قدر مشکل ہے۔ ہماری اس بیش بہا دولت کے واسطے جس کا نام "عصمت" ہے آپ کی سوسائٹی نے قزاق چھوڑ رکھے ہیں، ہمارے واسطے قدم قدم پر مصیبت کا سامنا ہے۔ ہمارا چھوٹا سا گھر اور مختصر سی

دنیا ایک کجلی بن ہے جہاں ہر طرف چنگھاڑتے ہوئے ہاتھی اور دہاڑتے ہوئے شیر ہماری جان کے درپے ہیں، اسلام نے ہمیشہ بیکسوں کو مدد دی ہے۔ اور سوسائٹی کے ملعون جذبات سے دنیا کی ان بدبخت ہستیوں کو نجات دلوائی ہے۔ مگر آج سوسائٹی کا ایمان تباہ ہو چکا اور ہمارے واسطے ہر جگہ اندھے کنویں موجود ہیں ان حالات میں ایک مسلمان کی حیثیت سے آپ کو مسلمان سمجھکر ایک عورت کی صورت میں آپ کو شریف عورت یقین کرتی ہوئی آپ کے پاس پناہ کو آئی تو میں نے کوئی غلطی نہیں کی

مولانا: اگر تم اسی لڑکی کی ماں ہو جو انٹرنس پاس ہے تو یقیناً نہایت گستاخ اور مکار ہو، ایک مولوی صاحب نے جو میرے دوست ہیں تم کو پیام نکاح دیا۔ اور تم نے نامنظور کر دیا،

عورت: درست ہے میں ایسی ہی ہوں۔ مولانا ضمیر کا پیام نکاح آیا تھا۔ میں ان مردوں کو جو بیوی کی موجودگی میں دوسرے نکاح کی خواہش کرتے ہیں، اور ان لٹیروں سے جنکا ابھی ذکر کیا کچھ کم نہیں سمجھتی وہ کھلے ہوئے ڈاکو ہیں یہ چھپے ہوئے، وہ دنیوی بدمعاش ہیں یہ شرعی، ایک وہ نہیں سینکڑوں اور ہزاروں مظلوم لڑکیاں ان دینی مکاروں کی چالوں کو رو رہی ہیں جنہوں نے شرع کے لاسہ پر ان کو پر تیسخ کر دیا۔ یہ وہ ناہنجار گروہ ہے جو ان مظالم کے بعد بھی سرخرو ہے اور بدبخت سوسائٹی ان کے ہاتھوں کو بوسہ دے رہی ہے۔

مولانا ضمیر کا نام سنتے ہی سب سناٹے میں رہ گئے اور مولانا کا تو خون خشک ہو گیا۔ ان کے علم میں تھا کہ خان بہادر صاحب بھی پیام نکاح دے چکے ہیں۔ اس لئے اپنی خفت مٹانے کو انہوں نے جل کر جواب دیا۔" اگر علماء تیری رائے میں ایسی گستاخی کے مستوجب ہیں تو دنیاداروں ہی کی درخواست تو نے کونسی منظور کر لی، خان بہادر صاحب کے پیام کا بھی یہی حشر ہوا۔ تو تو بیٹی کی آڑ میں لکھ پتی بننا چاہتی ہے۔ یہ تیری بیٹی ہے جس کی بابت تو کہتی ہے کہ چودھویں رات کا چاند ہے۔ ایسی مکروہ صورت تو دیکھنے میں ہمارا نہیں آئی

عورت معاف فرمائیے اگر میں یہ عرض کروں کہ آپ مجھکو بے وارث عورت سمجھ کر میرے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں میری بچی آپ سے بہت دور برقع اوڑھے بیٹھی ہے۔ آپ نے یقیناً اسکو نہیں دیکھا۔ اور اگر اس کا قد و قامت مکروہ ہے تو آپ کو اس لئے کہ آپ کے دوست مولانا ضمیر کا پیام منظور نہ ہوا ایسے الفاظ زبان سے نکالنے کا کوئی حق نہیں۔ جناب عالی یہ مجھ پر الزام ہے کہ میں نے اس کو اپنے منہ سے حسین کہا۔ خان بہادر صاحب کا پیام بھی آیا تھا لیکن وہ بھی ایسا ہی تھا۔ انہوں نے ڈاک بٹھا دی۔ اور آخری ارشاد یہ تھا کہ عنقریب تیرا اور تیری لڑکی کا کسی جرم میں چالان ہوگا۔

خان بہادر صاحب نکل یہاں سے۔ ابھی جوتیاں مار کر نکال دونگا۔ ایک ایک کی عزت لیتی پھرتی ہے

خان بہادر صاحب اور مولانا صاحب تجھکو پیام دیجئے۔ تجھ میں کیا لال لگے ہوئے ہیں کمبخت فقیرنی بھک منگی

عورت" آپ جو کچھ فرما رہے ہیں اسپر غور فرمائیے۔ جناب میرے پاس ان دونوں صاحبوں کی تحریریں موجود ہیں، میں بے شک فقیرنی ہوں بھک منگی ہوں، آپ ماشاء اللہ خوش حال ہیں امیر ہیں لیکن ایسی حالت میں کہ میں نے آپ سے کوئی سوال نہیں کیا۔ آپ کو اخلاق یہ اجازت نہیں دیتا کہ آپ مجھکو جوتیاں مار کر نکالدیں۔ آخر کس جرم میں،

مولانا" بس ہم حکم دیتے ہیں کہ تو نکل جا۔"

صنوبر" بھائیصاحب آپ ناخوش نہ ہوں۔ میں ان کو ادہر لیجا کر بات کر لیتی ہوں یہ اسوقت ہمان کی حیثیت میں ہیں غصہ کی ضرورت نہیں۔

خان بہادر" نہیں ادہر کیوں لیجاتی ہو، بات کرنی ہے تو یہیں کرو، ہم بھی تو دیکھیں اس کا مطلب ہے کیا۔ کمبخت مکار تمام شہر میں شہرت ہے کہ لڑکی پری ہے"

عارف" یہ جو کچھ کہہ رہی ہے اس کا ثبوت پیش کرتی ہے۔ آپ جو کچھ فرما رہے ہیں وہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیا اس نے اپنی لڑکی کے حسن کا اشتہار دیا تھا۔

مولانا۔" مردوں کو یقین تو دلایا کہ لڑکی غیر معمولی حسین ہے"،

عارف" وہ کس طرح؟"

خان بہادر" سب سے ذکر کیا اور مردوں کے کان تک اسکے حسین ہونے کے چرچے پہنچائے"

صنوبر" مرد اتنے اندہے کیوں بن گئے کہ محض اس کی کوشش پر پیام نکاح دیدیا۔"

عورت" میں ہی ملزم سہی لیکن آپ رد وکد نہ کریں اور اس اختلاف کی وجہ میں نہ ٹھیروں۔ میں چلی جاتی ہوں، پھر حاضر ہوں گی۔

عارف۔ نہیں نہیں تم اپنے واقعات ختم کرو، ہمارے امکان میں جو کچھ ہے ہم بسروچشم حاضر ہیں آپ فرمائیے ہم کیا مدد دے سکتے ہیں؟

عورت۔ میں نے جیسا کہ عرض کیا کہ یہ نفس کے بندے اور آنکھوں کے اندہے نام کے مسلمان لیکن بے ایمان حسین سمجھ کر نہیں مال مفت خیال کرکے مجھکو پریشان کر رہے ہیں۔ یہ لوگ قرآن و حدیث کو پیش کرکے عورت کو ناقص العقل اور مکار ثابت کرتے ہیں۔ لیکن خدارا ذرا اپنے گریبان میں منھ ڈالیں قرآن نے مرد اور عورت کے تعلقات میں مرد کے ایمان پر شبہ کیا۔ کھلم کھلا اعلان کیا اور بتایا کہ میثاقاً غلیظاً کو یاد رکھو جس کے صریح معنی یہ ہیں کہ نکاح سے پہلے جو گاڑھے اقرار کرنے ہوا اور نکاح

کے بعد جو مٹی پلید کرتے ہو اس سے باز آؤ، مرد کی بے ایمانی کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہوگا۔ مشاہدہ بتا رہا ہے کہ میثاقاً غلیظ کی تلوار سے مرد کس طرح عورت کو ذبح کر رہا ہے۔

مولانا اچھا تم وعظ فرما چکیں اپنا مطلب کہو۔"

نہار اور بہار دونوں بیویاں شوہروں کی طبیعتیں دیکھ کر آپے سے باہر ہوگئیں۔ ایک طرف نہار دانت پیس رہی تھی۔ دوسری طرف بہار کے چہرہ پر ایک رنگ آرہا اور ایک جارہا تھا۔ تینوں عورتیں اور عارف اس عورت کے ساتھ تھے اور یہ دونوں بیٹھے جھلس رہے تھے فرحت مصیبت بن گئی۔

بہار۔ جی ہاں آپ فرمائیے ہم بسروچشم آپ کی مدد دیں گے۔ ان بے وفا مردوں کا کوئی اعتبار نہیں یقیناً جھوٹے اور مکار ہیں۔

صنوبر۔ خیر مجھے یہ عرض کرنے کا اس طرح حق حاصل نہیں۔ ہاں میں اصولی بحث کے واسطے تیار ہوں جی ہاں ارشاد۔

عورت" صنوبر بی بی میری حاضری کا مقصد یہ ہے کہ میری صحت بگڑ گئی اور مجھے دق شروع ہوگئی ہے۔ میرے بعد میری بچی کا ان لوگوں سے محفوظ رہنا مشکل ہے۔ اس کو بے وارث سمجھ کر ہر طرف سے یورش ہوگی۔ اس کی سادگی معصومیت اور ناتجربہ کاری، مردوں کی عیاری، شرارت اور مکاری کا باآسانی مقابلہ نہ کرسکے گی۔ میں چاہتی ہوں کہ اسکو کسی ذمہ دار عورت کے سپرد کردوں"

تینوں عورتوں نے اپنی مہمان عورت اور اس کی لڑکی کو زبردستی اپنے پاس بٹھایا عورت کا ہاتھ پکڑا اسے بخار تھا۔ صنوبر نے کہا کہ آپ کو تو اسوقت بھی بخار چڑھا ہوا ہے"۔

عورت" آپ اس کا خیال نہ کیجئے۔ حاضری کا جو مقصد ہے۔ اسپر گفتگو کیجئے

صنوبر" چلئے اس بڑے کمرے میں چلکر آپ پلنگ پر آرام کیجئے تو میں کچھ عرض کروں، نہار بہار اور صنوبر عورت اور اس کی لڑکی کو لیکر کمرہ میں گئیں پیچھے پیچھے مولانا، خان بہادر اور عارف بھی پہونچے، جب عورت کو لٹا اور لڑکی کو کونہ میں ایک پلنگڑی پر بٹھادیا تو صنوبر نے کہا۔

اب آپ اپنے الفاظ دوہرائیے کہ میں کیا خدمت کرسکتی ہوں"

عورت" میری موت کے بعد اس لڑکی کی سرپرستی قبول کر لیجئے"

صنوبر" میں سر آنکھوں سے ہر اس مدد کے واسطے تیار ہوں جو ممکن ہو، آپ اس گھر کو اپنا گھر سمجھئے اور یہاں قیام کیجئے خدا نے جو کچھ ہمکو دیا ہے وہ قبول کیجئے۔

عورت۔ میں آپ کے کرم کی شکرگذار ہوں لیکن ابھی میں اس قابل نہیں ہوں کہ اپنا بار

دوسروں پر ڈالوں میرے پاس اتنا موجود ہے کہ میں اپنا اور اپنی بچی کا پیٹ بھر لوں، مجھے صرف ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو میرا حمایتی سمجھا جا سکے۔"

صنوبر۔ کیا آپ اجازت دینگی کہ میں آپ سے ایک درخواست کروں۔ مجھے احتمال ہے کہ آپ مجھکو بھی کہیں ایسا ہی خود غرض نہ خیال کریں جیسا کہ اوروں کو سمجھ رہی ہیں،

عورت" جی نہیں آپ نہ فرمائیے آپ کی بابت میں نے جو کچھ سنا تھا وہ صحیح نکلا۔ آپ کا خلق قابل رشک ہے

صنوبر" میں نے آپ کی بچی کو دیکھا ہے حسن صورت کے اعتبار سے اسکو اکثر لڑکیوں سے بہتر سمجھتی ہوں اس کی تعلیم مجھکو معلوم ہوگئی۔ میں زید کو جو بی اے میں کامیاب ہو چکا ہے اور میرا اکلوتا بچہ ہے آپ کی غلامی میں پیش کر سکتی ہوں۔ مگر حاشا و کلا اس کو میری خود غرضی پر محمول نہ فرمائیے۔

عورت" آپ کی یہ تجویز خود غرضی نہیں ہو سکتی۔ مرد کا پیام یقیناً نفسانیت سے لبریز ہوتا ہے لیکن موجودہ حالات میں آپ کا یہ خیال ہمدردی کرم اور ایثار سے لبریز ہے۔ مجھے اس میں اگر تامل ہے تو اس قدر کہ میری بچی اور میں نہایت غریب آدمی ہیں جو ہرگز آپ کے اور میاں زید کے لائق نہیں۔ اور میں اس معاملہ میں فخر کی رائے بھی معلوم کرنے کی خواستگار رہوں،

صنوبر" یہ تو میرا فیصلہ ہے، اور اگر آپ یہ درخواست منظور فرمالیں تو میں ممنون ہوں گی بچی کے خیالات کا اندازہ آپ ضرور کیجئے، خان بہادر صاحب شاید اس موقعہ پر صنوبر کی انسانیت کا اعتراف تالیوں سے کرتے اور مولانا اس کی داد جزاک اللہ سے دیتے۔ مگر عارف نے صرف اس قدر کہا" بہت درست شاباش۔"

مہمان شوہر مرد اور عورتیں دنگ تھے کہ یہ کیا ہو رہا ہے کہ مہمان عورت کی بچی دلہن بن گئی۔ وسطی کمرہ میں قد آدم آئینہ کے سامنے زید بٹھا دیا گیا کہ جس وقت دلہن وہاں سے نکلے تو دونوں ایک دوسرے کو اچھی طرح دیکھ سکیں۔ یہ ہی ہوا اور دونوں کی رضامندی حاصل کرنے کے بعد صبح کو مجلس نکاح منعقد ہوئی۔

عزیزوں کا حیران مجمع مایوسانہ نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا کہ عورت نے ایک چھوٹی سی گرہ کھول کر انگوٹھی نکال اور صنوبر کی طرف دیکھ کر کہا" میں آپ کا شکریہ کسی طرح ادا نہیں کر سکتی۔ اس موقع پر اپنی اپنی حیثیت کے موافق ہر شخص کچھ جہیز دیتا ہے افسوس ہے مجھ غریب کے پاس چکی اور بیڑی تک میسر نہیں، یہ اس نکاح کی یادگار خیال کیجئے یا عروس بدبخت کا جہیز۔

خان بہادر صاحب انگوٹھی کو دیکھ کر پھڑک گئے اور کہا اس انگوٹھی کا حال ہمکو پہلے سے معلوم ہے پنالال جوہری اس کے پانچ ہزار روپے دے رہا تھا۔

مولانا یہ بھی سنا تھا کہ ہمارے خسر شہزادہ محمد سلیم کے بھائی کو یہ ہیرا ظل سبحانی نے عطا فرمایا تھا

مگر یہ معلوم نہیں کہ انگوٹھی اس عورت کے قبضہ میں کس طرح پونچی۔ ان کی صرف ایک لڑکی تھی جو شاید مرکھپ گئی
عورت کے چہرہ پر ایک مسکراہٹ آئی۔ بہار اور نہار دونوں نے کہا۔ آپ کیوں ہنس رہی ہیں اسکی وجہ مہربانی فرما کر بتایئے۔

عورت "ایک ہیرے نے تو اور تم سے آپ بنوا دیا! میں کون ہوں یہ ایک راز ہے اسکو سربستہ رکھئے اس کا افشا آپ کو اذیت دیگا اور میں اس تکلیف کو جو آپ کو ہوگی بہت گراں خیال کرتی ہوں" گو آپ کا نقصان میرا فائدہ ہوگا لیکن میں اپنے فائدہ کی یہ قیمت دینی نہیں چاہتی کہ کسی کو میری وجہ سے اذیت پہنچے،

نہار آپ کا اسم مبارک"

عورت خاموش تھی اور کچھ جواب دینا نہ چاہتی تھی کہ عارف نے کہا "قاضی صاحب دلہن اور اس کے باپکا نام دریافت کرتے ہیں" اب عورت کی مسکراہٹ ہنسی سے بدلی اور اس نے کہا مجھے افسوس ہے کہ اب یہ راز راز نہیں رہ سکتا۔ اس بچی کا نام قیصر ہے جسکو فخری بھی کہتے ہیں اور میرا نام افتخار جسکو بھائی صاحب فرما رہے ہیں کہ مرکھپ گئی۔ میں شہزادہ محمد سلیم کی بھتیجی اور آپ کی چچا زاد بہن ہوں"،

چاروں میاں بیوی سناٹے میں رہ گئے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سانپ سونگھ گیا۔ نہار اور بہار دوڑکر افتخار کو لپٹ گئیں۔ مولانا اور خان بہادر صاحب معذرت کرنے لگے۔ اب ایک بڑی مصیبت یہ تھی کہ حسن آرا باغ جسکو دونو بہنیں اور ہم زلف دبائے بیٹھے تھے۔ اگلنا پڑا۔ قبالہ صنوبر کے پاس تھا۔ مولانا اور خان بہادر دونوں اسی کوشش میں تھے کہ اچھے بن جائیں، آخر خان بہادر نے سبقت کی اور فرمایا "افتخار بہن تمہارا باغ بھی خدا تمکو مبارک کرے، مولانا نے جھوم کر فرمایا "بے شک بے شک افتخار بیگم سے ملکر جو خوشی ہوئی بیان نہیں ہوسکتی۔

*

قیصر کے نکاح کو دو سال کا عرصہ گذرا ہوگا کہ حضرت مولانا نے ایک اور گل کھلایا اور جیسا کہ اس قسم کے افراد سے توقع کیجا سکتی ہے، ان کے ہاتھوں اسلام کو ایک کاری ضرب لگی۔ انہوں نے شمس النہار کو طلاق دیدی اور حج کو تشریف لے گئے۔ اس طلاق کے جواز میں انہوں نے ایک رسالہ بھی لکھا جو اس جفاکار مسلمان کے مظالم کا آئینہ ہے۔ خان بہادر صاحب نے اس سے بھی آگے قدم اٹھایا۔ ایک عیسائی عورت سے شادی کرلی اور بیوی کا برائے نام گذارا مقرر کردیا۔ نہار اور بہار دونو بہنیں زندگی کے دن پورے کر رہی تھیں۔ بہار کے موسم میں وہ صنوبر کے ہاں مہمان آئیں۔ ایک روز شام کے وقت انہوں نے اپنے کمرہ سے نیچے باغ میں جھانک کر دیکھا تو قیصر اور زید سبز گھاس کے خوشنما قطعہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ زید نے

گلاب کا ایک بڑا سا پھول توڑ کر قیصر کی مانگ میں لگا دیا۔ ان کا بچہ جو برابر کھڑا تھا ماں کو چمٹ گیا۔ زید نے ایک اور پھول توڑ کر اس کے ہاتھ میں بھی دیدیا۔ اتفاق سے سامنے نیم کے درخت سے ایک لڑکا طوطے کے بچے نکال رہا تھا۔ قیصر یہ دیکھ کر تڑپ اٹھی۔ اور میاں بیوی بھاگے ہوئے ادہر گئے۔ دونوں نر اور مادہ بچوں کے لینے پر غل مچا رہے تھے۔ اور اڑ اڑ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ بیٹھ رہے تھے ان دونوں کے ڈانٹنے سے لڑکا نیچے اترا تو اس کی گود میں دو بچے تھے۔ قیصر نے وہ دونوں بچے وہیں گھونسلے میں رکھوا دئے، اور لڑکے کو نکال دیا جب طوطے گھونسلوں میں جا کر بچوں کو بہلانے لگے تو زید نے کہا قیصر تم نے کیا اچھا کام کیا ہے۔

قیصر "میں سمجھتی ہوں انسان بغیر محبت کے حیوان ہے"

زید "اس میں اتنا اور اضافہ کر لو جس دل میں درد نہیں وہ دل نہیں۔ محض گوشت کا ٹکڑا ہے

قیصر "درد ہی محبت کا ایک پھل ہے اور محبت ہی وہ چیز ہے جس پر دنیا کی ہر شے قربان ہو سکتی ہے۔ رحم اس سے پیدا ہوتا ہے۔ کرم اس کا طفیل ہے۔ اور حق یہ ہے کہ انسانیت اسی کا تصدق ہے

راشد الخیری

(بقیہ صفحہ ۴۶) اسی قدر تمیز داری سے اس کو صرف کرنا چاہیئے۔ شوہر کی خدمت اس کا حکم ماننا بے عزتی نہیں بلکہ دین و دنیا دونوں میں عزت ہے۔ بعض لڑکیوں کی ایسی خراب عادت ہوتی ہے کہ وہ گھر میں کتنی ہی خوش ہوں لیکن میاں کی صورت دیکھی اور منہ بنا لیا۔ غصہ کی تصویر بن گئیں۔ بیچارا تمام دن کا تھکا ماندا گھر میں آئے اور بیگم صاحبہ کو اس شکل سے دیکھے تو کس قدر رنج ہوگا۔ بجائے دل خوش ہونے کے یہ فکر دامنگیر ہوتی ہے کہ بیوی صاحبہ کیوں خفا ہیں، بات کی تو جواب الٹا جیسے کوئی خطا کر کے باہر گیا تھا۔ یہ بہت شرمناک عادت ہے۔ جس وقت ہمارا شریک زندگی گھر میں آئے ہمیں مسکرا کر نہایت خندہ پیشانی سے اسکے ساتھ پیش آنا چاہیئے۔ اگر ہمیں کوئی رنج و فکر بھی ہے تو اسوقت اسکو ہرگز ظاہر نہ کریں۔ ہماری مسکراتی صورت بشاش چہرہ دیکھکر اس کی تمام دن کی محنت و تکان رفع ہو جائیگی اور واقعی دنیا جنت معلوم ہونے لگے گی۔ ایک مشہور شخص کا قول ہے کہ "نیک بیوی دنیا میں جنت ہے"

غدیر مظہر جعفری۔ دہلی

چاء کی پیالی

(ایک مختصر جرمنی افسانہ کا ترجمہ)

صاحب بہادر ہمیشہ کے جلدی باز تو تھے ہی، کمرے میں سے گذر رہے تھے کہ حضرت کا کوٹ میز کے کنارے سے لگ گیا قضاء عنداللہ وہیں کنارے پر ایک چاء کی پیالی بھی رکھی ہوئی تھی۔ پیالی نیچے گر پڑی اور ٹوٹ گئی،

پیالی کے گرنے اور ٹوٹنے کی آواز سنتے ہی انکی بیوی صاحبہ پاس والے کمرے میں سے دوڑی ہوئی آئیں،

"ارے میری خوبصورت پیالی! تم سے دیکھ کر بھی نہیں چلا جاتا" بچاری کھسیانی ہو کر پیالی کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑوں کو جمع کرنا شروع کر دیتی ہے،

"تم پیالی کو کنارے پر کیوں رکھ دیتی ہو، جلدی میں میرے کوٹ کی جھپٹ میں آگئی۔ اس میں میرا کیا قصور اس کے علاوہ ایسی کونسی قیمتی پیالی تھی"

"واہ۔ کیوں نہیں! ہاں ہاں تم سے کوئی چیز ٹوٹ جائے تو وہ قیمتی ہی نہیں، اور اگر مجھ سے کچھ ٹوٹ جائے..."

لیکن کیوں جی مجھ سے جب کچھ ٹوٹ جاتا ہے، تو تم جھٹ سے کہہ دیتی ہو کہ ایسی خوبصورت تھی اور ویسی تھی اور اگر تم توڑ دیتی ہو تو کہتی ہو کہ چینی کے برتنوں کا ٹوٹنا نیک فال ہے،

"تم نے توڑی بھی تو میری ہی پیالی ہے"

ہاں ہاں! میں نے تمہاری ہی پیالی توڑی ہے تم نے میز کے کنارے پر کیوں رکھ چھوڑی تھی" تو مجھے ہی قصور وار ٹھیراتے ہو،

"اصل میں تو تم ہی قصور وار ہو۔ اور یہاں میری پیالی کے کیا معنی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم ہمیشہ ایسی باتیں کیا کرتی ہو۔ ہماری شادی کو ہوئے پانچ سال ہوگئے لیکن تمہاری یہ عادت نہیں گئی۔ کہ بات بات پر میری یہ چیز۔ میری فلاں چیز کہتی رہتی ہو......"

"آخر یہ چیزیں میرے ہی جہیز کی تو ہیں"!

"یہ تمہیں کیا اچھا معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز کو اپنی طرف منسوب کرتی ہو۔ اس طرح تو میں تمہارا میاں کیا ہوا بلکہ بھاڑے کا ٹٹو ٹھیرا جس نے بہت زبردست معاوضہ دیکر تمہارا سامان کرایہ پر لیا ہے"،

"اجی مجھے تو پہلے ہی سے تمہاری عادت معلوم ہے۔ جب تم سے کوئی خطا سرزد ہوتی ہے تو بات کا بتنگڑ بنا کر میرے ہی سر تھوپ دیتے ہو"،

"خطا۔ قصور۔ تمہارا خطا سے کیا مطلب ہے بس یہی ہوا ہے نا کہ پیالی میز کے کنارے پر رکھی ہوئی تھی۔ اور وہ کوٹ کی لپیٹ میں آکر نیچے گر کر ٹوٹ گئی"

خدا نے تمہیں بھی تو عقل دی تھی، تم ذرا سے کنارے پر سے اٹھا کر بیچ میں رکھ دیتے تو کیا ہو جاتا"

ہاں اگر میری نظر پڑ جاتی تو ضرور رکھ دیتا میں اصل اصل بات کہدیا کرتا ہوں۔ یہی میرا ہمیشہ کا

اصول ہے۔"

"اللہ خیر کرے، اصول! اچھا! یہ لفظ تمہیں کہاں پڑا پا گیا۔ اسی لفظ پر تو میری امی تم پر نام دھرتی ہیں کہ ہر بات میں اصول اصول۔ اصول"

"اللہ بچائے میں بھی کس خاندان میں جا کر پھنس گیا۔ تمہاری اماں ..... اوہو تمہاری .... اور مجھ پر نام دھریں .... آخر کیوں؟ کیونکہ میں تمہاری اماں کی طرح اندھا دھند راستہ نہیں چلتا اور تم .... تم بھی تو ایسی ہی ہو، خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمارے کوئی اولاد نہیں۔ ورنہ مجھے تو یہ ڈر ہے کہ یہ تمہاری کم عقلی کی بیماری اولاد کو بھی وراثت میں نہ پہنچ جائے"

"لیکن خیر سے تم میں تو سب اچھی ہی عادتیں ہیں۔ وہ بھی وراثت میں ملیں گی"

"یہ تو خدا جانے لیکن بری خصلتیں جلدی اثر کرتی ہیں"

"واہ واہ! یہ منطق بھی خوب ہے"

"تمہیں یہ نہیں معلوم کہ عورتوں کا دماغ محنت و مباحثہ کے ہرگز قابل نہیں ہوتا"

"یہ بھی عجیب بات ہے۔ چند سال پہلے جب ہماری نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ اسوقت تم کو مجھ میں خوبیاں ہی خوبیاں نظر آتی تھیں!"

"ہاں اسوقت مجھے تم سے محبت تھی اسوجہ سے زبردستی تمہاری برائیوں کو بھی میں خوبیاں ہی بتاتا تھا"

"اچھا!!! تو اب زمانہ بدل گیا"

"ہاں محبت مردوں کو اندھا اور بیوقوف بنا دیتی ہے"

"تو کیا تمہارا یہ خیال ہے عورتوں میں یہ بات نہیں ہے"

"عورتوں کی بات ہے دوسری تم تو بس کسی نہ کسی طرح شادی کرنا چاہتی ہو"

"کسی نہ کسی طرح ..... اوہو! نہیں نہیں!"

"ہاں جب تمہاری شادی ہو جاتی ہے تو تم کینچلی بدلنی شروع کرتی ہو۔ پھر یہ کہتی ہو کہ میں تو کبھی بھی ایسی شادی نہیں چاہتی۔ تمہارا مزاج بگڑتا جاتا ہے۔ ہمیشہ کی ناک بھوں چڑھانا۔ تمہارا بہترین آلہ کار ہے جس کے ذریعہ تم مردوں کو ہانکتی ہو، جب یہ آلہ کند پڑ جاتا ہے تو تم گرگٹ کے سے رنگ بدلنے شروع کرتی ہو"

"تو کیا تم گرگٹ سے کچھ کم ہو۔ تم کون سے بھولے بھالے ہو تم تو گویا رنگ بدلنا ہی نہیں جانتے پہلے تو تم مجھے بہت ہی حسین بتاتے تھے"

"حسین! حسین! نہیں ہرگز نہیں! ہاں خوبصورت تو تم اب بھی ہو"

بیوی صاحبہ نے منہ پھیر کر کہا "بس رہنے بھی دو اب تم پھر اپنی خوشامد پر اتر آئے ہیں اب تمہارے کہنے میں نہیں آنے کی تم تو کہا ہی کرتے ہو کہ میاں بیوی کی زندگی بھی جنگ سے کچھ کم نہیں!"

بیوی صاحبہ کی بے التفاتی دیکھکر اور یہ جواب سنکر میاں پھر بھڑک اٹھے،

"ہاں۔ تو کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تمہارا کنبہ ہر وقت مجھ سے لڑتا رہتا ہے۔ ایک دوسرے کو نوچ کھسوٹے لیتا ہے"

"دیکھو جی! تم ہر بات پر یہی طعنہ دیا کرتے ہو کہ مجھے جہیز کم ملا۔ میں غریب ہوں"

"میں نے کبھی نہیں کہا میں تمہارے جہیز کے متعلق کبھی گفتگو ہی نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ قابل ذکر ہی چیز نہیں میں نے تو تم سے شادی کی ہے۔ نہ کہ تمہارے جہیز سے بس یہی تو ایک بڑا بھاری فرق ہے۔ مرد تو محبت کے لئے شادی کرتا ہے۔ اور بیوی پیسے سے شادی کرتی ہے"

اگر یہ ٹھیک بھی ہو تو تم اتنا ضرور مانوگے کہ بیوی اکثر اپنے حساب میں دھوکہ کھاتی ہے"

"یہ بھی بیوی ہی کا قصور ہے جو مرد کو بھگتنا پڑتا ہے مرد ہی تمام عورتوں کی بیوقوفیوں اور غلطیوں کی سزا بھگتتا ہے"

"عورت پر تو گویا کوئی مصیبت ہی نہیں وہ تو تمہارے خیال میں گھر سے اڑاتی ہے اور ہر وقت چین امن سے بسر کرتی ہے"

"مرد کو تو اس پر بھی پیسہ خرچ کرنا پڑتا ہے وہ تو زرخرید غلام ہے۔ ہر وقت ہر قدم پر پیسہ پیسہ کی پکار ہے۔ وہ بیچارا مصیبت جھیلتا ہے اور بھرتا ہے"

"چلو تو سہی معلوم ہوتا ہے تمہارے حواس ٹھکانے نہیں ہے"

"یہ تو تم اپنے لئے دعا مانگو۔ ہاں اگر کچھ دن اور اسی طرح تمہارے ساتھ گذرے تو یہ نوبت بھی آجائیگی"

"تب تو تم اس کا الزام بھی میرے سر لگاؤ گے، اس سے تو بہتر ہے کہ ہم الگ ہی زندگی بسر کریں"

"طلاق میں بھی مرد ہی کو ادا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن جب تم ایسا کہتی ہو تو ایسا ہی ہوگا۔"

"تم ہمیشہ یہی کہا کرتے ہو، ہوتا ہوا تا کچھ بھی نہیں،"

"لیکن اس دفعہ تو تم نے ہی اس کا ذکر چھیڑا ہے اور تم جو کہا کرتی ہو اس سے پورا کرنے کا بھی دعویٰ کرتی ہو تو بس اب ایسا ہی ہوگا"

یہ کہہ کر میاں غصہ میں بھرے دروازہ زور سے بند کرکے باہر چلے جاتے ہیں۔

بیوی بھی غصہ سے تھرتھراتے ہوئے ہاتھوں سے پیالی کے ٹکڑوں کو لیکر کمرے کے باہر پھینکنے چلی جاتی ہیں۔ یہی پیالی کے ٹکڑے طلاق کا سبب ہے،

دوسرے دن کیا دیکھتے ہیں کہ میاں بازار سے چھ نئی پیالیاں خرید کر گھر لئے چلے آرہے ہیں، گھر آکر بیوی کو وہ پیالیاں دیں اور کہا۔

"لو بیوی۔ میں چھ طلاقوں کا سامان اٹھا لایا ہوں"

بیوی نے کچھ جواب نہیں دیا۔ گویا کچھ سنا ہی نہیں تھا

(ترجمہ میں مسٹر مغنی شمسی سے مدد لی گئی)

زینب شمسی

شادی کی غرض

شادی کس لئے کیجاتی ہے؟ کیا اس لئے کہ لڑکی کے والدین لڑکی کے بارے سبکدوش ہوجائیں۔ خوش ہوں کہ بیٹی بیاہ گئی حسرت وارمان نکلے۔ لڑکے کے والدین شاد ہوں کہ بہو آئی، بیٹا بیاہ گیا۔ پوتا کھلائیں گے لڑکا خوش ہے دولہا بنا دلہن آئی، لڑکی نہال نہال ہے کہ عمدہ کپڑے پہنے، دلہن بنی۔ سب لوگ خاطر و مدارات کررہے ہیں، منہ دکھائی ہورہی ہے۔ کیا ان چھ اشخاص میں سے کسی نے بھی اپنے فرائض پر غور کیا کہ دراصل شادی کیوں کی گئی ہے اور اس کا مقصد کیا ہے۔ جو شادیاں صرف نام و نمود کی خاطر اور بہ ظاہر ادائیگی فرض کی صورت میں کی جاتی ہیں اور ان کا جو نتیجہ ہوتا ہے اس سے بہنیں بخوبی واقف ہیں۔ ایسی شادیوں سے کیا نتیجہ، یہ شادیاں ہرگز نہیں اگرخانہ بربادی کہی جائے تو بجا ہے۔ ماں باپ تو بیاہ کرکے سر سے بار اتار کر الگ ہوئے۔ اب دنیا کی گاڑی جن ناتجربہ کار بیلوں کو گھسیٹنی ہے وہ کیا کریں یا تو تمام عمر کے لئے دنیا دوزخ ہوگئی۔ یا قطع تعلق ہوا۔ ان خرابیوں کو دور کرنے کے لئے چاہئے کہ مندرجہ بالا صاحبان اپنے فرائض کا خیال خاص طور سے رکھیں اور اپنے تئیں و اپنی اولاد کو اس قابل بنائیں کہ دنیا جنت ہوجائے۔ چندواقعات دیکھتے ہوئے میں نے اس موضوع پر قلم اٹھانا ضروری سمجھا اور یقین ہے کہ یہ مضمون ان بہن اور بھائیوں کے لئے جو رواج کو حقیقت پر ترجیح دیتے ہیں ضرور مفید ثابت ہوگا۔ گو تعلیم نے بہت سے خاندان آزاد کردئے ہیں لیکن پھر بھی کثرت سے ایسے لوگ موجود ہیں جو شادی کے اصلی معنی سمجھتے ہی نہیں اور صرف ادائیگی فرض خیال کرکے اس بارے سبکدوش ہوجاتے ہیں جس خاندان کی تعلیم و تربیت اچھی ہوگی اس میں یہ خرابیاں ہرگز نہ پائی جائیں گی سب سے پہلے لڑکی کے والدین کو چاہئے کہ جس وقت لڑکی پیدا ہو اس کی تربیت و تعلیم معقول طریقہ سے کریں حتی المقدور کوئی خامی نہ رہے۔ تعلیم اور تربیت کے واسطے یہ ضروری نہیں کہ امیر ہی اپنی اولاد کو دے سکتے ہیں غریب ہوں لیکن سمجھدار۔ اولاد کو اچھا اٹھانا اپنا فرض سمجھیں بعض ماں باپ اپنے بچوں کا لاڈ پیار میں ستیاناس کردیتے ہیں۔ اور پھر اس کی تلافی کبھی نہیں ہوسکتی۔ یہی فرض لڑکے کے ماں باپ کا ہے کہ وہ اس کو اعلیٰ تعلیم و تربیت دیں اور اس قابل بنادیں کہ وہ اپنی آئندہ زندگی خوشگوار بنا سکے۔ اور جب تک لڑکی اور لڑکا سن تمیز کو پہنچیں اسوقت تک انکی شادی کی فکر نہ کریں۔ منگنی کرتے وقت لڑکی و لڑکے کا مزاج، عادت، چلن سب اچھی طرح سے دیکھ لیں۔ اور ان کی رائے بھی لے لیں۔ بعض ماں باپ جانتے ہیں کہ جو رشتہ وہ کررہے ہیں ان کی اولاد اسکی مخالف ہے لیکن صرف اس لئے کہ ہمارے ہوتے یہ رائے دینے والے

کون ہیں۔ زبردستی ان کی قسمت پھوڑ دیتے ہیں۔ جب لڑکی لڑکا ہی رضامند نہیں تو شادی کیسی اگر جبراً کر دی گئی تو ذرا سی ضد میں ان بیچاروں کی تمام عمر خراب ہو گئی۔ بہتر ہے کہ لڑکی لڑکے کی رشتہ کی اچھائی برائی سب بجھا دیں۔ پھر کچھ دن سوچنے سمجھنے کا موقعہ دیں جب وہ راضی ہوں اسوقت منگنی کریں۔ ورنہ ہرگز نہ کریں۔ چنداں دشوار نہیں۔ پھر شادی میں تمام فضول رسموں کو بالائے طاق رکھکر شرعی طریقہ پر شادی کریں، ہزار ہا روپیہ برباد کرنے سے بہتر ہے کہ لڑکی و لڑکوں کے نام بنک میں جمع کر دیں جو کہ ان کے کام آئے۔

شادی کے بعد ماں باپ تو اپنا حق ادا کر چکے۔ اب اولاد کو کیا کرنا چاہیئے؟ لڑکوں کو اچھی طرح سمجھنا چاہیئے، کہ وہ اب لڑکے نہیں رہے۔ ان کے ذمہ ایک بہت بڑا بار ہے۔ بیوی کی دلجوئی۔ خاطر مدارات اس کی ہر ضرورت کا خیال رکھنا لازم ہے وہ شوہر اور صرف شوہر کے لئے اپنا وطن عزیز۔ ماں باپ کنبہ رشتہ دار سب کو خیرباد کہہ چکی اور اس کی نگاہ کرم و رحم کی ہر وقت منتظر رہتی ہے۔ اس کی ہر خدمت کو حاضر ہے۔ اور سچی رفیق و ہمدم ہے صرف شوہر کی ذرا سی خوشنودی کے واسطے اپنے اوپر زیادہ سے زیادہ تکلیف اٹھانے کو تیار ہے۔ لہذا اسکو ہر وقت خوش رکھیں اپنے نزدیک ذرا سی بھی تکلیف نہونے دیں۔ اس کا آرام مقدم سمجھیں اور محبت کریں دنیا کی گاڑی بغیر دو پہیوں کے نہیں گھسیٹی جا سکتی۔ ایک جان اور دو قالب ہو کر رہیں تو امن و چین نصیب ہو گا۔ بعض ناقص العقل مرد بیویوں کو بہت تکلیف دیتے ہیں ان کو انسان سمجھتے ہی نہیں صرف خدمت گاری کے لئے بیوی کا ہونا ضروری سمجھکر شادی کر لیتے ہیں۔ اور بیحد تنگ کرتے ہیں۔ بازار میں دل بہلاتے اور بیحد روپیہ صرف کرتے ہیں بزرگوں کا نام بھی بدنام ہوتا ہے جن کی انہیں ذرہ بھر پرواہ نہیں ہوتی۔ آخر میں اس کا ایسا برا نتیجہ ملتا ہے کہ ہر شخص نفرت کی نظر سے دیکھتا ہے، روپیہ پیسہ برباد کر کے پھر وہی بیوی اور گھر بار یاد آتا ہے۔ بیوی کی نظروں میں ذلیل ہو ہی چکے۔ بہت مشکل سے عمر کٹتی ہے۔ چاہیئے کہ اول ہی میں بری صحبت سے پرہیز کریں اور بیویوں کے ساتھ سچی و دلی محبت سے پیش آئیں

اب لڑکیوں کو سوچنا چاہیئے کہ شادی ہو گئی اور ہم ایک دنیا سے دوسری دنیا میں بھیجے گئے ہیں اور ایسا گھر ملا ہے جسکا ہر بشر غیر کبھی بات بھی نہیں کی۔ مزاج مختلف عادتیں علیحدہ ان سے اس عمدگی اور خوبی سے ساتھ نباہ کریں کہ نام رہجائے۔ ہمیں دلہن کے خوبصورت نام سے پکارا جاتا ہے۔ ہمیں اس نام کی عزت رکھنی چاہیئے۔ اب ہم بچہ نہیں۔ برائی بھلائی کا دھیان، خانہ داری کا انتظام۔ بچوں کی نگہداشت اس خوبصورتی سے کریں کہ اپنے وغیر سب ہی خوش ہوں اور سب کو آرام پہنچے۔ اگر ہمارے ہاتھوں کسی کو بھی تکلیف پہنچی تو ہم زیادہ بدقسمت کوئی لڑکی نہیں۔ کفایت شعاری ہمارا فرض ہے۔ ہمارے شوہر کس محنت و مشقت سے روپیہ پیدا کرتے ہیں ہمکو

باقی صفحہ ۴۱ پر

لاوارث بچی

نواب زادی ثریا جاہ بیگم ایک نہایت عالی خاندان کی خاتون تھیں سوشل خدمت کا بڑا شوق رکھتی تھیں یتیم خانوں کو جاکر دیکھنا، ہسپتالوں کا معائنہ کرنا۔ سکولوں میں گاہے ماہے جانا ان کا خاص شغل تھا۔

ایک دن وہ حسب معمول ایک بڑے ہسپتال کے معائنہ کے لئے تشریف لے گئیں، ہسپتال کا انچارج ڈاکٹر ان کو تمام وارڈ دکھا رہا تھا جب وہ چوتھے نمبر کے وارڈ میں جہاں سب شیر خوار بچے تھے گئیں تو دیکھا کہ ایک چھوٹی گاڑی نما پلنگڑی میں سفید بستر پر نہایت خوبصورت اور حسین نوزائیدہ بچی پڑی ہوئی انگوٹھا چوس رہی ہے ثریا جاہ بیگم اس بچہ کو دیکھکر کھڑی ہوگئیں اور پوچھا یہ کس کا بچہ ہے۔ اس کی ماں کہاں ہے؟ ڈاکٹر نے کہا، بیگم صاحبہ اس بچہ کا قصہ عجیب ہے۔ اور اس کی داستان ایسی ہے کہ آپ سنکر تعجب میں رہجائیں گی آج دس بارہ دن ہوئے کہ صبح کے وقت پولیس کا انسپکٹر اس بچہ کو ہسپتال میں لایا اور بتایا کہ فلاں گلی کے نکڑ پر جہاں تمام محلہ کا بلکہ دو چار محلوں کا کوڑا کرکٹ جمع ہوتا ہے۔ یہ بچہ سفید تولیہ میں لپٹا ہوا ملا۔ تولیہ پر دو معمولی اخباروں کے کاغذ بندھے ہوئے تھے۔ جب گاڑی والا کوڑا اٹھاکر گاڑی میں ڈالنے لگا تو بنڈل میں سے بچے کے رونے کی آواز آئی۔ وہ سنکر ڈر گیا اور جھٹ اس بچہ کو پولیس کے حوالے کیا، پولیس کا انسپکٹر ہسپتال میں لے آیا۔ کیونکہ اور کوئی ذریعہ اس کی پرورش کا نہیں تھا۔ پولیس تحقیقات میں مصروف ہے۔ بچہ ہمارے پاس پرورش پا رہا ہے۔ میں نے ایسا اچھا بچہ اپنی ساری عمر میں نہیں دیکھا، کیونکہ کبھی روتا دھوتا نہیں ہے۔ ہر وقت انگوٹھا چوستا اور ہنستا رہتا ہے۔ دودھ پیا اور مزے سے سوگیا سب ہسپتال کی نرسیں اسکو پیار کرنے لگی ہیں اور تمام ڈاکٹر ایک نگاہ اسکو ضرور آکر دیکھتے ہیں۔ ثریا جاہ بیگم نے پوچھا اس لڑکی کے جسم پر جو کپڑے تھے، کیا ان سے کوئی نشان اس بچی کے وارثوں کا نہیں ملتا۔ ڈاکٹر نے کہا نہیں کپڑوں سے تو کچھ نشان نہیں ملتا معمولی سفید فلالین کا کرتا اور معمولی اونی شال کے علاوہ اوپر ایک تولیہ لپٹا ہوا تھا۔ البتہ اس کے بازو پر ایک سیاہ نشان بنا ہوا ہے۔ جو سوئی اور سرمے سے گود کر بنایا گیا۔ معلوم ہوتا ہے مگر کوئی پہچان نہیں سکتا کہ اس نشان کا کیا مطلب ہے۔ ثریا جاہ بیگم نے کہا کیا یہ بچی میں پرورش کے لئے لے سکتی ہوں ایسا خوبصورت بچہ میں نے عمر بھر نہیں دیکھا نہ معلوم کیا سبب ہے کہ مجھے خود بخود اس بچہ کے ساتھ قلبی محبت ہوتی جاتی ہے دل نہیں چاہتا کہ اسے چھوڑ کر میں گھر جاؤں۔ یہ کہہ کر ثریا جاہ بیگم نے بچی کو اٹھاکر گود میں لے لیا اور گلے سے لگا لیا، خدا کی شان ہے کہ اس محبت کو اس لاوارث معصوم نے بھی محسوس کیا، بچی مسکرائی اور آہستہ سے ہاتھ اٹھاکر پیشانی پر رکھ دیا۔ تقدیر سرہانے کھڑی ہنس رہی تھی، ڈاکٹر نے کہا جناب ابھی تک پولیس نے اسی بچی کے بارے میں تحقیقات کو پورا نہیں کیا دو چار روز میں فیصلہ ہو جائیگا اس صورت میں آپ کمشنر پولیس سے ملکر اگر چاہیں تو بچی کی پرورش کا ذمہ لے لیجئے گا میرے خیال میں وہ بخوشی آپ کو اجازت دیدیگا۔ ثریا جاہ بیگم نے بمشکل بچی کو چھوڑا۔ مگر جاتے جاتے ڈاکٹر کو تاکید کر گئیں کہ دیکھو اگر اس بچی کا وارث کوئی پیدا نہ ہو تو سوا میرے یہ بچی اور کسی کو نہ دینا۔ ڈاکٹر نے اقرار کیا کہ نہیں آپ کا حق فائق سمجھا جائیگا۔ اور خود پولیس اور ہسپتال والوں کا ہمیشہ یہی خیال ہوتا ہے کہ کسی ایسے ہاتھ میں لاوارث بچے دئے جائیں جو ہر طرح سے انکے کفیل ہونیکے قابل ہوں تاکہ بچوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہونچے (باقی آئندہ)

فاطمہ بیگم منشی فاضل

غرق تصور

(رنگین تصویر کے متعلق)

سامنے ہے محوِ حیرت پیکرِ رنگینِ حسن
یہ ادائے خامشی ہے زیورِ تمکینِ حسن
مثلِ مہتاب اک حسیں سر ہے فضا ساری حسیں
جلوۂ حسن آفریں سے ہے فضا ساری حسیں
پنکھیا ہے دستِ نازک میں پرِ طاؤس کی
اس تجلی پر فدا کیونکر نہ ہو حسنِ پری
واہ وا! کیا حسن، کیا معصومیت کی شان ہے
اسکی آرایش میں بھی تقدیس کا سامان ہے

آفریں کہتا ہے دل اس نقشِ زیبا کے لئے
احترام آموز ہے جو چشمِ بینا کے لئے

کس تصور میں ہے! کیوں حیران یہ تصویرِ حسن
کاوشِ پنہاں بھی ہے کیا شاملِ تقدیرِ حسن
نقشہ ہے ماں باپ کے گھر کا نظر کے سامنے
صاف ہے وہ منظرِ زیبا نظر کے سامنے
جنکو اس سے پیار تھا، وہ جن پہ تھی جاں سے فدا
پھرتی ہیں وہ صورتیں اس گھر میں اب بھی جابجا
کھیلتے، پڑھتے نظر آتے ہیں بھائی اور بہن
اُس بہن کا نام لیتے ہیں جواب ہے بے وطن
گھر کے کاروبار میں مصروف ہیں گو ماں کے ہاتھ
یادِ پردیسن کی ہے لپٹی ہوئی پر جاں کے ساتھ
باپ کا چہرہ نظر آتا ہے کچھ مغموم سا
عمر ابھی اتنی نہیں لیکن بڑھاپا آگیا
صحن میں گھر کے شجر ہے اور جھولا بھی وہی
جھولتا اس میں نظر لیکن نہیں آتا کوئی
ساتھ کی کھیلی ہوئی دو چار آئیں اور گئیں
جھولنا ان کو بھی پہلے کی طرح بھاتا نہیں
پھول یہ جس کا ہے نظروں میں گلستاں ہے وہی
صبر کا دامن ہو جس سے چاک ساماں ہو وہی

اب تخیل کی فضا اس پر گراں ہونے لگی
اب اداسی اُسکے چہرے سے عیاں ہونے لگی

تلوک چند محروم

مزدور عورت

از کپتان نصیر الدین احمد صاحب ڈی ام او۔ اف آر۔ ایف پی۔ ایس ال ام۔

ہندوستان میں بہت کم ایسی عورتیں ہیں جو بیکار کہی جاسکتی ہیں لیکن پھر بھی مردوں کا ایک گروہ ان کو گھروں میں بیٹھکر خاوند کا مال اسپنے اوپر خرچ کرنیوالیاں شمار کرتا ہے۔ مردوں کا دوسرا گروہ عورت کے حلقہ عمل کو گھر کی چار دیواری کے اندر محدود سمجھتا اور رکھنا چاہتا ہے۔ یہ گروہ اس حقیقت سے ناواقف معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہندوستان کی نوے فی صدی سے زیادہ عورتیں مردوں کے ہمراہ کام کرتی ہیں۔ اور ان کی مدد کے بغیر ہندوستان کی زراعتی صنعتی و معدنی ضروریات پوری ہو ہی نہیں سکتیں۔ ایک تیسرا ایسے مردوں کا گروہ بھی ہے جو شہری اور چند تعلیم یافتہ عورتوں کی آزادی کے خلاف شور برپا کر رہا ہے۔ اور جو اس آزادی میں ملکی تباہی، قومی بربادی اور گھروں کے اتحاد و محبت کے شیرازہ کو درہم برہم ہوتا دیکھ رہا ہے لیکن اس گروہ کے ایک بڑے حصہ نے کبھی دیگر ممالک کی تحریک آزادی نسواں کی درجہ بدرجہ ترقی کی تاریخ پر کافی غور نہیں کیا ہے۔ اور نہ اپنی وسیع الخیالی سے کام لیکر یہ دیکھا کہ ہندوستان میں مغربی آزادی کے شرارے کس ہندی خرمن میں پنہاں ہیں۔ ہم آپ کو "مزدور عورت" میں یہ ہی بتانے کی کوشش نہیں کرینگے کہ وہ عورتیں جو اپنی محنت سے اپنی روزی کماتی یا اپنے مرد کی کمائی میں اضافہ کرتی ہیں۔ ان کی کیا حالت ہے اور ان کا کام کس پایہ کا ہے، بلکہ ہم یہ بھی بتائیں گے کہ زمانہ کی ترقی کے ساتھ ان کی حالت موجودہ طرز زندگی کیا نتیجہ پیدا کرنے والی ہے اور مغربی آزادی کے یہ آثار جو ہمیں فیشن ایبل عورتوں میں اس قدر نمایاں نظر آتے ہیں زیادہ خطرناک ہیں۔ یا وہ آتش پنہاں جو مزدور عورت کی طرز رہائش و طریقہ کار میں پوشیدہ ہے۔ اس راز کا انکشاف ہو جانے کے بعد یہ صاف ظاہر ہو جائیگا کہ مغرب سے سبق سیکھے ہوئے ہندوستانی آزادیٔ نسواں کو پرسکون و امن دیکھنے کے خواہاں حضرات کا میدان عمل چند شہری تعلیمیافتہ یا فیشن ایبل عورتوں پر نکتہ چینی کرنے اور ان کی حالت پر بیٹھے ہوئے رونا ہے یا "مزدور عورت" کی زندگی کی اصلاح۔ اگر ہم پوری کوشش کرکے مزدور عورت کی طرز زندگی کو بدل دیں اور شہری عورت کو ایک حد تک مغربی آزادی تک حاصل کر لینے دیں تو ہمیں عورت کی آزادی کے فوائد بھی حاصل ہو جائیں۔ اور اس کے نقصانات کا تدارک بھی ہو سکے لیکن اگر ہم ایسا نہ کریں اور صرف شہری عورتوں کی روک تھام میں مشغول رہے تو ہم ان تعلیمیافتہ خواتین کے مفید کاموں کو بھی روک دیں گے۔ اور عورت کی وہ آزاد زندگی بھی جس سے

ہم بجا طور پر اس قدر خائف ہیں پیدا ہو جائیگی اور وہ اس نوّے فی صدی عورت کی آبادی میں کہ جس کو ہم مزدور عورت کے نام سے خطاب کرتے ہیں۔

مختصر تاریخ اگر ہم مزدور عورت کی تاریخ لکھنے بیٹھ جائیں تو حقیقتاً ہمیں علم الحیوان وعلم الاقوام کی بنیادی تاریخ سے واسطہ پڑ جائیگا۔ اس لئے ہم اس سے احتراز کر کے صرف اتنا لکھنا کافی سمجھتے ہیں کہ موجودہ ترقی یافتہ صنعت وحرفت فنون وکاریگری کا کوئی بھی شعبہ ایسا نہیں جس میں عورت نے نمایاں ہی نہیں بلکہ بگمان غالب ایک تجدیدی واختراعی حصہ نہ لیا ہو۔ زراعت وفراہمی غذا کے متعلق تمام کاموں کی تو یہ موجد ہے اور اب تک ایک بڑی زبردست معاون بھی خانہ داری میں کام آنے والی اشیا اس ہی کے دماغ کا نتیجہ ہیں، اور پوشش وملبوس کی اختراع وحصول میں اس کی خدمات ناقابل فروگذاشت۔ اگر وحشیانہ دور میں وہ پھل پھول پات اور گھانسوں کی جڑوں اور بیجوں کو جمع کرتی نظر آتی ہے تو موجودہ زمانہ کے کھیتوں کی پیداوار بھی ایک بڑی حد تک اس ہی کی رہین نگہبانی وممنون جانفشانی ہے۔ اگر جانوروں کی کھالوں سے پوشاک تیار کرنا اسکا کبھی کام تھا تو آج بڑی بڑی مشینوں سے کپڑا تیار کرنے میں بھی زیادہ تر اس ہی کا ہاتھ ہے۔ نباتات ومصنوعات کی یافت وحصول میں جس قدر اس کا حصہ رہا ہے۔ اسی قدر جمادات کی فراہمی میں بھی اس کی ہمت ونازک جسم نے کام دیا ہے۔ وہ کونسا کام ہے جو حیات وبقا کے لئے مرد نے کیا ہو اور عورت نے نہ کیا۔ لیکن یہ آسانی سے بتایا جا سکتا ہے کہ ایسے بہت سے کام ہیں کہ جو عورت نے کئے، کرتی ہے اور صرف عورت ہی کر سکتی ہے اور جن کے لئے نہ مرد اختراع ہوا ہے اور نہ اپنی اس قدر ترقی یافتہ حالت میں بھی ان کو کرنے کی اہلیت رکھتا ہے لیکن ہماری مثال بچھو کی سی ہے کہ جس کے بچے پیدا ہو کر سب سے پہلے ماں ہی کو کھا جاتے ہیں۔ ہم نے احسان فراموشی ومحسن کشی کی ادا کرتے جا رہے ہیں۔ عورت جس نے اپنی محبت وہمدردی محنت وجفاکشی، ذہانت وسلیقہ شعاری کے ذریعہ ہم پر موجودہ ترقی کی راہیں کھولدیں اور آرام وآسایش کے وسیلے پیدا کر دیئے ہم نے اس ہی پر جبر وتشدد روا رکھا، اس کی اختراع کردہ اشیا کو اس ہی پر حرام کر دیا۔ اس کے آرام وآسایش کو اپنی مرضی وخوشی پر قربان کرنا گوارہ کر لیا اور اس کے جائز حقوق کو پائمال کر دینے میں پس وپیش نہ کیا، نتیجہ جو ہونا تھا وہ ہوا اور ہو رہا ہے جس کا نتیجہ فی الحال مغرب بھگت رہا ہے۔ اور اگر ہم جلد یورپ سے سبق حاصل نہ کرلیں گے تو آیندہ یہاں بھی وہی حشر ہونیوالا ہے۔ اور وہ یہ کہ جو جس قدر مقید ہوتا ہے۔ اس ہی شدت سے آزادی کا جویاں۔ اور جس درجہ مظلوم اس ہی درجہ انتقام کا خواہاں۔ اگر عورت کو آزادی نہ دی گئی تو وہ اسے حاصل کرلے گی۔ آزادی کے ملجانے ہی میں توازن جنسی قائم رہ سکتا ہے۔ لیکن آزادی کے حصول کی اگر نوبت پہنچ جائے تو اس کے لئے عورت کو وہ افعال کرنے پڑتے ہیں کہ جو اس کی فطرت کے خلاف ہوتے

اور اس کے صنفی تعلقات و حوالیات کے منافی اور چونکہ اس کو اپنی کھوئی ہوئی آزادی کے حاصل ہونیکے بعد پھر چھن جانیکا ہمیشہ خطرہ لگا رہتا ہے اسلئے وہ اپنی غیر فطری مشغولیت کو ترک کرنا گوارہ نہیں کرتی اور اس طرح وہ اپنی جنسی صلاے آشتی و عافیت اپنے پرسکون و راحت اثر اور اپنی رفاقت کی برکات سے مرد کو محروم کر دیتی ہے جس کا نتیجہ سوسائٹی کے شیرازہ کے بکھر جانے میں نکلتا ہے اور قوم کے زوال میں . . . . .

ہم ہندوستان کی مزدور عورت کی زندگی کا نقشہ قلم و فوٹو کے ذریعہ پیش کئے دیتے ہیں اور آپ سے اپیل کرتے ہیں کہ خدارا ہندوستان کو اس تباہی سے بچا لیجئے کہ جس میں یورپ مبتلا ہے۔ اور عورتوں کو ان کے جائز حقوق و فطری آزادی دیکر اپنے گھروں کو سکون و اطمینان کا مرجع بنے رہنے دیجئے ورنہ یہ سیلاب مغرب آپ کی مضبوط سے مضبوط ہٹ دھرمی و قدامت پسندی کی عمارت کو اس طرح بہا لیجائے گا جیسے کہ ایک دریا کی سخت طغیانی کسی غریب کی جھونپڑی کو۔

حقوق و آزادی نسواں کے عام طور پر غلط معنی لئے جاتے ہیں ہم نے بڑے بڑے تعلیمیافتہ اشخاص کو آزادی کے مفہوم سمجھنے میں بے پڑائی دغلطی کرتے دیکھا ہے، آزادی نسواں سے یہ مطلب نہیں کہ ان کو پردہ سے نکالکر سینما و تھیٹر اور دیگر محض سیر و تفریح کے مقامات پر نمایش کے لئے چھوڑ دو یا انکو بالعموم ایسے مشاغل اختیار کرنے کی ترغیب دو کہ جو ان کی جنسی خصوصیات کے موافق نہوں۔ مثلاً یہ کہیں بھی درست نہیں مانا جا سکتا کہ عورتوں کو بالعموم بیرسٹر بنا دیا جائے۔ اور نہ یہ صحیح ہوگا کہ کسی کو بھی بیرسٹر نہ بننے دیا جائے بلکہ درست طریقہ صرف یہ ہے کہ بیرسٹری عورت کے مشاغل عمومی میں تو ہرگز نہ ہو بیکن ایک خاص طبقہ کو اپنی حقوق طلبی و حفاظت کے لئے بیرسٹری کر لینے میں پس وپیش نہیں ہونا چاہئے، عورتوں کے حقوق کو مردوں کے رحم پر چھوڑ دینا کسی طرح بھی درست نہوگا۔ اس لئے کروروں عورتوں میں سے چند جنسی خدمت کی غرض سے ایسا مشغلہ بھی اختیار کر سکتی ہیں کہ جو حقیقتاً ان کے جنسی فرائض کے لئے ضروری نہیں بلکہ قومی خدمت کے لئے ضروری ہے۔ اس نقطۂ نظر کو مدنظر رکھتے ہوئے حقوق و آزادی نسواں کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ عورت کے آرام و آسایش اس کی ضروریات اس کی جائز ترقی اور اس کی عزت و خودداری کا پورا لحاظ رکھا جائے اور ملک و قوم کی خدمت میں اس کے بڑے حصہ کی حمایت کیجائے۔ اور اس کے معاشرتی تمدنی ذاتی و جنسی حقوق کو دیدیا جائے، اور جو قانون ازدواج، رواداری، ظلم و غیر انصافی اس کے پیدایشی حقوق کے حصول کے منافی ہو اس کو توڑ دیا جائے، اگر ہم ایسا کریں تو عورت کی جو آج حالت ہے وہ ہرگز ہرگز نہ رہے۔ اور وہ کم از کم ہندوستان میں لونڈیوں اور جانوروں سے بدتر زندگی گذارنے پر مجبور نہ ہوں۔ اور اگر ایسا نہ کریں تو بہت جلد یورپ کی طرح یہاں بھی کوئی سرکش و روشن دماغ عورت

کھڑی ہوکر مزدور عورت کے ذریعہ ایسی قوت بہت جلد پیدا کرسکتی ہے کہ جو مردوں کی قوت ہی کو زیر و زبر نہیں کردے گی. بلکہ ہمارے گھروں اور خانہ داری کے سکون و اطمینان کو بھی درہم برہم کرجائے گی۔ آج جو "قوت" ہندو عورت میں سول نافرمانی کی صورت لئے ہوئے گورنمنٹ کے خلاف نظر آتی ہے. کل یہ ہی جب ہندوستانی مردوں کے مقابلہ میں آئیگی تو نہ آپ کی گھڑکیاں کام نہ آئیں گی اور نہ منہ سوجا کر ناراضگی ظاہر کرنا۔ نہ طلاقیں دینے کی دھمکی کا کچھ اثر ہوگا اور نہ نان ونفقہ بند کردینے کا خوف، مردوں کی لاٹھیاں وبندوقیں، ریوالور اور بم کچھ بھی کافی نہ ہونگے کہ جو اس مظاہرہ کو روک سکیں۔ اور پھر وہ موقع نکل جائیگا کہ جب حقوق وآزادی میں جتنی رعایت رکھی جاسکے کیونکہ چھنی ہوئی آزادی بے لگام ہوگی جو نہ مرد کے لئے مفید ہوسکتی ہے اور نہ عورت کیلئے

یورپ کی مزدور عورت

اس سے پہلے کہ ہم ہندوستانی مزدور عورت کی حالت بتائیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یورپین مزدور عورت کی زندگی پر مختصر روشنی ڈالکر یہ دکھائیں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ صرف پچاس سال پیشتر تک یورپین عورت جس درجہ پر آج ہے نہ تھی، قدیم زمانہ میں تو یورپ میں عورت سے جانور تک بہتر مانے جاتے تھے۔ وہاں جب تعلیم نے دستک دی تو مختلف ممالک انگلینڈ، جرمنی، فرانس وغیرہ میں ایسی عورتیں کھڑی ہوگئیں کہ جنہوں نے "مزدور عورت" کی خموش قوت سے کام لیکر پارلیمنٹ پر چڑھائی کی۔ پتھر برسائے مظاہرے کئے اور دارالسلطنتوں کے امن وامان میں خلل ڈالدیا۔ حقوق طلبی سے کام نہ چلتا دیکھکر جبر وتشدد سے کام لیا اور جب یورپ میں جنگ عظیم نمودار ہوئی تو میاں مرد لڑنے چلے گئے۔ اور عورت کو میدان خالی مل گیا اور اس نے ہر اس کام کو جو مرد اپنا ورثہ سمجھتے تھے انجام دینا شروع کردیا اس میں شبہ نہیں کہ حکومت و ملک کو اس سے بڑا زبردست فائدہ ہوا لیکن گھر بگڑ گیا اور ایسا بگڑا کہ اب سدھرنے کی امید نہیں اس کو سمجھنے کے لئے لندن کے ہوٹل کی ویٹرس (خدمتگار) کی مثال لیجیے۔

لندن کے ہوٹل کی خدمتگار عورت

ایک لڑکی جب جوان ہوجاتی ہے تو اگر اس کے والدین مالدار نہ ہوں تو اسے کسب معاش کی جستجو ہوتی ہے۔ مردوں کی قلت اور اس کا رجحان شادی کے منافی ہوتا ہے۔ لندن میں ہوٹلیں بہت ہیں جہاں کاروباری آدمی دن میں گھر جانے کی فرصت نہ پاکر اور رات میں تفریح کی غرض سے کھانا دہیں کھاتے ہیں۔ جنگ سے پیشتر ان ہوٹلوں میں تمام مرد خدمتگار ہوتے تھے۔ لیکن جنگ کے زمانہ میں عورتیں خدمتگاری کے فرائض انجام دینے لگیں۔ مرد کے مقابلہ میں کہ جو عموماً شادی شدہ ہوتا ہے اور جسے بیوی بچوں کو پالنا پڑتا ہے۔ ایک تنہا صرف اپنا پیٹ پالنے کی متلاشی لڑکی کم تنخواہ میں کام نے کو راضی ہوجاتی ہے۔ اور اس طرح سوائے چند بہت ہی مالدار اور معزز ہوٹلوں کے سب جگہ "خدمتگار عورت" نظر آنے لگی، وہ تمام دن محنت کرنیکے بعد

اپنی کمائی پر خود اپنے آپ کو قادر پاتی ہے اور اپنے پیسہ کو جس طرح چاہتی ہے خرچ کرتی ہے۔ وہ جس طرح ماں باپ کی زیر بار نہیں ہوتی۔ اسی طرح وہ اپنے بازوؤں کو اپنے نان ونفقہ کا والی پا کر خاوند کی ضرورت کو بھی ایک زمانہ تک محسوس نہیں کرتی اور جب فطرت مصنوعی زندگی پر غالب آتی ہے تو وہ جب مرد کو تلاش کرتی ہے اور اس کو اپنے خیالات کی کسوٹی پر جانچتی ہے تو وہ مرد میں حکومت وسرداری، تشدد وتحکم کے آثار پاکر اپنی آزاد طبیعت کو اس کے قبضہ میں دینے سے جھجکتی ہے۔ اور اگر وہ کسی طرح یہ سب برداشت بھی کرلے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک بیوی ہو کر بھی اسی طرح دن بھر کام کرنے پر مجبور ہے جیسی کہ وہ کنوارپن کے زمانہ میں اور اس کام کے بدلہ میں نہ وہ اپنے ہاتھ میں پیسہ دیکھتی ہے اور نہ وہ آزادی بلکہ وہ ایک مرد کو خوش رکھنا اور اپنے عیش وآرام کو اس پر قربان کرنے کی مجبوری محسوس کرتی ہے۔ مرد ایک ایسی عورت کو جو خود اپنی کفیل رہچکی ہو اور اپنی مرضی کی مالک۔ نہ اتنی مطیع پاتا ہے اور نہ اس قدر قربانی پسند جس کی اسے بیوی سے توقع ہوتی ہے۔ نتیجہ آئے دن طلاق ہوتا ہے۔ عورت کو طلاق سے اس لئے ڈر نہیں لگتا کہ اسے اپنی پہلی کفالت کی راہیں کھلی نظر آتی ہیں اور مرد اس لئے مجبور ہو جاتا ہے کہ اس کی توقعات حسیات وجذبات کی پائمالی ہی روزانہ نہیں ہوتی بلکہ اس کی حکومت وافسری میں فرق آتا ہے اور وہ ایک افسر وحاکم کی طرح نافرمان ومقابلہ کی ہستی کو گھر میں دیکھنا پسند نہیں کرتا اور اس گھر میں جو اس کی محنت کی کمائی سے چلتا ہے۔ لائیے اس پر غور کریں کہ کیا ہوٹل کی خدمتگاری اس قدر آسان ودلکش ہے کہ عورت خانگی زندگی پر اس کو ترجیح دینے پر حق بجانب ہے یا کسی خاص ذہنیت کی وجہ سے وہ ایسا کرتی ہے ایک جوان لڑکی اگر خوش قسمت ہے تو والدین کے گھر میں اور نہیں تو ایک چھوٹے سے کمرہ میں جسے اس نے کرایہ پر لیا ہوتا ہے۔ اور جو عموماً اس کی ہوٹل سے کئی میل ہوتا ہے۔ علی الصبح پانچ بجے اٹھتی ہے۔ اپنا چہرہ کسی خوشبودار عرق کو چھڑک کر صاف کرکے اور بال وغیرہ سنوار کر پاؤڈر اور لبوں پر سرخی لگاکے عمدہ کپڑے پہنکر علی الصباح سردی میں نکل جاتی ہے۔ اب وہ موٹر بس، ٹرام یا زمین دوز بجلی کی ٹرین کے ذریعہ اپنی ہوٹل پہنچکر اپنے کپڑے اتار کر خدمتگاری کی وردی بدل لیتی ہے (تصویر "ویٹرس" کام کے وقت ملاحظہ ہو) اور دو روٹی کے ٹکڑے ذرا سا مکھن اور ایک کپ چاء پی کر جو اسے ہوٹل کی طرف سے ملتا ہے چھ بجے سے کام شروع کردیتی ہے۔ لنچ کے وقت تک اس کا کام اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ جو ایک ہندوستانی گھر میں بیٹھنے والی عورت کو گرادینے کے لئے کافی ہے۔ وہ پھر ہلکا سا کھانا کھاکر کام میں مشغول رہتی ہے۔ سہ پہر کو چائے۔ اور پھر ڈنر کے بعد اس کے چہرہ پر تھکن معلوم ہونے لگتی ہے لیکن وہ اپنے چہرہ کو خوش آئند بنائے رکھنے کی کوشش کرتی رہتی ہے۔ کیونکہ اسے خریداروں سے انعام وصول کرنا ہوتا ہے جس کے لئے مسکراتا

چہرہ ضروری ہے۔ وہ دس بجے رات کو اپنا کام ختم کرتی ہے۔ اور پھر اپنے کپڑے بدل کر اب وہ خود کسی ہوٹل میں چلی جاتی ہے۔ (تصویر ورکنگ کام کے بعد ملاحظہ ہو) جہاں ڈنر کھانے کے بعد اگر سینما یا تھیٹر نہ گئی، تو دوستوں کے ساتھ کچھ وقت گذار کر اپنی تنہا کوٹھری میں جا کر منہ ہاتھ دھو کر یا غسل کرکے سو جاتی ہے وہ اس ترکیب سے ساڑھے نوے روپے تک تنخواہ اور بیس پچیس روپے انعام میں حاصل کر لیتی ہے اور اس سو سوا سو روپے کو صرف اپنی ذات پر خرچ کر دیتی ہے۔ جس روز کام پر نہ جائے اُسے تنخواہ نہیں ملتی یہ کام اس قدر سخت ہے کہ میں نے بعض لڑکیوں کو تھکن کی وجہ سے کام کرتے کرتے بیہوش ہو کر گر جاتے تک دیکھا ہے۔ مجھے سخت تعجب ہوا جبکہ ولایت میں میں نے یہ دیکھا کہ انگریز بھی جو بہت ہی ترقی یافتہ و متمدن ہیں اپنی جوان لڑکیوں کے ساتھ یہ برتاؤ گوارہ کر لیتے ہیں کہ ایک لڑکی ۸ بجے صبح سے دس بجے رات تک اپنے پاؤں پر کھڑی رہے اور بھاگ بھاگ کر چائے کھانا و مشروعات خریداروں کے سلئے لائے۔ اور جب تھک کر ایک روز بھی آرام کرے تو مزدوری نہ پائے، حقیقت یہ ہے کہ خواہ کوئی انگریز تسلیم کرے یا نہ کرے۔ ولایت میں مرد عورت سے بیزار اور عورت مرد کے مقابلہ کے لئے ہمیشہ تیار رہے، اب گھر بنے تو کیسے بنے۔ یہ اس کا نتیجہ نہیں ہے کہ عورت کو مکمل آزادی دیدی گئی ہے۔ بلکہ اس کا نتیجہ ہے کہ اسکی جائز آزادی کو پامال کیا گیا تھا۔ اور موقع پاکر اس نے آزادی خود حاصل کر لی اور اب مردانہ اثر سے باہر ہے۔ اور گو اس کی یہ آزاد زندگی کسی طرح بھی آسان و آرام دہ نہیں ہے لیکن "مردانہ آزادی" کو اپنے قبضہ میں پاکر اس کی ذہنیت بدل گئی ہے اور وہ خانہ داری کی زندگی پر اسکو ترجیح دیکر اپنے غیر فطری رجحان کا ثبوت دے رہی ہے، یورپ میں مزدور عورت کا میدان عمل اس قدر وسیع ہے کہ کارخانوں کی مزدورہ، دوکانوں میں کام کرنیوالیاں سرکاری محکموں میں مثلاً ڈاک خانہ، تار گھر، ٹیلیفون کے مرکز اور دوسرے دفاتر میں، تجارت گاہوں، تفریح کے ہر شعبہ میں۔ موٹر کی ڈرائیور، ٹکٹ کلکٹر اور کیا نہیں ہے جو یوروپین عورت نہ ہو اور کہاں نہیں ہے جہاں وہ نہ ملے، نتیجہ یہ ہی نہیں کہ گھر برباد ہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں مرد بیکار ہیں۔ کیونکہ جہاں مردوں کو کام کرنا تھا وہاں عورتیں کام کر رہی ہیں اور جو کام گھروں میں بیٹھکر عورتوں کو کرنا چاہیئے تھا وہ بھی عورتیں ہی کر رہی ہیں لیکن اپنے اپنے گھر بیٹھکر نہیں بلکہ کسی بڑی ہوٹل یا فرم میں ملازمہ و مزدور کی حیثیت سے۔

آیئے ہندوستان کی مزدور عورت کے متعلق دیکھیں کہ اس کی کیا حالت ہے اور وہ مردانہ کاموں میں کس نے لئے حصہ لیتی ہے۔ اور اس مشغلہ نے اس کی ذہنیت پر کیا اثر ڈالا ہے،

ہندوستانی مزدور عورت کی قوت

ہندوستان میں دیہاتی آبادی شہری آبادی سے کہیں زیادہ ہے۔ اور ہندوستان کے سات ہزار گاؤں

یں عورت زیادہ تر ایک مزدور کی حیثیت میں ہے ۔ خواہ وہ اُجرت پاتی ہو یا نہیں ۔ گاؤں میں ہی کھیتی باڑی بار برداری اور دیگر مشاغل میں وہ برابر سے کچھ زیادہ ہی حصہ نہیں لیتی بلکہ ہندوستان کے تمام کارخانوں تمام معدنیات کی کانوں اور دیگر مزدور پیشہ مشاغل میں اس کی بھرتی گاؤں ہی میں سے کیجاتی ہے۔ شہروں میں بھی عورت کو جو جو مزدوریاں کرتے دیکھتے ہیں اس کی تشریح ضروری نہیں۔ یہ تمام وہ قوت ہے کہ جو اگر منظم ہو جائے تو ہندوستان کی بڑی سے بڑی قوت سے ٹکرا سکتی ہے ۔ لیکن خیریت ہے کہ یہ فی الحال منتشر اور غیر منظم حالت میں ہے ۔ لیکن جیسے جیسے زمانہ ترقی کرتا جائیگا ۔ کوئی نہ کوئی خدا کی بندی اس قوت سے اسی طرح کام لینے لگجائے گی جیسا کہ گاندھی جی کانگریس سے لے رہے ہیں۔ ہمیں اس کے تدارک کے لئے جس بات کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ ہم ان مزدور عورتوں کے لئے جو فی الحال بے زبان ہیں گورنمنٹ اور ملک سے ایسی رعایات کا انتظام کرائیں جو ان کے آرام و آسایش کے لئے ضروری ہیں۔ اور جو ان کی محنت کا قوم کی طرف سے سچا بدلہ ہو ۔ ہمیں چاہیے کہ ان کی ضروریات زندگی کے حقوق ہم خود ہی انہیں دیدیں تاکہ جب یہ اپنی جہالت سے نکلکر بولنا سیکھ جائیں یا کوئی اور ان کی زبان بنکر ان کے لئے بولنا چاہے تو اسے خلاف کہنے کا موقع ہی نہ ملے ۔

مزدور عورت کس فضا میں کام کرتی ہے

اس کو سمجھانے کے لئے ہم معدنیات و کوئلہ کی کانوں میں یا بڑے بڑے کارخانوں میں کام کرنیوالیوں کی مثال لیتے ہیں ۔ یہ مزدوروں کے مراکز عموماً بڑے بڑے شہروں یا کسی خاص دور افتادہ خطہ میں ہوتے ہیں کہ جہاں پہونچنے کے لئے مزدور عورت کو اپنا گھر بار چھوڑنا پڑتا ہے ۔ اور وہ جا کر ایک ایسی جگہ رہتی ہے ۔ جہاں مختلف اقسام اور جگہ جگہ کے مرد عورتیں یکجا ہوتی ہیں ۔ (تصویر مجموعی قوت کے پیدا کرنیکا مقام ملاحظہ ہو) اس سے گاؤں کی سوسائٹی چھوٹ جاتی ہے اور وہ اب ایک ایسی فضا میں اپنے آپ کو پاتی ہے ۔ جہاں ہر عورت کی دلچسپی ایک ہی کام کی طرف ہوتی ہے ۔ وہ دنیا کی مجموعی زندگی سے نکلکر ایک ایسے حلقہ میں آجاتی ہے ۔ جہاں اس کا پیشہ و مزدوری خاص بات اور دیگر تمام باتیں ضمنی ہو جاتی ہیں۔ وہ اپنے گھر اور گاؤں کو ترستی ہے ۔ وہ اپنے بچوں کو پرورش و خبرداری کو اپنا خاص جزو حیات نہیں پاتی ۔ وہ ان تمام باتوں سے پریشان ہوتی ہے لیکن پہننے اور پیٹ کی خاطر اپنے مرد کا ساتھ دینے کی غرض سے اس کے ہمراہ رہتی ہے اور کام کرتی ہے ۔ عموماً وہ اپنے غم غلط کرنیکا کوئی طریقہ نکال لیتی ہے اور نوے فی صدی وہ کسی منشی شے کا استعمال ہوتا ہے اور اس طرح شراب جو اس کا مرد پیتا ہے اس کی بھی جان کو لگ جاتی ہے ۔ آپ کبھی کسی کوئلہ کی کان کے میخانہ کا منظر دیکھیں تو وہاں مردوں سے زیادہ عورتیں "جام مے" کی منتظر نظر آئیں گی (تصویر جام

ہے) کا انتظار ملاحظہ ہو) یہ تضاد جہاں عورت کی خانگی زندگی کے لئے سخت مضر ہے وہاں مجموعی قوت پیدا کرنیکا بڑا ذریعہ بھی ہے۔ اور ہم وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ یہ قوت ضرور موجود ہے گو عورتوں میں فی الحال ساکت و پوشیدہ ہے اور جسکا اظہار مزدوروں کی مختلف مقامات پر ہڑتالیوں کے ذریعہ کافی ہوچکا ہے

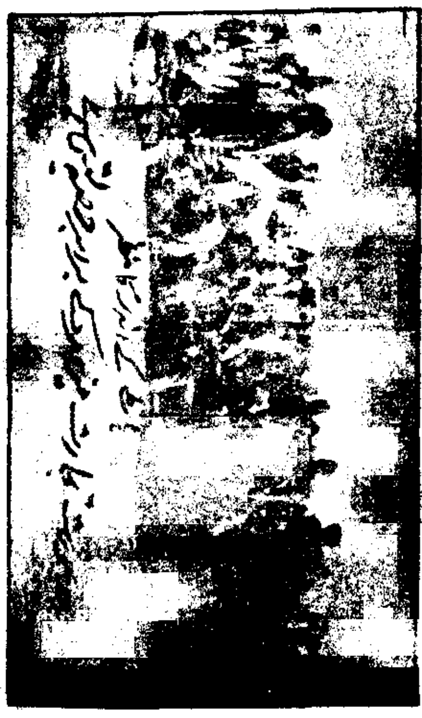
مزدور عورت کی عام زندگی

گھر - دن بھر کام کرنے کے بعد اور کبھی کبھی رات میں بھی کام کرکے جب عورت گھر آتی ہے تو اسے بہت کم ایسا موقع ملتا ہے کہ وہ خانہ داری کا اپنی مرضی کے مطابق انتظام کرسکے، تھکی ماندی ہوتی ہے اسے آتے ہی بچوں کی دیکھ بھال کرنا پڑتا ہے خاوند کو سنبھالنا کھانا وغیرہ پکانا اور اپنا بناؤ سنگھار بھی کرنا پڑتا ہے، اس کے لیے وقت کہاں سے لائے آرام کرے یا گھر سنبھالے۔ اس کا گھر عموماً ایک چھوٹی سی کوٹھری ہوتا ہے اور اس کی گاؤں کی جھونپڑی سے بھی کہیں چھوٹا ہوتا ہے، جس میں پہلے پہل اس کا خود بھی رہنے کو جی نہیں چاہتا۔ لیکن پھر مجبوراً عادت پڑجاتی ہے۔ ترقی کے ساتھ یہ گھر کافی نہ سمجھا جائیگا اور ہوٹلوں کی بنیاد پڑ چکی ہے ان کو ترقی ہوجائیگی اور اسی طرح خانہ داری کی زندگی جلد ہی ہوٹل کی زندگی میں تبدیل ہوجائے گی اور ایک دن یقیناً ایسا ہو کر رہیگا۔ یورپ کی نقالی کے لئے نہیں (تصویر "مزدور عورت کا گھر" ملاحظہ ہو)

بچہ - اس کے بچوں کا اللہ ہی نگہبان ہوتا ہے۔ پیدائش کے کچھ ہی روز بعد وہ اپنی آمدنی بڑھانے کے لئے بچہ کو افیون دیکر کام پر چلی جاتی ہے۔ اور بچہ بے ہوش گھر پر چھوڑ جاتی ہے۔ اور یا اپنے ہمراہ اگر لیجائے تو چونکہ کارخانوں اور کانوں میں بچوں کو اندر لیجانے کی اجازت نہیں ہے وہ کہیں باہر سلا جاتی ہے اور وقتاً فوقتاً اس کو دیکھ جاتی یا دودھ پلا جاتی ہے۔ یوروپین ممالک میں ہر کارخانہ یا کان کے پاس ایک "نرسری" ہوتی ہے جہاں عورتیں اپنے بچوں کو چھوڑ جاتی ہیں ان بچوں کی پوری حفاظت ہوتی ہے اور ان کی دلچسپی کے لئے کھیل کھلونے اور دیگر سامان موجود ہوتے ہیں اور وہی جگہ مزدور عورت کے بچہ کی ہسپتال اور پہلا مکتب بھی بنجاتا ہے۔ (تصویر "ولایتی مزدور عورت کے بچے" ملاحظہ ہو) ہماری مزدور عورت اس نعمت و انتظام سے محروم ہے اور اسے اپنا بچہ بار معلوم ہوتا ہے۔ جب بچہ بڑا ہو کر آٹھ دس برس کی عمر میں کسی طرح ہوجاتا ہے تو عموماً اس کم عمری ہی میں ماں باپ اسے کام پر لگا دینا چاہتے ہیں تاکہ وہ بھی آمدنی کا باعث ہو۔ کوئلہ کی کانوں میں تیرہ سال سے کم عمر کے بچہ کو کام نہیں کرنے دیا جاتا لیکن مجھے ہر ہفتہ ایسے بچوں سے سابقہ پڑتا ہے کہ جن کی مائیں یا باپ ہاتھ جوڑ جوڑ کر اور رو رو کر مجھ سے یہ کہتے ہیں کہ لڑکی تیرہ سال سے زیادہ ہے، عموماً وہ اس کی عمر سولہ سال بتاتے ہیں۔ جبکہ وہ حقیقتاً دس سال سے کچھ ہی زیادہ ہوتی ہے اور یہ صرف اس لئے کہ وہ دن و رات خطرناک جگہ میں اپنے نازک و معصوم ہاتھوں اور جسم سے کام لیکر خاندان کی تین چار آنہ آمدنی بڑھا سکے۔ یہ زندگی والدین دیکھ

















فطرتی رشتہ کی کڑی کو کمزور کرتی جارہی ہے اور ابتدائی تعلیم تک سے بچوں کے ولڑکیوں کو محروم کردینے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے، کلب، ڈانس، سوسائٹیوں میں جانے والی مائیں، اپنے بچوں سے بے پروائی فیشن وشوق کی غرض سے کرتی ہیں جس کا تدارک معمولی تربیت کے ذریعہ سے ہوسکتا ہے لیکن "مزدورعورت" اپنے بچوں سے بے پرواہی ضرورتاً کرنے پر مجبور ہے جس کی روک تھام آسان نہیں۔

خاوند چونکہ کم ازکم معدنیات کی کانوں میں تنہا عورت کام نہیں کرسکتی اس لئے ہرعورت کو کسی نہ کسی مرد کی تلاش ہوتی ہے۔ کوئلہ کی کانوں میں کوئلہ کاٹنے، توڑنے، بھرنے کے بعد مزدوری ملتی ہے اس لئے کئی کئی عورتیں ایک آدمی کے ساتھ کام کرنے میں آسانی سمجھتی ہیں اسی طرح کثیرالازدواجی کا یہاں عام رواج ہے ایک ایک مرد کے چار چار پانچ پانچ عورتیں ہم نے دیکھی ہیں اور یہ صرف اس لئے کہ خاندان کی آمدنی زیادہ نظر آتی ہے اور مرد کا حصہ چونکہ زیادہ ہوتا ہے اس لئے مرد ہی فائدہ میں رہتا ہے اور عورت کو آزادی سے زندگی گذارنے کا سہارا مل جاتا ہے مصیبت یا بیماری کے وقت یہ خاوند عموماً عورت کی پرواہ نہیں کرتا اور نہ ایسا کرنے کی اسے فرصت ہوتی ہے اور نہ ضرورت، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ازدواجی تعلقات کم از کم معدنیات کی کانوں کے مزدوروں میں تو عارضی ہوتے ہیں۔ یہ حالت ازدواجی تعلقات کو کمرشیل بنارہی ہے۔ اور بیوی وخاوند کا ہندوستانی مفہوم مٹتا جارہا ہے (تصویر تجارتی خاوند" اور اس کی چار مزدور بیویاں" ملاحظہ ہو) تعلیم یافتہ عورتوں کی ازدواجی زندگی مرد کے ظلم وستم وغیر انصافی اور عورت کے اپنی برائی وبھلائی کے احساس پیدا ہوجانے سے تلخ ہوجانے کا خطرہ رہتا ہے اور اس کا علاج مرد کی اخلاقی حالت کو درست کرنے اور عورت کو مذہبی تعلیم وصحیح تربیت کے ذریعہ کیا جاسکتا ہے لیکن "مزدورعورت" کے "تجارتی خاوند" کو راہ راست پر لانے کے لئے نسوانی بے لگام آزادی کی روک تھام کرنے والیوں نے کیا تجویزیں سوچی ہیں کیا ہندوستانی عورت کی ترقی وآزادی پر قلم اٹھانے والوں نے ابتک اس مسئلہ پر غور کرنے یا اس مسئلہ سے واقف تک ہونے کی زحمت گوارہ فرمائی ہے۔

زچگی کی حالت جب بچہ پیٹ میں ہوتا ہے تو مزدورعورت عموماً کام کرتی رہتی ہے اور جب تک بالکل ہی وقت قریب نہ آجائے یا درد شروع نہ ہوجائیں کام کرتی رہتی ہے۔

ہم نے یہاں بکاردیں یہ انتظام کر رکھا ہے کہ آٹھویں ماہ کے بعد سے ہر حاملہ مزدورعورت کو کام سے ہٹادیتے ہیں اور اُسے چار آنہ روزانہ خرچ کے لئے بچہ کی پیدائش تک وظیفہ دیتے رہتے ہیں اور بچہ کی ولادت پر دائی کی خدمات مفت اور زچہ خانہ کے خرچ کے لئے پانچ روپے اور بھی دیدیتے ہیں تاکہ وہ جلد ہی کام پر نہ چلی جائے۔ ایسا کرنے کے لئے ہم مزدوروں کی تنخواہ میں سے فی روپیہ ایک پائی روز کاٹ لیتے ہیں،

اور اس رقم سے ہم مزدور عورت کی بہلائی کے لئے بڑے بڑے کام لیتے ہیں تصویر وظیفہ لینے کا منظر ملاحظہ ہو) لیکن ہر جگہ یہ طریقہ نہیں ہے۔ اور وہاں عورت ولادت کے وقت تک کام کرتی ہے ولادت کے وقت اس کی مدد کرنے والا سوائے خدا کے اور کوئی نہیں ہے۔ اور اس حالت میں ان کی بہت اموات ہوتی ہیں اور جو بچ جاتی ہیں وہ جلد ہی اپنے کام پر چلی جاتی ہیں اور اس طرح ہمیشہ کو کمزور اور مختلف بیماریوں کا شکار رہ جاتی ہیں۔ ہوش آنے پر مزدور عورت زچگی کی مصیبت سے بچنے کے لئے بچہ کی پیدائش روکنے کی ترکیبیں کرنے لگے گی اور اس بچہ کی پیدائش سے جی چرانے کا نتیجہ آئندہ نسلوں کی قلت میں نکلیگا کہ جس کے خلاف یورپ میں شور شروع ہوچکا ہے۔ کیا وہ چند فیشن ایبل عورتیں جو اپنی جوانی اور خوبصورتی کو کچھ دن زیادہ قائم رکھنے کے لیے بچوں کی پیدائش کو روکتی ہیں، ملک کو زیادہ نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ یا ہندوستان کی یہ نوے فی صدی نسوانی آبادی جو ہماری غفلت کی وجہ سے اپنی مصیبت سے نجات حاصل کرنے کے لئے جلد ایسا کرنے لگیں گی۔

خوراک و منشیات مزدور عورت یہاں نہ اتنا کماتی ہے اور نہ اس کے مرد اور اس خود کی شراب وغیرہ اور بچوں کے کھانے کے بعد اس کے پاس اس قدر بچتا ہے کہ وہ عمدہ خوراک پر خرچ کرسکے۔ مدراس، بنگال بہار واڑیسہ میں مزدور عورت ابلے ہوئے چاولوں پر کچھ ڈالکر کھالیتی ہے۔ ہماری کوئلہ کی کانوں میں تو ابلے ہوئے چاولوں پر کچھ ڈالنے تک کو بھی نہیں ہوتا صرف چاول جو روپے کے پندرہ پندرہ سیر آجاتے ہیں پانی میں ابال کر کھالئے جاتے ہیں۔ شراب پر خرچ ہاں خوب دل کھولکر صرف کیا جاتا ہے یہ کمزوری، صحت کی خرابی اور منشیات کے عام استعمال کا باعث ہو رہا ہے۔ آمدنی کی قلت اور صحیح طور پر آمدنی کو خرچ نہ کرنے کی عادت آوارگی پیدا کر رہی ہے، چور ڈاکو اور دیگر جرائم پیشہ مرد و عورت یہاں تیار ہوتے ہیں۔ اور یہ سب مزدور عورت کو صلاح و آشتی کی زندگی سے نکالکر مار پیٹ و کشت و خون کی زندگی کی طرف لیجا رہے ہیں۔

شادی بیاہ و دیگر اخراجات مزدور عورت جو کماتی ہے کھالیتی ہے یا کپڑے کرلیتی ہے اور دیگر اخراجات کے لئے روپیہ جمع کرنے کی مختلف صورتیں ہیں ان میں سے مہاجنوں اور پٹھانوں سے سود پر روپیہ لے لینا سب سے زیادہ عام ہے۔ کوئلہ کی کانوں میں کام کرنیوالیاں کھیتی باڑی کے زمانہ میں عموماً اپنے گاؤں چلی جاتی ہیں اور وہاں اپنا کھیت کرکے یا دوسرے کے کھیت میں مزدوری کرکے اس قدر حاصل کرلیتی ہے کہ گاؤں کا گھر قائم رہے اور اتفاقی اخراجات چل سکیں لیکن سود پر قرض لینے کی عادت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ جب کبھی کسی مزدور عورت کو اپنے لئے کسی زیور

خریدنے کی خواہش ہوتی ہے تو وہ بلا تامل سود پر روپیہ لیتی ہے جس کو وہ عموماً کبھی بھی ادا نہیں کر سکتی یہ مقروض حالت مختلف جرائم کی وجہ ہو رہی ہے۔

مزدور عورت کے دیگر مشغلے

معدنیات کی کانوں اور کپڑے وغیرہ کے کارخانوں میں کام کرنیوالیوں کے علاوہ ہندوستان میں سب سے بڑا نمبر کھیت میں مزدوری کرنیوالیوں کا ہے۔ کھیت میں کام کرنے والی کی زندگی کارخانہ کی مزدور عورت سے مختلف ہوتی ہے، خواہ وہ اپنا پیٹ پالنے کے لئے کام کرتی ہو یا اپنے خاوند کے کھیت میں مدد کرتی ہو اس کا گھر عموماً گاؤں میں ہوتا ہے اور گاؤں کی زندگی میں گو اس کی طاقت نصف سے بھی زیادہ ہے (تصویر "ہاٹ کے اندر کا منظر" ملاحظہ ہو) لیکن اس کی ضروریات کا کوئی خاص انتظام نہیں اور یہ صرف اس وجہ سے کہ اسے اپنی قوت کو منظم کرنا نہیں آتا ہے۔ اور نہ وہ اپنی طاقت سے ابھی تک واقف ہے۔ اس کے بعد بار برداری کا کام دینے والیوں اور مختلف دیگر کام کرنے والیوں کا نمبر آتا ہے جن کی قوت کا اجتماعی حیثیت میں آجانا بہت مشکل ہے۔ جب تک کہ ایک وسیع احساس نہ پیدا ہو جائے، یہ کہانی پوری نہ ہوگی اگر ہم یہاں ان عورتوں کا ذکر نہ کریں کہ جو بہویں، بیٹیاں اور مائیں بہنیں ہیں اور جنہیں گھر کی مالکہ ہونا چاہئے اور جو صبح سے شام تک اور شام سے آدھی رات تک اور اس کے بعد پچھلے پہر بھی کئی دفعہ جاگ جاگ کر اپنا کام کاج اور گھر کے دھندے جس میں پیسنا، پکانا، جھاڑو، برتن، مرد کی خدمت، بچوں کی حفاظت، مہمان کی خاطر اور عزیزوں کی غلامی اور کیا ہے جو نہ کرتی ہوں اور جس کی مزدوری خاوند کی طرف سے یہ ملتی ہے کہ وہ ادنیٰ سی بات پہ بگڑ جائے، کسی کام میں دیر ہو جانے پر خفگی ظاہر کرے اور اگر اس قدر ظلم نہ بھی روا رکھے تو کم از کم اپنے دل میں یہ خیال کرے کہ عورت گھر کے کام دھندوں ہی کے لئے بنی ہے۔ اگر دن و رات گھر میں سر کھپاتی ہے تو کیا احسان کرتی ہے۔ اور جو بھولے سے بھی روتے ہوئے بچہ کو نہ اٹھائے اور بچے کے رونے پر برا مانے اور جب بیچاری عورت توے پر روٹی چھوڑ کر آئے اور بچے کو سنبھالے تو پھر روٹی جل جائے اور کھانے وقت ناک بھوں چڑھائے تو ایسی عورتیں حقیقتاً گھر والیاں نہیں ہیں مزدور عورتیں ہیں جن کو روٹی کپڑے پر رکھ لیا جاتا ہے۔ گھر کی یہ صورت بھی ایک پوشیدہ چنگاری ہے۔ جو زمانہ کی روش و ترقی کے ساتھ ایسے مردوں کے گھروں کے مصنوعی عیش و آرام کے خرمن میں ایک نہ ایک دن ضرور آگ لگا کر انہیں برباد کر کے چھوڑے گی۔ ابھی وقت ہے کہ مرد اپنی عادتوں کو درست کر لیں۔ اور جس طرح دن بھر محنت کر کے کمانے کا فخر خود کرتے ہیں اسی طرح اس کمائی کو سلیقہ سے ٹھکانے لگانے اور اور ان کو کمانے کے قابل بنائے رکھنے والیوں کی محنت و مشقت کو بھی تسلیم کر کے انکا عملی شکریہ بجا لائیں

داراب نے کسی جنگ میں فیلقوس نامی قیصر روم سے نبرد آزما ہوکر اسے شکست دی جس کی وجہ سے فیلقوس نے صلح کر لی اور اپنی دختر ناہید نامی کو داراب کے عقد میں دیدیا لیکن کچھ عرصہ بعد ہی ناہید کی گندہ دہنی سے داراب بیزار ہوگیا۔ اور ناہید کو اس کے والد قیصر روم کے پاس واپس بھیجدیا۔ ناہید کے ہاں بچہ ہونے والا تھا جس کی خبر بادشاہ داراب کو نہ تھی، جسوقت اپنے میکہ روم میں آئی تو کچھ دنوں بعد لڑکا پیدا ہوا۔ قیصر روم جو لا ولد تھا اس بچہ کی پیدائش سے بہت خوش ہوا۔ اور داراب کو خبر نہ کی، اور اپنا ہی بیٹا مشہور کیا۔ اور اس کا نام سکندر رکھا، اور تعلیم و تربیت کا شاہانہ طریق پر معقول انتظام کر کے اسے اپنا ولی عہد بنا لیا جو روز بروز مثل رستم کے قوی ہیکل و زبردست نوجوان ہوتا گیا۔

ناہید کو داراب نے رخصت کرنے پر ایک دوسری بیوی سے اپنا عقد کر لیا اور اس سے بھی ایک لڑکا پیدا ہوا جسکا نام دارا رکھا گیا۔

دارا جب بارہ سال کی عمر کو پہنچا تو اس کے والد بادشاہ داراب کا انتقال ہوگیا۔ جس کی اولاد یہی دو فرزند تھے۔ یعنی ایک پوشیدہ بیٹا سکندر جو ناہید سے پیدا ہوا اور اپنے نانا کی ولی عہدی میں روم کا بادشاہ کہلایا۔ دوسرا بیٹا دارا جو باپ کے انتقال کے بعد اپنے باپ کی طرح ہی اپنی عہد حکومت میں عدل و انصاف میں مصروف ہوا اور اپنی سلطنت کے تمام بادشاہوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آکر خراج بھی لیتا رہا۔ لیکن سکندر اعظم نے اپنے نانا قیصر روم فیلقوس کے انتقال کے بعد تخت سلطنت پر متمکن ہوتے ہی اپنے نانا کی طرح دارا کو خراج دینے سے انکار کیا بلکہ اطاعت و فرمانبرداری سے بھی منحرف ہوا۔ اور ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ ایران پر چڑھائی کی۔ دارا جو نامعلوم طور پر سکندر اعظم کا سوتیلا بھائی تھا، پہلی مرتبہ سات روز کی خونریز لڑائی میں شکست کھا چکنے پر بھی لشکر ہزیمت خوردہ کو جمع کر کے برابر چار مرتبہ متواتر جنگ کر کے شکست ہی کھاتا گیا۔ بالآخر دارا نے سکندر سے صورت آشتی پیدا کرنے کی ٹھانی۔ لیکن اس کی غیرت و حمیت نے اجازت نہ دی کہ سکندر کے آگے اپنا سر جھکائے اور اطاعت قبول کرے، اس لئے اس نے ہندوستان کے بادشاہ فور ہندی جو قنوج میں مقیم تھا اس سے خط و کتابت کر کے اپنے دو وزیروں کے ہمراہ ہندوستان روانہ ہوا، مگر ان دونوں روسیاہ و مکار وزیروں نے اپنے بادشاہ سے ایسے وقت میں رفاقت و سعادت کرنے کی بجائے سخت دغابازی کی اور صرف اس موہوم امید پر کہ دارا کے قتل سے سکندر بہت خوش ہوگا اور ان کے ہاتھ خوب مال و زر آئیگا اور سکندر کے مقربین میں شمار ہو کر اعلیٰ مراتب پر پہنچ جائیں راستہ ہی میں دارا کو تیغ و خنجر سے بے طرح مجروح کر کے سکندر اعظم کو خبر کی۔ سکندر اعظم اس دغابازی سے دارا کو مجروح کرنے کی خبر پاتے ہی فوراً بذات خود دارا کے پاس پہنچا اور اس کا سر اپنے زانو پر لیکر مثل ابر نوبہار آنسو

سامنے لگا اور کہنے لگا کہ آپ میرے ہمراہ چلئے تاکہ میں وہاں خاطرخواہ علاج کرکے آپ کو آرام پہنچا سکوں۔ اور ان لالچی قاتلوں کو اس دغا دشقی القلبی کے صلہ میں عبرت ناک وتکلیف دہ سزا دوں۔ مگر دارا نے جو اسوقت جاں بلب تھا کہا کہ میرا حال بہت نازک ہے۔ لائق علاج نہیں۔ میں تیرے اس آخری سلوک سے بیحد خوش ہوں، اب یہی تمنا ہے کہ میرے ننگ وناموس کا خیال رکھا جائے۔ اور روشنک بیگم نامی جو میری بیٹی ہے اسے اپنے عقد میں لے۔ یہ وصیت کرکے غریب الوطن بادشاہ دارا مخمور بادۂ اجل ہوگیا۔ سکندر اعظم دارا کی اس قسم کی موت پر بہت رنجیدہ ہوا اور پا پیادہ اس کے تابوت کے ساتھ چلتا گیا۔ اور شاہی طریق پر اس کی تجہیز وتکفین کا انتظام کرکے اس کے قاتلوں کو انتہائی ذلت ورسوائی کے ساتھ دار پر کھینچا۔ بعدازاں دارا کی وصیت کا پہلا جز کہ "میرے ننگ وناموس کا خیال رکھا جائے" نہایت فراخ حوصلگی ودلیرانہ انداز میں اپنی پاک طینتی کا ثبوت دیکر اس طرح بتایا کہ دارا کے بعد اس کی ماں و بیوی وغیرہ متعلقین کے پاس جاکر نہایت تسکین دہ الفاظ میں انہیں اطمینان دلایا کہ کچھ متفکر نہوئے بلکہ یہ سمجھئے کہ بجائے دارا کے سکندر مرگیا اور دارا زندہ ہے۔ اس اثنا میں اتفاقیہ سکندر اعظم کی نظر دارا کی بی بی پر پڑی جو انتہا درجہ کی حسین تھی۔ پس اسی وقت سے سکندر اعظم نے اس طرف کی آمد ورفت بالکل بند کردی۔ اور کبھی بھول کر بھی اس طرف کا رخ نہ کیا، بلکہ ان کا ہرطرح سے محفوظ رہائش ومعقول وظایف سے ہرطرح خاطرخواہ انتظام کردیا۔ تاکہ دارا کی وصیت کے مطابق اس کے ننگ وناموس پر کوئی حرف نہ آنے پائے،

اس کے بعد سکندر اعظم نے دارا کی وصیت کے دوسرے اہم جز پر عمل کرکے روشنک بیگم (جسے ایرانی زبان میں سٹیٹرہ بھی کہتے ہیں) سے اپنی شادی کرلی جس کی عدیم النظیری کا ذکر ہم ذیل میں کرتے ہیں، اور یہی ہمارے اس مضمون کا عنوان ہے،

جب سکندر اعظم نے حسب وصیت مرحوم بادشاہ دارا کی بیٹی روشنک بیگم سے اپنی شادی کرلینے کا قصد کرلیا تو ساتھ ہی اس کے اولوالعزمی ورعایا پروری نے اسے اس خیال پر بھی آمادہ کردیا کہ اپنی شادی کے طفیل یا شکریہ میں اپنے ساتھ ہی دوسری اور کئی ہزار شادیاں بھی ہونی چاہئیں۔ چنانچہ اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لئے سکندر اعظم نے اپنے تمام قلمرو میں یہ حکم نافذ کردیا کہ فلاں روز میری شادی ہے اس موقع پر سو بڑے بڑے امرار وعمائدین اپنی اپنی شادی کے لئے بھی نہایت شریف وحسب لپسند بیگمات انتخاب کرلیں، اور اسی پر موقوف نہیں بلکہ عوام میں بھی یہ اعلان کردیا کہ اس دن دس ہزار زوجین یعنی عورت ومرد مل کر بیس ہزار نفوس شادی کے منتخب ہوجائیں جو اس رشتہ میں منسلک ہونا چاہتے ہیں پس اس رفیع الشان اعلان شاہی کے مطابق اس کے انتظامات درست ہوجانے پر ایک نہایت وسیع پیمانہ پر

شامیانہ نصب کیا گیا جس کے کئی ہزار ستون بڑے بڑے اور ساٹھ فٹ بلند تھے۔ اس کے قریب ہی ایک سو شاندار کمرے، ایک سو عالی خاندان و شریف النسل دولہا دلہنوں کے لئے سجائے گئے تھے، باقی دس ہزار دولہا دلہنوں کے واسطے ایک عالی شان بیرونی احاطہ تھا، اس کے باہر عام مجمع کے لئے شاہی تکلفات کے ساتھ میزوں پر دسترخوان بچھے ہوئے تھے۔ اور ہر ایک دولہا دلہن کی نشستیں برابر لگی ہوئی تھیں۔ جو یکے بعد دیگرے نصف دائرے کی شکل میں زرنگار و مرصع تخت شاہی کے گرداگرد بالترتیب بیٹھ گئے۔ مگر اب اس عظیم الشان مجمع کا عقد باندھنے کی رسم ادا کرنے میں ایرانی قاضی حیران تھے، پس سکندر اعظم نے اس معمہ کا حل یہ نکالا کہ اپنی منسوبہ روشنک بیگم کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا۔ جیسے اس عالی نسب باوقار دلہن نے شرمیلی ادا میں تعظیماً چوم کر آنکھوں سے لگا لیا، بس اس تجویز شاہی کی تمام دولہا دلہنوں نے تقلید کی اور اس طرح یہ قابل یادگار شادی کی رسم اختتام کو پہنچی۔ اس کے بعد شادی کی پرتکلف ضیافتیں متواتر پانچ روز تک برابر ہوتی رہیں جس سے ہر ادنیٰ و اعلیٰ لطف اندوز ہوتا رہا۔ یہ وہ شادی ہے جس میں سکندر اعظم نے اپنی بے مثال اولوالعزمی، دریا دلی و رعایا پروری۔ غربا نوازی اور انسانی ہمدردی کا عملی ثبوت دنیا کے آگے پیش کیا۔ اور اپنی خوشی کے موقعہ پر بے شمار انسانی جوڑوں کو ازدواجی رشتہ سے بہرہ اندوز فرما کر آباد کر دیا۔ جس کی نظیر دنیا میں ملنی محال ہے، شادی کے بعد سکندر اعظم ملک ایران کے استواری وغیرہ سے فارغ ہو کر، جہاں گردی میں مصروف ہو گیا اور دنیا کے اس سرے سے دوسرے سرے کی سیر و سیاحت کر کے بڑی بڑی فتوحات حاصل کیں اور وہ وہ کارہائے نمایاں کئے جو اپنی نوعیت میں بالکل بے مثال ہیں اور اسی بنا پر اس ہمہ صفت موصوف بادشاہ کا نام نامی چاردانگ عالم میں روز روشن کی طرح چمکا۔ اور ابدالآباد تک چمکتا رہے گا جس کی اہمیت قرآن پاک کے ذکر سے بھی صاف عیاں ہے۔

یہ تھے سکندر اعظم یا ذوالقرنین کے شجاعانہ و اولوالعزمانہ خیالات پاکیزہ و نیک صفات اور بلند حوصلہ کارنامہ۔ کاش موجودہ زمانہ کے والیان ملک و امرا اور صاحب اقتدار و باثر اصحاب اپنی زندگی کو اس طرح دینی و دنیوی اعتبار سے کارآمد بنانے کی کوشش میں لگ جائیں اور خلق اللہ کے حق میں اپنی ذات والا صفات مفید اور بابرکت ثابت کر کے دکھائیں تو کیا ہی اچھا ہو۔

سردار محمدی بیگم

بنت مرحوم نواب آف وائی، لونسی بمبئی



(۱) میر ... فاطمہ خانم (۳) اختر خانم مقبول (۴) مسز ... (۵) بیگم ...



ایرانی خانم آزاد خیال جماعت کی ممبر



ایرانی ملازمہ چشمے کے کنارے پیاس بجھا رہی ہے۔ نقاب قابلِ دید ہے۔ پرانی روش کی عورتیں اب تک اس نقاب کو پسند کرتی ہیں۔ اس عورت کی شکل ہندوستانی ہے



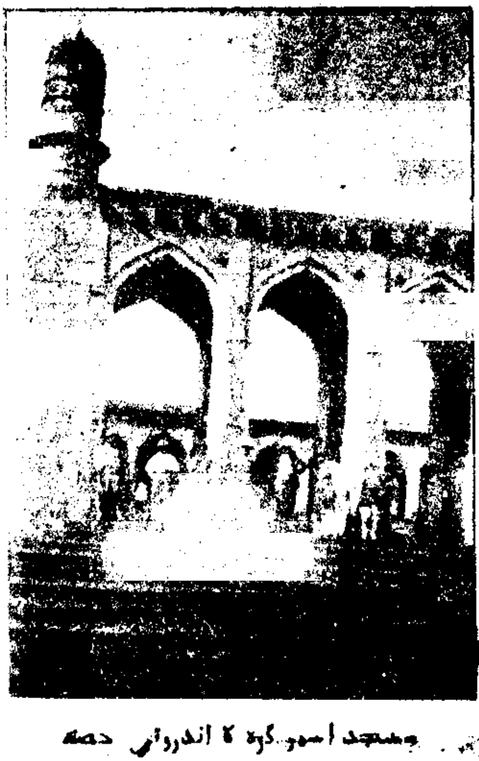
قافلہ خشکی کا جہاز خراسان سے گزر رہا ہے



افریقہ کی ایک عورت
زیور دیکھئے



تماشے والے لڑکوں کے جوڑوں کی
زیبائش دیکھئے



مسجد اسمو گڑھ کا اندرونی حصہ
مرسلہ مسز لقمان انصاری برہانپور



یوپی میں دیہات کی تعزیہ داری

ہر تعزیہ کے ساتھ پولیس کا ہونا ضروری ہے

بیدار ہو

ہو گئی ہے صبح بہنو خواب سے بیدار ہو
چل دیئے ہیں ساتھ والے قافلے ہشیار ہو

لگ نہیں سکتی ہے وہ کشتی کنارہ پر کبھی
سو رہے ہوں اہل کشتی بحر طوفاں زار ہو

پہنچ سکتا ہی نہیں منزل پہ وہ تیرہ نصیب
جو شراب خواب پی کر بے خود و سرشار ہو

کیوں نہ ہو برباد وہ گلزار جس کا باغباں
مثل نرگس بے بصر آنکھوں کا مایہ دار ہو

حق نے حالت آجتک اس قوم کی بدلی نہیں
اپنی حالت کے بدلنے پر نہ جو طیار ہو

ہاں ۔ بڑھو بڑھکر کرو تسخیر ملک ارتقا
سوئی قسمت کو جگا دو اور عمل بردار ہو

مثل موج مضطرب ہمت کرو جنبش کرو
علم کے دُر لو، جہالت کے بھنور سے پار ہو

ابتدائے راہ کی سختی سے گھبراؤ نہ تم
کر کے ہمت مشکلوں سے برسر پیکار ہو

سست گامی چھوڑ دو، ہو جانب منزل رواں
شوق منزل میں سراپا گرمی رفتار ہو

چھیڑ دو نغمہ ترقی کا سُروں میں علم کے
تا کمال و اوج کی آساں رہ دشوار ہو

دور کر دو سنگ و خار راہ پائے عزم سے
محو کوشش سے تمہاری نکبت و ادبار ہو

سینۂ اقوال میں تم پھونک دو روح عمل
نور ہمت سے بھری تاکہ فضائے کار ہو

جادوئے تدبیر ہو تقریر کے الفاظ بھی
حسن استقلال سے پر جنبت گفتار ہو

تم بری رسموں کی زنجیر طلائی توڑ دو
تا کہ بربادی سے مامون فرقۂ لاچار ہو

ہیں ترقی کی عمارت کے فقط معمار مرد
تم بھی سعی و علم سے ان کی رفیق کار ہو

جب بہار ملک و ملت حسن عالم تم سے ہے
کیوں گل صحرا نمط دنیا میں تم بیکار ہو

وہ کرو کوشش کہ قومیں دوسری حیران ہوں
ہمتوں کی آبیاری سے وطن گلزار ہو

جاگ جاؤ خواب سے حالت پہ اپنی کر نظر
ہے صدا خورشید کی بانگ درا بیدار ہو

خورشید آرا بیگم امراؤتی

اسکول کی لڑکیوں کو نصیحت

پیاری لڑکیو! میں تمہیں مبارکباد دیتی ہوں کہ تم ایسے روشن خیال گھرانوں میں پیدا ہوئیں کہ تمہارے بزرگوں نے تمہیں اسکولوں میں جاکر تحصیل علم کی اجازت دی۔ اور خدا سے دعا کرتی ہوں کہ وہ تمہیں تعلیم کے اعلیٰ مدارج طے کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اس کے بعد تمہیں دوسرے فرائض کی طرف متوجہ کرتی ہوں، کبھی تم نے یہ بھی غور کیا کہ جو تعلیم تم حاصل کر رہی ہو وہ صرف تمہارے اپنے ہی لئے نہیں بلکہ دوسروں کے لئے بھی کس قدر فیض رساں ہے؟ پیاری لڑکیو اور بہنو سب سے اول تمہیں اس بات کا خیال چاہئے کہ اب تم چار دیواری کی قیدی جاہل لڑکی نہیں ہو کہ تمہارے اعمال و افعال کا اثر صرف تمہاری ذات تک محدود رہے اور دنیا میں کسی کو خبر بھی نہ ہو کہ چار دیواری کے کون سے گوشے میں کیا ہو رہا ہے۔ خدا نے تمہیں علم کی دولت دیکر شہرہ آفاق بنا دیا۔ اور دنیا کی نگاہیں تمہارے مستقبل پر لگی ہوئی ہیں۔ اگر تم نے اپنا اچھا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا تو نہ صرف تمہاری اور تمہارے بزرگوں کی توقیر بڑھے گی بلکہ تمہارے استادوں اور تمہارے اسکول کی بھی تعریف ہوگی۔ اور اسی کے ساتھ دوسرے لوگوں کو اپنی اپنی لڑکیوں کو اسکولوں میں بھیجنے اور تمہاری طرح لائق فائق بنانے کا حوصلہ پیدا ہوگا۔ اور اگر خدانخواستہ اس کے برعکس ہوا تو نتیجہ خود سمجھ لو، مجھے امید بلکہ یقین ہے کہ تمہارا ضمیر کبھی اس بات کی اجازت نہ دیگا کہ جو دولت تم حاصل کر رہی ہو اس کے دروازے اپنی دوسری بہنوں پر بند کر دو۔ اور دنیا کو یہ کہنے کا موقع دو کہ "دیکھا اسکول کی تعلیم کے یہ برے نتیجے ہوتے ہیں"۔ لیکن بہت افسوس کے ساتھ میں اکثر یہ دیکھتی ہوں اور کم از کم میں تو اسکول لڑکپن ہی کا نتیجہ سمجھتی ہوں کہ اسکول کی لڑکیوں میں سوائے تعلیم کے اپنے دوسرے فرائض کا احساس قریب قریب معدوم ہو جاتا ہے اور لڑکوں کی طرح خانہ داری کے کاموں سے الگ تھلگ رہنا چاہتی ہیں۔ عذر یہ ہے کہ جتنی محنت لڑکے پڑھائی پر کرتے ہیں اتنی ہی ہم بھی کرتے ہیں پھر آخر ہم گھر کا کام کیوں کریں، مگر یہ بات ان کے دماغ میں کسی طرح نہیں آتی کہ مردوں کے فرائض دوسرے ہیں اور عورتوں کے دیگر۔ لڑکے مرد ہو کر معاش کی فکر میں پڑیں گے اور لڑکیاں عورت بن کر گھر گرہستی کے دھندوں اور بچوں کی پرورش میں مشغول ہونگی۔ اب بتلایئے کہ گھر کے سوا وہ کونسا مدرسہ ہے جس میں آپ خانہ داری اور پرورش اطفال کا درس لیں گی۔ کم از کم یہاں ہندوستان میں تو اب تک کوئی ایک بھی نہیں ہے۔ پھر اگر آپ نے صرف اسکول کی تعلیم حاصل کی اور خانہ داری وغیرہ سے بالکل کوری رہیں تو کیونکر گزرے گی، کتابوں کے

بھروسہ رہنا کہ ہم ترکیب دیکھکر کھانا پکالیں گے یا کپڑا سی لیں گے سخت غلطی ہے، جبتک مشق اور تجربہ نہو کچھ نہیں ہوسکتا، میں نے اکثر تعلیم یافتہ بہنوں کے یہاں یہی رونا دیکھا ہے کہ کبھی بیگم صاحبہ نے ہاتھ سے کوئی چیز پکانے اٹھیں تو ہاتھ پیر جلا لیا، اور چیز بھی خراب ہوگئی۔ بچے کے لئے روز ڈاکٹر آتا ہے اور حتی المقدور، حفظان صحت کے اصولوں کی پابندی کیجاتی ہے۔ مگر صحت درست نہیں ہوتی۔ روز ایک نہ ایک شکایت لگی ہی رہتی ہے، کپڑوں کی سلائی کے لئے درزی اور کھانے کی تیاری کے لئے باورچی کے رہین منت ہوئے بغیر چارہ نہیں، اب بتلائے کہ خدا نے اگر استطاعت دی تو یہ سب نبھ جاتی ہے کہیں اگر خدانخواستہ اتنی استطاعت نہوئی تو پھر کیا حشر ہوگا، پھر اگر مرد یہ کہتے ہیں کہ ایسی تعلیم یافتہ بیوی سے تو جاہل ہی بہتر تھی تو کیا غلط کہتے ہیں، اور اسپر عورتوں کو چراغ پا ہونے کا کیا حق ہے۔ پیاری بہنوں آپ کی تعلیم سے یہ مراد ہے کہ آپ اپنے تمام کاموں کو اس خوش اسلوبی سے انجام دیں جو ایک جاہل عورت کسی طرح نہیں دے سکتی اور اگر خدانخواستہ ضرورت پڑے دوسروں کی دست نگر رہنے کی بجائے اپنی معاش خود پیدا کرسکیں۔ مگر حیرت ہے کہ آج کل کی نئی پود ان ضروری نکات کو بالکل نذر انداز کردیتی ہے۔ اور تعلیم کا مقصد صرف یہی رہ گیا ہے کہ ہر وقت نئے سے نئے فیشن سے آراستہ و پیراستہ رہیں۔ سیر و تفریح کے وقت شوہر کے ساتھ ہوں اس کا دل خوش کرنیکو اخبار پڑھکر یا پیانو بجا کر سنائیں وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ یہ صرف تفریحی مشاغل، ہیں اور صرف اسی وقت جائز ہوسکتے ہیں جب آپ اپنے فرائض پوری محنت اور جانفشانی سے انجام دے چکی ہوں، جتنی دیر شوہر معاش پیدا کرنے کے لئے اپنا خون پسینہ ایک کرتا ہے۔ کم ازکم اتنا ہی وقت آپکو اس کے گھر کے انتظام آرام و آسایش کے اہتمام۔ اور بچوں کی پرورش و نگہداشت میں صرف کرنا ضروری ہے تاکہ گھر میں آکر اُسے ہر طرح کی راحت میسر ہو اور اسکے گاڑھے پسینے کی کمائی کا کوئی پیسہ برباد نہو لیکن اگر آپ نے لڑکپن کا زمانہ صرف اسکول کی تعلیم حاصل کرنے میں صرف کیا اور خانہ داری کی طرف توجہ نہ کی تو پھر یہ کام ساری عمر بھی آپ سے نہو سکینگے، اور آئندہ زندگی کا خوشگوار ہونا محض قسمت کے رحم پر منحصر ہوگا۔

ہر لڑکی کا گھر اس کے لیے خانہ داری سیکھنے کا اسکول ہے، جہاں اگر وہ چاہے تو روزمرہ کے اور تمام کاموں کے سوا پرورش اطفال اور تیمارداری جیسے ضروری کام بھی سیکھ سکتی ہے، کیونکہ دکھ درد انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے، گھروں میں آئے دن اس سے سابقہ پڑتا ہے۔ اگر لڑکیاں ان کاموں کو توجہ سے کریں تو نہ صرف ماں کا ہاتھ بٹا کر سعادت مندی حاصل کریں بلکہ آئندہ زندگی میں یہ باتیں خود انہیں کے لئے کارآمد ہونگی لیکن آج کل کی حالت تو یہ ہے کہ ایک لڑکی سے ماں نے کہا بیمار بھائی کو دودھ پلوا دو۔ چونکہ ٹائیفائڈ کا مریض تھا اس لئے اس کے برتن وغیرہ بالکل علٰحدہ تھے۔ خیر صاحبزادی نے دودھ تو پلوا دیا۔ مگر دوبارہ

جو ماں دودھ پلوانے چلیں تو میز پر مریض کی پیالی نہ ملی۔ کھونٹی پر نظر ڈالی تو دودھ چھاننے کی صافی بھی غائب تھی، بیٹی سے پوچھا اس نے جواب دیا کہ میں نے صافی اور پیالی یہیں رکھدی تھی اور ماما سے کہدیا تھا کہ دھو کر رکھدے، معلوم ہوا کہ پیالی تو ماما نے دوسرے برتنوں میں ملا دی صافی جانے کہاں اڑ گئی، ماں نے کہا بیٹی اگر تمہاری طرح کروں تو ہر مرتبہ ایک نئی صافی کی ضرورت پڑے۔ اور برتن مریض کا کبھی مخصوص نہ رہے دیکھو تمہارے سامنے ڈاکٹر صاحب کس قدر تاکید کر گئے تھے کہ یہ مرض متعدی ہے۔ مریض کی ہر چیز بالکل علیحدہ رہنی چاہیے۔ اس لئے میں تو یہ کرتی ہوں کہ ایک پیالی میں دودھ شکر ملا کر لے آئی اور مریض کی پیالی پر صافی رکھکر چھان دیا پھر پہلی پیالی ماما کو دیدی۔ اور مریض کی پیالی اور صافی خود صابون سے دھو کر صافی کھونٹی پر ٹانگ دی اور پیالی میز پر رکھدی، آج دس بارہ روز ہو گئے مگر کوئی چیز اپنی جگہ سے نہیں ہٹتی، اگر میں بھی ماما کے حوالہ کرتی تو روز یہی ہوا کرتا جو آج ہوا، مگر غلطی میری ہی تھی کہ میں نے تم سے یہ امید رکھی کہ تم پیالی اور صافی میری طرح خود دھو لوگی۔ یہ خیال نہ رہا کہ تم ماشاءاللہ اسکول کی تعلیم یافتہ ہو، یہ کام تمہاری شان کے خلاف ہوگا، انہیں باتوں کی وجہ سے تو بھائیوں نے تمہیں مس روز کا خطاب دیا ہے

گھر کی صفائی ستھرائی آرائش وغیرہ کی اکثر لڑکیوں کو شکایت رہتی ہے کہ ٹھیک طور پر نہیں ہوتی ہم کرتے بھی ہیں تو چھوٹے بہن بھائی بگاڑ دیتے ہیں۔ حالانکہ ہوتا یہ ہے کہ ایک دن اگر کوئی آنیوالا ہے یا کسی کا اچھا گھر دیکھکر خود بھی جوش آگیا تو سب کچھ کر ڈالا۔ اب دل یہ چاہتا ہے کہ رہے تو ہر وقت ایسا ہی مگر ہاتھ پاؤں ہلانا نہ پڑے۔ چھوٹے بھائی بہنوں پر الزام ہے کہ کوئی چیز اپنی جگہ رہنے نہیں دیتے۔ یہ نہیں سمجھ میں آتا کہ ایک دن کی کی ہوئی صفائی عمر بھر نہیں رہ سکتی جس طرح تمہیں روز صبحکو اٹھکر منہ دھونے اور کنگھی کرنے کی اور کم از کم ہفتہ میں ایک بار سر دھو کر پورے طور پر جسم کی صفائی کرنے کی ضرورت ہے، اسی طرح گھر میں بھی دو وقت روزانہ جھاڑو دینے کے بعد چیزوں پر سے گرد وغبار صاف کرکے انہیں دوبارہ ترتیب سے رکھنا اور ہفتہ میں ایک مرتبہ اس سرسری جھاڑ پونچھ کے علاوہ جالے وغیرہ چھٹا کر کونے کونے سے کوڑا صاف کرانا اور فرش وغیرہ اٹھا کر ہر جگہ کی صفائی کرنا ضروری ہے، جس طرح ایک دن کا دھلا ہوا منہ دوسرے دن بلکہ دوسرے وقت دھلنے کا محتاج ہوتا ہے اور ہفتہ بھر کا دھلا ہوا سر میلا ہو جاتا ہے۔ یہی حال گھر اور گھر کی تمام چیزوں کا ہے۔ کوئی چھوئے یا نہ چھوئے، خاک تو ضرور ہی اڑے گی اور پھر اڑے گی تو چیزوں پر بھی پڑے گی۔ پھر ان کو صاف کرنے کے لئے ترتیب سے علحدہ کرنا پڑیگا۔ صفائی اور ترتیب قائم رکھنا ہے تو بغیر روز صاف کئے چارہ نہیں۔ بچوں اور گھر والوں کو الزام دینا بالکل بیکار ہے۔ اگر اسکول کے کاموں کی طرح گھر کے کاموں کا بھی ایک باقاعدہ نظام مقررہ کر لیا جائے تو ہر کام نہایت ضابطہ اور آسانی کے ساتھ

ہو سکتا ہے، ہمارے مذہب نے جتنی ہمیں باقاعدگی کی تعلیم دی ہے اتنی کسی اور مذہب میں نہیں دی گئی، پانچ وقت نماز کے مقرر ہیں اگر چاہیں تو انہیں نماز کے اوقات کے تحت میں ہم اپنے دوسرے کاموں کا وقت مقرر کر کے ایک بہت اچھا دستور العمل بنا سکتے ہیں۔ مگر رونا تو یہ ہے کہ اسکول کی لڑکیوں میں سرے سے نماز کی پابندی ہی نہیں۔ زیادہ تر یہ عذر یہ ہے کہ فرصت نہیں، مگر مجھے تعجب ہے کہ باوجود اس عدیم الفرصتی کے کہ نماز تک پڑھنے کا وقت نہیں ملتا۔ تمام لوازمات فیشن نہایت مستعدی سے پورے کئے جاتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتی کہ لڑکیوں کو آج کل کے فیشن سے بالکل بیگانہ رہکر دیہاتی زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ مگر اتنا ضرور کہونگی کہ جن لوگوں سے ہم اپنے بناؤ سنگار کے طریقے سیکھتے ہیں، انہیں سے گھروں کی درستی کفایت شعاری اور امور خانہ داری کو خوش اسلوبی سے انجام دینا بھی سیکھنا چاہیئے، گھر کے کاموں کو فیشن کے خلاف سمجھکر چھوڑ دینا سخت بیوقوفی ہے، تمہاری تعلیم کا اثر سب سے پہلے اپنے گھر سے ظاہر ہونا چاہیئے اگر تم حد سے زیادہ صاف ستھری اور فیشن کا مجسمہ نظر آتی ہو لیکن تمہارے چھوٹے بہن بھائی میلے کچیلے اور بدتمیز ہیں۔ گھر غلیظ اور چیزیں بے ترتیب ہیں، تم میز کے پاس کرسی پر بیٹھی کتاب کے مطالعہ میں مصروف ہو اور تمہاری والدہ گھر کے کاموں میں جان کھپا رہی ہیں تو خود خیال کرو کہ دیکھنے والے تمہارے متعلق کبھی اچھی رائے قائم نہیں کر سکتے۔ پڑھی لکھی سمجھدار سلیقہ شعار لڑکی وہی کہی جا سکتی ہے جو اپنے ساتھ اپنے گھر اور گھر والوں کے فرائض کا بھی لحاظ رکھے، جوں جوں تمہاری عمر زیادہ ہوتی جائے تمہیں خیال کرنا چاہیئے کہ ماں کے آرام کے دن ہیں اور کم از کم اپنی موجودگی میں تمہیں یہ کبھی گوارا نہ ہونا چاہیئے کہ تم آرام سے بیٹھی رہو اور وہ گھر کے کام میں تھکتی رہیں، چھوٹے بہن بھائیوں کو تم سے ایسا مانوس ہونا چاہیئے کہ وہ ماں کے بعد تمہیں کو سمجھیں۔ ان کے ہر کام منہ دھلانا کپڑے بدلنا کھلانا پلانا یہاں تک کہ فرصت کے وقت ان کو پڑھانا بھی تمہیں اپنے ذمہ رکھنا چاہیئے، میں نہیں کہتی کہ تم اکیلی سارا بار اٹھاؤ، نہیں اگر خدا نے نوکر رکھنے کی استطاعت دی ہے تو ضرور رکھو۔ مگر نوکروں کے کام کی نگرانی بھی تمکو اپنے ذمہ رکھنی چاہیئے، بہن بھائیوں کو ان کی عمر کے لائق چھوٹے چھوٹے کام سپرد کر دو، اور روز باقاعدہ اپنی نگرانی میں ان سے کرواتی رہو۔ خود قاعدوں کی پابندی کرو اور اپنے چھوٹوں کو بھی اسی پر عمل کراؤ، کم از کم آدھا گھنٹہ روز باورچی خانے کے لئے بھی وقف ہونا چاہیئے، اور چھٹی کے دن کوئی نہ کوئی چیز تمہارے ہاتھ کی پکی ہوئی دسترخوان پر ہونی ضروری ہے۔ تاکہ اس ضروری ہنر سے بھی تمہیں واقفیت حاصل ہو، چھٹیوں میں نئے کپڑوں کی تیاری اور پرانے کپڑوں کی مرمت کا بہت اچھا موقعہ ملتا ہے۔ اگر اس زمانہ میں یہ کام کر لو گی تو سال بھر کو ہلکی ہو جاؤ گی، یہ خود غرضی کہ میں اپنے کپڑے سی لونگی اگر اوروں کے مجھ سے نہیں سلیں گے، کسی طرح تمہارے لئے مناسب نہیں۔ آج خدا کی عنایت سے اتنی ہو کہ اپنے ہر کام کو خود کر سکتی ہو،

(باقی صفحہ ۷۰ پر دیکھئے)

صبح کے جھلملاتے تارو!

اے صبح کے جھلملاتے ہوئے تارو! تمہاری رات بھر کی جاگ خمار سے بھری ہوئی آنکھیں زبان حال سے عجب عجب سبق سنا رہی ہیں،

تمہارا صبح کی روشنی کے ظہور پر یوں غائب ہو جانا ہمیں فنا کا عبرت انگیز سبق دے رہا ہے،

تمہارا رات بھر جاگ کر آسمان کی عظمت بڑھانا ہمیں اپنے فرائض کی طرف توجہ دلا رہا ہے اور یہ بتا رہا ہے کہ کس طرح ہمیں اپنے فرائض انجام دینا چاہیئے،

اے دن بھر غائب رہنے والے تارو! تم ہمیں ہمت۔ استقلال اور کامیابی کا پیام دے رہے ہو، کیونکہ تم دن بھر غائب رہنے کے بعد بھی رات کے وقت اپنی ہستی کو از سر نو نمایاں کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہو،

اے اندھیرے میں راستہ دکھانے والے تارو۔ تم ہمیں مخلوق خدا کی خدمت کی تلقین کرتے ہو، اور یہ سکھلاتے ہو کہ خدمت خلق شب بیداری سے کیجاتی ہے

اے زمانہ کی گردشوں کو دیکھتے ہوئے تارو! تم ہمیں زمانہ کی بے ثباتی کو دیکھنے اور اس سے عبرت حاصل کرنیکا درس دے رہے ہو اور اپنے طرز عمل سے صبر کی ہدایت کر رہے ہو۔ کیونکہ تم زمانہ کے درد انگیز واقعات کو دیکھنے کے بعد اسی طرح خاموش نظر آتے ہو۔ اے ثابت قدم تارو! آسمان پر خواہ بدر کامل جلوہ گر ہو یا ہلال، یا بزم فلک تمہارے رفیقوں سے یکسر خالی ہو جائے لیکن تم پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ تم بدستور اپنے فرائض کو بغیر کسی غفلت یا انتظار کے ادا کرتے ہیں۔ اے باہم متحد رہنے والے تارو! تم ہمیں اپنے اتفاق و اتحاد کا نمونہ دکھا کر باہمی جنگ و جدال سے باز رہنے کا جو زریں سبق دے رہے ہو وہ ہمیشہ یاد رکھنے کے قابل ہے،

اے بزم فلک کو زینت بخشنے والے تارو! سائنس دانوں نے اپنی تحقیق سے یہ ثابت کیا ہے کہ تم میں نہ روشنی ہے ورنہ تم زہرہ و مشتری کے خیالی پیکر ہو بلکہ ایک کرہ بے نور ہو اور تمہارا یہ رنگ و روپ آفتاب و ماہتاب کا رہین منت ہے۔ مانا کہ تم ایسے ہی ہو لیکن تمہارے وجود سے ہمیں سینکڑوں فائدے اور سبق حاصل ہو سکتے ہیں بشرطیکہ عقل رسا اور چشم بینا ہو ؎

ہر قطرہ میں بحر معرفت مضمر ہے
ہر ایک ذرہ میں کچھ نہ کچھ جوہر ہے

حفیظہ جال ترہٹی

تبدیلی پتہ کی خریداری نمبر کے حوالہ سے ہمیں فوراً اطلاع کر دینی چاہیئے۔ منیجر عصمت

ماں کا سب سے پہلا سبق

بچہ دنیا میں رحمت الٰہی کا ایک بیش بہا عطیہ ہے۔ شجر انسانی کی ایک نرم و نازک کونپل، خدا کی صنعت کا ایک اعلیٰ نمونہ۔ بچہ ایک مجسمۂ الفت ہے۔ اور ہمہ تن جاذب محبت، بچہ چاہے انسان کا ہو یا حیوان کا یہ سراسر معصوم اور ایک نہایت ہی پیارا وجود ہے،

ماں اور بچہ بچہ کا سب سے پہلا تعلق ماں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگر دنیا میں کوئی محبت کامل کہلائی جاسکتی ہے تو وہ ماں کی محبت ہے۔ اگر کوئی اخلاص صادق ہوسکتا ہے تو وہ ماں کے سینہ میں ہے جو تکالیف ماں اپنے بچہ کو پرورش کرنے میں اٹھاتی ہے۔ دنیاوی رشتوں میں اسکی مثال نہیں مل سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم دنیا میں میری محبت کی مثال ڈھونڈھنا چاہتے ہو تو ماں کی محبت میں دیکھو۔ وہ خود بھوکی رہ کر اس کا پیٹ بھرتی ہے، خود ننگی رہتی ہے اور اس کا تن ڈھانکتی ہے خود بے چین رہ کر اس کو آرام پہنچاتی ہے۔ اگر بچہ بیمار ہوجاتا ہے تو اپنا مال اپنا وقت اپنا آرام اسپر قربان کردیتی ہے اور پرورش جسمانی میں اپنا تن من دھن نثار کرنے کو تیار ہوتی ہے، مندرجہ بالا صفات جس ماں میں پائی نہ جاویں وہ ماں کے معزز لقب کو حاصل کرنے کی مستحق نہیں ہوسکتی۔

ماں کی غفلت لیکن اگر ماں غافل رہتی ہے تو بچہ کی پرورش روحانی سے وہ جسمانی پرورش کو تو اپنا فرض سمجھتی ہے لیکن پرورش روحانی کو فراموش کرجاتی ہے اور اس بات کو کبھی نہیں سوچتی کہ فطرت نے میری محبت اس کے سینے میں اسوقت کیوں پیدا کی؟ جبکہ وہ اپنے وجود سے بھی ناآشنا تھا اس کی یہی وجہ ہے کہ اے ماں! تو ہی اس دنیا میں اپنے بچے کی رہنمائے حقیقی بن جس طرح پرورش جسمانی کو اپنا فرض سمجھتی ہے اسی طرح پرورش روحانی کو بھی اپنا نصب العین بنا۔ اور اپنے بچے کی اعلیٰ تربیت کر اور دنیا میں آنے کے ساتھ ہی اس کو پہلا سبق والدین کی فرمانبرداری کا سکھا۔ اور بعد میں اس کے دل و دماغ کو اعلیٰ خیالات اور عمدہ جذبات سے بھر دے، اور یاد رکھ کہ یہ فرض تمہارا ہے۔ اور باپ پرورش و تربیت اولاد میں صرف تمہارا معاون و مددگار رہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس خاص فرض کو تو مائیں وقت پر ادا کرنے سے غافل رہتی ہیں اور جب اولاد بڑی ہوکر نافرمان بن جاتی ہے اور والدین کی رضامندی کو پس پشت ڈالدیتی ہے۔ اور اپنی ناتجربہ کاری کے باعث خود بھی تباہ ہوتی اور دوسروں کو بھی تباہ کرتی ہے اور مائیں فوراً بچہ کی فطرۃ کو کوسنے لگتی ہیں۔ کہ یہ بدذات فطرۃً ہی بد پیدا ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آج ننگ خاندان ہے لیکن یہ

خیال سراسر غلط ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کل مولود یولد علی الفطرۃ وابواہ یھودانہ وینصرانہ ویمجسانہ، یعنی ہر ایک بچہ فطرۃ پاکیزہ لیکر پیدا ہوتا ہے۔ اسکے والدین اس کو یہودی و نصرانی بناتے ہیں اس حدیث شریف سے صاف ظاہر ہے کہ بچہ کے خیالات کو بگاڑنے اور سنوارنے والے بھی اس کے والدین ہی ہوتے ہیں۔ پس یہ ایک حد تک آپ کے اختیار کی بات ہے کہ آپ اپنے بچہ کو عار خاندان بنائیں یا وقار خاندان۔ اگر آپ کی اولاد آپ کی غفلتوں کے باعث آپ کے ہاتھ سے نکل چکی ہے تو پھر بھی آپ کا انکی اصلاح کرنا آخری دم تک اپنا فرض سمجھیں لیکن ہمیشہ محبت و نرمی کے ساتھ۔ بعض والدین تشدد اور جبر کو بہت بڑی حکمت سمجھتے ہیں۔ دراصل سختی کرنے سے بچے ڈھیٹ ہو جاتے ہیں، خصوصاً جبکہ اولاد بڑی عمر کی ہو جائے تو پھر آپ سختی کی پالیسی کو بالکل ترک کر دیں، اور ہمیشہ اولاد کے آگے ناصح مشفق اور محسن اعظم اور انتہائی خیر خواہ کی حیثیت سے پیش کرتے رہیں۔ اور ان کے دلوں کو محبت کے ساتھ مسخر کر لیں۔ پاس بٹھا کر دانا دوست کی طرح نشیب و فراز سمجھائیں، اکابر عالم کی سوانح عمریاں ان کو پڑھائیں اور اپنے بزرگان سلف کی خصائل و عادات ان کے سامنے بیان کریں۔ کہ تم ایسے خاندان کے افراد ہو، ان کے قصوروں اور جرموں کو فراخ حوصلگی کے ساتھ معاف کر دیا کریں اور معمولی خطاؤں سے ہمیشہ چشم پوشی کرتے رہا کریں۔ ان کو عمدہ اور نیک خیالات کی طرف سے رہنمائی کریں۔ اپنی کوششوں کو بارآور ہونیکے لئے خدائے واحد کی مدد و نصرت حاصل کرنیکو تہ دل سے دست بدعا رہیں کہ سوائے اسکی رحمت کے انسانی تمام کوششیں ناکارہ و بے سود ہو جاتی ہیں،

افضل النساء بیگم از جہی سندہ،

(بقیہ صفحہ ۶۹) دوسروں کی محتاج نہیں ہو مگر ابھی بہت زمانہ نہیں گذرا کہ تم بھی ہر ایک بات میں اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کی طرح دوسروں کی دست نگر تھیں، اسوقت اگر تمہاری والدہ اور دوسرے بزرگ بھی اسی طرح تم سے کوئی سروکار نہ رکھتے۔ جس طرح کہ تم اپنے چھوٹوں کا کوئی کام کرنا نہیں چاہتیں تو سوچو کہ تمہارا کیا حشر ہوتا آج جبکہ خدا نے تمکو اس قابل کیا کہ اپنا چھوڑ دوسروں کا بھی کام کر سکتی ہو تو ہرگز اس سے پہلو تہی نہ کرو، اپنے علم نے عقل سے ہاتھ پیروں سے جتنا بھی فائدہ دوسروں کو پہنچا سکتی ہو پہنچاؤ، اس میں تمہارا کچھ خرچ نہیں ہوگا بلکہ جتنا خرچ کرو گی اور بڑھیگا۔ اور دیکھنے والوں سے خراج تحسین اور ماں باپ کی خوشنودی (جو دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے) حاصل کرو گی۔ دوسروں کو حوصلہ ہوگا کہ ہم بھی اپنی بچیوں کو اس بچی کی طرح تعلیم دیں۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ آئندہ زندگی میں آج کل کی پڑی ہوئی اچھی عادتیں تمہارا ساتھ دینگی، مشق ہونے کی وجہ سے ہر کام آسان ہو جائیگا اور کوئی مشکل مشکل نہ معلوم ہوگی،

ظفر جہاں

خط و کتابت کے وقت خریداری نمبر ضرور لکھئے تاکہ فوراً تعمیل کی جا سکے۔ منیجر عصمت

پگلی

(از جناب ڈاکٹر اعظم کریوی سابق اڈیٹر اکبر الہ آباد)

سب اسے "پگلی" کہتے ہیں لیکن وہ کسی کا کچھ نہیں بگاڑتی۔ یا تو ہر وقت ہنستی ہی رہتی ہے یا روتی۔ ہاں اگر غور سے دیکھا جائے تو اُس کی ہنسی میں رنج و غم کا بھی نشان ملجائے گا، اس کی ذات پات یا سکونت کا کوئی پتہ نہیں جانتا کبھی تو وہ گاؤں کے باہر کسی باغ میں پڑی رہتی ہے اور کبھی ندی یا جنگل کی طرف نکل جاتی ہے۔ جب وہ گاؤں میں آجاتی ہے تو بچے اُسے "پگلی مائی" کہہ کر دق بھی کرتے ہیں۔ لیکن وہ بچوں کے کہنے کا کچھ برا نہیں مانتی بلکہ اس کے برخلاف وہ ہنسنے لگتی ہے، بچوں کو کھیلتے دیکھکر اُسے دلی مسرت ہوتی ہے جب تک بچے کھیل کود کر اپنے گھر واپس نہیں چلے جاتے وہ وہیں کھڑی رہتی ہے اور اس کے بعد ٹھنڈی سانس بھر کر آسمان کی طرف دیکھتی ہوئی وہ جنگل کی طرف چلی جاتی ہے،

ایک بات ضرور ہے کہ اول تو پگلی کو غصہ بہت کم آتا ہے لیکن جب غصہ آجاتا ہے تو پھر اس کے سامنے کھڑے ہونیکی کوئی جرأت نہیں کرسکتا۔ مٹھیاں بھینچ کر وہ دانتوں کو پیسنے لگتی ہے۔ آنکھیں لال ہوجاتی ہیں، اور وہ منھ سے کچھ بڑ بڑانے لگتی ہے۔ اسوقت ایسا معلوم ہوتا ہے۔ گویا تمام دنیا اس کی دشمن ہے اور وہ دنیا کو اپنے غصہ کی آگ میں جلا کر خاک کردے گی۔ ایسے وقت میں کوئی اس کے پاس جانے کی ہمت نہیں کرسکتا۔ ہاں اگر اتفاق سے کوئی بچہ اس کے قریب سے نکل جائے تو "پگلی" کا غصہ یکبارگی غائب ہوجاتا ہے، اور اس کی دیوانگی رفع ہوجاتی ہے،

کچھ لوگ "پگلی" کو مجذوب سمجھتے تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ وہ بڑی خدا رسیدہ ہے۔ وہ جو کچھ زبان سے کہتی ہے اس کا کچھ کچھ مطلب ضرور ہوتا ہے۔ ایک دن کا ذکر ہے شام کا وقت تھا۔ مندر میں پوجا ہورہی تھی۔ کوئی پنڈت بلند آواز سے ایک گیت گا رہا تھا جس کا یہ مطلب تھا کہ "بھارت ماتا کے ہم سب بچے ہیں"۔ پگلی مندر کے اندر گھس گئی وہ بھی اسی گیت کو زور زور سے دہرانے لگی۔ اس کو یکبارگی غصہ چڑھ آیا اس نے چیخ کر کہا۔ جھوٹ۔ بالکل جھوٹ...... اہا ہا واہ پنڈت جی واہ...... تم اور بھارت ماتا کے بچے...... جھوٹ بالکل جھوٹ...... اہا ہا یہی کہتی ہوئی پگلی مندر سے نکل کر جنگل کی طرف بھاگ گئی۔ ایک مرتبہ کا اور ذکر ہے کہ گاؤں میں کسی بیوہ کا اکلوتا بچہ مرگیا تھا، اعزا و اقارب بیوہ کو صبر کی تلقین کررہے تھے، اتفاقاً پگلی بھی وہاں پہنچگئی اور ایک طرف چپ چاپ کھڑی ہوگئی۔ سب نے دیکھا

کہ پگلی کا چہرہ اداس ہے۔ اس اثنا میں گاؤں کے ملاجی آ گئے، اور انہوں نے بیوہ سے کہنا شروع کیا۔ رنج کرنا بیکار ہے۔ اس دنیا میں کوئی کسی کا کچھ نہیں یہ سب مایا کا جال ہے۔ صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔" ملاجی کا اتنا کہنا تھا کہ پگلی زور زور سے چلانے لگی ـــــ مایا...... ما...یا...میں مایا... یہ مایا...ہاہاہا ...... پگلی کے...... میں یہ ما...... مایا...... ہاہاہا ـــــ ان الفاظ میں غصہ۔ نفرت اور حقارت کی آگ بھڑک رہی تھی وہ پاؤں مارتی ہوئی جنگل کی طرف بھاگ گئی۔ لوگ سناٹے میں آ گئے۔ اس کے جانے کے بعد جب کچھ سکون ہوا تو سب پگلی کے الفاظ کے معنی نکالنے لگے، اجی پگلی ہے، جو کچھ اس کے منہ میں آیا بک گئی، ایک بڈھے نے کہا" تم ان باتوں کو کیا جانو وہ ظاہر میں تو پگلی ہے لیکن حقیقت میں وہ بہت عقلمند اور بزرگ ہے وہ اپنی دیوانگی میں بھی ہشیاری کی بات کہہ جایا کرتی ہے۔ ابھی جو کچھ وہ کہہ گئی ہے اس کا یہ مطلب ہے، کہ ماں کی محبت کو مایا کہہ کر کیوں ماں کی ہتک کرتے ہو" ایک تیسرے صاحب بول اٹھے" جی ہاں! آپ بھی تو بڑے پہنچے ہوئے ہیں نا" اسی قسم کی باتیں ہو رہی تھیں کہ پگلی پھر گاؤں کی طرف آتی دکھائی دی، اسوقت وہ اپنے دونوں ہاتھوں میں کوئی چیز تھامے ہوئے تھی۔ وہ دوڑتی ہوئی ایک مسجد میں گھس گئی۔ اور وہاں پہنچکر زور زور سے رونے لگی گاؤں والے وہاں پہنچے تو یہ دیکھ کر سناٹے میں رہ گئے کہ پگلی اس بیوہ کے مردہ بچہ کو قبر سے اکھاڑ لائی ہے۔ یہ خبر آناً فاناً تمام گاؤں میں مشہور ہو گئی۔ سب لوگ مسجد کی طرف دوڑ پڑے، پگلی کو غصہ آگیا۔ وہ چیختی چلاتی جنگل کی طرف بھاگ گئی،

اس کے بعد کئی مہینہ تک گاؤں میں کسی نے پگلی کو نہ دیکھا۔ اور سب نے سمجھ لیا کہ اب وہ پھر گاؤں میں نہ آئے گی۔ ایک دن کچھ لوگ ایک جگہ بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ گاؤں کے زمیندار کے چھوٹے بھائی کو کسی نے قتل کر دیا تھا اس کے جرم میں "بھبوا" پاسی پر مقدمہ چلا، اس وقت اس معاملہ پر گفتگو ہو رہی تھی غریب بھبوا ناکردہ گناہ تھا پولیس نے مفت میں اس کو پھانس لیا تھا۔

ایک صاحب نے کہا" بھائی کچھ ہی کہو میں نہیں مان سکتا، کہ بھبوا نے جرم نہیں کیا۔ جب اس کے خلاف مکمل ثبوت مل گیا۔ اور اب تو کچھ کہنا بھی بیکار ہے کیونکہ مقدمہ کا فیصلہ ہائی کورٹ سے ہوا ہے۔ اتنے میں پگلی وہاں پر نہ جانے کہاں سے آ گئی اور کہنے لگی" ہاہاہا۔فیصلہ...... انصاف...... واہ رے انصاف، ہاہاہا...... قریب ہی بھبوا کا اکلوتا لڑکا جس کی عمر تقریباً ۴ برس کی ہو گی کھڑا تھا۔ اس کی ماں مر چکی تھی اور "بھبوا" بھی زمیندار کے بھائی کو قتل کرنے کے جرم میں کل پھانسی پا گیا تھا۔ اور اب اس یتیم کا دنیا میں اپنا کوئی نہ تھا پگلی کی نظر اس غریب یتیم پہ پڑی تو وہ بولی" ہاہاہاہا... چھوٹا سا منا۔ واہ رے انصاف" اسی وقت کون میں...... یہ پگلی...... میں پگلی ہاہاہا" کسی کو رنج وغم میں دیکھکر پگلی کا غصہ کم ہو جاتا تھا اسوقت

میں وہ اس لاوارث یتیم بچے کا اداس چہرہ دیکھکر متین ہوگئی، اس کی زبان سے دو چار الفاظ مطلب کے نکل گئے میرا بھی بچہ، انصاف...... ہا ہا ہا...... منا تھا...... ہا ہا ہا یہی کہتی ہوئی وہ جنگل کی طرف چل گئی،

کچھ دنوں کے بعد لوگوں نے سنا کہ پگلی ندی کے کنارے گھوما کرتی ہے۔ اور اب اس کے مزاج سے چڑچڑا پن کچھ کچھ دور ہوگیا ہے۔ اب وہ زیادہ بڑبڑاتی بھی نہیں تھی۔ اب جب وہ کبھی کبھی گاؤں میں آتی تو بچوں کے لئے جنگل سے پھول پھل بھی لایا کرتی یوں تو وہ ہر بچہ کو ہر محبت کی نظروں سے دیکھا کرتی۔ لیکن بھسوا کے لڑکے "چنوا" سے وہ بہت محبت کرتی تھی۔ چنوا بھی اس سے خوب مانوس ہوگیا تھا۔ دور سے ہی اُسے آتے دیکھکر "چنوا" پگلی کی طرف دوڑ پڑتا، چنوا کو اس طرح اچھلتا کودتا خوش خوش اپنی طرف آتا دیکھکر پگلی کی وحشت بالکل دور ہوجاتی کبھی کبھی تو وہ چنوا کو گود میں اٹھا کر اپنی چھاتی سے لگا کر اس کو پیار بھی کرلیا کرتی تھی، چنوا ایک پنچ ذات اچھوت باسی کا لڑکا ہے۔ اسکی پگلی کو کوئی فکر نہ تھی۔

ایک دن پگلی جب گاؤں میں آئی تو اس نے چنوا کو چپکے چپکے روتے دیکھا۔ وہ سمجھ گئی کہ چنوا اپنے ایک رشتہ دار کے ڈر سے زور زور سے نہیں رو سکتا۔ رشتہ دار کون تھا۔ چنوا کا چچا۔ جو چنوا کی برائے نام پرورش کر رہا تھا۔ پگلی نے ہنسکر چنوا سے کہا "روتا کیوں ہے؟ منا۔ یہ کہہ کر جنگل سے لائے ہوئے پھل پگلی نے چنوا کو دئے،

چنوا نے کہا "پگلی مائی! میں تمہارے ہی ساتھ رہوں گا"،

پگلی بولی "نہیں منا! چاچی کے ساتھ رہو"،

چنوا نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا "وہ تو مارتی ہے۔ کانے کو نہیں دیتی۔ تم نہیں ٹلوگی" یہ کہہ کر چنوا رو پڑا۔ اب پگلی سے ضبط نہ ہوسکا وہ چنوا کو گود میں اٹھا کر پیار کرنے لگی۔ ٹھیک اسی وقت مندر کی گھنٹی بجی پگلی کھلکھلا کر ہنس پڑی، وہ چنوا کو گود میں لئے ہا ہا ہا جگدیش...... ہاہا" کہتی ہوئی جنگل میں گھس گئی،

(۲)

گاؤں میں یہ خبر تو پھیل گئی کہ چنوا غائب ہوگیا لیکن کسی نے زیادہ تلاش نہ کیا۔ اس یتیم کا تھا ہی کون، برائے نام چچا چچی نے بھی سوچ لیا۔ چلو اچھا ہی ہوا بلا ٹل گئی،

ایک دن دوپہر کی بات ہے۔ پگلی گاؤں میں آئی اب اس کے چہرہ پر وحشت یا دیوانگی کا کوئی نشان نہ تھا اس کے پاؤں لڑکھڑا رہے تھے۔ وہ گاؤں کے ایک نیک دل بزرگ کے مکان پر پہنچی اور غمگین آواز میں انہیں پکارنے لگی۔ بزرگ فوراً گھر سے نکلکر باہر آئے اور پگلی کی طرف حیرت سے دیکھنے لگے۔

پگلی نے کہا "جناب! اب میں پگلی نہیں ہوں۔ میرا منا بیمار ہے چلئے جلدی چلئے اسکو بچا لیجئے"

"کون مَنا ! پگلی ! "

" میرا منا " یہ کہہ کر پگلی کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے ،

تیرا منا کہاں ہے ؟

پگلی نے روتے ہوئے جواب دیا ' چلئے بتادوں '

نیک دل بزرگ کو سب لوگ گاؤں میں عزت کی نظر سے دیکھتے تھے ان کو گاؤں کی پٹی داری سے کوئی سروکار نہ تھا ۔ وہ پگلی کے متعلق اکثر کہا کرتے تھے کہ " اس عورت کے دل پر سخت چوٹ لگی ہے رنج و غم نے اسے پاگل بنا دیا ہے " وہ فوراً پگلی کے ساتھ چلنے کو تیار ہوگئے ، پگلی ان کو اگ گھنے جنگل کے ایک گوشہ میں لے گئی جہاں گھاس پھونس اور پتوں سے ڈھکی ہوئی ایک جھونپڑی تھی ۔ وہاں پہنچکر پگلی نے کہا " وہ دیکھئے میرا پیارا منا بیمار پڑا ہے "

بزرگ نے دیکھا کہ اس جھونپڑی میں ایک صاف جگہ پر کچھ ملائم گھاس بچھی ہے اور اس پر گم شدہ چنوا پڑا کراہ رہا ہے ۔ پہلے وہ کچھ پریشان سے ہو گئے لیکن انہوں نے سنبھل کر کہا " اچھا پگلی میں جا کر ویدجی کو بلائے لاتا ہوں " وید کا لفظ سنتے ہی پگلی تڑپ اٹھی ایسا معلوم ہوا کہ گویا اسے سینکڑوں بچھوؤں نے ڈس لیا ہے ۔ غصہ اور نفرت سے وہ چلا اٹھی ۔ وید اور حکیم یہ تو روپے کے غلام ہیں ہائے کیا میرا منا مجھے اس دنیا میں تنہا چھوڑ جاتا اگر ان حکیموں اور ویدوں کے دل میں ذرا بھی رحم ہوتا ۔ ان کو رحم و کرم سے کیا مطلب ان کی زندگی کا اصلی مقصد تو صرف دولت اور دولت ہے ، مجھ دکھیا غریب کے پاس دولت کہاں ؟ بھلا وہ میری مدد کیوں کرنے لگے "

بزرگ نے دلاسہ دیتے ہوئے کہا " نہیں نہیں پگلی ۔ ایسا مت کہو ۔ سب انسان ایک طرح کے نہیں ہوتے دولت کی بڑھتی ہوئی نئی روشنی ابھی سب کو اندھا نہیں کر پائی ہے ۔ خدا سب پر مہربان ہے ، اس کی نظر میں غریب و امیر سب برابر ہیں "

لیکن پگلی کو اس جواب نے کچھ مطمئن نہ کیا وہ کہتی گئی ۔ اجی جناب مولانا معاف کیجئے ۔ خدا کو بھی تو دولت پیاری ہے وہ بھی تو امیروں ہی کا دوست ہے "

" استغفر اللہ ! توبہ کرو پگلی توبہ ! اپنی زبان سے ایسے کفر کے کلمے نہ نکالو ، خدا کے نزدیک امیر و غریب سب برابر ہیں ۔ وہی ساری دنیا کا نگہبان ہے " لیکن پگلی پر ان باتوں کا جب کچھ اثر نہ ہوا تو وہ سمجھ گئے کہ اس کے دماغ پر کوئی خاص صدمہ پہنچ گیا ہے ۔ انہوں نے کچھ سوچ کر کہا " تو بتاؤں میں کیا کروں میرا کام تو صرف دعا کرنا ہے "

ہاں ٹھیک ہے ، دعا کے سوا اور آپ سے ہو ہی کیا سکتا ہے ۔ میں آپ کو اس بچے کے لئے کچھ کرنے نہ لائی تھی میں تو صرف آپ کو یہ دکھانا چاہتی تھی کہ دنیا سے بے نیاز ہو چکی ہوں ۔ دنیا سے کوئی مطلب نہیں دنیا اور دنیا

کے تھپیڑوں سے دور رہتی ہوں۔ پھر بھی مجھے کیوں تکلیف دی جا رہی ہے۔ کیا اب بھی آپ خدا کی تعریف کرینگے یہ بچہ تو اچھا ہو ہی جائیگا۔ لیکن کہاں گیا وہ آپ کا خدا یا پرمیشور جس کی عبادت سب کو کرنی چاہئے۔ کہاں گیا وہ انصاف جس کی سب تعریف کرتے ہیں، ابھی تھوڑی دیر ہوئی گاؤں کا زمیندار اتفاقاً اس طرف آنکلا تھا مجھکو اور چنوا کو کٹیا میں دیکھکر کہنے لگا "کیوں ری پگلی! تو لڑکوں کو چراتی ہے۔ ٹھیر جا میں ابھی پولیس کو بلائے لاتا ہوں تو نے میرے دشمن کے لڑکے کو پالا ہے یہ اچھا نہیں کیا"

یہ کہکر وہ زمیندار یہاں سے چلا گیا۔ میرا خیال ہے کہ وہ اب یہاں آیا ہی چاہتا ہے اور انصاف کے مطابق لڑکا چرانے کے جرم میں مجھے سزا ملے گی۔ مجرم تو میں ہوں لیکن میرے ساتھ ہی چنوا کو بھی مجھ سے علیحدہ کرکے اسکو تکلیف دیجائے گی، مجھے اپنی کوئی فکر نہیں، بالے پن ہی سے تکلیفوں کے ساتھ کھیلتی آئی ہوں آپ میری زندگی کی داستان سننا چاہتے ہوں گے۔ اب کوئی مضائقہ نہیں۔ اب اپنا حال سنانے کا موقع آگیا لیجئے میں مختصر طور سے بیان کرتی ہوں غور سے سنئے،

میرے شوہر بھی بھسوا کی طرح ایک جھوٹے معاملہ میں پھانسی پا گئے تھے۔ میں ان کو پھانسی سے نہ بچا سکی میں نے اپنی تمام پونجی گھر بار اور دولت وکیلوں کے حوالے کردی لیکن پھر بھی وکیل خوش نہ ہوئے۔ مقدمہ کی پیروی دل سے نہ کی اور ہائے میرا سرتاج! بیگناہ سرتاج! پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ ہائے لے انصاف!

میرے شوہر کی یادگار میرے صرف ایک بچہ منوا تھا میں ابھی اپنے شوہر کی جدائی کے غم کو برداشت کرنے کی کوشش کررہی تھی کہ میرا منوا بیمار پڑ گیا۔ حکیموں۔ ڈاکٹروں اور ویدوں کو بلانے کے لئے میرے پاس دولت نہ تھی ہاں مندروں اور مسجدوں میں ضرور میں نے خوب رو رو کر دعائیں مانگیں لیکن میری دعا قبول نہوئی میرا بچہ دولت کی کمی کی وجہ سے مجھ سے روٹھکر اس دنیا سے ہمیشہ کے لئے چلا گیا۔ شوہر کی بیگناہی کا ثبوت اب مجھے ملا لیکن کیا تم بھی مجھ سے میرے اس آنکھوں کے تارے کو دے سکتے ہو؟ میں نے ارادہ کرلیا تھا کہ اب میں اس دنیا سے بالکل الگ رہوں گی۔ دنیا اور دنیا والوں سے کوئی واسطہ نہ رکھوں گی لیکن ماں کی ممتا جسے آپ لوگ مایا کہتے ہیں اس یتیم بچے کی طرف کھینچ لے گئی اور اب تو میں اس بچہ کو بھی اپنا ہی سمجھنے لگی ہوں......"

اسی وقت بچہ کی ایک چیخ نکلی پگلی دوڑکر اس کے پاس پہنچی کچھ دیر تک خاموش رہی اور پھر اسے چھاتی سے لگا کر مرجھائی ہوئی بیل کی طرح زمین پر لپٹ گئی وہ اس صدمہ کو برداشت نہ کرسکی اسے کیا معلوم تہا کہ اس کا پیارا منوا اسے اس طرح دہوکا دیگا۔ نہایت دردناک منظر تہا ہمیشہ کی ستائی دکھوں میں پلی ہوئی ماں سے بچہ کا بچھڑنا دیکھا نہ گیا۔ بزرگ ابھی اچھی طرح سے خدا کی قدرت کا تماشا دیکھ بھی نہ پائے تھے کہ گاؤں کا زمیندار، دارو غا اور پولیس کے سپاہیوں کو لئے ہوئے وہاں آپہنچا۔ اور کڑک کر بولا اس پگلی کو گرفتار کرلو۔ یہ قبروں کو کھودتی ہے اور لڑکوں کو چراتی ہے" پولیس کے سپاہی پگلی پر جھپٹے ہی تھے کہ وہ یہ دیکھکر سہم گئے کہ پگلی اب ایک بے جسم جان ہے اسکی روح قید ہستی سے آزاد ہوچکی ہے۔ (ماخوذ)

آسیر گڑھ

ہندوستان کا یہ تیسرے نمبر کا عظیم الشان کوہستانی قلعہ ملک متوسط کے ضلع کہنڈوہ کی ایک تحصیل برہانپور سے ۱۵ میل کے فاصلہ پر سخت گھنے جنگل میں ایک بہت اونچے پہاڑ پر واقع ہے۔

برہانپور سے براہ راست آسیر جانیکا راستہ کچا اور ناہموار ہونے کی وجہ سے دشوار گذار اور سخت تکلیف دہ ہے۔ مگر جی آئی پی ریلوے کے چاندنی اسٹیشن سے وہاں جانا آسان ہے۔ کیونکہ انگریزی پلٹن کے زمانہ قیام میں فوج کی سہولیت کی غرض سے چاندنی سے آسیر شہر تک چھ میل پکی سڑک بنادی گئی تھی، یہ راستہ بھی جنگل اور گھاٹیوں کی وجہ سے خراب اور خوفناک ہے۔ مگر موٹر یا تانگے میں آسانی سے آسیر تک پہونچ جاتے ہیں

مجھے چونکہ تاریخ اور آثار قدیمہ سے خاص دلچسپی ہے۔ پس جب سے میں برہانپور آئی تھی۔ آسیر دیکھنے کا شوق تھا۔ آخر کار ۱۱ مارچ سنہ ۴۲ء کو میں وہاں پہونچ ہی گئی۔ جاتے وقت میں چاندنی اسٹیشن سے گئی تھی لیکن راستے کے پرانے کھنڈر دیکھنے کے اشتیاق میں آسیر سے براہ راست برہانپور واپس آئی۔

چاندنی پہاڑ کی چوٹی پر یہ تین حصار سے محفوظ و مستحکم اور بڑے بڑے بہادروں سے آجتک فتح نہوئے والا قلعہ بنا ہوا ہے، قلعہ کے نیچے اسی پہاڑ کے دامن میں وہ شہر آسیر آباد تھا۔ جو عہد فاروقی میں اپنی خوبصورتی اور نفیس عمارتوں و خوشنما عالیشان مسجدوں اور عظیم الشان درگاہوں اور خانقاہوں اور کئی کوس تک بیسیوں سرسبز اور دلکش باغوں کی وجہ سے فاروقیوں کا دوسرا "عروس البلاد" تھا اور جس میں ہزارہا خوشحال اور فارغ البال انسان نہایت عیش و عشرت سے زندگی گذارتے تھے۔ لیکن آج انقلاب روزگار سے یہ آباد اور خوش حال شہر صرف ۱۲ مفلس و محتاج مسلمان گھروں کا ایک بالکل ویران موضع رہ گیا ہے کئی میل تک اس کے ویران و شکستہ مکانات سینکڑوں ٹوٹے پھوٹے مقبرے اور گنبد مسجدوں کے ٹوٹے مینار، باغوں کے سوکھے درخت اور انکی چاردیواریاں اور نہروں کے آثار اور ہزارہا شکستہ قبریں مسلمانوں کے عروج و زوال اور انکی آباد اور بھری پُری بستیاں اجڑنے کا عبرتناک مرقع پیش کرتے ہیں،

تاریخ فرشتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پہاڑ پر دوراجہ بکرماجیت کے زمانہ کے قلعے کے آثار تھے۔ انہیں آثار پر خاندیس کے ایک دولت مند شخص "آسا اہیر" نے اپنی مویشیوں کی حفاظت کی غرض سے ایک کچا حصار بنالیا اتفاقاً اسی زمانے میں خاندیس اور اس کے اطراف میں سخت قحط پڑا۔ اور آسا کو غلے کی تجارت اور محتاجوں کے لئے جابجا لنگر اور محتاج خانے قائم کرنے سے کافی دولت اور شہرت حاصل ہوگئی۔ اور اس نے کچے حصار کی جگہ

پختہ حصار بنا اپنے استحکام اور ایسے اہم موقع پر واقعہ ہونے کی وجہ سے یہ حصار بادشاہ وقت کے لئے خطرناک تھا۔ پس نصیر خاں فاروقی نے جو اس حصے یعنی خاندیس کا بادشاہ تھا۔ اس پر قبضہ کرنا اپنے لئے ضروری سمجھا۔ مگر نصیر خاں پر بھی مثل شیر شاہ کے یہ الزام مورخین نے عائد کیا ہے کہ اس نے دھوکا دیکر اس پر قبضہ کیا اور ڈولیوں و پالکیوں میں بیگمات کے بجائے سپاہی بٹھا کر بحیثیت مہمان قلعے میں بھیج دیئے، جنہوں نے آسا اور اس کے کنبے کو قتل کر دیا۔ اور شاہی فوج قلعے پر قابض ہوگئی۔ اگر یہ واقعہ سچ ہے تو نصیر خاں جیسے نیک اور پابند شرع بادشاہ کے دامن پر یہ داغ بہت بدنما ہے۔ لیکن سیاسی معاملات میں اس قسم کی باتیں بالکل معمولی سمجھی جاتی ہیں اور آج بھی مہذب حکومتوں میں ایسی حرکتیں روزانہ ہو رہی ہیں۔

فاروقی بادشاہ اپنے آخر وقت تک اس پر قابض رہے اور وہی اس کی تمام رونق اور ترقی اور اس کو ایک اعلیٰ درجہ کا قلعہ بنانے کے باعث ہوئے۔ فاروقی عہد میں بیسیوں بادشاہوں نے اس کا محاصرہ کیا لیکن کوئی اس کو فتح نہ کر سکا۔

اکبر کے برہان پور پر قبضہ کرنے کے بعد آخری فاروقی بادشاہ بہادر شاہ آسیر میں قلعہ بند ہوگیا اور مغل چھ مہینے تک اس کا محاصرہ کئے رہے لیکن فتح نہ کر سکے۔ بہادر شاہ چونکہ بیحد عیش پسند ناتجربہ کار اور فاتر العقل سا بادشاہ تھا اسلئے وہ اس قلعہ میں اپنے تمام اعزا و متوسلین اور کثیر فوج کے علاوہ اٹھارہ ہزار ہر قسم کے صناع و دستکار اور ایک گروہ کثیر شہر والوں کا بھی اپنے ہمراہ لے گیا۔ اور سینکڑوں ہاتھی، اونٹ، گھوڑے، بھیڑ بکریاں، مرغ، کبوتر، اور ان سب کے کھانے کے لئے ہزارہا من غلہ اور کثیر سامان جنگ بھی قلعہ میں بھر لیا۔ مگر کفایت کے خیال سے بیوقوفی یہ کی کہ نہ فوج کو کافی غذا دیتا تھا اور نہ لڑائی کا حکم۔ اسی لیت و لعل میں چھ مہینے گزار دیئے۔ محاصرہ میں مغلوں کی طرف سے روز بروز سختی بڑھتی گئی۔ قلعہ میں انسان و حیوان کی کثرت اور ان سب کی غلاظت کی وجہ سے ہیضہ پھیل گیا اور چالیس ہزار آدمی مر گئے۔ ہیضے اور محاصرہ کی تکالیف سے عاجز آ کر لوگ بغاوت پر آمادہ ہوگئے، اسوقت بادشاہ کو ہوش آیا اور اپنے امرا آصف خاں اور کبیر خاں کے ذریعہ سے اکبر سے طالب امان ہوا۔ اور آسیر سے لاثانی قلعے کو مع کثیر زر و جواہر اور منوں سونے چاندی کے ڈھیر کے جو آسا اہیر تک کے زمانہ کا جمع تھا سنہ ۱۰۰۹ ہجری میں اکبر کے حوالہ کر دیا۔

اکبر اس سب دولت کو اور بہادر شاہ کو اپنے ساتھ آگرہ لے گیا۔ اور وہیں اس نے وفات پائی اور اسی جگہ دفن ہوا۔

مغلیہ سلطنت کے آخر تک اس پر مغل شہزادے اور صوبیدار وغیرہ حکمراں رہے، اور ان کے زوال پذیر ہونے پر یہ قلعہ نظام الملک آصفجاہ اول نے طالب خاں قلعدار سے صلح کر کے لے لیا۔ اور ایک مدت تک یہ آصفجاہی

سایہ عاطفت میں رہا۔

جب بدقسمتی سے نواب صلابت جنگ" کو اپنے ایک جرنل کی غداری کی وجہ سے بارہ ہزار فوج کے ساتھ ساٹھ ہزار مرہٹہ فوج کے مقابلہ میں شکست اٹھانی پڑی۔ تو مجبوراً ساٹھ لاکھ کے دیگر تعلقہ کے ضمن میں آسیر گڑھ بھی مرہٹوں کو دینا پڑا۔ لیکن آسیر گڈھ کے قلعہ دار میر نجف علی خاں ذوالفقار نے ایک سال تک مرہٹوں سے مقابلہ کیا۔ آخر مجبور ہو کر جب کسی طرف سے مدد نہ ملی اور نظام کی طرف سے معاہدہ کے مطابق تاکید کی گئی تو اس نے ۱۲ ربیع الثانی روز جمعہ ۱۱۷۵ھ ہجری میں قلعہ کی کنجیاں مرہٹہ افسر کے سپرد کیں، اور بچشم اشکبار مع متعلقین قلعہ سے نکل گیا۔ اور ۵۰۰ برس کی حکومت کے بعد یہ عظیم الشان قلعہ مسلمانوں سے خالی کرایا گیا۔ مولانا آزاد نے اس افسوسناک واقعہ کی یہ تاریخ کہی ہے،

دژ شاہ اسلام کافر گرفت بریں شکل فرمان تقدیر رفت
و بیر خرد سال تاریخ آں رقم زد عجب حصن آسیر رفت

مرہٹوں سے یہ انگریزوں کے قبضہ میں آیا۔ اور ۱۹۰۴ء تک انگریزی فوج یہاں رہی۔ او راُس وقت تک قلعہ اور شہر دونوں آباد رہے، پلٹن کے جانے کے بعد شہر اور قلعہ دونوں خالی ہو گئے اور آجکل یہ بالکل کھنڈر اور ویران پڑے ہیں جن کو دیکھکر سخت وحشت ہوتی ہے، میں نے ان کھنڈروں کے دیکھنے اور یہاں کی ایک بہت بڑھی عورت سے پلٹن کے زمانے کے واقعات سننے میں دو دن گذارے لیکن وہاں کے سہ پہر کے وحشت ناک منظر اور ڈراؤنی راتیں ہمیشہ یاد رہیں گی،

شہر آسیر کے چاروں طرف شہر پناہ بنی ہوئی تھی جس کا شکستہ پھاٹک اور منہدم دیواریں سیاح کو اسکی پرانی عظمت واہمیت سے آگاہ کرنے کو کہیں کہیں سے ابھی تک باقی ہیں،

شہر سے قلعے پر جانیکا وہ قدیم راستہ جس پر بقول مورخین بمشکل ایک گھوڑے کا سوار چڑھ سکتا تھا۔ اور ہاتھی رسیوں میں باندھ کر کھینچے جاتے تھے۔ اب لاپتہ ہے، آج کل اس پر جانیکے دو راستہ ہیں۔ ایک پگ ڈنڈی کے ذریعہ سے۔ دوسرا سڑک کے ذریعہ سے، جس کو انگریزی پلٹن نے توپیں وغیرہ لیجانے کی غرض سے تین میل تک پہاڑ چکردار کاٹ کر بنایا ہے۔ پگڈنڈی کا راستہ آدھے میل کی سخت چڑھائی کے بعد پہلے حصار میں اور پھر نہایت دشوار سیدھی چڑھائی کے بعد دوسرے حصار میں ختم ہوتا ہے،

سڑک کی طرف کا راستہ گو سواری کی وجہ سے آسان ہے لیکن یہ پگڈنڈی سے زیادہ خطرناک ہے۔ اور پہاڑ بہت اونچا ہونے کی وجہ سے اور قلعے کی پشت کی طرف جگہ نہ ہونے کی وجہ سے ایک میل یہ سڑک دو منزلہ بنی ہوئی ہے۔ اور یہ سڑک بیحد پتلی ہے۔ اس کے ایک طرف سینکڑوں فٹ گہرے غار اور گھنا جنگل ہے۔ اور دوسری

طرف سیاہ ہیبت ناک بیسیوں فٹ اونچا پہاڑ اور اس کے خوفناک اونچے کنگروں پر قلعے کی کنگورے در و دیوار اور برج وغیرہ بنے ہوئے ہیں۔ ان سب پر مستزاد آسیر کے مشہور شہنشاہ صحرا اور ان کے ارکان دولت کی پیشوائی کا خیال، بہرحال یہ خاندیسی پل صراط قلعے کے دوسرے حصار میں ختم ہوتا ہے۔ اور تیسرے حصار کے پھاٹک کے نیچے سواری سے اترنا پڑتا ہے،

دوسرے حصار کے کنارہ پر کھڑے ہوکر دوربین کے ذریعے دیکھنے سے شہر کے کھنڈر نظر آتے ہیں اور یہاں سخت گھنے جنگل میں شاہ نعمان کا مقبرہ واقع ہے یہ یہاں کے ایک صاحب کرامت بزرگ تھے۔ یہ مقبرہ اور گوہر صاحب کی درگاہ۔ عیدگاہ، جامع مسجد، اور ایک سرخ پتھر کا محل جو" سون محل" کے نام سے مشہور ہے۔ موسم خزاں میں خوب صاف نظر آتے ہیں،

پہلے حصار میں چار دیواری۔ بے کواڑوں کا پھاٹک مع اپنے متعلقہ دالان وغیرہ کے۔ انگریزوں کی چار قبریں ایک بہت بڑا حوض باقی ہے۔ اس حصار میں قلعہ بندی کے زمانہ میں کاشت وغیرہ بھی کیجاتی تھی،

اس حصار سے بہت اونچا دوسرا حصار ہے۔ اس میں صرف دو پھاٹک باقی ہیں۔ برج اور دیواریں بالکل گرگئیں ہیں صرف کہیں کہیں کچھ تھوڑا نشان دیوار کا باقی ہے۔ سڑک کی طرف کے کونے پر ایک بڑا کنواں بنا ہے اور ایک خفیہ زینہ جو نیچے شہر یا غالباً سون محل کی طرف جانے کو بنایا گیا تھا باقی ہے۔ اور ان دونوں پھاٹکوں میں سے ایک تو پہلے حصار کی آمد و رفت کا ہے، دوسرے میں سے جس کے صرف پہلوؤں کے دالان باقی ہیں تیسرے حصار کی بہت اونچی پہاڑی دیوار سے ملا ہوا ایک راستہ اس پہاڑ کے ایک کونے کی طرف جاتا ہے یہاں پانی کے بہت گہرے دو حوض بنے ہوئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ کوئی پہاڑی چشمہ ہے جس پر حوض بنا کر پانی گھیر لیا ہے۔ ان پر چھت بنی ہوئی ہے۔ اور یہاں اندھیرا بنا رہتا ہے اسجگہ بہت احتیاط سے جانا پڑتا ہے۔ کیونکہ یہاں لانبی گھانس اور جنگلی درخت وغیرہ لگے ہیں اور اکثر گرمی کے موسم میں شیران چشموں کے کنارے رہتا ہے ان کا پانی کنارے تک بھرا رہتا ہے اور بہت صاف ٹھنڈا اور خوش ذائقہ ہے لیکن اب ایک کے سوتے شاید خراب ہوگئے ہیں اسوجہ سے میلا پانی آتا ہے۔ دونوں کے نام "گنگا جمنا" ہے،

اس دوسرے حصار سے تیسرے حصار یعنی اصل قلعہ میں جانے کے لئے ایک طویل زینہ بنا ہے۔ لیکن سیڑھیاں چڑھنے سے پہلے زینہ کے داہنے پہلو میں چار پتھر کے بڑے کتبے محراب دار طاقوں کے اندر دیوار میں لگے ہیں، ایک عہد فاروقی کا دوسرا اکبری قبضہ کی یادگار ہے جس کے کاتب محمد معصوم ہیں۔ اور ایک اورنگ زیب کے زمانہ کا ہے۔ اس کے کاتب احمد ہیں

یہ کتبے فارسی میں ہیں۔ زینہ طے کرنے کے بعد ایک بڑا پھاٹک ملتا ہے۔ اس میں لکڑی پر لوہے کی

چادر چڑھے ہوئے کواڑ لگے ہوئے ہیں جس میں تالا لگا رہتا ہے۔ ایک دربان سرکار کی طرف سے پھاٹک کھولنے اور قلعہ دکھانے پر مقرر ہے۔ یہاں سے پھر ایک طویل زینہ طے کرنے کے بعد اصل قلعہ کے اندر پہنچتے ہیں۔ اس حصار یعنی اصل قلعہ کی چار دیواری بالکل اچھی حالت میں ہے۔ مگر بدقسمتی سے سوائے ایک مسجد اور مندر کے کوئی عمارت اب باقی نہیں ہے اور دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کی عمارتیں اپنی بوسیدگی کی وجہ سے نہیں گریں بلکہ قصداً مسمار کردی گئیں ہیں۔ یا تو یہ مرہٹہ عہد میں ہوا یا انگریزوں نے فوجی ضروریات یا کسی اور وجہ سے اسکو ڈھا دیا۔ مغربی گوشے میں ایک مسجد ہے۔ اس مسجد کے چھت دیواریں ستون وغیرہ سب پتھر کے ہیں، اور یہ پتھر ایسی صفائی سے تراشے اور جوڑے گئے ہیں کہ کہیں جوڑ معلوم نہیں ہوتا۔ اس مسجد کے صحن کی چار دیواری بنی ہوئی ہے اور ایک پھاٹک اندر جانے کے لئے بنا ہے۔ مسجد کرسی دیکر ۴ درجہ کی بنائی گئی ہے، ہر درجہ ۱۳ دروازہ ہیں۔ چوتھے درجہ میں ممبر بنا ہے۔ اور ممبر کے سامنے تیسرے درجہ میں ۲ گز لانبا چوڑا ایک فٹ اونچا سیاہ پتھر کا چبوترہ بنا ہے، اس میں لوہے کے ۲ بہت بڑے اور موٹے کنڈے یا پیچ لگے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ چبوترہ کس لئے بنایا گیا تھا۔

اول تو یہ مسجد پہاڑ کی سب سے اونچی جگہ بنی ہوئی ہے۔ دوسرے اسمیں پشت کی طرف بھی تیرہ خوبصورت منقش دروازے بنے ہیں۔ اس لئے یہ خوب ہوادار اور چاروں طرف کے پہاڑی منظر کی وجہ سے بیحد دلکش مقام ہے،

بیچ کی سیڑھیوں کے پاس ساتویں ستون پر اکبر کے قبضہ کے دن تاریخ کا کتبہ فارسی میں لگا ہے۔ اسکے کاتب بھی محمد معصوم ہیں لیکن فرش بیحد خراب چھوٹے چھوٹے پتھر کے ٹکڑوں کا ہے۔ غالباً پہلے پلاستر ہوگا یہ فرش بعد میں کسی نے کرایا ہوگا،

صحن معمولی ہے عبادت خانے کے مقابلے میں ۱۳ دروازہ کا ایک اور دالان بنا ہے، اور اس کے پاس ایک بڑا دروازہ بنا ہے۔ یہاں سے مسجد کی پشت کی طرف جانے کا راستہ ہے۔ بائیں طرف چبوترا اور داہنے دالان کے جواب میں صرف محرابیں بنی ہیں، اور اسی چبوترے پر ایک کنواں بنا ہے جس کا پانی بہت صاف اور شیریں ہے عبادت خانے کے دونوں کونوں پر دو دروازے دونوں میناروں کے زینے پر چڑھنے کے لئے بنے ہیں یہ مینار ۳ درجہ کے ہیں۔ اور ریل میں چرلکھان اسٹیشن سے مانڈوہ اسٹیشن تک خوب صاف دکھائی دیتے ہیں۔ اور ویسے بھی بیس پچیس میل کے فاصلے سے اگر کوئی چیز آڑ میں نہ ہو تو صاف نظر آتے ہیں،

مسجد کے پھاٹک کی سیڑھیوں سے اتر کر ایک ٹوٹی عمارت ملتی ہے۔ جو پھانسی گھر کے نام سے مشہور ہے پھاٹک سے مسجد جانے والی سڑک پر بائیں ہاتھ پر ایک بہت چھوٹا مکان بنا ہے جس کے اندر کے دالان وغیرہ تو

ڈھادیئے گئے ہیں۔ مگر صحن کی چار دیواری اچھی حالت میں ہے۔ دروازے میں خوب مضبوط کواڑ لگے ہیں یہ راجہ برما کا قید خانہ ہے، کہاں برما اور کہاں آسیر گڑھ۔ غریب قیدی نے خدا جانے اس سینٹ ہیلنا میں کس قدر تڑپ تڑپ کر ایام اسیری گذارے ہوں گے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ راجہ کو خشک میوہ بہت پسند تھا اور جو کوئی اس کے پاس جاتا تھا اسکو بھی میوہ دیا کرتا تھا۔

ایک ٹکڑا ایک چھوٹی دیوار بنا کر علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ یہاں پلٹن والے انگریزوں کی ۱۳۴ قبریں بنی ہیں جن پر نئی سفیدی ہو رہی تھی اور ہر قبر پر سیاہ بورڈ مع نام و نمبر وغیرہ کے لگے ہیں۔ قلعہ میں خدا جانے کتنی قبریں پانچسو برس تک تک حکومت کرنے والی قوم کی بھی ہوں گی۔ میں نے خود تین چار قید خانہ والی سڑک کے سامنے میدان میں دیکھی ہیں جنپر پلاستر اور سفیدی تو کجا ان کی اینٹیں تک اندا و زمانہ سے گر گر علیحدہ پڑی ہیں اور کوئی پرسان حال نہیں۔ کیا سفیدی و مرمت وغیرہ کرانے کے مہتم صاحب کے نزدیک کالے مردے قابل عزت و احترام نہیں ہیں

قلعہ کے ایک کونے پر ایک بہت چھوٹا مندر بنا ہے جو آسا دیبی کے مندر کے نام سے بتایا جاتا ہے مگر دیکھنے سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرہٹہ عہد یا پلٹن کے زمانے کا تعمیر کردہ ہے

مندر کے بالکل قریب بلکہ اس کے نیچے ہی ایک بہت بڑی باولی بنی ہے اور اس کے برابر ہی باولی کے نمونہ کے دو خفیہ زینہ نیچے جنگل میں جانے کے لئے بنے ہیں۔ ان کے اندر تپلے مگر خوبصورت دالان بنے ہوئے ہیں۔ اور نیچے بہت مضبوط کواڑوں کا پھاٹک جنگل کی طرف لگا ہے، یہ راستہ بہت گہرے اور انکا زینہ بہت طویل ہے ان میں سے ایک پر دو لوہے کے گارڈر پڑے ہیں، ان میں چرخی لگی تھی۔ اور پلٹن کے زمانہ میں قلعہ کی تمام غلاظت وغیرہ چرخی کے ذریعہ سے نیچے اتار دی جاتی تھی۔ وہاں سے مہتر جنگل میں لیجاتے تھے،

یہ قلعے کی پشت کا حصہ ہے یہاں اس پہاڑ میں بالکل ڈھال نہیں ہے اور باہر کی زمین سے قلعہ کے کنگرے تک پہاڑ یکساں دیوار کی طرح تراشا گیا ہے۔ اس دیوار پر سے میلوں تک جنگل میدان اور پہاڑیاں نظر آتی ہیں جو بہت اچھا معلوم ہوتا ہے،

اسی حصہ میں نیچے جنگل میں خفیہ زینہ کی حفاظت کے لئے یا کسی اور ضرورت سے کوئی حصار بنا تھا کیونکہ کچھ دیوار کے نشان اور دو تین ستون اب نظر آتے ہیں،

اس سے کچھ فاصلہ پر پلٹن کی بہت سی بارکیں گمہ اینٹ کی بنی ہوئی ہیں، چھتیں ان سب کی غائب ہو چکی ہیں۔ صرف دیوار اور محرابیں کھڑی ہیں، قلعہ کا یہ تیسرا حصہ بہت بڑا ہے۔ شاہی زمانہ میں اس پہاڑی پر قلعہ میں کئی باغ نہریں اور تالاب وغیرہ تھے۔ آج کل بھی تالاب یا جھیلیں باقی ہیں۔ یہ قلعہ کے بیچ میں پہاڑ کاٹ کر بنائے گئے ہیں، اور اس تمام قلعہ کا ڈھال چاروں طرف سے اسی کی طرف ہے اس لئے یہ ہمیشہ پانی سے

بھرے رہتے ہیں ان کا پانی بند وغیرہ بنا کر کئی حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اور ان سے کئی نہریں نکالی ہیں اور گھاٹ وغیرہ بنے ہوئے ہیں،

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان تالابوں کے کنارے پہاڑ کے اونچے حصہ میں محلات وغیرہ بنے تھے۔ اور پائیں باغ وغیرہ تھے۔ کیونکہ ان کے کناروں پر چاروں طرف ملبے کے ٹیلے پڑے ہیں جن کے سرخ و سیاہ پتھر کے ستون اور محرابوں کے حصوں پر بہت خوبصورت نقش و نگار بنے ہوئے ہیں۔ اور پلاسٹر کے ٹکڑوں میں نفیس رنگین کام ابھی تک چمکتا ہے،

تالاب کے کنارے کی سڑک پر ایک کنواں بنا ہوا ہے جسکا منہ اوپر سے بہت چھوٹا چوکور بنا ہے۔ یہ بالکل راستہ میں زمین کے برابر ہی ہے۔ مگر اندر سے بہت بڑا اور بہت گہرا ہے۔ اور اس میں اندر ڈاٹ کے بہت بڑے دروازہ بنے ہوئے ہیں۔ اس کا پانی بھی بہت خوش ذائقہ ہے۔ اس قلعے کے تینوں درجوں کی دیواریں زیادہ تر پہاڑ کو تراش کر ہی بنائی گئیں ہیں۔ صرف بعض جگہ دیوار کو یکساں اونچا کرنے یا کنگرے وغیرہ بنانے کے لئے بڑی بڑی پتھر کی سلیں اور چونہ استعمال کیا گیا ہے

قلعہ اور شہر دونوں جگہ پانی بہت عمدہ اور بہت کثرت سے ہے کئی کنوئیں اور باؤلیاں وغیرہ ہیں، حالانکہ اس کے اطراف اور چاندنی اسٹیشن تک کا پانی بیحد خراب اور مضر صحت ہے۔ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ سات سو برس قبل جبکہ آج کل کی سی آسانیاں اور مشین وغیرہ کچھ بھی نہیں کیسے اتنا اونچا پہاڑ کاغذ کی طرح کاٹا گیا ہوگا اور وہ کونسا خاندیسی فرہاد تھا جو اس کی اونچی سے اونچی چوٹی پر یہ جوئے شیر نکال لایا۔ اور اسکو ایسے عمدہ پانی کا ذخیرہ کہاں سے مل گیا۔ پلٹن کے جانے کے بعد اس قلعہ کی عمارت برہانپور کے ایک کارخانے کے ہاتھ فروخت کر دی گئی۔ اور جس قدر کام کے قابل ملبہ پتھر وغیرہ مل سکا کارخانے والے مسجد کی پشت کی طرف مشین لگا کر کھود کر لے گئے۔ اور جو کچھ اسکی ویرانی کسر تھی وہ کارخانے والوں نے پوری کر دی۔ خوبصورت ایوان و کوشکوں کی جگہ اب یہاں جا بجا پتھر اور چونے کے ڈھیر پڑے ہیں۔ اور فاروقی سلطنت کی شان و شوکت اور اسکی بچی کچی ویران نشانیاں یہاں کے مسلمانوں کی غفلت و جہالت کی وجہ سے بالکل نیست و نابود ہو گئیں۔

صبح ۸ بجے سے دوپہر تک میں اس سات سو برس کے پرانے اسلامی عظمت و سطوت کے مدفن کو دیکھتی رہی اور اس سرزمین کو جس کی دشوار گزار گھاٹیاں اور جنگل مسلمانوں کی بہادری و شجاعت کے آجتک گواہ ہیں اور جس کا ذرہ ذرہ ان کے خون سے رنگین ہے۔ اور دن کو ۲ بجے" بوم نوبت می زند برگنبد افراسیاب" پڑھتی ہوئی قلعے سے اتر آئی،

موضع آسیر اب رعیت واڑی موضع ہے اور ایک ٹھاکر کے سپرد ہے۔ اور یہاں کی کل اچھی زمین انہی کے قبضہ میں ہے مسلمان بالکل مفلس ہیں اور محنت و مزدوری پر ان کی فاقہ شکنی منحصر ہے، مبلی سڑک برہانپور سے آسیر تک نہیں تھی۔ اب آج کل بن رہی ہے۔ اس سڑک کے بنجانے کے بعد یقین ہے کہ یہ ویرانہ پھر آباد ہوجائیگا۔ کیونکہ یہ ہندوستان کی کئی قوموں کی تاریخی جگہ ہے۔ اور سیاح بہت کثرت سے یہاں آتے ہیں۔ دوسرے برہانپور کی خراب آب وہوا اور گنجان بستی ہونے کی وجہ سے سڑک بننے کے بعد موٹر کے ذریعہ یہاں آنا بہت آسان ہوجائیگا، اور برہانپور سے لوگ کثرت سے یہاں سیر و تفریح کے لئے آئیں گے تیسرے یہاں کی زمین باغات کے لئے بہت عمدہ ہے۔ اور خاصکر شریفے اور سنترے بہت عمدہ ہوتے ہیں مسلمانوں کی وہ لاکھوں روپے کی جائداد جس کی قیمت آج کچھ بھی نہیں۔ کل ہزار ہا روپے کی آمدنی کی ہوجائیگی دوسری قومیں وقت کی منتظر اور اپنے انتظام میں مصروف ہیں لیکن مسلمانوں کو اپنے ناکارہ مشاغل سے اتنی فرصت کہاں کہ زمانہ کا رخ پہچانکر اپنے فلاح و بہبود کے وسائل تلاش کریں

تیرا نکے بچوں کو نہیں ٹکڑا گدائی کا   لحد میں سو رہے ہیں جو شہ ہندوستاں ہوکر

بیگم سید مظفر حسین جعفری

بیوی

بتھل کے ایک سبزہ زار میں ہزاروں بکریوں کا مالک "آباد" بستا تھا۔ موسم گرما تھا اور اسکی بیوی اپنی خوبصورت ہٹ میں مصروف خواب تھی۔ اس نے خواب دیکھا کہ "آباد" اسے یوں مخاطب کر رہا ہے" جلدی سے اٹھو میں نے اک سو بکریاں سوداگراں سیگ کے ہاتھ فروخت کی تھیں اور ۱/۲ حصہ رقم ان کے ذمہ واجب الادا ہے میں تھک کے چور ہوچکا ہوں اور دنیا میں ایماندار قاصدوں کی کمی ہے اسلئے اے جان شوہر جا اور اپنے ۳۰ چاندی کی شکلیں لے آ۔"

آباد کی بیوی نے یہ خاموشی سے سنا۔ راستے کی تکالیف اور چوروں ڈاکوؤں کا اس نے خیال نہ کیا اور جواب دیا" میرے مالک میں تیری لونڈی ہوں" اس نے لبادہ جسم پر ڈالا اور چل کھڑی ہوئی راستے میں سنگلاخ زمین اور نکیلے پتھروں سے اسکے پیر زخمی ہوگئے۔ اسکی آنکھیں ڈبڈبا آئیں کیونکہ درد ناقابل برداشت تھا۔ اس پر بھی تمام دن وہ چلتی رہی اور رات کو بھی سفر جاری رکھا اسنے حکم کی تعمیل میں بھیانک رات اور ڈراونے آوازوں کی پرواہ نہ کی، یکایک ایک چیخ کیسا تھ اس پر حملہ ہوا اور کسی نے اسکے منہ کو مضبوط پکڑ لیا۔ لبادہ کو چاک کیا اور فرار ہونے سے پہلے اس نے خنجر کا ایک بھرپور وار اس کے منہ پر کیا اور چلتا ہوا" آباد کی بیوی نے ایک چیخ ماری اور وہ اپنی ہٹ میں بیدار تھی" آباد" سامنے کھڑا تھا اس نے اپنی بیوی سے کہا" پیاری جلدی سے اٹھو، میں نے بکریاں سوداگران سیگھر کے ہاتھ فروخت کیں تھیں اور ۱/۲ حصہ رقم ان کے ذمے واجب الادا ہے۔ راستہ طویل ہے اور میں تھک کے چور ہوچکا ہوں، دنیا میں ایماندار قاصدوں کی کمی ہے اسلئے اے جان شوہر جا اور اپنی ۳۰ شکلیں لے آ"

آباد کی بیوی چپ کھڑی سنتی رہی اور جواب دیا کہ" لے میرے آقا میں تیار ہوں"۔ اس نے اپنے بچوں کو پکارا۔ چھوٹے کو پیار کیا بڑے کے سر پر دست شفقت پھیرا۔ لبادہ لپیٹ روانہ ہوگئی   (ترجمہ از فرانسیسی)   ع خریدار نمبر ۲۷

برسات اور تنہائی

(از مولوی محمد حسین صاحب محوی، صدیقی لکچرار مدراس یونیورسٹی)

(ایک خاتون کے جذبات موسم برشگال اور اپنے شوہر کی یاد میں)

برکھا کی رت ہے، ہر سو اک جنت نظر ہے　　ہر دل سرور آگیں، ہر شے جنوں اثر ہے
یہ خوشگوار موسم، یہ دلپذیر رم جھم　　دنیا غریق مستی ہے اور کس قدر ہے
غل کر رہا ہے پپیہا اور کوکتی ہے کویل　　ڈالی ہے ایک ہلچل، ہر ایک بے خبر ہے
آیا ہے گھر کے بادل۔ اوڑھے سیاہ کمل　　بھر دیگا دم میں جل تھل، عالم یہی اگر ہے
بجلی کا وہ چمکنا، بادل کا یہ گرجنا　　اور مینہ کا یہ برسنا جان دل و جگر ہے
یہ کالے کالے بادل، یہ سبز سبز جنگل　　جنگل میں بھی ہے منگل، ہر چیز کیف اثر ہے
پھیلی ہے کیا اندھیری، کیسی گھٹا ہے چھائی　　گویا کہ رات آئی، حالانکہ دوپہر ہے
سبزے پہ ڈالیوں پر، پھولوں پہ، پتیوں پر　　ہر ایک بوند گویا اک خوش نما گہر ہے
گل کی قبا مسکنا، بلبل کا وہ چہکنا　　چڑیوں کا وہ پھدکنا کیسا عجیب تر ہے
اے برشگال دیکھا یہ فیض عام تیرا　　شاداب ہر چمن ہے، سرسبز ہر شجر ہے
غنچوں کا مسکرانا پھولوں کا کھل کھلانا　　سبزے کا لہلہانا کیا جاذب نظر ہے
جذبات آفریں ہے نظارہ ہر کہیں کا　　ہوتا ہے جوش پیدا پڑتی نظر جدھر ہے
شاخوں کا یہ لچکنا، بوندوں کا یہ ٹپکنا　　سبزے کا یہ لہکنا پر کیف کس قدر ہے
کیا چہچہا رہی ہیں چڑیاں چمن کی ہر سو　　صیاد کا نہ کھٹکا، گلچیں کا نہ ڈر ہے
باغوں میں جاکے دیکھو فطرت کا فیض جاری　　ہر شاخ گل بکف ہے، ہر نخل بار ور ہے
چھایا ہوا ہے گویا نشہ سا ہر کسی پر　　ہر نغمہ ریز گلشن مدہوش و بے خبر ہے
دریا بھرے ہیں جل تھل موجیں رواں دواں ہیں　　درپیش ان کو گویا کوئی بڑا سفر ہے
برکھا کی رات آئی، تاریکیاں ہیں چھائی　　تارے رہے نہ روشن، تاباں اب قمر ہے

موجوں کا یہ اچھلنا چشموں کا یہ اُبلنا — پانی کا بہہ نکلنا کتنا عجیب تر ہے
گایا نشاط آگیں ہے کائنات ساری — اک کیف بیخودی سا ہر شے میں جلوہ گر ہے
دیتا ہے درس مستی سبزہ تل ودمن کا — جوش نمو کی سب میں اک روح مستتر ہے
گلشن کا پتہ پتہ، گیتی کا ذرہ ذرہ — اس بارش کرم سے اسوقت تر بتر ہے
دن ہیں مسرتوں کے راتیں ہیں عشرتوں کی — باتیں محبتوں کی، ہر دل شگفتہ تر ہے
شادابیاں ہیں ہرجا، رنگینیاں ہیں ہرسو — ہر شے طرب فزا ہے قصہ یہ مختصر ہے

(۲)

لیکن شگفتگی سے محروم ہوں فقط میں — افسردہ دل ہے میرا اور آہ کس قدر ہے
اک میں فسردہ دل ہوں خاموش اور تنہا — آباد سارے گھر ہیں، دل شاد ہر بشر ہے
میرا ہی دل ہے جو میں یہ دکھ اٹھا رہی ہوں — تنہائی اک بلا ہے دنیا کو کیا خبر ہے
میری سہیلیاں بھی مجھ سے کنارہ کش ہیں — عالم ہے ایک ہو کا پڑتی نظر جدہر ہے
تنہائیوں کا اپنی شکوہ کروں تو کس سے — تھی جن سے کچھ توقع مجھ سے انہیں حذر ہے
برسات کی یہ راتیں میں کس طرح سے کاٹوں — کوئی نہ مونس غم، کوئی نہ چارہ گر ہے
میں صبر کرلوں لیکن یہ دل جگر بھی مانیں — بیتاب ایک ادہر ہے، بےچین ایک ادہر ہے
برسا رہی ہے دل کو، تڑپا رہی ہے مجھکو — کوکو ہے کوئلوں کی یا کوئی نیشتر ہے
طوفان غم ہے مجھ کو سیر بہار گلشن — موج ہوائے گل بھی میرے لئے بھنور ہے
جی چاہتا ہے، گھر سے صحرا کو بھاگ جاؤں — کیا ہولناک شب ہے، کیا غم فزا سحر ہے
کوئی نہیں شریک تنہائی جنوں زا — یہ عالم حضر ہے یا حالت سفر ہے
آتا ہے مجھ کو رونا اِس کی اُداسیوں پہ — سنسان کوئی بن ہے یا رب کہ میرا گھر ہے
پھر کیوں نہیں دلاتے اس سے نجات مجھ کو — تنہائیوں کی میری "ان" کو خبر اگر ہے
کیا پوچھتی ہے مجھ سے اے میری غم نصیبی! — اب تو جہاں میں میرا کوئی نہ گھر نہ در ہے
حالت کسے بتاؤں اپنے غم دروں کی — بالین بیکسی ہے، سودا زدہ یہ سر ہے
رات اور دن ہیں جاری آنکھوں سے اشک خونیں — دل یا جگر میں کوئی زخم کہن مگر ہے

ہوتی ہے اک تپک سی آتا ہے آنکھ تک جب
ہر اشکِ گرم میرا شعلہ ہے یا شرر ہے

کیا کچھ گزر رہی ہے دل پر کبھی نہ پوچھا
اور خندہ زن زمانہ میرے سکوت پر ہے

آتا ہو رحم شاید کچھ اس کو درد دل پر
یہ چاند آسماں پر ہر شب جو جلوہ گر ہے

ہے شاد ساری دنیا، میں نامراد تنہا
اے نخلِ زندگانی تیرا یہی ثمر ہے

گزرے حیات جب یوں اندوہ بیکسی میں
آخر یہ میرا جینا پھر کس امید پر ہے

تنہائیوں نے کھویا سب لطف زندگانی
یہ کنجِ عافیت ہے، یا گوشۂ سقر ہے

یہ سوچ کر بھی دل کو صبر و سکوں نہ آیا
وہ زندگی ہی کیا جو مرنے پہ منحصر ہے

آ آ کے یاد اُن کی کرتی ہے اور مضطر
اے شامِ ہجر اس سے کیا صورت مفر ہے

اے کاش "میں" ہوں، "وہ" ہوں اک گوشۂ سکوں ہو
دنیائے عیش میری بس اتنی مختصر ہے

عصمتی دسترخوان کا دوسرا حصہ مشرقی مغربی کھانے

جس کا عالم النسواں کو دو سال سے انتظار تھا چھپکر تیار ہے۔

اسکی بھی تمام ترکیبیں تجربہ کے بعد لکھی گئی ہیں اور صرف وہ درج کی گئی ہیں جو عصمتی دسترخوان میں نہیں ہیں، عصمتی دسترخوان حصہ اول میں سادے اور ترکاری کے سالن ۳۰ اور سلونے میٹھے چاولوں کی ۲۰ ترکیبیں ہیں لیکن مشرقی مغربی کھانے میں سادے و ترکاری کے سالن کی ۴۰ نئی ترکیبیں ہیں اور مختلف قسم کی بریانی پلاؤ کھچڑی متنجن مزعفر زردہ وغیرہ کی ۲۸ نئی ترکیبیں ہیں اس طرح اور بہت سے کھانوں کی ترکیبیں اس کتاب میں زیادہ ہیں۔ ایرانی عربی ترکی شامی۔ جرمنی انگریزی فرانسیسی جاپانی کھانوں کی کافی ترکیبیں ہیں،
ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں کھانے پکانے کے سلسلہ میں نہایت ہی کارآمد نہایت ہی مفید قریباً صفحوں کے گراں بہا مضامین ہیں جن کا ہر خاتون کی نظر سے گذرنا اشد ضروری ہے، چند عنوانات یہ ہیں،

علم غذا کے متعلق ایک یورپین خاتون کا مفصل مضمون			کھانے کے اصول	[illegible]
باورچی خانہ کیسا ہو	اناج کا صندوق	نعمت خانے	پکانے کے اصول	
کچی سبزی	کھانے کا کمرہ	سبز ترکاریوں کے خواص	پھلوں کے فائدے	
کون سے کھانے ساتھ کھانے نقصان ہیں		کونسی غذا کتنی دیر میں ہضم ہوتی ہے۔		
جرمنی باورچی خانہ	جاپانی باورچی خانہ	ایرانی دعوت	آداب طعام	

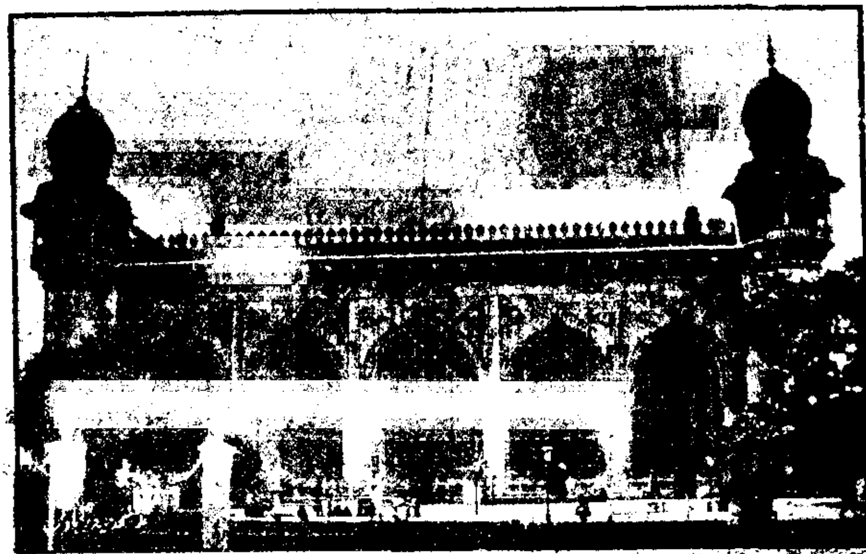
کتاب مشرقی مغربی کھانے اکثر اعتبار سے عصمتی دسترخوان سے بھی بڑھ گئی ہے
قیمت دو روپیہ۔

منیجر عصمت دہلی



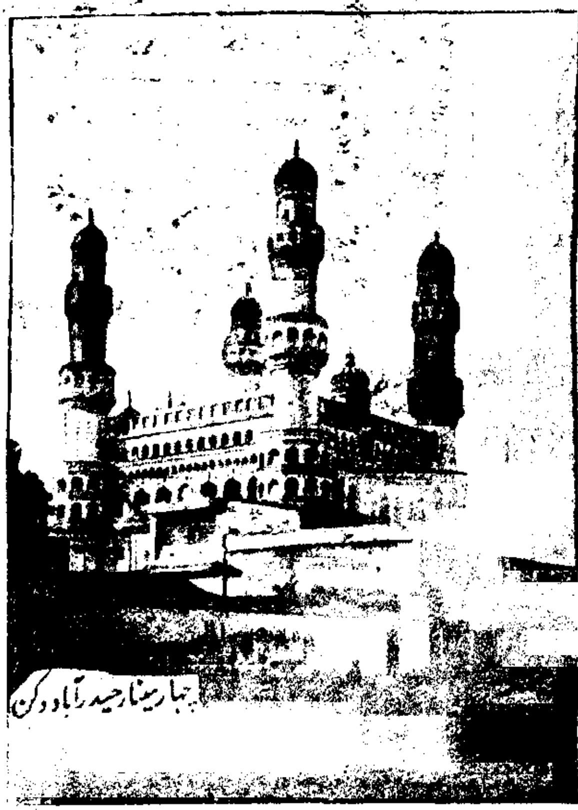
[illegible] Art Press Delhi

ISMAT
DELHI.
Annual
Number
1932



مکہ مسجد
حیدرآباد
دکن





چار مینار حیدرآباد دکن

مختلف قسم کے درد

سراور کان کا درد اگر اکثر ہوتا ہو تو اسے دماغی کمزوری سمجھنا چاہئے اور اسے رفع کرنے کے لئے کوئی مقوی دماغ حریرہ یا حلوا استعمال کرنا چاہئے۔ ایک تیل کا نسخہ بھی میرے تجربے میں بہت مفید ثابت ہوا ہے روغن بادام۔ روغن کاہو۔ روغن کدو، روغن چنبیلی یہ سب ہموزن ملالیں اور تھوڑا تھوڑا روز سر میں ڈالا کریں روغن بادام خاص طور پر دیکھ بھال کر تازہ عمدہ لینا چاہئے۔ مکٹ جانے کے بعد اس کا اثر بالکل جاتا رہتا ہے طبی علاج میں بنفشہ اور مچکن کے پھول برابر برابر لیکر ان کا سہتا سہتا لیپ بہت تسکین دیتا ہے بعض وقت آٹا اور نمک گھول کر ذرا گرم کرکے لیپ کیا جائے تو اس سے بھی فائدہ ہوتا ہے۔ بڑی الائچی کے چھلکے بھی مفید ہیں۔ اگر نزلہ کی وجہ سے ہو تو چھینکیں لینے سے آرام مل جاتا ہے

کان کا درد

روغن بابونہ ڈالنے اور پچکاری سے دھونے سے جاتا رہتا ہے۔ اگر پھنسی ہو تو نیم کی پتیاں جوش کرکے ان کے پانی سے دھونا چاہئے۔ یا آدھ سیر گرم پانی میں آدھا چمچہ (چائے کا) بورک ایسڈ ملا کر اس سے دھوئیں اور کاربولک آئل کان میں ڈالیں۔ چار پانچ دن میں اچھی ہوجائیگی

پیٹ کا درد

پیٹ کے ریاحی درد کو بھوسی میں تھوڑا سا نمک اور ریتا کو ملاکر سینکنے سے فائدہ ہوجاتا ہے اگر بدہضمی کا ہو تو چھٹانک چھٹانک بھر عرق پودینہ و گلاب و بادیان اور دو تولہ سکنجبین ملاکر جاڑا ہو تو گرم اور گرمی ہو تو برف میں ٹھنڈا کرکے پی لیں (یونانی دواؤں میں برف نہیں ڈالی جاتی بلکہ برف کے ٹکڑے کرکے ایک برتن میں تھوڑے پانی کے ساتھ ڈال کر اس میں دوا کا برتن رکھ دیتے ہیں۔ اور اسے برف میں ٹھنڈا کرنا کہتے ہیں) یہ دوا بدہضمی کے دستوں اور ہیضے کو بھی فائدہ کرتی ہے۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ ایک ہی دفعہ میں پی لیجائے اگر دل نہ چاہے تو دو تین دفعہ تھوڑی تھوڑی کرکے پی سکتے ہیں۔ پیٹھ کمر اور شانوں وغیرہ کے درد میں روغن بادام ملنا اور سینکنا بہت مفید ہوتا ہے۔ میٹھے تیل (یعنی تل کا تیل) میں ذرا سا کافور ملاکر اور کڑوے یعنی سرسوں کے تیل میں افیم جلا کر اس کی مالش بھی کیجاتی ہے، اور بہت فائدہ کرتی ہے اور یہ بھی مجرب ہے کہ کھوپرا، السی اور ارنڈی کے بیج ہموزن لیکر کوٹ لیں اور اس کی دو پوٹلیاں بنا کر ان سے سینکیں (پوٹلی سے سینکنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک طشتری یا توا آگ پر رکھ دیتے ہیں اور اس پر ڈھیلی ڈھالی سی پوٹلی باندھ کر رکھ دیتے ہیں۔ جب وہ گرم ہو جاتی ہے تو اس سے سینکتے ہیں) لیکن چکنی چیز زیادہ گرم ہو تو بہت تکلیف دیتی ہے۔ اسلئے سینکنے والے کو اپنے ہاتھ کی پشت پر رکھ کر دیکھ لینا چاہئے

سینے اور پسلی کے درد میں لوبان کی سینک بہت مفید ہوتی ہے، یعنی بھوسی میں نمک کے ساتھ لوبان بھی پیس کر ملالیں اور اس کی بھی پوٹلی بنا کر سینکیں۔ یا آگ پر زیادہ سا لوبان ڈالکر اس کے دھوئیں پر روئی کو گرم کریں اس سے سینکیں۔ معمولی درد میں اس طرح روئی یا پوٹلی سے سینکنے سے فائدہ ہوجاتا ہے لیکن جب درد سردی کا ہو یا ہوا زیادہ آتی ہو تو ان چیزوں کے بار بار دسلنے بدلنے میں ہوا لگنے کا ڈر ہوتا ہے، اور اس طرح کی سینک سے آرام بھی نہیں ملتا، ایسی حالت میں گرم پانی بھری ہوئی بوتل یا اینٹ سے سینکنا بہت مفید ہوتا ہے۔ بوتل کی سینک میں ڈاٹ خوب مضبوط کرکے لگائیں ورنہ کھل جانے پر سخت تکلیف کا اندیشہ ہے۔ اینٹ کی سینک اس کے مقابلہ میں زیادہ بے ضرر ہے۔ ایک پتلی سی اینٹ لیکر جسے لکھوری اینٹ کہتے ہیں چولہے میں ڈال دیں۔ تھوڑی دیر میں وہ انگارے کی طرح دہکنے لگے گی۔ اس وقت اس کو دست پنہ سے باہر نکال کر تھوڑے پانی کے چھینٹے دیں۔ اور بھاپ نکل جانے کے بعد دو تین کپڑوں میں لپیٹ کر اس سے سینکیں اور جب گرمی کم ہوجائے تو اوپر کا کپڑا الگ کردیں اس طرح ایک دفعہ کی گرم کی ہوئی اینٹ تقریباً گھنٹے پون گھنٹے کام دیتی ہے۔ ڈاکٹری علاج میں عموماً تر سینک بتائی جاتی ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ پوست کے ڈوڈے پانی میں جوش کرکے یا کھولتے ہوئے پانی میں بورک ایسڈ ملا کر اس میں فلالین کے ٹکڑے ڈال دیئے جائیں۔ پھر ایک سینی میں تولیہ یا اور کوئی موٹا کپڑا بچھا کر اس پر بھیگی ہوئی فلالین رکھیں اور اس کے سرے پکڑ کر خوب بل دے کر نچوڑ ڈالیں۔ پھر فلالین نکال کر پھیلا کر درد پر رکھیں۔ اور اس پر کچھ اوڑھا دیں کہ ذرا دیر تک گرم رہے۔ اس میں بہت پھرتی سے کام کرنا چاہیئے کہ سینک کے پھاہے جلد جلد بدلے جائیں کیونکہ فوراً ہی ٹھنڈے ہوتے ہیں۔ پانی برابر ہلکی سی آگ پر رکھا رہے کہ ٹھنڈا نہ ہو۔ یہ سینک نازک سے نازک جگہ کی جاتی ہے اور بڑی تسکین دہ ہوتی ہے۔ دکھتی ہوئی آنکھوں پر۔ گوہانجنی پر، ڈاڑھ کے درد اور ورم پر۔ منہ بند پھوڑے اور موچ پر۔ اگر پیٹ میں ابھار کے ساتھ درد ہو تو پوست کے ڈوڈوں یا صرف گرم پانی سے سینک دیا جائے اور جب فلالین نچوڑ کر اینٹ پر رکھنے لگیں تو اس پر دس پندرہ قطرے تارپین کا تیل چھڑک دیں گٹھیا کے اور چوٹ کے درد کو بیگن کی ٹکور بھی فائدہ کرتی ہے۔ یہ اس طرح ہوتی ہے کہ بیگن کے دو ٹکڑے کرکے اس کے کٹے ہوئے رخ پر پسا ہوا نمک لگائیں۔ اور آگ پر کوئی برتن رکھکر اس پر گرم کریں پھر اس سے درد کو سینکیں

دکھتی ہوئی آنکھوں میں اگر کھٹک زیادہ ہو اور کسی طرح چین نہ آئے تو افیم اور زعفران برابر لیکر پیسیں، اور گرم کرکے آنکھوں پر لیپ کریں فوراً آرام ملتا ہے۔ گرمی کی لودہ پٹھانی پیس کر اس کی دو پوٹلیاں چھالیہ کے برابر کی بنائیں۔ اور ایک مٹی کے پیالہ میں پانی بھر کر اس میں چھوٹی الائچی کے برابر کافور ڈالیں۔ پھر یہ پوٹلیاں اس میں بھگو کر آنکھوں پر پھیریں۔ بہت آرام ملتا ہے۔

داڑھ کا درد عقر قرحا اور کالی مرچ پیس کر لگانے سے جاتا رہتا ہے، بعض وقت پھٹکری کے پانی سے کلی کرنا بھی مفید ہوتا ہے۔ اگر اکثر داڑھ کے درد کی شکایت رہتی ہو تو بہتر یہ ہے کہ اسکو نکلوا دیں ورنہ اس کا خراب اثر دوسرے دانتوں پر بھی شروع ہو جاتا ہے۔ ایک نسخہ جو اکثر یورپ والے استعمال کرتے ہیں مجھے بہت مفید معلوم ہوا، وہ یہ کہ تھوڑی سی رومی مصطگی پیس کر اس میں کڑوا تیل ملائیں کہ لئی کے مانند ہو جائے، اس میں ذرا سا نمک بھی ملالیں اور رات کو سوتے وقت دانتوں پر مل لیا کریں۔ اس میں یہ احتیاط ہوتی ہے کہ پھر پانی نہ لگے، اس کی برداشت ذرا مشکل ہوتی ہے ورنہ یہ ہے بہت اچھی چیز۔ دانتوں کی گئی ہوئی آب دوبارہ آجاتی ہے۔ اور خوب مضبوط ہو جاتے ہیں۔ گوشت خورہ یا پائیریا (یعنی دانت مسوڑھوں کو چھوڑ دیں) میں اس بات کی احتیاط کرنی چاہیے کہ باسی گوشت نہ کھایا جائے وہ خصوصیت سے اس مرض میں مضر ہے۔ ذیل کے دو نسخے اس کے لئے اکسیر ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہڑ، بہیڑہ، آنولہ اور چھالیہ چاروں چیزیں ہموزن لیکر ایک مٹی کی ہنڈیا میں رکھیں۔ مگر آدھی ہنڈیا سے زیادہ نہ بھریں، ورنہ جب پھول کر زور کرینگے تو ہنڈیا ٹوٹ جائیگی، پھر چپنی رکھکر خوب مٹی سے لیپ کر بند کردیں اور سکھالیں۔ پھر پانچسو اپلوں میں اس ہنڈیا کو دفن کرکے آگ لگادیں، جب سب جل کر راکھ ہو جائیں تو رات بھر اسی طرح رہنے دیں صبح نکالیں اور کھول کر دیکھیں۔ اگر چھالیہ وغیرہ سب خوب پھول پھول کر بڑی ہو گئی ہو اور جل گئی ہو تو پیس لیں۔ ورنہ پھر اسی طرح بند کرکے دو تین سو اپلوں کی اور آنچ دیدیں پھر دوسرے روز نکال کر پیسیں اور روز لگالیا کریں۔ دانتوں کا ہلنا۔ گوشت خورہ، پانی لگنا۔ غرض پائیریا کی سب قسموں کو مفید ہے۔ دوسرا نسخہ اتنے بکھیڑے کا تو نہیں لیکن پھر بھی کافی سخت چیزیں ہیں اور تیار کرنا مشکل ہوتا ہے۔ مگر ہے بہت مفید اور خاصکر دانتوں میں پانی لگنے کو۔ ہڑ۔ بہیڑہ۔ آنولہ۔ سونٹھ، نمک سیاہ۔ مرچ سیاہ۔ پیپل سب چیزیں دو دو تولہ۔ مازو سبز اور تینگ (لقم) پانچ پانچ تولہ کوٹ پیس کر ملالیں۔ ایک اور سب سے آسان اور فائدہ مند منجن یہ ہے کہ تنباکو کے پتے توڑ کر کڑھائی میں رکھکر جلالیں اور اس سے دانت مانجھا کریں، شروع شروع میں ذرا بو بری معلوم ہوتی ہے پھر خاصی عادت پڑجاتی ہے، یا یہ کریں کہ شروع میں دو چار دن ایسا منجن لگائیں جو بالکل جلا ڈالا گیا ہو، پھر ذرا اس سے کم جلا ہوا۔ اور اس کے بعد ایسا کہ بس ذرا رنگ بدل جائے اسے میں نے خود بھی آزمایا ہے ملتے ہی آرام معلوم دیتا ہے۔ ایک بہن نے بتایا کہ ان کے مسوڑھوں میں پیپ ہو گئی تھی اور اس قدر درد تھا کہ نرم سے نرم روٹی بھی نہیں کھا سکتی تھیں اس کے استعمال سے سب دانت جم گئے، اور اب بفضلہ کوئی تکلیف باقی نہیں۔ ان سب منجنوں میں پانی کا بچاؤ کرنے کی ضرورت نہیں صبح کو منہ دھونے میں استعمال کریں،

اسلاف پرستی

البرامکہ کے مصنف کا لکھا ہوا ایک مضمون نظر سے گذرا واقعی بڑی عمدگی سے انہوں نے اپنے مطلب کو

ادا کیا ہے۔ اور چونکہ توجہ کے قابل عبارت ہے اس لئے پیش کرتی ہوں، آپ فرماتے ہیں "تیس سال پیشتر آنریبل سر سید احمد خاں بہادر نے المامون مصنفہ علامہ شبلی نعمانی کے دیباچہ کو مندرجہ ذیل مقولہ سے شروع کیا تھا" یہ نہایت سچا مقولہ ہے کہ وہ قوم نہایت بدنصیب ہے جو اپنے بزرگوں کے ان کارناموں کو جو یاد رکھنے کے قابل ہیں بھلا دے یا ان کو نہ جانے۔ بزرگوں کے قابل یادگار کاموں کو یاد رکھنا اچھا اور برا دونوں طرح کا پھل دیتا ہے،۔ اگر خود کچھ نہ ہوں اور کچھ نہ کریں صرف بزرگوں کے کارناموں پر شیخی کیا کرتے ہیں تو استخوان جد فروشی کے سوا کچھ نہیں۔ اور اپنے میں بھی ویسے ہونے کی تمنا ہے تو پھر وہ اصرات ہے،

مقولہ مذکورہ بالا کی تائید میں ایک اور بزرگ قوم کا یہ ارشاد ہے،، ہم مسلمانوں میں آج کل ایک نیا مرض لاحق ہو گیا ہے جس کو اسلاف پرستی کہتے ہیں اکثر ہمارے انگریزی داں نوجوان اس میں بکثرت مبتلا ہیں اور اسی مرض کے اشاعت کے بانی دو چار یورپین مورخ ہیں۔ مگر زیادہ تر ہمارے ہی گروہ کے بعضے بزرگ ہیں جنہوں نے یہ آفت برپا کر دی ہے جیسے کہ کوئی مسلمانوں کی علمی دولت کو شمار کرتا ہے، کوئی تمدنی خوبیاں گناتا ہے۔ کوئی ہمارے مدارس اور یونیورسٹیوں کی فہرست تیار کرتا ہے۔ کوئی ہمارے یونانی کتابوں کے ترجموں کا حساب دیتا ہے۔ کوئی اندلسی حکومت کا زور دکھاتا ہے۔ کوئی ہارون اور مامون کی شان بیان کرتا ہے"،

اس محسن قوم کے نزدیک یہ سب مسلمانوں کی بیماریاں ہیں۔ مگر جب ناصح مشفق دیکھتا ہے کہ قوم میں یہ مرض بڑھ رہا ہے، اور کسی کے روکے نہیں رکتا ہے تو خود ہی مہربان طبیب بنکر ازالہ امراض کے لئے یہ نسخہ تجویز کرتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلاف پرستی بہت عمدہ شیوہ ہے۔ مگر اسی حد تک کہ ہم اپنے بزرگوں کی خدمات کی داد دیں اور ان کی عزت کریں۔ اصل طریقہ ان کی بزرگیوں کی داد دینے اور قدر کرنیکا یہ ہے کہ ہم ان کے قدم بہ قدم رکھیں۔ اور ان کی محنت انکی یک رنگی ان کی نفس کشی اور ایثار کی تقلید کریں اور ان کا سا صبر و استقلال ان کا سا انہماک طلب علم میں پیدا کریں اور جس فن کو اختیار کریں اس میں انکی سی نظر تحقیق حاصل کریں۔ نہ یہ کہ ہمارے بزرگ جو کچھ اپنے وقت میں کر گئے ہیں اس پر غرہ کریں اور مثل

زن بیوہ کے ان کے نام پہ بیٹھ رہیں۔ اور ان کی علمی زندگیوں کا تذکرہ دوسروں سے سنکر زمانہ حال کے دولت علم کو حقیر سمجھیں اور اس کے دریافت سے اغماض کریں، اسلاف پرستی کو اپنی جہالت یا کاہلی یا نفس پروری کا بہانہ گرداننا ہرگز جائز نہیں ہے۔ نہ یہ جائز ہو سکتا ہے کہ ان کی بزرگیوں کو ہم یاد کر کے اپنے عیوب سے غافل ہو جائیں۔ اس شخص نے تاریخ پہ کورانہ نظر ڈالی ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اسوقت کے لوگوں میں کوئی عیب نہ تھا اور ہمارا زمانہ بدیوں سے بھرا ہوا ہے۔ یہ ذہن نشین کر لینا بہتر ہے کہ کوئی وقت عیب سے خالی نہیں ہوا کرتا۔ جو نقصانات ہم میں اس وقت کسی قدر مبالغہ کے ساتھ موجود ہیں اس وقت بھی برابر موجود تھے، اور ہماری ناکامی کا تخم بو رہے تھے "من عرف نفسہ فقد عرف ربہ" خدا شناسی کے واسطے اول خود شناسی کی ضرورت ہے، جب تک ہم اپنے عیوب سے واقف نہوں اور ان کو صداقت کے ساتھ تسلیم نہ کرلیں کبھی ہماری حالت میں اصلاح نہیں ہو سکتی مگر بے شک یہ "آخر العلاج الکی" کا حکم رکھتا ہے۔ اس سے تکلیف بہت ہوتی ہے۔ نفس انسانی جو بطبع خوشامد پسند ہے۔ نہ اپنے عیب چینی کے گزند سے چیخ اٹھتا ہے۔ اور ناصح صادق سے ہمیشہ ملول رہتا ہے۔ عین الرضا ہر فرد بشر کو پسند ہے۔ عین السخط کی نقادیوں سے ہر کوئی گھبراتا ہے، کیونکہ

وعین الرضا عن کل عیب کلیلہ ولکن عین السخط تبدی المساویا

خوشنودی کی آنکھ عیب کے دیکھنے سے قاصر ہوتی ہے وہ تو غصہ ہی کی ہے جسکو برائی ہی برائی سوجھتی ہے

ایک شخص ہے کہ عیبوں پر پردہ ڈالتا ہے۔ دوسرا ڈھونڈھ ڈھونڈھ کے نکالتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ عین السخط ہی ہمارا دوست ہے۔ دوسرا جو عیب پوش ہے وہ در اصل ہمارا دشمن ہے والعاقل تکفیہ الاشارہ

زہرہ بیگم فیضی

دنیا کی موجودہ سیاسی پوزیشن

دنیا کی موجودہ سیاسی پوزیشن پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ چین و جاپان کی جنگ. اسلحہ جات جنگ کی کمی کی کانفرنس تاوان جنگ کانفرنس اور حکومت روس کا دوسرا پنجسالہ نظام ایسے مسائل ہیں جنہیں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ جنگ چین و جاپان کی موجودہ حالت کے متعلق کوئی رائے قائم کرنا اسوجہ سے بہت مشکل ہے کہ خبر حاصل کرنے کے جو ذرائع ہیں ان میں ابتری پھیلی ہوئی ہے۔ اور جو خبریں وہاں سے آتی ہیں وہ ایک دوسرے سے اس قدر مختلف ہوتی ہیں کہ ان پر کوئی رائے قائم نہیں کیجا سکتی. لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ چین کی قومی حکومت کو اندرونی امن قائم کرنے اور پھر جاپان کی قومی حکومت کے جارحانہ کارروائیوں کو روکنے میں غیر معمولی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور موجودہ صورت میں وہ ان دونوں پر غالب آنے سے قاصر ہے۔ موجودہ جنگ چین و جاپان کے دو محاذ ہیں، ایک منچوریا اور دوسرا شنگھائی چین میں بالعموم اور منچوریا میں بالخصوص جاپان کے خلاف ایک عام جذبہ پیدا ہو گیا ہے۔ اور چین کی قومی حکومت کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر چند وطن پرستوں نے جاپان کے خلاف عملی کارروائی شروع کر دی لیکن جاپان اسکو گوارا نہیں کر سکتا کہ منچوریا میں جاپان کی تجارت، زراعت اور دوسرے حقوق وسیع پیمانہ پر ہیں جنہیں اس نے چین کی حکومت کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر حاصل کیا تھا وہ اپنے ان حقوق کو اور زیادہ وسیع کرنا چاہتا ہے۔ اور اس میں کسی قسم کی رکاوٹ کو گوارا نہیں کر سکتا، چینی جاپانیوں کو غیر ملکی سمجھکر یہ گوارا نہیں کر سکتے ہیں کہ منچوریا جو ان کا خاص ملک ہے اس قدر اثر پیدا کریں. لہذا دونوں قوموں کے تعلقات بد سے بدتر ہو گئے ہیں لیکن جاپان کی پوزیشن منچوریا میں زیادہ قابل اطمینان اور مضبوط ہے، شنگھائی میں جاپان کو محاذ جنگ اس لئے قائم کرنا پڑا کہ وہ جاپانی رعایا کی چینی حکومت کے نامناسب رویہ سے حفاظت کرے۔ اور اب صورت حال یہ ہے کہ دونوں حکومتیں برسرپیکار ہیں، شنگھائی میں جو کامیابی جاپان کو ہوگی وہ اس کا اثر مسئلہ منچوریا پر ڈالنا چاہتا ہے۔ انجمن اقوام اور دوسری حکومتوں کے لئے یہ مسئلہ غیر معمولی اہمیت حاصل کر چکا ہے اور وہ اس کو حل کرنے میں منہمک ہیں، جاپان کا بیان یہ ہے کہ یہ مسئلہ چین و جاپان کے درمیان میں ہے۔ اور اس میں دوسری حکومتوں کو دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہے اور وہ انجمن اقوام کی کونسل سے قطع تعلق کرنے پر آمادہ ہے کہ انجمن اقوام جاپان کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کے لئے تیار رہے۔ انجمن اقوام کے لئے ہی یہ مسئلہ موت وزیست کا سوال ہے۔ کیونکہ اگر لیگ کی کونسل کوئی مناسب عملی کارروائی کرنے سے قاصر رہی تو اس کے

اثر و قوت پر یہ ایک کاری ضرب ہوگی۔ لیگ کونسل میں حکومت برطانیہ کا جو اثر ہے اس سے کام لینے میں حکومت برطانیہ قاصر نہیں رہی ہے، اور سر جان سائمن وزیر خارجہ نے چین و جاپان دونوں حکومتوں کے پاس ایک اہم قرارداد روانہ کی ہے جو آئندہ شرط صلح کی بنیاد ہو سکتی ہے۔ دوسرا اہم سیاسی مسئلہ جو اس وقت دنیا کے سامنے پیش ہے وہ تخفیف اسلحہ کانفرنس کا انعقاد اور اس کے نتائج ہیں،

یہ معرکۃ الآرا کانفرنس جس کے لئے دنیا ایک عرصہ سے نگاہ بہ راہ تھی۔ دوسری جنوری کو جنیوا میں شروع ہوئی، اس کانفرنس کی کارروائیوں میں ساٹھ مختلف اقوام نے حصہ لیا ہے اور لیگ کے ممبروں کے علاوہ امریکہ روس اور ترکی نے بھی اس میں شرکت کی۔ مسٹر آرتھر ہنڈرسن اس کانفرنس کے صدر ہیں اور یہ عزت انہیں محض اس لئے بخشی گئی کہ امن عالم کے سلسلہ میں انہوں نے نمایاں خدمات انجام دی تھیں، لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ جنیوا میں ساٹھ مختلف اقوام کے نمایندے جمع ہو کر امن عالم کے مسئلہ پر خلوص کے ساتھ غور کر رہے ہوں اور مشرق میں چین و جاپان کے درمیان جنگ کے شعلے بلند ہو رہے ہوں۔ صدر کانفرنس نے اپنی افتتاحی تقریر میں کانفرنس کے مقاصد کو وضاحت سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ کانفرنس کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ کسی ایسے نتیجہ پر پہونچ جائے جس کی بنا پر عملی حیثیت سے ایسا پروگرام تیار کیا جا سکے جس کے ذریعہ تخفیف اسلحہ اور قومی حفاظت کے وسائل کی حد بندی کے مسئلہ پر جلد از جلد تشفی بخش نتائج حاصل کئے جا سکیں، تاکہ رفتہ رفتہ اسلحہ جات کی تخفیف اس حد تک پہونچ جائے جو امن عالم کی ضامن ہو سکے انگلستان اور فرانس کی حکومتوں نے بھی چند اہم صورتیں تخفیف اسلحہ جات کے متعلق پیش کیں۔ فرانس نے لیگ کے زیر نگرانی بین الاقوامی پولیس کے قیام کی تجویز کی نیز ان تمام صورتوں سے قطعی دست برداری جو ایام جنگ میں وحشیانہ طور پر عمل میں لائی جاتی ہیں، مثلاً زہریلی گیس وغیرہ بھی حکومت فرانس کی قرارداد میں شامل ہیں۔ لارڈ سیسل نے بین الاقوامی فیڈریشن آف لیگ آف نیشن سوسائٹیز جس میں ۳۶ ممالک شامل ہیں اور جس کے ممبروں کی تعداد کروڑوں تک پہونچ چکی ہے کی طرف سے اسی طرح کی قرارداد پیش کی ہیں۔ مسٹر ہگولیسن حکومت امریکہ کے نمائندہ کا ریزولیوشن میں ازیں قبیل ایسے ہی شرائط پر مبنی ہے، ڈاکٹر برونِنگ جرمن نمائندہ نے جو بیان دیا ہے اس میں اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ جرمنی اسلحہ جات جنگ کے معاملہ میں پابہ زنجیر کر دیا گیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ دوسری قومیں اسلحہ جات جنگ میں اضافہ کرتی جائیں لہذا امن عالم کے سلسلہ میں نہایت ضروری ہے کہ دوسری قومیں بھی اس مسئلہ پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور عملی طور پر کوئی قدم اٹھائیں۔ کانفرنس نے تخفیف اسلحہ جات کے پیمائش سے غور کرنے کے لئے پانچ مختلف کمیشن قائم کئے ہیں۔ جو فوجی بحری۔ فضائی، مالی اور سیاسی مسائل پر غور کریں گے۔

حکومت روس نے جسکا قیام اقتصادی نقطہ نظر سے عمل میں لایا گیا ہے اور جو اشتراکیت کے اصول کی پابند ہے، ایک پنج سالہ اقتصادی نظام قائم کیا تھا۔ لیکن وہ مدت اب ختم ہو گئی ہے۔ اور اب ایک دوسرے پنج سالہ اقتصادی نظام کی ترتیب کا مسئلہ حکومت روس کے زیر غور ہے، پہلے پنج سالہ نظام میں ایک بڑی خامی یہ تھی کہ کسان اور مزدوروں میں ہمیشہ اختلاف کے ذرائع پیدا ہوتے رہتے تھے اور حکومت روس کے حق میں یہ نہایت خطرناک تھا کیونکہ روس کی غالب آبادی کسانوں پر مبنی ہے روسی کسان حکومت کی اس پالیسی کے خلاف تھے یہ جبیں تھیں جس کے ذریعہ فاضل گیہوں حکومت کسانوں سے وصول کر لیتی تھی۔ اور جو اس حد تک پہونچ گئی تھی کہ حکومت نے کسانوں کی مملوکہ زمین کا ایک غالب حصہ ضبط کر لیا تھا اور سرکاری فارموں کے ذریعہ ان کی کاشت شروع کر دی تھی،

کسان ہرگز اس بات پر تیار نہیں ہیں کہ وہ شہر کی کامل آبادی کے لئے گیہوں پیدا کریں۔ اسٹالن نے پہلے نظام کی اس خامی کو محسوس کر لیا ہے اور دوسرا پنج سالہ نظام اس خامی سے پاک ہوگا کیونکہ یہ حکومت سوویٹ کے قیام کے سلسلہ میں بہت اہم ہے۔ اور اس پر اس کی موت و زندگی کا انحصار ہے۔

شہر بانو

یاد

آج ساری دنیا میں بادِ مراد چل رہی ہے۔ ہر طرف نشاط و کامرانی کی چہل پہل ہے۔ باغ و صحرا اپنے چپہ چپہ سے بہار کا اعلان کر رہے ہیں۔ زمین پر زمردین فرش بچھا ہوا ہے۔ درخت عروسی خلعت پہنے پندار حسن میں مست کھڑے ہیں، گھٹائیں جھوم جھوم کر آتی ہیں۔ برستی ہیں اور کھل جاتی ہیں بجلی رہ رہ کر کوندتی ہے اور کوند کر روپوش ہو جاتی ہے۔ ہوا کا زور ہے بارش کا شور، میں اپنے دریچہ میں بیٹھی سامنے باغ کا سماں دیکھ رہی ہوں، رنگ و بو کی دنیا معمور ہو رہی ہے۔ پتہ پتہ میں زندگی ہے اور ذرہ ذرہ میں نمو کا جوش۔ پھولوں سے ہرا باغ کیف و سرور کی دعوت دے رہا ہے، جوہی اور چنبیلی کی جان نواز مہک روح میں ایک بالیدگی پیدا کر رہی ہے مختصر یہ کہ دنیا میں نشاط اور شگفتگی کا موسم ہے۔ مگر میرے لئے کچھ نہیں، میری افسردہ دلی جہاں تھی وہیں رہی نہیں بلکہ موسم کی ذوق انگیزیوں نے مجھے کچھ اور زیادہ افسردہ اور مضمحل کر رکھا ہے بیں دریچہ سے لگی مینہ کی چھم چھم اور ہوا کی سائیں سائیں سن رہی ہوں لوگ اسے بہار کہتے ہیں، ہوگی مجھے کیا؟ دنیا ہری بھری ہو رہی ہے۔ فضائے کائنات پر مسرت چھائی ہوئی ہے لیکن آہ یہاں تو وہی مرجھائی ہوئی روح ہے۔ اور وہی بے کیف دل۔ نہ بہار کا ہوش۔ نہ خزاں کا احساس۔ بس یہ کنج تنہائی ہے اور میں ہوں اور اے ہمیشہ کے لئے بچھڑ جانیوالے سب سے عزیز دوست تیرے ساتھ گذشتہ زمانہ کی یاد ہے

نورجہاں ناز (بمبئی)

مایہ تفریح

کالجوں میں جتنی خوش فعلیاں ہوتی رہتی ہیں اگر ان کا سرمایہ فراہم کیا جائے تو نہایت ہی دلچسپ ہو۔ بیشتر طلبا فکر معاش سے بلکہ بعض تو امتحان کے فکر سے بھی آزاد ہوتے ہیں۔ انہیں خوش وقتی خوش گپی اور خوش گزاری کے سوا وہاں اور کوئی شغل نہیں رہتا۔ اس کا عملی جوش کبھی کالج کی ڈرامٹنگ کلب میں ظاہر ہوتا ہے، کبھی خاص تقریبوں کے موقع پر، باقی وقت اپنے اور اپنے احباب کے لئے سامان تفریح مہیا کرتے ہیں۔ کالج میں جہاں کہیں کسی صاحب نے کسی خاص صیغہ میں غیر معمولی انہماک کا اظہار کیا (بہ استثناء کرکٹ، ہاکی اور فٹ بال) اور وہ مایہ تفریح بنا۔ اگر کوئی صاحب دھرم کرم کے بڑے پابند ہیں اور پوجا پاٹ کرنے میں منہمک رہتے ہیں۔ بلا ناغہ نمازیں ادا کرتے ہیں تو انہیں مایہ تفریح بننے میں دیر نہیں لگتی اگر کوئی صاحب کتابوں کے عاشق ہیں مطالعہ میں سعی بلیغ کرتے ہیں تو سمجھ لیجیے ان کی تضحیک کے لئے کسی گوشہ میں سازشیں ہو رہی ہیں۔ الغرض کالج میں آزاد منش آزاد اور رو کھلے، دبے آدمیوں کے لئے کوئی وقت نہیں۔ ان سے کوئی مزاحم نہیں ہوتا۔ لیکن ملاؤں پنڈتوں کی وہاں مٹی خراب ہے۔ مہاشے چکودھر الہ آباد کے ایک ممتاز کالج کے طالب علم تھے۔ بی۔ اے، کلاس میں فلسفہ پڑھتے تھے مگر عالم باعمل کے مصداق مزخرفات اور مکروہات سے کوسوں دور بھاگتے تھے۔ قومیت کے نشہ میں مخمور رہتے، ہندو معیار تہذیب کی سادگی اور پاکیزگی پر جان دیتے تھے، نکٹائی کالر واسکٹ وغیرہ سے انہیں دلی نفرت تھی۔ سیدھا سادھا موٹا کرتا پہنتے اور چمرودھے جوتے پر قناعت کرتے۔ روزانہ صبح اٹھکر پوجا پاٹ کرتے اور پیشانی پر چندن کا ٹیکہ بھی لگاتے اور سر گھٹاتے تھے لمبی چوٹی رکھ چھوڑی تھی۔ جو چٹیل میدان کے کسی جھنکاڑ درخت کی طرح نمایاں تھی۔ ان کا دعوی تھا کہ چوٹی رکھنے میں قدیم ہندو رشیوں نے اپنی ہمہ دانی کا روشن ثبوت دیا ہے۔ چوٹی کے راستے جسم کی غیر ضروری اور مضر حرارت خارج ہوتی رہتی ہے، اور مقناطیسی اثرات جسم کے اندر نفوذ کرتے ہیں۔ کھانا ہمیشہ اپنے ہاتھ سے پکا کر کھاتے اور بہت زود ہضم اور سادہ۔ ان کا قول تھا کہ غذا کا اخلاقی نشو و نما پر بہت نمایاں اثر پڑتا ہے۔ غیر قومی چیزوں سے کمال احتراز کرتے، کبھی کرکٹ یا ہاکی کے قریب نہ جاتے۔ انگریزی تہذیب کو عیوب سے پر سمجھتے تھے یہاں تک کہ انگریزی لکھنے اور بولنے میں بھی حتی الامکان تامل کرتے۔ جس کا اثر یہ تھا کہ انکی انگریزی بہت کمزور تھی اور سیدھا سادہ خط بھی مشکل سے لکھ سکتے تھے۔ اگر ان کو کوئی شوق تھا تو پان کا۔ یہ اسکے اوصاف

کے قائل تھے۔ اور سنسکرت اشلوکوں سے اپنے دعوے کی تائید کرتے تھے،
کالج کے بے فکروں کو بھلا اتنا صبر کہاں کہ ایسا شکار دیکھیں اور اس پر نشانہ نہ ماریں، آپس میں سرگوشیاں ہونے لگیں کہ اس موذی کو سیدھے راستہ پر لانا چاہیئے۔ کیسا پنڈت بنا پھرتا ہے۔ کسی کو خیال ہی میں نہیں لاتا۔ اپنے سوا اور سب کو قومیت سے خارج انسانیت سے عاری سمجھتا ہے اس کی ایسی ہٹی پلید کرو کہ سارا قلا موذی پن بھول جائے، حسن اتفاق سے موقع بھی اچھا ملا۔ کالج کھلنے کے تھوڑے ہی دنوں بعد ایک اینگلو انڈین لڑکی فلسفہ کی کلاس میں شریک ہوئی۔ سیب کی مانند شگفتہ رنگ، کھڑا نقشہ اور بہر خوش رنگ پوش۔ بس جماعت کے لڑکوں کو دلبستگی کا سامان ہاتھ آیا۔ سب کی نگاہیں اسی کی طرف لگی رہتی تھیں، مگر جیسا قاعدہ ہے کہ محتاط دل جب کہیں مائل ہو جاتے ہیں تو پھر ان کی کیفیت مطالعہ ہی کے قابل ہوتی ہے اور لڑکے تو گھور گھور کر دیکھتے۔ مگر پنڈت چکردھر نیچی نگاہوں سے دیکھتے بھی جھجکتے تھے کہ کہیں کسی کی نگاہ ان پر نہ پڑ جائے۔ اور اس تلک اور چوٹی پر پھبتیاں نہ کسنے لگیں۔ مگر دائی سے بھلا پیٹ کیا چھپے گا۔ یاروں نے بھی پنڈت جی کی نظر محبت کو تاڑ لیا، منہ مانگی مراد پائی باچھیں کھل گئیں، ان سے دو صاحبوں نے راہ و رسم بڑھانی شروع کی۔ رابطہ اتحاد مضبوط کیا۔ جب سمجھ گئے کہ ان پر ہمارا اعتبار جم گیا اور شکار نشانہ کی زد میں ہے، تو ایک روز دونوں نے بیٹھ کر لڑکیوں کے انداز میں پنڈت جی کے نام یہ خط لکھا۔

مائی ڈیر چکردھر، بہت دنوں سے ارادہ کر رہی ہوں کہ آپ کو خط لکھوں، پر اس خوف سے کہ آپ مجھے دل میں بیباک سمجھیں گے۔ اب تک ضبط کرتی رہی۔ لیکن اب رہا نہیں جاتا۔ آپ نے نہ جانے مجھ پر کیا جادو کر دیا ہے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی آپ کو دیکھے بغیر نہیں رہا جاتا۔ آپ کی زاہدانہ صورت اور نورانی چہرہ و سادہ پوشاک ہر دم آنکھوں کے سامنے پھرتی ہے۔ مجھے طبعاً تکلف سے نفرت ہے، کالج کے جس لڑکے کو دیکھتی ہوں تکلف اور تصنع کے رنگ میں ڈوبا پاتی ہوں مجھے یہ سب برے معلوم ہوتے ہیں، البتہ صرف آپ جیسے شخص میں مجھے جذبہ صادق اور دل دردمند کی جھلک نظر آتی ہے۔ کیا میرا یہ خیال غلط ہے۔ بار بار جی چاہتا ہے کہ آپ سے کچھ باتیں کرتی۔ مگر آپ مجھ سے اس قدر دور بیٹھتے ہیں کہ گفتگو کا مطلق موقع نہیں ملتا۔ براہ خدا کل سے میرے قریب بیٹھا کیجئے، اور کچھ نہ سہی تو آپ کے قرب ہی کی مسرت مجھے حاصل ہوتی رہیگی اس خط کو پڑھ کر چاک کر دیجئے گا اور اس کا جواب لکھ کر لائبریری میں تیسری الماری کے پیچھے رکھ دیجیگا،

آپ کی "لوسی"

یہ خط ڈاک میں ڈال دیا گیا۔ اور لوگ بنظر غائر دیکھنے لگے کہ اس کا کیا اثر ہوتا ہے۔ انہیں زیادہ انتظار کی زحمت نہ اٹھانی پڑی۔ دوسرے ہی دن کالج میں آکر پنڈت جی کو لوسی کے قریب بیٹھنے کا فکر ہوا، وہی

دونوں حضرات جنہوں نے اون سے راہ و رسم پیدا کی تھی لوسی کے قریب بیٹھا کرتے تھے۔ ایک صاحب کا نام تھا گرودرسہائے اور دوسرے صاحب کا مرزا نعیم اللہ۔ چکردھر نے جا کر گرودرسہائے سے کہا "تم میری جگہ جا بیٹھو مجھے یہاں بیٹھنے دو۔"

نعیم۔ "کیوں! آپ کو کچھ رشک ہوتا ہے کیا!"

چکردھر" رشک و شک نہیں، وہاں پروفیسر صاحب کا لکچر سنائی نہیں دیتا۔ میری سماعت میں فرق ہے"

گرودر "آپ کی سماعت میں کب سے فرق آگیا۔ پہلے تو آپ کو یہ شکایت نہ تھی"

نعیم۔" اور پھر پروفیسر صاحب تو یہاں سے اور دور ہو جائیں گے"

چکردھر" دور ہو جائیں گے تو کیا یہاں اچھا رہیگا۔ مجھے کبھی کبھی ہچکیاں آجاتی ہیں۔ سامنے بیٹھتے خوف ہوتا ہے کہ کہیں ان کی نگاہ نہ پڑ جائے"

نعیم" اچھی بات ہے بیٹھئے۔ مگر یہ سمجھ لیجئے کہ میں انتہائی نفس کشی سے کام لے رہا ہوں۔ کوئی دوسرا لاکھ روپیہ بھی دیتا تو جگہ نہ چھوڑتا"

گرودر۔ جناب یہ بہشت ہے بہشت۔ مگر آپ کی خاطر منظور ہے"

پنڈت جی بہت ممنون ہوئے اور وہاں جا بیٹھے۔ تھوڑی دیر بعد لوسی بھی آکر اپنی جگہ پر جا بیٹھی۔ اب پنڈت جی بار بار اس کی طرف منتظر نگاہوں سے دیکھتے ہیں کہ کچھ باتیں کرے اور وہ ہے کہ لکچر سننے میں ہمہ تن غرق، آپ نے سمجھا کہ شاید شرم مانع ہے۔ اس کی میز کی طرف بار بار منہ پھیرنے لگے۔ اُسے ان کے پان چبانے سے شاید نفرت ہوتی تھی۔ مگر پنڈت جی کی فکر اتنی رسا نہ تھی۔ اس قدر خوش تھے کہ گویا چرخ ہفتم پر ہیں۔ سب کو رعونت آمیز نظروں سے دیکھتے تھے۔ گویا زبان حال سے کہتے تھے۔ یہ مقام کہاں نصیب ایجا تب کا سا بلند اقبال کیا کوئی ہوگا۔ دن تو گذرا۔ شام کو پنڈت جی خلاف معمول نعیم کے کمرے میں آئے اور بولے "کیوں دوست ایک لیٹر رائٹر کی ضرورت ہے۔ کس کا لیٹر رائٹر سب سے اچھا ہے"

نعیم نے پرمعنی انداز سے پوچھا "لیٹر رائٹر لیکر کیا کیجئے گا"

گرودرسہائے "فضول" نعیم خود کس لیٹر رائٹر سے کم ہیں"

چکردھر (شرماتے ہوئے) اچھا کوئی محبت آمیز خط لکھا جائے تو اس کا القاب کیا ہو"

نعیم۔ "ڈارلنگ لکھتے ہیں اور بہت ہی پیارا ہو تو ڈیر ڈارلنگ لکھ سکتے ہیں"

چکردھر اور خط کو ختم کس طرح کرتے ہیں"

نعیم "پورا مضمون بتا دیجئے تو خط ہی نہ لکھ دیں"

چکردھر "نہیں۔ بس آپ یہ اور بتا دیجئے کہ خط کو کس فقرہ پر ختم کرتے ہیں"۔
لغیمر۔ اگر بہت محبت ہو تو لکھئے "یورز ڈائنگ"۔ "اگر معمولی محبت ہو تو لکھ سکتے ہیں۔ یورز فوریور"
چکردھر۔ "کچھ آداب بھی تو ضرور ہوگا"!
لغیمر۔ بے شک بلا آداب کے بھی کوئی خط ہوتا ہے اور وہ بھی محبت کا۔ آداب میں بہت پُر اثر لفظوں کی ضرورت ہے۔

پنڈت چکردھر نے رات کو کمرہ بند کرکے خوب بنا بنا کر خط لکھا۔
۔ اسے عطر میں بسایا اور دوسرے دن اسے لائبریری میں الماری کے نیچے رکھ آئے۔ یار لوگ تو تاک میں تھے ہی خط اُڑا لائے اور اسے مزے لے لیکر پڑھا۔

(۲)

اس واقعہ کے تین دن بعد چکردھر کو پھر ایک خط ملا۔ لکھا تھا

'مائی ڈیر چکردھر' تمہارا محبت نامہ ملا۔ بار بار آنکھوں سے لگایا۔ آہ کتنی دل آویز خوشبو تھی، خدا کرے ہماری محبت ہمیشہ ایسی ہی معطر رہے۔ آپ کو شکایت ہے کہ آپ سے میں باتیں کیوں نہیں کرتی۔ ڈیر۔ محبت باتوں سے نہیں ہوتی۔ دلوں سے ہوتی ہے، جب میں تمہاری طرف سے منہ پھیر لیتی ہوں تو میرے دل پر جو کچھ گذرتی ہے وہ میں ہی جانتی ہوں، آپ کو معلوم نہیں کتنی آنکھیں ہر وقت ہماری طرف لگی رہتی ہیں اسلئے مجھے ایسا ہی کرنا پڑتا ہے۔ اسلئے بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ میری تم سے ایک التجا ہے۔ معاف کرنا میں تمہیں انگریزی لباس میں دیکھنے کی بہت مشتاق ہو رہی ہوں، یوں تو تم کسی لباس میں رہو، مجھے اچھے معلوم ہوتے ہو، خاصکر تمہارا سادہ کرتہ مجھے بہت ہی بھلا معلوم ہوتا ہے۔ مگر بچپن سے جس لباس کو دیکھنے کی عادی ہو رہی ہوں اسی لباس میں تمہیں دیکھنا چاہتی ہوں، مجھے امید ہے کہ تم مایوس نہ کروگے، میں نے تمہارے سلئے ایک واسکٹ اپنے ہاتھ سے تیار کی ہے اسے میری محبت کی ناچیز نشانی سمجھ کر قبول کرو۔

تمہاری "لوسی"

خط کے ساتھ ہی ایک چھوٹا سا پیکٹ تھا۔ واسکٹ اسی میں رکھی ہوئی تھی۔ دوستوں نے آپس میں چندہ کرکے بڑی فیاضی سے ۲۵ روپیہ کی رقم جمع کی تھی، پنڈت چکردھر یہ تحفہ اور خط پاکر کتنے باغ باغ ہوئے۔ اس کا اندازہ کیا ہی نہیں جا سکتا، جب کالج میں چھٹی ہوئی تو انہوں نے یہ واسکٹ لا کر اپنے دوستوں کو دکھائی پھر تو اس کی سارے بورڈنگ ہاؤس میں نمائش ہوئی۔ لوگوں نے اسکی تراش کی

سلائی کی خوب تعریفیں کیں۔ حالانکہ اس کا رنگ اتنا شوخ تھا کہ کوئی متین آدمی ہرگز پہننا گوارا نہ کرتا۔ چکردھر کو لوگوں نے پورب رُخ کھڑا کر کے اچھی ساعت میں یہ واسکٹ زیب تن کرائی۔ جو بھی دیکھتا تھا تعریف کے پل باندھ دیتا تھا۔" برادر تم تو بالکل پہچانے نہیں جاتے۔ واللہ یوسف ثانی معلوم ہوتے ہو۔ کیا چہرہ دمکنے لگا۔ گویا تپا ہوا کندن ہے۔ ایک واسکٹ پر اس قدر حسن ہے۔ اگر کہیں پورا لباس انگریزی ہو تو کیا پوچھنا" آخر صلاح ہوئی کہ چلکران کے لئے ایک انگریزی سوٹ بنوانا چاہیئے۔ کالج کی ایک جماعت ان کے ساتھ سوٹ خریدنے چلی، پنڈت مالدار تھے۔ ایک انگریزی دوکان سے بیش قیمت سوٹ خریدا گیا۔ رات کو اس خوشی میں گانا بجانا ہوا۔ دوسرے دن دس بجے لوگوں نے پنڈت جی کو سوٹ پہنایا۔ آپ اپنی وضعداری کی شان رکھنے کے لئے بولے مجھے تو بالکل اچھا نہیں لگتا۔ آپ لوگوں کو نہ جانے یہ لباس کیوں پسند ہے"

نعیم۔ ذرا آئینہ میں صورت دیکھئے تو معلوم ہو، خاصے شہزادے معلوم ہوتے ہو، تمہارے حسن پر ہمیں رشک آتا ہے۔ خدا نے آپ کو ایسا تو حسن دیا اور اسے آپ موٹے کرتے میں چھپائے ہوئے تھے" چکردھر کو نکٹائی باندھنے کا شعور نہ تھا، بولے" اسے بھی تو باندھ دو" گردھر سہائے نے نکٹائی اتنی سخت باندھی کہ پنڈت جی کو سانس لینا دشوار ہوگیا۔ بولے" بھئی بہت تنگ ہے"

گردھر" اس کا فیشن ہی یہ ہے ہم کیا کریں۔ ڈھیلی ٹائی عیب میں داخل ہے"

نعیم۔" تم نے پھر بھی ڈھیلی کر دی۔ ہم تو اس سے کہیں کسکر باندھتے ہیں"

چکردھر،" یہاں تو سانس لینا مشکل ہے"

نعیم" اور ٹائی کا منشا کیا ہے۔ اسی لئے تو باندھی جاتی ہے کہ آدمی زور زور سے سانس نہ لے" چکردھر کی جان عذاب میں تھی۔ آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ چہرہ بھی سرخ ہوگیا تھا۔ مگر ٹائی کو ڈھیلا کرنے کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ اس فیشن سے آپ کالج میں چلے تو طلبا کا ایک جم غفیر متین اور رمود بانہ انداز سے آپ کے پیچھے پیچھے چلا۔ گویا نوشہ کے جلو میں باراتی جا رہے ہیں۔ ایک دوسرے کی طرف تاکتا تھا۔ اور رومال منہ پر رکھ کر ہنستا تھا۔ مگر پنڈت جی کو کیا خبر وہ اپنی دھن میں مست تھے۔ اکڑ اکڑ کر چل رہے تھے اس شان سے آکر کلاس میں بیٹھ گئے، تھوڑی سی دیر کے بعد لوسی بھی آئی۔ انہیں اس لباس میں دیکھا متحیر ہوئی لبوں پر ایک خفیف سی مسکراہٹ آگئی، پنڈت جی نے سمجھا یہ اس کی خوشی کا اظہار ہے، بار بار مسکرا کر اس کی طرف تاکتے۔ اور پر معنی نگاہوں سے دیکھتے۔ مگر وہ مطلق مخاطب نہ ہوتی تھی۔ پنڈت جی کی معاشرت اور مذہبی جوش اور قوم پرستی میں بڑی سرعت سے انقلاب ہوا۔ سب سے پہلے چوٹی کا صفایا ہوا۔ انگریزی

فیشن کے بال ترشوائے گئے۔ لوگوں نے کہا کہ "جناب! آپ تو فرماتے تھے کہ چوٹیوں سے مقناطیسی کشش جسم میں داخل ہوتی ہے۔ اب وہ کس راستے سے جائے گی"
پنڈت جی نے عاقلانہ انداز سے مسکرا کر کہا "میں آپ لوگوں کو بیوقوف بناتا تھا، کیا میں اتنا بھی نہیں جانتا کہ یہ سب محض ڈھکوسلا ہے۔ مجھے دل میں اسپر اعتقاد تھوڑا ہی تھا، آپ لوگوں کو چکمہ دینا چاہتا تھا"
گرودسہائے "واللہ آپ ہی ایک بڑے شاطر نکلے۔ ہم تو آپ کو بہت سیدھا سادا آدمی سمجھتے تھے۔ مگر آپ ایک ہی حضرت نکلے، چکردھر دیکھتا تھا کہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ چوٹی کے ساتھ سندھیا ہون بھی بند ہوا، ہون کنڈ کمرہ میں چارپائی کے نیچے پھینکدیا گیا، اس کے بعد سگرٹ کے جلے ہوئے ٹکڑے رکھنے کا کام دینے لگا، جب سے آسن پر بیٹھ کر ہون کیا کرتے تھے۔ اب روزانہ صابون ملتے سر میں تیل ڈالتے بال سنوارتے، سگرٹ پیتے۔ یار لوگ انہیں چھیڑتے رہتے تھے، تجویز ہوئی کہ ان حضرت سے واسکٹ کے روپے وصول کرنے چاہئیں۔ مع سود کے، بھر کیا تھا۔ لوسی کے جانب سے ایک خط لکھدیا گیا کہ آپ کی تبدیل وضع سے مجھے جتنی مسرت ہوئی اسکا اظہار لفظوں میں ممکن نہیں۔ مجھے آپ سے ایسی ہی امید تھی۔ اب آپ اس قابل ہو گئے ہیں کہ کوئی یورپین لیڈی آپ کے ساتھ بیٹھنا فخر سمجھے گی۔ اب یہ التجا ہے کہ مجھے اپنی اس مہربانی اور لازوال محبت کی کوئی یادگار مرحمت فرمائے۔ جسے میں ہمیشہ اپنے پاس رکھوں میں کوئی بیش قیمت چیز نہیں صرف آپ کی یادگار چاہتی ہوں،" چکردھر نے دوستوں سے مشورہ کیا کہ اپنی بیوی کے لئے کچھ سوغات بھیجنا چاہتا ہوں۔ کیا کیا بھیجنا مناسب ہوگا"
نعیم۔ جناب یہ تو ان کی تعلیم اور تہذیب پر منحصر ہے۔ اگر تعلیم یافتہ ہیں تو کوئی سبک بیش قیمت وضعدار چیز بھیجئے، یا کئی چیزیں ہوں۔ مثلاً رومال، رسٹ واچ۔ لیونڈر کی شیشی، فینسی کنگھے۔ آئینہ لاکٹ بردچ وغیرہ اور اگر خدانخواستہ گنوار ہیں تو کسی دوسرے آدمی سے پوچھئے، مجھے گنواریوں کے مذاق کا علم نہیں"
چکردھر "جناب انگریزی تک پڑھی ہوئی ہے"
نعیم "تو پھر میری صلاح پر عمل کیجئے" شام کو احباب چکردھر کے ساتھ بازار گئے اور بہت ساری چیزیں خرید لائے۔ سب کی سب اعلیٰ قسم کی۔ بہتر روپے خرچ ہوئے۔ مگر پنڈت جی نے اف تک نہ کی، خندہ پیشانی سے روپے نکالے۔ لوٹتے وقت نعیم نے کہا "افسوس ہمیں ایسی خوش مذاق بیوی نہ ملی"
گرودسہائے "جناب دوستی کے یہ معنی ہیں کہ ایک بار ان سے بھی نیاز حاصل ہو، کیوں پنڈت جی آپ اس میں کچھ ہرج سمجھتے ہیں"

چکردھر "والدین نہ ہوتے تو کوئی ہرج نہ تھا۔ ابھی تو میں ان کا محتاج ہوں۔ اتنی آزادی کیونکر برتوں؟ گرودسہائے "خیر خدا جلد انہیں دار فانی سے نجات دے"۔ تو رات پیکٹ بنا اور پنڈت جی بہت سویرے اسے لائبریری میں رکھ آئے۔ لائبریری سویرے ہی کھل جاتی تھی۔ انہوں نے ادہر منہ پھیرا۔ ادہر یاروں نے مال اڑایا۔ اور چمپت ہوئے۔ نعیم کے کمرہ میں اس کی چندہ کے اعتبار سے تقسیم ہوئی کسی نے گھڑی پائی، کسی نے رومال۔ کسی نے کچھ۔ ایک ایک روپے کے عوض پانچ پانچ روپے ہاتھ لگے پنڈت بچارے، اتنے مصارف کثیر کے بعد بھی لوسی سے ہمکلام ہونے کا موقع نہ پاسکے۔ غریب بہت چاہتے تھے کہ خود پیش قدمی کروں، پر ہمت نہ پڑتی۔ عجیب مخمصے میں پھنسے ہوئے تھے۔ مگر باوجود ان شکستوں کے مایوس نہ تھے، ہون سندھیا تو چھوڑ ہی بیٹھے تھے۔ نئے فیشن کے بال کٹوا چکے تھے کوٹ پتلون ڈاٹے صاحب بنے گھوما کرتے۔ غلط سلط۔ انگریزی بھی بولتے۔ راتوں کو انگریزی محاورات کی کتاب لیکر سبق کی طرح رٹتے، چھوٹی جماعتوں میں بیچارے نے اتنی جفاکشی سے سبق نہ یاد کیا تھا رٹے ہوئے جملوں کو موقع بے موقع استعمال کرتے دو چار لوسی کے سامنے بھی انگریزی بگھارنے لگے جس سے ان کی لیاقت کا پردہ اور بھی فاش ہوگیا، مگر ظالموں کو اب بھی رحم نہ آیا۔ ایک دن لوسی کا چکردھر کے پاس دوسرا خط بھی آیا، جس میں بہت عذر التجا کے بعد یہ استدعا کی گئی تھی "میں نے کبھی آپ کو فٹ بال یا کرکٹ کھیلتے نہیں دیکھا۔ انگریز جنٹلمین کے لئے مردانہ ورزشوں اور کھیلوں میں مشاق ہونا چاہیئے، مجھے امید ہے کہ آپ یہ میری ناچیز درخواست منظور فرمادیں گے۔ انگریزی وضع وقطع میں تقریر میں آپ کا کالج بھر میں کوئی ہمسر نہیں رہا۔ میں چاہتی ہوں کہ کھیل کے میدان میں بھی کوئی آپ کا ثانی نہ ہو، ٹینس ضرور کھیلئے، شاید آپ کو کبھی میرے ساتھ لیڈیز کے مقابلہ میں کھیلنا پڑے تو اس وقت آپ کی اور آپ سے زیادہ میری سبکی ہوگی" دس بجے پنڈت جی کو یہ خط ملا دوپہر کو جونہی تفریح کی چھٹی ملی، آپ نے نعیم سے جاکر کہا "بھئی ذرا فٹ بال نکالدو" نعیم فٹ بال کے کپتان بھی تھے۔ مسکرا کر بولے "خیر تو ہے اس دوپہر میں فٹ بال لیکر کیا کیجیگا یوں تو آپ کبھی میدان کی طرف جھانکتے بھی نہ تھے آج جلتی ہوئی دہوپ میں کھیلنے کا ایسا شوق چرایا ہے"۔

پنڈت جی "آپ کو اس سے کیا غرض۔ آپ گیند نکال دیجیئے میں گیند میں بھی آپ لوگوں کو نیچا دکھاؤنگا"

نعیم "بھائی کہیں چوٹ چپیٹ نہ لگ جائے اور ہمارے ہی سر مرہم پٹی کا بار پڑیگا۔ خدا کے لئے اسوقت رہنے دیجئے"

پنڈت جی "آخر چوٹ تو میرے ہی لگے گی، آپ کا اس میں کیا نقصان ہوتا ہے۔ آپ کو ذرا سی گیند نکال دینے میں اتنا تکلف ہے" نعیم نے گیند نکال دی اور پنڈت جی اس جلتی دوپہر میں مشق کرنے لگے۔ بار بار گرتے

تھے۔ بار بار تالیاں پڑتی تھیں۔ مگر وہ اپنے دھن میں ایسے مست تھے کہ خبر بھی نہوتی تھی۔ اس اثنا میں آپ نے لوسی کو آتے دیکھ لیا۔ باچھیں کھل گئیں۔ اور بھی جوش دکھانے لگے۔ بار بار پیر چلاتے تھے۔ مگر نشانہ خالی جاتا تھا پیر پڑتے بھی تھے تو گیند پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ اور لوگ "اگر گیند کو ایک ٹھوکر میں آسمان تک پہونچا دیتے تھے، تو آپ کہتے" میں زور سے ماروں تو اس سے بھی اوپر جائے، لیکن فائدہ کیا۔ لوسی دو تین منٹ تک کھڑی ان کی بوکھلاہٹ پر ہنستی رہی۔ آخر نعیم سے بولی" مسٹر نعیم۔ اس پنڈت کو کیا ہو گیا ہے۔ روز ایک نہ ایک سوانگ بھرا کرتا ہے، اسکے دماغ میں فتور تو نہیں آگیا؟ نعیم نے کہا" معلوم تو کچھ ایسا ہی ہوتا ہے"۔

شام کو سب لوگ بورڈنگ ہاؤس میں آئے تو یار لوگوں نے جاکر پنڈت جی کو مبارکباد دی" بھئی ہو تم بڑے خوش نصیب۔ ہم لوگ فٹ بال کو کالج کے کنگورے پر پہنچاتے رہے مگر کسی نے تعریف نہ کی۔ تمہارے کھیل کی سب نے تعریف کی۔ اور خاصکر لوسی نے تو وہ تو کہتی تھیں کہ جس سٹائل سے یہ کھیلتے ہیں ویسے میں نے بہت کم ہندوستانیوں کو کھیلتے دیکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آکسفورڈ کا کوئی مشاق کھلاڑی ہے۔ بہت خوش ہوئی"

چکردھر" اور بھی کچھ بولیں کیا کہا سچ بتاؤ"

گرودسہائے" اجی اب صاف صاف نہ کھلوائیے۔ بڑے ہوشیار ہو ہم لوگ منہ تکتے رہے اور تم نے میدان مار لیا۔ جب ہی روز رنگ بدلا کرتے تھے۔ اب یہ عقدہ کھلا واقعی خوش نصیب ہو"

چکردھر" میں اسی قاعدہ سے کک لگاتا ہوں، جیسا کتاب میں لکھا ہے"،

نعیم" جب ہی تو بازی لے گئے۔ ہم آپ سے کسی بات میں کم نہیں مگر تمہاری جیسی شکل وصورت کہاں سے لائیں"

چکردھر" کیوں بناتے ہو میں ایسا کہاں کا حسین ہوں"۔

گرودسہائے" اجی وہ نتیجہ ہی سے ظاہر ہے۔ یہاں صابون اور تیل لگاتے لگاتے بھورا ہوا جاتا ہوں اور کچھ اثر نہیں ہوتا۔ آپ کا رنگ بلا ہڑ و پھٹکری کے چوکھا ہے۔"

چکردھر" کچھ اور تو نہیں کہتی تھیں"

نعیم" نہیں اور تو کچھ نہیں کہا۔ ہاں اتنا دیکھا کہ جب تک کھڑی رہیں آپ ہی کی طرف ان کی ٹکٹکی بندھی ہوئی تھی"۔ پنڈت جی کی باچھیں کھلی جاتی تھیں۔ سینہ پھولا جاتا تھا جنھوں نے ان کی وہ نورانی صورت دیکھی ہے۔ عرصہ تک یاد رکھیں گے۔ حالانکہ اس مسرت بے اندازہ کی قیمت بھی انہیں معقول ادا کرنی پڑی۔ کیونکہ اب کالج کا سیشن ختم ہونے والا تھا۔ اور احباب کو پنڈت جی سے ایکبار دعوت کھانے کی آرزو باقی تھی۔ تجویز ہونے کی دیر تھی کہ تیسرے دن ان کے نام محبت نامہ آپہنچا:

"جدائی کا زمانہ آرہا ہے۔ نہ جانے آپ کہاں ہونگے اور میں کہاں۔ میں چاہتی تھی کہ اس غیر فانی محبت کی یادگار میں ایک پر تکلف دعوت ہو۔ اگر مصارف آپ کے لئے ناقابل برداشت ہوں تو میں اس کمی کو پورا کرنے کو تیار ہوں۔ اس دعوت میں میں اور میری سہیلیاں، کالج کے طلباء اور پروفیسر مدعو ہوں گے اور پھر الوداع کہنے کا وقت آئیگا۔ کاش آپ کا مذہب اور آپ کی معاشرت اور میرے والدین رضامند ہو جاتے تو اتنا مایوس نہ ہونا پڑتا۔ آپ کی لوسی،"

چکردھر خط پاتے ہی بوکھلا اٹھے۔ دوستوں سے کہا "بھئی چلتے چلاتے ملکر کھانا تو کھالیں۔ مس لوسی کو بھی بلایا جائے" اگرچہ ان کے پاس اسوقت روپے نہ تھے۔ گھر والے ان کے غیر معمولی تقاضوں سے پریشان ہو گئے تھے۔ مگر پنڈت جی کی غیرت یہ کب گوارا کرتی تھی کہ دعوت کا بار مس لوسی پر پڑے۔ اس کے لئے تو ان کی جان حاضر تھی۔ سسرال سے نہ جانے کیا کیا بہانے بازیاں کرکے روپے منگوائے اور دعوت کی تیاریاں وسیع پیمانے پر ہونے لگیں۔ کارڈ چھپوائے گئے۔ کھانا کھلانے والوں کے لئے نئی وردیاں بنائی گئیں۔ کھانا انگریزی بھی ہوا اور ہندوستانی بھی۔ انگریزی کھانے کے لئے کنگس ہوٹل سے معاملہ طے کیا گیا۔ اس میں بہت سہولیت ہوئی قیمت حالانکہ گراں تھی لیکن دردسری سے نجات ہوئی ورنہ سارا بار مرزا نعیم اور گردرسہائے پر پڑ جاتا۔ ہندوستانی کھانوں کے منتظم گردرسہائے قرار پائے، کامل دو ہفتہ تک تیاریاں ہوا کیں، نعیم اور گردھر تو کالج میں محض تفریح طبع کے لئے تھے۔ پڑھنا پڑھانا تو انہیں تھا نہیں، محض تضیع اوقات کیا کرتے تھے دعوت کے سلسلہ میں مشاعرے کی رائے بھی پاس ہو گئی، شعرا کو کارڈ تقسیم کئے گئے۔ القصہ شاندار ضیافت کا انتظام ہوا۔ احباب نے خوب بڑھکر ہاتھ مارے، مسیں بھی دو تین کھینچ لائی گئیں۔ مرزا نعیم لوسی کو گھیر گھار کر لے ہی آئے۔ مگر افسوس ہے کہ دعوت کا انجام پنڈت جی کے حق میں اچھا نہ ہوا، بیچارے کی تقدیر میں چلتے چلاتے خفت اور ذلت لکھی تھی۔ یاروں کا مشغلہ تفریح تھا۔ اور اس غریب کی جان پر بن رہی تھی۔ سوچتے تھے کہ اب تو رخصت ہو ہی رہے ہیں۔ شاید پھر کبھی ملاقات نہ ہو۔ اب کس دن کے لئے صبر کروں، لوگ باگ تو کھانا زہر مار کر رہے تھے۔ اور یہ پنڈت جی بیٹھے ہوئے سوچ رہے تھے کہ یہ آرزو کیونکر پوری ہو۔ جب دعوت ختم ہو گئی پان، الائچیاں تقسیم کیجا چکیں، رخصتی تقریریں ہو چکیں۔ مس لوسی نے بھی اپنی شیریں بیانی کا کمال دکھایا اور ادھر مشاعرہ گرم ہوا تو پنڈت جی چپکے سے مس لوسی کے پیچھے ہو لئے۔ اور راستہ میں اسے جا پکڑا۔ وہ انہیں بدحواس اور دوڑتے آتے دیکھ کر سہم گئی کہ کوئی واردات تو نہیں ہو گئی، اور کہا "پنڈت جی کیا بات ہے۔ آپ اتنے پریشان کیوں ہیں۔ خیریت تو ہے۔" پنڈت جی کا گلا بھر آیا۔ بولے "اب آپ سے

ہمیشہ کے لیئے جدا ہو جاؤں گا۔ کیسے صبر آئیگا۔" لوسی نے حیرت میں آکر پوچھا" آپ کا منشا کیا ہے، آپ کیا بیمار ہیں؟"

چکردھر" ڈیئر ڈارلنگ تم پوچھتی ہو میں بیمار ہوں، میں مر رہا ہوں" یہ کہہ کر آپ نے لوسی کا ہاتھ پکڑنا چاہا۔ وہ ان کی دہشت کو دیکھکر گھبرا اٹھی۔ پھر غصہ میں آکر بولی" آپ ہم سے ایسی توہین کی باتیں کرتے ہیں۔ اس کے لئے آپ کو کف افسوس ملنا پڑے گا"

چکردھر" دیکھو لوسی چلتے چلاتے اتنی بے رخی نہ کرو۔ میں نے یہ دن جس طرح کاٹے ہیں میرا ہی دل جانتا ہے۔ بس تمہارے خطوط میرے لئے آبحیات کا کام دیتے ہیں۔ ورنہ اب تک کب کا چل بسا ہوتا"

لوسی" میرے خطوط! میں نے آپ کو کب خط لکھے! میرے خط کیسے؟"

چکردھر" اتنی جلد نہ بھول جاؤ، ڈیئر ڈارلنگ تمہارے وہ محبت کے خطوط جو تم نے مجھے لکھے ہیں۔ میری زندگی میں یادگار رہیں گے تمہاری فرمائش سے یہ وضع میں نے اختیار کی۔ اپنا سندھیا ہون چھوڑا یہ معاشرت اختیار کی۔ دیکھو یہ ستم ظریفانہ مذاق نہ کرو"

لوسی" تم نے بھنگ تو نہیں پی لی۔ یا کسی نے تمہیں احمق تو نہیں بنایا۔ میں نے تمہیں کوئی خط نہیں لکھا۔ ہٹ جاؤ راستے سے"

مگر پنڈت جی ابھی تک یہی سمجھ رہے تھے کہ لوسی ان سے مذاق کر رہی ہے۔ اسکا ہاتھ پکڑنا چاہا۔ اب اُسے غصہ آیا۔ اس نے زور سے ایک چانٹا رسید کیا اور غضبناک لہجہ میں بولی" احمق ہٹ جا راستہ سے۔ ورنہ ابھی پولیس کانسٹبل کو بلاتی ہوں" بیچارے پنڈت چانٹا کھا کر چوندھیا گئے، اور وہ ہوا ہو گئی اب وہیں زمین پر بیٹھ کر سارے واقعات کا دل میں تبصرہ کرنے لگے، رفتہ رفتہ انہیں سوجھا۔ کہ کہیں کالج کے لوگوں نے تو یہ مذاق نہیں کیا۔ ضرور ایسا ہی ہے۔ ورنہ اسے ایسے پُر غضب ہونے کی کیا ضرورت تھی اُف ظالموں نے بڑا جھانسہ دیا۔ جب ہی سب مجھے دیکھ دیکھ کر ہنسا کرتے تھے۔ وہاں سے غصہ میں بھرے ہوئے آئے اور نعیم سے بولے" تم بڑے دغاباز، انتہا درجے کے شریر، مکار، مفسد، کمینے ہو۔ اسکا پھل نہ ملے تو کہنا، سڑ سڑ کر مروگے"

نعیم" آخر کچھ تو بات کہئے یا گالیاں ہی دیئے جاؤ گے"

گردھر سہائے" کیا بات ہوئی کہیں لوسی سے آپ نے کچھ کہا تو نہیں۔

چکردھر" اسی کے پاس سے آرہا ہوں، چانٹا کھا کر ذلیل اور رسوا ہو کر۔ تم دونوں نے ملکر مجھے خوب الو بنایا۔ اس کا بدلہ نہ لیا ہو تو کہنا"

نعیم" اس سے آپ نے کیا کہا"

چکردھر" کہا کیا تمہارا سر۔ اپنی کیفیت محبت سناتا رہا۔ اسپر اس نے ایسا چپت رسید کیا کہ کان بجنا اٹھے"

گردھر" غضب ہی ہوگیا۔ آپ کے ساتھ اب ہملوگوں کی بھی آفت آنے لگی کہیں اس نے پرنسپل صاحب سے شکایت کردی تو نہ ادھر کے رہیں گے نہ ادھر کے۔ تم بڑے بیوقوف ہو اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ یہ سب دل لگی تھی" چکردھر" دل لگی تو تمہارے لئے تھی، میرے لئے تو موت ہے۔ پانچسو روپے کے قریب تم لوگ لے مرے۔ امسال پاس ہونا بھی غیر ممکن ہے۔ بدنام ہوا سو الگ، یہ دل لگی تھی۔ ایسی بھی دل لگی ہوتی ہے میں تم لوگوں سے سمجھونگا۔ اور چاہے میں نہ سمجھوں مگر ایشور تو سمجھے گا ہی"۔

نعیم" خیر بگڑنے کا موقع بہت ہے۔ پھر اطمینان سے بگڑ لیجئے گا۔ اب یہ بتائیے کہ مس لوسی نے اگر پرنسپل سے کہا تو کیا حشر ہوگا۔ ہم تینوں نکال دئے جائیں گے۔ نوکری سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا

چکردھر" میں ساری داستان بے کم و کاست بیان کردوں گا"

گردھر" کیوں صاحب دوستی کے یہی معنی ہیں ؟"

چکردھر" جی ہاں ایسے دوستوں کی یہی سزا ہے"۔ ادھر تو رات بھر مشاعرہ گرم رہا۔ یہاں تگڈم بیٹھا راہ فرار سوچ رہا تھا۔ کہ پرنسپل کے کانوں تک بات نہ پہنچے۔ ورنہ قہر ہو جائیگا۔ انگریز والی بات ہے نہ جانے کیا کر بیٹھے"۔ آخر بہت رد و کد کے بعد یہ رائے طے پائی کہ مرزا نعیم اور گردھر علی الصباح لوسی کے پاس جائیں در معذرت کریں۔ اور اس توہین کے لئے وہ جو تاوان طلب کرے ادا کریں۔

چکردھر" میں ایک کوڑی نہ دونگا"

نعیم" یہاں تو کفن تک کو کوڑی نہیں ہے" تو پھر اس کے پاس جانا بیکار ہے۔ وہ بلا تاوان لئے نہ مانے گی" گردھر سہائے" بھائی چکردھر خدا کے لئے اسوقت بخل نہ کرو۔ ورنہ ہم تینوں کی مٹی خراب ہو گی، جو کچھ ہوا اسے معاف کرو۔ گذشتہ را صلوٰۃ"۔ اب آگے کی فکر کرو"

چکردھر" یہی نا کہ نکال دیا جاؤنگا۔ دوکان کھول لونگا، تمہاری تو مٹی خراب ہوگی۔ اور اس شرارت کا مزہ چکھو گے۔ اُف کیسا چکمہ دیا ہے" بارے بہت خوشامد کے بعد پنڈت جی سیدھے ہوئے۔ اور نعیم علی الصباح مس لوسی کے بنگلہ پر پہونچے۔ مگر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ پرنسپل کے بنگلہ پر گئی ہے۔ اب کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ پرنسپل نے سنا تو کچا ہی کھا جائیگا۔ سائیکل پر بیٹھے اور بے تحاشہ پرنسپل کے بنگلہ کے طرف چلے۔ ایسے تیز جارہے تھے کہ اگر بائیسکل ٹھوکر کھا جاتی تو ہڈی پسلی کا پتہ نہ چلتا۔ مگر افسوس کہ

لوسی کا پتہ نہیں۔ آدھا راستہ طے ہوا مایوسی کا غلبہ ہونے لگا۔ پھر ہمت کرکے چلے دفعتہً دیکھا کہ وہ پرنسپل کے بنگلہ کے احاطہ میں داخل ہوا چاہتی ہے۔ کلیجہ منہ کو آگیا، دور سے پکارا" مس ٹرنر۔ ہیلو مس ٹرنر، ذرا ٹھہر جاؤ مس لوسی نے پیچھے پھر کر دیکھا۔ اور نعیم کو پہچان کر ٹھہر گئی۔ بولی" مجھ سے اس پنڈت کی سفارش کرنے تو نہیں آئے ہو، میں پرنسپل سے ان کی شکایت کرنے جا رہی ہوں"

نعیم" تو پہلے مجھے اور گردھر کو پستول کا نشانہ بنالو پھر جانا"

لوسی" تم نے میرا کیا نقصان کیا ہے۔ اس پنڈت نے میری توہین کی حد درجہ کی گستاخی کی" لوسی تمہارے مجرم ہم لوگ ہیں وہ بیچارے تو ہمارے ہاتھ کا کھلونا تھا، یہ ساری شرارت ہم لوگوں کی تھی"۔ تم شریر لڑکے" نعیم" سچ کہتا ہوں ہم لوگ تو اسے تفریح کا مشغلہ بنائے ہوئے تھے۔ اس کی ذرا خبر نہ تھی کہ وہ تمہیں چھیڑنے لگیگا، خدا کے لئے اب معاف کرو، ورنہ ہم تینوں کا خون تمہاری گردن پر ہوگا"

لوسی" خیر تم کہتے ہو تو پرنسپل سے نہ کہوں گی۔ مگر شرط یہ ہے کہ پنڈت میرے روبرو بیس مرتبہ کان پکڑ کر اٹھے بیٹھے۔ اور مجھے سو روپے اس بے ادبی کے تاوان کے طور پر دے"

نعیم۔ لوسی اتنی بے رحمی نہ کرو۔ یہ سمجھو اس غریب کے دل پر کیا گذری ہوگی۔ لو واپس چلو۔ تاوان تو میں دلادونگا۔ لیکن تمہاری پہلی شرط سخت ہے اور نہایت سخت، بیچارہ زہر کھا کر مر جائیگا۔ ہاں اس کے عوض میں پچاس دفعہ کان پکڑ کر اٹھ بیٹھ سکتا ہوں"

لوسی" تم نہایت شریر ہو تمہیں شرم کہاں۔ میں تو اسی کو خفیف کرنا چاہتی ہوں۔ بیہودہ میرا ہاتھ پکڑنا چاہتا تھا"

نعیم" ذرا بھی رحم نہ کروگی۔؟ لوسی" مطلق نہیں"۔ نعیم لوسی کو بورڈنگ ہاؤس میں لائے پنڈت کے سامنے یہ تجویز پیش کی گئی تو غریب بلبلا اٹھا۔ لوسی کے پیروں پر گر پڑا اور سسک کر رونے لگا۔ نعیم اور گردھر بھی اپنے فعل پر نادم ہوئے۔ لوسی نے پہلی شرط تو معاف کردی۔ رہی دوسری شرط۔ اسکے لئے پنڈت نے گھر پر بیماری کا تار دیا اور روپے منگا کر لوسی کے حوالے کئے۔ تب کہیں جا کر نجات ملی۔

اس سانحہ کے بعد ایک ہفتہ اور کالج کھلا رہا۔ مگر پنڈت کو کسی نے مسکراتے نہیں دیکھا، بیچارے مغموم و متفکر بیٹھے رہتے تھے۔ لوسی کا نام زبان پر آتے ہی جھلا اٹھتے۔ نعیم اور گردھر نے بھی کان پکڑے کہ اب کبھی ایسی فتنہ انگیزی نہ کرینگے۔ اس سال پنڈت جی فیل ہوگئے۔ مگر اس کالج میں نہ آئے۔ شاید علی گڈھ چلے گئے

(ماخوذ) مسز مولوی محمد عبدالقدوس مونگیر

بچہ

ایک بچہ کی پیدائش کے بعد اس کی نوجوان ماں کی زندگی اور حالت میں عجیب تغیر رونما ہوتا ہے، اس سے پیشتر وہ ایک طائر نوگرفتہ ایک نئی دلہن ہوتی ہے جس کا دل میکے کی محبت اور دیرینہ تعلقات کے کمزور ہونے سے ملول ہوتا ہے۔ وہ نئی دنیا آباد کرنے کی کشمکش سے بے خبر ہوتی ہے اس کا دل ہجوم افکار سے پریشان یا شباب کی ترنگوں سے مخمور رہتا ہے، وہ طرح طرح کے خیالی پلاؤ پکاتی ہے۔ ہوائی قلعے بناتی ہے اور مسمار کرتی ہے، گوناگوں دلچسپیوں میں محو ہو جاتی ہے، لیکن ایک بچے کی پیدائش کے بعد یہ غزال وحشی اپنی بھڑک چھوڑ کر مانوس ہو جاتا ہے۔ فطرتی طور پر اور اصول حکمت کے مطابق طفل نوزائیدہ کا وجود اُسے مطمئن کر دیتا ہے۔ وہ اس گھر کو صحیح طور پر اپنا گھر سمجھتی ہے۔ اس کے ارادے اسکی امیدیں اور اس کے منصوبے ایک خوشگوار تبدیلی محسوس کرتے ہیں، اب اس کو زندگی کا مزا اور جینے کا لطف میسر ہو گیا ہے، اسکی آرزوں اسکی امنگوں کے پر فضا میدان میں بچہ اس کا ساتھی ہے، اب وہ اپنے لئے نہیں بلکہ بچے کے لئے خوشنما اور خوش آئند منصوبے باندھتی ہے۔ اس کے خیالات میں اس کے تصور میں اس کے خیالی پلاؤ یا ہوائی قلعوں میں اسے ایک مسکراتا ہوا ننھا چہرہ نظر آتا ہے، اب وہ ایک الھڑ چھوکری نہیں بلکہ ایک متین ماں ہے، بچہ اس کی اخلاقی امداد کرتا ہے۔ اس کے خیالات اس کے چلن کو درست کرتا ہے۔ اسے محتاط رہنا سکھاتا ہے۔ اور زندگی کے رستے کو احتیاط اور غور سے طے کرنے کی شائق بناتا ہے۔ نوزائیدہ بچہ اب اس کے دل کی راحت روح کی تسلی کا سامان ہے، بے غرض محبت کا حقیقی معنوں میں سبق سکھاتا ہے، ماں باپ اور ساس نندوں کی لاکھ نصیحتیں تو کارگر نہ ہوئی تھیں لیکن ایک بھولے معصوم چہرے نے اشاروں ہی اشاروں میں اسے "بسنے کا راز سمجھا دیا ہے۔ اور ماں اب جان و دل سے اس نئی جان کی بہتری اور خدمت میں مصروف ہوتی ہے۔ ننھے بچے کی نانی جب یہ مژدہ روح افزا سنتی ہے کہ اسکی پیاری بیٹی کی گود میں بچہ ہے تو وہ شکر آمیز لہجہ میں کہتی ہے، اب میری بیٹی بس گئی ہے اور یہ بات بالکل درست ہے۔ اس سے پیشتر اس کی بیٹی ایک دلہن تھی جس کا مستقبل تاریک تھا۔ اب وہ اپنی سسرال کی ایک معزز رکن ہے، اور قابل قدر ایک نئی نورانی ہستی نے اس کا مستقبل روشن کر دیا ہے۔

بیگم خان عبدالرشید جالندہر

اُردو سائنس کی کتابیں

عصمت مارچ نمبر میں ایک بہن نے دریافت فرمایا ہے کہ کسی صاحب کو سائنس کی کتابیں اردو میں معلوم ہوں تو اطلاع دیں کہ ان سے سائنس سیکھی جا سکے، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ بہن صاحبہ کا مطلب "سائنس" سے کیا ہے، سائنس تو ایک وسیع لفظ ہے، دنیا میں ہر علم ایک سائنس ہے، اور اسی طرح سب علوم کا مطالعہ کرنا آسان کام نہیں ہے۔ انگریزی مدرسوں میں جو سائنس شروع شروع میں بچوں کو پڑھائی جاتی ہے وہ علم کیمیا اور علم طبیعات ہیں، یہ دونوں علوم ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ مگر دو تین سال تک تو طالب علم کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیمیا اور طبیعات میں فرق کیا ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ ابتدا میں ان دونوں میں فرق معلوم بھی نہیں ہوتا، میں جب اسکول کا طالب علم تھا تو خود مجھے نویں اور دسویں جماعت تک سائنس کے ان دونوں علوم میں فرق نہ معلوم ہوا۔ ہائی اسکول کی جماعتوں میں البتہ ان دونوں کی تشریح سمجھ میں آجاتی ہے۔ اور ہماری باقاعدہ سائنس کی تعلیم کی ابتدا ہو جاتی ہے،

اس تمہید سے میرا مطلب یہ ہے کہ کوئی بہن اگر یہ چاہیں کہ ان کو گھر بیٹھے آسانی سے سائنس آجائے اور وہ بھی محض اردو کی کتابیں پڑھنے سے تو یہ مشکل امر ہے، سائنس کی وہ باتیں جو سمجھ میں آسکتی ہیں اس قدر معمولی ہیں کہ ہم روزانہ ان کو دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں، اس طرح سے ان جانی ہوئی باتوں کو جاننا بیکار سا ہی ہے، ان سے آگے سائنس کی معلومات میں اضافہ کے لئے سائنس کی کتابوں کا پاس ہونا ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے لئے ایک معلم کی بھی ضرورت ہے،

میں عرض کر چکا ہوں کہ سائنس کسی خاص علم کا نام نہیں ہے بلکہ ہر علم بطور خود ایک سائنس ہے اس طرح سے کیمیا، طبیعات، ریاضی، معاشیات، فلسفہ وغیرہ وغیرہ۔ یہاں تک کہ خود ادبیات بھی سائنس ہیں، ان میں وہ علوم جن کو سمجھنے میں ذہن کو غیر معمولی طور پر تیز ہونے کی ضرورت نہیں آسانی سے گھر پر پڑھے جا سکتے ہیں اور بغیر معلم کے بھی وہ سمجھ میں آسکتے ہیں۔ مثلاً جغرافیہ کو لیجئے یہ بھی ایک سائنس ہے۔ ہر ایک بات کے لئے دلائل کی ضرورت ہے۔ جغرافیہ ایک ایسا علم ہے جو آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے۔ اسکی اردو میں کتابیں متعدد مل سکتی ہیں اور اس کو آسانی سے گھر پر پڑھا جا سکتا ہے

میں ایک ضروری بات کا ذکر کرنا بھول گیا۔ سائنس کی دو شاخیں ہیں۔ ایک تو عملی اور دوسری کتابی۔ عملی سے مطلب یہ ہے کہ ہر بات جو بتائی جائے اسے خود دیکھیں، اگر ممکن ہو سکے تو اپنے ہاتھوں سے تجربہ

کرنے ورنہ قدرت میں ہوتے ہوئے یا دوسروں کو کرتے ہوئے، کتابی علم سے مطلب یہ ہے کہ جو کتابوں میں لکھا ہے اسے ہی پڑھیں، اپنے ذہن میں ہر بات کو محسوس کرنے کی کوشش کریں، خواہ وہ صحیح احساس ہو یا غلط، مثلاً ایک بچے سے سائنس کی ایک معمولی بات کہی جائے کہ گرمی سے پانی بھاپ بنکر اڑجاتا ہے تو ممکن ہے اسے اس کتابی بات پر اعتماد نہ ہو۔ لیکن وہ خود اگر پانی کو گرم کر کر بھاپ میں تبدیل ہوتے ہوئے دیکھے تو اسکو اس عمل سے سائنس کی اس صداقت کا یقین ہو جائے گا

ایک دوسری مثال کو لیجئے قریب قریب ہر زنانہ رسالہ میں کروشیا کے کام کے متعلق ترکیبیں وغیرہ درج ہوتی ہیں۔ اکثر اس پر کتابیں بھی شائع ہو چکی ہیں۔ کتابوں میں صاف لکھا ہوتا ہے کہ فلاں کام کے لئے یہ کرو اور وہ کرو، مگر یہ واقعہ ہے کہ سوائے ان معدودے چند خواتین کے جو کروشیا کے کام کو جانتی ہیں۔ باقی سب ان کتابوں سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتیں۔ خواہ وہ کتابیں اردو میں لکھی ہوں یا انگریزی میں۔ یہی حال سائنس کا بھی ہے۔

میرا اس سے مطلب یہ نہیں ہے کہ جن بہنوں کے دل میں سائنس کی استعداد بہم پہنچانے کا شوق ہے وہ اپنے اس ذوق کو ناامیدی کے سپرد کر دیں۔ میں نے صرف یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ سائنس کا سمجھنا ذرا مشکل ہے اور اسکو سمجھنے کے لئے کسی سائنس داں کی مدد کی ضرورت پڑتی ہے۔

ہر ایک علم گھر پر پڑھا جا سکتا ہے۔ مگر اسکو پڑھنے کی ترکیبیں ہوتی ہیں، مائیکل فاراڈے انگلستان کا ایک بہت زبردست سائنس داں گذرا ہے۔ یہ سنکر سب کو حیرت ہوگی کہ اس نے سائنس کا مطالعہ محض اپنے شوق کی بدولت کیا۔ وہ شروع میں صرف ایک جلد ساز تھا اور اتنا غریب تھا کہ کتابیں نہ خرید سکتا تھا۔ اس نے معمولی لکھنا پڑھنا سیکھنے کے بعد سائنس کی ان کتابوں کو پڑھا جو اس کے پاس جلد بندی کے لئے آتی تھیں مشکل باتوں کو متواتر غور و خوض کے بعد وہ خود حل کرتا۔ اس کے علاوہ جو بات عمل کی محتاج ہوتی اسے وہ خود کر کے دیکھتا۔ اس نے بہت سے سائنس کے لکچر بھی سنے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے اپنی معلومات سے دنیائے سائنس میں ایک زبردست انقلاب بپا کر دیا۔

فاراڈے نے سائنس میں کس طرح کمال حاصل کیا؟ جب فاراڈے سائنس میں کمال حاصل کر سکتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ دوسرا اگر اس میں کمال حاصل نہ کر سکے تو کم از کم اس کی باتوں کو تو سمجھ لے۔ انگریزی کی ایک ضرب المثل ہے کہ "تجربات ایک بے وقوف کر سکتا ہے۔ دوسرا بھی اسکو کر سکتا ہے"۔ سائنس کا گھر پر مطالعہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ

(۱) آپ کو سائنس سے شوق ہو۔ (۲) سائنس کی جو کتاب بھی آپ پڑھیں اس طرح پڑھیں کہ

اس کی ہر بات سمجھ میں آ جائے، جو بات سمجھ میں نہ آوے تو وہ دوسروں سے سمجھنے کی کوشش کیجائے
(۳) اگر ممکن ہو سکے تو سائنس کے تجربات جو کم خرچ سے گھر پر ہو سکتے ہوں گھر پر کئے جائیں،
(۴) سائنس کی ان باتوں پر جن کی نسبت تھوڑی بہت آپ کو معلومات ہو آپ لکچر سنیں۔ اگر یہ ممکن نہو تو مضامین پڑھیں،
(۵) آپ کوئی بات بھی دنیا میں ہوتی ہوئی دیکھیں اسکی وجہ معلوم کرنے کی کوشش کریں۔ یہ وجوہ کتابوں کے پڑھنے سے یا کسی سے استفسار کرنے سے معلوم ہو سکتی ہیں، مثلاً آپ نے دیکھا کہ آسمان پر دھنک نکلی، آپ کے دل میں فوراً خیال ہونا چاہیئے کہ دھنک کیا ہے۔ کیوں کر بنتی ہے وغیرہ، آپ نے ان سوالات کو کسی نہ کسی ذریعہ سے مطمئن کر لیا تو یقین مانئے کہ آپ کو سائنس کی بہت سی باتیں جلد معلوم ہو جائیں گی،

اب میں آپ کو بتانے کی کوشش کرونگا کہ آپ اردو میں سائنس[1] کی کونسی کتابیں پڑھیں، بدقسمتی سے اُردو میں سائنس کی کتابیں بہت ہی کم ہیں۔ اگر ہیں تو ان انگریزی کتابوں کے ترجمے ہیں جو مدرسوں میں رائج ہیں۔ اب تک تو صرف انگریزی مدرسوں کے نویں دسویں درجہ تک کی کتابیں اردو میں مل سکتی تھیں مگر اب عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد کے نصاب کے لئے بہت سی کتابوں کے ترجمے اردو میں ہو رہے ہیں میرا خیال ہے کہ سب سے پہلے اردو کی ان کتابوں کو ہی پڑھنا چاہیئے جو مدرسوں میں رائج ہیں۔ یہ کتابیں مبتدی کو علم کیمیا اور علم طبیعات میں فرق بتا دینگی۔ اور اس کو یہ تمیز ہو جائیگی کہ فلاں بات علم کیمیا سے تعلق رکھتی ہے یا علم طبیعات سے، اس کے بعد کیمیا پر اور طبیعات پر اردو میں کتب منگوالی جائیں (جو حیدرآباد دکن میں مہتمم صاحب دارالترجمہ عثمانیہ یونیورسٹی) سے مل سکتی ہیں۔ اور ان کی مدد سے آپ کی معلومات سائنس میں دن بدن اضافہ ہوتا جائیگا۔ خیال ہے کہ فی الحال مبتدی کے لئے سائنس کی مندرجہ ذیل کتب مفید ثابت ہونگی،

۱۔ قدرت کے کھیل حصہ اول و دوم
۲۔ طبیعات اور کیمیا۔ مؤلفہ بھٹاچاریہ حصہ اول و دوم

یہ کتابیں قریب قریب ہر ایک تاجر کتب سے مل سکتی ہیں،

مفتاح الدین ظفر
بریلی

[1] سائنس سے میرا مطلب علم کیمیا اور علم طبیعات ہیں، ۱۲

خوں نابۂ دل

حسرتِ جذبات میں کچھ مضمحل کچھ سرگراں
جاتے جاتے دفعتاً آئی عمارت شاندار
سامنے اس کا بڑا پھاٹک کشادہ بہرِ شوق
چار جانب سبزۂ باریک تر گوہر بکف
سامنے کچھ سیڑھیاں شفاف تھیں ترشی ہوئی
چڑھتے چڑھتے اُف یہاں پہنچی کہاں سے میں کہاں
اک حسین و نازنین عورت شباب زندگی
زلف جس کی ہے پریشاں اور جبیں پر شکن
پارہ پارہ ہو رہا ہے وہ لباسِ نازنیں
ہار پھولوں کا گلے میں ایک مرجھایا ہوا
آنکھ کا سرمہ تھا شاید آنسوؤں نے دھو دیا
مضطرب ہو کر کیا میں نے یہ مضطر سا سوال
یہ مکاں رشکِ ارم حورانہ یہ صورت تیری
کچھ فسردہ سا تبسم آگیا اس بات پر
ایک بے کیفی سے لب ہائے فسردہ کھل گئے
"تو مری ہمدرد اک پیدا کہاں سے ہو گئی،
جس کو چاہا زندگی میں اور ہوئی جس پر فدا
مٹ گئیں دل کی امنگیں ہے شباب اپنا اداس
اف مرے ارماں سارے رفتہ رفتہ سو گئے
یہ مکاں تجھکو نظر آتا ہے جو رشک ارم
حور جب ہوتی میں گر شوہر بناتا جان و دل
یا خدا شوہر کو بیوی سے اگر الفت نہیں

صبحدم میں ہوگئی افتاں و خیزاں سی رواں
شوق میں دیدار کے دل میں ہوا کچھ اضطرار
لفظ "خوش آمد" جہاں کندہ پئے تکمیل ذوق
نازنین غنچے تبسم آفریں ساغر بکف
ہیں اک نازک منڈیروں پر تھی بل کھائی ہوئی
آہ یہ دل دوز منظر ہائے یہ غمگین سماں
جس کی آنکھوں سے لرز جاتی ہے روح سامری
کس قدر خاموش سی بیٹھی ہے وہ غنچہ دہن
ہاتھ رکھا ہے کہیں اور زلف بکھری ہے کہیں
اس پریشاں زندگی سے تنگ سا آیا ہوا
رنگِ چشمِ نازنیں ہے غم چکاں حسرت فزا
"کس لئے جانِ جہاں ہے اس قدر تجکو ملال؟
غم تجھے کس بات کا ہے جس سے یہ حالت ہوئی؟"
چشمِ نرگس آفریں میں جھلملائے دو گہر
آہ وہ کھینچی کہ جس سے آسماں ہلنے لگے
میں بنوں جانِ جہاں قسمت کہاں ایسی مری
اس شریکِ رنج و راحت کا ہے دل مجھ سے جدا
صرف باقی ہے محبت وہ بھی ہے پامال یاس
اب تو یہ زخمِ جگر بھی مرہمِ دل ہو گئے
میری غیبت میں گناہوں کا ہے مسکن اف ستم
اب تو میرا حسن رنگیں ہے فضول و مضمحل
اس کو شادی کی ضرورت پھر ہو عفت کیوں کہیں

(مہند عفت)

راستی

جس قدر زیادہ دنیا سے واقف ہوتے گئے اسی قدر زیادہ پر اسرار اور حیرت انگیز بنتی گئی۔ یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ راہ راست میں ادہر ادہر مڑیں نہیں اور نیکی کے جواہر لیتے ہوئے سیدھے انتہاے کمال کو پہنچ جائیں قوائے باطنی کی تکمیل نہایت مشکل امر ہے جبکہ ہم سب کا نفع نقصان باہم ایک دوسرے سے وابستہ ہے جس طرح جسم اور روح کا ربط باہمی زندگی کے لئے ضروری ہے اس میں شک نہیں کوئی کمال بغیر ریاضت و نفس کشی کے حاصل نہیں ہو سکتا اخوت و خودداری کی تربیت کے لئے ضبط نفس اطاعت اور نیابت الٰہی لازمی ہے، باوجود ان دشواریوں کے مقدس لوگوں کا سب سے اول یہی مقصد رہا ہے، وہ عالم میں راستی اور صداقت کے تہ دل سے خواہاں رہے تھے، ان پاک روحوں نے دنیا کو عام اخوت عام انصاف اور عام رواداری کا پیغام دیا ہے، نیکی قوت و صداقت میں مضمر ہے۔ جیسے کہ ایک عمدہ بات محنت و مشقت عمل سے حاصل ہو سکتی ہے، اخلاقی مسرت سے زیادہ روحانی مسرت کا توشہ ہمارے آئندہ سفر میں بھی ساتھ رہنا چاہیئے،

کسی حد تک ظاہری اور باطنی قسمت کا حصہ ہمارے اپنے اختیار میں بھی ہے۔ کیونکہ نیچر کی عدالت عام انصاف سے مملو ہے اس کی قدرتیں کس قدر وسیع و عریض ہیں جس طرح آفتاب سب کے لئے یکساں روشن ہے۔ اسی طرح رحمت الٰہی بھی سب کے واسطے یکساں تقسیم ہوا کرتی ہے۔ یہ ہمارے وہم کی کمزوری ہے جو بوجہ اپنی عقل کے محدود ہونے کے اپنے کاموں کے نتائج نہیں دیکھ سکتے۔ اور آپس میں ایک دوسرے کے درپے تخریب رہتے ہیں تعصب و خود غرضی نیکی کے راستہ میں حائل ہو کر انسان کو گمراہ کر دیتی ہے، اس خطرناک حد میں آ کر عقل کی آنکھیں بے نور ہو جاتی ہیں تھوڑی سی غلط روی میں بھی بعض دفعہ عظیم نقصان کا سبب بنجاتی ہے۔ اسی لئے لازمی ہے کہ امر حق کے دریافت کرنے میں علوم کو ہر ایک راست مذہب کا دوست و معین سمجھنا چاہیئے، دنیا کے لاتعداد مذہب کیا ہیں؟ ایک ہی شجر کی بار آور شاخیں ہیں جنکو بشر نے اپنے درمیان ٹکڑوں میں تقسیم کر لیا ہے مذہب ایک نہایت عظیم حقیقت الامر ہے۔

سقراط اور افلاطون کو ان ہی رموز باطنی نے اس قدر روشن و مشہور کر دیا تھا۔ دنیا میں نیک نام اور عقبیٰ میں نیک انجام وہی لوگ ہوتے ہیں جو موافق قدرت کے کام کرتے رہے ہیں۔ ایسے لوگ حصول بہشت کا وسیلہ ہوتے ہیں جو دنیا میں رہنما بن کر آئے جنکی عظمت مقدس آسمان سے بھی بالاتر ہے۔

ایس۔ بی طاہرہ

ایرانی عورت

عورت۔ وہ عورت نہیں جو تیرہ سو سال پہلے ایک جانور سے زیادہ حیثیت نہ رکھتی تھی جس کی لوگ مویشیوں کی طرح خرید و فروخت کرتے تھے۔ مذاہب جس کو ذلیل سمجھتے فیلسوف جسے شیطانیت کا سرچشمہ قرار دیتے اور مرد اسے جوتی کی طرح استعمال کرتے۔ پیدا ہونے پر زندہ درگور کردی جاتی اور جیتے جی رہنے پر ستی ہونے پر مجبور ہوتی، بلکہ وہ عورت جس کی حمایت کے واسطے عرب کی تپتی ہوئی زمین سے دنیا کا سب سے بڑا انسان جو خدا کا محبوب اور پیغمبروں کا سرتاج تھا بلند ہوا ہادی برحق نے اسے جنتوں میں ڈالکر اس کی دنیا ہی نرالی کردی۔ وہ گھر کی ملکہ بنی اس نے مردوں کے دلوں پر حکومت کی اور انسانی گاڑی کا کار آمد پہیا بنکر ترقی کی شاہراہ پر مرد کے دوش بدوش تیزی کے ساتھ پھرتی رہی۔ آج کل کی متمدن دنیا اسی زرین اصول کی رہین منت ہے۔ اور یہی اسلامی تعلیم کی وہ خصوصیت ہے جس نے عرب جیسی جاہل قوم کو پلک مارتے میں حامل تہذیب اور بانیٔ علوم جدیدہ بنا دیا۔

لیکن ہائے! وہی عورت اسی اسلام کی گود میں اُسی مسلمان کے گھر میں زمانہ جاہلیت کی دوبارہ یاد تازہ کرنے لگی، وہی جانور کی طرح بچے پیدا کرنے کی مشین ہے۔ باپ کی توہین شوہر کی ذلت اور اولاد کی ناکارہ ماں ہے، دیکھ او مسلمان عورت دیکھ اپنی ان بہنوں کو جو تیرے ہی پڑوس میں کافروں اور بے دینوں کے گھر میں پیدا ہوئیں جنہیں اسلام سے نفرت ہے یا نئے اسلام سے کدورت ہے جو اسلام سے پہلے عورت کے مقدس نام کی توہین نہیں جنہیں مرد کی زندگی میں شرکت کرنیکا کوئی حق نہ تھا آج وہی اسلام کے اس اصول پر عمل کرتے ہوئے گھر میں راج کرتی ہیں۔ اور باہر بھی ان کی حکومت ہے۔ باپ کی سعادت مند بیٹیاں ہیں شوہر کی مطیع بیویاں ہیں اور اولاد کی قابل پرستش مائیں قوم کی ان سے عزت ہے اور ملک کو ان پر فخر۔

ع ببیں تفاوت از رہ کجاست تا بکجا۔

نہ کسی قوم نے آجتک بغیر عورت کی مدد کے ترقی کی ہے اور نہ آئندہ کوئی قوم اسکی خدمات سے مستفیض ہوئے بغیر ترقی کرسکتی ہے، یہ وہ گر ہے جسے دنیا میں پہلی بار پیغمبر اسلام نے سمجھا اور دنیا کو سمجھایا جب تک مسلمان ان اصولوں پر پابند رہے انکی ترقی کا گھوڑا آگے ہی کو بڑھتا رہا۔ لیکن جب سے انہوں نے کفر کو اسلام ظلمت کو روشنائی اور گمراہی کو دینداری سمجھنا شروع کردیا ہے ترقی معکوس کرنے لگے ہیں جس کا نتیجہ ہماری روزانہ کی تلخ زندگی میں نظر آتا ہے،

جس مضبوط اور مستحکم قلعہ پر مسلمان سینکڑوں سال سے فخر کرتے چلے آئے ہیں ، اسکی اینٹ سے اینٹ بج چکی ہے اور آج جو یہ بے شمار فرقے نظر آتے ہیں جن میں سے ہر ایک بزعم خود اپنے آپ کو بہشت کا بلا شرکت غیرے مالک سمجھتا ہے ۔ یہ وہ اختلاف رائے نہیں جسے رحمت الٰہی سے تعبیر کیا جا سکے ، بلکہ یہ منہدم شدہ قلعہ کی دیواروں کے پتھر ہیں جو دس بیس بیس کی تعداد میں جا بجا پڑے ہوئے دنیا کو درس عبرت دے رہے ہیں ۔ اور کھلے الفاظ میں پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ ہمارے بیچ میں سے وہ مصالحہ جس میں عورت کے استقلال و علو ہمتی کا خمیر ملا ہوا تھا مردوں کی کند ذہن کنیوں نے کرید کرید کر نکال پھینکا ہے ۔ اب ان پتھروں کو مردہ اقوام کی قبروں کے کام میں تو لایا جا سکتا ہے لیکن یہ کسی زندہ قوم کے مصرف کے نہیں ہیں ،

جب تک سانس چلتا ہے آس بندھی رہتی ہے ۔ اس لئے جب تک سانس ذرا بھی ہمارے اندر موجود ہے ہمیں اپنی زندگی سے مایوس نہ ہونا چاہئے ۔ ممکن ہے کہ کوئی حکیم حاذق ملجائے جو ہمارے مردہ جسم میں پھر جان ڈالدے ، اس مرض کا علاج ہندوستان میں ہو سکے یا نہو سکے مگر آزاد اسلامی ممالک میں علاج کی ضرورت کو محسوس کیا جا رہا ہے ۔ یہانتک کہ کٹر افغانی اور ٹھوس عرب بھی اس کی طرف متوجہ ہو چلے ہیں ترکی نے تو قدم آگے بڑھا ہی دیا ہے لیکن ایران بھی کچھ پیچھے نہیں رہتا معلوم ہوتا جن لوگوں نے گذشتہ بیس سال کی تبدیلیوں کا بغور ملاحظہ کیا ہے وہ ان سے فی الحال کوئی صحیح نتیجہ اخذ نہیں کر سکتے کہ اس کا رخ کس طرف کو ہے ۔ مگر یہاں کی عورتوں میں جو بیداری کے آثار رونما ہو چکے ہیں ان سے بہتری ہی کی امید ہو سکتی ہے ، گذشتہ بیس سال میں ایرانی عورت میں بڑی تبدیلی پیدا ہو گئی ہے ۔ اگرچہ اس ملک میں کسی زمانہ میں بھی ہندوستانی قسم کے پردے کا رواج نہ تھا ، مگر پھر بھی جو پردہ یہاں پر رائج تھا اس کی آڑ میں مردوں نے اس صنف نازک پر جو جو زیادتیاں کی ہیں وہ تاریخ عالم میں خون کے حرفوں سے لکھی جائینگی اس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے ۔ صرف اس قدر کہدینا کافی ہے کہ مذہب کی آڑ میں معصوم جانوں کو نفس پرستی کے گھاٹ اتارا گیا ۔ اور پھر لطف یہ کہ ان مظالم کو عین کار ثواب سمجھتے رہے ۔ ذبح بھی کرے وہی لے ثواب الٹا ، عورتوں کے متعلق جس قوم کی ذہنیت کا یہ عالم ہو کہ وہ گناہ کو ثواب سمجھنے لگے اور بدی میں اسے نیکی کا لطف آتا ہو تو اس کا انجام یہی ہونا تھا کہ وہ صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ جاتی ہے ۔ مگر خدا کو اسلام کی کچھ لاج ہی رکھنی منظور تھی ، جو آزاد اسلامی ممالک میں بیداری کے آثار نظر آنے لگے ۔ اور ترقی کی اگر یہی رفتار رہی تو کھوئی شان و شوکت حاصل کرنے میں ان ملکوں کو زیادہ دیر نہیں لگے گی

ایرانی عورت پستی کے گڑھے میں گر چکی تھی اس کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہی تھی بلکہ مردوں کی اور

ذریات میں سے یہ بھی ایک چیز تھی جس کے ہر نوع استعمال کا اس کے خدائے مجازی کو حق حاصل تھا بہت تھوڑی سی قیمت پر خریدی جا سکتی تھی اور ناچیز معاوضہ پر اس کو علیحدہ کیا جا سکتا تھا۔ بہت کم تعداد ایسی عورتوں کی تھی جو بلوغ کو پہنچکر صرف ایک ہی شوہر کے ساتھ تمام عمر بسر کر گئی ہوں بلکہ ان کو مجبوراً درجنوں شوہروں کی خدمت کرنیکا فخر بخشا جاتا تھا، زیادہ تعداد میں لڑکیاں سن بلوغ سے پہلے ہی مردوں کی نذر کر دی جاتی تھی، انکو تعلیم دینا گناہ تھا اور ان کی سوسائٹی میں کوئی ضرورت نہیں سمجھی جاتی تھی، ان حالتوں میں اگر یہاں کی عورت اپنی پست حالت کا نمونہ پیش کرتی ہو تو تعجب ہی کیا ہے۔ حامیان پردہ کو ان کی اس حالت کا اندازہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسلامی ممالک کا جہاں پر مذہب کی آڑ میں عورت پر بڑے بڑے ظلم ہو چکے ہیں بچشم خود جائزہ لیں۔ وہ عورت جو سیاہ چادر میں سر سے پاؤں تک ملفوف ہوتی تھی اسی چادر کی آڑ میں انہی مدعیان اسلام کی آنکھوں کے سامنے جو جو قسمت کا لکھا پورا کرتی تھی اس کی داستان انسانی زبان سے بیان نہیں ہو سکتی،

آج ایرانی عورت کا کچھ ڈھچر ہی اور ہے۔ گویا انسانی دنیا میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو گیا ہے۔ وہی معصوم بھیڑ جو جا بجا مونڈی جاتی تھی آج شیرنی کی طرح آزادی کی چھلانگ لگا رہی ہے، چادر اتار پھینکی ہے اور جن پر یہ ذلت کا خول منڈھا ہوا ہے، انہوں نے بھی کچھ اس کی ایسی کتر بیونت کر لی ہے جس سے یہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ حکومت کی طرف سے آزاد خیال طبقہ کی ہمت افزائی ہوتی ہے اور بے پردہ عورتوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے، فرق اتنا ہے کہ پرانے خیال کی عورت مسلمان سمجھی جاتی تھی۔ اور نئی روشنی کی عورت کو مغربی دلدادہ کے نام سے پکارا جاتا ہے جس میں آزادی کی ہوس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے، اسلام سے وہ کوسوں دور نظر آتی ہے۔ اور اسلام سے نفرت نہیں تو مغائرت ضرور ہے، آخر اس کی کیا وجہ ہے اس کا جواب علماء کرام دینگے، جو اپنے حلوے مانڈے کی خاطر دو فرقوں میں دو دو چونچیں کرا دینا ہی اپنا اولین فرض سمجھتے ہیں جنکو اسلام کے مردے کی بہشت یا دوزخ سے مطلق سروکار نہیں معلوم ہوتا۔ اگر یہی لیل و نہار رہے تو ایرانی عورت دنیاوی ترقی میں مغربی خواتین سے پیچھے تو نہ رہے گی لیکن افسوس کہ اس کے دامن سے نچڑا ہوا پانی فرشتوں کے وضو کے قابل نہ رہیگا۔ بلکہ اس سے ایک دیندار کلی کرنا بھی شاید گوارا نہیں کریگا، تعلیم یافتہ ایرانی بہنوں کا جن سے میری اکثر گفتگو ہوئی ہے یہ خیال ہے کہ جو خرابی ہم آج ایرانی عورتوں میں دیکھتے ہیں وہ ان نام نہاد مسلمانوں کی حالت سے جو کچھ ہوا پہلے اسی سرزمین پر اپنی قید حیات کے دن گذار گئی ہیں بدرجہا بہتر ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اس گھری ہوئی حالت کے مقابلہ میں کوئی بھی دوسری خرابی گنتی میں نہیں لائی جا سکتی۔ اور یہ کہ ہر چیز کو عروج حاصل کرنے کے واسطے

پہلے خراب ہونا ضروری ہے۔ اسی نظریہ کے ماتحت انکی موجودہ خرابی کو دیکھنا چاہئے۔ اب رہی یہ بات کہ وہ اسلام سے دور جا رہی ہیں تو اس کا سدباب علماء دین کر سکتے ہیں۔ جو بجائے اس اسپرٹ کو کچلنے کے کوئی ایسی راہ نکالیں جو زمانہ حال کی ضروریات کے مطابق ہو جس کے علاوہ ان کی تمام کوششیں بے سود ہونگی

میری ایک ایرانی دوست جو مجھے بہت عزیز ہیں ایسے خاندان سے تعلق رکھتی ہیں جن کا شمار آج کل متمدن ایرانیوں میں ہے۔ مغربی قسم کی آزادی برتتے ہیں لیکن ایسے اصولوں کی حد میں جس سے ان خرابیوں کا پیدا ہونا جو مغرب میں آزادخیالی کے باعث جسپر کسی مذہب کا انکس نہیں ہے۔ ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنے اس طرز عمل کو جائز قرار دینے کے واسطے جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اس سے عصمتی بہنوں کو آگاہ کرتی ہوں وہ فرماتی ہیں کہ وہ خاندان جنہیں حقیقی محبت نہیں بہت جلد تباہ ہوجاتے ہیں اور کسی خاندان میں یکجہتی اسوقت تک نہیں ہوسکتی جب تک اس کے افراد ایک دوسرے کے ساتھ خلوص کا برتاو نہ کرتے ہوں۔ ایسی باہمی محبت پیدا کرنے کے واسطے سب کا یکجا ہونا لازمی ہے۔ جب ہم ایک جگہ رہتے ایک جگہ کھاتے ایک جگہ تفریح کرتے ہیں تو ہمارے اندر نہ صرف ماں باپ، میاں بیوی، بھائی بہن بیٹی بیٹا ہونے کے سے تعلق ہوتے ہیں بلکہ وہ حقیقی دوستی میں تبدیل ہوجاتے ہیں۔ جب رشتہ داری دوستی کی حدود میں داخل ہوجاتی ہے تو اس خاندان کے افراد کی مصداق ان گایوں کی سی ہے جو باہمی اتفاق کے سبب سے شیر کو بھی خیال میں نہ لاتی ہوں یہی وجہ ہے کہ ہم آپس میں اس قدر آزاد ہیں اس کے علاوہ جو اور خوبیاں ہیں وہ عام لوگوں کی سمجھ میں نہیں آسکتیں جب تک کہ وہ ہمارے اصولوں پر عمل کر کے اس کی بھلائی برائی کا خود تجربہ نہ کرلیں۔ مثلاً بیوی کو شکایت ہے کہ اس کا شوہر دن بھر اپنے کاروبار میں مشغول رہتا ہے اور رات کو اسے دوستوں کی دوستی سے فرصت نہیں ملتی۔ گھر پر تو وہ ایک مسافر کی طرح آدھی رات کو آتا اور صبح سویرے ہی باہر نکلجاتا ہے۔ بھلا وہ کونسا احمق مرد ہوگا جس کے گھر پر ایسی محبت شعار بیوی انتظار میں بیٹھی ہے جس کی آہٹ سنکر اس کے پیارے بچوں کا ننھا دل فرط مسرت سے اچھلتا ہے اور وہ آوارہ گردی میں دن بھر کی کوفت اتارتا پھرے۔ نہیں ایک مسلمان کے گھر میں خوشی اور راحت کا گذر نہیں ہوسکتا کیونکہ ان کے گھر کی ملکہ چڑیل کی صورت بنائے ڈائن کی طرح شوہر کے گھر پر آن کی منتظر ہوتی ہے، جہاں اس نے مکان کے اندر قدم رکھا اور اس نے دنیا بھر کی خرافات بک ڈالی، گھر کی تو صورت ہی ایسی بنی ہوتی ہے جس سے معمولی آدمی کے دل پر ہیبت طاری ہوجائے۔ اسپر بچوں کی کیں کیں بیوی کی مغلظات کریلا نیم چڑھا ہوجاتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ مرد کو اپنی دن بھر کی تھکن اتارنے کے واسطے کوئی اور جگہ تلاش کرنی پڑے، علاوہ ازیں اس آزادی میں اور بہت سی خوبیاں ہیں جن میں سے دو ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔ مردانہ اور زنانہ دو نشست گاہوں کی ضرورت نہیں رہتی۔ اخراجات میں بہت کفایت ہوجاتی ہے

میاں بیوی ایک دوسرے کی حالت سے بخوبی واقف ہوجاتے ہیں۔ ان میں ایک دوسرے کی طرف سے کوئی شک پیدا نہیں ہوتا۔ بدکار عورتیں منہ پر نقاب ڈالکر سیدھے سادے مردوں کی آنکھوں میں خاک جھونک دیتی ہیں لیکن ایک بھولی بھالی عورت بھی کبھی بھولکر کھلے بندوں اپنی رسوائی کو پسند نہیں کرسکتی درپردے کے حامی اس دلیل کی اہمیت پر غور فرمائیں،

حقیقت یہ ہے کہ اس خاتون محترم کے خاندانی حالات ضرور قابل رشک ہیں جس کے افراد ایسا معلوم ہوتا ہے گویا ایک لڑی میں پروئے ہوئے موتی ہیں بلکہ ایک ہی گلدستہ کے پھول ہیں جن کی مہک سے ان کی زندگیاں معطر ہورہی ہیں ضرورت ہے کہ ساری اسلامی دنیا میں اس قسم کی طرز زندگی پر عمل ہونے لگے۔ اور مغرب کی اندھی تقلید سے ہم محفوظ رہ سکیں،

اس مضمون کو عنوان سے کچھ زیادہ تعلق نظر نہیں آتا لیکن چونکہ عصمتی بہنوں کے سامنے ایک بہترین زندگی کا نمونہ پیش کرنا ہے اسکے واسطے ضروری تھا کہ ان کی ایرانی بہنوں کی تاریک اور روشن دونوں حالتیں بیان کردی جائیں۔ اب یہ ان کی اپنی مرضی ہے کہ وہ اپنے واسطے کس چیز کو پسند کرتی ہیں۔ اس بات سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ تعلیم یافتہ طبقہ مسلمانوں کی حالت سے بیزار نظر آتا ہے۔ اور افسوس ہے کہ جن کے ہاتھ میں ابھی تک اس قوم کی نکیل ہے وہ عوام کو ترقی کے راستے پر چلنے سے روکتے ہی نہیں بلکہ ان کے راستے میں خود ساختہ مذہب کے روڑے اٹکاتے ہیں۔ لیکن یہ حالت زیادہ عرصہ تک نہیں رہ سکتی جو اسپرٹ پیدا ہوچکی ہے، ان کا فنا ہونا ناممکن ہے۔ اس لئے جلد یا بدیر ہم ترقی کی شاہراہ پر نظر آئیں گے۔ فرق صرف اتنا ہوگا کہ اسوقت ہم برائے بیعت مسلمان ہونگے لیکن ہمارے افعال ملحدین مغرب سے ملتے جلتے ہوں گے۔" جب چڑیاں چگ گئیں پھر پچھتائے کیا ہوت۔ اس لئے وقت کو غنیمت سمجھنا چاہئے، اور رہبران قوم کو اپنی پوری کوشش اس طرف صرف کردینی چاہئے جب تک ہم اپنے گھر میں آزادی حاصل نہیں کرسکتے۔ ہمیں مجموعی حیثیت سے آزاد ہونیکا کوئی حق نہیں معلوم ہوتا۔ آزاد اسلامی اقوام سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہئیے کیونکہ ان کی پیروی میں ہی ہماری فلاح نظر آتی ہے۔ خدا وہ دن جلد لائے جو ہندوستانی مسلمان بھی دنیا کی اقوام میں شمار ہونے کے قابل ہوجائیں،

اختر خانم بندر عباس ایران

سویز کنال

کنال ایک لفظ انگریزی زبان کا ہے جس کے معنے نہر کے ہیں۔ پچاس ساٹھ سال قبل یہ خاکنائے سویز تھی، خاکنا اسے کہتے ہیں جو زمین کا ٹکڑا دو بحر اعظم کو ملائے۔ چنانچہ ایشیا و افریقہ کے درمیان میں زمین کی دھجی ایک سو دس میل لمبی تھی۔ ایک بڑے قابل فرانسیسی انجنیر مسمی لیسپ نے یہ دھجی کھود ڈالی۔ یہ اتنا بڑا کام ہوا کہ لیسپ انجنیر زندہ جاوید ہو گیا۔ کروڑوں کے سرمایہ سے ایک کمپنی قائم کی گئی تھی جس کے شرکا میں زیادہ تر انگریز فرانسیسی اور اٹیلین ہیں، یہ خاکنائے سلطنت ترکی کی ملک تھی۔ ترکی سے اجازت لیکر یہ کام کیا گیا۔ اس ارضی دھجی کے کھودنے سے پانی نکل آیا جس نے بحر احمر کے پانی کو بحر روم کے پانی سے ملا دیا۔ اب اس میں جہاز رانی آسانی ہوتی ہے۔ اگر کوئی چاہے تو انڈیا سے لنڈن بغیر کسی حصہ زمین پر سفر کئے بذریعہ جہاز پہنچتا ہے مسلسل سمندر ہی سمندر ملیں گے۔ بمبئی یا کراچی سے اگر کوئی سوار ہو تو پہلے بحر عرب ملیگا پھر بحر ہند۔ پھر آبنائے عدن، پھر بحر قلزم جس کو بحر احمر بھی کہتے ہیں۔ اس کے بعد نہر سویز پھر بحر روم پھر آبنائے جبل الطارق۔ بحر بسکے۔ اس کے بعد انگلش چینل جسپر لنڈن ہے۔ اس نہر کے کھودنے سے یہ فائدہ ہوا کہ بغیر زمین پر قدم رکھے پانی کے ذریعہ یہ طویل سفر تیز رفتار جہاز ہو تو سترہ اٹھارہ دن میں طے ہوتا ہے۔ یہ نہر بہت عریض نہیں ہے۔ ایک بڑا جہاز آہستہ آہستہ اس نہر کو چند گھنٹوں میں ختم کرتا ہے، تجارتی جہازوں کو نیز ڈاک کے جہازوں کو اس نہر سے گزرنیکا محصول دینا پڑتا ہے، جو از روئے مناسبت و تعداد حصص شرکا میں تقسیم ہوتا ہے، جب ملک مصر ترکوں کے تحت میں تھا اور حجاز بھی ترکوں کی عملداری میں تھا تو سویز بھی ترکوں کی ملک تھی۔ اس لئے حق شاہی ترکوں کو بھی دیا جاتا تھا۔ اس کنال کے کنارہ کنارہ ریلوے لائن ہے۔ کنال میں ریلوے سٹیشن ہے، یہاں سے اسکندریہ وغیرہ جاتے ہیں، کنال کے دونوں طرف خشکی اور ریتیلی زمین بہت ہے، بعض مقامات میں سبزہ زار بھی بہت پر فضا مناظر ہیں۔ جہاں آتے جاتے جہاز ٹھہرایا جاتا ہے۔ وہاں ریلوے کا ایک بڑا ورکشاپ بھی ہے۔ جہاں ضروری مرمت انجن وغیرہ کی ہوتی ہے میرا گزر دن کو بھی اور شب کو بھی ہوا۔ شب کا نظارہ بہت پر لطف ہے۔ برقی قمقمے۔ سینکڑوں رنگ برنگ کے روشن رہتے ہیں، اس کنارہ پر جدھر ورکشاپ ہے بجلی کی صفا اور کثیر روشنی سے وہ حصہ دن معلوم ہوتا ہے جسوقت کنال سے جہاز گزرتا ہے اس کی رفتار اس قدر آہستہ ہوتی ہے کہ بالکل ہی معلوم نہیں ہوتا کہ جہاز چل رہا ہے۔ ایک موضع مصری حکومت کے تحت اسمعیلیہ ہے یہ کنال کے قریب ہے ایک مسجد بھی اس گاؤں میں ہے کنارہ سے یہ گاؤں نظر آتا ہے اس کا منظر نہایت دل فریب ہے، دیکھنے سے تعلق ہے۔ کنال کی تصویر جو عصمت میں درج کیجا رہی ہے اسمیں جو اسٹیچو ہے وہ اسی انجنیر کا ہے جس نے سویز کنال نکالی جسکا نام لیسپ ہے،

صغرا ہمایوں مرزا

بارش کے قطرہ کی پیمبری

خدا کی قدرت حضرت عیسٰی بغیر باپ کے پیدا ہوئے، دنیا میں آکر ایک ہل چل مچادی اور پھر اپنی ڈیوٹی انجام دی اور خدا کا پیغام سنایا۔ ہزارہا مصیبتیں برداشت کیں لیکن اپنے مشن پر قائم رہے اور آخر کار اپنے کام کو انجام دیتے ہوئے آسمان پر اٹھا لئے گئے،

بارش کے قطرہ نے اعلان کیا کہ یہ بغیر باپ کے پیدا ہونے کی خصوصیت صرف حضرت عیسٰی میں نہ تھی میں بھی بغیر باپ کے پیدا ہوا۔ آسمان میں میری پیدائش ہوئی اور بادلوں کے گہوارہ میں پرورش پائی۔ کیا ہوا حضرت عیسٰی خدا کے پیغمبر تھے، میں بھی اسی خدا کا فرستادہ ہوں۔ اسی ذات واحد کا پیغام لوگوں کو سنایا۔ اور صاف آواز میں دنیا کو اس کی قدرت کا یقین دلایا۔

واقعہ یوں ہے کہ ایک دن سخت گرمی پڑ رہی تھی، آسمان سے آگ برس رہی تھی۔ زمین تپ رہی تھی اس پر بسنے والے بے کل تھے۔ یورپ سے آئے ہوئے گورے چمڑے والے گرمی کی برداشت نہ ہونے سے تڑپ رہے تھے۔ کچھ بن نہ پڑتی تھی، اگرچہ اس نازک وقت میں خدا کو یاد کرنا ان کے فیشن کے خلاف تھا۔ مگر پھر بھی بڑے بڑے وضعدار جنٹلمینوں کی نگاہیں بڑی آس کے ساتھ آسمان کی طرف اٹھ رہی تھیں لیکن افسوس آسمان کے تختہ سے ٹکرا کر مایوسی سے ٹھوکریں کھاتی ہوئی پھر زمین پر آرہی تھیں۔ خدا کا بھیجا ہوا ٹمپریچر ان فیشن ایبل یورپینیں کے بھیجے کو کھولا رہا تھا۔ حواس نے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ قدرت کا ٹیلیفون نمبر یاد نہ تھا۔ ورنہ جس طرح فائر بریگیڈ کو بلا لیتے ہیں اسی طرح مانسون کو آواز دے لیتے۔ سائنس کی ترقی سے ان ہی بدحواسوں نے بے تار برقی کی خبر رسانی کا آلہ ایجاد کیا لیکن روحانی کرنٹ کی قوتوں کو برباد کردیا اور آسمانی خدا تک کا بے تار برقی کی خبر رسانی کا سلسلہ ٹوٹ چکا تھا۔

گرمی نے اور زور دکھایا۔ اپنی ایجادوں کو ناکام دیکھ کر پسینے میں ڈوب گئے لیکن غوطہ لگاتے ہی خدا کا نام یاد آیا۔ فیشن کے دلدادہ توہین کو بالائے طاق رکھ کر پتلون کی بندشوں کو کھول کر سجدہ میں گر پڑے۔ وہ ہاتھ جو ویسٹ اینڈ واچ سے آراستہ ہوا کرتے تھے۔ دعائے باراں کے لئے اٹھ گئے۔ پیانوں پر رقص کرنے والی نازک انگلیاں دست طلب میں بے چینی کے ساتھ رقص کرنے لگیں، وہ ریشمیں کمر والی رقاصہ اپنا ناچ بھول گئی۔ لیکن سورج کی گرمی نے ان کو ایسا نچایا کہ بادل بھی ایسے زور سے ہنسے کہ مانسون کی آمد کا سلسلہ بندھ گیا۔ خدا جانے ان پسینے میں غوطہ خوردوں کی دعاؤں میں کیا زور تھا کہ فوراً ہی ابر رحمت جھوم کر آیا۔ اور مجھ ناچیز قطرہ کے نام حکم آیا کہ میں اس آتش کو جو آتش نمرود سے

ہزار گناہ بہتی فرد کرکے دنیا کو خدا کے رحیم ہونے کا ثبوت دوں،

میں ایک ناچیز قطرہ ہوں، خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں۔ دنیا میں آرام و راحت کا پیام لایا اور لوگوں کو اسکی قدرت کا تماشا دکھانے آیا، میری آمد سے ہزاروں گمراہ راہ راست پر آگئے۔ اور بجائے سائنس کے خدا خدا پکار اٹھے۔ حضرت عیسیٰ نے تاریکی کو روشنی سے بدلا میں نے جہنم کو فردوس سے۔ اور گمراہوں کو بندۂ خدا سے حضرت عیسیٰ خدا کی خدائی کا پیغام لیکر آئے، میں بھی اسکی رحمت کا پیام لایا۔ انکو سولی دی گئی، مجھکو خاک میں فنا کیا گیا فرق صرف اتنا ہے کہ وہ آسمان پر ہیں اور میں تحت الثریٰ میں،

بنت مقبول حسین کانپور

بچہ

اے سراپا شادمانی اے مسرت آفریں — بے نیاز رنج و راحت فرح و بہجت در کنار
جور چرخ فتنہ خو کا تو کبھی شاکی نہیں — عیش کامل عشرت بے مثل کے سرمایہ دار
ہو گھٹا چھائی ہوئی غم کی کہیں۔ شادی کہیں — ہو بلا سے تیری ہنگام خزاں دور بہار
سانولا ہو یا کہ گورا خوب رو ہو یا حسین! — تیری بھولی شکل و صورت پہ ہے اک دنیا نثار

دیکھکر آتا ہے ماں کا بحر الفت جوش میں
تو ہو محو خواب جب گہوارۂ آغوش میں

اے دل مادر کی راحت آئینہ دار سکوں — تیرے دم سے ماں کی بزم آرزو آباد ہے
چاہتی ہے منہمک بس تیرے کاموں میں ہوں — تیری ہر خدمت میں الفت آفریں دلشاد ہے
رونی صورت تیری کر دیتی ہے ارمانوں کا خوں — تجھ پہ قصر آرزوئے قلب کی بنیاد ہے
تیری ہستی نا آشنائے شورش دنیائے دوں — کشمکشہائے غم گیتی سے تو آزاد ہے

تو بہار بوستان دہر کا پیغام ہے
اے مجسم حسن و خوبی تیرا "بچہ" نام ہے

بغدادی بیگم الطاف حسین ایلچپور

چ کا چرچا

چچا نے بچے کی شادی رچائی

ایک روز خیال آیا کہ چ اردو میں بہت بولی جاتی ہے۔ سب نے کہا اچھا کوئی مضمون چ کا لکھئے باتوں باتوں میں خاصا بڑا مضمون ہو گیا۔ میں نے کہا لاؤ عصمتی بہنوں کی تفریح کے لئے بھیجدو۔ اے آر بیگم۔

چچا چمن نے چھوٹے بچے کی شادی رچائی، چار من چاول تو چار مہینے پہلے ہی چن چنا کر رکھدیئے گئے تھے۔ چھالیہ بھی چچی نے چھ مہینے پیشتر کترنے کو بھیجدی تھی۔ چار بورے چینی کے چھوٹے چچا نے چھپرے سے بھیجدیئے تھے، اب چچا کو چڑھاوے اور چار جوڑوں کا سوچ تھا، لیکن چوبیسوں گھنٹوں پڑے بچوں سے چوسر کھیلا کرتے تھے، چچی چنچتیں چلاتیں تو کہتے کہ ایسی چلچلاتی دھوپ میں چیل انڈا چھوڑتی ہے، مجھ سے نہیں چلا جاتا،

"چھ روز پہلے چلنے کو تیار ہوئے چچا چھوکری سے کہا" چچی سے کہو کہ ہم چاندنی چوک جاتے ہیں، چڑھاوے کی چیزوں کا چار ہزار کا چک دیدو"

چچی چچا پر چلا کر "دوڑیئ چل چڑیل دیکھتی نہیں بچے کے چنچنے چن رہی ہوں" بچے کی چینیں سنکر چچا بھی دہیں چلے آئے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ چچی چلمن کے نیچے چراغ لئے چنچنوں کو چمکار رہی ہیں،

چچا "چنگی سے کیا چن رہی ہو، موچنا لو، ہمیں تو بچپن میں چار چار آدمی دبوچکر بیٹھتے تھے، جب چنولتے تھے، چنچنے بالکل چیونٹی کی طرح کاٹتے ہیں (چمکار کر) چپ ہو جاؤ۔ چنو چپ ہو جاؤ۔"

(چچی سے چلاکر) "تم مرچیں اور چینی بہت کہلاتی ہو، میرے چیخنے چلانے کا کچھ اثر ہی نہیں ہوتا۔"

(چچی چڑکر) "چولہے میں جاؤں میں تمہارے چنچنے لگے تھے جب بھی میں ہی مرچیں اور چینی نے پہنچتی تھی یہ کہو کہ چار پشت سے چنچنوں کا مرض ہے"۔ چچا چپ ہو گئے، چچی نے بچے کو چارپائی پر سلا دیا۔

چچا! "چچی ذرا میری چکن کی اچکن میں سے چمکتی ہوئی پنسل تو نکال لاؤ، پرچہ پر چڑھاوے کی چیزیں چڑھا لوں چچی سے پوچھا کیا کیا چیزیں آئیں گی؟"

چچی!! "ماتھے کا چپکا۔ کانوں کے چھدانے تمر۔ گلے کی چمپا کلی، چندن ہار۔ ہاتھوں کی چوڑیاں، چوہے دنتیاں پیروں کے چھلے۔ چھاگل

چچا! "کارچوب والے کے ہاں سے چوتھی کا جوڑا ابھی تو لانا ہے!"

چچی: "چھ گز چمپاکی توئی، چار لچھے چٹکی کے، چار ورق ودپٹوں کا لچکا۔ پانچ گز آنچل۔ چینی ڈورے کا ایک تھان چارخانہ۔ چکن اور چھالیٹن کے تھان۔ بچوں کے کپڑوں کے لئے لیتے آنا۔ چنبیلی کے تیل کا اور چار عطر کی شیشیاں چاندی کی کنگھی، چاندی کی جوتی کے گھنگرو۔" چچا نے چپکے سے کہا "تم کہو تو اپنے لئے ایک چاندی کی چلم بھی لیتا آؤں"

چچی: "چھپن برس کی تو عمر ہوگئی ہے بچپن کے چونچلے چلے جاتے ہیں!"

چچا! "میں نے تو ایک چلتی سی بات کہی تھی تم چنچنانے لگیں۔ چل چمپا چمڑے کے بکس میں سے میری چکن کی اچکن لا میں چاندنی چوک چلوں۔

چچی! "چار من چھوہارے چندو کے ہاں سے چھیبے میں رکھوا کر چھوکرے کے ساتھ چلتے کرنا۔ پھر چاہے چوک چلے جانا۔ اور چاوڑی میں چھجو مالی سے چنبیلی کے پھولوں کے گہنے کو ابھی سے کہدینا اور واپسی میں چوکھا کمہار سے چار ٹلیاں سانچق کی چورنگی چمکی لگی ہوئی بنانے کو کہدینا اور چھیٹن گندھی سے پچیس روپے والا سہاگ پڑا سچے کام کا کہدینا، چچی اماں نے جو چودہ من کی بری کی چیزیں بتائی ہیں وہ نہ بھولنا۔ اور چوہیا کے چھتہ والی چچی چھموں سے پکی ہوئی چھالیہ لینا اور چار روز پہلے یہاں آنے کی تاکید کردینا" چچا چلا پڑے "کیا مجھے چومغزا سمجھا ہے، چار چار نوکر چیل قدمی کو موجود ہیں مگر کسی سے چوں نہیں کیجاتی۔ چاروں پہر پڑے چارپائی پر چلمیں پیا کرتے ہیں" چچی چپ ہوگئیں، چچا چلدیے۔

چار گھنٹے بعد چچا واپس آئے، چاندنی چٹک رہی تھی، چچی بچوں کو سلا چکی تھیں، چچا کے جوتے کی چرچراہٹ سنکر چچی نے چبوترہ پر چارپائی بچھوائی، باورچیخانہ میں سے چھمی چنچنی میں سے چھوٹی چچی چولھے کے پاس سے چھابو کی اماں چچا کے آنے سے پہلے ہی سب آن پہونچے۔ چچا چارپائی تک پہنچنے بھی نہ پائے تھے کہ چاروں طرف سے چل چلو مچگئی۔ چھمی ہیں تو چوتھی کا جوڑا نوچے لیتی ہیں۔ چھوٹی چچی ہیں کہ چڑھاوا چھینے لیتی ہیں، چچا چلا پڑے، "تم لوگ تو چاروں طرف سے چیونٹیوں کی طرح چمٹ گئے، چل چمپا چلمچی لا چار چلو منہ پر ڈالوں، چلتے چلتے چکنا چور ہوگیا۔ چوراہے پر چھکڑے والے نے چھوہاروں کے چھیبے پھینکے اس لئے چخ پخ ہوئی، چوہیا کے چھتہ والی چچی چھمو کا تو چہلم بھی ہوگیا۔ چھ مہینے سے چھالیہ کر رہی تھیں چلیں۔ بیچاری کی چھنگلیا میں چھ بوند لیے نے چٹک لیا تھا چیرا لگتے ہی چلدیں۔ ان کی چھوکری نے کہا ہے کہ چھالیہ کل چاری پہنچا دیگی،

چلو اپنی چیزوں کو جانچو۔ چالیس تولہ کا چندن ہار، چھبیس تولہ کی چھاگل۔ چودہ تولہ کی چوڑیاں۔ چھ تولہ کی چوہے دنتیاں۔ چھ تولہ کی چمپاکلی، چار تولہ کے چھلے، چھ سو کا چھپکا۔ چار سو کے چودانی نگ۔ چار روپیہ کے چاندی کے جوتی کے گھنگرو، چودہ روپے میں چاندی کی کنگھی، چار عطر کی شیشیاں چھمی کے لئے چار سو کے سچے موتیوں کے ہاتھوں کے لچھے اچھے

ل سے گے لئے ہیں، چھمی میرے تو پیٹ میں چوہے دوڑ رہے ہیں، کھانا لاؤ۔ چچی نے چوکی پر چاندنی بچھوائی،

چچا! تم جانتی ہو چقندر میری چڑ ہیں چل چھپا، چٹنی اچار کچھ لاؤ، چچی بولیں چلاؤ اور چنے کی دال، تو چکھو،

چچا! مجھے تو چھ بجے صبح چودھری چراغ علی کے ہاں جانا ہے، چاند کی چودہ تاریخ مقرر ہو جائیگی چار آدمی ساتھ جائیں گے، چودہ روپے کی کوئی چیز ساتھ چلی جائیگی،

چچی! سوچ سمجھکر بات چیت کرنا اونچا گھرانہ ہے،

چچا! چہ خوش تو ہم کیا کسی سے نیچے ہیں جو چکنی چپڑی باتیں چھانٹیں،

چچی، "تمہارے اسی چڑچڑے پن سے تو چار جگہ سے بات چھوٹ چکی ہے۔ چھوٹی دلہن کے چچا کے ہاں کیسے چلو ارمان سے انکو چیونٹیوں بھرا کباب اور چنڈو باز کہا۔ خدا اس بیل کو منڈھے چڑھائے"،

چچا۔ چلو چلو چڑھاوے کی چیزیں اچھی طرح رکھنا، چاروں طرف چور چکاری کا چرچا ہے

چار ہی بجے سے چچا نے چنیم چاخ مچا دی۔ چھمی چاؤ بناؤ چھپرہ والی چینی چار میں ڈالنا چکھوں کیسی ہے چاہ آنہ کی کچوریاں چمن حلوائی کے ہاں سے منگوا لو چار بجے سے تلی جاتی ہیں۔ چھوکرے سے کہدینا کچی نہوں چھانٹ کر لائے، اپنے چھوٹے چچا کو صحنچی میں سے جگا لو کہنا چھ بجے چلنا ہے۔ چوڑی والوں سے نواب چھکن چتلی قبر سے چھمو خاں مرچنٹ ساتھ چلیں گے، چیلوں کے کوچہ چلنا ہے۔ چھ بجے جاتے ہیں، چچی اٹھنے بھی نہ پائیں کہ چچا چلدئے،

(۲)

چودھری چراغ علی چشم بد دور چار پشت کے رئیس چار چار خدمتگار چوکیدار کوچبان چھوکرے چہل قدمی کو الگ چبوترہ پر چوکا بچھا ہوا چاندنی کا فرش، چمن میں چوکور حوض میں چنیاں لٹکنیں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پڑی چھپا چھپنیلی چٹک رہی ہے۔ غرض اچھی چہل پہل ہے،

چودھری صاحب کوئی چونسٹھ برس کا سن، چوڑی پیشانی، چمکتی ہوئی آنکھیں۔ کچھڑی ڈاڑھی، چوگوشیا ٹوپی سر پر چائنا سلک کا نیچا کرتا چاروں طرف چھوٹے، بیچ میں چودھری صاحب چارپائی جا رہی تھی،

چچا چھمن کی عمر پچاس برس سے اونچی تھی لیکن بانکے چھیلا سر پر چمپئی رنگ کی کارچوبی ترچھی ٹوپی چکن کی چست اچکن، چاندی کے بٹن، چوڑی دار پاجامہ، کرمچ کا جوتہ۔ گل مچھے رکھے مونچھیں چڑھائے پان چباتے پہنچے،

چودھری صاحب نے پیچوان کھینچا۔ چھوکرے کو چلم بھرنے کا حکم دیا۔ چچا چھمن نے اپنی چھوٹی چھوٹی چپل سی آنکھیں چاروں طرف چلانی شروع کیں۔ چھوٹے چچا اپنی چھڑی سے مچھلیوں کو چھیڑنے لگے، چھمو خاں مرچنٹ نے چاندی کے چائے کے برتنوں کو جانچنا شروع کیا، چھکن صاحب نے پیچوان کھینچکر منہ سے لگایا۔

چودھری صاحب کے مخاطب ہوتے ہی چچا نے چودہ تاریخ پیش کی،

چودہری صاحب چیں بجبیں ہوکر بولے "واہ میاں چھمن تم تو شیخ چلیوں کی سی باتیں کرتے ہو چار اور چار آٹھ دن تو ابھی آپ کے ہاں کے پرچو کو آئے ہوئے، جان نہ پہچان پوچھ نہ گچھ چاروں طرف تعلیم کا چرچا ہے، چھ جماعت تک صاحبزادے نے تعلیم پائی ہے۔ چال چلن کی خبر نہیں۔ چار جگہ سے پہلے نسبت چھوٹ چکی ہے۔ چھوکری بھی کوئی پالتا ہے تو سو جانچ بچار کرتا ہے۔ یہ تو اپنی بچی کا معاملہ ہے، کیسے چپ چپاتے مان لیا جائے"

چچا چڑ گئے "چلئے تو چار جگہ سے چھوٹ چکی ہے تو اب پانچویں جگہ سے سہی اور پھر چھٹی جگہ سے آپ چھپوا دیجیگا پچاسوں اونچا دیچے گھرانے موجود ہیں۔ میں کیا چوڑا جا رہا ہوں جو جانچ کیجائیگی"

چودہری صاحب "چلو تو چھٹی ہوئی آپ تو کچھ عجیب چڑچڑے اور چھچھورے آدمی ثابت ہوئے"

چچا کے مرچیں لگ گئیں چودہری صاحب سے کہنے لگے "سچ سچ پوچھئے تو آپ کے بھی بہت چرچے سنے ہیں، بات کی پیچ پر چلا آیا تھا اچھا ہوا کچا رشتہ تھا پیچھے پچھتانا پڑتا" چھکن صاحب نے چاہا چچا کو چپکا کریں لیکن کسی کی نہ چلنے دی۔ سب کو چھوڑ چھاڑ چلتے ہوئے۔

اے۔ آر بیگم دہلوی

پھولوں کی کاشت

سورج مکھی (SunFlower) یہ پودا بہت جلد اُگتا ہے۔ اسکی بلندی مختلف ہوتی ہے۔ عموماً تین فٹ کے پودے دکھائی دیتے ہیں۔ زمین خواہ پتھریلی ہو یا ریتلی مٹی عمدہ ہو یا خراب سورج مکھی کے بیج پھوٹ ہی پڑتے ہیں۔ پھولوں کا رنگ سفید سرخ اور زرد ہوتا ہے لیکن زرد "سورج مکھی" ہر دلعزیز ہے۔ سورج کے طلوع ہونے پر یہ کھلتے ہیں، اس لئے انہیں "سورج مکھی" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جاپانی اس کی کاشت بہت محنت و کاوش سے کرتے ہیں، جاپان میں سورج مکھی عمدہ قسم کی پائی جاتی ہیں

"کولیس" Coleus کولیس کے خوبصورت پتوں کی بہت قدر کی جاتی ہے۔ اور صرف پتوں ہی کی وجہ سے یہ پودا باغیچوں میں لگایا جاتا ہے۔ اسکی نشو و نما میں زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی۔ موسم برسات اس کی کاشت کے لئے بہترین وقت ہے، گملوں میں نہایت دیدہ زیب معلوم ہوتا ہے۔ دو تین مہینے میں خاصا بڑا ہو جاتا ہے۔ کولیس کے پتے رنگ برنگ کے ہوتے ہیں۔ اس کا پودا دو تین فٹ بلند ہوتا ہے۔ اس کی کاشت جون جولائی اگست میں ہوتی ہے،

کوریاپسس Coreopsis اس کے پھول زرد اور سرخ دو رنگ کے ہوتے ہیں اور بہت خوبصورت ہوتے ہیں، پودا دو فٹ بلند ہوتا ہے اور اس کی بڑی بڑی شاخیں نکلتی ہیں جن کے سرے پھولوں سے لدے ہوئے ہوتے ہیں بیج بونے کا موسم جون اور جولائی ہے۔

ایسٹر ASTER اس کی کاشت اگست میں ہوتی ہے اور یہ جنوری فروری مارچ کے مہینوں میں خوب پھول دیتا ہے، عمدہ مٹی سے تیار کئے ہوئے گملوں میں اس کے بیج بو دیں، بہتر ہوگا اگر اس ضرورت کیلئے ۳ - ۴ - انچ گہرے لکڑی کے بکس تیار کرا لئے جائیں۔ بہت احتیاط سے دو وقت پانی دینا چاہئے۔ جب تین پتے نکل آئیں تو سات سات انچ کے فاصلے پر کیاری میں ان کی قطاریں لگا دیں۔ بعدازاں ہفتہ میں ایک دفعہ زمین کھود کر کھاد ڈال دینی چاہئے۔ شروع شروع میں "ایسٹر" کو مصنوعی سائے کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن اس بات کو بھی مدنظر رکھنا چاہئے کہ اس پودے کو بہت زیادہ روشنی اور ہوا کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیاری کی زمین کو ہرگز سخت نہ ہونے دینا چاہئے۔ اس کی بلندی ایک فٹ سے تین فٹ تک ہوتی ہے۔ "ایسٹر" کے پھول "گل داؤدی" کے پھولوں سے مشابہ ہوتے ہیں۔ اس کے سرخ، گلابی، سفید، غرضیکہ کئی مختلف رنگ ہوتے ہیں لیکن "بیوٹی ایسٹر" Beauty Asters زیادہ دیدہ زیب ہوتے ہیں (ایک پیکٹ ۸ روپئے کا پستن میں ملتا ہے)

پوجا اینڈ سنز نمبرہ نیپیر روڈ پونا سے ملتے ہیں) ایسٹر کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اگر اس کے پھول پانی میں رکھے جائیں تو مکمل دو ہفتے تک تروتازہ رہتے ہیں،

سنریریا Cineraria اس کا پودا ڈیڑھ فٹ اونچا ہوتا ہے۔ یہ درحقیقت نہایت ہی خوبصورت پھول ہے۔ بھینی بھینی خوشبو ہوتی ہے۔ میدانوں میں اس کی کاشت جولائی اور اکتوبر تک ہو سکتی ہے اور پہاڑوں پر اپریل میں بو سکتے ہیں۔ "سنریریا" کی بہت احتیاط رکھنی پڑتی ہے، ورنہ پودا چند دنوں میں خراب ہو جاتا ہے۔ ہر ٹہنی کے سرے پر خوبصورت پھولوں کا چھاتہ سا بن جاتا ہے۔ "سنریریا" کئی دلاویز رنگوں کا ہوتا ہے۔ میرے پاس اس دفعہ دو پودے "سنریریا" کے تھے ایک گلابی اور دوسرا نیلے رنگ کا پھول دیتا تھا مجھے نیلے "سنریریا" بہت ہی پسند ہیں۔ یہ پودا جنوری میں پھول دیتا ہے،

ہیلوٹروپ Heliotrope موسم کاشت اگست اور ستمبر ہے۔ بلندی تین فٹ سے لیکر پانچ فٹ تک ہے لیکن اس کی شاخیں کاٹ ڈالنے سے چھوٹا سائز بھی حسب مرضی بنایا جا سکتا ہے، بہت کم لوگ اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ "ہیلوٹروپ" باسانی بیجوں سے پیدا کیا جا سکتا ہے۔ جس سال "ہیلوٹروپ" کی کاشت کیجاتی ہے۔ اسی سال وہ پھول بھی دینے لگتا ہے۔ اس کے پھولوں کی بڑی اچھی خوشبو ہوتی ہے اور یہ پودا کافی قیمتی ہوتا ہے،

ٹورنیا Torenia اس کے پھول عام طور سے نیلے ہوتے ہیں۔ مگر ایک سفید قسم بھی ہے، ایک فٹ اس کا پودا بلند ہوتا ہے گملوں میں لگایا ہوا زیادہ موزوں اور خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ اس کا پودا چھوٹے چھوٹے خوبصورت پھولوں سے بالکل لد جاتا ہے۔ جو کہ کئی دن تک شگفتہ رہتے ہیں۔ اس کا کاشت کا موسم جون سے لیکر اوائل ستمبر تک ہے۔

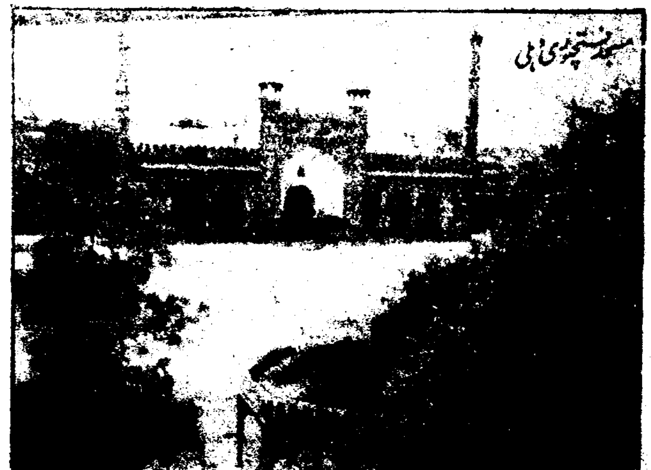
جربرا Gerbera یہ پودا شروع شروع میں صرف افریقہ میں پایا جاتا تھا۔ اس کی کاشت بہت آسانی سے ہوتی ہے۔ پودے کی بلندی ایک فٹ سے ڈیڑھ فٹ تک ہے۔ اس کے بونے کا بہترین زمانہ موسم برسات ہے۔ پھول "ڈیزی" کے مشابہ ہوتے ہیں جو ایک لمبی ڈنڈی کے سرے پر کھلتے ہیں گلدستے بنانے کے لئے یہ پھول خوب کام آتے ہیں۔ پھولوں کے رنگ سفید، نارنجی، گلابی اور موتیا ہیں۔

امیرنتھ Amaranth اسکی بلندی تین فٹ ہے۔ اس کی بعض قسمیں پھولوں کے لئے مشہور ہیں اور بعض پتوں کے لئے Tricolour اسی کی ایک قسم ہے اس پودے کے پتے تین مختلف رنگ کے ہوتے ہیں۔ سرخ زرد اور سبز سجاوٹ کے لئے بہترین پودوں میں سے ہے۔ یہ بھی موسم برسات میں بویا جاتا ہے

مسرور جہاں بنت خان بہادر چودھری نبی احمد صاحب۔









چاندنی چوک دہلی

فوٹو از حاجرہ معین



جاپانی دلہن

Murari Art Press Delhi.

جاپانی دُلہن

جاپانی دلہن اپنی دوسری مشرقی بہنوں سے بہت سی باتوں میں ملتی جلتی ہے۔ شریف گھرانوں میں اس کو اکثر اپنی عمر کے اٹھارہ اور پچیس سال کے درمیان زندگی کے اس مرحلے سے گذرنا پڑتا ہے۔ شوہر کے انتخاب میں شاذو نادر اپنی رائے کا اظہار کرتی ہے۔ ہر بات میں والدین کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا اور ان کی رائے کو اپنی ذاتی رائے پر ترجیح دینا اس کا نصب العین ہوتا ہے۔ اس کے ملک کا سماجی قانون اور ماں کی تربیت بچپن ہی سے اس کو سکھاتی ہے کہ عورت کا سب سے بڑا جوہر اپنے بادشاہ اپنے ملک و قوم اور اپنے خاندان کے خاطر جان و مال آرام و چین کوئی چیز بھی قربان کرنے سے دریغ نہ کرے۔ اس تربیت کا اثر ہے کہ وہ پہلے سے ہر مصیبت برداشت کرنے کے لئے تیار رہتی ہے۔

جاپان میں نسبت دوستوں یا عزیزوں کے ذریعے سے قرار پاتی ہے۔ یہاں مشہور ہے کہ ہر شخص کو اپنی عمر میں کم از کم تین نسبتیں مکمل کرانے میں مدد دینی چاہیئے۔ جو میاں بیوی ایک نسبت قرار دینے کا کام کرتے ہیں وہ شادی کے بعد ہمیشہ دولہا دُلہن کے درمیان معاشرتی مشکلات کو سلجھانے اور دونوں میں خوش گوار تعلقات قائم کرنے میں کوشاں رہتے ہیں۔ اور اگر طلاق کی نوبت آجائے تو اس مکروہ رسم کو بھی بغیر مزید ناگواریوں کے طے کر دیتے ہیں۔

نسبت کی رسوم ادا ہوتے ہیں اور شادی کی تاریخ مقرر ہو جاتی ہے۔ معینہ تاریخ پر سب رشتہ دار اور دوست دُلہن کے گھر پر جمع ہوتے ہیں ایک کمرے میں بٹھلائے جاتے ہیں جو اس غرض کے لئے پہلے سے آراستہ کیا جاتا ہے دوسری آرائش کی چیزوں کے ساتھ ایک کاغذ کا درخت ضرور ہوتا ہے۔ کمرے کے وسط میں ایک فرشی میز بچھائی جاتی ہے۔ دو بڑے بڑے گتے اس میز کے ادھر اُدھر رکھتے ہیں میز پر ایک کشتی میں تین چینی کی چھوٹی چھوٹی پیالیاں اور ایک چینی کی صراحی میں چاول کی شراب رکھ دیتے ہیں۔ اس کمرے میں صرف مرد مہمان جمع ہوتے ہیں۔ عورتیں اُس کمرے میں بیٹھتی ہیں جہاں دُلہن آراستہ کی جاتی ہے۔ دُلہن کو غسل دیکر سر کے بال ایک خاص طریقے سے سنوارتے ہیں۔ پھر ایک بہت لمبا پیروں سے بھی نیچے لٹکتا ہوا ریشمی لباس پہناتے ہیں۔ سر پر ایک عجیب قسم کی ٹوپی اڑھا دیتے ہیں جس سے تمام پیشانی ڈھک جاتی ہے۔ زیور کسی قسم کا استعمال نہیں کرتے صرف دولہا کی طرف سے جو انگوٹھی آتی ہے وہ پہنا دیتے ہیں۔

ہاتھ میں ایک پنکھا بھی دیدیتے ہیں۔ پھر عورتیں اپنی محفل سے دُلہن کو رخصت کرتی ہیں۔ دُلہن کے لباس

سر کی ٹوپی اور آستین جو گز گز بھر لمبی ہوتی ہیں نہایت ہی عجیب ہوتی ہیں۔ دُلہن کی آنکھیں بند ہوتی ہیں۔ ایک شخص ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لیجاتا ہے۔ پھر دولہا دُلہن کو آمنے سامنے میز کے دونوں طرف بٹھاتے ہیں۔ دُولہا ایک پیالی میں شراب ڈالکر دُلہن کو دیتا ہے۔ وہ اپنے ہونٹوں تک پیالی لیجاتی ہے پھر بغیر پئے دولہا کو پیالی واپس کر دیتی ہے وہ ہر پیالی کو تین تین مرتبہ بھر کر اسی طرح دلہن کو پیش کرتا ہے۔ اور جب وہ واپس کرتی ہے تو خود شراب پی لیتا ہے۔ اس کے بعد شادی کی اصل رسم ختم ہو جاتی ہے۔ پھر ایک مذہبی پیشوا دعا پڑھتا ہے۔ لوگ دولہا دُلہن کو شادی کی مبارک باد دیتے ہیں۔

دُلہن اس کمرے سے چلی جاتی ہے مہمان بھی رخصت ہو جاتے ہیں۔

دُلہن کو نہایت خاموشی کے ساتھ گھر سے رخصت کرتے ہیں۔ اس وقت ماں باپ بیٹی کو چند نصیحتیں کرتے ہیں۔ اور نہایت مختصر جہیز دیتے ہیں۔ جس میں زیورات نہیں ہوتے۔ صرف کپڑے اور کپڑے رکھنے کے بکس یا الماریاں یا ایک بڑا شیشہ اور آرایش کا سامان اور ایک چینی کی انگیٹھی دیتے ہیں۔ جب بیٹی گھر سے چلی جاتی ہے تو تمام گھر میں جھاڑو دیتے ہیں۔ اور بیٹی کے گھر پہ پہننے کے سب کپڑے اور کنوارپنے کی یادگار چیزیں سب یکجا کرکے گھر کے سامنے زمین پر ڈھیر لگا کر آگ لگا دیتے ہیں۔ گھر والے سفید لباس پہن لیتے ہیں۔ جو سوگ و ماتم کا رنگ ہے۔ غرض وہ سب مراسم ادا کرتے ہیں جو مردے کے گھر سے جانے پر ادا کیجاتی ہیں۔

وہ خیال کرتے ہیں کہ بیٹی مرگئی اور دلہن ہو کر اس نے دوسرے خاندان میں جنم لیا۔

اُسی روز شام کو یا دوسرے دن دولہا کے گھر پہ دعوت ہوتی ہے دُلہن خود مہمانوں کا خیر مقدم کرتی ہے اس وقت وہی عروسی جوڑا زیب تن ہوتا ہے۔ مگر سر پر ایک کاغذ کی نوک دار چھوٹی سی ٹوپی پہن لیتی ہے۔

ایسی خوش قسمت دلہنیں جاپان میں بھی بہت ہی کم ہوتی ہیں جو شادی ہوتے ہی گھر کی ملکہ بن جائیں۔ ورنہ عام طور پر تو ان کو بھی اپنی ہندوستانی بہنوں کی طرح برسوں ساسوں کے جور و ستم سہنے پڑتے ہیں اور یہ مجال نہیں ہوتی کہ حرف شکایت زبان پر لائیں۔ اگر خدا نخواستہ برس دو برس اولاد نہ ہوئی تو نحوست کا داغ کھا کر طلاق پاتی ہیں۔

مسز فضلی از ٹوکیو (جاپان)

کُسم

ایک دردانگیز سبق آموز افسانہ

(مشہور افسانہ نگار جناب منشی پریم چند بی اے نے خاص طور پر عصمت نے سالگرہ نمبر سے لکھا)

سال بھر کی بات ہے ایک دن شام کو ہواخوری کے لئے جارہا تھا کہ مسٹر شاطر سے ملاقات ہوگئی - میرے پرانے دوست ہیں نہایت بے تکلف اور زندہ دل آگرہ میں قیام رکھتے ہیں خوش گو شاعر ہیں ان کی بزم سخن میں کئی بار شریک ہوچکا ہوں ایسا فنافی الشعر آدمی میں نے نہیں دیکھا - پیشہ تو وکالت ہے مگر غرق رہتے ہیں فکر سخن میں چونکہ ذہین آدمی ہیں معاملہ کی تہہ تک آسانی سے پہونچ جاتے ہیں کبھی کبھی مقدمات مل جاتے ہیں لیکن کچہری کے باہر عدالت یا مقدمہ کا ذکر اُن کے لئے ممنوع ہے - عدالت کی چار دیواری کے اندر چار پانچ گھنٹے وہ وکیل ہوتے ہیں - چار دیواری کے باہر نکلتے ہی شاعر ہیں جب دیکھئے شعر و سخن کے چرچے ہورہے ہیں - اشعار سن رہے ہیں داد دے رہے ہیں - جھوم رہے ہیں اور اپنا کلام سناتے وقت تو اُن پر بلا مبالغہ وجد کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے - لہجہ بھی اتنا دل پذیر ہے کہ بے اختیار اشعار جگر میں چبھ جاتے ہیں - روحانیات میں شعریت پیدا کرنا تصوف میں گل و چمن کی بہار دکھانا ان کے کلام کی خصوصیت ہے - وہ جب لکھنؤ آتے مجھے پہلے اطلاع دیدیا کرتے تھے - آج انہیں لکھنؤ میں غیر متوقع دیکھکر مجھے تعجب ہوا - میں نے پوچھا خیریت تو ہے - آپ یکایک یہاں کیسے نمودار ہوئے مجھکو اطلاع تک نہ دی -

بولے - بھائی جان بڑی پریشانی میں مبتلا ہوں - آپ کو اطلاع دینے کا موقعہ نہ تھا - پھر آپ کے گھر کو میں اپنا گھر سمجھتا ہوں - اس تکلف کی کیا ضرورت ہے کہ آپ میرے لئے کوئی خاص اہتمام کریں - میں ایک اشد ضروری معاملہ میں آپ کو تکلیف دینے آیا ہوں - اس وقت ہواخوری ملتوی کیجئے اور چلکر میرا قصۂ غم سنیئے -

" آپ نے تو مجھے تشویش میں ڈال دیا - آپ اور قصۂ غم، مجھے تو وحشت ہوتی ہے "

" چلئے اطمینان سے بیٹھوں تو سناؤں " ہم دونوں گھر کی طرف چلے -

مُنہ ہاتھ دھو کر شربت پانی اور پان الائچی کے بعد مسٹر شاطر نے اپنی داستان سُنانی شروع کی :-

" کُسم کی شادی میں تو آپ تشریف لے گئے تھے اُس سے قبل بھی آپ نے اُسے دیکھا تھا - میرا خیال ہے کہ ایک سلیم الطبع نوجوان کی کشش کے لئے جن لوازمات کی ضرورت ہے وہ سب اس میں کافی سے زیادہ موجود ہیں - آپ کا کیا خیال ہے ؟

میں نے گرمجوشی کے ساتھ کہا : " میں آپ سے کہیں زیادہ کُسم کا مداح ہوں - ایسی سلیقہ دار، باحیا، متین خوش

مزاج اور حسین لڑکی میں نے نہیں دیکھی۔

شاطر صاحب نے مایوسانہ تبسم کے ساتھ فرمایا۔ وہی کُسم آج اپنے شوہر کی بے اعتنائی کے باعث مُردہ گور ہوئی جاتی ہے۔ اس کی رخصتی ہوئے ایک سال ہو رہا ہے۔ اس دوران میں دو تین بار سسرال گئی۔ لیکن اس کا شوہر اس سے مخاطب ہی نہیں ہوتا۔ اُس کی صورت سے بیزار ہے۔ میں نے ہر چند چاہا کہ اُسے بلا کر دریافت حال کروں مگر میرے خطوط کا نہ جواب دیتا ہے نہ آتا ہے۔ نہ جانے ایسی کیا بات پیدا ہو گئی کہ اُس نے یہ روش اختیار کی۔ اب سُنتا ہوں اس کی دوسری شادی ہونیوالی ہے۔ کُسم کا بُرا حال ہو رہا ہے۔ آپ شاید اُسے دیکھکر پہچان بھی نہ سکیں۔ شب و روز رونے کے سوا اُسے کوئی کام نہیں ہے۔ اس سے آپ ہماری پریشانی کا اندازہ کر سکتے ہیں زندگی کی ساری آرزوئیں پامال ہوئی جاتی ہیں۔ ہمیں پرماتما نے کوئی لڑکا نہ دیا۔ مگر ہم اپنی کُسم کو پاکر اُس کا شکر کرتے تھے۔ اُسے کتنی ناز و نعمت سے پالا۔ کبھی اس کو پھول کی چھڑی سے بھی نہیں چھُوا۔ اس کی تعلیم و تربیت میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔ اُس نے بی اے پاس نہیں کیا۔ لیکن خیال کی وسعت اور معلومات میں وہ کسی اعلیٰ درجہ کی تعلیم یافتہ عورت سے کم نہیں۔ آپ نے اس کے مضامین دیکھے ہیں۔ اس نے مباحثے کئے ہیں۔ خانہ داری میں وہ اتنی برق ہے کہ میرے گھر کا قریب قریب سارا انتظام اُس کے ہاتھ میں تھا۔ لیکن اپنے شوہر کی نگاہ میں وہ دنیا کی بدترین عورت ہے۔ بار بار پوچھتا ہوں تو نے اُسے کچھ کہدیا ہے، یا کیا بات ہے۔ آخر وہ تجھ سے کیوں برگشتہ خاطر ہے کُسم اس کے جواب میں رو کر یہی کہتی ہے کہ مجھ سے تو انہوں نے کبھی کوئی بات چیت ہی نہیں کی وہ پہلے دن ذرا دیر کے لئے کُسم کے پاس آیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اُس نے کُسم سے کوئی سوال کیا ہوگا۔ اس نے شرم کے باعث جواب نہ دیا ہوگا۔ میں یہ بھی ماننے کو تیار ہوں کہ اُس نے دو چار بار وہی سوال کیا ہوگا۔ کُسم نے سر نہ اٹھایا ہوگا۔ آپ جانتے ہی ہیں وہ کتنی شرمیلی ہے۔ بس حضرت روٹھ گئے ہوں گے۔ میں تو گمان ہی نہیں کر سکتا کہ کُسم جیسی لڑکی سے کوئی مرد بے اثر رہ سکتا ہے۔ لیکن طبیعت کی افتاد کو کوئی کیا کرے۔ غریب نے اپنے شوہر کے نام بارہا خطوط لکھے۔ درد اور سوز میں ڈوبے ہوئے مگر اس ظالم نے اس کے خطوط کا کبھی جواب نہیں دیا۔ سب ہی خطوط واپس کر دیئے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اُس سنگدل کو کیسے نرم کروں۔ میری غیرت تو تقاضا نہیں کرتی کہ خود اس کے پاس کچھ لکھوں۔ اب آپ سے یہی التجا ہے کہ اس معاملہ میں میری امداد کیجئے۔ ورنہ غریب کُسم مرجائیگی اور اس کے ساتھ ہم دونوں بھی دنیا سے رخصت ہو جائیں گے اس کی کوفت اب نہیں دیکھی جاتی۔

شاطر کی آنکھیں پُرآب ہو گئیں۔ میں بھی بہ غایت متاثر ہوا۔ سرگرمی سے بولا۔ میں آج ہی مراد آباد جاؤں گا اور اس خود دماغ لونڈے کی اس بُری طرح خبر لوں گا کہ وہ بھی یاد کرے گا۔ بچہ کو زبردستی گھسیٹ کر لاؤں گا اور کُسم کے پیروں پر گرا دوں گا۔

شاطر صاحب میری اس خود اعتمادی پر مسکرا کر بولے۔ آپ اُس سے کیا کہیں گے؟

"یہ نہ پوچھئے۔ تالیفِ قلب کے جتنے نسخے ہیں اُن سبھی کی آزمایش کروں گا۔"

"تو آپ کو مطلق کامیابی نہ ہوگی۔ وہ اتنا خلیق اتنا خندہ رو، اتنا منکسرالمزاج ہے اتنا شیریں زبان کہ آپ وہاں سے اُس کے مداح ہو کر لوٹیں گے۔ وہ ہر وقت دست بستہ آپ کے روبرو کھڑا ہوگا۔ آپ کی ساری تندی اور تیزی فرو ہو جائیگی۔ آپ کے قلم کو خدا نے کمال عطا کیا ہے۔ آپ نے صدہا نوجوانوں کی تالیفِ قلب کی ہے دل میں درد پیدا کرنا آپ کا حصہ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کُسم کی جانب سے ایک ایسا دردناک، ایسا دل ہلادینے والا خط لکھیں کہ وہ نادم ہو جائے اور اس کے دل میں سویا ہوا انسان جاگ پڑے۔ میں آپ کا تا زیست ممنون رہوں گا۔"

مسٹر شاطر شاعر ہی تو ٹھیرے۔ اس تجویز میں بھی شعریت کا عنصر غالب تھا۔ آپ میرے کئی قصے پڑھکر رو پڑے ہیں۔ اس سے آپ کو یقین ہو گیا ہے کہ میں جس دل کو چاہوں متاثر کر سکتا ہوں۔ آپ کو یہ معلوم نہیں کہ ہر شخص شاعر نہیں ہوتا اور نہ یکساں رقیق القلب جن قصوں کو پڑھکر شاطر صاحب روئے ہیں اُنہیں قصوں کو کتنے ہی حضرات نے سنٹی منٹل کہہ کر کتاب پھینک دی ہے۔ مگر اس وقت ان نکتہ چینیوں کا موقعہ تھا۔ وہ مجھے میں اپنا گلا چھوڑانا چاہتا ہوں۔ اس لئے میں نے ہمدردانہ انداز سے کہا۔ آپ کی تجویز سے مجھے پُورا اتفاق ہے اور اگرچہ میرے خیال میں آپ نے امکانات کا مبالغہ آمیز اندازہ کیا ہے لیکن میں خط لکھدونگا اور جہاں تک ہوسکیگا اظہار درد کے ساتھ اس کے جذبۂ انصاف کو متحرک کرنیکی کوشش بھی کروں گا۔ لیکن اگر آپ غیر مناسب نہ سمجھیں تو پہلے مجھے وہ خطوط دکھا دیں جو کُسم نے اپنے شوہر کے نام لکھے تھے۔ اس نے خطوط تو لوٹا ہی دیئے تھے اگر کُسم نے پھاڑ نہ ڈالے ہوں گے تو وہ چٹھیاں ضرور اس کے پاس ہونگی۔ ان خطوط سے مجھے معلوم ہو جائے گا کہ کن پہلوؤں پر لکھنے کی گنجایش باقی ہے۔

مسٹر شاطر نے جیب سے خطوں کا ایک بلنڈا نکالکر میرے سامنے رکھدیا اور بولے میں سارے خطوط لیتا آیا ہوں۔ میں جانتا تھا آپ اُن خطوط کو دیکھنا چاہیں گے۔ آپ اُنہیں شوق سے دیکھیں۔ کُسم جیسی میری لڑکی ہے ویسی ہی آپ کی بھی لڑکی ہے۔ آپ سے کیا پردہ ہے!

میں نے خطوں کو پڑھنا شروع کیا۔ گلابی کاغذ پر بہت ہی خوش خط لکھے ہوئے معطر خط تھے۔

پہلا خط

میرے آقا۔ مجھے یہاں آئے ایک ہفتہ ہو گیا لیکن آنکھیں نہیں جھپکتیں۔ ساری رات کروٹیں بدلتے گذر جاتی ہے۔ بار بار سوچتی ہوں مجھ سے ایسی کیا خطا ہوئی ہے کہ آپ مجھے یہ سزا دے رہے ہیں۔ آپ مجھے جھڑکیں

کو سیں مزاج چاہے تو میری گوشمالی بھی کریں۔ میں ہر ایک سزا برداشت کرونگی۔ لیکن یہ بے اعتنائی مارے ڈالتی ہے۔ میں آپ کے یہاں ایک ہفتہ رہی۔ میرا پرماتما جانتا ہے کہ میرے دل میں کیا کیا ارمان تھے۔ میں کس قدر اضطراب سے ماہی بے آب کی طرح تڑپتی رہتی تھی۔ کتنی بار کوشش کی کہ آپ سے کچھ پوچھوں۔ آپ سے اپنی خطاؤں کی معافی کی التجا کروں۔ لیکن آپ میرے سایہ سے بھی دور بھاگتے تھے۔ مجھے کوئی موقعہ نہ ملا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جب دوپہر کو سارا گھر سو جاتا تھا تو میں آپ کے کمرے میں جاتی تھی اور گھنٹوں سر جھکائے کھڑی رہتی تھی۔ مگر آپ نے کبھی التفات نہ کیا۔ آپ نے مجھے آنکھ بھر کر دیکھنا بھی گوارا نہ کیا۔ اس وقت میرے دل کی کیا حالت ہوتی تھی اُسکا شاید آپ اندازہ نہ کر سکیں گے۔ میری جیسی بدنصیب عورتیں اس کا کچھ اندازہ کر سکتی ہیں۔ میں نے اپنی سہیلیوں سے اُن کی عروسی کے تذکرے سُن سُن کر جو خیالی جنت بنائی تھی اسے آپ نے کتنی بے دردی سے منہدم کر دیا۔ کیا میرا آپ کے اُوپر کوئی حق نہیں ہے؟ عدالت بھی کسی مجرم کو سزا دیتی ہے تو اُس پر فرد جرم لگا دیتی ہے۔ آپ نے اتنی عنایت بھی نہ کی۔ مجھے اپنی خطا معلوم ہو جاتی تو آیندہ کے لئے سنبھل جاتی۔ میں آپ کے پیروں پر گر کر اپنی خطائیں معاف کراتی۔ میں آپ سے حلفاً کہتی ہوں مجھے کچھ نہیں معلوم کہ مجھ سے کیا خطا سرزد ہوئی۔ ممکن ہے آپ نے اپنی بیوی میں جن اوصاف کے دیکھنے کی تمنا کی ہو وہ مجھ میں نہ ہوں۔ بیشک میں انگریزی بہت کم پڑھی ہوں۔ میں انگریزی سوسائٹی کے آداب و قواعد سے واقف نہیں۔ میں اپنی خامیوں سے ناواقف نہیں ہوں۔ میں تسلیم کرتی ہوں کہ میں آپ کے لایق نہ تھی۔ آپ کو مجھ سے کہیں زیادہ حسین اور باسلیقہ اور روشن طبع نازنین ملنی چاہیئے تھی۔ لیکن سزا خطاؤں کی ملنی چاہیئے نہ کہ خامیوں کی۔ پھر میں تو آپ کے اشارہ پر چلنے کو تیار ہوں۔ آپ میری دلجوئی کریں۔ پھر دیکھئے میں اپنی خامیوں کو کتنی جلدی پورا کر لیتی ہوں۔ آپ کی نگاہ محبت مجھے چمکا دیگی میرے ذہن کو جولاں کر دے گی۔ مجھ میں قوت بیان پیدا کر دیگی۔ میرے لئے نگاہ معجزہ ثابت ہوگی۔ مگر میرے پیارے آقا! آپ کی یہ بے رحمی میرے دل و دماغ کو گُنائے ڈالتی ہے۔ میرا دل بہت کمزور ہے میں اس عتاب کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ اور کیا عرض کروں۔ براہ کرم ایک روز کے لئے چلے آیئے۔ ایک بے گناہ کو رُلا کر آپ کو حسرت کے سوا کچھ نہ ہاتھ آئے گا۔ مجھ میں سو عیب ہوں مگر مجھے دعویٰ ہے کہ آپ کی جو خدمت میں کر سکتی ہوں جتنی پرستش میں کر سکتی ہوں وہ کوئی دوسری عورت نہیں کر سکتی۔ آپ عالم و فاضل ہیں۔ طبائع انسانی کے ماہر ہیں۔ بیدار مغز ہیں۔ آپ کی لونڈی آپ کے روبرو کھڑی نگاہ کرم کی بھیک مانگ رہی ہے۔ کیا اس کے سوال کو ٹھکرا دیجئے گا؟

آپ کی خطا وار :- کسُم

میں یہ خط پڑھ کر بے انتہا متاثر ہوا۔ مجھے اس خیال سے اشتعال پیدا ہوا کہ ایک حسینہ اپنے شوہر کے روبرو اتنا عجز اور انکسار کیوں کرے۔ مرد کو اگر عتاب کی آزادی ہے تو عورت کو وہ آزادی کیوں نہیں۔ یہ ظلم سمجھتا ہوں

کہ شادی نے ایک عورت کو اس کا غلام بنا دیا۔ وہ اس کے ساتھ جتنا ظلم چاہے کرے کوئی اس سے باز پرس نہیں کرسکتا۔ وہ دوسری تیسری شادی کرسکتا ہے۔ عورت سے کوئی تعلق نہ رکھکر اُس پر اسی سختی سے حکومت کرسکتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ عورت پابندیوں میں جکڑی ہوئی ہے۔ اُسے رو رو کر مرجانے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ اگر اسے خوف ہوتا کہ عورت بھی اس کی اینٹ کا جواب پتھر سے نہیں اینٹ سے بھی نہیں محض تھپیڑے سے دے سکتی ہے تو اسے کبھی اس بدمزاجی کی جرأت نہ ہوتی۔ غریب عورت کتنی مجبور ہے! شاید میں کُسم کی جگہ ہوتا تو اس کی بے اعتنائی کا جواب اس کی وہ چند بے نیازی سے دیتا۔ میں اس کی چھاتی پر مونگ دلتا۔ زمانے کے ہنسنے کی مطلق پرواہ نہ کرتا۔ جو زمانہ اتنا ظلم روا رکھ سکتا ہے اور زبانِ احتجاج نہیں کھولتا اس کے ہنسنے اور رونے کی مجھے مطلق پرواہ نہ ہوتی۔ یہ وہ زمانہ ہے جب شوہر عورت کی نازبرداریاں کرتا ہے، اس کے دل میں اپنی محبت کا بیج بوتا ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے جس کی یاد شیریں زندگی میں مٹھاس پیدا کردیتی ہے جس کے ایک ایک دن پر ایک ایک عمر قربان کیجاسکتی ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب مرد عورت پر نثار ہوتا ہے، اس کی پرستش کرتا ہے اور عورت کے دل پر اتنا پائدار نقش مرتسم کردیتا ہے کہ وہ اُس کے سارے مظالم کو ہنس کر برداشت کرتی ہوئی اس کی خدمت میں عمر گذار دیتی ہے یہ وہ زمانہ ہے جب اُلفت کی بہار آتی ہے اور دلوں میں نئی نئی کونپلیں نکلنے لگتی ہیں اس موسم میں کون ایسا بے رحم ہے کہ درخت پر تیر چلائیگا۔ یہ اخلاقی جرم ہے یہ وہ زمانہ ہے جب صیاد طائر کو اُس کے نشیمن سے لاکر پنجرے میں بند کردیتا ہے۔ کیا وہ اس کی گردن پر چھری چلا کر اُس کا نغمۂ شیریں سُننے کی ہوس رکھتا ہے؟ ہاں یہ وہ زمانہ ہے جب دو مسافر منزلِ حیات میں باہم رفیق بن جاتے ہیں۔ ایک دوسرے کو آسایش پہونچانے کی ذمہ داری دونوں پر برابر ہے۔ اگر ایک جو زیادہ طاقتور ہے اپنے کمزور رفیق پر رفاقت کے پہلے ہی چند لمحوں میں رعب جمانا شروع کرے تو منزل کا خدا ہی حافظ ہے!

تب میں نے دوسرا خط پڑھنا شروع کیا۔

دوسرا خط

میرے سرتاج! دو ہفتے تک جواب کا انتظار کرنے کے بعد آج پھر یہ شکوہ نامہ لکھنے بیٹھی ہوں۔ جس وقت میں نے وہ خط لکھا تھا میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ اس کا جواب ضرور آئیگا۔ اُمید کے خلاف اُمید کر رہی تھی۔ میرا دل اب بھی اسے قبول نہیں کرتا۔ کہ آپ نے عمداً جواب نہیں دیا۔ غالباً آپ کو فرصت نہیں ملی۔ یا خدانخواستہ آپ کی طبیعت تو ناساز نہیں ہے۔ کس سے پوچھوں؟ اس خیال سے ہی میرا دل کانپتا ہے۔ میری ایشور سے یہی التجا ہے کہ آپ خوش و خرم ہوں۔ مجھے خط نہ لکھیں نہ سہی۔ میں رو کر خاموش ہی تو ہو جاؤں گی۔ آپ کو خدا کا واسطہ ہے۔ اگر آپ کی طبیعت ذرا بھی مضمحل ہو تو مجھے فوراً خط لکھیئے۔ میں کسی کو ہمراہ لیکر آجاؤں گی۔ تکلف اور

رواج سے میری طبیعت گھبراتی ہے۔ ایسی حالت میں بھی اگر آپ مجھے اپنی خدمت سے محروم رکھتے ہیں تو آپ میرا وہ حق مجھ سے چھین رہے ہیں جو میری زندگی کی سب سے عزیز چیز ہے۔ میں آپ سے اور کوئی درخواست نہیں کرتی آپ مجھے موٹے سے موٹا کھلایئے، موٹے سے موٹا پہنایئے۔ مجھے ذرا بھی شکایت نہ ہوگی۔ آپ کے ساتھ میں بڑی سے بڑی مصیبت میں بھی خوش رہوں گی۔ مجھے زیور کی ہوس نہیں۔ محل میں رہنے کی تمنا نہیں، سیر تماشے کا شوق نہیں۔ میری زندگی کا منشا آپ کی خدمت ہے۔ یہی اس کا ماحصل ہے۔ میرے لئے دنیا میں کوئی دیوتا نہیں، کوئی گرو نہیں، کوئی حاکم نہیں۔ میرے دیوتا آپ ہیں۔ میرے گرو آپ ہیں۔ میرے حاکم آپ ہیں۔ مجھے اپنے قدموں سے جدا نہ کیجئے۔ مجھے ٹھکرایئے نہیں۔ میں محبت اور خدمت کے پھول لئے عصمت اور وفا کی نذر دامن میں بھرے پجارن کی طرح آپکی خدمت میں حاضر ہوں۔ مجھے ان پھولوں کو، اس نذر کو اپنے قدموں پر رکھنے دیجئے پجارن کا کام تو پوجا کرنا ہے دیوتا اس کی پوجا قبول کرتا ہے یا نہیں یہ سوچنے کی اُسے کہاں فرصت ہے۔

میرے آقا۔ شاید آپ کو معلوم نہیں میری آجکل کیا کیفیت ہے۔ اگر معلوم ہوتا تو آپ ہرگز اس سرد مہری کا برتاؤ نہ کرتے۔ آپ مرد ہیں، آپ کے دل میں رحم ہے، وسعت ہے، دردمندی ہے۔ میں یہ باور نہیں کر سکتی کہ آپ مجھ جیسی ناچیز پر غصہ کر سکتے ہیں۔ میں آپ کے رحم کے لائق ہوں، کتنی نحیف، کتنی بے زبان، کتنی حقیر۔ آپ آفتاب ہیں۔ میں ذرہ ہوں آپ شعلہ ہیں، میں خس ہوں، آپ راجہ ہیں، میں بھکارن ہوں۔ غصہ تو برابر والوں پر آتا ہے۔ میں آپ کے غصہ کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ اگر آپ سمجھتے ہیں میری آپ کو کوئی ضرورت نہیں ہے تو مجھے اپنے ہاتھوں سے زہر کا پیالہ دیدیجئے میں اُسے آبِ حیات کی طرح سر اور آنکھوں سے لگاؤں گی اور آنکھیں بند کرکے پی جاؤں گی۔ مجھے یہ تسکین کافی ہے کہ میری موت سے آپ کو بےفکری ہوئی۔ زندگی جب آپ کی نذر ہوگئی تو اسے ماریں یا زندہ رکھیں، یہ آپ کی خوشی ہے۔ میں تو اتنا ہی جانتی ہوں کہ میں آپ کی ہوں اور ہمیشہ آپکی رہونگی۔ اس جنم میں ہی نہیں۔ آئندہ جنموں میں بلکہ ابد تک!

آپ کی بدنصیب
کُسُم

مجھے یہ خط پڑھکر کُسُم پر غصہ آنے لگا۔ اور اس لونڈے سے تو نفرت ہوگئی۔ مانا تم عورت ہو اور حال کے رواج کے مطابق مرد کو تمہارے اُوپر ہر طرح کا اختیار ہے۔ لیکن اس حد تک انکسار کیا معنی! عورت کو خوددار ہونا چاہیئے۔ اگر مرد اس سے بے اعتنائی کرتا ہے تو اُسے یہی چاہیئے کہ اُس کی بات نہ پوچھے۔ عورتوں کو دھرم اور فرض اور تیاگ کا سبق پڑھا پڑھا کر ہم نے ان کی خودداری اور خود اعتمادی دونوں ہی کا خاتمہ کر دیا۔ اگر مرد عورت کا محتاج نہیں، تو عورت مرد کی محتاج کیوں ہو۔ ایشور نے مرد کو ہاتھ دیئے ہیں تو کیا عورت کو اُن سے محروم رکھا ہے مرد کے دماغ ہے تو کیا عورت خالی الذہن ہے۔ اس انکسار نے تو مردوں کا مزاج آسمان پر پہونچا دیا۔ مرد

روٹھ گیا تو گویا قیامت آگئی۔ میں تو سمجھتا ہوں عورت نہیں وہ مرد رحم کے قابل ہے۔ جو تم جیسی وفا کی دیوی کی قدر نہیں کر سکتا۔ مجھے ایسا شک ہونے لگا کہ اس لونڈے نے کوئی دوسرا ہی مرض پال رکھا ہے۔ کسی عیاد کے نگین جال میں گرفتار ہو گیا ہو گا۔ خیر میں نے تیسرا خط کھولا اور پڑھنے لگا۔

تیسرا خط

میرے دل وجان کے مالک! اب مجھے معلوم ہو گیا کہ میرا زندہ رہنا بے سود ہے جس پھول کو دیکھنے والا، چُننے والا کوئی نہیں وہ کھِل کر کیا کرے۔ میں آپ کے گھر ایک مہینہ رہ کر دوبارہ آئی ہوں۔ سسر جی ہی نے مجھے بلایا۔ انہیں نے مجھے رخصت کر دیا۔ اس دوران میں آپ نے ایک بار بھی مجھے درشن نہ دیئے۔ آپ دن میں بیسیوں ہی بار گھر میں آتے تھے۔ اپنے بھائی بہنوں سے ہنستے بولتے تھے یار دوستوں کے ساتھ سیر کرتے تھے۔ لیکن میرے پاس آنے کی آپ نے قسم کھالی تھی۔ میں نے آپ کو کتنی بار آپ کے پاس کتنے رقعے بھیجے۔ کتنی منتیں کیں۔ کتنی بار بے شرمی کر کے آپ کے کمرہ میں گئی۔ لیکن آپ نے کبھی مجھے آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ میں تو قیاس بھی نہیں کر سکتی کہ کوئی انسان اتنا سنگدل ہو سکتا ہے۔ میں محبت کے قابل نہیں اعتبار کے قابل نہیں خدمت کے قابل نہیں۔ کیا رحم کے قابل بھی نہیں۔ میں نے اُس دن کتنی محنت سے آپ کے لئے رس گلے بنائے تھے۔ آپ نے اُنہیں ہاتھ سے چھُوا بھی نہیں۔ جب آپ مجھ سے اس قدر برداشتہ خاطر ہیں تو میں نہیں سمجھتی کہ زندہ رہ کر کیا کروں۔ نہ جانے وہ کونسی اُمید ہے جو مجھے زندہ رکھے ہوئے ہے۔ کیا ستم ہے کہ آپ سزا دیتے ہیں مگر جرم نہیں بتلاتے۔ یہ کون سا آئین انصاف ہے۔ آپ کو معلوم ہے اس ایک ماہ کے قیام میں میں نے مشکل سے آپ کے یہاں دس دن کھانا کھایا ہو گا۔ میں اتنی کمزور ہو گئی ہوں کہ چلتی ہوں تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے۔ آنکھوں میں گویا بینائی ہی نہیں رہی۔ دل میں گویا خون کی گردش ہی نہیں رہی۔ خیر۔ ستا لیجئے جتنا جی چاہے، رُلا لیجئے جتنا جی چاہے، اس ستم کی بھی ایک دن انتہا ہو ہی جائے گی۔ اب تو موت ہی پر ساری اُمیدیں قائم ہیں۔ میں جانتی ہوں میری موت کی خبر پا کر آپ مسکرائیں گے آپ کی آنکھوں سے آنسو کی ایک بوند بھی نہ گرے گی۔ مگر آپ کی کوئی خطا نہیں۔ یہ میری بدنصیبی ہے، میرے ہی اعمال کا نتیجہ ہے۔ اُس جنم میں کوئی بہت بڑا گناہ کیا تھا۔ میں چاہتی ہوں میں بھی آپ کی پرواہ نہ کروں۔ آپ ہی کی طرح آپ سے بے التفاتی کروں، لیکن نہ جانے کیوں میں اپنے میں وہ طاقت نہیں پاتی۔ لتا درخت کی طرح کھڑی رہ سکتی ہے۔ درخت کے لئے کسی سہارے کی ضرورت نہیں۔ وہ قوت کہاں سے لائے۔ وہ تو درخت سے لپٹنے کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اُسے درخت سے الگ کر دو اور وہ خشک ہو جائے گی۔ میں آپ سے علیحدہ اپنی ہستی کا خیال ہی نہیں کر سکتی۔ میری زندگی کے ہر فعل ہر خیال ہر آرزو میں آپ موجود ہوتے ہیں۔ میری زندگی ایک دائرہ ہے جس کے مرکز آپ ہیں۔ میں وہ ہار ہوں جس کے

ہر پھول میں آپ ہی دھاگے کی طرح پیوست ہو گئے ہیں۔ اس دھاگے کے بغیر ہار کے پھول بکھر جائیں گے اور خاک میں مل جاویں گے۔

میری ایک سہیلی کی امسال ہی شادی ہوئی ہے۔ اس کا شوہر جب وقت سسرال آتا ہے شنو کے پاؤں زمین پر نہیں پڑتے۔ دن میں کتنے روپ بدلتی ہے کہہ نہیں سکتی۔ چہرہ کھل جاتا ہے مسرت سنبھالے نہیں آتی۔ اُسے بکھیرتی، لٹاتی چلتی ہے۔ ہم جیسے بدنصیبوں کے لئے۔ اگر گلے لپٹ جاتی ہے اور اس کے منہ سے خوشیوں کی بارش سی ہونے لگتی ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے اخلاص اور وفا میں متوالے ہو رہے ہیں۔ اُنکے پاس دولت نہیں ہے، جائداد نہیں ہے۔ مگر اپنی بے سروسامانی میں خوش ہیں۔ اس لازوال محبت کا ایک لمحہ ساری دنیا کی دولت سے بیش قیمت ہے۔ میں جانتی ہوں یہ بےفکریاں اور رنگ رلیاں بہت دن نہ رہیں گی افکار و حوادث روزگار ان کی زندگی کو بھی پامال کر دیں گے۔ لیکن اس دورِ محبت کی یادگاریں اُن کے دل کو ہمیشہ تقویت دیتی رہیں گی۔ محبت میں بھیگی ہوئی روکھی روٹیاں اور محبت میں رنگے ہوئے موٹے کپڑے اور محبت کی روشنی سے نورانی چھوٹا سا حجرہ اپنی بے نوائی میں بھی وہ حلاوت اور وہ برکت اور وہ زیبائش رکھتا ہے جو شاید دیوتاؤں کو جنت میں بھی نصیب نہیں۔ جب شنو کا شوہر اپنے گھر چلا جاتا ہے تو وہ دیکھیا کس طرح پھوٹ پھوٹ کر روتی ہے اس کے خطوط آجاتے ہیں تو گویا اسے کہیں کی نعمت ملجاتی ہے۔ اس کے رونے میں بھی، اس کی بیتابیوں میں بھی اُس کے شکووں میں بھی ایک کیفیت ہے ایک لذت ہے۔ اس کے آنسو اضطراب اور اشتیاق کے آنسو ہیں۔ میرے آنسو مایوسی اور غم کے آنسو ہیں۔ اُس کی بیتابیاں انتظار اور شوق کی بیتابیاں ہیں۔ میری بیتابیاں پامالی اور کس مپرسی کی بیتابیاں ہیں۔ اُس کے شکوہ میں قبضہ اور اپنا پن ہے۔ میرے شکوے میں دل شکستگی اور بے دست وپائی ہے۔ اُس شوق اور انتظار اور درد کی کیفیتوں میں اُن کی مسرت کا راز پوشیدہ ہے۔ میں ان کیفیتوں سے محروم ہوں۔

خط لمبا ہوا جاتا ہے اور دل کا بوجھ ہلکا نہیں ہوتا۔ بڑی شدت کی گرمی پڑ رہی ہے۔ دادا مجھے منصوری لیجانے کا ارادہ کر رہے ہیں میری لاغری اور خستہ حالی سے انہیں شاید شک ہو رہا ہے کہ میں ٹی۔ بی کا شکار ہو رہی ہوں میرے لئے منصوری نہیں، جنت بھی وادیٔ غم ہے۔

آپ کی حسرت زدہ
کُسُم

چوتھا خط

میرے پتھر کے دیوتا! کل منصوری سے لوٹ آئی۔ لوگ کہتے ہیں بڑی پُر فضا جگہ ہے ہو گی۔ میں تو ایک دن بھی کمرے سے باہر نہیں نکلی۔ مردہ دلوں کے لئے دنیا ویران ہے۔

میں نے رات ایک پُرنشاط خواب دیکھا بتلاؤں مگر کیا فائدہ نہ جانے کیوں میں اب بھی موت سے ڈرتی ہوں

امید کا کچا دھاگا مجھے اب بھی زندگی سے باندھے ہوئے ہے - باغِ زندگی کے دروازے پر آکر بغیر سیر کئے لوٹ جانا کتنا حسرتناک ہے - اندر کیا کیا بہاریں ہیں کیا کیا نغمے ہیں! کیا کیا دلفریبیاں ہیں - میرے لئے وہ دروازہ بند ہو کتنی آرزوؤں سے سیر کا لطف اٹھانے چلی تھی - کتنی طیاریوں سے - مگر میرے پہونچتے ہی دروازہ بند ہو گیا -

اچھا بتلاؤ میں مرجاؤں گی تو میری میت پر دو بوندیں آنسو کی گراؤ گے؟ جس کی زندگی بھر کی ذمہ داری لی تھی - جس کی ہمیشہ کے لئے بانہہ پکڑی تھی - کیا اس کے ساتھ اتنی فیاضی بھی نہ کروگے - مرنیوالوں کی خطائیں سب معاف کردیا کرتے ہیں - تم بھی معاف کردینا - اگر میری لاش کو اپنے ہاتھوں سے نہلانا - اپنے ہاتھ سے سہاگ کا سیندور لگانا - اپنے ہاتھ سے سہاگ کی چوڑیاں پہنانا اپنے ہاتھ سے میرے منہ میں گنگا جل ڈالنا - چار قدم کیلئے کندھا دے دینا - بس میری روح خوش ہوجائے گی - اور تمہیں دعائیں دیگی - میں وعدہ کرتی ہوں کہ ایشور کے دربار میں تمہارا جس گاؤں گی - کیا یہ بھی مہنگا سودا ہے - اتنی سی ظاہرداری کرکے تم اپنے سارے فرائض شوہری سے سبکدوش ہوئے جاتے ہو - کاش مجھے اس کا یقین ہوتا تو میں کتنی خوشی سے مرتی - کتنی خوشی سے موت کا خیرمقدم کرتی! لیکن میں تمہارے ساتھ اتنی بے انصافی نہ کروں گی - تم ہزار سنگدل ہو، اتنے بے رحم نہیں ہوسکتے - میں جانتی ہوں تم خبر پاکر آؤ گے اور شاید ایک لمحہ کے لئے میری مرگِ حسرت پر تمہاری آنکھیں رو پڑیں - آہ! کاش میں اپنی زندگی میں وہ نظارہ دیکھ سکتی -

اچھا کیا میں ایک سوال پوچھ سکتی ہوں، ناراض نہ ہونا، کیا میری جگہ کسی اور نے لے لی ہے؟ اگر ایسا ہے تو مبارک! ذرا اس کی تصویر میرے پاس بھیجدینا، میں اس کی پوجا کروں گی - اس کے قدموں کو بوسہ دوں گی - میں جس پتھر کے دیوتا کو نہ پگھلا سکی - اس سے اس نے بردان پایا - ایسی خوش نصیب عورت کے قدم دھو دھو کر پیوں گی - میرے دل سے دعا ہے کہ تم اس کے ساتھ آرام سے زندگی بسر کرو - کاش میں اس کی کچھ خدمت کرسکتی، بے واسطہ نہیں، بالواسطہ تمہارے ساتھ اپنا کچھ فرض ادا کردیتی - تم مجھے صرف اس کا نام اور پتہ بتلا دو میں سر کے بل دوڑی ہوئی اس کے پاس جاؤنگی - اور کہونگی، دیوی میں تمہاری کنیز ہوں - اس لئے کہ تم میرے مالک کی منظورِ نظر ہو - مجھے اپنے قدموں میں جگہ دو - میں تمہارے لئے پھولوں کی سیج بچھاؤں گی - تمہارے گیسوؤں کو موتیوں سے گوندھونگی - تمہارے ماتھے پر سہاگ کا ٹیکہ لگاؤں گی - تمہاری ایڑیوں میں مہاور رچونگی - یہی میرا مقصدِ حیات ہوگا - یہ نہ سمجھنا کہ میں جلونگی یا کڑھوں گی - جلن اس وقت ہوتی ہے جب کوئی مجھ سے میری چیز چھین رہا ہو - جس چیز کو اپنا سمجھنے کا مجھے کبھی موقع ہی نہ ملا - اس کے لئے مجھے کیوں جلن ہو - ابھی بہت کچھ لکھنا تھا لیکن ڈاکٹر صاحب آگئے ہیں - غریب مرضِ غم کو ٹی - بی سمجھ رہا ہے -

آپکی حسرت نصیب :- کُسُم

ان دونوں خطوں نے ذرا دیر کے لئے مجھ پر جنون کا عالم طاری کر دیا۔ میں بہت ہی سلامت پسند آدمی ہوں۔ میرے جذبات جلد ہیجان میں نہیں آتے۔ اکثر ادیبوں کی طرح میں بھی الفاظ سے متاثر نہیں ہوتا کیا چیز دل سے نکلی ہے۔ کیا چیز محض تاثیر کے لئے لکھی گئی ہے۔ اس کا امتیاز اکثر افسانوں کے لطف میں حارج ہو جاتا ہے لیکن ان خطوط نے مجھے از خود رفتہ بنا دیا۔ ایک جگہ تو واقعی میری آنکھیں آبگوں ہو گئیں۔ یہ خیال کتنا روح فرسا تھا کہ ناز و نعمت میں پلی ہوئی لڑکی جسے ماں باپ دونوں اپنی آنکھوں سے زیادہ پیار کرتے تھے، شادی ہوتے ہی یکایک اتنی بیکس و مجبور ہو۔ شادی کیا ہوئی اس کی چتا تیار ہوئی۔ یا اس کے قتل کا پروانہ لکھا گیا۔ اس میں شک نہیں کہ ایسے دردناک سانحے زیادہ نہیں ہوتے۔ لیکن اُن کا امکان تو رہتا ہے۔ جب تک ہر دو فریق کے حقوق و اختیار و فرائض مساوی نہ ہوں ایسے سانحے ہمیشہ ہوتے رہیں گے۔ زبردست کو ستانا شاید انسانی خاصہ ہے۔ کاٹنے والے کتے سے لوگ دور بھاگتے ہیں۔ سیدھے کتے پر لونڈے تفریح کے لئے پتھر چلاتے ہیں۔ تمہارے دو نوکر ایک ہی درجہ کے ہوں ان میں کبھی جھگڑا نہ ہوگا۔ لیکن آج ان میں سے ایک کو افسر اور دوسرے کو اُس کا ماتحت بنا دو۔ پھر دیکھو افسر صاحب اپنے ماتحت پر کتنا رعب جماتے ہیں۔ موجودہ حالات میں بیوی بننا غلامی نہ سہی، مرد سے کمتر درجہ قبول کرنا ہے۔ محبت تو مساوات تامہ کا نام ہے۔ اس ناہمواری میں محبت کا وجود ہو سکتا ہے مجھے تو اس میں بھی شک ہے۔ ہم آج جسے محبت کہتے ہیں وہ فی الواقع وہی محبت ہے جو جانور کو اپنے آقا سے ہو سکتی ہے۔ جانور سر جھکائے کام کئے چلا جائے، مالک اسے بھوسا اور کھلی بھی دیگا اس کا بدن بھی سہلائیگا اُسے زیورات سے آراستہ بھی کریگا۔ لیکن جانور نے ذرا رفتار سست کی، ذرا گردن ٹیڑھی کی اور مالک کی قمچی پیٹھ پر پڑی۔ یہ محبت نہیں ہے۔ ہرگز نہیں۔

خیر میں نے پانچواں خط کھولا۔

پانچواں خط

جیسا مجھے یقین تھا آپ نے میرے پچھلے خط کا جواب بھی نہ دیا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ نے مجھے ترک کر دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ جیسی آپ کی مرضی۔ مردوں کے لئے بیوی پیر کی جوتی ہو، عورت کے لئے مرد دیوتا ہے، بلکہ اُس سے بھی بڑھکر۔ طلوع و شعور کے ساتھ ہی وہ شوہر کے نام پر بک جاتی ہے۔ جس وقت میں گڑیاں کھیلتی تھی اُسی وقت آپ نے گڈے کے روپ میں میرے خانۂ دل میں قدم رکھا۔ میں نے آپ کے قدموں کو نکھارا۔ مالا پھول اور بتاشے سے آپ کی تواضع کی۔ پھر آپ کہانیوں کے راجہ کے روپ میں میرے گھر آئے۔ میں نے آپ کو دل میں جگہ دی۔ آپ کے خونریز معرکوں میں، آپ کی ہیبت رہ نوردیوں میں آپ کے ساتھ رہی ایام طفلی سے ابتک آپ کسی نہ کسی صورت میں میرے دل میں موجود تھے۔ وہ جذبات میرے قلب کی گہرائیوں تک پہونچ

گئے ہیں۔ میرے وجود کا ایک ایک ذرہ ان کی پرورش کرتا رہا ہے۔ انہیں دل سے نکال ڈالنا آسان نہیں ہو اس کے ساتھ میری ہستی کے ریزے بھی منتشر ہو جائیں گے۔ لیکن آپ کی یہی مرضی ہے تو یہی سہی۔ میں آپ کی خدمت میں سب کچھ کرنے کو آمادہ تھی۔ عسرت اور تنگی کا تو ذکر ہی کیا میں تو اپنے کو فنا کر دینے کو تیار تھی۔ آپ کی خدمت میں فنا ہو جانا ہی میری زندگی کا اعلیٰ ترین مقصد تھا۔ میں نے شرم اور حیا کو خیرباد کہا۔ خودداری کو پیروں سے کچلا۔ لیکن آپ کو منظور نہیں ہے۔ مجبور ہوں آپ کی کوئی خطا نہیں۔ ضرور مجھ سے کوئی ایسا فعل سرزد ہوا ہے جسے آپ زبان پر نہیں لانا چاہتے۔ میں اس بے اعتنائی کے سوا ہر ایک سزا جھیلنے کو تیار تھی۔ آپ کے ہاتھ سے زہر کا پیالہ لیکر پی جانے میں بھی مجھے تامل نہ ہوتا۔ مگر نوشتہ تقدیر سے کیا چارہ۔ آپ میرے خطوط واپس کر دیں یہی میری آخری التجا ہے۔ یہ زیور اور بیش قیمت جوڑے میرے کس کام کے۔ انہیں اپنے پاس رکھنے کا مجھے کوئی حق نہیں۔ آپ انہیں جس وقت چاہیں واپس منگوالیں۔ میں نے اُنہیں ایک صندوق میں بند کر کے الگ رکھدیا ہے۔ ان کی فہرست بھی صندوق میں ہے۔ ملا لیجئے گا۔ آج سے آپ میری زبان اور قلم سے کوئی شکایت نہ سنیں گے۔ اس خیال کو بھولکر بھی دل میں جگہ نہ دیجئے گا کہ میں آپ سے بیوفائی کروں گی۔ میں اسی گھر میں کڑھ کڑھ کر مر جاؤں گی مگر آپ کی جانب سے خیال فاسد میرے دل میں نہ آئیگا۔ میں آپ کے ناموس کی امین دار ہوں اُس امانت میں تادمِ زیست خیانت نہ ہوگی۔ اگر میرے امکان میں ہوتا تو میں اسے بھی واپس کر دیتی۔ لیکن یہاں میں بھی مجبور ہوں اور آپ بھی مجبور ہیں۔ میری ایشور سے یہی دعا ہے کہ آپ جہاں رہیں خوش اور آباد رہیں۔ زندگی میں مجھے سب سے جگرسوز یہی تجربہ ہوا کہ عورت کی زندگی لعنت ہے۔ اپنے لئے' اپنے والدین کے لئے اپنے خاوندوں کیلئے اُس کی قدر نہ والدین کے گھر میں ہے' نہ شوہر کے گھر میں۔ میرا گھر ماتم کدہ بنا ہوا ہے' اماں رو رہی ہیں' دادا رو رہے ہیں' عزیز و بیگانے رو رہے ہیں۔ ساری دنیا ایک طرف ہو جائے' آپ سے عہدہ برا نہیں ہو سکتی۔ یہاں آپ کا فیصلہ ناطق ہے۔ اُس کی کہیں اپیل نہیں کہیں فریاد نہیں۔ خیر آج سے یہ قصّہ زندگی تمام ہوا۔ اب میں ہوں اور میرا پامال دل۔ حسرت یہی ہے کہ آپ کی کچھ خدمت نہ کر سکی۔

بدنصیب
کُسُم

(۳)

معلوم نہیں میں کتنی دیر تک عالمِ سکوت میں بیٹھا رہا کہ حضرت شاطر نے فرمایا آپ نے ان خطوط کو پڑھکر کیا رائے قائم کی؟

میں نے ملامت آمیز لہجہ میں کہا اگر ان خطوط نے اُس ظالم کے دل پر اثر نہیں کیا تو میرا خط بھلا اُس پر کیا اثر کرے گا۔ ان سے زیادہ درد ناک اور پُر تاثیر تحریر میرے امکان سے باہر ہے۔ ایسا کونسا انسانی جذبہ ہے جسے ان خطوط میں متحرک نہ کیا گیا ہو۔ غیرت' رحم' درد' میرے خیال میں تو اُس نے کوئی پہلو نہیں چھوڑا۔

میرے لئے تو اب یہی تدبیر ہے کہ اس شیطان کے سر پر سوار ہو جاؤں اور اس سے دوبدو گفتگو کرکے معاملہ کی تہ تک پہونچنے کی کوشش کروں۔ اگر اُس نے مجھے کوئی قابل اطمینان جواب نہ دیا۔ تو میں اپنا و اُس کا خون ایک کر دونگا۔ یا تو مجھی کو پھانسی ہوگی یا وہی کالے پانی جائے گا۔ کُسم نے جتنا تحمل کیا ہے اُس پر مجھے حیرت ہوتی ہے۔ آپ زیادہ پریشان نہ ہوں۔ اطمینان سے گھر واپس جائیں۔ میں آج رات کی گاڑی سے جاؤں گا اور پرسوں تک جو صورت حال ہوگی اس کی آپ کو اطلاع دونگا۔ مجھے یہ کوئی انتہا درجہ کا خبیث النفس آدمی معلوم ہوتا ہے کہ صورت اور سیرت میں اتنا تفاوت میں نے پہلی بار دیکھا۔ ظالم سمجھتا ہو گا کُسم اس کے قابل نہیں۔ کیونکہ وہ نمائش اور تصنع نہیں جانتی۔ میں ایسے ایسے ایک ہزار لونڈوں کو اس کے قدموں پر نثار کر دوں۔

میں بہک میں نہ جانے کیا کیا بکتا رہا۔ اس کے بعد ہم دونوں کھانا کھا کر اسٹیشن چلے۔ وہ آگرہ گئے۔ میں نے مرادآباد کا راستہ لیا۔ شاطر صاحب کی روح اس وقت بھی فنا ہو رہی تھی کہ میں غصہ میں کوئی بے عنوانی نہ کر بیٹھوں بارے میرے بہت اطمینان دلانے پر انہیں تشفی ہوئی۔

میں علی الصباح مرادآباد پہونچا اور تفتیش شروع کر دی۔ ان حضرت کے اطوار کے متعلق مجھے جو شبہ تھا وہ غلط نکلا۔ محلہ میں، کالج میں، اس کے دوستوں میں سبھی اُس کے مدّاح تھے۔ معاملہ زیادہ پیچیدہ ہوتا ہوا معلوم ہوا آخر شام کو میں اس کے گھر جا پہونچا اور اُس کے والد سے ملنا بے سود سمجھکر براہ راست اُس سے ملا جس سادگی و تمنا اخلاص سے وہ مجھ سے ملا ہے اُسے میں بھول نہیں سکتا۔ نہایت شایستہ انداز کلام تھا۔ مزاج میں حد درجہ انکسار میں نے دو چار تمہیدی جملوں کے بعد پوچھا، تم سے ملکر مجھے کمال مسرت ہوئی، لیکن آخر کُسم نے کیا خطا کی ہے جس کی تم اُسے ایسی سخت سزا دے رہے ہو۔ اُس غریب نے تمہارے پاس کئی خط لکھے۔ تم نے ایک کا بھی جواب نہ دیا۔ وہ دو تین بار یہاں بھی آئی۔ مگر تم اُس سے مخاطب نہ ہوئے۔ کیا یہ اس معصوم کے ساتھ تمہاری بے انصافی نہیں ہے؟

نوجوان نے ندامت آمیز انداز سے کہا۔ بہتر ہوتا کہ آپ نے اس مسئلہ کو نہ چھیڑا ہوتا۔ اس کا جواب دینا میرے لئے بہت مشکل ہے۔ میں نے تو اسے آپ صاحبوں کے قیاس پر چھوڑ دیا تھا اور سمجھتا تھا مجھے اظہار حال کی ضرورت نہ پڑیگی۔ لیکن غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں اس لئے اب مجھے مجبوراً عرض کرنا پڑیگا۔ ممکن ہے آپ مجھے انتہا درجہ خود پرور کمینہ حریص سمجھیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ میری شادی نے وہ تمنا نہ پوری کی جو مجھے جان سے زیادہ عزیز تھی۔ میں شادی کرنے پر رضامند نہ تھا۔ اپنے پیروں میں زنجیر نہ ڈالنا چاہتا تھا۔ لیکن جب جناب شاطر صاحب بہت درپے ہوئے اور ان کی باتوں سے مجھے یہ گمان کرنیکا موقعہ ملا کہ وہ میری ہر ممکن صورت سے امداد کرنے کو آمادہ ہیں تو میں رضامند ہو گیا۔ مگر اُنہوں نے میری مطلق امداد نہ کی۔ ان کی بے اعتنائی نے میری زندگی کے سارے

خواب پریشاں کر دیئے۔ میرے لئے اب بجز اس کے اور کیا ہے کہ ایل۔ ایل۔ بی پاس کروں اور عدالت میں جوتیاں چٹخاتا پھروں۔

میں نے پوچھا۔ تو آخر تم حضرت شاطر سے کس قسم کی مدد چاہتے ہو! داد و دہش میں تو انہوں نے شکایت کا کوئی موقعہ نہ دیا۔

نوجوان نے سر جھکا کر کہا۔ اس داد و دہش سے میرا کیا ذاتی فائدہ ہوا! طرفین کے دس بارہ ہزار روپے خاک میں مل گئے۔ اور انہیں کے ساتھ میری آرزوئیں بھی خاک میں مل گئیں۔ والد صاحب تو مقروض ہو گئے ہیں۔ اور اب میری تعلیم کے بار کے بھی متحمل نہیں ہو سکتے۔ میں بیگار کے طور پر ایل ایل بی کلاس میں شریک ہو گیا ہوں۔ کیا خسر صاحب مجھے انگلینڈ نہ بھیج سکتے تھے۔ اُن کے لئے دس پانچ ہزار روپے کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔

میں سکتے میں آگیا۔ میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔ لاحول ولا قوۃ۔ ان صاحبزادے کا جتنا اعتبار جتنا وقار میری نظروں میں قائم ہو گیا تھا وہ جھوٹے رنگ کی طرح اڑ گیا۔ واہ ری دنیا! واہ رے ہندو سماج بتیرے یہاں ایسے دنیا پرست پڑے ہوئے ہیں جو ایسے ظالمانہ، وحشیانہ دباؤ ڈالکر ایک معصوم زندگی کو تباہ کر کے منصب حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تحصیل کے لئے انگلینڈ یا امریکہ جانا بُرا نہیں۔ خدا توفیق دے تو شوق سے جاؤ۔ مگر بیوی کو ترک کر کے خسر پر اس کا بار ڈالنا بے غیرتی کی انتہا ہے۔ تعریف کی بات تو یہ تھی کہ تم اپنے قوت بازو سے جاتے۔ حالانکہ خود غرضانہ محبت بہت ہی معیوب ہے اور کوئی غیرت دار آدمی محبت میں غرض کو شامل نہ کریگا۔ لیکن اس وحشیانہ طرز عمل کے مقابلہ میں پھر بھی غنیمت ہے۔ کُسم کو ایک فرضی فروگذاشت کے لئے گردن زدنی ٹھہرا دینا چھچھورے پن کی انتہا ہے۔ اس ظالم کی نگاہ میں کُسم کی کوئی حقیقت نہیں۔ کُسم محض ایک آلہ ہے اس کی دنیا طلبی کا ایسے پست خیال آدمی سے کچھ بحث کرنا بیکار تھا۔ میں نے سوچا اس وقت دہن سگ بہ لقمہ دوختہ بہ والی پالیسی ہی اس موقعہ پر موزوں ہے۔

دوسری گاڑی سے میں آگرہ جا پہونچا۔ اور مسٹر شاطر سے یہ سرگذشت کہی۔ اُن غریب کو کیا معلوم تھا کہ یہاں ساری ذمہ داری اُنہیں کے سر ڈال دی گئی ہے۔ اگرچہ اس عام سرو بازاری نے اُن کی وکالت بھی ٹھنڈی کر رکھی ہے اور وہ دس ہزار کا خرچ بے تکلف برداشت نہیں کر سکتے، لیکن اگر اس صاحبزادے نے کنایۃً بھی اُن سے کہا ہوتو وہ ضرور کوئی نہ کوئی انتظام کرتے۔ کُسم کے سوا دوسرا اُن کا کون بیٹھا ہوا ہے۔ اُن غریب کو تو حقیقت کا علم ہی نہ تھا۔ چنانچہ میں نے جونہی یہ قصہ کہا وہ بولے چھی! اس ذرا سے معاملہ کو اس شخص نے خواہ مخواہ اتنا طول دیدیا۔ آج ہی آپ اُسے لکھدیں کہ وہ جسوقت جہاں تحصیل کے لئے جانا چاہے شوق سے جا سکتا ہے۔ میں اُسکی ساری ذمہ داری قبول کرتا ہوں۔ سال بھر تک ظالم نے کُسم کو رُلا رُلا کر مار ڈالا۔ غرض حال کا اس کے سوا اُسے اور کوئی طریقہ ہی نہ سوجھا۔

گھر میں اس کا چرچا ہوا کسم نے بھی ماں سے سنا معلوم ہوا ایک ہزار کا چک اُس کے شوہر کے نام بھیجا جارہا ہے۔ مگر اس طرح جیسے کسی آئی بلا کو ٹالنے کے لئے نیاز چڑھائی جارہی ہو۔

کسم نے بھویں سکوڑ کر ماں سے کہا۔ روپئے بھیجنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اماں دادا سے کہہ دو۔ ماں نے حیرت سے لڑکی کی جانب دیکھا۔ کیسے روپئے؟ اچھا وہ! کیوں کیا ہرج ہے۔ لڑکے کا دل ہے تو جانے اور یوں بھی اُسی کا ہے۔ ہیں کون چھاتی پر لاد کر لیجانا ہے۔ "نہیں آپ دادا سے کہدیجئے ایک پائی بھی نہ بھیجیں"۔

"آخر اس میں برائی کیا ہے"۔

"اس لئے کہ یہ اسی طرح کی ڈاکہ زنی ہے جیسے بعض بدمعاش کیا کرتے ہیں۔ کسی آدمی کو پکڑ کر لے گئے اور اُسکے گھر والوں سے اس کی آزادی کی ایک اچھی سی رقم وصول کریں"۔

ماں نے تنبیہ کی آنکھوں سے دیکھا کیسی باتیں کرتی ہو بیٹی۔ اتنے دنوں کے بعد تو جا کے دیوتا سیدھے ہوئے ہیں اور تم اُنہیں پھر چڑھائے دیتی ہو۔

کسم نے جھلا کر کہا۔ "ایسے دیوتا کا روٹھے رہنا ہی اچھا۔ جو شخص اتنا دنیا پرست اور خود غرض اور حریص ہے اُس کے ساتھ میرا نباہ نہ ہوگا۔ میں کہے دیتی ہوں اگر وہاں روپئے گئے تو میں زہر کھالوں گی۔ اسے مذاق نہ سمجھنا میں ایسے آدمی کا منہ بھی نہیں دیکھنا چاہتی تم دادا سے کہدینا۔ اور اگر تمہیں ڈر لگتا ہو تو میں خود کہدوں۔ میں نے تنہا رہنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔

ماں نے دیکھا لڑکی کا چہرہ تمتما اٹھا ہے گویا اس مسئلہ پر وہ اب نہ کچھ کہنا چاہتی ہے نہ سننا۔

دوسرے دن شاطر صاحب نے یہ قصہ مجھ سے کہا تو میں ایک بیخودی کے عالم میں دوڑا ہوا کسم کے پاس گیا اور اُسے گلے لگا لیا۔

سال بھر ہوگیا ہے کسم نے شوہر کے پاس ایک خط بھی نہ لکھا اور نہ اس کا ذکر ہی کرتی ہے۔ شاطر صاحب نے کئی بار داماد کو منانیکا ارادہ ظاہر کیا مگر کسم اس کا نام بھی نہیں سننا چاہتی۔ اس میں خود اعتمادی کی ایسی اسپرٹ پیدا ہوگئی ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ اس کے چہرہ پر مایوسی اور حسرت کی زردی اور بے رونقی کی جگہ خودداری اور آزادی کی سرخی نمودار ہوگئی ہے۔ (خاص عصمت کیلئے) پریم چند

بلائے آسمانی

مئی کے عصمت میں بھائی عظیم بیگ صاحب چغتائی کا مضمون مندرجہ بالا عنوان کے تحت میں نظر سے گذرا۔ اس میں شک نہیں کہ بھائی صاحب موصوف نے سلیقہ شعاری میں ہماری کاہلی کا اچھا علاج سوچا ہے۔ جو ایک حد تک مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ لیکن چونکہ مضمون کے بعض حصوں پر مجھے کچھ اعتراض ہے اس لئے یہ چند سطور لکھ رہی ہوں۔

ایک جگہ آپ لکھتے ہیں کہ "وجہ دراصل بغیر اطلاع دیئے مہمان کی مخالفت کی ایک یہ بھی ہے کہ میزبان صاحبہ کی مہمان صاحبہ سے کسی محفل میں ملاقات ہوگئی اور وہ وہ غلبیں ایک دوسرے کے سامنے اڑائیں کہ بیان سے باہر۔۔۔" اب بدقسمتی ملاحظہ ہو کہ ایک بی دوسری کے یہاں بے اطلاع پہنچتی ہیں۔ اور وہ بھی ایسے وقت میں کہ میاں باورچی خانہ میں اکڑوں بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں۔ بہن صاحبہ دوپٹہ پتیلی کے پاس چھوڑ آتی ہیں۔ کیونکہ پتیلی دوپٹہ سے پکڑ کر اٹھائی تھی۔ اور فی الحال وہ نصف درجن نورتنیاں میں سے ایک مناسب سائز کے لخت جگر کو ہٹکنی سے درست فرما رہی ہیں۔۔۔ صاف بات یہ ہے کہ بغیر اطلاع کئے آنیوالی بہن پہ صدمہ جانکاہ پہنچا جب بلکہ ساری حقیقت کھل جاتی ہے۔ بہنوں سے درخواست ہے کہ اس عذر کے علاوہ کوئی دوسرا عذر بتائیں" اس کے آگے بھائی صاحب لکھتے ہیں کہ آخر مرد بھی تو ہیں وہ دن بھر در جنوں جگہ بغیر اطلاع جاتے ہیں نہ وہ کسی کیلئے بلائے آسمانی ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ" غرض آپکے مضمون کا لب لباب یہی ہے کہ ایک شہر کی رہنے والی بہنوں کو اطلاع دینے کی چنداں ضرورت نہیں بلکہ آپ کسی دوسرے شہر سے آنیوالے مہمان کے لئے بھی ضروری نہیں سمجھتے کہ اطلاع دیکر آئے۔ اب میں اپنے قابل بھائی سے معافی طلب کرتے ہوئے اپنے ناقص خیالات کا اظہار کرتی ہوں اگر ہم اپنے گھر کی صفائی اور قرینے کا ہر وقت خیال رکھیں اور اپنا لباس ہمیشہ صاف ستھرا رکھنے کی کوشش کریں تو یقیناً اس خجالت اور پریشانی سے بچ سکتی ہیں جو بغیر اطلاع دیئے کسی کے آجانے سے عموماً ہوا کرتی ہے۔ جو نقشہ بھائی صاحب نے ایک میزبان بہن صاحبہ کا کھینچا ہے اس طرح سب گھروں میں نہیں پایا جاتا۔ بالخصوص تربیت یافتہ گھرانے اس سے بالکل علیحدہ ہیں۔ میں مثال کے طور پر ایک ایسے گھر کا نقشہ پیش کرتی ہوں۔ جہاں خوش سلیقگی اور صفائی کا ہر وقت خیال رکھا جاتا ہے۔ اب یہاں ایک بہن بغیر اطلاع کے پہنچتی ہیں۔ مگر گھر والی بی بی کو اس وقت دم بھر کی مہلت نہیں کیونکہ صاحب نے شام کے کھانے پر اپنے احباب کو مدعو کیا ہے ماما کسی خاص وجہ سے آج آئی نہیں اس لئے سب کام انہیں کو کرنا پڑتا ہے اب بتائیے ایسی حالت میں گھر والی بی بی کہانتک اطمینان کیسا تھ بیٹھ کر آنیوالی بہن سے باتیں کر سکتی ہیں اسوقت آنیوالی بہن کو یقیناً ندامت ہوگی کہ وہ کیوں ایسے وقت نہ آئیں جبکہ ملاقات کا پورا پورا لطف حاصل ہوتا۔ یا یوں سمجھئے کہ گھر کی مالک گھر پر نہیں ہیں۔ وہ کسی دوسری بہن سے ملنے گئی ہیں۔ اس حالت میں ایک بہن بغیر اطلاع کئے کرایہ کی سواری میں تشریف لے آتی ہیں مگر گھر والی بی بی کو نہ پاکر مایوس واپس لوٹتی ہیں۔ مفت میں کرائے کے پیسے بھرنے پڑتے ہیں اب ظاہر ہے کہ اگر یہ بہن آنے سے پیشتر اطلاع بھیج دیتیں تو کتنی سہولت رہتی۔

دُور کیوں جاؤں خود میرے ساتھ تقریباً ڈیڑھ دو ماہ کے عرصے میں دو اسی قسم کے واقعات پیش آئے ہیں جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اطلاع دے دینے میں کتنی آسانی رہتی ہے۔ ایک مرتبہ میں کسی دوسری جگہ پر گئی ہوئی تھی میرے بعد ایک بنگالی بہن مجھ سے ملنے آئیں۔ لیکن میرے گھر پر نہ ملنے سے واپس لوٹ گئیں۔ ان کا گھر شہر میں ہمارے یہاں سے تقریباً دو ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اب اگر انہیں بہن صاحبہ کی جگہ کوئی دوسری مسلمان بہن تانگہ کرا کے آتیں تو یچمڑہی میں سواری کی قیمت گراں ہونے کی وجہ سے کم از کم ایک روپیہ بارہ آنے تو ضرور خرچ کرتیں اور وہ بھی لاحاصل۔

اسی طرح دوسری مرتبہ میری ایک اور عزیز بہن نے رقعہ بھیجا کہ میں آج شب کو آپکے ہاں آنا چاہتی ہوں کیا آپ مجھے گھر پر ملینگی؟ انکا رقعہ چار بجے سہ پہر کے وقت آیا۔ میں اس وقت کہیں شام کے کھانے پر گئی ہوئی تھی۔ وہاں سے آکر جب انکا خط دیکھا تو دوسرے دن اس کا جواب لکھا پھر وہ دوسرے روز ہمارے ہاں تشریف لائیں۔

اب بتائیے اول الذکر طریقہ مناسب تھا یا اطلاع دینے میں فائدہ رہا؟ مضمون نگار صاحب نے مردوں کا نمونہ ہمارے سامنے پیش کیا ہے مگر شاید اس امر پر غور نہیں کیا کہ عورت (اور وہ بھی ہندی مسلم عورت) اور مرد میں کہاں تک مقابلہ کیا جا سکتا ہے؟ عورت کو امور خانہ داری میں بہت کم فرصت ملتی ہے۔ مرد اس سے بالکل علیحدہ زندگی بسر کرتا ہے۔ فرض کیجئے آپکے دوست آپسے ملاقات کیلئے تشریف لائے۔ آپ گھر پر موجود نہ تھے۔ اندر سے ملازم نے کہدیا کہ "نہیں ہیں" چلو اللہ اللہ خیر صلا۔ جیسے آئے تھے لوٹ گئے نہ سواری کے دام دینے پڑے نہ مفت میں کوئی وقت اٹھانا پڑی۔ جیسا کہ عموماً بچوں والے گھروں میں ہوتا ہے کہ ایک کو کپڑے بدلواؤ دوسرے کے کنگھی کرو تیسرے کا منہ دھلواؤ۔ نوکروں کو کھانے کے متعلق ہدایتیں کرو وغیرہ وغیرہ۔ اب صاف ظاہر ہے کہ گھر والی بی بی کو اگر وہ خوش سلیقہ ہے تو کسی کے بے اطلاع آنے سے اتنی تکلیف نہیں ہوتی جتنی ندامت کہ آنیوالی بہن کو اٹھانا پڑتی ہے۔ لہذا ہمیں چاہیئے کہ جب کہیں جائیں پہلے ہمیشہ اطلاع پہنچا دیا کریں۔ ایک جگہ بھائی صاحب اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ "ہمارے ہاں درجنوں ملازم نہ ہونے سے یہ امر باعث تکلیف ہے کہ پہلے ایک نوکر جا کر اطلاع دے آئے۔ علیگڈھ میں یہ دستور ہے کہ متعدد ملازم نہ ہونے سے اکیلی ہی تانگہ پر چلی گئیں کیا ایسی صورت میں یہ مطلب ہے کہ پہلے جا کر خود اپنی آمد کے وقت کی اطلاع کیجائے"۔ مگر میرے خیال میں وہ دام جو تانگے کے کرایہ کی صورت میں خرچ کرنے پڑینگے اگر انہیں سے دو چار پیسے کسی غریب عورت یا چھوٹے لڑکے کو دیکر اطلاع بھیجدی جائے تو غالباً نامناسب نہ ہوگا۔ اسمیں شک نہیں کہ بقول بھائی صاحب موصوف اس قسم کی اطلاع کرانا۔ اسکا جواب آنا پھر یہاں سے ضابطہ کے ساتھ پہنچنا وغیرہ یہ سب فضولیات ہیں مگر اس کا کیا علاج کہ ہمیں اپنے بھائیوں کی عائد کردہ پابندیوں پر عمل کرتے ہوئے مجبوراً ان فضولیات کا مرتکب ہونا پڑتا ہے۔

یہ ضرور ہے کہ انگریز اور ہندو بہنیں اس قسم کی باتوں کی پروا نہیں کرتیں اور جہاں جانا ہوتا ہے بے روک ٹوک چلی جاتی ہیں اگر ہم پردہ نشین بہنوں کو بھی کم از کم اس قدر آزادی ملجائے کہ برقع پہن کر کسی دوسری بہن کے ہاں چلی جایا کریں تو میں یہ کہنے کا دعویٰ کرتی ہوں کہ ہم اپنے بھائیوں کی حسب مرضی ان سب فضولیات کا خاتمہ کرنے کو تیار ہیں +

بیگم یار محمد خان یچمڑہی ہلز

کمسنی کی شادی

میں اول ہی سے رشیدہ کی شادی کے خلاف تھا۔ بھائی جان کے سر ہوا کہ خدا کے لئے ابھی اس لڑکی کو شادی کی مصیبت میں نہ پھنسائیے بھابی جان کے آگے ہاتھ جوڑے کہ للہ اس بارہ برس کی چھوکری کے حال پر رحم کیجئے مگر میری کون سنتا تھا۔ بھابی جان کو ارمان نکالنے کا شوق تھا۔ رہے بھائی جان تو وہ اپنی بیگم صاحبہ کے ہاتھ میں بکتے۔ بھلا ان کے مقابلہ میں میری کیا چلتی۔ آخر نکاح کی تاریخ ٹھہر ہی گئی۔ میں نے ڈپٹی عابد حسین سے کہا کہ آپ اس شادی کو تھوڑے دن کے لئے روک دیجئے۔ ذرا دولہا دلہن دونوں کو کچھ بڑا ہونے دیجئے یا یوں نہیں تو نکاح کر لیجئے۔ وداع دو چار سال بعد کیجئے گا۔ مگر وہ کب ماننے والے تھے۔ کہنے لگے میاں، تم کیوں خواہ مخواہ بیچ میں کھنڈت ڈالتے ہو۔ میرا ایک ہی بچہ ہے۔ بڑھاپے میں پیدا ہوا۔ ماشاء اللہ چودہ برس کا ہے۔ ایف۔ اے میں پڑھتا ہے۔ میں اب قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہوں۔ رہیں ان کی اماں تو وہ خود چل چلاؤ پر ہیں۔ اگر ہم دونوں نے محبوب کا سہرا نہیں دیکھا۔ تو شاید ہم کو قبر میں بھی چین نہ آئے۔ اگر تم کو اپنی بھتیجی ایسی ہی عزیز ہے تو بھائی جواب دیدو۔ ہم محبوب کے لئے کوئی دوسری جگہ تلاش کر لیں گے"۔ بڑے میاں نے یہ باتیں کچھ ایسی اکھڑی کہیں کہ میں ان کی طرف سے بالکل مایوس ہو گیا اٹھ کر چلا آیا۔ میں نے تو خود ان کے ہی بھلے کو یہ باتیں کہی تھیں۔ اور بڑے میاں کی بیوی نے ہماری بھابی جان کو کہلا بھیجا کہ تمہارے دیور اس رشتہ سے خوش نہیں ہیں۔ پھر کیوں خواہ مخواہ اس رشتہ پر اصرار کیا جا رہا ہے۔ یہ سننا تھا کہ بھابی جان کے تو آگ ہی لگ گئی۔ بھائی جان سے ایک ایک کی سو سو لگائیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک سچی بات کہنے سے بھائی جان الگ بگڑ بیٹھے اور ڈپٹی عابد حسین علیحدہ تن گئے کہ یہ شخص فساد کی جڑ ہے اور خواہ مخواہ اس رشتہ میں حائل ہو رہا ہے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ ڈپٹی صاحب کی ذات صفات بری ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ان کے ہاں رشیدہ کو تکلیف ہوگی مجھے ڈر ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ مالی حالت کے لحاظ سے ڈپٹی صاحب ہم سے کسی طرح کم ہیں۔ میں نہیں کہتا کہ محبوب اچھا اور نیک بخت لڑکا نہیں ہے۔ میرا کہنا تو یہ ہے کہ ابھی یہ لڑکی اور لڑکا شادی کے قابل ہی نہیں ہیں۔ بارہ برس کی لڑکی اور چودہ برس کے لڑکے کی شادی بھلا کوئی شادی ہوئی۔ گڈے گڑیا کا بیاہ ہوا۔ جب کبھی بھابی جان سے کہو وہ یہی جواب دیتی ہیں کہ لڑکی جوان ہو گئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ لڑکی کی ایک خاص حالت کو جوان ہونا سمجھ لیا جاتا ہے۔ اس پر غور نہیں کیا جاتا کہ نہ تو ابھی اس کے جوڑ بند مضبوط ہوئے ہیں اور نہ اس کے اعضاء ابھی تکمیل کو پہنچے۔ نہ اس کی عقل ایسی پختہ ہوئی ہے کہ میاں بیوی کے تعلقات کو سمجھ سکے یا گھر سنبھال سکے۔ بس غل مچا ہوا ہے

کہ لڑکی جوان ہوگئی - اب اس کو کسی کے پلّہ سے نہ باندھ دیا گیا تو خدا معلوم کیا آفت بپا ہو جاتے - یہ نہیں سمجھا جاتا کہ جس کے ساتھ اس کو باندھا جا رہا ہے اس کی ابھی عمر ہی کیا ہے - اس نے ابھی تعلیم کی تکمیل نہیں کی ہے - ابھی ابھی بردباری نام ونشان کو نہیں ہے - وہ ابھی اخراجات کے لئے دوسروں کا دست نگر ہے - بھلا ایسے بچے سے کیا توقع کیجا سکتی ہے کہ وہ شادی کے تعلقات کو سمجھ سکیگا یا اپنی اور اپنی بیوی کی صحت کا خیال رکھ سکیگا - یا آیندہ اپنی تعلیم جاری رکھ کر کھانے کمانے کے قابل ہو سکیگا -

بہر حال ہم نے ہزار طرح سمجھایا - میری ایک نہ چلی - بڑی دہوم سے شادی ہوئی - دلہن مہمان داری ہوئی ہزاروں کا جہیز دیا گیا - اور بس رشیدہ اور میاں محبوب میاں بیوی ہو ہی گئے - دونوں میں وہ ملاپ ہوا کہ خدا کی پناہ ایک جان دو قالب تھے - جب دیکھو دونوں کے دونوں ایک دوسرے کے پاس جمع ہوئے ہیں - میاں محبوب نے گھر سے نکلنا چھوڑ دیا - یار دوستوں سے ملنا چھوڑ دیا - پڑھنا لکھنا چھوڑ دیا - اور آخر تھوڑے ہی دنوں میں کالج جانا بھی چھوٹ گیا - بھابی جان خوش تھیں کہ میری بیٹی کو ایسا چاہنے والا شوہر ملا - بھائی جان خوش تھے کہ چلو بیٹی آرام چین سے ہے - ڈپٹی صاحب اور ان کی بیوی نہال نہال تھے کہ چاند جیسی بڑا سی بہو گھر میں آئی ہے - لیکن یہ کوئی نہیں دیکھتا تھا کہ میاں محبوب کی لکھائی پڑھائی کا خاتمہ ہو گیا - بہو کی صحت نے جواب دے دیا - لڑکے کے قویٰ مضمحل ہوگئے - اور جن باتوں کو میں ابتدا ہی سے رو رہا تھا ان کا دوہی مہینے میں ظہور ہو گیا -

شادی کو شاید تین ہی مہینے ہوئے ہونگے کہ مجھے اڑتی اڑتی خبر ملی کہ بس رشیدہ کے ہاں بچہ ہونیوالا ہے میں نے بھابی جان سے پوچھا - انہوں نے پہلے تو ٹالنا چاہا لیکن آخر کو قبولیں - میں نے کہا "دیکھئے بھابی جان میں پہلے ہی آپ کو روکتا تھا کہ للہ ابھی اس لڑکی کی شادی نہ کیجئے - ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے - لیکن آپ نے ایک نہ مانی - خدا کرے ساتھ خیر خوبی کے رشیدہ کے ہاں بچہ ہو - مگر یہ سمجھ لیجئے کہ تیرہ برس کی عمر میں اولاد ہونے سے اس بچاری کی صحت تباہ ہو جائے گی - اور اگر وہ ادرمن سے وہ سنبھل بھی گئی تو یہ بتایئے کہ اس عمر میں وہ بچے کو کیسے پالیگی - اور تربیت کیا خاک کرے گی - ابھی تو اس کی تربیت خود ہی پوری طرح نہیں ہوئی ہے" - اب آپ ہی بتایئے کہ میں نے ان سے جو کچھ کہا تھا کیا اس میں کوئی بری بات تھی - مگر صاحب میری باتیں سنکر بھابی جان تو بگڑ ہی گئیں - کہنے لگیں "نوج میری رشیدہ کی صحت خدانخواستہ کیوں خراب ہونے لگی - ہو گی اس کے برا چاہنے والوں کی - میری بیٹی تولاوں کی لال بنی بیٹھی ہے - ماشاءاللہ وہ صورت شکل اور ہاتھ پاؤں نکالے ہیں کہ نظر لگتی ہے - اب رہا بچہ ہونا تو میری بہن نظر کے ہاں بارہ ہی برس کی عمر میں سیدہ ہوئی تھی - لڑکی کو جوان ہوتے کیا دیر لگتی ہے - تمہاری طرح تھوڑی کہ بیس اکیس برس کی عمر ہے اور بارہ برس کے لونڈے معلوم ہوتے ہو - اب رہی تربیت تو بھئی ذرا میں بھی تو سنوں کہ بی رشیدہ کی تربیت میں کونسی کمی ہے - ماشاءاللہ کھانا وہ پکائے گھرداری

وہ کرے۔ سینا پرونا اس کو آئے۔ کیا یہ کچھ جاننے کے بعد وہ ایک پھونسڑے کو بھی نہ پال سکیگی۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہماری زندگی میں ہم کو یہ دن دکھایا۔ اور تم ہو کہ ابتداہی سے جو نہیں۔ نہیں کی رٹ لگائی ہے کسی طرح ختم ہی نہیں ہوتی۔ بہنی مجھے تمہاری ایسی باتوں سے وہم ہوتا ہے۔ خدا کیواسطے میرے سامنے تو تم ایسی باتیں نہ کیا کرو۔ تم جانو اور تمہارے بھائی جانیں۔ ان سے تمہارا جوجی چاہے کہو۔ مگر مجھ سے اگر پھر کبھی ایسی باتیں کیں تو یاد رکھنا کہ میں سرپیٹ لونگی"۔ لیجئے دیکھا آپ نے نیک صلاح کا نتیجہ۔ ہے یہ کہ کسی سے سچی بات کہنا مفت کی لڑائی مول لینا ہے۔ بھابی جان سعیدہ کا پیدا ہونا تو بیان کر گئیں لیکن یہ نہیں دیکھا کہ بس سعیدہ کے پیدا ہونے کے بعد بی نظیر پر کیا گذری۔ بچاری زچگی کے بعد سے جو بیمار ہوئی تو دو برس کے بعد مر کر ہی اٹھی۔ کونسی بیماری تھی جو اس غریب نے نہیں اٹھائی۔ اور کونسی تکلیف تھی جو اس مرنے والی نے نہ سہی۔ روپیہ پانی کی طرح بہہ گیا۔ دنیا جہان کے علاج ہوئے مگر اس کو نہ بچنا تھا نہ بچی۔ اب اس کی یادگار سعیدہ رہ گئی ہیں۔ سگران کا کیا حال ہے بالکل دہان پان ہیں آج نزلہ ہے تو کل بخار۔ آج پسلی میں درد ہے تو کل معدہ خراب ہے۔ غرض اس کے لئے تو جینا وبال جان ہوگیا ہے۔ عمر پوری کرنی ہے وہ کسی نہ کسی طرح پوری کر رہی ہے۔ ذرا کوئی جھٹکا لگا اور اس کا بھی خاتمہ ہے۔ بہرحال اس روز سے میں نے توبہ کرلی کہ اب بی رشیدہ کے بارے میں کچھ کہوں تو جو چور کا حال وہ میرا حال۔

شادی کے نو مہینے کے بعد رشیدہ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ مگر کس مصیبت سے ہوا یہ نہ پوچھو بچاری کی جان کے لالے پڑ گئے۔ مہینہ بھر تک یہ حال رہا کہ کوئی دن نہ ہوتا ہوگا جو ڈاکٹر اور میمیں نہ آتی ہوں اور پچاس ساٹھ روپے روز نہ خرچ ہوتے ہوں۔ آخر خدا خدا کر کے لڑکی پلنگ سے اٹھی۔ لیکن صورت ایسی ہوگئی تھی منہ میں دانت ہی دانت دکھائی دیتے تھے چلتی تھی تو ہر قدم پر چکر آتا تھا۔ بس یوں سمجھو کہ موت کے منہ میں سے نکلی۔ بڑی خوشیاں ہوئیں غریبوں کو خیرات بٹی رشتہ داروں کی دعوت ہوئی۔ ڈاکٹروں اور میموں کو تحفے دیئے گئے اور سمجھے کہ چلو اللہ نے بڑی خیر کی۔

رشیدہ کا بچہ صادق اتنا کا دودھ پیتا تھا مگر کسی طرح پنپتا ہی نہ تھا۔ ہڈی سے چمڑا لگ گیا تھا۔ دستوں کا جو سلسلہ لگا تو کہیں پندرہ بیس روز میں جا کر ختم ہوا۔ ادھر دست رکے اور ادھر بخار نے لیا۔ بیماری کے ہاتھوں ناک میں دم آگیا۔ رشیدہ اور صادق کی یہ حالت دیکھکر مجھ سے نہ رہا گیا۔ اور میں نے پھر بھابی جان پر زور دیا کہ ان کو تھوڑے دنوں کے لئے بلا کر اپنے ہاں رکھو۔ جب ذرا پنپ جائیں تو بھیجدینا۔ بھابی جان بھی بچی کی حالت دیکھکر اس پر راضی ہوگئیں مگر رشیدہ کی سسرال والے کب ماننے والے تھے۔ ہزار ہزار زور دیا لیکن انہوں نے نا سے، ہاں نہ کی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ابھی اس بچاری کو بیماری سے اٹھ کر تین مہینے بھی نہ ہوئے تھے کہ پھر امید سے ہوگئی۔ میں نے تو یہ خبر سنتے ہی انا للہ پڑھ لی اور سمجھ گیا کہ اب کی دفعہ بی رشیدہ کی خیر نہیں۔ پانچویں مہینے سے اس کی طبیعت بگڑنی شروع ہوئی۔ ہلکی ہلکی حرارت رہنے لگی۔ کھانسی کا بھی لگاؤ تھا۔ پہلے تو موسمی خرابی اس حرارت کا باعث سمجھی گئی۔ لیکن جب بخار نے ملنے کا نام

نہیں لیا تو اس وقت بھاگا دوڑی شروع ہوئی۔ ڈاکٹر آتے نسخے لکھتے فیس لیتے چلے جاتے مگر بخار تھا کہ کسی طرح ٹس سے مس نہ ہوتا تھا۔ بیس پچیس روز کے بعد معلوم ہوا کہ بخار گیا۔ بھائی جان کی جان میں جان آئی اچھا ہونے کے کوئی آٹھ دس روز بعد رشیدہ نے غسل صحت کیا۔ ہمارے ہاں آئی۔ بس کیا کہوں کہ اس کا کیا حال تھا سوکھ کر کانٹا ہو گئی تھی پھونک مارو تو اڑ جائے کہتی تھی کہ کیا بتاؤں دل بیٹھا جاتا ہے۔ جوڑ جوڑ میں درد ہے۔ کھانستی ہوں تو سینہ میں درد ہوتا ہے۔ بخار اترنے سے کیا ہوتا ہے یہ درد جائے تو جانوں۔ دو تین روز ہمارے ہاں رہی تھی کہ سسرال والوں نے بلا بھیجا۔ جانے کو تو اس کا جی نہیں چاہتا تھا مگر لاچار جانا پڑا۔ جا کر کوئی آٹھ ہی دن گذرے ہونگے کہ پھر بخار نے آ لیا۔ اب کے بخار بھی ذرا تیز اور کھانسی بھی زیادہ تھی سول سرجن کو بلا کر دکھایا۔ انہوں نے صاف کہہ دیا کہ میں بغیر خون کا امتحان لئے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ خیر خون کا امتحان کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ خون میں دق کے جراثیم ہیں۔ گو ابتدائی درجہ ہے مگر مرض بہت تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ یہ سننا تھا کہ گھر بھر کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔ اور جو سیدھا سیدھا علاج ہو رہا تھا وہ بھی غارت ہو گیا۔ کوئی کہتا حکیم کو دکھاؤ۔ کوئی کہتا ڈ(اکٹر) کا علاج کرو۔ کوئی کہتا کہ نہیں جس طرح علاج ہو رہا ہے اسی طرح چلنے دو۔ غرض اس گڑبڑ میں یہ ہوا کہ آج اس کا علاج ہے تو کل اس کا۔ آج حکیم کا نسخہ پیا جا رہا ہے تو کل وید صاحب کی گولیاں کھائی جا رہی ہیں۔ آخر اس الٹ پھیر کا نتیجہ یہ ہوا کہ کل کا بگڑتا مریض آج بگڑ گیا۔ میں نے بہت کہا کہ اس کو مدن پلی لیجاؤ۔ مگر ڈپٹی عابد حسین کیا ماننے والے تھے پرانے زمانے کے آدمی تھے۔ کہنے لگے کہ "نہیں بھئی نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میری بہو اور عیسائیوں کے ہاتھوں میں جا کر پڑے۔ توبہ کرو بھئی توبہ کرو۔ اور اگر بھیجیں بھی تو اس کی خبر گیری کون کریگا۔ میری یہ عمر نہیں کہ خود مدن پلی جاؤں۔ اب رہے میاں محبوب تو وہ ابھی بچے[1] ہیں۔ ان سے کیا خاک بیمار کا رکھ رکھاؤ ہو سکیگا۔ اب جو قسمت میں لکھا ہے جیسے ہونے دو۔ ہائے میں بھی کیا بدقسمت آدمی ہوں کہ ایسی خوبصورت اور سلیقہ مند بہو آئے اور دو ہی برس میں اس حال کو پہنچ جائے۔

غرض بڑے میاں نے بہت کچھ ٹسوے بہائے مگر بہو کو مدن پلی بھیجنے پر راضی نہ ہوئے۔ ہر پھر کر یہی کہتے تھے کہ یہ مرض لاعلاج ہے کیوں اس غریب کو اس حالت میں تکلیف دیجائے۔ سمجھتے تھے کہ رشیدہ مر گئی تو دوسری بہو بیاہ لائیں گے ان کا کیا جاتا تھا۔ جاتا تو ہمارا تھا کہ پالی پوسی لڑکی ہاتھ سے جا رہی تھی۔ میں نے بھائی جان اور بھابی سے آ کر کہا کہ آپ ڈپٹی صاحب پر زور دیجئے شاید راضی ہو جائیں۔ مگر وہ بڈھا اس بلا کا بنا ہوا تھا کہ لاکھ لاکھ سب نے سر پٹخا اس کو نہ راضی ہونا تھا اور نہ ہوا۔ جب ادھر سے مایوسی ہو گئی تو سب راضی برضا ہو کر بیٹھ رہے۔ بھابی جان کی یہ حالت تھی کہ ہر وقت روتیں اور آنچل پھیلا پھیلا کر دعائیں مانگتی تھیں کہ اس کی آئی مجھے آ لگے۔ مگر اس سے کیا ہوتا ہے۔ جس کی ہوتی ہے اس کو آتی ہے۔ ایک کی بیماری دوسرے کو آ لگے تو دنیا کا کارخانہ ہی درہم برہم ہو جائے۔

---

[1] جی ہاں شادی کے لئے بچے نہیں تھے بیوی کی تیمارداری کے لئے بچے ہو گئے۔

میاں محبوب کی یہ کیفیت تھی کہ بیوی کی پٹی جو پکڑ کر بیٹھے تو اُٹھنے کا نام ہی نہیں لیتے تھے رات ہے تو جاگ رہے ہیں۔ دن ہے تو جاگ رہے ہیں۔ نرس نوکر تھی۔ مگر سارا کام خود کرتے۔ دوا خود پلاتے۔ کپڑے خود بدلواتے کھلانا پلانا خود کرتے یہاں تک کہ سر میں کنگھی خود کرتے اور تیل خود ڈالتے۔ میں نے منع بھی کیا کہ میاں محبوب اس طرح تم بیمار ہو جاؤ گے۔ آخر نوکر ماما ئیں اور یہ نرس ہیں کس کام کی۔ کام ان سے لو۔ نگرانی خود رکھو۔ مگر وہ کیا ماننے والے تھے سمجھتے تھے کہ محبت کے اظہار کا یہی موقعہ ہے اور واقعی اس سے رشیدہ خوش بھی بہت تھی۔ یہ جاننے کے بعد بھی کہ اب بہ جینے کی تو نہیں۔ ہر وقت مسکراتی رہتی۔ اور میاں کی محبت کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتی تھی۔ ایک دن اسکی طبیعت بہت بگڑ گئی۔ صلاح ہوئی کہ کئی ڈاکٹروں کو بلا کر مشورہ کریں۔ سول سرجن کو بلایا اور اس کے ساتھ مشورہ کرنے میں شہر کے پانچ چھ بڑے بڑے ڈاکٹروں کو شریک کیا گیا۔ سب نے اچھی طرح دیکھنے بھالنے کے بعد یہی رائے دی کہ رشیدہ کا بچنا محال ہے۔ اور بیماری کا اصلی سبب اس کی کم عمری کی شادی ہے۔ اس کے اعضا ابھی پوری طرح تکمیل کو نہ ہونچے تھے کہ ان پر نا قابل برداشت بار پڑا۔ اس لئے بجائے بڑھنے کے ٹھٹھر کر رہ گئے۔ اس پر ہوئی اولاد اعضا میں جو کچھ تھوڑا بہت دم تھا وہ بھی نکل گیا۔ کمزوری میں ہر مرض زور کرتا ہے۔ دق ہو گئی اور اب آخری درجہ پر ہے۔ ڈاکٹر تو یہ کہہ اور فیس لیکر رخصت ہوئے۔ اور ہماری بھابی جان نے رو رو کر بُرا حال کر لیا۔ مجھے بلوایا اور کہنے لگیں۔ کہ "بھائی تو سچ کہتا تھا۔ میرے شوق نے رشیدؔ کو تباہ کیا۔ اب کیا کروں۔ وہ نہ رہی تو میں کیسے جیونگی۔ کاش اس کی آئی مجھے آجائے"۔ بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ ان کی یہ حالت ہو اور میں ان کی پہلی غلطیوں پر انہیں ٹوکنا شروع کر دوں میں نے یہ کہا کہ بڑی دیر تک بیٹھا ان کو سمجھاتا رہا۔ وہ بیٹھی روتی اور میری باتیں سنتی رہیں۔ آخر میں کہنے لگیں" سعید خدا کے لئے تو یہ کر کہ رشیدہ کا سارا قصہ شروع سے آخر تک لکھکر چھپوا دے۔ شاید مجھ جیسی بیوقوف بیویاں اس کو پڑھ کر عبرت حاصل کریں اور اپنی نازوں سے پالی ہوئی بچیوں کا چھٹ پنے میں بیاہ کر کے ان کو تباہ نہ کریں۔ ارے مجھے یہ معلوم ہوتا تو میں مرتے مرجاتی اور ساری عمر اس کی شادی نہ کرتی"۔ میں نے کہا" یہ آپ دوسری غلطی کرتیں۔ زیادہ عمر تک بچیوں کو بٹھائے رکھنا بھی ویسا ہی مضر صحت ہے جیسا چھوٹی عمر میں شادی کرنا۔ خیر میں رشیدہ کا قصہ لکھے تو دیتا ہوں مگر مجھے اُمید نہیں کہ میری ہندوستانی بہنیں اس سے سبق حاصل کرینگی۔ کیونکہ بچوں کی شادی کا وہ شوق ہوتا ہے کہ ان کو اس وقت بُرا بھلا کچھ نہیں دکھائی دیتا۔ کم عمری میں شادی کر دیتی ہیں اور آخر میں پچتاتی ہیں"۔

بھابی جان سے جو وعدہ میں نے کیا تھا اس کی تعمیل میں یہ مضمون لکھا ہے۔ اب خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ میری بہنیں اس سے سبق لیتی ہیں یا پڑھ کر اور جھوٹا قصہ سمجھ کر" اونہہ" کر دیتی ہیں۔ اور پرچہ کو اٹھا کر پھینک دیتی ہیں۔

مرزا فرحت اللہ بیگ

"عورت"

وابستہ ہے تجھی سے سامان زندگانی زیبا ہے صرف تجھکو عنوانِ زندگانی
تو ہے وفا کی دیوی

صبر و رضا کی دیوی ——— عرشِ خدا کی دیوی
نور و ضیا کی دیوی

سوز و گداز عالم وابستہ ہے تجھی سے
پیدا ہوئی مسرت تیری ہی دلکشی سے

عصمت مآب تو ہے دل کا قرار تو ہے شرم و حیا بداماں موجِ بہار تو ہے
جنت کی حور ہے تو

معمورِ نور ہے تو ——— کیف و سرور ہے تو
حُسنِ ظہور ہے تو

ہے تیری ہی ضیا سے آرایش دو عالم
تجھ سے چمک رہی ہے زیبائش دو عالم

شوہر پرست بھی ہے خدمتگزار بھی ہے کہنے کو خادمہ ہے اور باوفا بھی ہے
تو مالکہ ہے گھر کی

تسکین ہے نظر کی ——— تصویر ہے قمر کی
رونق ہے بام و در کی

تو نے کئے ہیں پیدا فرزند قوم لاکھوں پالے ہیں دُکھ اٹھا کے دلبند قوم لاکھوں
جو عزتِ وطن ہیں

جو الفتِ وطن ہیں ——— اور شوکت وطن ہیں
حُریتِ وطن ہیں

تو نے کیا منظم آئین آدمیت
روشن ہوئی ہے تجھ سے تزئین آدمیت

مخلص ترین ہے تو تجھ میں نری وفا ہے خلق عظیم تیرا اوروں سے بڑھ گیا ہے
خلوت کی روشنی ہے

جلوت کی چاندنی ہے ——— اک کیف بیخودی ہے
فطرت کی اک کلی ہے

قایم یونہی رہے گا یہ احترام تیرا
جب تک رہے گی دنیا چمکیگا نام تیرا

نذیر احمد ظفر

ماں

اگر شفقت اور بزرگی اور عرفان الٰہی کا روشن جلوہ دیکھنا چاہتے ہو تو ماں کی مقدس ہستی میں دیکھو۔

تمہارے ارتقائے نفسی کے لئے اس کی تفسیر حیات کا مطالعہ ایک خاص زاویۂ اخلاق کا حامل ہے۔

مادری مہر اور شان تفوق کی ضیا گستری سے اس کے قلب کا ہر گوشہ چمک رہا ہے اس کی تابناک نورانیت کے نقوش کتنے گہرے اور نمایاں ہیں۔

اس کی رُوح بلندی حیات کی مظہر اور اخلاقی ارتقا کی ایک اہم اور گراں قدر منزل ہے۔

چشم دل کو بینائی دو۔

اور اپنی عقل اور فہم کی ہر قوت کو یکجا کرکے اس ما فوق الادراک ہستی کی شان تفوق کی بلند پروازی کا مشاہدہ کرو!

تمہارے دل میں احتساب نفسی اور بلندی حیات کی خواہش بجلی کی طرح دوڑ جائیگی۔ مجھے تو ہر دفعہ ایک نئی نشاط رُوح کا احساس ہوا۔

آغوش مادری کا پر راحت گہوارہ مجھے خواب زندگی کی بلند رتبہ تعبیر بخشتا رہا۔

اس کی ہر نگاہ محبت میرے لئے الوان بہشتی کا پیام لائی! میری رُوح نے اس کی مہر سے کشادگی اور قلب نے دائمی سرور پایا۔

اے تقدس مآب ہستی! میں عقیدت کی ادنیٰ نذر تیرے بابرکت قدموں سے مس کرنے لائی ہوں۔ اسے قبولیت کا شرف دے۔

اور مجھے بخشش اور نجات کا ذریعہ عطا کر۔

اس۔آر۔کے

عصمتی بہنوں کے خوبصورت بچے



مدیرہ ظل السلطان قمر النسا بیگم صاحبہ کی چھوٹی بچی زہرہ جمال [illegible]







مکالمه جنین

قبیلۂ تو ارج

بربریوں کا ایک قبیلہ توارج افریقہ کے علاقہ الجزائر میں آباد ہے اور بعض حالات کی وجہ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ قبیلہ دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ اس کے اوضاع و اطوار اس قسم کے ہیں کہ جن کی مثال کہیں اور ملنی ناممکن ہے۔ یہاں تک دوسرے بربری قبائل میں جو افریقہ کے مغربی حصہ میں رہتے ہیں، اور توارج میں کوئی مناسبت نہیں۔ توارج مسلمان ہیں لیکن بعض عقائد اور اصول دین کے لحاظ سے وہ عام مسلمانوں سے بالکل جدا ہیں ایک طرف تو ہم یہ دیکھتے ہیں تمام دنیائے اسلام میں اس وقت عورت کے اصل موقف کے متعلق ہل چل مچی ہوئی ہے اور بڑے بڑے مسلمان مصلح اس فکر میں ہیں کہ عورتوں کی پابندی یا آزادی کی نسبت کیا طریق عمل اختیار کیا جائے۔ اور دوسری طرف توارج کے مسلمان قبیلہ میں عورت کو نہایت اعلیٰ درجہ حاصل ہے وہ بالکل آزاد ہے اور اس کے برعکس مرد نقاب پوش اور پردہ نشین ہے۔ مرد یہ کوشش کرتا ہے کہ اس نقاب پوشی میں انتہائی درجہ کا ادب ملحوظ رکھے، اور عورت ہر قسم کی پابندیوں سے آزاد ہے۔ یہ حالت بربریوں کے دوسرے قبیلوں میں بھی نہیں۔ مگر توارج، زبان خدوخال اور رفتار و گفتار کے لحاظ سے بھی ان قبائل سے الگ ہیں،

توارج کا وطن توارج کا وطن الجزائر اقصےٰ کے جنوب اور طرابلس کے مغرب میں واقع ہے۔ یہ علاقہ نہایت زرخیز ہے اور دو حصوں میں منقسم ہے، ہکارا اور ازجر، ھکار کے رہنے والے توارج غربی اور ازجر کے رہنے والے توارج شرقی کہلاتے ہیں، کسی زمانہ میں ان دونوں علاقوں میں خوب خانہ جنگی ہوا کرتی تھی۔ اور آج کل بھی اس کے اثرات باقی ہیں۔ توارج کا نام تارجا سے مشتق ہے جو صحرائے فزآن یا غاث کا دوسرا نام ہے۔ صحرائے فزان کا صدر مقام مرزک ہے، اور اہل اطالیہ کی ان تھک کوششوں کے باوجود اب تک آزاد چلا آتا ہے، مرزک ازجر کے مشرق میں ہے۔ توارج خود اپنے آپ کو ایمافن کہتے ہیں جس کے معنی غازی کے اور غالباً اسی نام سے ہم ان کی اصلیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں اور معلوم کر سکتے ہیں کہ یہ لوگ بالطبع قتل و غارت کی طرف مائل ہیں اور درحقیقت ان بربریوں سے تعلق رکھتے ہیں جو کسی زمانہ میں الجزائر میں آکر بس گئے تھے،

ان کی زندگی اور اسباب معیشت ان لوگوں کی زندگی نہایت آرام و چین سے بے فکری میں بسر ہوتی ہے واقعہ یہ ہے کہ وہ مصائب اور تکالیف سے ناواقف ہیں یہ زندگی سادگی اور کشادہ دلی پر مبنی ہے، اور

بالعموم اخلاص وایثار اس کے نہایت درخشاں پہلو ہیں۔ ہر شخص کی زندگی اُس کے قبیلے کے لئے وقف ہوتی ہے۔ اور اکثر وہ اسے اپنے قبیلے کے لئے فنا کر دیتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس پر بعض قیود عائد ہوتی ہیں مگر وہ انہیں بجائے زحمت کے رحمت سمجھتا ہے۔ قبیلہ جتنا زیادہ بار اس پر ڈالے وہ اسے اپنی سعادت میں زیادتی تصور کرتا ہے

مگر وسائل معیشت کی کمی ہے۔ اس لحاظ سے ان لوگوں کو ہر طرح کی سختیاں برداشت کرنی پڑتی ہیں اور پھر بھی تن آسانی تو کیا آرام تک نصیب نہیں ہوتا۔ وہ زیادہ تر بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ صرف جو کھاتے ہیں اور اسے وہ آگ میں بھون کر چبا جاتے ہیں۔ ان کا بہترین کھانا ایک قسم کا ستو ہوتا ہے۔ جو جَو اور کھجور سے تیار کیا جاتا ہے اور پانی میں بھگو کر کھایا جا سکتا ہے، اسی کو وہ اللہ کی سب سے بڑی نعمت سمجھتے ہیں اور اس کا بے انتہا شکر ادا کرتے ہیں۔ گیہوں انہیں میسر نہیں آتا۔ اس عسرت کے ساتھ وہ قحط کی مصیبت سے محفوظ نہیں اور ان پر ایسا وقت آن پڑتا ہے کہ پیٹ بھرنے کے لئے کسی قسم کا غلہ میسر نہیں آتا ایسے وقتوں میں وہ سبزیوں اور درخت کی چھالوں وغیرہ پر بسر اوقات کرتے ہیں۔ یا کھجور کی گٹھلیوں کو کوٹ کر ان میں لہسن پیاز ملا کر کھاتے ہیں۔ ایسے وقتوں میں ان کی حالت اس قدر زدہ ہو جاتی ہے کہ دیکھنے والوں کو رحم آتا ہے۔ مگر یہی وقت ان کی آزمائش کا ہے اور اس وقت جو ان سے صبر و شکر کا اظہار ہوتا ہے اس پر وہ جتنا فخر کریں بجا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ ارزانی میں بھی کم خوراک ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے بھوک کی تکلیف دیر تک سہار سکتے ہیں،

تواج جوار اور باجرے کی کاشت چھوٹی چھوٹی کیاریوں میں کرتے ہیں۔ مرد اور عورت دونوں ملکر کھیتوں کو پانی دیتے ہیں۔ کھجور کا درخت ان کے وطن میں عام ہے بعض جگہ چشمے بھی جاری ہیں۔ مگر یہ خوشحالی پیدا کرنے کے لئے ناکافی ہیں۔ شکار کا شوق عام ہے۔ اور اس سے وہ تھوڑی سی رقم پیدا کر لیتے ہیں، کیونکہ ضروریات کے بعد جو گوشت بچ جاتا ہے وہ اسے سکھا کر یا گیلا، کھجور کے بدلے بیچ ڈالتے ہیں۔ چنانچہ یہ بھی ان کا ایک ذریعہ معاش ہے،

فصل خریف میں ان پر خاص کر نعما الٰہی کا فیضان ہوتا ہے۔ اس موسم میں کھجور میں شگوفے نکلتے ہیں، دوسری درختوں پر پھل آتے ہیں۔ جَو کے کھیت پکتے ہیں اور ہر طرح کی افراط ہوتی ہے۔ اس خوشی کے علاوہ تجارت کو بھی فروغ حاصل ہوتا ہے۔ مغربی سوڈان کے تاجران کے ہاں، روئی شکر وغیرہ لیکر آتے ہیں۔ اسی موسم میں ان کے ہاں بکثرت شادیاں ہوتی ہیں اور ہر طرف چہل پہل نظر آتی ہے۔

آبادی کے طبقے مرتبہ کے لحاظ سے تواج کے تین طبقے ہیں۔ سب سے اونچے حکمراں طبقے کو "امنوکال"

شرفا رکو ایہکارن، اور عوام کو امغاد کہتے ہیں، آمنوکال کا لفظ مفرد اور جمع دونوں کے لئے مستعمل ہے اور اس کے معنے مالک شہر یا مالک طبل کے ہیں۔ کیونکہ ان کے ہاں بادشاہت کی نشانی یہ ہے کہ بادشاہ کے پاس ایک عظیم الشان طبل ہوتا ہے جو سفر میں دو اونٹوں کی پیٹھ پر لدا ہوا اس کے ساتھ رہتا ہے اور حبشی غلام اسے برابر بجاتے رہتے ہیں۔ قانون کے مطابق بجائے بیٹے کے بادشاہ کا بھانجا اس کا جانشین ہوتا ہے، خواہ یہ بھانجا اس قبیلہ سے بالکل جدا ہی کیوں نہو۔ وراثت ملک کے علاوہ ہر دوسری قسم کی وراثت بھی اسی اصول کے تابع ہے، یعنی ان کے ہاں بھانجا ہی وارث شرعی قرار پاتا ہے۔ بیٹا باپ کا وارث نہیں ہو سکتا سوائے اسکے کہ رعاتًا مویشی اور خانہ داری کا سامان اسے دیدیا جائے،

آج کل ان کے ملک پر دو حاکم ہیں۔ ایک حاکم ھکاری کے قبیلہ پر ہے جس کا تعلق کیل غلا کے زبردست قبیلہ سے ہے۔ اس کا صدر مقام منغصت کہلاتا ہے۔ یہ بادشاہ آج کل فرانسیسیوں کے زیر سیادت ہے۔ دوسرا حاکم ازجر کے قبائل کا بادشاہ ہے، یہ ایراغن کے قبیلہ سے ہے۔ اور اس کا صدر مقام غات ہے ان دونوں علاقوں میں مدتوں تک خانہ جنگی رہی دونوں میں فرق یہ ہے کہ اہل ھکار تعداد اور طاقت میں بڑھے ہوئے ہیں، اور اہل ازجر زیادہ بہادر واقع ہوئے ہیں،

آمنوکال کو چھوڑ کر ایہکارن درحقیقت شرفا کا طبقہ ہے اور امرا ہونے کے لحاظ سے ان کا خاندانی تعلق بادشاہ سے ہے۔ یہ لوگ عوام الناس یعنی ایمغاد کو اپنے سے دور رکھتے ہیں اور ان سے کسی قسم کا واسطہ نہیں رکھتے۔ مگر امغاد کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے جان و مال کو ایہکارن کی ملکیت سمجھیں چنانچہ شرفا میں سے کوئی شخص عوام کے اونٹوں کو غصب کر سکتا ہے۔ ایہکارن کوئی کام نہیں کرتے، نہ صنعت و حرفت اور نہ زراعت میں ان کو دخل ہے، نہ ان کی جاگیریں ہیں اور نہ زمینیں۔ زراعت اور صنعت، حرفت کا کام ایمغاد پر چھوڑ رکھا ہے جن کی حالت نہایت ردی ہے۔ شرفا صحرا میں رہتے ہیں اور شہروں میں رہنا بےعزتی سمجھتے ہیں۔ ان کا شغل لوٹ مار اور قتل و غارت ہے۔ اور یہ کام وراثتًا چلا آتا ہے۔ باپ کا یہی ایک پیشہ ہے جو بیٹا اختیار کرتا ہے، ورنہ باقی چیزوں میں وہ ماں کا وارث ہوتا ہے نہ کہ باپ کا۔ قبیلہ کے لحاظ سے بھی وہ ماں کے قبیلہ سے متعلق سمجھا جاتا ہے۔ اگر ماں شریف ہے تو بیٹا بھی شریف ہوگا، خواہ باپ ادنےٰ طبقہ سے ہی کیوں نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ بجائے باپ کے ماں پر فخر کرتے ہیں۔ فرانسیسی علما کا خیال ہے کہ تواراج کی زندگی میں ایک زمانہ ایسا بھی تھا جب کہ ماں باپ کا تعین مشکل تھا، اور اسی لئے بچے بجائے باپ کے ماں کی طرف منسوب ہونے لگے۔ مگر تواراج کی تاریخ میں کوئی بات ایسی نہیں ملتی جس سے اس خیال کی تائید ہو سکے، بہرکیف اس رسم کا نتیجہ یہ ہے کہ دراصل حکومت عورت کے ہاتھ میں ہے

اور یہ امر دنیا کے عام طریقہ سے بالکل جدا ہے۔ ان کے قبیلے عربوں کے برعکس باپ سے منسوب نہیں ہوتے بلکہ اپنے وطن سے منسوب کئے جاتے ہیں مثلاً ایک قبیلہ کا نام کیل زواوا تن (وادی زواوتن) ہے اور اور دوسرے کا کیل امیہرو"

طرز تحریر ان کا ایک خاص رسم الخط ہے جو تا فناق کہلاتا ہے۔ یہ رسم الخط کچھ تغیر و تبدل کے ساتھ فنیقیہ کے خط سے ملتا ہے، لیکن تواریخ اسے نہیں جانتے۔ ان کے ہاں روایت ہے کہ قدیم زمانہ میں ایک شاعرہ گذری ہے، جس نے یہ رسم الخط ایجاد کیا تھا۔ ان کے لکھنے کا طریقہ بھی عجیب و غریب ہے، عربی کی طرح دائیں یا اور زبانوں کی طرح بائیں طرف سے نہیں لکھا جاتا۔ دائیں طرف سے شروع کر کے سطر کے اختتام پر دوسری سطر بائیں جانب سے شروع کر دیتے ہیں۔ اسی طرح اوپر سے نیچے اور پھر نیچے سے اوپر کی طرف بھی لکھتے ہیں۔ صرف عورتیں یہ رسم الخط لکھتی ہیں مشکل سے ان میں کوئی ایسی عورت ملے گی جو اس کی ماہر نہ ہو۔ حالانکہ برعکس اس کے ایک عورت بھی ایسی نہ ملے گی جو عربی لکھ بول سکے، اسکے برخلاف مردوں میں تا فناق جاننے اور لکھنے والے نہیں ہوتے، مرد عربی لکھتے بولتے پڑھتے ہیں۔ اور مرد ہی حامل علوم دین ہوتے ہیں۔

ان کے ہاں تا فناق میں لکھی ہوئی کتابیں موجود نہیں، بلکہ چند خط ہیں، جنہیں فصاحت و بلاغت کی انتہا سمجھا جاتا ہے، یہ خط عورتوں کے ہیں جو انہوں نے مردوں کو دل کے جذبات ظاہر کرنے کے لئے لکھے تھے۔ طریقہ یہ ہے کہ تاکید کے لئے وہ ایک لفظ کو دہراتے ہیں۔ چنانچہ بعض مرتبہ ایک ہی لفظ کو دس یا اس سے بھی زیادہ مرتبہ دہرایا جاتا ہے،

ان کے علم و ادب میں نثر سے نظم زیادہ ہے۔ شاعر عورتیں ہی ہوتی ہیں اور جس قبیلہ میں جتنی شاعرہ زیادہ ہوں اتنی ہی زیادہ فخر کی بات سمجھی جاتی ہے۔ نظموں میں عورتیں مردوں کو مخاطب کر کے اپنے جذبات کا اظہار کرتی ہیں۔ اور انہیں جذبات کے اظہار کو کمال شاعری سمجھا جاتا ہے،

ان کی روزمرہ کی زبان خالص بربری ہے، حالانکہ دوسرے بربری قبائل کی زبان میں عربی کی ملاوٹ موجود ہے۔ اور جوں جوں عرب اور بربری زیادہ ملتے جلتے جاتے ہیں عربی بربری زبان کی جگہ لیتی جاتی ہے اسکے برعکس تارجیہ خالص بربری ہے۔ ماسوا چند اسمار علم کے لوگوں کے نام بھی بربری ہیں اسی طرح اعداد کے نام بھی ایک سے لے ہزار تک بربری ہیں۔ بالعموم یہ لوگ عربی بالکل نہیں بولتے، سوائے ایسے کلمات کے جن سے مسلمان کو مفر ہی نہیں۔ مثلاً کلمہ شہادت وغیرہ اور یہ بھی خاص بربری لہجے میں کہے جاتے ہیں مثلاً "سیدنا محمد" کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں" سید تا محمد"

تارجی عورت

تارجی عورت ذہن اور ذکاوت کے لحاظ سے مردوں پر بڑا امتیاز رکھتی ہے۔ لیکن نسائیت حسن وجمال اور وہ تمام باتیں جو عورت کو مردوں سے ممتاز کرتی ہیں، ان میں بالکل مفقود ہیں اس کے برعکس اس قبیلہ کے مرد حسن وجمال اور نرمی ولطافت میں بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ان میں عورت شاعر کی کثرت ہے۔ کیونکہ یہی مردوں کا حسن وجمال دیکھکر مفتون ہوجاتی ہیں، اور مرد عورتوں میں کوئی ایسی بات نہیں پاتے جو انہیں ان کی طرف راغب کر سکے، اور شاعری کا جذبہ ان میں پیدا ہو۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ مرد نہ ایک سے زیادہ شادی کرتا ہے اور نہ ایک کو طلاق دیکر دوسری تلاش کرتا ہے۔ مگر یہ وجہ محض ضمناً بیان کی جاتی ہے۔ اسکی اصل وجہ یہ ہے کہ عورت مرد پر حاوی ہے۔ اور مرد اس کا محکوم ہے، نکاح وطلاق کے تمام اختیارات عورتوں کے ہاتھ میں ہیں۔ تارجیہ عورتوں میں وہ عورت سب سے زیادہ پارسا سمجھی جاتی ہے جو عمر بھر شادی نہ کرے۔ کیونکہ ہر قسم کے اختیارات کے باوجود عورت محسوس کرتی ہے کہ شادی کے بعد اسے مرد کا پابند ہوجانا پڑتا ہے۔ چنانچہ آمنوکال ھکار کی بہن داسین کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اس نے عمر بھر شادی نہیں کی تھی۔ اور مردوں سے کسی قسم کا واسطہ نہیں رکھا تھا، اس عورت کے متعلق بہت سے قصے مشہور ہیں۔ اور تاجیہ عورتیں تقریباً اس کی پرستش کرتی ہیں اس کے متعلق عورتوں کے لکھے ہوئے بہت سے قصیدے موجود ہیں۔ اور بیان کیا جاتا ہے کہ اس سے بے شمار کرامات ظاہر ہوئی تھیں، توارج لڑکے کے بجائے لڑکی کی پیدائش پر بڑی خوشی مناتے ہیں۔ چنانچہ اس موقعہ پر بڑے جشن اور دعوتیں ہوتی ہیں، جب لڑکی جوان ہوجاتی ہے یا ان کے محاورے کے مطابق "اسکا سر ڈھکا جاتا ہے" تو پھر دعوتوں اور جشنوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ بالغ ہونے کے بعد یہ لڑکی رات کے جلسوں میں جنہیں آہال کہتے ہیں شامل ہوتی ہے۔ اس موقع پر سب غیر شادی شدہ نوجوان اپنے منہ پر نقاب ڈال کر کہ سوائے آنکھ کے اور کچھ نظر نہ آتا ہو جمع ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ لڑکی اسے شادی کرنے کے لئے یا کم از کم اس جلسہ میں بطور ساتھی کے پسند کرے۔ مگر عورت کے تحکم کی وجہ سے کسی نوجوان کی یہ مجال نہیں ہوتی کہ حرف مدعا زبان پر لائے، لڑکی ایک ایک کرکے سب کے پاس سے گذرتی ہے، سب سے حسب حال مذاق کرتی جاتی ہے۔ کسی کا نقاب پکڑ کر کھینچتی ہے۔ کسی پر آوازے کستی ہے کسی کی تعریف کرتی ہے۔ اور آخر کار ایک نوجوان کو منتخب کرلیتی ہے۔ اب باقی سب نوجوان دلگیر اور غمگین واپس ہوتے ہیں۔ مگر منتخب نوجوان اس دن سے اس کے ساتھ رہتا ہے۔ آہال میں دونوں شامل ہوتے ہیں اور مرد یہ کوشش کرتا ہے کہ ادب اور طاعت پورے طور سے ملحوظ رکھ کر لڑکی کے دل میں جگہ کرلے

ان کے ہاں رواج یہ ہے کہ کمال ادب کے طور پر مرد عورت کے سامنے اپنا نقاب نہ اٹھائے، خواہ وہ اسکی بیوی ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے سامنے کوئی کام نہ کرے اور خصوصاً اس کی موجودگی میں کچھ نہ کھائے بعض عرب اور بربری قبائل میں یہ رسم ہے کہ عورت مرد کے سامنے کھانا نہیں کھاتی، بلکہ چھپ کر کھاتی ہے مگر تارجیہ قبائل میں اس کے برعکس عمل ہوتا ہے، ان کے ہاں یہ بھی رواج ہے کہ دونوں لڑکے لڑکیاں ان جلسوں میں کبھی ایک دوسرے سے بات نہیں کرتے،

آخر جب دیکھ بھال اور ادب واطاعت کی جانچ پڑتال کے بعد لڑکی شادی کرنے پر رضامند ہو جاتی ہے تو شادی کی تیاری شروع ہوتی ہے، دلہن سنگھار کرتی ہے۔ مگر یہ سنگھار بھی عجیب ہوتا ہے شادی کی صبح کو لڑکی اپنے منہ اور تمام پر روغن زیتون میں سیاہی ملا کر ملتی ہے۔ اور طرح طرح کے نشانا بناتی ہے اگر کوئی دلہن کو شادی کے بعد دیکھے تو یقیناً ڈر جائے۔

شادی کی محفل یہ ہوتی ہے کہ عورتیں قبیلہ کے میدان میں آتی ہیں اور طبلے بجاتی ہیں۔ دس شرفا قبیلہ ان کے ساتھ ہوتے ہیں ان کے سامنے ناچتے ہیں اور ناچتے ہوئے آگے پیچھے چلتے ہیں، عورتیں گاتی اور بجاتی ہیں۔ اس کے آخر میں لڑکی دوپٹہ کا جھنڈا بنا کر ہاتھ میں لئے ہوئے میدان میں آتی ہے۔ اور اس مرد کو بڑی عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جو لپک کر یہ جھنڈا اس لڑکی کے ہاتھ سے لے لے یہ رسم تو ریگستان میں ہوتی ہے۔ شہر میں یہ دستور ہے کہ مرد الگ الگ اپنے نیزے لے کر ایک پیر پر ناچتے ہیں۔ بعض عرب اور بربری قبائل اور اسپین بلکہ بعض یوروپین ممالک میں بھی یہ رواج ہے کہ اس موقع پر مرد الگ رہتے ہیں اور عورتیں ان کے سامنے ناچتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ عورت کی محکومی کی علامت ہے اگر یہ درست ہے تو تارجیہ میں مردوں کا عورتوں کے سامنے ناچنا مرد کی محکومیت کی گواہی دیتا ہے۔ ان عجیب وغریب رسوم کے بعد نکاح ہوتا ہے،

موجودہ مہذب ممالک میں یہ دستور ہے کہ عورت شادی کے بعد اپنا نام ترک کر کے شوہر کا نام اختیار کر لیتی ہے۔ اور مسز زید مسز بکر کہلانے لگتی ہے۔ مگر تارجیہ عورت اسے گوارا نہیں کرتی، یہاں مرد کو اپنی بیوی کا نام اختیار کرنا پڑتا ہے۔ اور تمام خاندان کے مرد عورت کے نام سے پکارے جاتے ہیں،

آھال

ایک خاص چیز جو تارجیہ کو ان کے دوسرے مسلمان بھائیوں سے ممیز کرتی ہیں وہ آہال ہے یہ درحقیقت تفریح طبع کے جلسے ہیں جو رات کو منعقد ہوتے ہیں، ان جلسوں میں مرد اور عورتیں جوان بوڑھی بیاہی اور بیوہ سب ایک جگہ جمع ہوتے ہیں۔ اور آپس میں باتیں کرتے کہانیاں کہتے ہیں اور گاتے بجاتے ہیں۔ یہ سلسلہ شام سے رات کے آخری حصہ تک جاری رہتا ہے اسکی صورت یہ ہوتی ہے

...ت کے کام سے فارغ ہو کر عورتیں اکیلی اپنے مکانات کے قریب ایک میدان میں جمع ہو جاتی ہیں۔ اور الگ الگ یا ایک جا بیٹھ کر رباب ' جسے " آمزاد " کہتے ہیں بجاتی ہیں اس باجے کی آواز سنکر مرد بھی آجاتے ہیں لیکن اس طرح کہ منہ پر نقاب پڑا ہوا، شرمیلی چال اور ناز و انداز سے یہ مرد اپنی منسوبہ لڑکی یا دوست کے پاس اپنے اپنے نیزے رکھ دیتے ہیں ان میں نکاح کے ارادے کے بغیر عورت سے دوستی پیدا کرنا ایک عام بات ہے اور عیب نہیں سمجھا جاتا۔ عورت سے اجازت ملنے پر مرد بیٹھ جاتا ہے اور اسکی اجازت کے بغیر خواہ کیسا ہی حادثہ پیش آئے ہل نہیں سکتا۔ آہال کا ان لوگوں کو اتنا شوق ہے کہ اگر دور سے مسافر اس کے گانے بجانے کی آواز سن لے تو اونٹ کو تیز کرکے بھاگتا ہوا پہنچتا ہے۔ مگر مجمع کی بڑی بوڑھی کی اجازت کے بغیر اونٹ سے اتر نہیں سکتا اور یہاں تک ہوتا ہے کہ کوئی مرد اس عورت کی اجازت کے بغیر آہال سے باہر بھی نہیں جا سکتا،

آہال میں عورت کی اجازت کے بغیر مرد گا بھی نہیں سکتا اور بہت کچھ اصرار کے بعد جب گائے تو اسکی یہ مجال نہیں کہ آواز عورتوں کی آواز سے اونچی کرے۔ ان کے ہاں ادب وقار اور حیا کی انتہا یہ ہے کہ مرد ان تمام قیود کی پابندی کرے اور کبھی ان سے آزاد نہ ہو۔ حالانکہ عورت پر ان قیود میں سے ایک قید بھی عائد نہیں ہوتی اس کے برعکس عربوں اور بربریوں کی عورتیں پابند اور مرد ہر قید سے آزاد ہوتے ہیں،

رات کا ایک بڑا حصہ گذر جانے کے بعد بڑی بوڑھی عورت مجلس کے برخاست ہونیکا اعلان کرتی ہے اس کے بعد ہر عورت اپنے دوست مرد کو اور ہر لڑکی اپنے منسوب کو لیکر نظروں سے الگ اور آنکھوں سے دور ہو جاتی ہے۔ اور صبح کو سورج نکلنے کے بعد لوگ اپنے گھروں کو واپس آتے ہیں ان لوگوں کا یہ قول ہے کہ ان مجمعوں میں کوئی بات ایسی نہیں ہوتی جو اخلاقاً مذموم سمجھی جائے مگر اس میں شبہ کی بہت گنجائش ہے۔

ان کا لباس سخت سردی کے زمانہ میں یہ لوگ سردی سے محفوظ رہنے کے لئے چمڑے کے عبا اور لمبی لمبی ٹوپیاں استعمال کرتے ہیں۔ ٹوپیاں سوائے چمڑے کے اور کسی چیز کی استعمال نہیں ہوتیں، ٹوپیوں کو چھوڑ کر یہ لوگ سخت اون کے گلوبند سر پر لپیٹتے ہیں، مردوں اور عورتوں کے لباس میں شکل اور نوعیت کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہوتا۔ کپڑے بھی سخت کھردرے استعمال ہوتے ہیں۔ کپڑے انگلستان سے آتے ہیں اور یہ لوگ خود انہیں گہرا نیلا رنگتے ہیں۔ بہترین عبا وہ سمجھے جاتے ہیں جو خوش رنگ نیلے رنگے گئے ہوں۔ یہ لوگ اپنے کپڑے دھونے کے عادی نہیں ہیں۔ جب تک پھٹ نہ جائیں اسوقت تک انہیں بدن سے دور نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ وہ منہ ہاتھ اور پاؤں بھی نہیں دھوتے۔ نماز کے لئے بھی بجائے

وضو کرنے کے مٹی سے تیمم کرتے ہیں۔ حالانکہ پانی کی افراط ہے۔ مگر باوجود اسکے وہ سب تندرست رہتے ہیں کبھی بیمار نہیں ہوتے ان کے جوتے زرافہ کی کھال کے ہوتے ہیں۔ جوتوں کا اوپر کا حصہ وحشی گائے کی کھال کا ہوتا ہے جس پر طرح طرح کے نقش ونگار بنائے جاتے ہیں، ایسے ہی نقش ونگار ان کی ٹوپیوں اور عباؤں پر ہوتے ہیں۔ عجب بات یہ ہے کہ مرد کا جوتا پیر سے بڑا ہوتا ہے اور عورت کا جوتا پیر کے برابر یہی حال کپڑوں کا ہے، عورتیں چست اور مرد ڈھیلے کپڑے پہنتے ہیں،

مرد اسی کپڑے کا ایک ڈھاٹا باندھتے ہیں جس کپڑے کے ان کے عبا ہوتے ہیں اور یہ ضروری ہے کہ یہ ڈھاٹے ہلکے نیلے رنگ کے ہوں۔ یہ نقاب سوائے گھر کی چار دیواری کے ہر جگہ ان کے لئے پہننا ضروری ہے عورت کے سامنے نقاب اٹھانا مذموم خیال کیا جاتا ہے، اس نقاب کی اصلی وجہ گرد وغبار سے بچنا اور لوٹ مار کے وقت نہ پہچانا جانا ہے، ڈاڑھی اور سر کے بال بھی مرد الگ خفیہ طور پر کترواتے ہیں اور ان بالوں کو چھپا دیتے ہیں

مذہبی عقائد یہ لوگ مسلمان ہیں لیکن وہ سمجھتے ہیں کہ حقیقی مسلمان ہم ہی ہیں اور جانت انکا مقدس شہر ہے، ان کا خیال ہے کہ مکہ مکرمہ بیت اللہ پہلے جانت کے قریب ایک پہاڑی پر واقع تھے، مگر ایک روز شام کے وقت ایک سیاہ کتا وہاں پہنچ گیا۔ اس سوء ادب کی وجہ سے مکہ معظمہ وہاں سے حجاز میں منتقل ہو گیا۔ چنانچہ اسی وجہ سے وہ آجتک اس پہاڑی کو مکت کہتے ہیں اسکے علاوہ عجیب وغریب خرافات انمیں مروج ہیں، بہیئت مجموعی سنوسی عقائد کے پابند ہیں۔ مگر مذہب میں خرافات کا اضافہ کر چکے ہیں۔ اجنبی اور غیر مسلموں میں سے یہ لوگ صرف مردوں کو مسجد میں داخل ہونے دیتے ہیں۔ عورتیں اس سے بالکل محروم ہیں اور ہر شخص کے مسجد میں داخل ہونے سے قبل اسکی بڑی تحقیق کرتے ہیں کہ آیا وہ مرد ہے یا عورت۔ اس احتیاط کی وجہ غالباً یہ ہے کہ ایک مرتبہ مشہور سیاح عورت مسز فوربس مردانہ لباس پہنکر مسجد میں داخل ہو گئی، اسوقت سے یہ لوگ زیادہ محتاط ہو گئے ہیں،

انکی عیدیں ان کی سب سے بڑی عید عاشورہ ہے جسے یہ لوگ سَبِیْبَہ کہتے ہیں یہ دس دن تک رہتی ہے اور غرہ محرم کو شروع ہوتی ہے اس موسم میں ہر جگہ کے تواارج جانت میں جمع ہوتے ہیں، خوب ناچتے گاتے ہیں اور طائفے قائم ہوتے ہیں، مرد بہترین لباس اور نقاب استعمال کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لیجاتے ہیں اور دس دن نہایت خوش وخرم گذارتے ہیں باقی عیدیں مسلمانوں کی سی ہیں سوائے اسکے عید الاضحیٰ کے موقعہ پر جب امام خطبہ ختم کرتا ہے تو ڈنڈوں سے خوب اس کی خبر لیجاتی ہے اور ہر شخص اس کار خیر میں حصہ لینا ضروری سمجھتا ہے،

قبیلہ تواارج میں عورتوں کی جو حالت بیان ہوئی وہ دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتی، یورپ میں بھی جہاں عورتوں کی آزادی انتہا کو پہنچ چکی ہے عورت اس قدر بے باک، خودمختار اور مرد اس قدر محکوم اور بے بس نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ مسلمان عورت کیلئے کونسی بہترین مثال ہے، موجودہ مسلمان عورت یا یورپ کی عورت یا اس بربری قبیلہ کی عورت، اور ان میں سے کسے "اسلامی" سمجھا جاسکتا ہے۔

(ماخوذ) آ۔ بی۔ حیدرآباد دکن

عصمت کی ... خوشی میں کتابوں کی قیمت میں

رعایت! رعایت! رعایت!

[illegible] سالہ عصمت کی ... سالہ زندگی میں اس سے پہلے صرف ۵ مرتبہ کتابوں کی قیمتوں میں رعایت کی گئی ہے۔ اس سلسلہ اس مرتبہ [illegible] تصانیف حضرت علامہ راشد الخیری تبلد اور دوسری مطبوعات عصمت پر جن کی پوری فہرست [illegible] روپیہ) [illegible] رعایت کردی گئی ہے اور کم سے کم آٹھ روپے کی کتابوں پر ۳ فی روپیہ رعایت، [illegible] روپے کی کتابوں [illegible] رعایت [illegible] کتب پر جن کیشن پر کتابیں دی جاتی ہیں۔ محصول ڈاک بہرحالت بذمہ خریدار

(۲) [illegible] پبلشروں کی کتابوں پر مختلف رعایت ہے۔ ... روپیہ لیکن کم سے کم دس روپے کی [illegible] [illegible] رعایت کی جائیگی۔ اور کوئی مزید رعایت نہ ہوگی

(۳) [illegible] روپے سے کم کی فرمائش پر کوئی رعایت نہ ہوگی۔ ایک روپے سے کم کی کتابوں کے لئے ٹکٹ بھیج دیجئے مع محصول ڈاک [illegible] وی [illegible] کتاب بھی منگائی [illegible] اس لئے زیادہ سے زیادہ ایک ساتھ کتابیں منگانے میں بہت کفایت ہے

زنانہ دستکاری کی ۵ نہایت کارآمد کتابیں

موتیوں کا کام

اس کتاب کا سال سال بھر سے خواتین کو انتظار تھا اب چھپ گیا ہے۔ [illegible] گلشن، [illegible] وو بیڈ وغیرہ کے ... نہایت خوشنما [illegible] گلدستے وغیرہ میں ... فریم۔ ساری، قمیص، [illegible] کرتہ دوپٹہ۔ کالر، [illegible] وغیرہ کی قریباً ۰ ۹ ... بیلیں ایسی [illegible] کر جی خوش ہو جائے۔ [illegible] پردوں۔ [illegible] عمدہ عمدہ نمونے ہیں اور سب کے سب ... سے بھی اوپر ہیں۔ نہایت صاف و خوبصورت ہر نمونہ کا مفصل ترکیب اور ضروری ہدایت یہاں تک کہ ہر چیز کا موزوں رنگ تک لکھ دیا گیا ہے موتیوں کے کام کا شوق رکھنے والی اور سیکھنے والی لڑکیوں کے لئے یہ کتاب ایک نعمت ہے نہایت کارآمد و خوبصورت۔ [illegible] خواتین نے بڑی محنت سے تیار کی ہے قیمت [illegible]

عصمتی کروشیا

[illegible] مرغ شیر، ناچتا مور، [illegible] [illegible] خواتین [illegible]

عصمتی کشیدہ

میز پوش، پلنگ پوش، رومال، کرسیوں کے گدے تکیوں کے غلاف، چادر پوش وغیرہ کے واسطے اور رکوں کے مختلف پھولوں، بوٹوں، گلدستوں کے کئی درجن خوبصورت خوبصورت نمونے۔ وضع وضع کی دلاویز بیلیں، ساری، فرک، قمیص وغیرہ کے بہترین نمونہ ۱۵۰ کے قریب ہیں۔ کارآمد ہدایتیں اور مفصل ترکیبیں اس قدر آسان کہ بچیاں بھی سمجھ سکیں اور ہنرمند سلیقہ شعار ہو جائیں یہ انتہا پسند کی گئی۔ [illegible]

گلدستہ کشیدہ

یعنی عصمتی کشیدہ کا دوسرا حصہ جو اس دستکاری کی ماہرہ بہنوں کی مدد سے تیار ہوا ہے جس میں مختلف قسم کے فرنیچر، رومالوں کے پردے کے میز پوش کے تکیے کے غلاف وغیرہ پھول کے ڈالیاں، گلدستے بڑے پھول گول پھول [illegible] کے [illegible] بہترین نمونے ہیں مختلف وضع کے [illegible] [illegible] کے غلاف [illegible] [illegible] نہایت عمدہ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کتاب [illegible] [illegible] قیمت [illegible]

[illegible] کی ۲ لاجواب کتابیں

جن کا [illegible] تجربہ کرنے کے بعد درج کی گئی ہیں جو ہندوستان کے ہر حصہ کی قریباً ۱۵۰ معزز خواتین کی محنت کا نتیجہ ہیں جو سے زیادہ مستند ہونگی اور مفید کوئی کتاب آج تک ہندوستان میں نہیں چھپی۔

عصمتی دسترخوان	قیمت دو روپے
بیماروں کے کھانے	دس آنے
ناشتہ	دس آنے
بچوں کے کھانے	آٹھ آنے
[illegible]	آٹھ آنے
[illegible]	چھ آنے

[illegible]

مشرقی مغربی کھانے

عصمتی دسترخوان [illegible] [illegible]

[illegible] تمام کتابیں عصمت بک ڈپو [illegible]

مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی تصانیف

مردوں اور عورتوں کے لئے اصلاحی و معاشرتی کتابیں

(۱) حیات صالحہ یا صالحات علامہ محترم کی سب سے پہلی تصنیف ہے جس نے جادو نگار مصنف کے کمال افادہ کا ہندوستان بھر میں ڈنکا بجا دیا تھا اس کا مفصل اشتہار ٹائیٹل کے صفحہ ۳ پر دیکھئے۔

صبح زندگی، شام زندگی، شب زندگی، اردو زبان میں کوئی کتاب ان کتابوں سے زیادہ گزشتہ دس سال میں مقبول نہیں ہوئی۔ اب تک ہزار سے زیادہ فروخت ہو چکی ہیں اور آج بھی مانگ کا وہی عالم ہے جو شروع میں تھا یہی وہ کتابیں ہیں جنہوں نے ہزاروں خاندانوں کو تباہی اور بربادی سے بچا دیا اور ہزاروں بگڑے ہوئے گھرانے سنوار دئے

(۲) صبح زندگی لڑکیوں کی تربیت پر اس قدر موثر پیدا ہوئی ہے اس سے بہتر کتاب آج تک شائع نہیں ہوئی۔ اس میں نسیمہ کی پیدائش سے شادی تک کے تمام واقعات ہیں پندرہ مرتبہ چھپ چکی ہے۔ قیمت ۱؎

(۳) شام زندگی نسیمہ بیگم کی شادی سے موت تک کے تمام واقعات بیوی اور شوہر دونوں کے لئے بیش بہا چیز ہے، یہی وہ کتاب ہے جس نے مصنف کو قوم سے مصور غم کا خطاب دلایا حال میں سولہویں مرتبہ چھپی ہے قیمت ۱۲؎

(۴) شب زندگی یہ علامہ محترم کا ماسٹر پیس یعنی سب سے بہتر کتاب کہی جاتی ہے اس میں رحلت نسیمہ کے بعد کا بیان ہے کہ اس سے معلوم ہوگا کہ نسیمہ بیگم نے دنیا میں وہ کون سے کام کئے کہ حوریں اس کا استقبال کرتی ہیں، عالم ارواح کی سیر اس قدر دلچسپ ہے کہ بار بار پڑھئے اور معلوم کیجئے کہ وہ کون سی دو عورتیں ہوں گی جن میں ایک دوزخ میں بھی بہشت رہی اور دوسری جنت میں بھی [illegible]۔ نسیمہ جیسی بہو ساس کی بہو وسیم دلہن [illegible] [illegible] کی سلیقہ شعاری [illegible] [illegible] ایک ایک سطر دل کے پار ہو جاتی ہے، حال میں اسکا [illegible] ایڈیشن چھپا ہے۔ کاغذ لکھائی چھپائی [illegible]

(۵) شب زندگی حصہ دوم تباہ کر دینا کی بدترین مخلوق وسیم دلہن کس طرح ایک خدا ترس اور نیک بی بی بن گئی ہے اور اس کے بچھڑے ہوئے لعل کس طرح اس سے ملتے ہیں کتاب کی ہیروئن فاطمہ ساس اور شوہر کے تمام مظالم سہتی اور ایسی ایسی قربانیاں کرتی ہے کہ آپ دنگ رہ جائیں گے۔ اتنا دلکش پلاٹ ہے کہ کم سے کم اردو کی کسی کتاب میں ملنا ناممکن ہے قیمت ۱۲؎ شب زندگی مکمل ۲؎

(۶) نوحہ زندگی یہاں آپ کو ایک ایسا قبرستان ملیگا جس میں ایک عصمت کی لاج رکھنے والی بیوی اور غیرت پر قربان ہونیوالی ماں اپنے دو معصوم بچوں کو دامن میں لئے گہری نیند سو رہی ہے، کتاب نہیں ایک جادو ہے جس کا ہر لفظ مرثیہ ہے اور یہ حق رکھتا ہے کہ ہر مسلمان ایک دفعہ اسکو پڑھے اور سمجھے کہ بیوہ اور اس کی زندگی نے اسلام میں کیا صورت اختیار کی، یہ بھی علامہ محترم کی بڑی مشہور کتاب ہے اور آٹھ دفعہ چھپ چکی ہے ۱۲؎

(۷) طوفان حیات جس نے ایک دنیا میں دھوم مچا دی تھی جس کی تعریف میں اخبارات رطب اللسان تھے اب پھر چھپ کر تیار ہے۔ قبیح رسوم اور شرک و بدعت مسلمانوں کو گھن کی طرح اندر ہی اندر کھوکھلا کر چکے ہیں مشکل سے کوئی گھر ہوگا جہاں ان لغویات کا گزر نہ ہوا اس کتاب کی ہیروئن مشرکہ کی زندگی اس قدر دلچسپ ہے کہ پڑھنے والا حیران ہو جاتا ہے۔ وہ رسوم جنہوں نے مسلمانوں کا خاکہ اڑایا اس وضاحت اور خوبی سے بیان کی گئی ہیں کہ پڑھنے کے بعد گھر میں ان رسموں کا نشان باقی نہیں رہتا۔ شرک جو دنیا کے پلووں پر عام طور سے قابض ہے طوفان حیات کے مطالعہ سے کوسوں دور بھاگ جاتا ہے اور ہر رسم مردہ خوفناک اژدہے کی صورت میں نظر آنے لگتی ہے اور انسان خدائے واحد کی عظمت کے آگے سر جھکا دیتا ہے اس قدر دلچسپ ہے کہ بار بار پڑھئے واقعات اس قدر [illegible]

چھاپی گئی ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ۔

(۸) جوہر قدامت دو بہنوں کی پر لطف کہانی دو لڑکیوں کی مفصل زندگی دو عورتوں کی طرز معاشرت ہے جس میں ایک دور قدیم کی درخشندہ تصویر اور دوسری طرز جدید کی دلدادہ ہے۔ عالم نسواں آج سے پچاس سال پہلے کیا جوہر رکھتا تھا مسلمان گھرانوں میں اس وقت کیسے کیسے لعل گودڑیوں میں چھپے تھے۔ اور مغربی رو کس سمت انہیں لیجا رہی ہے۔ اس مشہور کتاب سے معلوم ہوگا جس کے اوپر تلے کئی کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ ضخامت دو سو صفحے قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ

(۹) منازل السائرہ صالحات کی طرح اس میں بھی ایک لڑکی کی پیدائش سے لیکر موت تک کے تمام واقعات اس قدر دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں کہ بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ یہ وہی کتاب ہے جو یونیورسٹیوں کی بڑی جماعتوں کے کورس میں داخل ہے قیمت حصہ اول ۱۲؎ حصہ دوم ۱۲؎ چھ دفعہ شائع ہو چکی ہے،

اصلاحی و معاشرتی افسانے

(۱۱) تمغہ شیطانی حضرت علامہ راشد الخیری نے اسلام کو جن سائنٹفک اصولوں پر تحریر فرمایا ہے۔ اردو لٹریچر میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی جن مسلمانوں نے سمجھ کر علامہ محترم کی تصانیف کو پڑھ لیا۔ صحیح اسلام ان کے ذہن نشین ہو گیا۔ اور ہزاروں گمراہی سے بچ گئے۔ تمغہ شیطانی میں امت شیطانی کے کیریکٹر دکھائے گئے ہیں۔ ان لوگوں کو جو نیک انسان سمجھے جاتے تھے۔ مگر ان کے صرف ایک فعل سے جو بظاہر بہت معمولی بات تھی حلقہ شیطان میں داخل ہو گئے۔ جہاں تک [illegible] مولانا صاحب کے حالات پڑھ کر [illegible]

ملنے کا پتہ: منیجر عصمت دہلی

[illegible] فیراز ہے [illegible]

(۱۲) سات روحوں کے اعمالنامے

جیتے جاگتے فوٹو کہا جاتا ہے دنیا کی سات عجیب غریب عورتوں کی زندگی کی عبرت کے لئے پیش کی ہیں [illegible] ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑیں کہیں آنسو نکل پڑیں۔ انوکھی لڑکیاں زندگیاں۔ چھ دفعہ چھپ چکی ہے قیمت ۸/

(۱۳) بیلا میں میلا

غدر کی ماری شہزادی کی آپ بیتی وہ دل ہلا دینے والی کہانیاں کہ بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں رنگین بلاک کی کئی تصاویر بھی قیمت ۱۲/ [illegible] اس کے ساتھ منگائیے۔

(۱۴) ستونتی

نہایت دلچسپ سبق آموز قصہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مرد کے لئے بیوی سے بڑھکر کوئی نعمت نہیں ہو سکتی اور شریف عورت شوہر کے لئے سب کچھ قربان کر کے اور وفاداری ایثار کے جوہر دکھا کے دنیا کو محو حیرت کر دیتی ہے قیمت ۸/

(۱۵) موؤدہ

مسلمان جہاں اور احکام الٰہی سے ہزاروں کوس دور جا پڑے ہیں اسی طرح لڑکیوں کی پیدائش میں بھی وہ اسلام کو بدنام کرنے میں نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ شرائع اسلام کا نصب العین پشت ڈال کر مسلمان لڑکیوں کو کلام الٰہی کے خلاف ورثہ پدری سے محروم کر کے رواج کو ترجیح دیتے ہیں علامہ محترم نے یہ کتاب اسی خرابی کے انسداد پر لکھی ہے اور حق یہ ہے کہ بہت خوب لکھی ہے اور درد و سوز و گداز سے کہ پتھر دل بھی اس کو پڑھ کر [illegible] موم ہو جاتے ہیں۔ قیمت ۸/

(۱۶) تفسیر عصمت

یہ وہی دلاویز افسانہ ہے جس نے رسالہ عصمت کے [illegible] چار چاند لگا دیے تھے [illegible] ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں اور واقعات اس قدر [illegible] آنسو نکل آتے ہیں [illegible] بہترین افسانہ آج تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوا۔ قیمت ۵/

(۱۷) انگوٹھی کا راز

[illegible] مصنف [illegible] اور بہت کچھ اضافہ کر کے شائع کیا گیا ہے۔ یہ مختلف الخیال لڑکیوں کا سبق آموز افسانہ ہے، ماہرو کا عبرت انگیز انجام، اسلام کی جگر خراش [illegible] اور شاہدہ کی مشکلات۔ انگوٹھی کا راز اس خوبی سے حل کرتا ہے کہ پڑھنے والے محو حیرت ہو جاتے ہیں؟

(۱۸) ولایتی ننھی

نانی منو کی پر لطف باتصویر داستان ہے جس کے ہر فقرے پر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں۔ بی ننھی نے بڑھاپے میں وہ وہ سوانگ بھرے ہیں کہ بس پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں، ہاف ٹون بلاک کی تصویر بھی ہے۔ قیمت ۸/

(۱۹) منازل ترقی

اس عبرت انگیز افسانہ میں دکھایا گیا ہے کہ انسان ترقی کی دھن، لیڈری کے شوق اور دولت کے نشہ میں اخلاق انسانیت اور مذہب کو کچھ نہ سمجھ کر رشتہ داروں پر کیسے کیسے ظلم ڈھاتا ہے۔ بار سوم ۲/

(۲۰) بچہ کا کرتہ

ایک عاشق زار بد نصیب ماں جو اپنے جوان بچہ کی بدولت وہ وہ مصیبتیں اٹھاتی ہے کہ کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ دنیا کی محبت اور ایثار کا وہ عبرت انگیز جواب دیتی ہے کہ آنکھ سے آنسو نکل پڑتے ہیں۔ بار سوم۔ قیمت ۴/

(۲۱) ویڈیا کی سرگذشت

گمراہ [illegible] والی [illegible] تہذیب نفس وحدت کی دلدادہ ایک انگریز خاتون کی کہانی اسی کی زبانی، مغربی معاشرت کا ایک نہایت کامیاب مرقع پورہ پورہ میاں بیوی کے تعلقات کا بہ پہلو خوب۔ قیمت ۸/

(۲۲) بنت الوقت

[illegible] مستورات کی تعلیم و تربیت کا بے مثل مرقع، وقت کا اندھا دھند ساتھ دینے والی ایک نا عاقبت اندیش لڑکی کا عبرت انگیز انجام۔ چند دفعہ چھپ چکی ہے، قیمت ۸/

(۲۳) سراب مغرب

غیر مسلم مدارس میں لڑکیوں کا تعلیم پانا کہاں تک جائز ہے۔ اس بحث پر بہترین کتاب [illegible] مغربی [illegible] نتائج [illegible] چھپ چکی [illegible]

سے - کماری جاں زندگیاں۔ قیمت ۸/

(۲۴) فسانہ سعید

[illegible] حضرت مصنف نے سعید کا [illegible] ہے کہ وہ [illegible] ہے کہ ہر مسلمان اس کتاب کو پڑھے۔ سعید کی جگر خراش داستان دل ہلا دینے والی [illegible] رشتوں پر موثر کتاب ہے قیمت ۸/

مختصر افسانوں کے مجموعے

علامہ محترم کے مختصر افسانوں کا تیس سال سے ہندوستان بھر میں ڈنکا بج رہا ہے۔ علامہ راشد الخیری ہی وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اردو زبان میں مختصر افسانہ نویسی کو معراج کمال پر پہنچا دیا۔ جذبات نسوانی کی درد و اثر میں ڈوبی ہوئی صحیح ترجمانی جس جادو نگاری سے مصور غم مصنف نے کی ہے زبان اردو [illegible] افسانوں کو پڑھ کر آنسو بہانے [illegible] شہنشاہ ٹریجڈی کے وہ [illegible] افسانے [illegible] درجہ رکھتے ہیں۔ [illegible] ہیں۔ اب مختلف مجموعوں کی صورت میں شائع [illegible] ہیں۔ چنانچہ مندرجہ ذیل مجموعے اس وقت تیار ہیں۔

(۲۵) جوہر عصمت

۱۳ سبق آموز افسانے (۱) مظلوم بیوی کا پاک جذبہ (۲) [illegible] کی دلہن (۳) [illegible] (۴) فسانہ تنویر (۵) بیگناہ کا قتل (۶) [illegible] (۷) ماموں رشید کا رباب [illegible] (۸) عدل جہانگیری (۹) بلبل کی شہادت (۱۰) ملکہ شہرزاد (۱۱) [illegible] (۱۲) غلط فہمی (۱۳) خاتمہ بالخیر۔ ان ۱۳ افسانوں کا مجموعہ جوہر عصمت ہر شریف مرد اور ہر شریف عورت کی نظر سے گذر چکا [illegible] بڑے ہی موثر اور دلاویز افسانے ہیں، [illegible] چھپ چکی ہے۔ قیمت [illegible]

(۲۶) سیلاب اشک

[illegible] افسانے جن کے عنوانات یہ ہیں [illegible]

[illegible]

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	نفیر علامت	شہید [illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

(۲۸) **نالئ عشو** [illegible] نہیں [illegible] عشو پہنچو [illegible] وقت آپ کے پیٹ میں مارے ہنسی کے [illegible] علامہ محترم نے ہنسی کے مضامین بھی [illegible] جادو کیا کہ تمام ہندوستان میں ان کا [illegible] بجا۔ نالئ عشو عرب [illegible] سناعی، سجدہ [illegible] کر ایک موقعہ پر آپ کی آنکھوں سے آنسو [illegible] مگر تھوڑے موقعہ پر ہنسی ضبط نہ ہو سکے گی [illegible] سال میں پانچ دفعہ چھپ چکی ہے قیمت ۸ر

(۲۹) **نسوانی زندگی** [illegible] حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ نے اپنی ہر تصنیف میں عورت کی مختلف حیثیتیں دکھائی ہیں مگر اس کتاب میں خصوصیت کے ساتھ ماں بیوی بیٹی [illegible] کی ہر حیثیت علیحدہ علیحدہ دکھائی گئی ہے۔ ثابت کیا گیا ہے کہ ہر حیثیت میں عورت ایسا ایثار اور قربانیاں کرتی ہے کہ مرد حیرت میں رہ جاتا ہے۔ نسوانی زندگی کا ہر افسانہ نہایت دلچسپ ہے قیمت ۸ر

(۳۰) **[illegible] قفس** حضرت علامہ محترم کی درد [illegible] میں ڈوبی ہوئی [illegible]

[illegible]

(۳۱) **[illegible] قفس** [illegible]

[illegible]

ناول کی مصیبت میں [illegible] بچے کی جدائی [illegible] [illegible] کتاب ہر گھر میں [illegible] بہت سے [illegible] قیمت ۸ر

تاریخ وسیر ادب و انشا

(۳۳) **آمنہ کالال** ایک دوزبان کا سب سے بہتر مولود شریف نائیٹل کے صفحہ ۲ پر مفصل اشتہار دیکھئے۔

(۳۴) **سیدہ کالال** شہادت کی مکمل و مفصل تاریخ حضرت علامہ محترم کی بے مثل نئی کتاب حصہ اول مکمل تاریخ شہادت ہے۔ سرور کائنات صلعم کی رحلت سے یزید کی تخت نشینی تک کے تمام حالات۔ حضرت عمر حضرت عثمان، حضرت علی کی شہادتیں اور دردناک مرثیے۔ جنگ جمل جنگ صفین کا مکمل بیان۔ امیر معاویہ کی سیاست امام حسن کی شہادت، یزید کی حکومت کی پوری کیفیت، غرض معرکہ کربلا سے پہلے کے تمام صحیح اور مستند واقعات نہایت تفصیل کے ساتھ ہیں صفحہ ۴۴۰ سے دوسرا حصہ واقعہ کربلا ہے حضرت مسلم اور ان کے بچوں کے اور حضرت حر کی شہادت، بی بی زینب کا میدان کربلا میں بے مثل ایثار، حضرت عباس حضرت حضرت قاسم حضرت علی اکبر کی شہادتیں۔ کربلا کا تنہا شہید۔ بیمار صغرا کا قاصد۔ سیدہ کے لال کی شہادت خانماں برباد سیدانیاں [illegible] ریزیدکے دربار شیعہ سنی اختلافات پر تبصرہ۔ قاتلان حسین کا انجام اور خدائی فیصلہ غرض تمام کتاب ایسا قصہ درد انگیز ہے کہ بغیر آنسو بہائے نہیں پڑھی جا سکتی مگر مرثیے جو مرثیے علامہ محترم نے لکھے ہیں ان کی ایک ایک سطر کلیجے کے پار ہو جاتی ہے۔ ادب لطیف کے علاوہ جو کتاب کی جان ہے شہادت کا اس قدر مفصل و مکمل درد انگیز اور موثر بیان کسی کتاب میں نہیں [illegible] اپنی عقیدت کی [illegible]

[illegible]

(۳۵) **امت کی مائیں** [illegible]

[illegible]

[illegible] کی کتاب کا [illegible] قیمت ۱۲ر

(۳۶) **الزہرا** [illegible] کی ہر [illegible] طرح بہنا [illegible] بچوں کی پرورش [illegible] دنیا کے ساتھ دین کس طرح میسر آیا ہے [illegible] اس قدر درد انگیز [illegible] آخر [illegible] واقعہ کربلا کا مختصر بیان [illegible] عجیب چیز ہے قیمت ۱۲ر

(۳۷) **نوبت پنج روزہ** [illegible] اس کا اشتہار مفصل ٹائیٹل کے صفحہ ۳ پر دیکھئے۔

(۳۸) **قلب حزیں** چھوٹے چھوٹے نہایت [illegible] ادبی مضامین کا دلآویز مجموعہ [illegible] انگیز [illegible] علامہ محترم سے شاعری کی ہے اور نظم [illegible] بہترین [illegible] ہے۔ طرز تحریر اتنا پیارا کہ بار بار پڑھئے پھر بھی جی نہ بھرے، قیمت صرف ۸ر [illegible]

(۳۹) **وداع خاتون** [illegible] ملکانی [illegible] اگر کسی [illegible] کہ [illegible] اور [illegible] ہو سکتا ہے [illegible] کتاب کے [illegible] یہ آپ بیتی ہے قیمت [illegible]

(۴۰) **امین کا دم** [illegible]

[illegible]

اسلامی [illegible] کی [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

عروس کربلا
[illegible] تاریخی واقعات پہلے ہی [illegible] ایک مشہور کتاب [illegible] قیمت [illegible]

مجنوں خانہ؟
[illegible] مسلمانوں کی [illegible] مسلمانوں کی [illegible]

شہنشاہ کا فیصلہ
[illegible]

[illegible] حضرت عباسؓ کی [illegible] آنکھوں سے جاری [illegible]

حقیقی محبت [illegible] آخری [illegible]
[illegible] اور [illegible] آخری منزل تک شاہ [illegible]

(۴۵) [illegible] شہسوار
[illegible] ہندوستان کی ہولناک لڑائیوں کا مرقع ۔ مرہٹوں کے مجاہدانہ کارنامے اور ملکہ پدماوتی ، شہزادی سبطورہ کی فراست اور بہادری ، وزیر کی مکاری اور فریب ، یہ ایسی دلچسپ کتاب ہے کہ شروع کرکے ختم کئے بغیر نہ رہا جائیگا ۔ قیمت ۸ ر

(۴۶) سودائے نقد
مرد کا نکاح ثانی اور اسلام میں عورت کی حیثیت کیا ہے ۔ یہ افسانہ بتائیگا کہ جوان بیٹی کی شادی نہ کرنا سوسائٹی کا کیسا زبردست اخلاقی گناہ ہے ، دو سگی بہنوں کی دلچسپ کوششیں ، حقیقی ماں کے ہاتھوں جوان بیٹے کا قتل ، محبت کا جواب غرض نہایت دلچسپ پلاٹ ہے قیمت ۵ ر

(۴۷) یاسمین شام
حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی کے عہد ظفر مہد کی اسلامی جنگ ، ہلال و صلیب کے معرکے ، اسلام کی فتح اور تسخیر شام کے حالات اس کے ہمراہ داستان محبت ۔ قیمت عہ

(۴۸) تیغ کمال
غازی اعظم مصطفےٰ کمال کے حالات بزبان کے برخلاف مسلمانوں کی کوششیں اور فتح یورپ کی سازشوں سے رانا فنا کئے گئے ہیں شاہ قسطنطین کی سیاسی چالیں ، ملکہ یونان کی ترکی کے لئے اتحادی شہزادے کی درخواست ۔ ملکہ پرتبدیلی اور قتل کا حکم مصطفےٰ کمال کا کمال قیمت ۸ر

(۴۹) شہید مغرب
طرابلس اور مراکش میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے مقابلے ، اسلام اور نصرانیت کے معرکے ، مسلمان عورتوں کی [illegible] [illegible] مسلمانوں کی ترقی کا [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

ان کے مطالعہ سے حب وطنی جوش ، بیتابی ، بلند شجاعت ، خودداری ، غیرت حمیت کے صفات پیدا ہوتے ہیں ۔ قیمت ایک روپیہ

(۵۰) اُندلس کی شہزادی
مسلمانوں کے زمانے کے اسپین کا دلاویز محبت کا افسانہ ہے جو سلسلے میں پیش بین بل ڈالدینے کے ساتھ رہیگا اور بتائیگا کہ مسلمان سرزمین اندلس پر کیا کچھ ہیں قیمت ۸ ر

صفحہ ۶ کالم ۳ کا بقایا

دولت پر قربانیاں
تعلیم یافتہ اور روشن خیال لڑکی کا اس وجہ سے کہ غیر کفو میں شادی کرنے سے ترکہ پر دی دینا ہوگا برادری کے لڑکے سے جو لڑکی کے لئے کسی طرح موزوں نہیں ہے شادی کرنے کے دردناک نتائج اور دولت کے لالچ میں سوکن پر بیٹی بیاہنے کا عبرتناک انجام یہ ۵ زرد انگیز افسانے ہر ایک مسلمان کی نظر سے گذرنے چاہئیں جس کی نگاہوں میں مذہب مقدس کی حقیقی عظمت اور جس کے دل میں فرقہ نسواں کا سچا درد ہے ۔ قیمت آٹھ آنہ ۔

چار رُخ
محترمہ انیس فاطمہ صاحبہ بنت ببوق مرحوم کا لکھا ہوا ایک نتیجہ خیز افسانہ ہے ۔ جس میں چار عورتوں کی عبرت انگیز آپ بیتی ہے ۔ چاروں کہانیاں اچھی ہیں اور ان میں مغربی تمدن کی اندھا دھند تقلید عیسائی مشنریوں کی صحبت ، رواج کی پابندیوں کے نہایت دردناک نتائج دکھائے گئے ہیں ۔ قیمت ۴ ر

(بقیہ صفحہ ۱ زنانہ دستکاری کی کار آمد کتابیں)

خواتین کی دستکاریاں
[illegible]

تصانیف محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی

کوئی زنانہ کتب خانہ بغیر خاتون اکرم مرحومہ کی تصانیف کے مکمل نہیں کہا جا سکتا، ان تصانیف کو بڑے بڑے قابل مرد رشک کی نظر سے دیکھتے ہیں، یہ کتابیں باعتبار مضمون جس قدر اعلیٰ پایہ کی ہیں۔ ایسی ہی لکھائی چھپائی سے، آرٹ کاغذ پر چھپی ہے۔

گلستان خاتون یہ جنت مکانی کے بیش بہا افسانوں کا مجموعہ ہے۔ شہید ظلم، آرزوؤں پر قربانی۔ انقلاب زمانہ، تربیت اولاد، طرز زندگی، سچ کی فتح، دوسری شادی وغیرہ وغیرہ۔ محترمہ خاتون اکرم کے وہ سبق آموز موثر اور درد انگیز افسانے ہیں جو نسوانی دنیا میں غیر فانی درجہ رکھتے ہیں

اس سے پہلے کسی ہندوستانی خاتون کے ایسے بلند پایہ افسانوں کا مجموعہ اردو میں نہیں چھپا اخبارات نے بڑے شاندار ریویو کئے ہیں۔ اخبار ریاست کی رائے نہ صرف خواتین بلکہ مردوں کو بھی ان سبق آموز اخلاقی افسانوں کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیئے، رہنما لکھتا ہے "یہ افسانے نہایت دلچسپ و موثر انداز میں لکھے ہیں اور ہر افسانہ اسقدر دلکش ہے کہ بغیر پورا کئے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ یہ افسانے ہمارے موجودہ تمدن و معاشرت کی خرابیوں کی اصلاح کرنیوالے ہیں۔ آرٹ کاغذ پر خوبصورت چھپا ہے قیمت ۱۲؍

جمال ہمنشیں فانی زندگی، تغیرات زندگی، نیرنگی زمانہ، عبرت گاہ دنیا، موسم بہار، فلسفۂ غم، ساون، عید، زندوں کی زندہ ہستی، کسی کی یاد، ہنسی مذاق خوشی کا دن وغیرہ وغیرہ اس مجموعے کے دلاویز مضامین ہیں جن کی دھوم مچ چکی ہے ہمدرد لکھتا ہے ان مضامین میں فلسفیانہ بحث کی گئی ہے رسالہ اردو لکھتا ہے "ان مضامین کی عبارت بہت فصیح و پختہ ہے۔ اخبار مدینہ کی رائے ہے۔ مضامین بہت بلند پایہ ہیں، روزنامہ انگریزی بمبئی کرانیکل لکھتا ہے۔ ان مضامین کی زبان نہایت آسان اور سادہ ہے حضرت علامہ راشد الخیری نے دیباچہ تحریر فرمایا ہے تیسری دفعہ چھپی۔ قیمت ایک روپیہ ۱؍

پیکر وفا جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ وفا عورت کی خلقت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے اور شریف بیوی اپنے شوہر کے لئے ایسی ایسی قربانیاں کر دکھاتی ہے کہ دنیا حیرت میں رہ جائے۔ رسالہ ہمایوں کی رائے ہے کہ یہ ایک کامیاب اور مفید افسانہ ہے۔ انداز بیان درد انگیز عبارت سادہ و شگفتہ، اخبار ریاست لکھتا ہے " طرز بیان اس قدر صاف اور دلکش ہے کہ تعریف نہیں ہو سکتی ہے

قیمت آٹھ آنے ۸؍

بچھڑی بیٹی نہایت دلچسپ سبق آموز افسانہ جو کئی زنانہ رسالوں میں شائع ہو کر بے انتہا پسند کیا جا چکا ہے ایک لڑکی ماں باپ سے بچھڑ جاتی ہے۔ اس کی جدائی میں ماں باپ کی جو کیفیت ہوتی ہے صرف کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ برسوں کے بعد وہی لڑکی اس طرح ملتی ہے کہ جنت مکانی کے بے مثل افسانہ نگاری کی داد دینی پڑتی ہے۔ ۶؍

تصانیف محترمہ صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ

مشیر نسواں یا زہرہ ایک دلچسپ اخلاقی ناول جس میں لڑکیوں کو بہت سی بیش بہا اخلاقی باتیں بتائی گئی ہیں۔ قصہ دلچسپ اور نتیجہ خیز ہے۔ طرز بیان بے حد آسان۔

علامہ شبلی نے اسے پڑھکر فرمایا تھا "یہ کتاب محاسن سے مملو اور معائب سے بالکل پاک ہے۔ اخبار مشیر دکن کے ریویو کا خلاصہ "کیا بلحاظ مضامین کیا بلحاظ زبان بڑی دلچسپ اور دلآویز کتاب ہے اخبار تہذیب نسواں کا ریویو" اس قصہ کو مصنفہ نے نہایت دلچسپ اور پر لطف طریقہ سے بیان کیا ہے"۔ مصنفہ کو اس تصنیف پر تمغہ طلائی دیا گیا تھا بار سوم قیمت سوا روپیہ ۱؍۴

موہنی ایک اخلاقی معاشرتی افسانہ ایک شہزادی شوہر کے انتقال پر گھر بار چھوڑ کر جنگلوں میں ماری ماری پھرتی ہے یہانتک کہ ایران پہنچتی ہے اور وہاں عجیب طریقہ سے شوہر سے ملاقات ہوتی ہے، ایران کی معاشرت مہمانداری، زچہ خانہ، شادی، بیاہ، رسم و رواج پر نہایت مفید معلومات۔ قیمت صرف دس آنہ ۱۰؍

تحریر النسا لڑکیوں اور عورتوں کے لئے جدید طرز پر خط و کتابت کی بینظیر کتاب اخلاقی و معاشرتی و مذہبی سبقوں کا لاجواب مجموعہ جس میں مستورات کو کارآمد اور مفید بہت سی باتیں بتائی گئی ہیں۔ قیمت ۱۲؍ بارہ آنے

سرگذشت ہاجرہ دلچسپ تصنیف … میں اخلاقی و اصلاحی پیرایہ کا بیش بہا ذخیرہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ازدواجی زندگی میں بد مزگی پیدا ہو جاتی ہے عورت اسے کس طرح دور کر سکتی ہے۔ چار سہیلیاں ایک جگہ جمع ہو کر آپ بیتی سناتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوگا کہ بگڑے ہوئے گھر کس طرح سنوارتی اور ہاتھ سے نکلے شوہروں کو کیونکر اپنا کر لیتی ہیں۔ علامہ سر محمد اقبال کی رائے ہے کہ سرگذشت ہاجرہ مستورات کیلئے نہایت مفید کتاب ہے۔ طرز بیان بھی سادہ موثر اور دلکش ہے۔

نامور افسانہ نگار خواتین کی تصانیف

انوری بیگم طیبہ بیگم مرحومہ مسز نواب خدیو جنگ بہادر کا مشہور و مقبول افسانہ جس کی کتابی صورت میں دیکھنے کی سینکڑوں خواتین خواہشمند تھیں۔ جس میں حیدرآباد کے ایک شریف معزز اعلیٰ خاندان گھرانہ کی بلند معاشرت دکھائی گئی ہے۔ انوری کی جو ہیروین ہے بیماری اور تیمارداری اور منگنی اور شادی کے حالات ہیں۔ تمدنی خرابیاں اور پرانے رسم و رواج کی پابندیوں کے نقصانات خوش اسلوبی کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں پلاٹ میں دلکشی ہے طرز بیان میں بے تکلفی اور سادگی ہے۔ کہیں کہیں ظرافت کی بھی چاشنی ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ چھ آنے ۱؍۶

غیرت کی پتلی محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ منشی فاضل سابق ایڈیٹر شریف بی بی کا لکھا ہوا ایک سبق آموز دلچسپ قصہ۔ تین مختلف … عورتوں کے حالات ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ اولوالعزمی اور ہمت سے عورت کس طرح بگڑا ہوا گھر بنا سکتی ہے۔ دولت کے لالچ میں … چھوٹی حیثیت کے لوگوں میں شادی کرنے کے کیا نتائج ہوتے ہیں۔ قیمت صرف … آنہ

(باقی افسانوں کا اشتہار صفحہ … کالم ۳ پر دیکھئے)

ملنے کا پتہ منیجر عصمت دہلی

چند منتخب کتابیں

...ل دائی — پالیڈی ڈاکٹر۔ دائی گیری کے متعلق جس میں عورتوں بچوں کی بیماریوں کا علاج بھی ہے۔ قیمت عہ

...ہوارۂ تمدن — جس میں مولانا نیاز فتحپوری نے دکھایا ہے کہ دنیا کی تہذیب اور شائستگی عورت کی کس درجہ ممنون ہے۔ قیمت دو روپے (عہ)

...شاہیر نسواں یا سیر الطیبات — اسلامی دنیا کی مشہور و ممتاز عورتوں کا مستند تذکرہ عورتوں کے لئے ...سبق آموز و مفید و نتیجہ خیز۔ قیمت عہ

...ل بچہ کی نگہداشت — جس کا ہر ماں کے پاس ہونا ضروری ہے۔ قیمت چھ آنے (۶)

...سلام اور عورت — دنیا کے تمام مشہور مذاہب سے مقابلہ کر کے اور احادیث نقل کر کے ثابت کیا ہے۔ کہ دنیا میں اسلام سے زیادہ حقوق ...عورت کو کسی مذہب نے نہیں دیئے۔ ہر مسلمان عورت کی نظر سے گزرنی چاہئے۔ قیمت عہ

...تھرے ہیرا — ایک سچا تبلیغی قصہ جس سے معلوم ہوگا کہ عورت کی ہمدردی و محبت کیا طاقت رکھتی ہے۔ اور بچوں کی صحیح تربیت ...طریقہ کیا ہے۔ قیمت چودہ آنے (۱۴)

...یوی کی تعلیم — خواجہ حسن نظامی صاحب نے اپنی بیوی کو چند ایسے سبق لکھے تھے جو بہت مقبول ہوئے تھے اور خواجہ بانو نے ان کا ...جواب دیا تھا اب بہت کچھ اضافہ کے بعد کتاب چھپی ہے اس سے معلومات بہت زیادہ بڑھتی ہے۔ قیمت عہ

...یوی کی تربیت — ہندوستانی معاشرت کے متعلق ضروری معلومات۔ قیمت عہ

اولاد کی شادی — اولاد کی شادی سے پہلے یہ کتاب ضرور پڑھ لینی چاہئے۔ قیمت عہ

...نگارستان — مشہور انشاپرداز مولانا نیاز فتحپوری کے افسانوں کا مجموعہ۔ وہ مضامین جو ادب لطیف کی جان سمجھے جاتے ہیں پختہ عمر کی عورتیں ہی پڑھ سکتی ...ہیں۔ قیمت دو روپے (عہ)

...شباب کی سرگزشت — ازدواجی زندگی کی حقیقت، کیفیات خوشی و غم محو التصور کارنامہ۔ یہ بھی نیاز صاحب کا مشہور فسانہ ہے۔ قیمت عہ

...علمی کہانیاں — ایجادات و اختراعات پر باتصویر کہانیاں جن کے مطالعہ سے بچے اور عورتیں سائنٹفک و علمی باتوں سے واقف ہو جاتے ہیں قیمت عہ

...درازیِ عمر — عمر بڑھانے کے نہایت ہی مفید مشورے۔ قیمت عہ

روحوں کے کرشمے — مردہ عزیزوں کے حالات معلوم کرنے کا کسے شوق نہیں اس کتاب سے معلوم ہوگا کہ ہمارے اردگرد واقعی روحانی ...دنیا ہے۔ ایسے ایسے روحانی واقعات ہیں کہ بغیر ختم کئے کتاب نہیں چھوٹ سکتی۔ قیمت عہ

کم نو موت — علامہ راشد الخیری خواجہ حسن نظامی اور دوسرے نامور لکھنے والوں کے درد انگیز مضامین موت کے متعلق آخر میں بڑے بڑے آدمیوں کے آخر وقت کے واقعات و کلمات ہیں۔ قیمت عہ

مرگ نامہ — کم نو موت جیسی سبق آموز کتاب کا دوسرا حصہ ۸

اردو دعائیں — اپنی زبان میں سچے دلی جذبات کے ساتھ موثر دعائیں عہ

کائنات بیتی — سورج، چاند، ستارے، آسمان، خاک، لوہا، مشین، ریل، موٹر غرض کل کائنات کی دلچسپ کہانی۔ خواجہ حسن نظامی کی لکھی ہوئی۔ قیمت چودہ آنے (۱۴)

عورت نامہ — حضرت اکبر الہ آبادی کی نظمیں عورتوں کے متعلق۔ قیمت چار آنے (۴)

مسدس حالی — یعنی اسلام کی ترقی و تنزل کی بے نظیر دردناک تصویر مولانا حالی کو جس سے حیات جاوید میسر ہوئی ایک ایک شعر کلیجہ کے پار ہوتا ہے۔ قیمت ۸

تلاش حق — مہاتما گاندھی کی خود نوشت سوانح حیات کا سلیس ترجمہ جس سے معلوم ہوگا کہ کیوں دھن کے پکے گاندھی کی ایک آواز نے اکثر کو جیل میں ڈال دی۔ اور کیوں لاکھوں انسان جیل کی سختیاں اٹھانے کے لئے تیار ہو گئے۔ انگریزی میں اس کی قیمت گیارہ روپیہ تھی اردو میں صرف دو روپیہ ہے حالانکہ ضخامت ... صفحہ سے زیادہ ہے۔

پردۂ غفلت — مسلمان خاندانوں کی معاشرت کی سچی تصویر۔ تعلیم و آزادی نسواں۔ پردہ پر محققانہ بحث۔ اعلیٰ درجہ کا اخلاقی، ڈرامہ ہے ظرافت ریز، نتیجہ خیز، جرمنی میں چھپا ہے ٹائپ میں۔ قیمت رعایتی عہ

دیوان غالب — سینکڑوں ایڈیشن چھپے ہیں مگر مطبوعہ جرمنی سب سے زیادہ مشہور ہے کیونکہ نہایت خوبصورت چھپا ہے ہزارہا کی تعداد میں فروخت ہو چکا ہے بڑی عمر کی عورتیں منگا سکتی ہیں پاکٹ سائز ہے۔ قیمت تین روپے۔

ہنسانے فسانے — جناب سید ابو شمیم فرید آباد کے مضامین کا مجموعہ۔ اس قدر پر مذاق مضامین کہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جائیں مگر کیا مجال جو تہذیب و وقار سے گرا ہوا کوئی لفظ بھی ہو۔ قیمت عہ

ثروت دلہن — اصلاح معاشرت پر مقبول ناول خاص عورتوں کے مطلب کا تعلقات میں صحیح روش اختیار کرنے کا ہدایت نامہ مشرق کے گھر کا ایسا خاکہ جو اصلاح اخلاق میں بہترین مددگار ثابت ہوا۔ عہ

انجام زندگی — تین مختلف الخیال لڑکیوں کا طرز معاشرت دہلی کی ایک مشہور اہل قلم کا لکھا ہوا۔ عورتوں کی زبان میں قیمت ۸

اتالیق نسواں — لڑکیوں کے لئے اپنے رنگ میں لاجواب کتاب ۱۳۰۰ صفحے، ... دس حصوں میں ہے آپ ضرور پسند کرینگی کئی دفعہ چھپ... قیمت للعہ

ملنے کا پتہ۔ منیجر عصمت دہلی

تعلیمیافتہ خواتین کی لکھی ہوئی کچھ اور کتابیں

خواتین اندلس } مسلمانوں کے زمانہ میں سرزمین اندلس (اسپین) نے باکمال خواتین پیدا کی تھیں جنہوں نے علوم وفنون کے دریا بہا دئے ہیں۔ محترمہ مہرالنسا صاحبہ نے ان خواتین کے حالات دلچسپ پیرایہ میں لکھے ہیں جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں طبقہ نسواں کیسی کیسی اعلےٰ پایہ کی شاعرہ، ادیب، مصور، بذلہ سنج، لطیفہ گو، حاضر جواب خواتین رکھتا تھا۔ تاریخ میں افسانہ کا لطف قیمت صرف ۲ ؍

تندرستی ہزار نعمت } محترمہ زہرا بیگم صاحبہ فیضی بمبئی کے نہایت مفید مضامین جن میں صحت قائم رکھنے کے چند اصول بڑی خوبی سے بیان فرمائے ہیں۔ سیاحت امریکہ اور یورپ کے بیش بہا تجربات۔ قیمت صرف ۴ ؍

شمع خاموش } اردو کی مشہور شاعرہ مرحوم منجھو بیگم لکھنوی کی درد انگیز اور موثر نظموں کا مجموعہ۔ یہ نظمیں ہندوستانی مسلمان عورتوں کی مظلومیت کا صحیح ترین فوٹو ہے۔ ہر شعر درد سے لبریز پڑھ کر آنسو نکل آتے ہیں۔ کسی مسلمان خاتون کا کلام کا ایسا درد انگیز مجموعہ ابتک نہیں چھپا۔ قیمت ۶ ؍

ہنسی کی باتیں } عامیانہ اور بازاری لطیفے۔ ہندوستان کے معزز گھرانوں کی محترم خواتین کے نئے نئے طبع زاد مہذب لطیفے ہیں جنہیں پڑھ کر سنجیدہ انسان بھی ہنسے بغیر نہ رہ سکے قیمت صرف ۸ ؍ تاریخی لطیفے ۸ ؍ عقل کی باتیں ۸ ؍

بچوں کے لئے دو نہایت دلچسپ کتابیں

بچوں کی دنیا } روس کے مشہور مصنف ٹالسٹائی کی کتابیں مردوں، عورتوں بچوں کے لئے جن کی ایک دنیا میں دھوم ہے۔ یہ کتاب خاص طور پر بچوں کی مناسب کی ہے۔ پانچ بہترین کتابوں کا ترجمہ بچوں ہی کی زبان میں۔ ان سے بچوں کے اخلاق درست ہوتے ہیں۔ نیکی۔ محبت۔ بہادری۔ حب وطنی۔ ہمدردی۔ ایثار کے پاکیزہ جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ قیمت صرف ۷ ؍

مختصر دنیا یا بالشتیوں کی دنیا } بالشتیوں کی دنیا گلیور صاحب کی سیاحت جنہیں بالشتیے دیو سمجھتے تھے۔ سیاح کبھی درجنوں بالشتیوں کو ہتھیلی پر اٹھا لیتا تھا کبھی کسی کسی کو جیب میں ڈال لیتا تھا اور سینکڑوں بالشتیوں کا جو کھانا اہتمام سے تیار ہوتا تھا ایک لقمہ میں ختم کر دیتا تھا۔ بڑی مزیدار کہانی ہے۔ قیمت صرف ۵ ؍

بچوں کی تربیت } بچوں کی تربیت اور پرورش پر نہایت مفید کتاب۔ انگریزوں کی بجائے پیسوں میں بچوں کا علاج۔ سائنس اور حفظان صحت کے اصول۔ قیمت دس آنے۔

باہر کی کتابیں

یہ کتابیں دفتر عصمت کی مطبوعہ نہیں ہیں مگر شریف بہو بیٹیاں انہیں بھی

ڈپٹی نذیر احمد مرحوم

عورتوں کے اصلاحی افسانے

- مراۃ العروس ۱۲ ؍
- بنات النعش ۱۲ ؍
- توبۃ النصوح ۱۲ ؍
- ایامےٰ عہ
- فسانۂ مبتلا عہ

مذہبی ادبی تصنیفات

- الحقوق والفرائض مکمل صہ
- لکچروں کا مجموعہ صہ
- رویائے صادقہ عہ
- ابن الوقت عہ
- ادعیۃ القرآن ۱۰ ؍
- نظم بے نظیر عہ
- مواعظ حسنہ (خطوط) عہ

بچوں کے لئے

- منتخب الحکایات ۸ ؍
- چند پند ۸ ؍

مولوی بشیر الدین احمد مرحوم

عورتوں کے لئے اصلاحی افسانے

- اقبال دلہن عہ
- حسن معاشرت عہ
- اصلاح معیشت عہ
- نغان اشرف عہ

عورتوں کے لئے مفید تصنیف

- سخت جگر مکمل ہے
- بیبیوں سے باتیں عہ
- انشائے بشیر عہ
- شمع ہدایت ۱۲ ؍
- ڈاکٹر شال کے ترجمے
- حرز طفلان
- نشاط عمر عہ
- عصائے پیری عہ

مولانا شبلی مرحوم

سوانحعمریاں سیرۃ سفرنامے

- آغاز اسلام ۸ ؍
- الفاروق ۶ ؍
- المامون عہ
- الغزالی عہ
- سیرۃ النعمان عہ
- سوانحعمری مولینٰا روم عہ
- حیات سعدی ۸ ؍
- 〃 فیضی ۸ ؍
- 〃 حافظ ۸ ؍
- 〃 نظامی گنجوی ۸ ؍
- 〃 امیر خسرو ۸ ؍
- سفرنامہ روم و مصر و شام عہ

مضامین و نظمیں

- مقالات شبلی عہ
- مجموعۂ نظم شبلی ۸ ؍

مولانا شرر لکھنوی

خیالی و ادبی مضامین

- مقالات شرر عہ
- سفرنامہ ہستی ۱۲ ؍

سوانحعمریاں سیرۃ

- اسلامی سوانحعمریاں عہ
- تذکرہ مشاہیر عالم ۶ ؍
- مخدرات بیگمات عالم عہ
- پردہ عہ

مولانا حالی مرحوم

- دیوان حالی مکمل جدید } عہ
- بیوہ کی مناجات ۳ ؍
- چہار رنگ از حالی ۴ ؍
- شکوۂ ہند ۲ ؍

مولانا محمد حسین آزاد

- نیرنگ خیال مکمل
- سیر ایران
- آب حیات
- نصیحت کا کرن پھول
- عورتوں کے لئے
- مکتوبات آزاد

ڈاکٹر سعید احمد

- اسلام اور عورت ۱۰
- پتھر سے ہیرا (افسانہ)
- اسلام اور عبادت
- اسلام اور مذہبیت
- عورت کے سوکام
- شادی سے پہلے
- شادی کے بعد

متفرق کتابیں

- بیگمات تیموریہ
- مثنوی سلطان ضمیر
- عالم خیال ذہین شوز
- فلسفیانہ مضامین
- حلیمہ دلچسپ کہانی
- تلاش حق
- پردۂ غفلت
- ماں بچہ کی نگہداشت
- روح القرآن
- روحوں کے کرشمے
- ثروت دلہن
- انجام زندگی
- اتالیق نسواں
- اخبار الاندلس
- تاریخ مغرب
- بیوی کے فرائض

سب کتابوں کے ملنے کا پتہ منیجر عصمت دہلی

سنگھار و آرائش



پھول سا چہرہ

ہمارے ملک کی آب و ہوا میں اس گرمی کے موسم میں سانولی اور بے رونق جلد پھول اور ملائم بنائی جا سکتی ہے۔ سب سے پہلے ہمیں خوراک ورزش اور گہرے تنفس کا خیال رکھنا پڑے گا۔ کیونکہ جلد کی خوبصورتی کے اصل راز ہیں۔ اگر ان میں فرق آ جائے تو جلد کسی طرح خوشنما نہیں بن سکتی۔ اختصار سے یوں کہئے کہ پانی خوب پیو۔ میوہ و ترکاری زیادہ کھاؤ۔ منشی اشیاء جیسے سگرٹ چاء وغیرہ مت استعمال کرو، گوشت اور میٹھا کم کھاؤ اور باقاعدہ ورزش کرو اور ڈھنگ سے لمبے لمبے سانس لو۔

اس کے بعد یہ دیکھو کہ جلد واقعی صاف ہے۔ بناؤ کے سب اجزاء چہرہ سے پونچھ ڈالو اور ایک برتن میں کھولتا پانی ڈال کے اس میں گندھک کے پھولوں کا سفوف (Powdered flowers of sulphur) ایک چمچہ ملا لو اور اس پر چہرہ دس منٹ رکھ کے اسے بخارات پہنچاؤ۔ کسی ملائم تولیہ سے ہلکے ہلکے خشک کرو۔ اور اس لوشن کے پہلے سے تیار کر لینا چاہئے چہرہ صاف کرو، سہاگہ، ½ رتی چمچہ بھرے سرد پانی میں گھولو، کاربونیٹ آف مگنیشیا ایک ڈرام پانی میں چمچہ میں گھول کے سہاگہ ملا لو دو چمچہ سے ٹھنڈا دودھ ملا کے خوب ہلاؤ اور کاٹن رول (نرم روئی) سے لگاؤ۔

سفید کرنے والے لیپ ہفتہ میں دو بار لگاؤ۔ چھاچھ اور بھوسی کا لیپ پیلی کھال کو سفید کرنے کے لئے نہایت اچھا ہے بھوسی اور چھاچھ کی گاڑھی لئی بناؤ اور چہرہ و گردن پر یکساں لیپ کر دو۔ دس منٹ لگا رہنے دو اور پھر گرم پانی دھو ڈالو چہرہ اور گردن عمدہ لیموں کی کریم سے رات اور صبح کو صاف کرو اور جلد کو تقویت دینے والی دوا کی بجائے ایلڈر فلاور واٹر (Elderflower water پھولوں کا مقطر پانی) استعمال کرو ہفتہ بھر اسکے استعمال کے بعد ہر ایک خوشنما روپ آ جائیگا۔ جلد کو اس طرح تازگی حاصل ہو جانے کے بعد اب پوڈر کا سوال آتا ہے۔ اپری کوٹ یا پیچ پوڈر (Apricot or peach powder) عام طور سے سب سے اچھا ہے۔ ہمارے ملک میں دھوپ سے متاثر ہونے والی کوئی چیز پہلے چہرہ پر چپڑنی چاہئے۔ مثلاً چکنی کھال کی صورت میں پوڈر لوشن اور خشک کھال کی حالت میں دھوپ کا اثر قبول نہ کرنے والی کریم لگاؤ۔ خوب گاڑھا پوڈر استعمال کرو، اور زائد از ضرورت پوڈر کسی ملائم برش سے ہٹا دو۔ بچہ کا بالوں والا برش اس کام کے لئے موزوں ہوگا۔ معمول کے خلاف روژ (Rouge) آنکھوں کے زیادہ قریب لگاؤ لیکن اگر بال اور آنکھیں چمکدار ہیں تو بالکل نہ لگاؤ، بلکہ اس کی جگہ ہلکا لا کھا (Lipstick) اور گرم گہرا سرخ پوڈر مثلاً فریم بوائز (Framboise) پیچ پوڈر پر سے لگا دو اور ایسی حالت میں آنکھوں کو یوں ہی چھوڑ دیا جاتا ہے رات کو دھوپ کا اثر قبول نہ کرنے والی کریم کی بجائے ملائم کریم یا لوشن لگاؤ۔ روژ لگانا بھی ضروری ہے۔

خون کی صفائی اگر جسم میں خون صاف ہو تو کسی بیماری کا خوف نہیں۔ ہوا میں بہت سی بیماریوں کے جراثیم موجود رہتے ہیں وہ ایسے شخص پر مطلق اثر نہیں کرتے کیونکہ خون انہیں بدن میں پرورش پانے نہیں دیتا۔ اگر وہ جراثیم جسم میں داخل ہو جائیں تو انہیں بے اثر کر دیتا ہے۔ خراب خون کے دوسرے معنے خراب صحت کے۔ خون ہی جسم کی خوراک ہے اور جس خون میں خرابیاں ہوں یہ جسم کو کیا خاک طاقت دے سکتا ہے۔ احتیاط برتی جائے تو یہ حالت پیدا نہ ہو۔ اور خون خراب ہو گیا ہے تو اس کی درستی ہو سکتی ہے۔ دیر کرنے سے اعصاب کمزور اعضائے رئیسہ بیکار اور طاقت کم ہو جائے گی اور بیماری کا مقابلہ جسم نہ کر سکنے سے اس کا شکار آسانی سے ہو جائیگا۔

جگر میں سوزش یا معدہ میں تشنج پیدا کرنے والی ادویہ سے خون صاف نہیں ہو سکتا۔ ان سے تو معدہ و ہاضمہ پہلے سے بھی خراب ہو گا اور کیفیت . . . . پہلے سے بھی زیادہ خراب ہو جائیگی بے ضرر طریقہ سے اطمینان بخش عاجلانہ فائدہ حاصل کرنے کے لئے الکیہ سالٹریٹ (Alkaline salterates) کسی دوا فروش سے لو اور ایک چمچہ ہموار بھر کے پانی کے ایک گلاس میں گھول لو اور اس مزیدار پانی کو دن میں ایک دو دفعہ پی لو۔ یہ فوراً خون میں جذب ہو جائیگا اور جب گردہ کے ذریعہ مقطر ہو کے نکلیگا تو اپنے ساتھ تمام تیزابیت اور کثافت جو یہ خون میں سے جذب کر کے بے اثر کر دیتا ہے ساتھ لیجاتا ہے۔ یہ دوا مثانہ کو دھوتا جگر کے فعل کو تیز کرتا اور گردوں کو بالکل دھو کے رکھدیتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی دوسرے طریقہ سے خون صاف کرنے کی کوشش کرنا محض وقت ضائع کرنا ہے

چلنے پھرنے کی دوا ایک مدرسہ میں وہاں کا ہیڈ ماسٹر شریر بچوں کو جبریہ سیر کی سزا دیا کرتا تہا اور ایک شخص اس کے دیکھنے کے لئے مقرر ہوتا تھا کہ سیر پوری کر دی گئی۔ وہ استاد جانتا تہا کہ دنیا میں سخت ورزش کے سوا اور کوئی طریقہ سو مزاجی اور ولولہ آمیز جذبات کو جو شرارت اور بے ضابطگی کا باعث ہوا کرتے ہیں دبانے کا نہیں۔

ایک اور مشہور مدرسہ کا ہیڈ ماسٹر بارش اور طوفانی موسم میں اپنے شاگردوں کو دوڑاتا اور سیر کراتا تھا۔ اس موسم میں کھیل کود مشکل ہوا کرتا ہے وہ لڑکوں کو اندر بٹھا کے نہیں رکھتا تہا،

شوخ و شریر لڑکوں کو اندر روک کے بٹھا رکھنا انہیں درست کرنے کا بدترین طریقہ ہے سخت ورزش سے انہیں تھکا دو اور ان کے جسم کا غیر سوختہ و غیر منہضمہ اجزائے خوراک کو جو انہیں ہیجان میں مبتلا کرتے رہتے ہیں۔ خرچ کرا دو۔ وہ بھیڑ کے بچے کی طرح غریب و مسکین ہو جائیں گے۔

گورا رنگ ۔ بہت گورے رنگ کی حفاظت کی بڑی ضرورت ہے۔ ورنہ تیس سال کی عمر میں ہی دلکشی غائب ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ بالوں کا سنہری پن جانا شروع ہو جاتا ہے۔ جو سنہری بالوں کو عزیز رکھیں انہیں اس کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ جو ادویہ بالوں کے اس نقص کے لئے مخصوص ہیں استعمال کرنی مفید ہوتی ہیں۔ ہر دفعہ جب بال دہوئے جائیں۔ آخری دفعہ بابونہ (camomile) کے پانی سے انہیں دہارنا چاہئے۔ آدھ پاؤ بابونہ کے پھول۔ ابلتے ہوئے پانی میں ڈال کے عرق نکالیں بالوں کو تیز دہوپ کی زد سے بچائیں اور انہیں کس کے نہ باندھیں اگر سر میں گرمی زیادہ معلوم ہو تو بالوں کا برش پانی میں ڈبو کے سر پر پھیریں اور پنکھے کے نیچے بیٹھ کے کنگھی کریں اور بال خشک کر لیں۔ گوری کھال دہوپ اور گرمی زیادہ برداشت نہیں کر سکتی، اس لئے اسپر کوئی بنیادی کریم چپڑ کے رکھنی چاہئے اور جلدی غذا کثرت سے جذب کر کے اسے ملائم اور لچکدار بنائے رکھنا چاہئے سخت پانی اور سخت صابن سے بچنا چاہئے، نہانے کے پانی میں چار کی پیالی کے برابر دودھ ملا لیا جائے تو جلد ملائم اور سفید رہے گی۔ اگر ابرودں کا

رنگ ہلکا ہو تو یہ رنگ تیار کر کے ابروؤں اور پلکوں میں چھوٹے سے برش سے کئی رات برابر لگائیں یہانتک کہ رنگ مضبوط طور پر پھورا ہو جائے، پائی روگیلک ایسڈ (Pyrogallic acid) نصف ڈرام یوڈی کو سولی نصف ڈرام روز واٹر ۲ ۱/۲ اونس

سائولار نگ ۔ سیاہ بالوں کو چمک اور جلد کی دلکشی مسامات میں سے تیل زیادہ نکلنے کی وجہ سے خراب ہونے لگتے ہیں ایک انڈے کی زردی پھینٹ کے بے رم (Bay Rum) کے دو چمچے اس میں ملائیں اور پھر ایک چٹکی سہاگہ اور کسی اچھے صابن کی خود ساختہ جیلی اونس ملالیں اس سے سر دھوئیں پھر خشک روزمیری (rosemary) دو چمچیاں ۱/۲ پاؤ کھولتے پانی میں بھگو نے اور نتھار لیں اور اس سے سر دھالیں ۔ بالوں میں چمک اور خوشنمائی قائم رہیگی ۔ بازار میں بالوں کے چمکانے والی ایک اچھی سی دوا بکتی ہے اس کے چند قطرے بالوں کو دھونے کے بعد ان کی جڑوں میں جذب لیں (Greaseless brilliantine) کسی دواساز سے منگالیں، بالوں میں زیادہ چکنائی آجائے تو یوڈی کولان دو اونس ۔ ٹنکچر آف کنتھرائڈز (Tinc. of cantharides) دو اونس ۔ آئل آف روزمیری دس قطرے ایک شیشی میں رکھ لیں، لگانے سے پہلے شیشی ہلالیں اور بالوں کی جڑ میں لگا لیں یہ لوشن کھال کُرسی کے مقابلہ میں دھوپ اور گرمی کا بخوبی مقابلہ کر لیتی ہے ۔ لیکن مسامات بڑے ہوجانیکا اندیشہ رہتا ہے جس سے تیل زیادہ نکلنے لگتا ہے اس دوا سے کھال تن جاتی ہے ۔ وچ ہنزل اور ٹنکچر بنزائن نصف نصف اونس، سپرٹس آف وائن ایک اونس ۔ اور ریح گلاب ساڑھے اونس وچ ہنزل اور ریح واٹر میں ملا کر دوسرے اجزا یکدار خوب مل کریں اگر مسام بڑے ہوگئے ہیں تو ایک پیالہ میں شہد رکھ کے بہت گرم پانی کے برتن میں کے پگھلالیں پھر مقام مطلوب پر مل کے چند منٹ لگا رہنے دیں اور گرم پانی سے دھو کے ٹھنڈے سے دھو ڈالیں ہفتہ بھر تک عمل کرنے سے بڑا فرق پڑ جاتا ہے ۔ تنگ باریک کر کے ان مساموں پر رات بھر چھرکا رہنے سے بھی آرام ہو جاتا ہے ۔

تانبے پر دھبے تانبے کے برتنوں پر بڑے بڑے دھبے پڑ جائیں تو لیموں (نصف یا چوتھائی کاٹیں اور بیج نکالدیں) برتن پر خوب رگڑیں بالکل صاف ہو جائیگا ۔ یا برتن پر براسو (Brasso) یہ دوا ڈبیوں میں بکتی ہے) لگا کے رات بھر پڑا رہنے دیں اور اگلے دن رگڑ ڈالیں اگر دھبے باقی رہجائیں تو کار بالک ایسڈ تھوڑا سا ملا کے لگائیں اور چند منٹ کے بعد رگڑ کے چلا دیں میتھی لیٹڈ سپرٹ سے خراب سے خراب دھبے چاندی اور تانبے دونوں سے دور ہو جاتے ہیں کسی صاف کپڑے پر رنگ کے رہنے پر رگڑیں اگر برتن پر پھول بنے ہوئے ہیں یعنی برتن منقش ہے تو ایک چھوٹا ناخن یا دانت کا برش استعمال کریں یا پانی میں صابن ملا کے تھوڑا سا امونیا ملالیں اور اس سے برتن دھوئیں یا سرخ نائٹرک ایسڈ بچوں کے دانتوں کے برش سے برتن میں لگائیں فوراً ہی پانی میں سے غوطہ دیں تاکہ تیزاب دھل جائے ۔ اس کے بعد کٹی ہوئی املی پر رگڑیں ۔ برتن کتنا ہی خراب یا دھبہ دار ہو صاف ہو جائیگا ۔ اور اگر تانبا اچھی قسم کا ہے تو عمدہ سنہری رنگ بھی آجائیگا ،

دانتوں کی مضبوطی نئی نئی مصنوعات نے آرام و آسایش میں بڑی ترقی پیدا کر دی ہر پرانی جلد میں تازگی پیدا ہو جاتی ہے خراب چہرہ درست کئے جاتے ہیں اور شکنیں دور کیجا سکتی ہیں گنج پر بال پیدا کئے جا سکتے ہیں لیکن اب تک دانت اگانے کا کوئی نسخہ ہاتھ نہیں آیا گو دندان سازوں نے دانت لگانے میں بڑا کمال حاصل کیا ہے ۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ دانت جانے سے جوانی اور خوبصورتی دونوں بہت کچھ جاتے رہتے ہیں ۔ اسلئے ہمیں چاہئے کہ ہم دانتوں جیسی بیش بہا چیز کی بڑی احتیاط کریں سب سے پہلے ہمیں غذا کا سوال حل کرنا پڑیگا تازہ غذا اور چونہ پیدا کرنے والی چیزیں جیسے تازہ دودھ میوے ترکاریاں دانتوں کے قائم رکھنے کے لئے کھانا ضروری ہیں ۔ ایک امریکہ کے مشہور ڈاکٹر نے سنترہ اپنے مریضوں کے لئے تجویز کئے ہیں اس کی ملنے میں دانتوں کا پائیریا اس کے استعمال سے جاتا رہتا ہے سخت چیزیں کھانے سے دانت مضبوط ہوتے ہیں جیسے سیب وغیرہ ہر چھٹے مہینے ماہر دندان کو دانت دکھانے چاہئیں منہ تیزابی مزہ معلوم ہو تو

غذا کے مقابلہ میں غور کرنا چاہئے گوشت و مچھلی جیسی چیزوں کی کثرت ترک کر دینی چاہئے اور انکی جگہ سبز ترکاریاں استعمال کرنی چاہئے انگلی کا دانتوں کا سفوف ملنا چاہئے اور مگنیشیا کے دودھ Milk of Magnesia سے ان میں دو تین دفعہ اور آخری مرتبہ رات کو ضرور کرنے چاہئیں، مسوڑھوں کو اچھی طرح ملنا چاہئے تاکہ وہ پھولنے نہ پائیں اگر ان سے خون نکلے تو پرکسائڈ آف ہیڈروجن کا ایک چمچہ پانی کے آدھے گلاس میں ملالیں۔ اور صبح اور شام ان سے غرغرے کئے جائیں اگر مسوڑھے مضبوط بھی ہوں تو بھی اس دوا سے منہ صاف کرنے کی عادت ڈالیں بورک ایسڈ ۵ اگرین ٹنکچر آف مرہ Myrrh آئل آف لیونڈر۔ آئل آف ونٹر گرین ہر ایک ۱۵ قطرے روغن لونگ دس قطرے۔ اس کا ایک چمچہ گلاس بھر پانی میں ملا کے کام میں لائیں،

خانگی ٹوٹکے شمو چمڑہ کے دستانے خراب ہو جائیں تو گرم صابن وار پانی میں دھو کے اپنر صابن ملیں اور ہوا میں سوکھنے کو رکھدیں دھوپ میں نہ رکھیں اور نہ صابن دھوئیں صابن لگا رہنے سے چمڑہ ملائم رہیگا اور دھونے سے سخت ہو جائیگا، چھٹانک بھر سریش گاڑھا حل کر کے آدھ چھٹانک وارنش روغن السی (لن سیڈ آئل وارنش) اور ۱/۴ چھٹانک خالص تارپین لے کے ایک ساتھ بند برتن میں ابالیں کانچ کے برتن سے کوئی دستہ اکھڑ جائے تو یہ مرکب لگا کے جوڑ دیں اور دو دن تک جما رہنے دیں۔ اسکے بعد ٹکڑے خوب جم جائیں گے۔ کانچ یا چینی کا برتن ٹوٹ جائے تو چونہ باریک پیس لیں اور اسمیں انڈے کی سفیدی ملا کے لئی سی کرلیں اور دودھ میں سرکہ ملا کے اسی لئی میں شامل کر دیں یہ مرکب تھوڑا سا لگا کے ٹوٹے ہوئے حصے جوڑ دیں۔ کھریا مٹی اور السی کے تیل کی لئی بنالیں جست یا المونیم کے برتن میں چھید ہو جائے تو یہ لئی چھید کے اندر کی طرف کم اور باہر کیطرف زیادہ لگا کے خوب زور سے دبائیں اور برتن پڑا رہیں۔ یہاں تک کہ یہ لئی سخت ہو جائے۔ ذرا سی لئی کئی برتنوں میں جوڑنے کے لئے کافی ہے دھونے کی سنگ مرمر کی میز وغیرہ کا کونہ جھڑ جائے تو معمولی گندھک باریک کر کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے پر رکھیں اور جلائیں یہ جب خوب جل رہی ہو اور چمک نکل رہی ہو تو دونوں ٹکڑوں کو مناسب اوزاروں سے ایک دوسرے پر دبائیں اور لگائیں رکھیں حتی کہ وہ ٹھیک بیٹھ جائیں پسے ہوئے چاول تھوڑے سے ٹھنڈے پانی میں ملائیں اور آہستہ آہستہ کھولتا ہوا پانی ملائیں حتی کہ وہ بھی گاڑھی ہو جائے۔ اسی اثنا میں اسے برابر ہلاتے رہیں۔ کسی صاف برتن میں اسے ایک منٹ ابالیں۔ یہ ایسا عمدہ گوند تیار ہو جائیگا جو صاف اور چمکدار ہوگا اور نفیس کاغذی کام میں کار آمد ہوگا۔ رنگ نہ ہونے کے علاوہ خوب چپکے گا۔ قہوہ کے چمچہ میں نصف معمولی سہاگہ بھر کے گرم پانی میں ڈالیں چہرہ اس پانی سے دھوئیں جلد صاف اور ہلکی ہو جائیگی۔ اگر چہرہ کی رنگت میں کچھ دھبے یا چھیپ معلوم ہوں تو ٹھنڈے پانی میں سپرٹ آف کیمفر کے چند قطرے ملا کے چہرہ دھوئیں۔ یہ مرکب ہر سنگھار خانے میں استعمال ہوتا ہے اور اس سے بہتر اب تک دریافت نہیں ہوا۔ ابروؤں اور پلکوں کو برش پر برلی انٹین brilliantine کا ایک قطرہ ڈال کے صاف کریں۔ چہرہ اور آنکھوں میں ملائمت آجائیگی۔ چہرہ مرکبات کے لگانے کی حالت میں بیدار ہو، رخساروں پر اسوقت روژ لگائیں۔ اس طرح روژ سارے دن قائم رہیگا۔ روژ زیادہ نہ لگائیں اس سے عمر کم معلوم ہوگی، بناؤ سنگھار کے وقت گردن کو فراموش نکریں۔ رخساروں کے ساتھ ساتھ گردن پر بھی پوڈر لگائیں ورنہ دونوں میں فرق پیدا ہو جانے سے بناوٹ چغلی کھائے گی،

بننے کے گر۔ اگر کسی کپڑے کی بنائی میں اون کی دو گیندوں کی بیک وقت ضرورت ہو تو دونوں کے تاگے ایک شیشے میں سے نکال لیں تاکہ وہ بنتے وقت ساتھ ساتھ رہیں اسلئے وہ الجھنے نہ پائیں گے کھلی ہوئی اون یا ریشم کو نیا سا بنانے کے لئے ایک معمولی قد کے پٹھے کے ٹکڑے پر لپیٹ لیں اور گیلا کپڑا پھیلا کے گرم استری سے دبائیں، بنتے وقت ایک دفعہ تاگہ ختم ہو جائے تو دوسری گیند کے تاگہ رفو کرنے کی سوئی میں سے نکال کے ختم ہونے والے سرے میں سے تقریباً تین انچ تک رفو کرتے ہوئے نکال لے جائیں اور سوئی نکال لیں اور باہر نکلے ہوئے تاگے کو پیچھے کو گھسیٹ لیں تاکہ دونوں تاگے ایک معلوم ہونے لگیں جھٹکا نہ دیں بنتے چلے جائیں جوڑ بے معلوم ہوں گے بلکہ اتنے مضبوط ہوں گے کہ وہاں پر کوئی تاگہ نپیٹ کے جگہ نکلی نظر نہ آئیگی

محمد ظفر

کملاپتی

بھوپال کی رانی کملاپتی بہت مشہور رانی گذری ہے۔ چنانچہ آجتک تمام ہند میں ایک کہاوت مشہور ہے جوکہ بھوپال کی تال اور رانی کملاپتی کی تعریف میں ہے،

یہ رانی سنہ۱۷۰۰ء میں بھوپال اور اس کے پاس کے علاقہ پر جو بھوپال کے نام سے موسوم ہے حکمراں تھی، اور یہ درگاوتی والی چیتوڑ کی بھانجی تھی، یہ نہایت خوبصورت اور حسین عورت تھی۔ موسیقی سے اسے خاص شوق تھا چنانچہ اسکی اکثر سہیلیاں مشہور مغنیہ تھیں، یہ اپنے شوہر کی وفات پر تخت پر بیٹھی اور چھ سال کی حکمرانی کے بعد خودکشی کرلی،

اس کی موت کی یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک مسلمان بادشاہ نے جو مالوہ کا حاکم تھا اس کے حسن کے چرچے سنے اور اسکو اپنی بیوی بنانے کا ارادہ کیا پہلے قاصد بھیجا اور یہ پیام دیا کہ آپ مجھ سے شادی کریں۔ مگر اس نے سختی سے انکار کردیا اور قاصدوں کو مار کر نکال دیا۔ جب بادشاہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو اسکو سخت غصہ آیا۔ اور لشکر عظیم کے ساتھ بھوپال پر حملہ آور ہوا۔ رانی بھی مقابلہ کے لئے نکلی مگر اس کی فوج کو شکست ہوئی، شکست کے بعد یہ اپنے محل آئی جو دو تالابوں کے درمیان میں واقع ہے۔ اور تالاب میں اپنی ستر سہیلیوں کے ساتھ غرق آب ہوگئی۔ اور آج سوائے اس محل کے جس کی تصویر درج رسالہ ہے کوئی اس کی یادگار باقی نہیں آج کل اس محل کی حالت خراب ہے۔ محل کے اوپر پختہ سڑک بن چکی ہے۔ لیکن تالاب کے ایک رخ کا حصہ موجود ہے۔ اور اس کا زیادہ حصہ پانی میں ڈوبا ہوا ہے۔ ایک بہت بڑا دروازہ پانی کے اندر موجود ہے۔ جو گرمیوں میں پانی خشک ہوجانے کی وجہ سے آدھے سے کچھ کم نظر آتا ہے

تقریباً پندرہ بیس برس کا عرصہ ہوا کہ دو کہاروں نے اس محل میں جانے کی ہمت کی اور وہ لوگ اسی دروازہ سے داخل ہوئے لیکن وہاں اس قدر اندھیرا تھا کہ ایک شخص تو ڈر کے مارے مرہی گیا، اور دوسرا شخص زندہ باہر نکل آیا اور اس کا بیان ہے کہ اکثر چیزیں وہاں ایسی رکھی ہیں جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ حصہ غنیم حملہ آور کی دست برد سے بچگیا اور اسی کہار کو ایک سونے کا کنگن بھی ملا تھا۔ جو پانی میں پڑے رہنے کی وجہ سے خراب ہوگیا۔ تعویذ میں سامنے کا رخ بھی ایک بڑا دروازہ ہے۔ لیکن اس دروازہ میں آج کل دوسرے تالاب سے جو اس محل کے دوسری جانب ہے۔ پانی بہتا ہوا آتا ہے۔ اور اس دروازہ کے کواڑ اس وقت تک بالکل اچھے ہیں، اس محل کے متعلق بھی دو روایتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ پہلے تالاب کا پانی یہاں

(باقی صفحہ ۱۷۶ پر)

لڑکیوں کا لباس

عصمت کے تازہ پرچہ میں ایک مضمون بعنوان "لڑکیوں سے بیجا سوالات" نظر سے گذرا، یہ مضمون بیشک مفید ہے. مگر اس کے ساتھ یہ بات بھی ضرور ہے کہ آج کل کی لڑکیوں کا لباس طرز معاشرت لہجہ گفتگو ایک شادی شدہ سے بھی بڑھ گیا ہے. یہی وجہ ہے کہ اکثر جگہ تعلیم یافتہ خواتین بھی یہی سوالات جو بہن صاحبہ نے تحریر کئے ہیں لڑکیوں سے کر بیٹھتی ہیں. وجہ صرف یہ ہے کہ لباس میں سنگار میں سوال کرنیوالی بہن کو لڑکی کی اور شادی شدہ کی تمیز نہیں رہتی- یہ سوال کہ آپ کے شوہر کہاں ملازم ہیں کس قدر تنخواہ پاتے ہیں، بیشک ایک شادی سے بھی نازیبا ہے . مگر لڑکیوں سے دوسرے سوالات کرنے میں پوچھنے والی بہن بے قصور ہیں

عام طور پر ساری صرف شادی شدہ لڑکیاں ہی استعمال نہیں کریں بلکہ سن رسیدہ خواتین بھی کرتی ہیں . دور گذشتہ میں لڑکیوں کو ساری پہننے کی سخت ممانعت تھی بلکہ نئی دلہنوں کو بھی. مگر اب جبکہ زمانے نے نئے دور میں قدم رکھا. اور ہندوستان کے گلی کوچوں میں نیوفیشن کی دھوم مچ گئی ہے اور عورتوں نے ترقی کے زینے پر قدم رکھا تو ساری ایک عام لباس ہو گیا اور آڑی مانگ تعلیم یافتہ اور مہذب ہونیکا ثبوت، لڑکیاں اول تو خود بدل وجان نیوفیشن کی عاشق ہیں دوسرے نیوفیشن پر عمل پیرا رہنے کی والدین کی خوشگوار نصیحت سونے پر سہاگہ ہوتی ہے، میرا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ نئے زمانہ کی اچھی باتوں کو بھی خیرباد کہکر پھر پرانی طرز استعمال کریں میرا مطلب یہ ہے کہ والدین خود لڑکیوں کے لئے اچھا انتظام کریں. دوسرے لڑکیوں کو خود ان باتوں کا خیال رکھنا چاہئے. شادی ہوجانے کے بعد ہر طرح کے ارمان نکل سکتے ہیں شکر خدا کہ ابھی تک وہ لڑکیاں جنہوں نے گھر پر تعلیم حاصل کی ہے اچھے برے کو سمجھتی ہیں مگر سکول کی تعلیم یافتہ لڑکیوں کی حالت ضرور قابل اصلاح ہے. وہ انگریزی کی طالب علم ہونیکے باعث بات ہی نہیں کرتیں اور اگر مجبوری کے درجہ کسی سے بات کرنیکا موقع آتا ہے تو اس طرح کہ سننے والا یہ چاہتا ہے کہ کس طرح گفتگو کا سلسلہ ختم ہو. مگر وہ نہایت بے باکی سے باتیں کرتی ہیں. اور پھر گفتگو کے سلسلہ میں اپنی نزاکت کا ثبوت دینے کا خیال آتا ہے تو عجیب سماں ہوجاتا ہے، مجھ کو یہ خیال بھی آتا ہے کہ ہر اسکول کی تعلیم یافتہ ایک سی نہیں ہوتی ہیں. اپنی اپنی طبیعت الگ الگ ہوتی ہے. مگر سب لباس کے ایک ہی رنگ میں رنگی ہوتی ہیں. جب نیوفیشن ایک جنون کی صورت میں دماغ میں سرایت کرجاتا ہے تو نماز روزہ بھی ایک پرانی چیز معلوم ہوتی ہے میرے حقیر خیال میں لڑکیوں کو نہایت ہی سادہ لباس استعمال کرنا چاہئے مانگ تو ایک معمولی سی بات ہے تعلیم کے معنی ہیں کہ انسان تعلیم حاصل کرکے برے بھلے کی تمیز کرسکے میری ناچیز رائے میں سب سے زیادہ بہتر لباس لڑکیوں کیلئے شلوار اور قمیص ہوسکتا ہے اسمیں ستر پوشی بھی اچھی ہوتی ہے اور خوش وضع بھی شریعت کے خلاف بھی نہیں ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ سادگی

شہر بنگلور

میں آج اپنی عصمتی بہنوں کے معلومات کی خاطر اپنے شہر بنگلور کے چند حالات حوالہ قلم کرتی ہوں۔ جنوبی ہند خصوصاً مدراس پریسیڈنسی اور حیدرآباد کے لوگ ہر سال موسم گرما بسر کرنے کے لئے بنگلور آتے رہتے ہیں۔

بنگلور سطح سمندر سے (۳۰۰۰) تین ہزار فٹ بلند ہے۔ اور اس کی آب وہوا قدرتی طور پر نہایت خوشگوار اور معتدل ہے یہ شہر تقریباً بیس مربع میل پر آباد ہے اور دو حصوں میں منقسم ہے۔ شہر اور چھاونی دونوں حصوں کی آبادی تقریباً ۲۳۰۰۰۰ کے ہے سٹی ریاست میسور کے ماتحت ہے جہاں ریاست کی بہت سی سرکاری عمارتیں ہیں اور کنٹونمنٹ گورنمنٹ انگلشیہ کے زیر تحت۔

بنگلور کی دلکشی کی سب سے بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اس کے آباد کرنے اور عمارتیں بنوانے میں گورنمنٹ کی طرف سے خاص خیال رکھا گیا ہے۔ اس شہر کی بہت سی عمارات قابل ذکر و لائق دید ہیں خصوصیت کے ساتھ وکٹوریہ ہسپتال۔ منٹو اپتھالمک ہسپتال (آنکھوں کا ہسپتال) زچگی کا ہسپتال، سنٹرل کالج، انجنیرنگ کالج، عجائب گھر، لال باغ، قلعہ وغیرہ۔

اصلی قلعہ جو سب سے پہلے بنایا گیا صرف مٹی کا تھا جو کیمپے گوڈا سے ۱۵۳۷ء میں بنایا گیا تھا، کیمپے گوڈا یلہنکا خاندان کا ایک رئیس بھا جو ماگڑی گوڈا کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس کے بعد مرہٹے حکمران جو عادل شاہی نواب بیجاپور کے ماتحت تھے۔ نیز ان کے بعد میسور کے موجودہ حکمران وڈیر خاندان کے حکمران اس مٹی کے قلعہ کی جب کا جب شہر کی حفاظت کے لئے مرمت کرتے رہتے تھے۔ جب ۱۷۹۲ء کی صلح میں یہ قلعہ ٹیپو سلطان کے قبضہ میں آیا تو انہوں نے اس مٹی کے قلعہ کو اکھڑوا دیا جسے اس کے وزیر پورنیا نے از سر نو ۱۷۹۹ء میں اسی قلعہ کی پرانی بنیادوں پر موجودہ صورت میں تعمیر کروا دیا۔ جب ۱۸۰۹ء برٹش فوج کی چھاونی سرنگا پٹن سے ہٹائی گئی تو اکثر افواج کو اسی بنگلور کے قلعہ میں جگہ دی گئی، جن میں بہت سے جنرل اور کمانڈنگ افسر اور یورپین لوگ رہا کرتے تھے۔ مگر ۱۸۳۶ء تک میگزین (اسلحہ خانہ) لال قلعہ میں نہ لایا گیا تھا ۱۸۸۱ء میں قلعہ کا انتظام منتظمان ریاست کے حوالہ کر دیا گیا۔

وکٹوریہ ہسپتال۔ یوں تو یہاں اور بھی کئی ہسپتال ہیں، مگر ان میں سب سے بڑا اور قابل ذکر وکٹوریہ ہسپتال ہے۔ یہ ہسپتال ملکہ آنجہانی وکٹوریہ کی یادگار میں بنائی گئی ہے۔ اس کا بنیادی پتھر ٹھیک ملکہ وکٹوریہ کی ڈائمنڈ جوبلی کے دن والدہ مہاراجہ صاحبہ کے ہاتھ سے رکھا گیا۔ اور اس کی رسم افتتاح

سنہ ۱۹۰۱ء میں لارڈ کرزن وائسرائے ہند نے ادا کی۔ اس کی تعمیر پر تقریباً آٹھ لاکھ روپیہ لاگت آئی۔ اسی سے ملحق ایک سب اسسٹنٹ سرجن اسکول کھولا گیا ہے۔ حال ہی میں میسور یونیورسٹی کے ماتحت ایک کالج بھی کھولا گیا تھا جو اس سال میسور تبدیل کر دیا گیا ہے۔

منٹوا پتھالمک ہوسپٹل یعنے (آنکھوں کا ہسپتال) جنوری سنہ ۱۹۱۳ء میں کھولا گیا ہے۔ جو سارے ہندوستان میں آنکھوں کے علاج کے لئے بہترین سمجھا جاتا ہے۔

سنٹرل کالج یہ سنہ ۱۸۵۸ء میں ہائی سکول کے مانند شروع کیا گیا۔ جولائی سنہ ۱۸۷۵ء میں کالج بنا دیا گیا جو سنہ ... میں ایک فسٹ گریڈ کالج کے مانند مدراس یونیورسٹی سے ملحق کر لیا گیا۔ مگر اب یہ کالج اپنی خاص میسور یونیورسٹی کا ہے۔ یہاں انگریزی و مادری زبانوں اور جدید زبانوں کے علاوہ علم ریاضی فزکس، کمیسٹری، باٹنی۔ زوالوجی اور جیالوجی کی تعلیم دیجاتی ہے۔ اس کالج میں تقریباً ۵۰۲ طلبا مختلف درجوں میں زیر تعلیم ہیں کالج کے احاطے میں لیبورٹری (تجربے خانہ) بھی طلبا کے لئے موجود ہیں۔ مختلف کھیلوں کرکٹ ٹینس فٹ بال ہاکی وغیرہ کے لئے میدان بھی ہیں۔ ہونہار نادار طلبا کے لئے پرائیوٹ اور گورنمنٹ اسکالرشپ بھی متعدد دئے جاتے ہیں،

انجنیرنگ کالج سنہ ۱۹۱۹ء میں کھولا گیا۔ اس میں بھی تقریباً ۱۵۰ طلبا زیر تعلیم ہیں۔ یہ کالج بھی میسور یونیورسٹی سے ملحق ہے

لال باغ یہ نہایت خوبصورت و نشاط بخش باغ ہے۔ قلعہ سے مشرق کی جانب ایک میل فاصلہ سے واقع ہے۔ سب سے پہلے اس کی بنا حیدر علی نواب میسور نے ڈالی جسے ٹیپو سلطان شہید نے وسعت دی اب بھی اس کا انتظام گورنمنٹ کے ہاتھ میں ہے۔ اس باغ میں اچھے اچھے نادر اور انمول خوبصورت درخت اور ممالک غیر کے پھلوں کے درخت مہیا کئے گئے ہیں۔ اس باغ میں ایک نہایت خوبصورت اور قیمتی آئینہ گھر ہے۔ جو پرنس البرٹ وکٹر کے نام پر بنایا گیا ہے یہ گھر پھلوں اور پھولوں کے نمائش کے کام میں لایا جاتا ہے،

ٹیپو سلطان کا محل یہ بھی قلعہ میں ہے جو موری تعمیرات کی طرز کے نمونے پر بنایا گیا ہے اور دریا دولت جو سرینگ پٹن میں ہے کے نمونے پر بنایا گیا ہے،

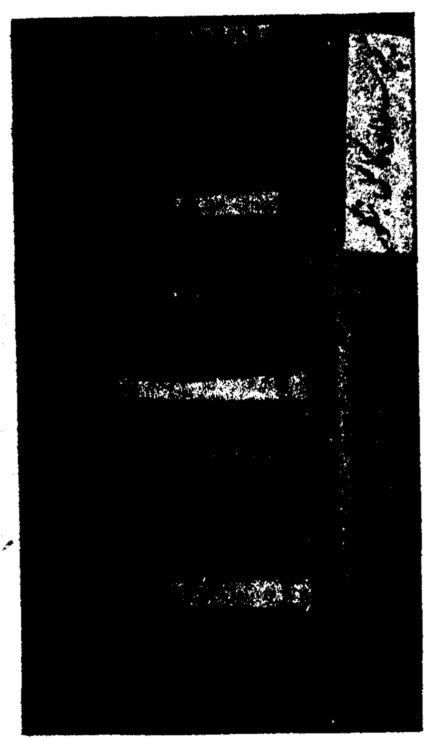
فاطمہ بیگم انور علی

(بقیہ صفحہ ۱۷۳) اس قدر قریب نہ تھا بلکہ دور تھا اور یہ محل بالکل خشکی میں تھا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ پانی یہاں پہلے بھی موجود تھا۔ مگر پانی کا ایسا انتظام کیا گیا تھا کہ محل کے اندر داخل نہو سکے، لیکن اس کے متعلق کوئی صحیح بات نہیں معلوم ہے۔ اور یہ تصویر صرف تالاب کے اوپر کا جو حصہ باقی رہ گیا ہے۔ اسکی ہے

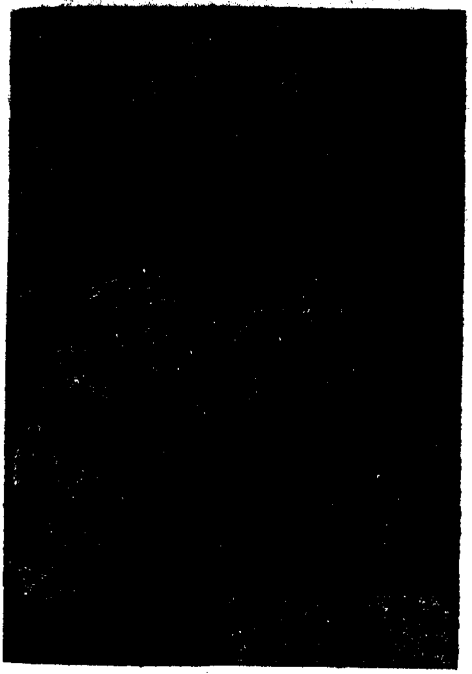
سید محمد احمد سبزواری بھوپال



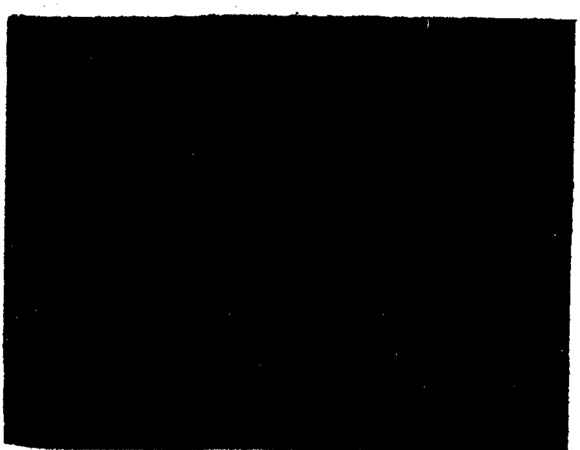


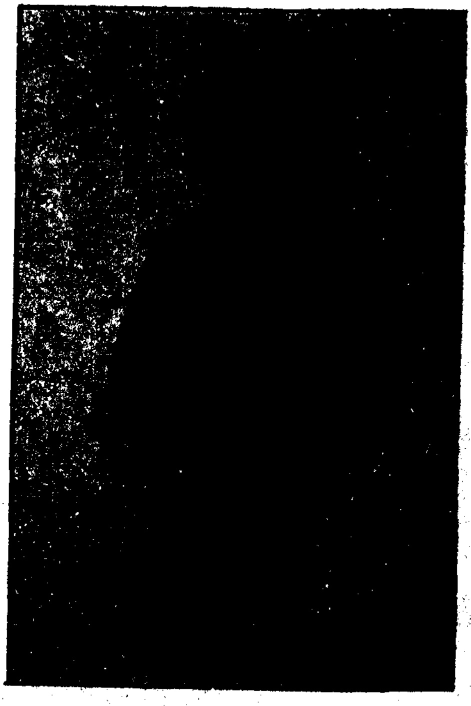












Murari Art Press Delhi.

سونے کا کمرہ

بیڈروم- یعنی سونے کا کمرہ موجودہ تمدن کے مطابق قرینے سے سجایا جائے- تو بہت اچھا لگتا ہے اگرچہ یہ کمرہ اپنا خاص الخاص ہوتا ہے- مگر اس کی خوشنمائی اور سجاوٹ بھی ویسی ہی ضروری ہے جو گول کمرہ اور کھانے کے کمرے کی ہے- گو سونے کے کمرہ سے باہر کے کسی آدمی کو کوئی مطلب نہیں ہوتا- مگر اُس کی نفاست اور صفائی گویا اپنے دل و دماغ کو دکھائی ہوتی ہے- اور جہاں تک ہو سکے اس بات کا تو کبھی خیال نہیں کرنا چاہیئے- کہ جس جگہ پر غیر کی نگاہ پڑے وہ تو صاف ستھری ہو- اور باقی ویسی گندی- اس سے بذات خود بڑی تکلیف ہوتی ہے- اور بعض اوقات اپنے کسی عزیز کے اچانک آ جانے پر بہت خفت اُٹھانی پڑتی ہے- لہذا اسکی صفائی کا بھی بہت خیال رکھا جائے-

عام طور پر بیڈ روم، ڈرائنگ روم، ڈائنگ روم کے پیچھے ہوتا ہے اور اسکے ہر دو جانب ڈرائنگ روم اور باتھ روم وغیرہ- پلنگ کے کمرے کو ہمیشہ مکان کے پچھلے حصہ میں یا ایک ایسی جگہ مقرر کرنا چاہیئے- جہاں سے آمد و رفت نہ ہو- کیونکہ یہ ایک پرائیویٹ کمرہ ہوتا ہے- لہذا اسکے واسطے علحدہ جگہ ہی مناسب ہے-

بیڈروم میں اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ وہ دوسرے کمروں کی طرح ہوادار صاف ستھرا ہو، اور اس میں مندرجہ ذیل چیزیں ہونی چاہیئں- چٹائی- دری- پردے- اگر ہو سکے- تو (۲) ٹکڑے قالین، ایک آدھ تپائی- آرام چوکی- اور ایک بڑی الماری-

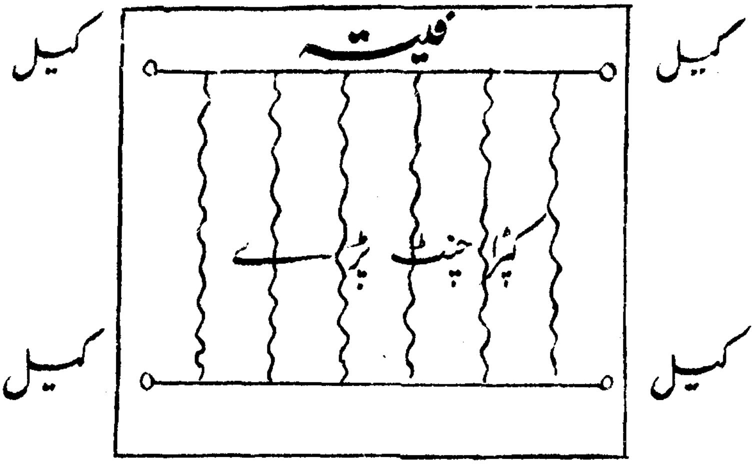
سونے کے کمرہ کا رنگ اگر سبز رکھا جائے- تو اچھا ہوگا- کیونکہ گرمیوں کے دنوں میں یہ رنگ بہت سکون دہ ہوتا ہے سفید بھی اچھا رہیگا اگرچہ اس سے پیشتر میں کھانے کمرے کا رنگ لکھ چکی ہوں- مگر بیڈ روم کا انتخاب بہنوں کی اپنی مرضی پر منحصر ہے- بعض شوقین طبع لوگ سونے کمرے کا رنگ سرخ رکھتے ہیں- اگرچہ یہ بھڑکیلا رنگ لگتا تو اچھا ہے مگر گرمیوں میں تکلیف ہوتی ہے- لہذا اس بات کو مدنظر رکھ لیا جائے-

اب دری چٹائی بچھا کر کمرے کے عین درمیان پلنگ لگانے چاہیئں- اسکے دونوں طرف قالین کے ٹکڑے- قالین کے ٹکڑے بہت بڑے نہیں ہوتے- اور پلنگوں کے دونوں جانب نیچے ہوئے بہت خوبصورت معلوم دیتے ہیں-

دروازوں کے آگے پردے- اگر کھڑکیاں ہیں- تو پردے کے ساتھ کا کپڑا لیکر اس میں لگا دیا جائے- کھڑکی کے اوپر سے تھوڑی جگہ چھوڑ کر کپڑا لگایا جائے- تو زیادہ خوبصورت لگتا ہے- جتنی کھڑکی چوڑی ہو اس سے دُگنا کپڑا لیا جائے دونوں طرف لیفہ (یعنی نیفہ) بنا کر اور فیتا ڈالکر باندھ دیا جائے- چنٹ پڑے ہوئے بہت اچھے لگتے ہیں

تصویر ملاحظہ ہو۔

کھڑکی



تپائی سر کی طرف پلنگوں کے پاس رکھ دی جائے اس پر ٹیبل کلاتھ ڈیلی رکھ کر ایک گھڑی ایک چھوٹا شیشے کا گلاس پانی کا تھرمس رکھ دینے چاہئے تاکہ ضرورت کے وقت آسانی ہو اور پھر دیکھنے میں بھی یہ ضرورت کی چیزیں اچھی معلوم دیتی ہیں۔ اور اس سے آدمی کے مذاق کا پتہ لگتا ہے۔ چیزیں تھوڑی ہوں مگر قرینے سے رکھی ہوں۔ اور صاف ستھری آراستہ ہوں جیسے اپنے ہاتھ کے بنے ہوئے کشن وغیرہ ایک کونے میں رکھ دیے جائے تاکہ اگر کوئی دوسرا آدمی آئے تو اسکو بٹھانے میں آسانی ہو۔ پلنگ کے پاس رکھی ہوئی اچھی معلوم ہوں۔ الماری اگر ایک ہے اور پلنگ کمرے کے دو دروازے ہیں تو درمیان کی دیوار کے ساتھ لگا دیتی چاہئے ورنہ جہاں اور موزوں لگے۔ اس الماری میں بڈشیٹ (یعنی پلنگ کی چادر) تکیے کے غلاف تولیہ وغیرہ رکھے رہتے ہیں۔ اور الماری اس کمرے میں ہوتی ہے۔ کیونکہ ایسا سامان رکھنے کے لئے یہ کمرہ مناسب ہے۔ اگر بڈروم کے ساتھ ڈرائنگ روم نہ ہو تو سنگھار میز قد آدم شیشہ اس کمرے میں رکھ لئے جاتے ہیں مگر ایسا کرنا ہو تو۔ ان چیزوں کو بھی مناسب قرینے سے لگانا چاہئے تاکہ چیزیں بھی رکھی جائیں اور کمرے میں گڑبڑ بھی نہ ہو پلنگ کے پاس ایک لیمپ بھی رکھ دینا چاہئے تاکہ سونے سے پیشتر پڑھنا چاہتے ہیں۔ تو پڑھ سکیں۔ اگر کمرے میں مینٹل پیس ہے۔ تو اس کو بھی خوب سجا دیا جائے اور اس کے دونوں طرف چاندی کے چھوٹے پھولدان رکھے ہوئے بہت اچھے معلوم دیتے ہیں۔ چند ایک تصویر وغیرہ۔ باقی تصاویر بڈ روم میں عام طور پر خوبصورت عورتوں کی لگائی جاتی ہیں۔ یا ان عزیز رشتے داروں کی۔ جن کو پردہ ہو۔ ایک بات اور یاد رکھنی چاہئے۔ اگر آپ کا کمرہ ملاقاتی اور کھانے کمرے سے ملحق ہے۔ تو اس کے دروازے کے آگے یعنی بڈروم میں ایک سکیرین رکھ دیا جائے۔ جس پر خوبصورت سین سینریاں بنی ہوئی ہوں۔ اس سے اندر کی کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی اور خوبصورت بھی معلوم دیتا ہے۔

غرضیکہ اپنے آرام کرنیوالے کمرہ کو جہاں تک ہو سکے بہت آرام اور اطمینان دہ بنانا چاہئے۔ انشاءاللہ اگلی اشاعت میں ڈرائنگ روم کے متعلق لکھوں گی

مسز عبدالغنی (علیگڈھ)

ہنوز دلّی نزدیک است

ب سے دور بھابی جان کی بچی گذشتہ نومبر میں بیمار ہوئی اور ایک ضروری بات آپ کو بتانی رہ گئی۔

بہت سے ناظرین (یا ناظرات) نے تو اس سُرخی کو "دلی دور است" ہی پڑھا ہوگا۔ اور جنہوں نے "نزدیک" پڑھا ہوگا۔ وہ کہتے (یا کہتی) ہونگے (یا ہونگی) کہ این چہ بوالعجبی ست۔ مگر آپ جب سارا مضمون ختم کرلیں۔ اسوقت کوئی رائے قائم کریں۔

بچی بیمار ہوئی تو بھابی جان دلی علاج کو آگئیں۔ ان دنوں اتفاق سے میں بھی ایک سلسلے میں دلی رہتا تھا۔

دلی میں بڑے بڑے حکیم ہیں۔ بڑے بڑے وید ہیں۔ اور بڑے بڑے ڈاکٹر ہیں (اس لئے کہ وہاں بڑے لاٹ صاحب قیام فرماتے ہیں)

ایک دن بھابی جان نے کہا "تو پھر اب ہم کو فرید آباد کب پہنچاوگے؟"

"جب آپ کا دل چاہے" میں نے ایک ہونہار ڈرائیور کی طرح جواب دیا۔

"تو پھر کل چلو۔ ممانی اماں بھی یاد آرہی ہیں اور آپا بھی"

کل کے لئے بھابی جان نے آج ہی سے تیاری شروع کی۔ ایک پٹیا میں نہانے رکھے۔ ایک میں پوتڑے ایک میں رلائیاں اور کپڑے اور چوتھی میں خدا جانے کیا الا بلا دو تین مہینے کے خرچ کو کتھا چھالیا بوا رحیمن سے منگوالیا کچھ ترکاری۔ مثلاً . . . . وغیرہ وغیرہ

شام کو جب میں آیا تو مکان کا ایک تہائی حصہ بندھے ہوئے سامان سے پُر پایا (ایمان کی بات یہ ہے کہ مکان بھی مختصر تھا۔ دو کمرے، ایک برآمدہ، ایک کوٹھری اور ایک صحن اور باورچی خانہ وغیرہ تھا)

"تو بھائی میں تیار ہوگئی ہوں۔ اللہ خیر سے رات کاٹ دے، کل صبح ہی چل دینا تاکہ گرم وقت گھر پہنچ جائیں۔ لڑکی کو ماشاءاللہ افاقہ ہے کہیں راستے کی سردی مرض نہ بڑھادے"

بھابی جان نے ہدایات کا طولانی سلسلہ شروع کردیا۔ رات جیسے تیسے کٹ گئی۔ آٹھ بجے بھابی جان نے تقاضا کیا کہ چلو۔

میں نے اطمینان دلاتے ہوئے کہا" ارے صاحب سولہ میل کا کیا راستہ اور کیا سفر جو آپ اسقدر پریشان ہیں۔ ہر آٹھویں دن میں یہاں سے جاتا ہوں۔ ایک تانگہ دس بجے کرلیں گے، ساڑھے بارہ بجے سے پہلے پہلے آپ فرید آباد میں ہونگی"

بوا رحیمن کلّے میں بڑا سا پان دباتے ہوئے ارشاد فرمانے لگیں کہ "اے میاں یہ تو سچ ہے مگر تانگہ سویرے ہی کروالو جنے دس بجے ملے یا نہیں"

میں۔ یہ دلی شہر ہے۔ ہر وقت تانگہ ملتا ہے"

بھابی جان۔" فرض کرو دس بجے تانگہ نہ ملا؟"

بوا رحیمن۔ فرض کرو بارہ بجے تک تانگہ نہ ملا۔

بھابی جان (جلدی سے کہ نہ جواب دے سکوں) پھر میں ایسی سردی میں اس ننھے سے پھوسڑے کو جنگل بیابان میں کیسے لیجاؤں گی؟"

بوا رحیمن (پان جلدی سے ڈاڑھ میں سنبھال کر رکھتے ہوئے) تو ج بچی کو لیکر بارہ بجے کے بعد سفر کرو"

بھابی جان - میں کوئی دیوانی ہوں - یہ ٹھہرے مرد ان کا کیا ہے یہ تو گرد اتے جاڑوں میں سفر کرنے کے عادی"

بوا رحیمن (پیک حلق میں اُتارتے ہوئے) میری بچی ننھی جان ایک ہوا کے جھکڑ سے اکڑ کر تختہ بن جائیگی جو ملے میں جائے یہ سفر۔ لو بی گیا گویا مرض پھر سے لگ جائے۔ اللہ نہ کرے"

بھابی جان - پھر ممانی اماں کی باتیں کون سُنیگا؟ ایک لاکھ فضیحتے تو گھر میں قدم رکھتے ہی کر دیں گی۔ اور نہ جانے کبتک میری ناک لیں۔ ان کا کہنا بھی بوا سچ ہے۔ کسی نے کہا ہے۔ اولاد سے زیادہ پیارے پوتا پوتی۔

بوا رحیمن" اور بیوی میری اس بچی پر تو وہ جان چھڑکتی ہیں۔ فدا ہیں فدا"

بھابی جان" تم گواہ ہو۔ کبھی اپنی اولاد کو انہوں نے ساتھ نہیں سُلایا۔ مگر اس کو ....."

بوا رحیمن" (بات کاٹ کر، فقرہ خود پورا کرتے ہوئے) ہاں ہاں بیوی سچ ہے۔ اس کو رات بھر اپنے سے جدا نہیں ہونے دیتیں"

اس عرصہ میں میں ان دونوں کا منہ تکتا رہا

تعلیم کے زمانہ تک میرا خیال تھا کہ مرد عورت پر حاوی ہے۔ حاوی رہ سکتا ہے۔ حاوی رہنا چاہیئے۔ مگر اب میرا یہ خیال اس طرح بدل گیا ہے :۔ "عورت مرد پر حاوی ہے۔ حاوی رہتی ہے۔ حاوی رہیگی۔

چنانچہ ان دونوں کے اس مختصر مکالمے نے مجھے بے بس کر دیا۔ نصیر کو آواز دی کہ" فرید آباد کے لئے ایک اچھا سا تانگہ لے آ" ساڑھے آٹھ بجے تانگہ آگیا۔ بھابی جان نے میرے اور نصیر غریب دونوں کے فضیحتے کئے کہ اتنے سویرے تانگہ کیوں آیا؟ سردی میں صبح ہی صبح سفر کون کریگا؟ ...... اور یہ کہ پھوسڑا پھر سے بیمار ہو جائیگا اور جانے کیا۔ "تانگہ والے کو مٹھائی کھانے کے لئے ایک چونی دیکر ٹالا۔ ٹھیک دس بجے دوسرا تانگہ آگیا۔

ٹھیک ساڑھے دس بجے ہم سب اس تانگہ میں لد پھد کر روانہ ہوئے۔ قصہ یہاں سے شروع سمجھنا چاہیئے۔

پیچھے کی طرف بوا رحیمن اور تکیہ لگاکر بھابی جان بیٹھیں۔ آگے ان کی لاتعداد پوٹلیاں اور بندۂ احقر۔ برابر میں تانگہ والا کم عمر بے وقوف اور ضرورت سے زیادہ لفاظ۔

ابھی ہم صدر بازار ہی میں تھے کہ میں نے دیکھا کہ تانگہ والا گھوڑے کو قدم قدم پر منتر مار رہا ہے۔ یہ بسم اللہ بہت خوفناک تھی۔ اس لئے کہ میں نے بہت سے فرید آباد کے چکروں میں اب تک ایک بھی گھوڑا ایسا نہیں دیکھا تھا جس کو شہر ہی میں مارنے پیٹنے کی ضرورت پیش آئی ہو۔ چنانچہ اپنا اطمینان کرنے کو میں نے پوچھا" کہو دوست کبھی پہلے لمبی منزل پر گئے ہو؟ یا ہم کو بعد میں پریشان کرو۔ دیکھو میاں ابھی موقعہ ہے۔ دوسرا تانگہ ہم لے سکتے ہیں معلوم بھی ہے فرید آباد یہاں سے کتنی دور ہے؟"

"تانگہ والا" میاں صاحب آپ تو مزے میں بیٹھے

ہے۔ فرید آباد چاہے کتنے کوس ہو پر تم کو منزل پر یہ گھوڑا پہونچا دیگا "

میں " ایسے مرمر کر پہنچایا تو کس کام کا "

تانگہ والا " (مسکرا کر کچھ معنوں میں) دیکھو صاحب چاہے گھٹنے توڑ کر پہنچائے پر پہنچا دے گا "

میں نے اپنا کان کھجایا۔ اور بلا ضرورت کھانسا بھی۔ تانگہ والے کی گفت گو معنی خیز تھی۔ اچھے گھوڑوں کے متعلق بھی یہ لوگ ایسے ہی فقرے کہا کرتے ہیں اور بُروں کے متعلق بھی۔

میں۔ گھوڑے کو دانہ وغیرہ تو کھلا دیا ہے؟ یا نہیں؟"

وہ " ابھی تھان سے آرہا تھا کہ اس لڈے نے اور بلا لیا۔ اجی میاں صاحب گھوڑا تو یہ ایک نمبر ہے مگر اس کی عادت ہے کہ شہر میں دہرے چلتا ہے (اس وجہ سے کہ کوئی بچہ وچہ نہ آجائے (پیار سے گھوڑے کو تھپکتے ہوئے) چلا چل بیٹے واہ کیا بات ہے تیری"

اب ہم پہاڑ گنج کے قریب تھے۔

میں " تیرا نام کیا ہے بھائی؟ کبھی اس طرف گیا ہے پہلے؟"

وہ۔ اجی میاں اور نہیں گیا تو کیا ہوا، قطب صاب کے ایک ایک سانس میں چار چار (اسدیا نے چکر لگائے ہیں۔ تم سمجھ رہے ہو کہ میرا جانور ایسا ویسا ہے!"

میں نے قطب صاحب (قطب مینار) کے فاصلے کو چار میں ضرب دی تو حاصل ضرب ۴۴ میل نکلی۔

دل کو اطمینان ہوا کہ اگر چار مبالغہ ہے تو تین تو صحیح ہوگا اسلئے یہ سفر بھی کٹ جائیگا۔

گھوڑا اور بھی سست چلنے لگا۔

میں " کہو میاں جبراتی اب تو شہر بھی ختم ہوگیا اور جانور تمہارا چیں بول رہا ہے"

وہ " میرا نام بدھو ہے صاحب۔ اور میاں چیں ویں کی بات یہ ہے کہ (نا دن کوئی بیس ہنٹر مارنے کے بعد) ہاں بیٹے دکھا دے دلکی۔ کہہ رہے ہیں کہ چیں بول رہا ہے (گھوڑا ذرا تیز ہوگیا) واہ وا۔ ہاں۔ ہوں۔ اور تیز" گھوڑا بھی زور لگا رہا تھا اور بدھو بھی۔ مگر تانگہ اوسط چال پر تھا۔

وایسرائے کے دفتر کے قریب جب ہمارا سبک رفتار گھوڑا پہنچا تو میں نے دریافت کیا۔

" کہو میاں بدھو تم کو راستہ معلوم ہے؟ میں تو کبھی اسطرف گیا نہیں۔ کسی نئے راستے سے تم جا رہے ہو"

وہ " اجی صاحب وہ فرید آباد گوڑگانوہ کے پاس ہے نا؟"

میں " خدا تجھے نیکی دے گوڑگانوہ مغرب میں ہے اور فرید آباد جنوب میں۔ چوبیس میل کے فاصلے پر

" فرید آباد تو متھرا لائن پر ہے"

" تانگہ والا (حیران ہوکر) اور متھرا کس لین پر ہے؟"

میں " آگرہ کی طرف"

وہ " اور آگرہ؟"

اب تو میں بھی سٹ پٹایا۔ مگر جواب دیا " بمبئی لائن پر اور جو تو نے بمبئی کے متعلق پوچھا تو بدھو یاد رکھ ابھی زمین پر

دے پٹخوں گا۔ احمق کہیں کا۔ اور ہم سے پوچھتا بھی نہیں ہے خود چلا جا رہا ہے۔ چل مڑ گھوڑے کو نظام الدین کی طرف ورنہ میں تیرا کان موڑتا ہوں"

وہ "اچھا؟ نجام دین کی طرف ہے آپ کا فرید آباد۔ (موڑتے ہوئے) ابھی لیجئے۔ (گھوڑے پر ہنٹر لگاتے ہوئے) چل چل بیٹا نجام دین کی طرف۔"

گھوڑے نے اپنا رُخ بدلنا غیر مناسب سمجھا۔ چنانچہ نہ مڑا۔ اس گستاخی پر بدھو نے کوئی تیس چالیس ہنٹر خوب کس کس کر مارے۔ جانور نے مڑتے ہوئے اور تکلیف کو محسوس کرتے ہوئے اچھل کر ایک دولتی جو ماری تو سارا تانگہ ہل گیا۔ نہ صرف تانگہ ہلا بلکہ "وری اللہ" "اللہ خیر" کے دو زبردست نعروں سے سارا جنگل ہل گیا۔ یہ نعرے بھابی جان اور بوا رحیمن کے تھے۔ اب گھوڑا مڑ گیا تھا اور ٹھیک جا رہا تھا مگر بوا رحیمن نے بوکھلا کر کہا۔ "میاں میں تو اُترتی ہوں۔ یہ گھوڑا تو زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

میں "اب مطلع صاف ہے۔ آرام سے بیٹھی رہو اور کھاتی رہو پان چھالیہ"

بوا "خدا بچائے کون اس مصیبت میں سفر کرے۔ ایک تو نگوڑی ماری ٹوٹی ہوئی سڑک کہ ہچکولوں سے پسلیاں ٹوٹ کر رہ گئیں اوپر سے اس جانور کی دولتی نہ میاں نہ۔"

بھابی جان (بوا کو سمجھاتے ہوئے) اے بوا یہ کمبخت تانگہ والا ہی منحوس ہے۔ خیر نہ اترو جلد جا رہا ہے۔ خیر تو ممانی اماں نے اس سے کہا کہ نہ چونڈا تیرا کترواؤں تو بھانجی نہیں .... بھابی جان نے اپنا قصہ کہنا شروع کیا۔

"تانگہ والا گھوڑے کو مارتا جاتا تھا اور گاتا جاتا تھا۔

"بولیں اماں محمد علی کی۔ جان بیٹا خلافت پہ دیدو"
ساتھ تیرے ہے شوکت علی بھی۔ جان بیٹا خلافت پہ دیدو"

یہ لڑکا خاصا گا رہا تھا۔ نہ وہ کسی کلکتہ والی کا ہم پلہ تھا نہ حیدر آباد کے واعظ کا۔ مگر ہمارے قصبے کے جوہے بھانڈ سے کم از کم اچھا گاتا تھا۔ ارے صاحب! اس کی آواز ایسی تھی کہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس کو گانا آ سکتا ہے۔ جوہے بھانڈ کی صورت اور آواز دونوں دلیل ہیں اسکے بھونڈے پن کی۔

بوا رحیمن کہہ رہی تھیں "تو بیوی تمہاری ساس کسی کی مانیں بھی۔ کتنا کتنا منع کیا کہ بختاور کو روٹی بچانے پر مت رکھو۔ وہ چڑیل چوٹی ہے۔ نہ مانیں پر نہ مانیں۔ کوئی تیسرے ہی دن اس کی چوری پکڑی گئی۔ قطامہ کہیں کی نیفے میں دو روٹیاں چرا کر لے جا رہی تھی۔ ....."

میں گھبرا گھبرا کر پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔ جامع مسجد کے سفید شاندار برج صاف نظر آ رہے تھے۔ ایک گھنٹہ کا سفر اور نتیجہ صفر۔ ابھی ہم دلّی ہی میں تھے۔

میں "دیکھو بدھو۔ ضد نہ کرو۔ ہم دوسرا تانگہ یہاں لے لیتے ہیں آدھا کرایہ تم کو دے دیں گے"

بدھو "میاں، وہم کا علاج تو لقمان کے پاس بھی نہیں۔ میرا جانور اللہ یا نے میٹھا ہے۔ اسی چال سے چاہے تم اسے پشاور لے جاؤ۔ منہ سے نہیں کہے گا کہ میں تھک گیا۔ چلا چلیگا۔ ابھی ہم نے ڈالا اس پر تت

رہے۔ وہ نوکر لوگ ہوتے ہیں جو جانور کو مار مار کر بھگاتے ہیں۔ یہ سب فضیحتے کی بات ہے۔ بوڑھے ہے کہتے ہیں نہ دوڑ چل نہ گر پڑ"

میں ارے احمق ابتک ہم دلی ہی میں ہیں سارا سفر باقی ہے۔ پھر تجھے واپس بھی آنا ہے۔ کہاں رات کو ٹکریں کھائیگا۔"

بدھو" حضور تم کو میری کیا فکر۔ جب یہ واپس لوٹیگا تو قرآن کی قسم ڈانگ گاڑی کی چال آئیگا۔ میاں وہاں سے ایک آدھ سواری دلوا دو گے؟"

اب ہم پرانے قلعے کے نیچے سے گزر رہے تھے اس سناٹے میں وہ شکستہ اور سیاہ دیواریں خاصی خوفناک نظر آرہی تھیں۔ اس سڑک پر موٹریں سن سے نکل جاتی تھیں۔ باقی نہ وہاں کوئی پیدل چل رہا تھا نہ سائیکل

بھابی جان اس واقعہ سے بے خبر اپنا قصہ پوری مستعدی سے سنا رہی تھیں۔ کہنے کو یہ مثل ہے کہ بڑی نند بھی سنت اور چھوٹی نند ڈنگا ڈنگ مگر اف وہ لڑکی۔ زبیر کے بیاہ کے دن کیسی زبان چلائی۔ کیسی منہ زوری دکھائی کہ بوا میں تو اپنا سا منہ لیکر رہ گئی۔ اپنی عزت اپنے ہاتھ" تانگے والا بیوقوف اسی خیال سے مست ہوکر کہ نظام الدین اور فرید آباد پاس پاس ہی لہرا رہا تھا۔

حلوا ہو تر بتر، کھاؤں میں پیٹ بھر۔ کنڈی کو کر کے بند، سو جاؤں اپنے گھر۔ تک تک بٹیا تک تک۔

ابتک پرانا قلعہ ہی چل رہا تھا۔

کھنڈرات کا غیر مسلسل سلسلہ۔

خدا خدا کرکے نظام الدین آیا، اور ہم ہمایوں کے مقبرے کو بازو کی طرف سے دیکھتے ہوئے بڑھے۔ یہاں ایک نیا واقعہ ہوا۔ وہ یہ تھا۔

بھابی جان۔ "ذرا گھوڑا رکوانا۔ ننھی نے پیشاب کیا ہے نہالچہ بدلوں گی"

میں۔ "اب چلی چلئے۔ منزل کھوٹی ہوتی ہے"۔

بوا رحیمن۔ "اے میاں جانو نہ بوجھو کہدینے سے کام۔ اس سردی میں اس ننھی جان کو گیلا رکھوا کر کیا بخار چڑھواؤ گے۔ ایک ملٹ میں کون سی منزل کھوٹی ہوتی ہے کھوٹی ہو نہ بات (تانگے والے سے۔ ذرا دبنگ میں) روک رے اپنا مریل ٹٹو۔ سنتا ہی نہیں بچارا آیا کہیں کا وہ" گھوڑے کو روکنے میں کیا دیر لگتی۔ مگر نہالچہ بدلنے میں دیر لگی۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ نہالچہ تھا بقچی میں، بقچی تھی پٹلیا میں اور پٹلیا ٹھوسس تھی ایک بستر میں بند بستر تھا تانگہ میں اور اس پر سوار تھے میاں بدھو۔

غرض سارے تانگہ میں کھلبلی پڑ گئی۔

اب جو گھوڑے کو چلاتے ہیں تو وہ چلتا نہیں۔ ہنٹر مارتے ہیں تو وہ لاتیں مارتا ہے۔ تو بوا رحیمن آسمان کے کنگورے ہلاتی ہیں۔ اور صاحب سچی بات ہے جب عرش کے کنگورے ہلیں گے تو اللہ میاں بھی ضرور جزبز ہوں گے اللہ میاں کا جزبز ہونا معمولی بات نہیں سارے فرشتوں میں کہرام مچ جاتا ہوگا۔ مگر بدھو بھی اللہ میاں کا بڑا نیک بندہ تھا۔ وہ کس طرح یہ سب گوارا کرتا۔ اس نے اتر کر گھوڑے کی آنکھیں اپنے انگوچھے سے (ایک کپڑے کا ٹکڑا) باندھیں پھر بھگا کر دو تین درجن ہنٹر مارے۔ پھر دو تین چکر کھلائے اور اس طرح گھوڑے کو بیوقوف بنا کر فرید آباد کی طرف

لیکر چلا۔

گھوڑا تو چل دیا مگر ایک تو بھابی جان کو چکر آنے لگے۔ دوسرے بوا رحیمن کا دل ہل چکا تھا وہ ابتک اپنی اصلی حالت پر نہیں آیا تھا۔ چنانچہ اب یہ عورتیں اس طرح باتوں میں راستہ کاٹ رہی تھیں۔

بھابی جان۔" صدقہ کیا تھا یہ تانگہ"

بوا رحیمن۔" قربان کردوں اس خاک میں ملے گھوڑے والے کو۔ ایسا مارا ایسا مارا اس بے زبان کو کہ وہ تل ملا کر رہ گیا۔ ہائے میرا کلیجہ ـــ نکلا ـ نکلا"

بھابی جان" جی متلا رہا ہے میرا - اُوہ ـــ رابکائی، اُووے۔ ارے کوئی الائچی دینا۔ میری بچی کو سنبھال۔ پھسلی پھسلی۔ اُوئی قے آئے گی"

اب یہ خاکی پُتلا بھابی جان کے بٹوے میں سے الائچی بھی نکال رہا تھا۔ ان کے پھوسڑے کو سنبھال بھی رہا تھا۔ بوا رحیمن کے کلیجہ کو نکلنے سے منع بھی کر رہا تھا اور ایک ہاتھ سے بھابی جان کا منہ بھی بند کر رکھا تھا کہ قے نہ کر دیں۔

یہ سب کچھ تھا ـــ مگر ہائے قسمت کہ دلّی ابتک نظر آرہی تھی، لال قلعہ کے کھمبے، جامع مسجد کے برج، وائسرائے کا دفتر، بھوجلا پہاڑی کے مکانات یہ سب صاف نظر آرہے تھے۔ ہمایوں کا مقبرہ تو گویا سر پر کھڑا تھا۔

قصہ مختصر اسی ہٹاؤ فضیحتی میں آدھی منزل کٹ گئی گھوڑا پسینوں سے شرابور، بدھو کے ہاتھ دکھنے لگے تھے (مارتے مارتے)، مجھے نیند آتے گی - اور عورتیں ایک دوسری کی غیبت میں مصروف ہوگئیں۔ خدا معلوم کس کا ذکر تھا

" وہ لڑکیاں ہیں؟ ـــ لونڈے ہیں لونڈے۔ اے بوا میری سینا ان کو نہیں آتا، پرونا ان کو نہیں معلوم چولہے کی شکل اماں لاڈ کے مارے ہنسی دکھاتیں، پڑھنے لکھنے کا شوق لڑکیوں کو ہے نہیں۔ بس اُدھر بھیرے ہیں کہ اس گھر سے اُس گھر میں۔ اُس گھر سے اس گھر میں کودتے پھرتے ہیں۔ جب خصموں کے ہاں جائیں گی اسوقت قدر عافیت معلوم ہوگی"

چلتے چلتے گھوڑا رُکا۔ بدھو نے پہلے تو حسب عادت نصف درجن ہنٹر لگا دئے مگر جب گھوڑا ہلا بھی نہیں تو اُترا۔ سرسری معائنہ کے بعد فرماتے ہیں۔" بڑا کام خراب ہوا یہ تو۔ (ایک گالی دیکر) وہ راس ٹوٹ گئی۔"

میں۔" ٹوٹنے دے۔ چلا تو سہی۔ یہ ہم آخر کس کام کے ہیں۔"

بدھو نے تجربتہً بغیر جوت کے جو گھوڑا ہانکا تو ساری کاٹھی اور زین تانگہ کی کمر سے ہٹ کر گھوڑے کے پیچھے کی طرف کھسک آئی۔

میں چیخا" ابے روک۔ یہ کیا آفت ہے۔ یہ کاٹھی میری طرف کیوں آرہی ہے"

بدھو میاں بھی مسکرا کر کہنے لگے" ہم تو پہلے ہی کہتے تھے کہ بغیر جوت کے کام نہیں چلیگا۔ تم ہی نہ مانے"

میں۔ ارے تو کیا ہم نے یا ہمارے بڑوں نے کبھی تانگے چلائے تھے"

بدھو۔" تو پھر ایسے ہی کہنے لگے کہ چلا ہوں سے؟"

میں۔" تو تو سمجھا کہ ہم نے کبھی بموں سے تانگے چلائے ہیں۔ ارے جا بھی بے وقوف۔

بدھو نے تمام تانگہ خالی کروایا۔ اٹلیاں پٹلیاں، ناشتہ دان، بستر، ٹرنک ترکاری کی ٹوکریاں اور الم غلم سب اتار کر نیچے سے ایک رسی نکالی اس کو باندھ بوندھ کر کام چلایا۔

دو بج چکے تھے کہ فرید آباد کی حدود نظر آئیں۔ بظاہر سب راستہ پندرہ بیس منٹ کا تھا، مگر پون گھنٹے بعد ہم شہر کے دروازے میں گھسے۔ لیکن کس شان سے؟ دو میل جب فرید آباد رہ گیا تھا تو اسوقت گھوڑا بالکل صاف آگے بڑھنے سے انکار کرچکا تھا۔ لیکن بدھو کے پاس سب ہنٹر کی جگہ جوت کا چوڑا سا چمڑا آگیا تھا۔ وہ جو مارا ہے کس کس کر تو میاں گھوڑے کے بال اُکھڑ گئے اور انہوں نے خیریت اسی میں دیکھی کہ ٹھیک ٹھیک چلیں۔

شہر میں گھستے وقت گھوڑا پھر رُکا۔ شرم سے مجھے پسینے چھوٹ گئے کہ اب یہ گھوڑا سب کے سامنے ذلیل کریگا۔ بدھو کو فوراً اُتروایا اور اس سے کہا کہ تو اس گھوڑے کی لگام پکڑ کر گھسیٹتا چل۔ چنانچہ بدھو نے اتر کر گھسیٹا۔ اب جاننے والے اہل شہر پوچھتے ہیں کہ "میر صاحب خیریت ہے؟"

"کہاں سے آنا ہوا ہے؟"

"کیا دور کی منزل طے کی ہے؟"

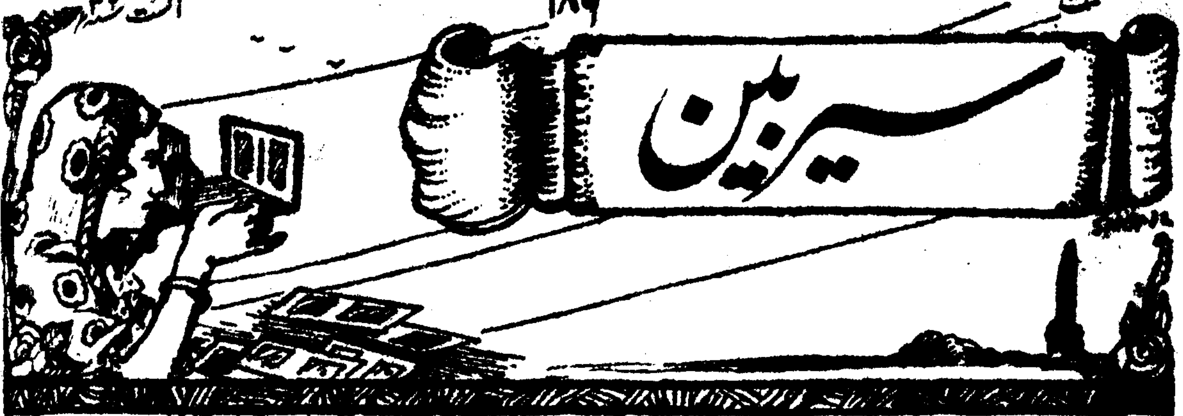
میں۔" نہیں بھئی۔ یہ گھوڑا بہت منہ زور ہے آدمی کی شکل دیکھ کر فراٹے بھرتا ہے۔ میں نے اس کوچوان کو کہا کہ تو پکڑ کر چل ورنہ کوئی نیچے آجائیگا۔"

گھر میں جب گھستے ہیں اور چچی اماں نے بغیر دعا سلام نئے بھائی جان سے فرمایا۔ "اللہ رکھے تین تین بچوں کی اماں ہوگئیں مگر اتنی سمجھ نہیں آئی کہ شام کے وقت سفر نہیں کرتے۔؟"

"اے چلو ہٹو۔ مردوں کا کیا حوالہ۔ وہ کیا جانیں بچے کس طرح پلتے ہیں"

"تو پھر تم سویرے کیوں نہیں چلیں؟" — تانگہ خراب تھا تو موٹر لے لینی تھی۔

سید ابو تمیم فرید آبادی



مچھروں کے پسندیدہ رنگ

ایک ڈاکٹر کے ۱۷ بکسوں سے تجربہ کیا جن میں مختلف رنگ استعمال کئے گئے۔ ان دنوں میں بکس ہلائے جاتے رہے اور ان کی ترتیب بھی بدلی جاتی رہی۔ روزانہ ان مچھروں کا شمار کیا گیا حسب ذیل اعداد ان کی پسند ظاہر کرتے ہیں۔

گہرا نیلا ۱۰۸۔ عنابی (گہرا سرخ) ۹۰۔ بھورا ۸۱۔ لال ۵۹۔ سیاہ ۴۹۔ کارنگ ۳۱۔ زیتونی سبز ۳۴۔ بنفشی ۱۸۔ تے کا سا ہرا ۱۷۔ آسمانی ۱۴۔ ملگجا ۶۔ زردی مائل سبز ۴۔ ہلکا نیلا ۳۔ گیرو ۲۔ سفید ۲۔ نارنجی ۱۔ زرد ندارد۔

اگر کپڑوں کا رنگ ان رنگوں کے مطابق رکھا جائے تو مچھروں کی کمی بیشی پر اثر پڑتا ہے۔ امریکہ نے اپنی فوج کی وردی کا رنگ گہرا نیلا رکھا ہوا تھا۔ اس نقشے کے شائع ہونے ہی اس نے ملگجا قمیص جاری کر دیں۔

مہینہ بھر چاند نہ نکلا

۱۸۶۶ء میں فروری کے مہینہ میں چاند نہیں نکلا۔ جنوری اور مارچ میں دو دو دفعہ چاند نکلے۔ لیکن فروری میں رویت نہیں ہوئی۔ ۲۵ لاکھ برس تک ایسا اتفاق نہ ہوگا۔ جب سے دنیا کا آغاز ہوا ۱۸۶۶ء میں پہلی مرتبہ ایسا اتفاق ہوا

پنجاب میں عورتوں کی وراثت

ملک محمد دین صاحب نے لاٹ صاحب پنجاب کی خدمت میں ایک نیا مسودہ قانون بھیجا ہے جس کا منشا یہ ہے کہ وراثت کے معاملہ میں مرد و عورت شرع محمدی کے پابند ہوں گے اور رواج ان پر جاری نہ ہوگا۔ اگر تین سال کے اندر مرد عورتوں کی وضع میں پائیں تو وہ تعدادی اور حصوں نظر انداز کر کے اس نسبت سے جو بندوبست سابق میں حکومت نے آراضی مذکور کی قائم کی ہو بیس گنے دام دے کے لے سکیں گے اور اس قیمت سے لی ہوئی آراضی ورثہ میں ملی ہوئی سمجھی جائیگی

پنجاب میں عورتوں کو رواج کے مطابق وراثت میں حصہ نہیں ملتا۔ ملک صاحب نے پچھلے سال بھی اسی قسم کا مسودہ پیش کیا تھا لیکن لیکن چند قانونی غلطیوں کی وجہ سے انہوں نے وہ واپس لے لیا تھا

مہینہ بھر آسمان میں

ایک میاں بیوی نے انگلستان کی فضائے ہوا میں ایک ماہ برابر اڑتے رہنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ ان کا چھوٹا سا طیارہ اس عرصہ میں زمین پر بالکل نہ اُتریگا۔ کھانے پینے کی چیزیں اور جہاز کا ایندھن انہیں روزانہ ایک اور جہاز کے ذریعہ پہنچایا جاتا رہیگا۔ میاں بیوی باری باری چلانے کے پہیہ پر بیٹھیں گے اور اسی طرح کھانا کھائیں گے اور سوئیں گے ایک اور جہاز اُن کے اوپر اُڑ کے دن میں ایک یا دو مرتبہ اُن کی ضروریات مہیا کر دیا کریگا۔ ان کا ارادہ اس کارنامہ سے سبقت لے جانے کا ہے۔ اٹھارہ مہینے ہوئے ایک ہوائی جہاز امریکہ میں ۲۷ دن آسمان میں رہا۔ دونوں دکھانا چاہتے ہیں کہ انگریزی جہاز اسقدر مضبوط ہیں کہ جب تک چاہیں آسمان میں رہیں۔ اور ہر قسم کے موسم کا مقابلہ کرتے رہیں۔ دھند دھکر کے زمانہ میں ان کو زمین سے ایک شخص بے تار کی تار برقی سے ہدایات پہنچاتا رہیگا۔ وہ ایک موٹر لاری میں بیٹھیگا۔ اور جدھر ہوائی جہاز جائیگا۔ ادھر ہی وہ لاری لے جائیگا۔ ہدایات بھیجنے کی وجہ یہ ہوگی کہ آسمان میں کہر وغیرہ کی وجہ سے جہاز کے ملاح کو کچھ نظر نہ آئیگا۔ چنانچہ وہ زمین کی ہدایات پر عمل کریگا جو جہاز انہیں ذخائر مہیا کریگا وہ اس جہاز سے صرف بیس از اور آگے چیزیں کنستروں میں بند نیچے لٹکا کے دیدیا کریگا۔ اسی طرح دودھ بوتلوں میں پہنچاتا رہیگا۔ اتوار کا کھانا مزیدار ہوگا۔ کیونکہ گرم گرم وہ انہیں ملیگا۔ ایک بڑی خلادار بوتل میں تین حصے رکھے جائیں گے۔ ایک میں شوربہ دوسرے میں مچھلی اور تیسرے میں گوشت بند کیا جائیگا۔

سر کے بال

لڑکے اور لڑکیوں کے سر کے بالوں نے مختلف زمانوں میں مختلف پلٹے کھائے ہیں۔ قدیم مصریوں میں لڑکے لڑکیوں کے سر گھوٹ دئے جاتے تھے۔ کبھی کبھی سر کے ایک طرف ایک چوٹی سی رہنے دی جاتی تھی۔ جب لڑکیاں شادی کی عمر کو پہنچتیں ان کے بال بڑھنے دئے جاتے تھے اور وہ انہیں گوندھ کے رکھتی تھیں۔ اگر ان کا دل چاہتا شادی کے بعد وہ انہیں کتروا ڈالتیں اور مصنوعی بالوں کے گچھے

استعمال کرتیں

مرد سر منڈاتے تھے اور انہیں طرح طرح سے سجاتے تھے۔ سر منڈا کے پھر کنکروں یا چیزوں سے سجانا اسلئے تھا کہ گنجا ہوا سر تکلیف دیتا تھا۔ برفانی وسیکلی لوگ لمبے لمبے بال رکھتے تھے اور ان کی نگہداشت کرتے تھے۔ جولیس سیزر نے اپنے قیدیوں کے لمبے لمبے گیسو اپنی حکومت اور شان دکھانے کے کتروا ڈالے تھے اور اس طرح انہیں ان کی عورتوں کی نظروں میں ذلیل کیا تھا۔

زمانہ وسطی میں یورپ میں لڑکیاں لمبے لمبے بال رکھتی تھیں لیکن اکثر شادی کے بعد کتروا ڈالتیں اور سر پر کپڑا باندھتیں یا ٹوپی رکھتیں۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ مرد (۲) میل پر دور رہتے اور اپنی عدم موجودگی میں اپنی بیویوں حتی الامکان کم دلفریب بنا کے رکھتے۔ کیونکہ اس زمانہ میں لمبے بالوں کی بڑی تعریف کی جاتی تھی۔ فرانس کے بادشاہ فرینسس اول کے سر میں زخم آگیا۔ اس سے اسے بال کتروانے پڑے۔ لیکن اس نے اس کی بجائے ڈاڑھی بڑھائی اس نے مردوں کو چھوٹے بال رکھنے کا حکم دیا۔ یہ فیشن ایک صدی تک رہا۔

دائیوں کی رجسٹری پنجاب میں ایک جدید قانون حال میں منظور ہوا تھا۔ اب لاٹ صاحب پنجاب اور وائسرائے صاحب ہند نے اسکی باضابطہ منظوری دیدی ہے۔ اب یہ پنجاب بھر میں قانون ہوگیا۔ اس کا منشا یہ ہے کہ دائیوں کا جو بچہ جنائیں اور جو زچاؤں کی خبرگیری کریں ایک باقاعدہ رجسٹر رکھا جائے۔ اس میں صرف ان کے ہی نام درج کئے جائیں جو قابلہ کے کام کو بخوبی جانتی ہوں اور جنہوں نے اس کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی ہو۔ یہ رجسٹر ایک کونسل کی نگرانی میں رہیگا جس میں شفاخانوں کے انسپکٹر جنرل۔ ڈائرکٹر صحت عامہ۔ حکومت کے نامزد کردہ بارہ لیکن تین غیر سرکاری ڈاکٹر جن میں ایک عورت ہوگی وغیرہ ہوں گے۔ جو کوئی بلا رجسٹری کرائے دایہ یا قابلہ یا نگران صحت کا کام کریگی اس پر سو روپے جرمانہ تک کی سزا ہوگی اور دوبارہ خلاف ورزی کرنے پر [illegible] سو روپے تک جرمانہ ہوگا۔ عدالت اسیوقت مقدمہ چلائے جائیگی جب کونسل مذکورہ بالا منظوری دیدے گی۔

بیوی کی قیمت ۴۰ روپے سردیہ میں پہلے یہ قانون تھا کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کا گھر خراب کرتا یعنی کسی کی بیوی لے بھاگتا تو شوہر کو اگر بیوی پسند ہوتی تو وہ بھگالے جانیوالے کو تلاش کرکے خوب ٹھوکتا یا مار ڈالتا لیکن اب اس ملک میں شادی کے نئے قوانین نافذ ہوئے ہیں۔ جس کی رو سے ایسے شخص پر جرمانہ ڈالا جاسکتا ہے۔ ایک انجنیری طالبعلم بلغراد کے ایک حجام کی نہایت خوبصورت بیوی لے اڑا۔ مقدمہ چلا اور لوگوں نے اس میں بڑی دلچسپی ظاہر کی۔ عدالت نے مجرم پر چالیس روپے جرمانہ ڈالا۔ لوگ اسقدر خوش ہوئے کہ چند منٹ تک خوشی کے نعرے مارتے رہے۔ صفائی یہ تھی کہ عورت اپنے شوہر کے گھر خوش نہ تھی اور وہ اور مقدمہ ایک دوسرے سے بہت خوش ہیں۔

عمر خضر اکیس سال ہوئے ایک مرغی کے بچہ کا دل ایک شیشی میں چند دواؤں میں بند کرکے رکھا گیا۔ وہ اب تک برابر دھڑکتا رہا ہے۔ طبی نتیجہ یہ ہے کہ ہر حیوان کا دل طاقتور پٹھوں کا مجموعہ ہے۔ زہروں کے جمع ہوتے رہنے سے دل خراب ہوکے بیکار ہوجاتا ہے اور آخر بند ہوجاتا ہے اور موت واقع ہوجاتی ہے کسی ترکیب سے ان زہروں کا اثر دور کیا جاتا رہے تو دل کبھی نہ تھکے اور دل والا مدت تک زندہ رہے۔ سائنس کے نئے نئے انکشافات سے حیوانی عمر گذشتہ چار پانچ صدیوں کے مقابلہ میں تگنی بڑھ گئی ہے۔ اس دار التجارب میں اس بوتل میں دواؤں کے ذریعہ مرغی کے چوزہ کے دل کے زہر فوراً زائل کردئے جاتے ہیں۔ اگر انسانی اعصاب کے زہروں کے دور کرنے میں خاطرخواہ کامیابی ہوگئی تو کچھ عجب نہیں آدمی ہمیشہ زندہ رہنے لگے۔

دولھن کے لئے لڑائی اس مہذب زمانہ میں بھی ایام قدیم کے رواج کسقدر مہلک نتائج پیدا کردیتے ہیں۔ سربیہ میں اب تک دولھن چرانے کی رسم جاری ہے ایک گاؤں میں جو سراجیو کے قریب واقع ہے نوجوانوں کی ایک جماعت ایک لڑکی کے گھر آئی تاکہ ان میں سے ایک کے ساتھ اس کی شادی ہوجائے۔ لڑکی نے انکار کردیا اور اپنے باپ کے گھر میں چھپ گئی۔ اس کے گھر والوں نے اس کی حفاظت کی اور برات اور لڑکی والوں میں جنگ شروع ہوئی۔ لڑکی والے اپنے گھر میں محصور تھے۔ جب برات پسپا ہوئی تو لڑکی کا ایک بھائی مارا گیا اور باپ مہلک طور سے زخمی ہوا۔ حملہ آوروں میں سے دو خطرناک طریقہ سے زخمی ہوئے۔

بیویوں کی خریداری جنوبی افریقہ کے کسی رہنے والے کو اگر بیوی کی ضرورت ہو تو وہ جاکے ایک خرید لیگا لڑکی کی قیمت اسکی دلکشی اور خوبصورتی پر منحصر ہے موٹی لڑکی کے لئے بہت سی گائیں دینی پڑتی ہیں۔ پتلی سستی ملجاتی ہے۔ کیونکہ دبلاپن جنوبی افریقہ میں پسندیدگی سے نہیں دیکھا جاتا آج کل وہاں بھی اقتصادی پستی نے اثر کیا ہے اسلئے شادی کے معاملات میں کساد بازاری دیکھی جارہی ہے۔ کیونکہ شادی کے خواہاں گائیں ادا نہیں کرسکتے اب لڑکی والے اچھی اچھی دلفریب شرطیں پیش کرتے ہیں۔ ایک شخص ایک گائے دے کے شادی کرسکتا ہے۔ البتہ ضمانت اس بات کی دینی پڑیگی کہ اتنی گائیں ایک گائے سالانہ کے حساب سے ادا کرتا ہے۔ ضمانت یہ ہے کہ اس اثنا میں جو بچہ پیدا ہوگا نانا اپنے پاس رکھیگا

مشرقی مغربی کھانے عصمتی دسترخوان کا دوسرا حصہ چھپکر تیار ہے کھانے پکانے کے متعلق ایسی کارآمد کتاب آج تک نہیں چھپی قیمت دو روپے (عہ) دفتر عصمت دہلی سے مل سکتی ہے۔

گھروں کی بربادی امریکہ میں ایک نیا چکر چلا ہے وہاں چائے کی دو کانوں میں ایک نئی کشش پیدا کی گئی ہے کہ آؤ یہاں چائے پیو۔ آپ کو چائے کے ساتھ ساتھ آپ کی قسمت کے حالات مفت بتائے جا ئینگے

یہ سب سکھنے کی باتیں ہیں! چالاکی یہ ہے کہ پیشین گو چائے کی پیالی اٹھا کے کسی طریقہ سے اپنے شکار سے تھوڑی سی معلومات حاصل کر کے اس کے ذریعہ مکڑی کی طرح تارتا زکل جالا تنتا ہے۔ عورت جو اس دہوکہ میں کھانے کے داؤں میں قسمت کا حال مفت معلوم ہوتا ہے۔ چائے خانہ میں داخل ہوتی ہے اور بے خبری میں ایک ایک پونڈ یا پانچ شلنگ دیجاتی ہے۔

اب یہ کمبخت کیا کرتے ہیں۔ ایک عورت جو اپنے شوہر سے بالعموم خوش ہوتی ہے اندر آتی ہے اور جب وہاں سے نکلتی ہے اُسے اپنے شوہر کے متعلق طرح طرح کے شبہات ہوتے ہیں۔ اور آخر نتیجہ طلاق ہوتا ہے۔ عام طور پر یہ لوگ کہتے ہیں کہ تیرا شوہر ایک گوری عورت سے چوری چھپوان ملتا رہتا ہے۔

نیویارک کی زنانہ پولس کی افسر اعلی نے بتایا کہ شہر میں پچھلی ششماہی میں دو سو سے زیادہ ایسے چائے خانے نمودار ہو گئے ہیں اور اب وہ نہایت خطرناک ثابت ہو رہے ہیں۔ اس کی ایک ماتحت سپاہی عورت کو جو اپنے شوہر سے نہایت خوش تھی بتایا گیا کہ تیرا شوہر تو ایک اور عورت سے شادی کر بیٹھا ہے۔ بہت سے شوہروں نے آکے مجھ سے شکایت کی کہ ان چائے خانوں نے ان کی زندگیاں برباد کر دی ہیں۔

اب ان کا انتظام کیا جا رہا ہے اور سو سے زیادہ ایسے پیشین گو سزایاب ہو چکے ہیں۔

پھلجھڑیاں امریکہ کی ایک عورت نے شمالی بحر اوقیانوس پر نیو فاؤنڈ لینڈ (امریکہ) سے لنڈنڈری (آئرلینڈ) تک ۱۶ گھنٹے میں پرواز کی۔ یہ پہلی عورت ہے جو اس حصہ سمندر پر اڑی۔ پہلے طیاروں کے مقابلہ میں وہ چند منٹوں کے فرق سے جیت گئی ہے۔

ڈنمارک میں ایک عورت بیمار تھی۔ اس نے اپنی بیٹی سے بار بار التجا کی کہ خدا کے لئے مجھے کسی ترکیب سے اس مصیبت سے نجات دلوا۔ اس نے اپنی ماں کی دلدوز چیخوں پر ترس کھا کر اسے زہر دیکر مار ڈالا۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ بیماری ناقابل علاج نہ تھی بلکہ وہ ضعف قلب کا شکار تھی۔ بیٹی کو تین ماہ قید کی سزا ملی۔ خطرناک بیماری کی حالت میں مار ڈالنا زیادہ قابل گرفت نہیں سمجھا گیا۔

اورنج فری سٹیٹ (افریقہ) میں مویشیوں کے نیلام کے وقت آٹھ سو بھیڑیں جن پر ۱۶ مہینے کی اُون آئی ہوئی تھی پونے تین تین آنے فی بھیڑ کے حساب سے بکیں۔

ایک ڈچ ہوائی جہاز نے لندن سے واٹرڈم تک ۲۲۰ میل کا فاصلہ ۷۵ منٹ میں طے کیا گویا اوسط رفتار ۱۸۴ میل فی گھنٹہ رہی۔

انگلستان کی ایک ریل گاڑی نے ۱/۲ ۷۷ میل ۵۶ منٹ ۴۰ سکنڈ میں طے کئے - رفتار کی اوسط ۸۱.۶ میل
گھنٹہ تھی - ایک موقع پر یہ ریل ۹۲ میل فی گھنٹہ چلتی رہی - اس نے دنیا میں ریل کی سب سے زیادہ تیز رفتاری
کی ایک مثال قائم کردی ہے -

انگلستان میں ایک پنساری نے ایک ڈاکٹر کے خلاف اس بات کے ہرجانہ کا دعویٰ کیا کہ اُس نے اس کی بیوی
اڑالی - جسٹس میکارڈی نے جو کنوارے جج کہلاتے ہیں مقدمہ خارج کردیا اور قرار دیا کہ بیوی کو شوہر پابند نہیں
کرسکتا - اس پر عدالت اپیل کے جج نے ان پر سخت رائے کا اظہار کیا اور دونوں ججوں میں کچھ کشیدگی واقع ہوئی -
اب اس میں فیصلہ ایک دوسرے فاضل جج نے شوہر کے حق میں کردیا - اور اُسے پانچسو پونڈ ہرجانہ علاوہ خرچہ مقدمہ دلایا -

ڈھاکہ میں ایک بنگالی عورت ۱۲۵ سال کی عمر میں فوت ہوئی ہے - اس وقت اس کے بڑے بیٹے کی عمر
.. سال ہے - مرتے دم تک اس بڑھیا کی جسمانی طاقت اور بینائی بحال رہی اور بغیر کسی لاٹھی یا مدد کے وہ اِدھر
اُدھر پھرتی تھی - مرنے سے پہلے صرف چند روز بیمار رہی -

بمبئی میں ۱۱ پارسی لڑکیاں بیرسٹرنی ہیں اور انہوں نے کاروبار شروع کردیا ہے -

اطالیہ اور صقلیہ (سسلی) کے درمیان سمندر ہے - مسولینی کا ارادہ ہے کہ اس سمندر کے نیچے ایک سرنگ
بنا کے اطالیہ اور سسلی دونوں کو ملادیا جائے اس پر ساڑھے چار کروڑ پونڈ خرچ آئے گا - سیاحوں غیرہم کو تو آرام ملیگا ہی
بلکہ دونوں ملکوں کی اقتصادی حالت پر بڑا اچھا اثر پڑیگا - زرعی پیداوار اور میوہ جات کی تجارت خوب
بڑھ جائے گی -

گھوڑے کی عمر انگلستان میں ایک گھوڑا ۶۲ برس کی عمر میں مرا ہے - اب سب سے پرانا گھوڑا جو ڈمبلڈن کے کارخانہ کلکنو میں کام کررہا ہے ۴۲ سال کا ہے اور ایک شہر میں ایک ٹٹو کی عمر ۴۵ سال ہے - ایک گھوڑا جو موٹروں کی جنگ میں شریک ہوا تھا ۴۳ سال کی عمر میں گلاسکو میں پچھلے سال گرمیوں میں مرا ہے ایک اور ٹٹو جو مرتے دم تک ایک ٹھیلہ چلاتا تھا ۵۲ برس کی عمر میں حال میں مرا ہے

محمد ظفر

(بقایا صفحہ ۱۹۱)

میں سوئی گذاریں پھر بائیں ہاتھ سے موتی زر کی طرف برابر لگائیں اور پھر سوئی میں چار موتی لیکر زر کے نیچے گذاریں
آخری موتی میں واپس لیں اسی مطابق جھالر بناتے جائیے اگر گنجان جھالر مطلوب ہو تو وسط میں ایک ستارہ لگادیں
اب د ۲ یہ بیل کسی پارچہ پر کاڑھیں پھر بہنوں کی ضرورت اور خواہش پر منحصر ہے اس کے لئے سنگائی کریب عمدہ جارجٹ
(منسٹ کا استر اس میں ضروری ہے) سورتی - گزری وغیرہ اور مخمل بھی لاجواب ہو

خدیجہ بائی اندسیری

گلہائے مخملی و زردوزی

نوٹ اگر بہنوں کو مزید معلومات کی ضرورت ہو تو شوق سے دریافت کیجئے۔

تاہنوز میرے پیش کردہ خاکے اور تراکیب کا دائرہ صرف بیلوں تک محدود رہا۔ اکثر بہنوں کو چوڑی جنگلی بیلوں کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ خصوصاً ٹوپی۔ پائجامہ کے کناری شادی بیاہ کے لباس کے لئے چھوٹی چھوٹی بیلیں بازیب اور شاندار معلوم ہوتی ہیں اور اس خاص موقعہ کے لئے زردوزی کی بنی ہوئی بیلوں میں خوشنمائی اور نزاکت بہت کم ہوا کرتی ہے ہم اگر خوبصورت خاکے دیکر کڑھائیں تو وہی لباس انوکھے پن میں بے مثال ہو سکتا ہے بشرطیکہ خاکہ منتخب کر کے بہت صفائی سے جو پھول پتیاں گلہائے قدرتی سے مشابہت نہیں رکھتیں وہ چنداں دلکش نہیں نظر آتیں میری ناچیز رائے یہ ہے ہر دستکار بہن کو پھولوں کے نام وضع قطع مختلف اقسام سے حتی الامکان واقفیت حاصل کرنا چاہئے۔

اسی باب میں حصول ڈرائینگ بیحد کارآمد اور مفید ثابت ہوگی۔ سکول کی تعلیم یافتہ بہن تو بخوبی ماہر ہوگی اور بہنیں جو نہیں جانتیں پہلے چند سے آسان خاکے پیش نظر رکھکر مشق کیا کریں تو چند ماہ میں کامل ہو جائینگی۔ اب باقی رہا نام اور طرز وضع سے واقفیت اس کے لئے پینٹنگ کتب سے مدد لینا چاہئے۔ انگلش پوسٹ کارڈ پینٹنگ نہایت کارآمد ہیں ہماری انجمن اصلاح نسوان بمبئی میں کافی ذخیرہ موجود ہے نام قیمت حسب ذیل ہے

The Flowers Panting Book 4-0-0

(۱) اس کتاب میں ایک طرف سادا خاکہ ہے دوسری طرف رنگین نیچے انگلش میں پھول یا میوہ کا نام لکھا ہوا ہوتا ہے دو صفحے سادے ہوتے ہیں کہ طالب ڈرائنگ مشق کر سکے قیمت گراں ہے مگر یہ کتاب طالب ڈرائنگ و پینٹنگ کے لئے ایک کامل فن اُستاد سے کم نہیں نوآموز کے لئے ایک بہترین مددگار ہے

Fairest Flowers of Summer Painting Book 1-4-0

(۲) یہ کتاب فن مصوری گلکاری سے دلچسپی رکھنے والی بہنوں کے لئے مفید ہے اس کتاب میں پوسٹ کارڈ میں ایک رنگین آئیل پینٹ کردہ دوسری جانب صرف خاکے دار تاکہ پیش نظر نمونہ دیکھکر نوآموز پینٹ کر سکے بعد مشق پوسٹ کارڈ استعمال کر سکتے ہیں

The Queen of Flowers Painting Book 1-4-0

(۳) یہ بھی پوسٹ کارڈ میں مگر سب کے سب گلاب کے ہی پھول

Father Tucks Field and garden Flowers complete with Paints 2-0-0

(۴) یہ کتاب پہلی دونوں پوسٹ کارڈز بکس سے بدرجہا بہتر ہے رنگ بھی ساتھ چسپاں ہوتے ہیں صرف برش اور پانی کی ضرورت ہوگی ترکیب بھی انگلش میں مندرج۔ اس کے لئے سلسلہ وار حصے ہیں اگر سب تفصیلاً لکھوں تو الگ الگ مضمون کی ضرورت ہوگی۔

لیجئے میں اپنے مرکز مضمون سے بہت دور آگئی۔ کسی وقت ان کتابوں میں سے خاکے بھی پیش کرونگی تاکہ بہنیں آپ تصفیہ کرلیں کاشکہ رنگیں خاکوں کا ہمارے رسالوں میں انتظام ہو سکتا گلکاری ڈرائنگ نہایت دلچسپ دلکش فنون ہیں بہنوں کی ضرور اس کے جاننے کی کوشش کرنی چاہئے اس کے حاصل کرنے کے بعد ہر دستکاری میں کامل ہو جائیں گی۔

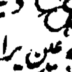
عصمتی بہنوں کو آج کا خاکہ یقیناً پسند آئیگا اس کے بنانے میں حسب ذیل اشیاء کی ضرورت ہے۔

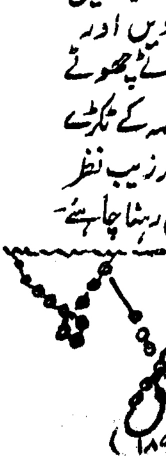
پائجامہ کی کنارے کے لئے مخملی پھول کلاں آٹھ عدد۔ سنہری سلمہ ۲ تولہ۔ مخملی پھول خورد ۲۴۔ ہرے پتیں درجن ۱



...نی پتیاں (۴) موتی سبز و سُرخ لچھے ۶
...ی کلابتون ۱ تولہ۔ سنہری ستارے ۱ تولہ
...ی نمبر ۱۲۔ سنہری موتی لچھے ۳ سوئی نمبر ۱۰
تاگا زرد نمبر ۵۰

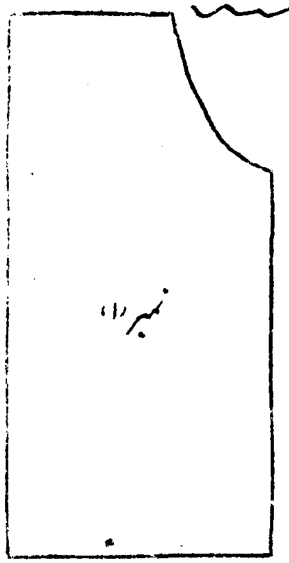
ترکیب کڑھت

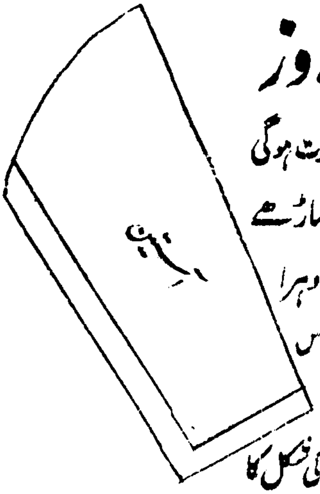
(۱) اول بڑے پھولوں پر مخملی گلاس پھول ٹانک لیجئے (۲) پتیوں پر پتیاں (۳) گول چھوٹے پھولوں پر چھوٹے مخملی پھول نشان کے لئے نمبر ملاحظہ فرمائی جائیں (۴) پھرے بٹی ہوئی زری لگا دیجئے لیکن یہ احتیاط رہے کہ تانکے کلابتو کی تاروں میں بہت مہین ...نے جائیں (۵) نیچے کی لکیر پر بھی بٹی ہوئی زر لگانا چاہیے (۶) باقی رہی ڈالیاں اس پر چمکدار سلمہ دوہرے تاگہ کی سوئی میں پرو۔ ایک اور سوئی سے بٹی ہوئی زر کی طرح ٹانک لیں (۷) چھوٹی چھوٹی ڈالیوں کے سروں پر گول نشان ہیں یہ سبز موتی لگے ہوئے ہیں اس کو اسی طرح سینا چاہیے پہلے ایک چھوٹا ٹکڑا سلمہ کا سوئی میں پرو پھر ایک سبز موتی اب سوئی نیچے سے لیں پھر وہی سوئی سلمہ کے ٹکرے کے وسط میں لیکر ایک مہین ٹانکا لگا دیں ورنہ سلمہ صفائی سے نہ جڑیگا (۸) گول نشان کے وسط میں ایک سبز ایک سُرخ موتی لگا کر اطراف میں چمکدار سلمہ کا ایک ٹکڑا لگا دیں اور دو تین مہین مہین ٹانکے بھی (۹) پھول پتوں پر اگر سلمہ موتی کے خاردار ڈالیاں بنائیں تو خوبصورتی میں ایک دلکش اضافہ ہو جائیگا (۱۰) خورد پھولوں کے وسط میں ایک سنہری ستارہ سبز موتی سے لگا دیں اور پنکھڑی کے ہر شگاف پر سلمہ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے  دیکھئے یہ نقشہ مگر سلمہ کے ٹکڑے شگاف کے عین برابر ہوں ورنہ بدزیب نظر ...ینگے نیچے کی جھالر قدرے جھولتی رہنا چاہیے۔



اس کی ترکیب یہ ہے لکیر نچلی دیکھئے بٹی ہوئی زری کے سرے پر سوئی نکالکر آٹھ موتی پرو لیجئے چار موتی چھوڑ کے پانچویں موتی

(بقیہ صفحہ ۱۸۹)

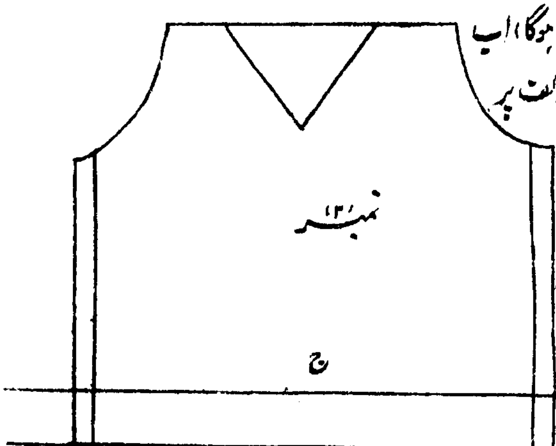




فل آستین کا پارسی بلاوز

اس بلاوز کے لئے ڈیڑھ گز ریشمی کپڑے کی ضرورت ہوگی

ترکیب:- اول عرض کی جانب سے پورا ساڑھے سترہ انچ چوڑا ایک ٹکڑا نکال کر عرض سے دوہرا لیں عرض کا نصف ہر ایک جانب ہوگا اب اس ٹکڑے کو نمبر ا کے مانند چوڑائی سے دوہرا کر مونڈھا تراش لیں اسکو کھولنے سے نمبر ۲ کی شکل کا دوہرا ٹکڑا ہوگا۔ اب ہر آستین کے لئے پندرہ انچ چوڑا اور ساڑھے اٹھارہ انچ لمبا ٹکڑا لیکر چوڑائی سے دوہرا لیں (ہر جانب ۷½ انچ دوہرا ٹکڑا ہوگا) اب اس ٹکڑے کو نقشہ کے مطابق اس انداز سے تراشیں کہ کف پر صرف آٹھ انچ (ہر جانب چار انچ) رہ جائے۔ اب بچے ہوئے کپڑے سے وی گلے کا کور تراشیں اور نمبر ۲ کے سامنے والے حصے پر بھی چھوٹا سا وی گلا تراش کر کور لگا دیں اور ہر آستین کی کف کیلئے آٹھ انچ لمبا اور دو انچ چوڑا ٹکڑا لیکر دوہرا کر کے سی لیں اور آستین پر کف کی مانند لگا دیں اب نمبر ۲ کے دو جانب کا کھلا ہوا کنارہ ص سے ض تک الٹی جانب سی لیں۔ اور ک سے ن تک دونوں آستین کا کنارہ بھی الٹی جانب سلائی کر کے مونڈھے پر آستین لگا دیں اور ج کی سیدھی لکیر پر اور آستین کی کف پر کسی قسم کا سجا فیتہ ٹانک دیں۔



مس رقیہ خانم (کلکتہ)

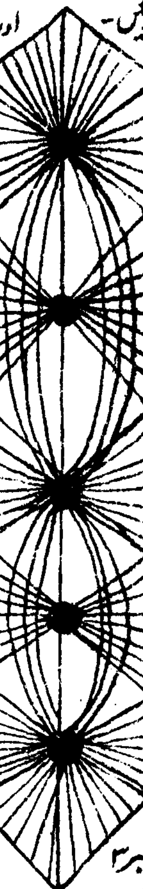
تارکشی میں انسرشن

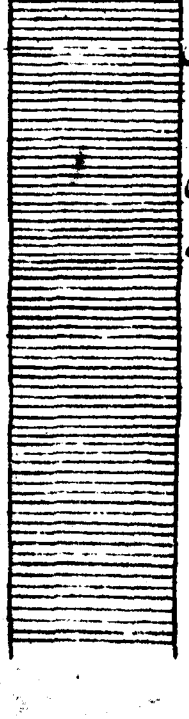
خوان پوش، تکیہ کے غلاف، کشن، پردہ، پر یہ بنایا جاتا ہے۔ کپڑا دبیز ہو تو بہتر ہے ترکیب یہ ہے کہ جس چیز پر بنائیں پہلے دو یا ڈیڑھ انچ دھاگے نکال ڈالیں۔ بعد اسکے چھ چھ تاریں لیکر ہیم بنائیں جیسے رومال بناتے ہیں۔ پھر تاگہ نقشہ نمبر ایک سے معلوم ہوگا کہ کیسے چلا ہے

اب D.M.C. کاٹن سے درمیان میں ایک دھاگہ اس طرح سے چلائیں کہ پہلے ہیم کی بارہ تاروں کو ایک ساتھ باندھ لیں پھر دس تاروں کو باندھیں۔ پھر آٹھ تاروں کو باندھیں۔ پھر دس۔ پھر بارہ۔ پھر دس پھر آٹھ اور دس وبارہ اسی طرح باندھ کر ختم کریں جس طرح کہ نمبر (۲) کے نقشہ سے ظاہر ہے۔

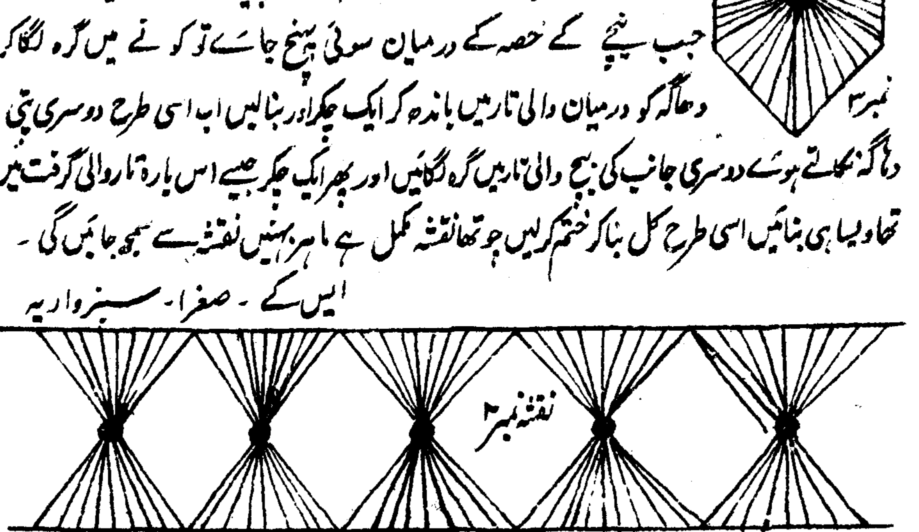


اب ایک سرے سے D.M.C. کاٹن کو گرہ دیکر نکال لیں اور بارہ تاروں والی گرفت میں گرہ لگائیں اور دس تاروں کی گرفت میں ایک ایک تار پکڑ کر ایک ایک گرہ دیتی جائیں اور آٹھوں تاروں کی گرفت کے بیچ میں ایک گرہ لگائیں اور پھر دس تاروں کی ہر ایک تار پر ایک ایک گرہ دیتی جائیں۔ اور بارہ تاروں کی گرفت کے بیچ میں ایک گرہ لگائیں اسی طرح پورا کریں۔ پھر اسی سرے کچھ فاصلے پر یعنی پہلی تار کے مقابلے سے اسی ترکیب سے ایک تار گرہ لگائیں جب وہ لائن ختم ہو جائے تو تیسری دفعہ بھی ایک ایک تار چلائیں جب اوپر تین تار ہو جائیں تو اسی ترکیب سے نیچے سے تین تار چلائیں اب تین تار نیچے تین تار اوپر کل چھ تاریں ہوئیں۔ اور ایک تار بیچ میں سب ملاکر سات تاریں ہوئیں۔ اب درمیان کے تاریں سوئی سے گرہ لگا کر ہر دو دو تار ایک ساتھ پکڑ کر گرہ لگائیں اور گول دائرہ بنالیں نمبر ۳ کے نقشہ سے سمجھ میں آجائیگا۔ اب دائرہ کی گرہ پر ایسی جو شکل ہے ☼ اس پر ایک دھاگہ نیچے ایک اوپر دیکر ہر ایک × ایسے مقام پر ایک ایک بنکی ☼ ایسی بنائی جائیں یہاں تک کہ دائرہ پورا ہو جائے پھر دس تاریں چھوڑ کر آٹھ تاروں کی گرفت کو بیچ کے تار کو چھوڑ کر چار حصے کریں بعد اس کے درمیان کی گرہ میں مندرجہ بالا ترکیب سے ایک چکر بنالیں پھر تقسیم شدہ سات سات تاروں کے ایک حصہ یعنی سات تاروں کو ایسے بھرنا شروع کریں کہ ایک تار سوئی کے اوپر لیں ایک نیچے۔ جیسے نواڑ وغیرہ بنتے ہیں۔ جب نصف بھر چکیں تو دونوں جانب ایک ایک تار چھوڑ کر بدستور باقی بھرتی جائیں۔ جب تیسرے حصہ تک بھر جائے تو ایک ایک تار کناروں سے چھوڑ کر بھریں۔ یعنی تین تار۔ جب یہ تین تار بھر جائیں گی تو وہ پتی بن جائے گی۔ باقی کے تین حصوں پر ویسی ہی تین پتیاں بنا ڈالیں اور بنا چکیں تو دھاگہ اندر ہی اندر پتیوں کے درمیان سے نکال کر جب نیچے کے حصہ کے درمیان سوئی پہنچ جائے تو کونے میں گرہ لگا کر پھر اس دھاگہ کو درمیان والی تاریں باندھ کر ایک چکر اور بنالیں اب اسی طرح دوسری پتی سے دھاگہ نکالتے ہوئے دوسری جانب کی بیچ والی تاریں گرہ لگائیں اور پھر ایک چکر جیسے اس بارہ تاروالی گرفت میں بنایا تھا ویسا ہی بنائیں اسی طرح کل بنا کر ختم کریں جو تھا نقشہ مکمل ہے ماہر بہنیں نقشہ سے سمجھ جائیں گی۔


نمبر ۳



ایس کے۔ صغرا۔ سبزواریہ



سیاحتِ دکن

حیدرآباد پہنچکر میری طبیعت کچھ نا ساز ہوگئی اور قریبًا ایک ہفتہ میں مطلق کام نہ کرسکا لیکن اخباروں میں میری حاضری حیدرآباد کی اطلاع چھپ چکی تھی۔ روزانہ احباب تشریف لاتے رہے میاں عبدالسلام ام اے آل آل بی علیگ جنکی بیگم صاحبہ عصمت و بنات کی مضمون نگار ہیں جس سعادتمندی اور محبت سے ملے اسکا ہمیشہ قلب پر اثر رہیگا نہایت سیدھے سچے مخلص اور درد مند نوجوان ہیں۔ انہوں نے روزانہ شام کا وقت میرے لئے وقف کردیا تھا بہت سے حضرات سے اسدفعہ انہیں کے ساتھ ملاقات ہوئی ابوالحسن سید علی صاحب سے پچھلی دفعہ ملاقات نہ ہوئی تھی ان سے اس دفعہ ملا۔ روشن خیال اور خلیق آدمی ہیں انہوں نے چاء پر مدعو کیا اور تین چار روز میرے ساتھ کام کیا۔ مولوی مرتضیٰ خانصاحب وکیل سرکار سے ملکر بے انتہا مسرت حاصل ہوئی ایسے مخلص اور دردمند مسلمان کم دیکھنے میں آتے ہیں میاں لیاقت اللہ سولیلین کے ہمراہ نواب فخر یار جنگ بہادر سے ملاقات ہوئی جو پنجاب سے تعلق رکھتے ہیں انکے وجود سے قومی ضرورت ایک بڑی حد تک پوری ہورہی ہیں اور اگر میرا خیال غلط نہیں ہے تو کوئی قومی ادارہ جو حقیقی معنوں میں مملکت آصفیہ کے کرم کا مستحق ہو اس دروازے سے ناکام واپس نہیں گیا۔ نواب صاحب اس سال حج بیت اللہ سے واپس تشریف لائے ہیں انکی بخیر کامیابی پر دلی تمناؤں کے ساتھ میں انکی خدمت میں مبارکباد پیش کرتا ہوں نواب لطف الدولہ بہادر حیدرآباد کے مشہور رئیس اور امیر بارگاہ ہیں۔ سرزمین حیدرآباد ہمیشہ ایسے حل اگلے ہیں جنکی چمک دمک نے ہندوستان ہی نہیں ایک دنیا کو مسخر کرلیا ہے میری آنکھوں نے وہ دور نہیں دیکھا جب ام اے او کالج علی گڈھ کے پودے کی آبیاری حیدرآباد کے مخیر ہاتھوں سے ہورہی تھی مگر اس گئے گذرے زمانہ میں بھی حیدرآباد میں ایسے افراد موجود ہیں جنکا درد بیماروں کو شفا دے رہا ہے۔ نواب لطف الدولہ بہادر نے نہایت فراخ حوصلگی سے زبیت گاہ کی صدا کا استقبال کیا اسی سلسلہ میں نواب اکبر یار جنگ بہادر کی عنایت کا شکریہ ادا کرنا مشکل ہے۔ قوم کا سچا درد ہین ذات میں نظر آیا اور خلق محمدی کا سچا نمونہ اس چوکھٹ پر دیکھا۔

بارگاہ خسروی میں۔ ۱۹۳۰ء میں جب میں حیدرآباد گیا تھا تو اعلیحضرت بندگان عالی نے خاص سے سرفراز فرمایا اور شرف باریابی عطا فرمایا تھا۔ اسدفعہ حیدرآباد پہنچے ہوئے ایک ہفتہ ہوا تھا کہ تاجدار دکن دام اقبالہٗ نے اپنے دست کرم سے خاصہ مرحمت فرمایا اور حاضر ہونیکا فرمان شاہی پہونچا۔ چنانچہ تیسرے روز وقت مقررہ پر میں حاضر ہوا۔ قرن اولیٰ کے مسلمان تاجدار میری آنکھوں نے نہیں دیکھے انکی سادگی کی داستانیں سیر میں پڑھی تھیں۔ اور بار عثمانی میں داخل ہوتے ہی وہ نقشے آنکھوں کے سامنے پھر جاتے ہیں۔ اللہ اکبر! اس زمانہ کا بادشاہ سادہ لباس میں نظر آتا ہے جسکے کرم کا ڈنکہ چار دانگ عالم میں بج رہا ہے۔ آدھ گھنٹہ سے کچھ زیادہ ہی مجکو گفتگو کا فخر حاصل رہا اور میں نہیں جانتا کہ اس کرم اس خلق اس سنجیدگی کی شان کن الفاظ میں دکھاؤں جو میں نے قصر شاہی میں دیکھی۔

(باقی آئندہ)

راشد الخیری

عورتوں کے لئے چند منتخب کتابیں

[illegible] مشہور افسانہ نگار محترمہ اس۔ا۔ کے صاحبہ کے مختصر افسانے چند بہترین اخلاقی معاشرتی کہانیوں کا مجموعہ قیمت (عہ)

شمیم نہایت دلچسپ معاشرتی اخلاقی قصہ ناول نگاری کے اصولوں پر لکھا گیا ہے اور سبق آموز ظرافت آمیز عبرت خیز ہے دو ضخیم جلدوں میں چھپا ہے باتصویر ہے قیمت تین روپیہ۔

علمی کہانیاں بچوں کیلئے علمی پہیلیاں اور جسمانی کھیل تماشے جنہیں کھیل کر بہت خوش ہوتے ہیں اس کتاب میں اس سے زیادہ عجیب و غریب چٹکلے دلچسپ لطیفے ہیں جسمانی دہوکے اور علمی کھیل درج ہیں کہ جو بچوں کی عقلی تربیت کا بہترین آلہ ہیں باتصویر قیمت ۸؍

انشائے نسواں عورتوں اور لڑکیوں کو خط و کتابت سکھانے والی کتاب جسمیں شروع سے آخر تک اخلاقی تعلیم کو مدنظر رکھا ہے صرف ایسے خطوط اسمیں دیئے ہیں کہ جن کو پڑھکر خطوط نویسی کا سلیقہ آجاتا ہے اور ساتھ اخلاقی باتیں لوح دل پر نقش ہوجائیں۔ باتصویر قیمت (۸؍

تقاریر محمد علی رئیس الاحرار کی وہ معرکۃ الآرا تقریریں جن کا نہ صرف ہندوستان بلکہ یورپ میں ڈنکا بج گیا تھا جس کے مطالعہ سے خودداری حب وطنی راستبازی حق گوئی، بہادری کے جذبات پیدا ہوتے ہیں قیمت (۸؍

سلیقہ شعار بیوی بہنے بیوی کے فرائض کے نام سے یہ کتاب تیار کی ہے اور قرآن و احادیث کے الفاظ کے نہایت صاف و سلیس اردو میں دلنشیں طریقوں سے عورتوں کو سمجھایا گیا ہے کہ انہیں کسطرح اپنے خاوندوں کی اطاعت کرنی چاہیئے۔ یہ کتاب شریف بیبیوں کے مطالعہ میں رہنی چاہیئے۔ اس کتاب کی ہدایتوں سے واقف ہوکر ایک نافرمان عورت بھی خدمت گذار اور فرمانبردار ہو جائے گی۔ قیمت صرف (۸؍ ملنے کا پتہ: **منیجر عصمت دہلی**

ایک منٹ میں برف جمالو

برف جمانے کی جس قدر مشینیں اب تک ایجاد ہوئی ہیں ان میں امریکن مشین سب سے اچھی سمجھی جاتی ہے لیکن اس کی قیمت زیادہ ہے اور برف دیر میں جمتی ہے۔ امریکہ کا دعویٰ ہے کہ ۵ منٹ میں برف جم سکتی ہے لیکن اس مشین میں ایک منٹ میں برف جم جاتی ہے اور تین سیر دودھ کے لئے صرف چھ سیر برف کی ضرورت ہوتی ہے۔ **فخر قوم حضرت علامہ راشد الخیری** صاحب کے سامنے دودھ کی برف اس مشین میں ایک منٹ میں جماکر پیش کیگئی تو جناب ممدوح نے بے انتہا پسند فرمائی۔

اس سے جلدی دنیا میں برف جمانیکی کوئی مشین نہیں ہے

ہم نے رسالہ عصمت کی سالگرہ کی خوشی میں اسکی قیمت دس روپیہ کے بجائے سات روپیہ بارہ آنہ کردی ہے محصول بذمہ خریدار آپ ایک مشین منگاکر دیکھئے ممکن ہی نہیں کہ اپنے عزیزوں سے اسکی تعریف نہ کریں اور وہ اسکے منگانے پر مجبور نہ ہوں یہ مشین برسات کی بہار اور موسم گرما کا بہترین تحفہ ہے آج ہی آج ہی فرمائش بھیجدیجئے ورنہ موسم نکل جائیگا۔ ملنے کا پتہ:۔

سہیلیوں کا اسٹور کوچہ چیلان دہلی

کامل دائی یا لیڈی ڈاکٹر باتصویر

اس کتاب میں دائی جنائی کا مفصل کام باتصویر بیان کیا گیا ہے عورتوں اور بچوں کے پیچیدہ امراض کی پہچان اور ان کا علاج پورے طور پر درج ہے جسے عورتیں پڑھکر خود بخود اپنا اور بچوں کا علاج کرسکتی ہیں۔ آپ اس کتاب کو پڑھیں اپنی عورتوں کو پڑھائیں تاکہ بوقت ضرورت آپ اپنے گھر کی دائی کو تمام مفید ہدایات بتلاسکیں ہر مرد عورت ڈاکٹر حکیم کو اس کا مطالعہ کرنا ضروری ہے جلد منگوائیے قیمت فی جلد عہ محصول ڈاک ۶؍

منیجر احسان اینڈ کمپنی بستی کوٹھی نمبر ۴۴

لدھیانہ (ایرانڈیا)

نئی کتابیں

پردہ و تعلیم عصمتی بہنوں کو یاد ہوگا کہ سنہ ۳۰ء میں کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب کا ایک معرکتہ الآرا مضمون "تعلیم نسواں کا سیاسی رُخ" مسلسل تین چار پرچوں میں شائع ہوا تھا۔ نہایت محنت و کاوش سے یہ مضمون لکھ کر ڈاکٹر صاحب نے بتایا ہے کہ تعلیم نسواں کی طرف سے غفلت کرنے سے مسلمانوں کو کیسا شدید قومی نقصان پہنچ چکا ہے اس قدر جامع اور واضح اس قدر مدلل اور موثر مضمون اس موضوع پر ہندوستان کی کسی زبان میں آج تک شائع نہیں ہوا۔ اس سلسلہ میں گذشتہ سال مشہور حامی حقوق نسواں جناب آثم اکبر آبادی نے ایک نہایت مفید سلسلہ مضامین شروع کیا تھا جس کا عنوان تھا تعلیم نسواں کا مذہبی رُخ" اس میں مسلمان عورت کا ہندو عورت عیسائی عورت سے مقابلہ کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ صحیح معنوں میں عورت اسلام میں کیا درجہ رکھتی ہے پھر پردہ کے مختلف پہلوؤں پر نہایت قابلیت کے ساتھ بحث کی گئی ہے اور قرآن و حدیث سے ثابت کیا گیا ہے کہ ہندوستان کے مروجہ پردہ کا اسلام میں کہیں حکم نہیں ہے اور سیاسی و معاشرتی نقطہ نظر سے بھی پردہ کی یہ سختی عورت کیساتھ زیادتی ہے یہ دونوں مضمون اس قدر مقبول ہوئے کہ جن پرچوں میں چھپے تھے وہ بالکل ختم ہو گئے مگر اب تک فرمائشیں چلی آرہی ہیں۔ ہم حضرت آثم اکبر آبادی کے بہت ممنون ہیں کہ انہوں نے ہماری تحریک پر تعلیم نسواں کے مذہبی رُخ" میں بہت کچھ جدید اضافہ کر دیا۔ یہ دونوں مضمون مع اضافہ جدید اب کتابی صورت میں پردہ و تعلیم کے نام سے دفتر عصمت سے شائع ہوئے ہیں۔ اگرچہ پردہ پر دو تین بہت اچھی کتابیں اس سے پہلے اُردو میں شائع ہو چکی ہیں اور تعلیم نسواں پر بھی بعض بزرگوں نے اپنی کتابوں میں نہایت معقول بحث فرمائی ہے مگر یہ واقعہ ہے کہ اس نوعیت کی کتاب آجتک کہیں سے شائع نہیں ہوئی۔ جناب آثم اکبر آبادی اور کپتان ڈاکٹر امیر الدین احمد صاحب نے اس کتاب سے فرقہ نسواں کی گراں بہا خدمت انجام دی ہے جس کے لئے ہم ان بزرگوں کا جس قدر شکریہ ادا کریں کم ہے۔ جن بہنوں نے عصمت میں پردہ و تعلیم کے بہت سے حصے ملاحظہ فرمائے ہیں ان کو بھی یہ کتاب ضرور منگانی چاہیئے نہ صرف اس لئے کہ بعض ضروری حصے رسالہ میں شائع نہ ہو سکے بلکہ اس لئے بھی کہ پردہ و تعلیم زنانہ لٹریچر کی ایک نہایت اہم کتاب ہے جو لڑکیوں کی تعلیم و پردہ کے متعلق بہت بڑی حد تک رہنمائی کریگی۔ کتاب کی ضخامت کچھ کم سوا سو صفحے ہے۔ کاغذ سفید و بیز لکھائی چھپائی عمدہ قیمت (۱۲ر) مگر چونکہ عصمت میں اس کا بہت کچھ حصہ چھپ چکا ہے اس لئے ۲۵ جولائی تک عصمتی بہنوں سے (۸ر) لئے جائیں گے۔

نیرنگ مردوں کے مضامین تو آئے دن کتابی صورت میں شائع ہوتے رہتے ہیں مگر عورتوں کے مضامین کا مجموعہ کہیں مدتوں میں دیکھنے میں آتا ہے۔ اُردو کی افسانہ نگار خواتین میں سب سے پہلے محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی کی مختصر کہانیوں کا مجموعہ گلستان خاتون

شائع ہوا تھا خوشی کی بات ہے کہ اب دوسری معزز بہنوں کی کہانیوں کے مجموعے بھی چھپ رہے ہیں چنانچہ حال ہی میں ہماری محترم بہن اس آر کے صاحبہ کے مختصر افسانوں کا مجموعہ نیرنگ عمدہ کاغذ پر پاکیزہ چھپائی اور نفیس کتابت سے آراستہ ہوکر شائع ہوا ہے۔ محترمہ اس آر کے دورِ حاضرہ کی مشہور و کامیاب افسانہ نگار خواتین میں سے ہیں انکی کہانیاں کئی سال سے اردو رسائل میں شائع ہوکر خراج تحسین حاصل کررہی ہیں۔ ایک کامیاب مختصر افسانہ میں جن خوبیوں کا ہونا لازمی و ضروری ہے ان میں سے اکثر محترمہ اس آر کے صاحبہ کے افسانوں میں پائی جاتی ہیں ان کے ہیرو اور ہیروئن کا کرکٹر فطرت انسانی کے مطابق ہوتا ہے قصہ کے پلاٹ میں خلاف عقل وقیاس باتوں سے دور رہنے کچھ جدت ہوتی ہے۔ ان کے قصوں کو پڑھ کر نہ عقائد خراب ہوتے ہیں نہ خیالات پر برا اثر پڑتا ہے بلکہ محبت ہمدردی ایثار ہمت، خودداری کے پاکیزہ جذبات پیدا ہوتے ہیں وہ کہیں عورت کے جائز حقوق پر فاضلانہ بحث کرتی ہیں کہیں اصلاح نسواں پر کسی قصہ میں تعلیم یافتہ گھرانوں کی بلند معاشرت دکھائی ہے تو کوئی کہانی تہذیب و اخلاق کا درس ہے۔ محترمہ اس آر کے بہت شستہ عبارت لکھتی ہیں۔ اندازِ بیان میں کافی درد اور ماثر ہے تحریر میں روانی اور خاص ادیبانہ شان کہیں کہیں ظرافت کی چاشنی اور زبان کا لطف بھی ہے غرض نیرنگ اخلاقی و معاشرتی افسانوں کی نہایت کامیاب تصنیف ہے اور ہم اپنی قابل بہن کو دلی مبارکباد دیتے ہیں کہ انکی اس کتاب سے افسانہ لٹریچر میں مفید اضافہ ہوا ہے عصمتی بہنیں ضرور اسکی ایک جلد منگاکر مصنفہ کی حوصلہ افزائی کریں۔ کتاب کا سائز عصمت سے نصف ضخامت ۳۰۰ صفحات لیکن قیمت بہت معمولی صرف (عہ) محصول مکتبہ معرطیبہ کے اہتمام سے شائع ہوئی ہے دفتر عصمت سے بھی مل سکتی ہے

رفیق تنہائی اور دیگر افسانے

یعنی پروفیسر سید علی عباس صاحب حسینی ایم اے لکھنؤ کے ۹ مختصر افسانوں کا مجموعہ سید صاحب یوپی کے مشہور افسانہ نگار حضرات میں سے ہیں اور بہت سے افسانہ نگاروں میں اس لحاظ سے انہیں ایک خاص امتیاز حاصل ہے کہ کتابی زبان نہیں لکھتے بلکہ ان کی کہانیوں کی زبان لکھنؤ کی ٹکسالی اردو ہوتی ہے۔ برجستگی بیباختگی بے تکلفی اور سادگی انکی تحریر کی خصوصیات ہیں۔ اس مجموعہ کی سب کہانیاں دلچسپ ہیں کہیں بیگماتی زبان کا لطف ہے کہیں ظرافت کی چاشنی کوئی قصہ جذبات نگاری کے لحاظ سے قابل تعریف ہے، کسی کہانی میں ہندوستانی گھرانوں کی معاشرت بہت خوبی کے ساتھ دکھائی گئی ہے۔ کسی افسانہ کا پلاٹ نہایت دلآویز ہے عصمتی بہنیں ان قصوں کو پڑھیں گی تو خوش ہونگی اس مجموعہ کی قیمت (عمر) ہے اور دفتر رسالہ ادب لکھنؤ سے ملتا ہے۔

آلامِ حیات

یہ بھی افسانوں کا مجموعہ ہے مگر سب افسانے ترجمہ ہیں اور انگریزی زبان کی بعض بہترین غمناک کہانیوں کا کامیاب ترجمہ نامور انشاپرداز جناب محمود اکبرآبادی نے اس خوبی کیساتھ ان کہانیوں کا ترجمہ کیا ہے کہ طبع زاد معلوم ہوتی ہیں اس مجموعہ میں ۵ کہانیاں ہیں انمیں سے ہم صرف تین پڑھ سکے نہایت اعلیٰ درجہ کے افسانے ہیں یہ کتاب لڑکیوں کے مطلب کی نہیں ہے مگر بڑی عمر کی خواتین اس کا مطالعہ کرسکتی ہیں ضخامت ۱۶۶ صفحے قیمت (عمر) ملنے کا پتہ: تسنیم بکڈپو آگرہ۔ دفتر عصمت سے بھی مل سکتی ہے۔



بزم عصمت میں صرف وہی خطوط شائع کئے جاتے ہیں (۱) جنمیں خریداری نمبر درج ہو (۲) خط بہت مختصر ہو (۳) وہی استفسارات نہ ہوں جن کے جوابات عصمت میں بیسیوں مرتبہ شائع ہو چکے (۴) جنمیں رسالہ کے انتظامی امور یا مضامین کے بارے میں کوئی بات نہ ہو

میں ممنون ہوں ان محترم بہنوں اور معزز بھائیوں کا جنہوں نے سالگرہ عصمت کی مبارکباد کے خطوط روانہ فرماکر اور توسیع اشاعت میں حصہ لیکر عصمت کی سچی محبت کا ثبوت دیا ہے سالگرہ نمبر کی مصروفیت کیوجہ سے افسوس ہے فرداً فرداً میں سب کو جواب نہیں دے سکا اس لئے رسالہ کے ذریعہ ان سب بہنوں اور بھائیوں کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں

رازق الخیری

ہمیں یہ معلوم کرکے بے انتہا مسرت ہوئی کہ محترمہ حمیدہ یوسف علی صاحبہ مدراس یونیورسٹی کے امتحان بی اے میں نہایت اعزاز کے ساتھ کامیاب ہوئی ہیں اس سے پہلے جنوبی ہندوستان سے کسی مسلمان خاتون نے یہ امتحان اس امتیاز کے ساتھ پاس نہیں کیا۔

اسی طرح عزیزہ مہدی بیگم صاحبہ نے جو شمس العلماء ڈاکٹر نذیر احمد صاحب مرحوم کی نواسی خواہر محترمہ قیصری بیگم صاحبہ کی صاحبزادی ہیں عثمانیہ یونیورسٹی کے امتحان بی اے میں شاندار کامیابی حاصل کی ہے۔

یہ دونوں بہنیں ہونہار مضمون نگار بھی ہیں ان کی اس علمی ترقی پر ان کو اور ان کے والدین کو ہم دلی مبارکباد دیتے ہیں - اور امید کرتے ہیں کہ دونوں خواتین اب تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اپنی بہنوں کی ترقی و اصلاح کے لئے اور بھی کوششیں کرتی رہیں گی اور ان کی علمی قابلیت سے طبقہ کو بہت کچھ فائدہ پہنچے گا۔

رازق الخیری

میں نہایت خوشی سے اطلاع دیتی ہوں کہ خداوند کریم نے مجھ کو ۲۷ فروری ۳۲ء کو ایک ننھا سا بھانجہ عطا فرمایا ہے اور اس کا نام مظاہر حسین رکھا گیا ہے - لیکن مجھے یہ نام کچھ پسند نہیں لہذا بہنوں سے گذارش ہے کہ کوئی پیارا سا اور چھوٹا سا نام تجویز کریں - کوئی شاعر بہن اس کا قطعہ تاریخ ولادت لکھیں تو از حد مہربانی ہوگی - خاکسار ارجمند بانو زبیری

میں نہایت رنج و غم میں یہ خبر آپ کو لکھ رہی ہوں

کہ میری ہمشیرہ راضیہ بیگم بنت باقر مرزا صاحب وکیل بنارس نے بتاریخ ۱۲ مارچ ۳۳ء بمقام آگرہ انتقال کیا۔ اور اپنی ماں باپ اور مجھکو سوگوار ماتم چھوڑا۔ مرحومہ دو سال تک بخار میں مبتلا رہیں اور یہی بخار باعث ہلاکت ہوا۔ مرحومہ نے ۱۸ سال ۴ ماہ کی عمر پائی۔ ذی علم اور صاحب ہنر تھیں۔ اور بہت اچھے اوصاف پائے تھے رحم دل، خداترس اور خداشناس تھیں۔ مرحومہ کے اوصاف نے ان کو اپنے والدین کی محبوب اولاد بنا دیا تھا۔ بہنیں انکی مغفرت کی دعا کریں۔

س ہمشیرہ راضیہ بیگم مرحومہ

دلی مسرت کے ساتھ لکھتی ہوں کہ خدا نے روز منگل ۱۳ مئی ۵ بجے صبح کو میری بھابی بدرالنساء مسز شمس الہدیٰ صاحب ڈپٹی کلکٹر کو فرزند ارجمند عطا فرمایا۔ خدا میرے پیارے بھتیجے کو حیات دے اور اقبال مند بنائے۔ ماں باپ کو اس کی خوشیاں دیکھنی نصیب کرے آمین۔ براہ مہربانی کوئی عصمتی بہن یا بھائی میرے ننھے بھتیجے کے لئے بہت ہی خوبصورت نام تجویز فرمائیں مہربانی ہوگی اس خوشی میں ایک روپیہ کی ناچیز رقم ارسال خدمت ہے۔

عائشہ خاتون بنت شاہ مجید الدین

والدہ محترمہ یعنی بیگم سید نقی الحسن صاحب ایس ڈی او جبلپور سفر کربلا و عراق سے بخیریت واپس تشریف لائیں اماکن مقدسہ کی زیارت سے متاثر ہوکر جوش مسرت میں چند اشعار موزوں ہوگئے ہیں ان کو شائع کردیں ممنون ہوں گی۔

دربار ابن ساقیِ کوثر کو دیکھئے
بکھرے گل ریاض پیمبر کو دیکھئے
اصغر ہیں شہ کے سینۂ اقدس پہ سو رہے
پہلو میں ہے شبیہ پیمبر کو دیکھئے
زینب کے دونوں لال تو قاسم سا نوجواں
مدفن ہے ان کا گنج شہیداں کو دیکھئے
مجھ سے گنہگار کو مولا بلا لیا
شان خدا اور اپنے مقدر کو دیکھئے

ا۔ص بیگم لفٹنٹ سید وصی الحسن عسکری

میں زعفران اور صندل کا شربت بنانے کی ترکیب معلوم کرنا چاہتی ہوں اگر کسی بہن کو معلوم ہو تو براہ کرم بذریعہ عصمت مطلع کریں یا اگر اس کے متعلق کوئی کتاب ہو تو اُس کے نام سے مطلع کریں۔ نیز اگر کسی بہن نے کتاب نٹنگ بک منگوائی ہو تو بذریعہ عصمت مطلع فرمائیں کہ یہ کیسی کتاب ہے۔

راقمہ خریداری نمبر ۶۴۰۷

میں بہت ممنون ہونگی اگر کوئی بھائی یا بہن حسب ذیل تاریخ وفات تحریر فرمائیں اور بذریعہ عصمت مطلع فرمائیں تاریخ وفات۔ ۱۵ نومبر ۳۱ء نام خان بہادر شیخ محمد تائب حسین ڈپٹی ڈائرکٹر محکمہ زراعت یو پی

ح خ صاحبزادی خان بہادر شیخ محمد تائب حسین

مجھے ان دو نوحوں کی ضرورت ہے :۔

(۱) آل نبی یہ اندلوں رنج محن ہے ہائے ہائے

(۲) جو بہار باغ رسول تھے انہیں باغیوں نے مٹا دیا۔

برائے مہربانی اگر کسی بہن کے پاس ہو تو بذریعہ بزم عصمت مطلع فرمائیں نہایت ممنون ہونگی۔

خاکسار خریداری نمبر ۵۲۱۱

"اشتہاری چیزوں کے لئے خواہ کتنے ہی اطمینان بخش الفاظ کیوں نہ استعمال کئے جائیں مگر اکثر وبیشتر دھوکہ ثابت ہوئے ہیں۔ اس لئے بذریعہ بزم عصمت اپنی عصمتی بہنوں سے دریافت اور اطمینان کرنا چاہتی ہوں کہ "نجشی کمپنی کلکتہ کا سندری سہاگ تیل" ان کے تجربہ میں کس حد تک مفید ثابت ہوا ہے۔ اور جن بہنوں نے استعمال کیا ہے اُن کے بالوں کو کس حد تک فائدہ پہنچا ہے۔ اور کتنے عرصہ سے استعمال میں ہے۔ میں ممنون ہونگی اگر کوئی بہن تیل مذکور کے فوائد یا نقصان سے بذریعہ عصمت مجھ کو مطلع کرینگی"

ہمشیرہ خواجہ سید نصیر الدین صاحب

---

(۱) دسمبر ۳۱ء کے بزم عصمت میں محترمہ بہن شکیلہ خاتون صاحبہ نے چیچک کا جو نسخہ تحریر کیا ہے وہ ذرا تشریح طلب ہے۔ ادویات کے ہم وزن حل کرنے کے بعد سیماب تو ملا لیا گیا ہے مگر اس مرکب کے خشک ہونے کی وجہ سے استعمال نہیں کیا جا سکتا شاید کوئی رقیق جز خاتون صاحبہ تحریر فرمانا بھول گئیں۔ براہ کرم مکرر تحریر فرمائیں ممنون ہونگی۔

نیز عصمتی بھائی بہنوں سے التماس ہے کہ اگر کوئی نسخہ تحریر فرمایا کریں تو ذرا وضاحت سے لکھا کریں۔

ہونٹوں اور آنکھوں پر لگانے کی کریم کا کیا نام ہے؟

محترمہ بہن رقیہ بی بی (بنت سید عاشق علی صاحب) کی خدمت میں عرض ہے :۔

Ceureol Hair Tonic

Bathgat & co Calcutta

سے منگا کر استعمال فرمائیں انشاءاللہ ایک ہفتہ میں فائدہ ہوگا میرا آزمودہ ہے چہرے پر کثرت تل نکل آئے ہیں مہربانی فرما کر کوئی بہن یا بھائی مجرب اور آزمودہ نسخہ تحریر فرمائیں۔ ازحد ممنون ہونگی۔

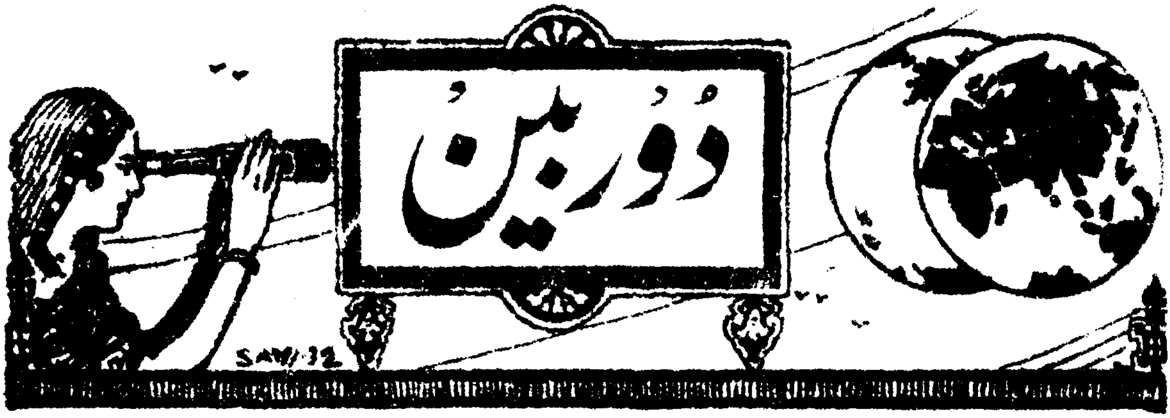
بالوں میں پھٹکری لگانے سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے؟ کیا کوئی عصمتی بہن اس کے فوائد سے آگاہ فرما کر شکر گذار کرینگی۔

خریدار نمبر ۳۲۲۹

---

(۱) میری آپا زاہدہ خاتون مسز غلام واسع صاحب وکیل پٹنہ بہت ہی بیمار ہو گئیں تھیں اب خدا کے فضل سے بالکل اچھی ہیں مگر نہ معلوم کیوں اُن کی آنکھ میں کرکت کھجلی رہتی ہے۔ اور پلکیں بہت گرتی ہیں ازراہ مہربانی کوئی عصمتی بہن آزمودہ دوا بتلائیں عمر بھر احسان مند رہوں گی۔

(۲) کوئی بہن یہ بھی بتلائیں کہ کالا رنگ کا داغ کپڑے پر سے کس طرح دور کیا جاتا ہے۔ بنت شاہ مجید الدین



پنجاب میں اسلامی تاریخ

پنجاب یونیورسٹی کے دورالشوریٰ میں ایک انگریز پروفیسر نے تجویز پیش کی کہ بی اے سے اسلامی تاریخ کا مضمون اڑا دیا جائے۔ کیونکہ اول تو اس کے لئے کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں اور یہاں والوں کو یا تو تاریخ ہند پڑھنی چاہئے یا تاریخ انگلستان۔ یہ مضمون بی۔ اے میں سنہ ۲۳ء سے داخل ہوا اور اس وقت سے اس قدر ہردلعزیز ہوا کہ اس سال تین سو طلبا نے اسلامی تاریخ لے رکھی ہے اس ہردلعزیزی کو دیکھتے ہوئے یونیورسٹی کو کوئی انتظام اس کی تعلیم کا کرنا چاہئے تھا۔ لیکن انگریز اور ہندو ممبروں نے اس تجویز کی حمایت کی جو اکیس تھے۔ اُنیس مسلمانوں اور ایک عیسائی نے مخالفت کی کہ یہ مضمون ضرور رہنا چاہئے۔ لیکن ایک رائے کی کمی سے یہ تجویز منظور ہوگئی۔ مسلمانوں میں اس تجویز سے شدید غم و غصہ پیدا ہو گیا ہے اور پنجاب بھر میں اس کے خلاف جلسے ہو رہے ہیں۔

برقع پوش چور

یونانی دواخانہ دہلی میں ایک شخص ملازم تھا وہ ایک روز حسب معمول دواخانہ نوکری پر چلا گیا۔ اس کے پیچھے دو برقع پوش مردوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ بیوی نے انہیں خاوند کے رشتہ دار سمجھ کے دروازہ کھول دیا انہوں نے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ پر قفل لگا دیا اور بیوی کو چھروں سے دھمکانا شروع کر دیا اور اس سے کنجیاں مانگیں۔ انہوں نے اس کا منہ بند کر کے ایک کونے میں باندھ کے ڈال دیا اور ساڑھے تین سو روپے نقد اور دو ہزار کے زیور لے کے چلتے بنے۔ جب اس کا خاوند گھر آیا تو بیوی کو بندھا پایا۔ پولیس کو اس واقعہ کی اطلاع کر دی گئی ہے۔

چین و جاپان

جاپانی سپہ سالار شکارا گوا جو ایک کوریا کے آدمی کے سبب سے زخمی ہو گیا تھا جانبر نہ ہو سکا گو ڈاکٹروں نے اسکے معاملہ میں بڑی کوشش کی۔ شنگھائی سے جاپانی فوجیں ہٹالی گئی ہیں۔ جن کی تعداد پچاس ہزار تھی اب صرف اسکے سو آدمی فوج اور پولیس کے یہاں رہا کرینگے۔ نئے جاپانی وزیر اعظم نے ایک تقریر میں بتایا کہ روس و جاپان میں کسی جنگ کا اندیشہ نہیں۔ جاپان صرف شمالی منچوریا میں قزاقوں کے خلاف

فوجی انتظام کر رہا ہے جس سے روس کو کوئی تعلق نہیں۔

ملکی حالات سیاسی حلقوں میں خیال کیا جاتا تھا کہ موجودہ بنگالی قوانین کی میعاد ختم ہونے پر ان کی تجدید نہ کیجائے گی لیکن بنگال میں بنگالی قانون کی میعاد ختم ہوتے ہی اسکی جگہ نیا قانون نافذ کر دیا گیا جو پہلے سے بہت مختصر ہے لیکن مکمل ہے۔ تین ہائی کورٹ ججوں کی بجائے کمشنر مقدمہ کی سماعت کریں گے۔ ان کے فیصلے سے اپیل کیا جا سکیگا۔ اس میں آٹھ کی بجائے صرف ۲ دفعات رکھی گئی ہیں۔ مقدمہ بند کمروں میں اور فریقین کی سرکشی کی صورت میں ان کی غیر حاضری میں پہلے کی طرح سماعت کیا جا سکیگا۔

بمبئی کے بلوہ نے طول کھینچا۔ اس دوران میں بہت سے مارے گئے اور بیشمار زخمی ہوئے۔ پولیس اور فوج انتظام قائم کرنے میں لگی ہوئی ہے۔ کرنال کے ضلع میں موضع پونڈری میں مذبح کے متعلق ہندو مسلمانوں میں بلوہ ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ شیعہ سنی کے باہم جھگڑے کے ایام میں ہندوؤں نے مذبح توڑ ڈالا۔ مسلمانوں نے آپس میں صلح کر لی۔ اور درخواست دے کے اسے بنانا چاہا لیکن عدالت دیوانی سے حکم امتناعی جاری کر دیا گیا۔ ۲ جون کو ہندوؤں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ جس سے تین مسلمان مارے گئے اور ۲۳ زخمی ہوئے۔

الور میں بھی ہندو مسلمانوں میں فساد ہونیوالا تھا کہ ریاستی فوجوں نے مسلمانوں کے ایک جلوس پر چند گولیاں چلائیں۔ تین مسلمان مارے گئے اور ۴۰ زخمی ہوئے۔ تحقیقات ہو رہی ہے۔

لارڈ ارون نے انگلستان میں ہندوستانی
معاملات پر ایک تقریر کی انہوں نے بتایا کہ ہندوستان
ور انگلستان دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں
سکتے۔ اس میں دونوں کا ہی فائدہ ہے۔ علیحدگی
میں دونوں کا نقصان۔ ہندوستان میں علیحدگی کی
سے جو بدنظمی اور فساد رونما ہوں گے ان کا اثر دور
پہنچیگا جس سے بیرونی ممالک بھی محفوظ نہ رہیں گے
ستان کو انگلستان کے ماتحت ایسی طرز حکومت
ضرورت ہے جس سے اس کی ہر قوم اور راجے مہاراجے
ہوسکیں اور حالت یہ ہے کہ کانگرس تو ملک کا
حصہ بھی خوش نہیں۔

سر سویل ہور کا ارادہ ہے کہ ہندوستانی سیاسی
یوں کے خاص طبقات کو انڈمان بھیجدیا جائے کیونکہ
ستان کے جیلخانہ بے طرح بھر گئے ہیں۔

کشمیر اور مسلمان

گلینسی کمیشن کی سفارشات شائع
ہوگئی ہیں کہ ایک مجلس واضع قوانین
بنائی جائے۔ اس میں ۷۵ ممبر ہوں گے۔ کشمیر کی اسلامی
آبادی ۹۵ فیصدی ہے لیکن مسٹر گلینسی ۷۵ فی صدی
کرتے ہیں۔ بانیہہ ۶۰ میں ۴۵ ہونگے جن میں غالباً
مسلمان ہوں گے۔ باقی ممبروں میں ۲۲ نامزد ہوں گے۔
۳۳ میں مسلمان صرف ۳ اور ہندو ۱۱ اور ۱۳ اسکھ
رکھے گئے مسلمانوں کو ان کی آبادی کی مناسبت سے
نہیں دیئے گئے۔ مجلس مذکور فوج۔ امور خارجہ اور
مہاراجہ اور ان کے خاندان کی ذات کے سوا باقی امور
متعلق مسودہ قانون بنا سکیں گے جو مہاراجہ کی منظوری

سے نافذ ہوا کرے گا۔ ممبری کی ذمہ داری کے اوصاف میں ایک ناقابلیت یہ بیان کی گئی ہے کہ انتخاب سے پانچ سال کے اندر کم از کم ۶ ماہ کی قید کی سزا پائے ممبری کے لئے کھڑے نہ ہو سکیں گے گویا جتنے کشمیری مسلمانوں نے کشمیری جدوجہد میں سزا پائی وہ سب پانچ سال تک محروم رہیں گے عورتوں کو کوئی حق رائے نہیں دیا گیا۔ غرضیکہ سفارشات ایسی ہیں کہ مسلمان غیر مطمئن ہیں اور اسلامی اخبار اس پر غم و افسوس میں مضامین لکھ رہے ہیں۔ لاہور میں مجلس احرار کا جلسہ ہوا اس میں اس جدوجہد کو دوبارہ زندہ کرنیکا اعلان کیا گیا۔ مہاراجہ نے میرپور اور اس کی تحصیل کے علاوہ سیاسی قیدیوں کو آئندہ اسی جدوجہد کے اقرار دینے پر رہا کر دینے کا اعلان کیا ہے۔

فاقہ مستی سے موت - جس عورت نے فاقہ مستی سے تنگ آکے اپنے دو بچے کنوئیں میں دھکیل کے مار ڈالے اور پھر خودکشی کرنا چاہتی تھی کہ پکڑی گئی وہ سشن سپرد ہو گئی ہے۔

منچوریا کا ایک باشندہ بنگلور میں تبدیل آب و ہوا کیلئے گیا اس نے اپنی زندگی سے تنگ آکے تیزاب پی لیا۔ اُسے شفاخانہ پہنچایا گیا۔ اس کی حالت نازک تھی۔ اس کی جیب سے سات خط برآمد ہوئے جن میں اس نے لکھا تھا کہ میں زندگی سے تنگ آکے خودکشی کر رہا ہوں اب اسیر الزام خودکشی کے جرم میں مقدمہ چلایا گیا۔

ایک ہندو میاں بیوی بھی شفاخانہ میں داخل کئے گئے ہیں۔ مرد نے خود پوٹاشیم کھا کے زبردستی بیوی کو بھی کھلا دی حالت خراب تھی۔ اب اچھی ہے۔ ان پر بھی مقدمہ چلے گا۔

کمیٹی تشخیص رائے کی سفارشیں لارڈ لوتھیان کی کمیٹی نے تین ماہ میں ہندوستان میں ۷ ہزار چھ سو نواسی میل کا سفر کیا۔ آسام اور صوبجات متوسط کے سوا سب صوبوں میں کمیٹی کی گئی اور شہادت قلمبند کی۔ اب اس کی رپورٹ شائع ہو گئی ہے۔ اس نے سب بالغوں کو رائے کا حق دینے کو قابل عمل تصور نہیں کیا اور نہ گروہ وار رائیں لینا پسند کیا اس نے حق رائے میں اس قدر توسیع پسند کی ہے کہ آبادی کا ۱۰ فیصدی سے ۲۵ فی صدی تک رائے کا حق حاصل کرے جائداد کو حق رائے کی بنیاد رکھی ہے لیکن اس کا درجہ اتنا گھٹا دینے کی سفارش ہے کہ آبادی کا زیادہ حصہ رائے دہندہ چن سکے۔ میعاد تعلیم میں اپر پرائمری یا اُسکے برابر کا درجہ بنیاد رکھا ہے۔ عورتوں کے لئے محض پڑھا لکھا ہونا رائے دینے کی قابلیت کیلئے کافی سمجھا ہے ان کے علاوہ مندرجہ ذیل کو بھی حق رائے حاصل ہوگا۔ (۱) صوبجاتی کونسلوں کیلئے ان لوگوں کی بیویاں جنہیں جائداد کی وجہ سے حق رائے حاصل ہو۔ (۲) مزدور طبقہ کے خاص حلقے۔ (۳) پسماندہ اقوام کے ممبر جن کیلئے خاص معیار رائے مقرر کیا جائے گا۔ (۴) انکم ٹیکس دینے والے ان سفارشوں کا نتیجہ یہ ہوگا کہ رائے دہندگان کی مقدار ۷۰ لاکھ کی بجائے تین کروڑ ۱۰ لاکھ ہو جائیگی۔ ان میں مرد ۲۹۰۰۲۰۰۰ ہونگے اور عورتیں ۶۶۲۰۰۰۰ - یعنی بالغ مردوں میں سے ۶۶ ۳۴ اور بالغ عورتوں میں سے ۱۰٫۵ رائے دہندہ بن جائیں گے۔ ہندوستان بھر کی صوبجاتی کونسلوں میں مزدور طبقہ کیلئے ۳۸ نشستیں رکھی جانے کی سفارش کی گئی ہے۔ اچھوتوں کیلئے خاص

رعایات رکھی جائیں گی تاکہ ان کی معنوی تعداد اور رائے کا حق حاصل کرسکے ان کی آبادی کا کم از کم دس فی صدی حصہ رائے کا حق حاصل کرسکے گا۔ تجارت صنعت وحرفت یونیورسیٹیوں اور بڑے بڑے زمینداروں کے لئے خاص بنانے کا انتظام بدستور قائم رہیگا

سینٹ یا اعلیٰ مرکزی ایوان کے لئے صوبجاتی کونسلیں انفرادی قابل انتقال رائے سے انتخاب کیا کریں گی انہیں اختیار ہوگا کہ اپنے ممبر باہر سے منتخب کریں یا اپنے میں سے۔ وفاقی مجلس (فیڈرل اسمبلی) کے لئے برطانوی ہند کے ممبروں کی تعداد دو سو سے تین سو تک ہونی چاہیئے مردوں کے لئے انٹرنس یا نچلی درسگاہوں کا اسکے مساوی درجہ عورتوں کیلئے اپر پرائمری۔ اسطرح مردوں کی تعداد ۷۵ لاکھ اور عورتوں کی ۵ لاکھ ہوجاتی ہے۔ کمیٹی کی سفارش ہے کہ جو عورتیں خواندگی کے معیار کے مطابق کونسلوں کے لئے رائے دہندہ ہیں انکو اسمبلی کی بھی رائے دہندہ بنالیا جائے اس طرح سب رائے دہندگان کی مقدار ۸۰ لاکھ کے قریب ہوجائیگی، اس کے ساتھ ہی اخراجات بھی غضب کے بڑھ جائیں گے

مرکزی قانون ساز مجلس میں ہر صوبہ کی طرف سے ایک عورت مزدور بھیجی جائیگی جو زنانہ مسائل کی خاص طور پر نگرانی کریگی فرقہ وارانہ مسئلہ کا حل چونکہ اس کمیٹی کے سپرد نہ تھا اس لئے اس نے اسکے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ البتہ اس مسئلہ کا تصفیہ ہوجانے پر ان سفارشات میں ترمیم تنسیخ ہوسکے گی۔

ننگے سادھو۔ جینیوں میں ایسے سادھوؤں کی جماعت پائی جاتی ہے جو برہنہ رہتے ہیں اور وہ لوگ انہیں مقدس سمجھ کے ان کی بڑی عزت کرتے ہیں اور مرد عورت دونوں ان کے درشن کرتے ہیں وہ مادرزاد ننگے رہتے ہیں اور سر کے بال بھی ہاتھوں سے نوچ ڈالتے ہیں۔

ہندوؤں کے بعض تیرتھوں پر کنبھ کا میلا ہوتا ہے جو ہر بارہ سال کے بعد ہوا کرتا ہے۔ اس پر پندرہ بیس لاکھ جاتری جمع ہوا کرتے ہیں۔ اس سال دریائے گوداوری کے کنارے یہ میلہ ہونیوالا ہے۔ اس میں ایک رسم یہ بھی ہوتی ہے کہ سینکڑوں ننگے سادھوؤں کا ایک جلوس نکلتا ہے، ہندو مرد عورت ان مادرزاد ننگے سادھوؤں سے برکت کی طلبگار ہوتی ہیں۔

۱۸۶۱ء میں آدوی سنیاسیوں نے نربانی سنیاسیوں کے ننگے جلوس پر اعتراض کیا جو فساد کی حد تک بڑھ گیا۔ حکومت نے اس جلوس کی ممانعت کردی اب اتنے عرصہ کے بعد ردد کی سنیاسیوں نے حکومت سے ایسے جلوس کے نکالنے کی اجازت مانگی ہے۔ حکومت نے چند شرطوں کے ساتھ اجازت دیدی ہے۔ وہ جلوس صبح کے چار بجے سے ۶ بجے تک نکلیں گے۔ اس کے علاوہ کوئی سنیاسی ننگا پھرتا نظر آئیگا تو گرفتار کرلیا جائیگا۔

جرمنی کی حالت جرمن کے چانسلر ڈاکٹر بروننگ نے مشرقی پروشیا کی شاہی جاگیروں پر ہاتھ صاف کرنا چاہا تھا۔ تاکہ جرمن کے مفلوک الحال لوگوں کی امداد کیجا سکے۔ صدر ہنڈنبرگ اس بات کو برداشت نہ کرسکا اور اس نے ڈاکٹر مذکور کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کو چانسلری سے ہاتھ دھونے پڑے ملک میں بڑی جدوجہد رہی اور خیال تھا کہ وہاں کے فوجی گروہ کا سردار ہٹلر چانسلر بنجائیگا۔ لیکن اب کپتان وان پاپن مقرر ہوگیا ہے۔ وہی شخص ہے جس نے امریکہ میں گولہ بارود کے کارخانوں میں ایسی خفیہ ریشہ

دوانیاں کی نقیص جن کی وجہ سے امریکہ کو جرمنی کے خلاف جنگ میں شامل ہونا پڑا اور کپتان مذکور امریکہ سے نکالا گیا۔ یہ نئے انتخابات تک دستور چانسلر رہیگا۔ بیرونی ممالک اس کے تقرر سے سخت فکر میں پڑ گئے نئی وزارت کے برسر اقتدار آنے سے نازیوں کا زور بڑھ رہا ہے لارڈ راتھرمور نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ ہٹلر کا خاندان ۱۹۳۳ء کے اختتام سے پہلے برسر حکومت آجائیگا۔ تازہ مشکل یہ ہے کہ صدر ہنڈن برگ خود مستعفی ہو کے سابق ولیعہد جرمنی کو صدر بنوا دیگا۔ اسوقت جرمنی میں شاہی حکومت کے حق میں جذبہ بڑھتا جا رہا ہے جرمنی میں کہا گیا ہے کہ کپتان پاپن کا ہرگز ارادہ نہیں کہ وہ ریشتاغ (دارالشوریٰ) کو توڑ کے خود مطلق العنانی سے حکومت کریں۔ صدر ہنڈن برگ ہرگز اس قسم کی کارروائی پر رضامند نہوں گے۔ نہ ان کا ارادہ سابق ولیعہد کے حق میں دست بردار ہونیکا ہے۔ یہ بعض یار لوگوں کی خوش گپیاں ہیں۔ جو دنیا میں کھلبلی مچانے کے لئے ہانکی جا رہی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

تاروں کا جھرمٹ

ایک منصف کے کان میں تکلیف تھی۔ سول سرجن کی دوا کے کان میں ڈالتے ہی سخت سوزش ہو گئی اور پردہ سماعت جل گیا۔ اس نے ۱۵ ہزار جرمانہ کا دعویٰ کیا جو خارج ہوا۔ عدالت عالیہ الہ آباد نے اپیل پر چار ہزار روپے کی ڈگری دیدی اور قرار دیا کہ ڈاکٹر نے عجیب ہی دوا تجویز کی جو ایسے معمولی مرض کے لئے بالکل انوکھی تھی اور جس کی کسی کتاب میں کوئی سند موجود نہیں

بمبئی میں ایک وکیل اور اس کی بہن نے زہریلی دوا سونگھ کے خودکشی کرلی اور دو خط اپنی لاشوں کے پاس میز پر چھوڑ گئے جن میں لکھا تھا کہ ہم نے دیدہ و دانستہ خودکشی کی ہے۔ اور ہماری لاشوں کی مٹی خراب نہ کیجائے

ایک کرایہ کی لاری امرتسر کے قریب آندھی کے زور شور میں الٹ گئی اور چند مسافروں کے چوٹیں آئیں۔

لاہور کی میونسپل کمیٹی کے معطل کئے جانے کے لئے حکام مقامی نے حکومت کو لکھا تھا مسلمانوں میں اس سے ہیجان پیدا ہوا، حکومت پنجاب کا ارادہ یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ کمیٹی کو معطل نہیں کرے گی خطا کار ممبروں کے خلاف البتہ کارروائی کرنیکا ارادہ رکھتی ہے

دہلی میں پانی کی قلت کے سبب لوگ گھروں میں پانی کا ذخیرہ رکھ لیتے ہیں ایک ریلوے ملازم نے اسی طرح اپنے گھر میں ایک ٹب میں پانی بھرا ہوا تھا۔ اس کا ننھا سا بچہ کھیلتا کھیلتا ٹب تک گیا۔ اور اس میں جا پڑا۔ ڈوب کر مر گیا۔ والدین کو اس حادثہ کا علم بھی نہوا دیر کے بعد جب گھر کا ایک آدمی پانی لینے گیا تو بچہ کی لاش ٹب میں پڑی پائی۔

نواکھالی میں ایک شخص باپ کے قتل کے جرم میں ماخوذ ہوا ہے باپ نے جب سے نئی شادی کی بیٹے سے جھگڑا رہنے لگا۔ ایک روز یہ لڑائی اس قدر بڑھی کہ بیٹے نے باپ کو ایک آہنی آلہ سے زخمی کرکے مار ڈالا۔ دوسرے بیٹے مدد کو دوڑے۔ (انہیں بھی) اس نے پیٹا آخر مفرور ہو گیا اور چار روز کے بعد گرفتار ہوا اسے چار سال قید سخت کی سزا ہو گئی۔

ریلوے نے باقاعدہ تحقیقات کرکے تجویز کیا ہے کہ ساڑھے چار ہزار آدمی فالتو ہیں اور انہیں کم کرنا پڑے گا۔ تخفیف لوگوں میں سے اسی دوبارہ ملازم رکھے گئے اور ۶۸ کے معاملات زیر غور ہیں۔ ریلوں کو پچھلے سال کے مقابلہ میں ۸ کروڑ ۲ لاکھ کا گھاٹا رہا ہے۔ ٹرینوں کی تعداد برقرار رکھنے کا لحاظ رکھا جائیگا۔ آئندہ ملازمت کی ضرورت کی صورت میں ان تخفیف شدوں کو واپس لیا جائے گا۔ گو آمدنی کی کمی کی وجہ سے اس کی کوئی شکل نہیں نظر آتی

اٹلی کے اصلی حاکم مسولینی کی جان کے خلاف ایک سازش ظاہر ہوئی ہے۔ ایک شخص پستول کے ساتھ گرفتار ہوا ہے۔ اس نے بیان کیا کہ وہ مسولینی پر حملہ کرنے والا تھا۔

ٹرکی نے ایک نئے قانون سے اپنے ملکی باشندوں کے لئے کام محفوظ کر دیے ہیں آئندہ سے کوئی غیر ملکی حجام خادم موٹر چلانیوالا پنساری گویا نگہبان ہو سکیگا ہزاروں غیر ملکی بیکار ہو گئے ہیں۔

کلکتہ میں ایک چور بیچا کی شکل میں ایک شخص کے گھر میں رات کو گھس گیا اس نے جو اس کا کالا چہرہ، نہایت لمبی ناک سفید سفید آنکھیں بندر کے سے کان دیکھے تو گھبرا کے چیخ اٹھا۔ بھوت، بھوت، اس نے تکیہ میں منہ چھپا لیا۔ لیکن محلہ والے دوڑ پڑے۔ بھوت نے جو یہ کیفیت دیکھی تو دیوار پھاند گیا اس حرکت سے لوگوں کا حوصلہ بڑھا اور ایک شخص نے بڑھ کے اسے پکڑ لیا۔ وہ ایک مشہور چور پایا گیا جس کی مدت سے پولیس تلاش میں تھی۔

کلکتہ میں ایک سادھو درخت کے نیچے منتر پڑھتا دیکھا گیا۔ محلہ کے آدمی اور ایک گھر کے میاں بیوی اور لڑکے وہاں بیٹھ گئے۔ سادھو نے کھانا منگایا اسے سادھو نے سب کو بانٹ کے کھلایا اور کہا کہ اب جادو مات کے دو بجے ہیں سب کو ملا کے منتر پڑھوں گا جس کا اثر یہ ہوگا کہ تمہاری ساری بیماریاں جاتی رہیں گی۔ عورت نے تھوڑا سا کھانا کھایا تھا وہ تو اچھی رہی باقی سب بیہوش ہو گئے۔ عورت رانیں پیٹنے لگی پولس والے آ گئے سادھو چپکے سے کھسک گیا۔

شیخوپورہ میں ایک ہندو وکیل کی لڑکی نے اپنے کپڑوں کو آگ لگا کے خودکشی کرلی۔ اس کی حال ہی میں شادی ہوئی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ سسرال والے اسے تنگ رکھتے تھے۔

مضمون نگاران عصمت اور اُن کے مضامین

چوبیسواں (۲۴) سال از جولائی سنہ ۱۹۳۱ء تا جون سنہ ۱۹۳۲ء

۱۔ اڈیٹر
- چند باتیں — سالگرہ نمبر
- تیسویں سال کے مضمون نگار — ″
- خاتون اکرم عصمتی انعامات — ″
- انعامات حاصل کرنے والی بہنیں — ″
- مضمون نگاران عصمت — ″
- چند ضروری کام — ″
- چند باتیں — ستمبر
- نئی کتابیں — ″
- کارآمد کتابیں — اکتوبر
- دو باتیں — نومبر
- مضامین — ″
- چند باتیں — جنوری
- رسید — ″
- چند باتیں — فروری
- میاں محمد شفیع — ″
- نئی کتابیں — مارچ
- چند باتیں — مئی
- چند باتیں — جون
- نئی کتابیں — ″

۲۔ اختر جہاں بیگم پرولیا
- باغ کی بہار — ستمبر

۳۔ اختر خانم ایران
- کالی دنیا — نومبر

۴۔ ادریس بیگم شاہجہانپور
- آنسو — اکتوبر

۵۔ آر۔ بی حیدرآباد دکن
- تبتہ النسخرا — مارچ

۶۔ ایس ایف
- ترغیب عمل — فروری

۷۔ ایس بیگم بریلی
- گرم چشمے — مارچ

۸۔ ایس بی طاہرہ پشاور
- دانش — سالگرہ نمبر
- دنیا — نومبر
- قسم کا ادب — دسمبر
- نغمہ یاس — دسمبر
- صحت کی نگہداشت — اپریل
- نغمہ موت — جون

۹۔ ایس کے صغرا سبزواریہ کلکتہ
- بچوں کی پرورش — سالگرہ نمبر
- زندگی کا بیمہ — اکتوبر
- خیالی بیماری — مارچ

۱۰۔ الف ب شروانیہ
- چیتل کی کھال دیکھ کر — مارچ
- لڑکیوں سے بیجا سوالات — ″

۱۱۔ ا۔ ص۔ ایلچپور
- نغمۂ حیات — ستمبر

۱۲۔ ام الحلیمہ مریم جمیل کلکتہ
- پہلا ہوا باز مسلمان — سالگرہ نمبر

۱۳۔ ام عاصمہ بیگم گلبرگہ دکن
- چند خاص کھانے — فروری

۱۴۔ امتہ الوحی دہلی
- قوموں کی ترقی میں عورت کا حصہ — مارچ

۱۵۔ ام مریم بانو مبارک علی شور کوٹ
- ریشمی گرم کپڑے دھونا — سالگرہ نمبر
- دو پیاں کہانیاں — دسمبر
- مہمان کے لئے تکلیف دہ جگہ — ″
- گنڈے تعویذ — جنوری

۱۶۔ امیر فاطمہ آگرہ
- دل و دماغ کے لئے مقوی چیزیں — مارچ
- کیف — فروری

۱۷۔ افضل النساء جوہی سندھ
- تکمیر — نومبر
- خوف — جنوری

۱۸۔ اقبال جہاں بہاولپور
- آج کل کی نئی پارٹیاں — سالگرہ نمبر
- گم شدہ ستارے — اکتوبر
- کام کی باتیں — نومبر
- پائریا — فروری
- دستکاری — مارچ
- اپریل فول — اپریل

۱۹۔ آمنہ نازلی دہلی
- نگائی بجھائی — سالگرہ نمبر
- بچوں کے کپڑے — نومبر

۲۰۔ انیس فاطمہ بارہ بنکی
- جہالت کی شکست (ڈرامہ) — سالگرہ نمبر
- ہندوستانی شاعر — ستمبر
- آزادی کا شکار — اکتوبر
- گندم خوری — فروری
- ہیر جی ناراض ہوگئے — مئی

۲۱۔ ا۔ ہ۔ ح
- مسواک — دسمبر
- لڑکیوں کا پردہ — مارچ
- درازی حیات — اپریل

۲۲۔ اے۔ بی صاحبہ رنگون
- مخملی گل و برگ — جنوری

۲۳۔ اے کے بیگم
- آرائش کی چیزوں کی قیمت نہ لینا — نومبر

دعا ستمبر

۹۱۔ کنیز فاطمہ بیگم

مسلم لیڈیز کانفرنس فروری

۹۲۔ ک ف بنگلور

خواتین کی ورزش فروری

۹۳۔ کنیز محمد بیگم منشی فاضل

پڑھنے والی لڑکیوں کی صحت سالگرہ نمبر

زبان اردو کی ترقی ستمبر

بچے اکتوبر محبت اکتوبر

بے جوڑ شادیاں دسمبر

بچوں کی تعلیم کے طریقے مارچ سوز و گداز جون

۹۴۔ کشور جہاں لکھنؤ

ذیابطیس کا علاج اکتوبر

بے ادبی کے اسباب نومبر

۹۵۔ گ ۔ ن کپور تھلہ

رنگ بنانا سالگرہ نمبر

۹۶۔ ا ۔ خاتون

چالیس دن کا نہان دسمبر

۹۷۔ لطیفہ خانم

خطبہ صدارت

۹۸۔ لئیقہ بیگم

مسلمانوں کی علم پروری ستمبر

دنیا کا پہلا کمسن کمانڈر فروری

۹۹۔ مجید النسا

ایک باہمت لڑکی فروری

۱۰۰۔ مسنز عبدالغنی گونڈہ

ڈرائنگ روم سالگرہ نمبر

کھانے کا کمرہ دسمبر

نیستری برتن خانہ جون

۱۰۱۔ مسنز عزیز احمد ڈاکٹر

آداب مجلس دسمبر

۱۰۲۔ مسنز غلام رسول خانصاحب لاہور

بچوں کی ابتدائی تعلیم اپریل

۱۰۳۔ مسنز ملک لال دین

جالی پر بیل اور پھول اکتوبر

۱۰۴۔ مسنز فضلی ٹوکیو جاپان

بچوں کا باغ نومبر

جاپانی ملاقات جنوری

۱۰۵۔ مسنز یوسف الزماں لکھنؤ

جامع مسجد میں الوداع کی نماز اپریل

۱۰۶۔ م ۔ حیدرآباد دکن

محبت دسمبر

۱۰۷۔ مصطفیٰ بیگم

ننی کوزی سالگرہ نمبر

۱۰۸۔ مہرالنسا کڈاپہ

انتشار سالگرہ نمبر

انوری بیگم دسمبر

شکست (افسانہ) جنوری

زندگی کیا ہے فروری

تم اور میں جون

۱۰۹۔ و ا ۔ بلقیس بیگم آگرہ

علو ہمتی سالگرہ نمبر

مکان اور جسم کی صفائی جنوری

اپنی بیماری فروری

عزیزوں رشتہ داروں سے سلوک اپریل

رات کو سوتے وقت "

شادی بیاہ میں مہمان جانا مئی

آنکھوں کی حفاظت "

اچھی غذا اور آرام "

نوکروں سے برتاؤ جون

مریض کا کمرہ "

۱۱۰۔ ہمشیرہ خلیل احمد

بچوں کا دماغ ستمبر

ب ۔ مرد

۱۱۱۔ ابو طاہر داؤد بی ایس سی

مرغی کا انڈا اپریل

مرغی مئی

آئینہ جون

۱۱۲ سید ابو تمیم فرید آبادی

پانچوں گھی میں سالگرہ نمبر

چپ کا روزہ جنوری

بوا رحیمن کو نکاح کو سوجھی مئی

چچا جان نے دوکان کھولی جون

۱۱۳۔ احمد اللہ حیدرآباد دکن

وفادار بی بی کی روح ستمبر

۱۱۴ اشفاق حسین انصاری

کپڑوں کے دھبے دور کرنا فروری

۱۱۵ حافظ اسعد الاشرفی عرشی دہلی

وسعت فضا اکتوبر

سہرا مارچ

۱۱۶۔ ڈاکٹر اعظم کریوی

علم و عمل سالگرہ نمبر

چمپا کی گڑیا فروری

کیا پڑھیں جون

۱۱۷۔ امام اکبر آبادی

تعلیم نسواں کا مذہبی رخ ستمبر

" اکتوبر

" نومبر

" دسمبر

" جنوری

اسلام اور پردہ اپریل

۱۱۸۔ تلوک چند محروم بی اے

باپ کے آنسو سالگرہ نمبر

خدا کی رحمتوں کا نور برسے نومبر

سیتا جی باغ اشوک میں جنوری

نائی جان نثاری مئی

چاندنی بی جون

۱۱۹۔ نقی علی ناسی ناگپور

دیوالیہ مئی

باپ اور بیٹا جون

۱۲۰۔ حامد مرزا بلوچستان

ہماری خوراک نومبر

۱۲۱- مرزا حسین احمد بیگ ورنگل دکن

چند دن مصر میں — نومبر
بیت المقدس میں — دسمبر
" — جنوری
" — فروری

۱۲۲- (علامہ) راشد الخیری

سیدہ کا لال — سالگرہ نمبر
بیلا میں میلہ — "
سیاحت دکن — "
مولوی صاحب کا وعظ — "
مرزا رحیم بیگ کا گرامی نامہ — "
دست کرم — "
تربیت گاہ بنات — "
غدر کی ماری شہزادیاں — ستمبر
بیوہ کا دوسرا نکاح — اکتوبر
ہر سیشن کی بچیاں — نومبر
ایک جگر خراش واقعہ — "
سیاحت — "
میری دوسری پیشینگوئی — "
جشن معراج — "
طوفان حیات — "
تربیت گاہ بنات — دسمبر
غدر کی ماری شہزادیاں — جنوری
روزہ دار بچیوں کی افطاری — "
دست کرم — "
تربیت گاہ بنات — "
نالہ درد انگیز (نظم) — فروری
بیلا میں میلہ — "
لال ڈاڑھی والے مرزا صاحب — مارچ
غلط توقع — "
تربیت گاہ بنات — اپریل
بچھڑی شہزادی — "
مسلمان عورت کی کشتی — مئی
اگلے لوگوں کی باتیں — جون

۱۲۳- سید راحت حسین بی اے

ندوہ اور وطن — سالگرہ نمبر

۱۲۴- سید رضا احمد جعفری

مغلیہ خاندان کا درخشندہ ستارہ — سالگرہ نمبر
شکر کی خاصیت — ستمبر

۱۲۵- رفیق بی اے

تلاش — مارچ

۱۲۶- ذکی الدین حکیم

پان — نومبر

۱۲۷- ستار خیری

ہوا سورج کے ذریعہ کی تندرستی و خوبصورتی — اکتوبر

۱۲۸- سراج الدین احمد

ریاکاری کا انجام — اکتوبر

۱۲۹- سردار محمد خاں بی اے

بچہ کی پیدائش کے بعد — سالگرہ نمبر

۱۳۰- سعید احمد بریلوی (ڈاکٹر)

درس عبرت با تصویر (نظم) — سالگرہ نمبر

۱۳۱- شاد عارفی

آج (نظم) — جون
کرشنا — ستمبر

۱۳۲- شبلی ابراہیمی

ماں — سالگرہ نمبر

۱۳۳- شرف الدین احمد بی اے

دولھا میاں — سالگرہ نمبر

۱۳۴- صدیق ملتانی ایران

ایرانی خاتون ازدواج — دسمبر

۱۳۵- ضیاء الدین برنی بی اے

متاع کا تخیل — اکتوبر

۱۳۶- طاہر جمیل ام اے کلکتہ

انسانی ہمدردی کا سبق — سالگرہ نمبر

۱۳۷- ظہیر احمد بی اے دکن

ایک نظر — سالگرہ نمبر

۱۳۸- عبد الحئی بی اے ال ال بی

سفید خون — ستمبر
عورت اور ترقی — مئی

۱۳۹- عبد الستار بی ایس سی

نپولین کا فوجی افسر — نومبر

۱۴۰- عبد الخالق خلیق دہلوی

تہنیت سالگرہ — سالگرہ نمبر
بیگم مولانا محمد علی

۱۴۱- عشرت رحمانی مدیر نیرنگ

نام و نمود — سالگرہ نمبر

۱۴۲- عزیز لکھنوی

میرے شوہر سے خطاب — مئی

۱۴۳- عظیم بیگ چغتائی بی اے

بال اور تباشیر — سالگرہ نمبر
ہیرے کے بندے — دسمبر
بلائے آسمانی — مئی

۱۴۴- فضل کریم بی اے

پس پردہ — اکتوبر

۱۴۵- گورستان — جنوری

۱۴۶- محمد اشرف خاں

سلامی — مارچ

۱۴۷- محمد حسین محوی صدیقی مدراس

ماں کی مامتا — سالگرہ نمبر

۱۴۸- محمد زبیر

رنگ — مئی

۱۴۵- محمد ظفر ام اے ال ال بی

چاندی کی سیر — سالگرہ نمبر
خانہ داری — "
سیر بین — "
خانہ داری — ستمبر
سیر بین — "
خانہ داری — اکتوبر
سیر بین — "
گلستان خاتون — نومبر
خانہ داری — "
سیر بین — "
خانہ داری — دسمبر
سیر بین — "
خانہ داری — جنوری
سیر بین — "

دنیا کے ہر یونانی دواخانہ سے زیادہ مکمل

دھلی کا ہمدرد دواخانہ ہے

جس کی جدید عمارات اور ادویات کے عظیم الشان گوداموں کا افتتاح
ہزایکسلنسی یمین السلطنت راجہ راجایان مہاراجہ کشن پرشاد جی، سی۔ آئی۔ ای صدر اعظم
حیدرآباد نے ۲۵ رفروری ۱۹۳۲ء میں کیا تھا۔ آپ اسکی فہرست ادویہ مفت منگا کر پڑھیئے جس سے آپ کو خود
دواخانہ ہمدرد کی عظمت کا حال معلوم ہو جائے گا۔

پتہ:۔ منیجر دواخانہ ہمدرد نمبر ۹ دھلی

سادگی اور فیشن کی جان ہیں

سونیکی دلفریب لونگیں

جو دہلی کے مشہور سناروں سے خاص طور پر اصلی سونیکی بنوائی گئی ہیں
جو اپنی وضع و ڈیزائن و خوبصورتی و پاکیزگی و ساخت کے لحاظ سے تمام
تعلیم یافتہ اور شریف خواتین سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں اور جن
بہنوں نے ایک لونگ طلب کرلی ہے انہوں نے اپنی سہیلیوں اور کنبے کی
مستورات کے لئے درجنوں کا آرڈر دیا ہے آپ بھی ضرور ایک لونگ طلب
فرما کر دیکھئے آپکو خود اندازہ ہو جائیگا۔ ہمارے یہاں فیروزہ اور مختلف قسم کے
رنگوں کے نگوں کی لونگیں موجود ہیں جس رنگ کا نگینہ آپ کو پسند ہو تحریر فرمائیے
علاوہ محصول قیمت فی عدد ۸ ۔ ۱۲ ۔ ۱؎ ۔ ۱۲ روپیہ۔ قیمتوں میں کمی
بیشی کوالیٹی اور سونیکی زیادتی او کمی کے باعث ہے

ملنے کا پتہ:۔ حنیف برادرس کلاں محل دھلی

دنیا بھر کی لیڈی ڈاکٹروں کی متفقہ رائے ہے

مینسوپین کلر

Menso Pain Killer

عورتوں کے خاص درد کا واحد۔ فوری اور یقینی علاج ہے
ایک ہی خوراک سے منٹوں کے اندر یقینیاً اندرونی درد سے مکمل نجات ملتی ہے
موجد کو اس ایجاد لاثانی کے لئے کئی سرٹیفکیٹ اور تمغہ جات عطا
ہو چکے ہیں۔ ہر گھر میں اس کی موجودگی باعث آرام و کفایت شعاری
ثابت ہو رہی ہے۔ قیمت فی پیکٹ (بارہ خوراک) صرف ۱۲؎
علاوہ محصولڈاک وغیرہ غیر مفید ثابت ہو تو دام واپس

سیلز منیجر

کے، پی ورکس۔ ہریانہ (ضلع ہوشیارپور)

خانہ داری — فروری
سیر بین — ”
خانہ داری — مارچ
سیر بین — ”
خانہ داری — اپریل
سیر بین — ”
خانہ داری — مئی
سیر بین — ”
خانہ داری — جون
سیر بین

۱۴۹۔ سید محمود الحسن صدیقی بی اے ظل السلطان
ایک عزیزہ کے شوق حج پر (نظم) — مارچ
تاثرات غم (نظم) — جون

۱۵۱۔ پروفیسر محمد شریف بی ایس سی
رنگوں کا استعمال — دسمبر

۱۵۰۔ شمشیر حسن
عورتوں کی صحت — مئی

۱۵۳۔ مغنی تبسم شمسی
غیب کی باتیں — مارچ

۱۵۴۔ مفتاح الدین ظفر بی ایس سی
بچوں کی تعلیم — جنوری
ہیرا — مارچ
پروفیسر ابن گلوبل پرائز — مئی
نائٹروجن — جون

۱۵۵۔ مہر محمد خاں شہاب بمبئی
تحریک نسواں — ستمبر

۱۵۶۔ میر مہدی علی شہید حیدرآباد دکن
جشن ولادت خاتون جنت (نظم) — سالگرہ نمبر

۱۵۷۔ سید نصیر الدین حیدر کلکتہ
مہارانی سوترا بائی — مارچ
ادھر دعا مانگی ادھر قبول ہوئی — جون

۱۵۸۔ کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد
حج بیت اللہ (باتصویر) — سالگرہ نمبر
روضہ اقدس پر (نظم)
کرندل کی کان (باتصویر) — جنوری
حج بیت اللہ کے متعلق ہدایات — جنوری
دسمبر کے ایک مضمون پر رائے — ”
ہندوستان میں عورتوں کی قلت — فروری
آل انڈیا لیڈیز کانفرنس کا اجلاس — اپریل، مئی

۱۵۹۔ نصیر الدین ہاشمی حیدرآباد دکن
خواتین یورپ و مسلم خواتین — اکتوبر
میری جوتی کی کہانی — نومبر

۱۶۰۔ یوسف علی خاں کوہ آبو
ایک بیہودہ رسم — اکتوبر

واحدی صاحب کا منجن ۷/۱۲
اکسیر دندان

یہ منجن اس نسخہ سے بنایا گیا ہے جو ملا واحدی صاحب اڈیٹر نظام المشائخ کو ان کی اڈیٹری طبیب کے زمانہ میں ۱۹۱۴ء میں حضرت مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم نے عنایت فرمایا تھا۔ اس سے دانتوں اور مسوڑوں کی تمام خرابیاں تکلیفیں رفع ہو جاتی ہیں چودہ پندرہ سال سے واحدی صاحب اسے خود استعمال کرتے ہیں اور شہر کے ہر ضرورت مند کو بھی دیتے ہیں ہر شخص اس کا ثنا خواں ہے اور اسے سب سے اچھا منجن تسلیم کرتا ہے۔ سینکڑوں ہلتے ہوئے دانت اس منجن نے جوڑ دیئے متعدد آدمی جنہیں پائریا کی شکایت تھی اور ہر شہر کے ضرورت مند کو بھی دیتے ہیں ہر شخص اس کا ثنا خواں ہے اور اسے سب سے اچھا منجن تسلیم کرتا ہے سینکڑوں ہلتے ہوئے دانت اس منجن نے جوڑ دیئے متعدد آدمی جنہیں پائریا کی شکایت تھی اور ہر کھانے کے ساتھ مسوڑوں کا خون اور مسوڑوں کی پیپ پیٹ میں اتر اتر کر صحت کو برباد کر رہی تھی صرف اس منجن کے ملنے سے انکے مسوڑے اچھے ہوگئے اور وہ خدا کے فضل سے تندرست ہیں جس منجن سے ہلتے ہوئے ہوئے دانت جڑ جاتے ہوں اس کے دوسرے معمولی فوائد بیان کرنے فضول ہیں یہ خیال کرکے دہلی سے باہر کے لوگوں تک بھی اس منجن کو پہنچایا جائے ہم نے واحدی صاحب سے منجن کا یہ نسخہ مانگ لیا اور لاگت کی لاگت اسے فروخت کر رہے ہیں قیمت فی شیشی ۷/۱۲ منیجر نظام المشائخ

دفتر عصمت دہلی سے بھی مل سکتا ہے

چار عجوبہ چیزیں ۶/۱۲

کنارسی روس مردوں اور عورتوں کی بیماریوں کے لئے حیرت انگیز ایجاد قیمت فی شیشی ۱۲/ اور تین شیشی

سرمہ نورانی آنکھوں کے تمام امراض کے لئے بےنظیر دوا۔ قیمت فی تولہ ۲/ دو روپے

دلکشا ہیئر آئل دماغ کو طاقت دینے بالوں کو لمبا مضبوط ملائم اور چمکدار بنانے کے لئے اور دردسر کو دور کرنے کے لئے لاثانی ایجاد ہے قیمت نمبر ۱ دو روپے آٹھ آنہ (۲/۸) فی شیشی اور نمبر ۲ فی شیشی آٹھ اونس۔

دلکشا سنون دانتوں کے جملہ امراض کو دور کرنے کے لئے اور دانتوں کو مضبوط سفید اور چمکدار بنانے کے لئے اور منہ کی بدبو دور کرنے کے لئے واحد منجن قیمت فی شیشی آٹھ آنہ دو تولہ کی

نوٹ ہمارے کارخانہ کے تیار کردہ عطر بھی آزمائش کے قابل ہیں۔

دلکشا پرفیومری کمپنی قادیان
(پنجاب)

آمنہ کمال

دل شکستہ دل کی ایک صدا

Annual Number 1932

Regd. No. L. 1872

The Ismat Delhi.

India's Leading Literary Ladies Magazine.

جنوری ۱۹۳۲ء

شریف بیگمات کیلئے اعلیٰ درجہ کی کتابیں

کھانے پکانے کی کتابیں

جن کی تیاری میں ہندوستان کے ہر حصہ کی قریباً ۱۵۰ معزز خواتین نے حصہ لیا ہے جن کی تمام ترکیبیں تجربہ کر لی گئی ہیں اور جن سے زیادہ مستند اور صحیح مفصل و مکمل کوئی کتاب آجتک ہندوستان میں نہیں چھپی۔

عصمتی دسترخوان عا	مشرقی مغربی کھانے ۱۲	بچوں کے کھانے ۔
بیماروں کے کھانے ۱۰ر	عصمتی ہنڈکلیا ۔	مذاقیہ کھانے ۶ر ناشتہ

دستکاری کی کتابیں

جو اپنے اپنے موضوع پر نہایت مفید اور کارآمد کتابیں تسلیم کی گئی ہیں

عصمتی کروشیا ۱۲	عصمتی کشیدہ عہ	گلدستہ کشیدہ [illegible]
موتیوں کا کام عہ	سلمہ ستارہ کا کام	خواتین کی دستکاریاں

تصانیف فخر نسوان ہند محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی

جو زنانہ لٹریچر کی چوٹی کی کتابیں ہیں جن پر ملک کے مشہور اخبارات و رسائل نے نہایت شاندار ریویو کئے ہیں جن کے بغیر کوئی زنانہ کتب خانہ مکمل نہیں کہا جا سکتا۔ آرٹ کاغذ پر چھپی ہیں۔

جمال ہمنشیں عہ	گلستان خاتون عمہ	پیکر وفا ۸ر	بچھڑی بیٹی ۶ر

معزز خواتین کے لکھے ہوئے

دلچسپ اور سبق آموز اصلاحی و معاشرتی ناول افسانے وغیرہ جن میں لڑکیوں اور عورتوں کو نہایت مفید باتیں بتائی گئی ہیں۔

انوری بیگم ۱۲	دولت پر قربانیاں ۸ر	ہنسی کی باتیں ۔
مشہور خواتین ۱۲ر	خواتین اندلس عہ	تاریخی لطیفے ۔
سرگذشت ہاجرہ ۱۰ر	تندرستی ہزار نعمت ۴ر	بچوں کی تربیت ۱۰
موہنی ۱۰ر	شمع خاموش ۸ر	بچوں کی دنیا ۔ر
غیرت کی پتلی ۶ر	تحریر النساء ۱۲ر	مختصر [illegible]
چار رخ ۴ر	عقل کی باتیں ۸ر	آئینہ [illegible]

مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری کی تصانیف

لڑکیوں اور عورتوں کیلئے بے مثل کتابیں

شب زندگی ۔	آمنہ کا لال [illegible]
گوہر مقصود ۔	[illegible] ۱۲
وداع خاتون ۱۲ر	[illegible]
نوحہ زندگی ۴ر	[illegible]
تفسیر عصمت ۵ر	[illegible]
انگوٹھی کا راز ۔ر	[illegible]
منازل ترقی ۴ر	[illegible]
جوہر عصمت ۱۲ر	[illegible]
سیلاب اشک [illegible]	[illegible]
طوفان اشک ۔ر	[illegible]
نانی عشو ۱۰ر	حیات صالحہ [illegible]
ولایتی نخمی ۔ر	عروس کربلا [illegible]
منازل السائرہ ۱۲	جوہر قدامت [illegible]
بنت الوقت ۔ر	[illegible] ۱۲ر
ابن کا دم واپسیں ۴ر	[illegible]
بچہ کا کرتہ ۴ر	[illegible]
دنیا کی سرگذشت ۴ر	غدر کی ماری شہزادیاں ۔ر
فسانہ سعید، سراب مغرب	وداع ظفر [illegible]

اسلامی تاریخی ناول کی طبع زیر

تیغ کمال [illegible]	عروس کربلا [illegible]
اندلس کی شہزادی ۔ر	محبوب خداوند [illegible]
سوئے نقد ۵ر	یاسمین شام [illegible]
شہید مغرب ۔ر	شہنشاہ کا فیصلہ [illegible]
ساتھ روحوں کا اعمالنامہ [illegible]	سنڈر طرابلس ۵ر
مصر ولڈ کی نویدِ خریدار	دُرِ شہوار [illegible]

THE ISMAT DELHI.

ESTD 1908.

عصمت



شریف ہندوستانی بیبیوں کے لیے

پاکیزہ خیالات علمی۔ادبی مضامین اور مفید معلومات کا مجموعہ جو

مصور غم علامہ راشد الخیری مدظلہ

کی سرپرستی میں ہر انگریزی مہینے میں ایک بار شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر رازق الخیری

چندہ سالانہ قسم اول پا

چندہ سالانہ قسم دوم ساڑھے تین رو

انگریزی اور جرمنی کھانے	ترکی اور عربی کھانے	ایرانی اور افغانی کھانے	بنگالی اور بہاری کھانے	کشمیری اور مدراسی کھانے
گجراتی اور پنجابی کھانے	نفیس نفیس کھانے	لذیذ کھانے	عمدہ عمدہ کھانے	دلی اور لکھنؤ کے کھانے
حیدرآبادی اور بوہری کھانے				پشاوری اور سندھی کھانے

سینکڑوں قسم کے کھانے تیار کرنے کی اردو زبان میں بے نظیر کتاب

عصمتی دسترخوان (حصہ اول)

ع حصہ

اس کی ایک نمایاں خصوصیت جو اس موضوع کی دوسری کتابوں میں نہ ملے گی یہ ہے کہ تمام ترکیبیں تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں اس لئے ترکیبیں بالکل صحیح ہیں اور وزن بالکل درست ہندوستان بھر کے ہر حصہ کی تجربہ کار عصمتی بہنوں نے اس کتاب کی تیاری میں حصہ لیا ہے اور ایڈیٹر صاحب عصمت کی اہلیہ محترمہ آمنہ نازلی صاحبہ نے بڑی محنت سے کتاب مرتب فرمائی ہے۔ باورچی خانے کے انتظام اور کھانوں کے متعلق نہایت قیمتی ہدایات و مضامین درج کئے گئے ہیں۔ ایک ایک چیز کی کئی کئی قسم کی تیار کرنے کے لئے عصمتی دسترخوان سے بہتر کتاب ملنی ناممکن ہے مثال کے طور پر صرف دو کھانوں کی فہرست ملاحظہ فرمائیے

پڈنگ کی ترکیبیں		کبابوں کی ترکیبیں			
[illegible] پڈنگ	[illegible] پڈنگ	[illegible] کے کباب	[illegible]	[illegible]	[illegible] کباب
کھوئے کی پڈنگ	[illegible] پڈنگ	[illegible] کے کباب	[illegible]	[illegible]	شامی کباب
نارنگی بھری پڈنگ	[illegible] پڈنگ	[illegible] کے کباب	[illegible]	[illegible]	[illegible] کباب
[illegible] پڈنگ	جلیبیوں کی پڈنگ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	انگریزی کباب
[illegible] پڈنگ	میوہ دار پڈنگ	مچھلی کے [illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible] کباب
[illegible] پڈنگ	کشمش پڈنگ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible] پڈنگ	[illegible]	[illegible]	[illegible] کباب	[illegible] کباب

یہ صرف دو چیزوں کی فہرست ہے

[illegible] مٹھے، سویاں [illegible] سالن، مچھلی، مرغ، جیلی۔ بسکٹ، کیک، [illegible] مٹھائیاں، حلوے، چٹنیاں [illegible] اچار، مربے [illegible] پوری، کچوریاں، پراٹھے، روٹی۔ غرض ہر قسم کے مشرقی و مغربی [illegible] کی کئی کئی درجن صحیح ترکیبیں۔ اس کتاب کا ہر گھرانے میں ہونا ضروریات میں سے ہے ہندوستان بھر میں اس کی دھوم مچ گئی ہے۔ بہت سی عورتیں [illegible] کتاب [illegible] گئی ہیں [illegible] لڑکیوں کو یہ کتاب اشد ضروری سمجھ کر جہیز میں دی جاتی ہے [illegible] ہیں اور کتنے ہی مردوں نے اس کتاب کی اشاعت پر مولف و پبلشر کا شکریہ [illegible] پکانے کی اس قدر صحیح اور ایسی کارآمد کتاب ہندوستان کی کسی زبان میں آج تک نہیں چھپی۔ اس کی تیاری پر پانی کی طرح روپیہ بہایا گیا ہے۔ پہلے ہی سال میں ہاتھوں ہاتھ تین ایڈیشن نکل گئے اس کتاب پر اس قدر محنت کی گئی ہے کہ اگر پانچ روپے قیمت بھی ہوتی تو کم تھی لیکن اس لئے کہ ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکے صرف دو روپیہ قیمت رکھی گئی ہے۔ مجلد کی قیمت صرف دو روپیہ چار آنہ ہے۔ اور زیادہ تر مجلد ہی منگائی جاتی ہے۔

پتہ: منیجر رسالہ عصمت، کوچہ چیلان دہلی

عصمتی دسترخوان کے حصہ اول

عصمتی کن بہی کا

ع حصہ

یہ کتابیں بھی شائع کی گئی ہیں

جو ہاتھوں ہاتھ نکل رہی ہیں

عصمتی ہنڈکلیا بالکل بچوں کے لئے ہے [illegible] سے مجمل کھانے پکانے کے [illegible] ہو جائیں اور ایک کنواری لڑکی کو جو کچھ جاننا چاہئے [illegible] سے واقف ہو جائے [illegible] کھانوں کی صحیح صحیح ترکیبیں [illegible] مطلب کی درج کی گئی ہیں [illegible] کھانے پکانے کے متعلق [illegible] مفید مضامین [illegible] درج کی گئی ہیں [illegible] جاننی چاہییں۔ باتصویر [illegible] قیمت صرف [illegible]

ناشتہ [illegible] موضوع پر سب سے پہلی [illegible] وغیرہ نیز ہندوستان [illegible] ناشتوں کی [illegible] ہر ملک کا مہمان ہمارے ہاں آئے [illegible] میں پیش کر کے حیرت [illegible]

بچوں کے کھانے [illegible] بچوں کے [illegible] نہایت کام [illegible] باتصویر قیمت [illegible]

بیماروں کے کھانے [illegible] بیماروں کے [illegible] تمام ترکیبیں تجربہ کی ہوئی ہیں [illegible] اتنا مفید و قابل قدر ہے ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری ہے باتصویر قیمت دس آنہ

مذاقیہ کھانے [illegible] لطیف [illegible] ظرافت [illegible] صحیح ہے بیہودہ تکلف و عامیانہ مذاق کی جگہ اس کتاب [illegible] اور اس میں ہنسانے والی [illegible] زندہ دلی کا ثبوت [illegible] کی تفریح و لطافت کی ترغیب کے لئے [illegible] یہ کتاب [illegible]

مشرقی مغربی کھانے عصمتی دسترخوان [illegible] [illegible]



شاہ سوئوڈن کی شہزادی (کرسی پر) جس کی شادی کچھہ عرصہ ہوا باجیم کے ایک شہزادے سے ہوئی ۔



مسز ای وزڈم اور مس
جان رجملٹ پہلی خواتین
ں جنہوں نے ایک ہزار
میل کی ہوائی دوڑ میں
اول درجہ کا انعام حاصل
کیا ہے۔



آسٹریا کی سابق ملکہ امپریس زیتا جو آجکل
جلاوطنی کے ایام بسر کر رہی ہے - یہ تصویر
ایام بادشاہت میں لی گئی تھی -
همراہ امپریس کے بچے ہیں -



سلطان ترکی کا ایک محل جواب ایک قومی عجائب خانہ میں
تبدیل کر دیا گیا ہے۔



یوناتو کا شاهکار صلمص



مغرب میں سر کے لباس کا ایک جدید ترین نمونہ

عصمت دہلی

جلد ۴۹ — بابتہ ماہ ستمبر ۱۹۳۲ء — نمبر ۳

تصاویر ۱۲

فہرست مضامین

چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک

قسم خاص جو آرٹ کاغذ پر چھپتا ہے یعنی جس پر تصاویر چھپتی ہیں عمہ روسا سے پچیس روپے والیان ریاست سے سو روپے فی پرچہ عمر

قسم اول جو دبیز چکنے کاغذ پر چھپتا ہے پانچ روپے فی پرچہ سات آنے۔ ممالک غیر سے دس شلنگ سالانہ

قسم دوم جس کے مضامین تصاویر ٹائٹل وغیرہ کا کاغذ معمولی ہوتا ہے ساڑھے تین روپے فی پرچہ ۵/

رسالہ عصمت ہندوستان کے تمام بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں پر مسرز اے ایچ وہیلر کے بک سٹال پر ملتا ہے۔

(باہتمام ابو امین مولوی محمد امان الرحمن پرنٹر و پبلشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا)

چند باتیں

خدا کا شکر ہے کہ سالگرہ نمبر کو توقع سے بڑھ کر مقبولیت حاصل ہوئی۔ کوئی ڈاک ایسی نہیں جاتی کہ چھ سات خطوط اس کی پسندیدگی کے متعلق عصمتی بہنوں کے موصول نہ ہوتے ہوں عصمت کو یہ ترقی خدا کی عنایت اور بہنوں کی توجہ سے حاصل ہوئی ہے۔ اگر وہ اشاعت بڑھانے میں اسی طرح حصہ لیتی رہیں اور اپنی سہیلیوں اور زیر اثر بہنوں کو رسالہ کی خریداری کی ترغیب دیتی رہیں تو انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد وہ عصمت میں اور نئی نئی دلچسپیاں ملاحظہ فرمائیں گی۔

اس پرچہ میں صرف ۶۴ صفحے کے مضامین شائع ہو رہے ہیں لیکن ہمیں امید ہے کہ عصمتی بہنیں اس حقیقت کو پیش نظر رکھ کر انہیں سالگرہ نمبر دو ماہ، جولائی، اگست کے پرچوں کی جگہ ملا ہے اور ہماری لاگت اس پر تین ماہ کے پرچوں سے بھی زیادہ کی آئی ہے۔ اس پرچہ کی ضخامت کا خیال نہ فرمائیں گی بالخصوص اسلئے بھی کہ اس پرچہ کے بعض مضامین باریک لکھوا کر ۶۴ صفحوں میں کم و بیش ۷۲ صفحوں کے مضامین دئے جا رہے ہیں۔

جو خواتین نومبر کے پرچہ کے لئے جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم کے متعلق نظم یا جنت مکانی کی تصانیف پر ریویو لکھ کر بھیجنا چاہیں براہ کرم ۲۰ ستمبر تک روانہ فرمائیں

تربیت گاہ بنات دہلی آج کل تربیت گاہ تعطیل کلاں کے سلسلہ میں بند ہے۔ نیا سیشن اکتوبر کے پہلے ہفتہ سے شروع ہوگا۔ مدرسہ کے متعلق خطوط اور منی آرڈر بدستور تربیت گاہ بنات کوچہ چیلان دہلی کے پتہ پر آنے چاہئیں البتہ نئی بچیوں کے داخلہ کے لئے حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کو ۱۵ ستمبر کے بعد لکھنا چاہیے

عصمت کی لاج دلی شکریہ کے ساتھ ان خواتین و حضرات کے نام درج کئے جاتے ہیں۔ جنہوں نے اپنے پرچے کو نئے خریدار دئے اور توسیع اشاعت میں حصہ لیا۔

رقیہ خانم احمد علی صاحبہ لکھنؤ ۳
مسز عبدالقدوس صاحب پورنہ دکن ۳
سیدہ مریم بیگم الہ آباد ۲
بیگم سید علی نقی صاحب دہرہ دون ۲
حاجی محمد میاں صاحب دہلی ۲
بیگم شیخ عبدالقادر صاحب قصور پنجاب ۲
حمیدہ بیگم صاحبہ صدر بازار ناگپور ۲

جنہوں نے صرف ایک ایک خریدار دیا۔
بیگم عباس حسین صاحب تحصیلدار کانپور = خریدار نمبر ۶۰۰۷
سرور جہاں صاحبہ رعنا ساہو والہ = مسز اقبال النسا صاحبہ منصوری = شرافت بیگم صاحبہ سیونی = زندہ محمد خاں صاحب لاہور
عبدالحلیم خاں صاحب پیش امام = سید مبین احمد صاحب گیا۔ والدہ محمد نسیم الرحمن صاحب رہتک۔ اقبال النساء بیگم صاحبہ بنگلور۔

(باقی آئندہ)

جوہر قدامت

حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ کی مشہور تصنیف "جوہر قدامت" کا چھٹا اڈیشن خاص اہتمام کیساتھ اس ماہ میں دفتر عصمت سے شائع ہوا ہے۔ یہ دو صفحے اسی کتاب سے نقل کئے جاتے ہیں۔

میں پہلے کہہ چکی ہوں کہ ہم میں بہت سے نقائص ہیں اور ان کی اصلاح یقیناً ضروری ہے لیکن اس کیچڑ میں چند جوہر بھی ہیں جن کو تم ماند سمجھی ہو اور در حقیقت وہ کلیجہ سے لگانے کے قابل ہیں۔ یہ اصول جن پر تم معترض ہو بادن تولے اور پاؤ رتی کے ہیں۔ تمہاری نگاہ میں اگر مذہب کی کچھ وقعت تمہارے دل میں، خدا کا کچھ خوف تمہارے دماغ میں اگر رتی بھر عقل اور تم میں اگر برائے نام انسانیت اور تھوڑی سی بھی نسوانیت ہوتی تو تم سمجھتیں کہ ان کی اصلیت کیا؟ اور حقیقت کیسی ہے؟

"مسافر گیا ہے جھاڑو نہ دو" اس سے مذہب کا کیا واسطہ؟ مگر اس میں جہالت کی کیا بات ہے۔ جاتے وقت چیز بست اسباب بچھونا بیسیوں چیزیں باہر ہوتی ہیں اگر یہ خیال نہ جما دیا جاتا اور جاتے ہی جھاڑو دل جاتی تو چھوٹی موٹی چیزیں جھاڑو میں کوڑے تک فوراً پہنچ جاتیں شاید کوئی انگوٹھی چھلا بہہ جاتی۔ کاغذ پتر بھی غارت ہو جاتا۔ بنا بریں یہ احتیاط کیا بری ہے۔

چلو آگے بڑھو۔ "شام کے وقت ہرے درخت کے نیچے سر کھول کر نہ کھڑی ہو"۔ بیٹی یہ تو موٹی سی بات ہے۔ لڑکی بالیاں شام کے وقت سر گوندھتی ہیں اور جب دونوں وقت ملتے ہیں اسی وقت پرند بسیرا لیتے ہیں۔ اگر درخت پر جانور ہوئے جو زیادہ ہرے ہرے درخت پر لیتے ہیں اور بیٹ کر دی تو گندھا گندھایا سر برباد ہو جاتا ہے نہ ہوا خدا کے واسطے بتاؤ تو سہی اس میں جہالت کیا ہوئی؟

مسافر کے واسطے چاول کی جو کہتی ہو دل میں غور کرو اور خود ہی قائل ہو جاؤ۔ آدھی رات کو مسافر اترا اور پہلے سے خبر بھی نہ تھی کہ کھانے کا انتظام ہو جاتا۔ فرض کرو مہمان امیر ہے میزبان غریب جس کے پاس پیسہ ہے نہ وقت پر انتظام کر سکتا ہے۔ رات آدھی ہے کچھ انتظام بھی نہیں ہو سکتا میزبان کی عزت کو کس خوبصورتی سے ڈھانکا ہے کہ صرف چاول پکا کر سامنے رکھ دے۔ ایمان سے کہنا ایک معمولی سی بات نے کتنی خرابیوں کو دور کر دیا۔

پانی کھڑے ہو کر پینے کے نقصانات تو ظاہر ہیں خود طب کی رو سے ثابت ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینا مضر ہے۔

اسی طرح پاؤں لٹکا کر کھانے کی کیفیت ہے۔ ضرورت ہے کہ آدمی اطمینان سے کھائے اور پئے۔ تاکہ کھانا انگ لگے اور جو مقصد اصلی ہے وہ پورا ہو سکے اور الٹا کھانا زہر اور پانی تیر بن کر اترے۔

کاش تم کو خدا عقل دیتا اور سمجھتیں کہ عورت نہا کر اٹھے تو اسلئے کہ اسکے بچے مر گئے یا مر گیا گلے نہ ملو۔ کتنی معقول تجویز ہے۔ بچوں کی تو شرط بر ائے نام ہے۔ بہت کم ایسی اللہ کی بندیاں ہوں گی جن کا کوئی بچہ نہ مرا ہو۔ احتیاط دونوں کے واسطے ہے۔ اور اسلئے ہر عورت ایسی حالت میں گلے ملتی ہوئی ہچکچائے گی۔ اب تم اس کی وجہ سنو۔ عورت کے بال نہانے کے بعد خشک نہیں ہوتے اور ان میں نچوڑنے کے بعد میں بھی پانی کے قطرے موجود رہتے ہیں۔ اگر اس سے کوئی ملیگا۔ یا کسی کو ملنا پڑیگا تو بیشک کپڑوں کے خراب ہونے کا احتمال ہے تم ہی دیکھو کس قابلیت سے اس ضرورت کو پورا کیا اس برائی کا سد باب کیا کہ دونوں میں ایک کو ناگوار نہ ہو

"روٹی پر پیاز کھلی"۔ تم خود ہی سمجھ لو بری ہے یا نہیں۔ پیاز کس قدر بو کی چیز ہے اس بہانہ سے اس کو پاس ہی نہ آنے دیا۔

"چارپائی کی پائینتی خود ہی کھڑی کرکے دیکھ لو۔ کیسی معلوم ہوتی ہے۔ اگر اس کو منحوس کہہ کر روک دیا تو کیا گناہ کیا۔

ہاں عورت کے سفید کپڑوں کی بحث ذرا ٹیڑھی ہے۔ میں جانتی ہوں کہ آجکل کی تعلیم یافتہ لڑکیاں غیروں کے دیکھا دیکھی سفید کپڑوں کے شوق میں مبتلا ہیں مگر جنہوں نے سہاگ کے واسطے رنگین لباس مخصوص کیا تھا ان کو بیوہ اور سہاگن میں امتیاز کی ضرورت تھی۔ تاکہ خدا کے حکم کی تعمیل بآسانی ہو سکے اور بیوہ عورت دیکھ سکے کہ اس کا رنڈاپا بآسانی تمیز ہو سکتا ہے

ایک دوسری وجہ یہ تھی کہ خود اسلام عورت سے متوقع ہے کہ مردوں کی طرح ہاتھ کے ناخن سفید نہ رکھیں۔ میں تسلیم کرتی ہوں کہ بعض مرد بھی اب سفید لباس پسند کرتے ہیں۔ مگر کثرت ابھی انہیں لوگوں کی ہے جو عورت کے رنگین لباس کو سفید پر ترجیح دیتے ہیں یہ سیر بھی دیکھ لو جن کی نقل میں سفید لباس پسند کیا جاتا ہے وہ خود رنگوں کے دلدادہ ہیں۔

"بچہ کے کالے دانہ کی" رسم تمہاری سمجھ میں نہ آسکی اس سے نظر گذر سے واسطہ نہ سہی مگر اس کا مقصد صرف ہوا کا صاف کرنا ہے کہ بچہ کی اردگرد ہوا آدمیوں کی کثرت سے خراب نہ ہو یہی کیفیت مولود شریف یا اور مجلسوں کی ہے کہ وہاں آدمی زیادہ ہوتے ہیں ہوا خراب نہ ہونے پائے۔

"ننگے سر جھاڑ دینا" کھلی ہوئی نادانی ہے کہ خاک سر میں جائیگی اور اگر سر گندھا ہوا ہے تو اور بھی بال برباد ہوں گے۔

"انگلی چھوڑ کر کھانا" تم کو شاید اچھا معلوم ہوتا ہو۔ میری آنکھوں کو تو زہر معلوم ہوتا ہے۔ اور میں اسکو بہت بڑی بدتمیزی خیال کرتی ہوں۔

بیٹی ان باتوں پر تم لاکھ جہالت کے آوازے کس لو مگر ان کی تہ میں تم کو کھلتے ہوئے پھول دکھائی دیں گے۔ تم مدرسوں کی جو کہتی ہو تو بوی جسقدر فیض تمہارے ان مدرسوں سے جاری ہوتا ہے یہ مرزوالی بیویوں کے ہر گھر سے جاری تھا۔ مشکل سے کوئی معقول گھر ایسا ہوتا ہوگا۔ جہاں ایک آدھ محلہ کی غریب لڑکی پڑھنا لکھنا نہ سیکھتی ہو ہاں تم یہ اعتراض کر سکتی ہو کہ وہ تعلیم صرف کلام اللہ رٹ لینے کی ہوتی ہے مگر میری لڑکی میں تو آجکل کی تعلیم یافتہ لڑکیوں کو بھی اس سے زیادہ نہیں دیکھتی کہ خط لکھ لیں اور پڑھ لیں تم نے نئی تعلیم پائی ہے اور میں اس نعمت سے محروم ہوں تمہارا جی چاہے خانہ داری کے حساب کتاب کے متعلق مجھ سے دریافت کرو۔ پیسوں کا، روپوں کا، اشرفیوں کا، آٹے کا، گھی کا، گوشت ترکاری کا تم بھی شاید اتنا ہی حساب زبانی بتا سکو گی جتنا میں، لیکن میں اگر تم سے یہ کہوں گی کہ ذرا آیۃ الکرسی تو پڑھ کر سنا دو۔ تو بغلیں جھانکنے لگو گی۔ تمہارا گھر جس طرح رہتا ہے اور جو ہنر سلیقہ تمہارے گھر سے ٹپک رہا ہے وہ مجھے بھی معلوم ہے۔ جاہل کے گھر سے اپنے تعلیم یافتہ گھر کا مقابلہ کر لو اور فرق کا فیصلہ تم خود ہی کر لو۔ تمہارے ہاں اگر ماما کسی روز نہ آئے تو اللہ جانے گھر میں مکھیاں بھنکتی رہیں۔ میرے ہاں خدا کا لاکھ لاکھ احسان ہے تم سے ایک آدھ ماما زیادہ ہی ہے مگر میں جب تک اپنے ہاتھ سے جھاڑو نہ دوں مجھ کو چین نہیں پڑتا۔ تم کو شاید مہینوں بھی باورچی خانہ کے جھانکنے کا اتفاق نہ ہوتا ہوگا۔ میں دونوں وقت تمہارے ابا کا سالن خود اپنے ہاتھ سے بگھارتی ہوں اور اس کو اپنا فرض سمجھتی ہوں۔ تمہارا جس معاملہ میں جی چاہے مجھ سے بحث کر لو۔ یہ تمہارے ابا بھی بیٹھے ہیں۔ ان ہی پر فیصلہ رہا۔ میری آمدنی تمہاری آمدنی سے زیادہ نہیں اور میرا جائز خرچ تمہارے جائز خرچ سے دگنا۔ مگر خدا کا شکر ہے ایک پیسہ کی قرضدار نہیں بلکہ تھوڑا بہت اللہ کا دیا وقت بے وقت کے واسطے میرے پاس نکل ہی آئیگا۔ بولئے جناب آپ بھی کچھ فرمایئے۔ غلط کہتی ہوں یا صحیح

ہماری تعلیم کا مقصد

یہ امر باعث مسرت ہے کہ ہندوستان کے اکثر صوبوں میں تعلیم نسواں کا کافی چرچا ہے۔ وہاں پڑھنے لکھنے کو قریب قریب زندگی کا ایک جزو سمجھ لیا گیا ہے لیکن اکثر دیکھا جاتا ہے کہ اس قسم کی تعلیم کسی خاص مقصد کے زیر تحت حاصل نہیں کی جاتی۔ اور عموماً مڈل۔ میٹرک یا بی۔ اے کر لینا ہی تعلیم کی انتہائی منزل قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ جس چیز کی ہمیں اشد ضرورت ہے اسطرف سے عام بے توجہی حد سے بڑھی ہوئی ہے۔ ایک تو پردے کی پابندیوں کا خیال کرتے ہوئے بہنیں اسطرف قدم بڑھاتے ڈرتی ہیں۔ دوسری وجہ جو سمجھ میں آتی ہے وہ یہ کہ ہماری فطرت میں تقلید کا مادہ بہ نسبت ایجاد کے زیادہ ہے ہمیں اپنے آپ کسی خاص اصول پر عمل کرنا نہیں آتا۔ بلکہ اگر کوئی بہن ایک نیا کام یا نیا طریقہ ایجاد کرے تو اُسے ہر طرح ہمدرد الزام ٹھہرایا جاتا ہے اور جہاں تک ممکن ہو مخالفت کی جاتی ہے۔ پھر آخر خود بھی مخالف طبقہ کی بہنیں اس پر عمل کرنا شروع کر دیتی ہیں۔ اور وہ بھی اتنی زیادتی سے کہ بھیڑ چال کی مثال ان پر عاید ہونے لگتی ہے۔ مثلاً اب سے کچھ سال پیشتر عورتوں کی تعلیم کی سخت مخالفت کی جاتی تھی۔ خدا خدا کر کے بہنیں اسطرف متوجہ ہوئی ہیں۔ مگر اسطرح کہ ایک بہن نے اگر میٹرک یا بی۔ اے کر لیا تو دوسری بھی اسی میں سے کوئی ایک درجہ حاصل کر لینا کافی سمجھتی ہیں اسکے علاوہ بہت کم بہنیں ایسی ہونگی جو سکول کی پڑھائی کسی خاص مقصد کو مد نظر رکھ کر حاصل کرتی ہوں ورنہ کسی ایک درجہ کی ڈگری حاصل کر لینے سے اُن کی تعلیم کی آخری منزل ختم ہو جاتی ہے۔

آجکل ہمارے جالندھر میں مسلمان بہنوں کا رجحان اُستادی کی طرف ذرا زیادہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ استادی کی تعلیم حاصل کرنے سے جہالت کا بہت کچھ قلع قمع ہو سکتا ہے۔ لیکن سب بہنوں کا اسی ایک طریقہ کو اختیار کر لینا بھی زیادہ مُفید ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور جو فرائض اس سے زیادہ اہم ہیں انہیں کسی طرح فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ پس ہمیں تعلیم کسی ایسے مقصد کو مد نظر رکھ کر حاصل کرنی چاہئے جو زیادہ مُفید اور کار آمد ہو۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ہماری تعلیم کس طریقہ سے قوم کے لئے مُفید ثابت ہو سکتی ہے۔ اور اسکے لئے ہمیں کن اصولوں پر عمل پیرا ہونا چاہئے؟ — ہندوستان کی زچاؤں اور بچوں کی اموات سے ہر شخص واقف ہے۔ اسکے واسطے ہمیں اپنی قوم میں قابل لیڈی ڈاکٹروں کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ دانت اور آنکھ کے امراض میں ہماری بہنیں باوجود پردے کے غیر مردوں کے سامنے نصف چہرے کھولکر بیٹھتی ہیں۔ چنانچہ اسکے لئے ہمیں دانتوں کی معالج بہنوں کی ضرورت ہے۔ اسی طرح دیگر ضروریات کو محسوس کرتے ہوئے۔ نرسنگ جاننے والی بہنوں کی بھی اشد ضرورت ہے۔ الغرض زمانہ حال کی روش کو دیکھتے ہوئے یہ چند اصول تعلیم کے لئے مُفید سمجھے جا سکتے ہیں۔ لیڈی ڈاکٹری نرسنگ۔ آنکھوں اور دانتوں کے علاج میں مہارت۔ پروفیسری۔ ہیڈ معلمی وغیرہ۔ لیکن یہ ان بہنوں کے لئے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے تعلیم حاصل کرنے کے کافی ذرائع دے رکھے ہیں۔ دوسری بہنیں صرف نرسنگ یا استادی کی تعلیم حاصل کرنے پر اکتفا کریں ؛

مختصر یوں سمجھیے کہ ہمیں آجکل طب میں کافی مہارت حاصل کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ اس سے نہ صرف پھول سے بچے اور نوجوان بہنیں موت کے منہ سے بچ سکتی ہیں۔ بلکہ خود ہماری ذات اور ہماری زندگی کو افلاس کی مصیبت سے بچانے کے لئے اس سے زیادہ دوسری کوئی چیز معاون ثابت نہیں ہو سکتی۔ گویا ہم نے نرسنگ یا ڈاکٹری سیکھ کر فراخ دستی کا بیمہ کرا لیا ہے۔ کیونکہ یہ لازمی بات ہے کہ جس چیز کی ملک کو زیادہ ضرورت ہوگی اس پر عمل کرنے سے کامیابی یقینی ہے۔ اور اگر کامیابی ہو گئی تو افلاس کا ہم سے کوسوں دور بھاگ جانا اس سے بھی زیادہ یقینی ہے۔

اب اس میں ہمیں تھوڑی سی توجہ اور امداد اپنے بھائیوں کی درکار ہے۔ لہٰذا درخواست ہے کہ کوشش کر کے ایسے ذریعے بہم پہنچائے جائیں کہ ہر ضلع کی بہنیں آسانی کے ساتھ اس قسم کی تعلیم حاصل کر سکیں ؛

بیگم یار محمد خاں
(از بجبڑھی)

عیادت

بیمار پرسی کرنا مسلمان کا مسلمان پر ایک قدرتی حق ہے جس کا ادا کرنا ضروری بات ہے۔ اس کی قدر اس کے دل سے پوچھیے جو اپنے عزیزوں دوستوں سے بچھڑا ہوا ہو پردیس میں بیمار پڑا ہو اور آنکھیں پوچھنے والوں کی صورت کو اور کان ان کی ہمدردی کی باتوں کو ترس رہے ہوں۔ یہ سچ ہے کہ کوئی کسی کا دکھ بٹا نہیں سکتا لیکن غمخواری اور تسلی دینا دنیا میں بڑی چیز ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کے پاس سچی محبت کرنے والے موجود ہیں، ان کی تکلیف کو دیکھکر کڑھتے ہیں اور خوشی دیکھ کر خوش ہوتے ہیں دوسروں کی ہمدردی کے سہارے انسان اپنی بڑی بڑی مصیبتوں میں بھی مستقل مزاج رہتا ہے۔ اور ہمت نہیں ہارتا۔ خاص کر بیماری میں جب طبیعت کمزور ہو کر ذراسی تکلیف بھی زیادہ معلوم ہوتی ہے اور کسی کے ہمدردی کے دو کلمے بڑی نعمت ہو جاتے ہیں عیادت کا دستور بھی انسانی ہمدردی ہی کی ایک مثال ہے، بشرطیکہ ہم اس میں خود ہی الٹے سیدھے واہیات رسم و رواج شامل کر کے اسے اپنے لئے مشکل نہ بنالیں اکثر جگہ دیکھنے میں آتا ہے کہ عیادت کرنے والے مریض کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتے ہیں کہ اچھا خاصہ تندرست آدمی بھی اس سے بے چین ہو جائے۔ اول تو سوالوں کی بوچھاڑ ہوتی ہے "کس کا علاج ہے؟ دوا کتنی کتنی دیر بعد ملتی ہے؟ غذا کیا دیجاتی ہے" گویا یہی ڈاکٹر ہیں پھر اُس پر اپنے مشورے اور ان پر عمل کرنے کا اصرار بعض لوگوں کی عادت اس قدر چیخ کر بولنے کی ہوتی ہے۔ کہ جو کوئی ذرا دور سے سنے یہی سمجھے کہ لڑ رہے ہیں کبھی بچے ساتھ ہوئے تو ان کی شرارت۔ ایک دوسرے کی فریادیں اور ان پر ڈانٹ ڈپٹ، رونا، دھونا سب وہیں ہونے لگتا ہے، ظاہر ہے کہ ایسی باتوں سے مریض کو کس قدر تکلیف ہوگی، مریض کے علاوہ اور سب گھر والوں کو بھی ایسے مہمانوں کی وجہ سے جو موقع محل نہیں سمجھتے بڑی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ بعض دفعہ ان کی خاطر تواضع کی فکر الگ نہیں۔ مریض کی تیمارداری سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ اس لئے یہ چاہیئے کہ عیادت کو ایسے وقت جائیں جب کھانے ناشتہ وغیرہ کا کوئی موقع نہ ہو اور دوسرا وقت آنے سے پہلے واپس آجائیں۔ بیمار کے پاس زیادہ دیر تک ٹھیرنا صرف اسی وقت مفید ہوتا ہے جبکہ اس سے بے تکلفی ہو اور اسکی خدمت اچھی طرح کر سکتے ہوں۔ اس سے ایک حد تک گھر والوں کا بھی ہاتھ بٹ جاتا ہے ایسی عیادت اپنے اپنے تعلقات کے مطابق جتنی زیادہ دیر کیجائے بہتر ہے۔ اگر مریض کو دلچسپی اور راحت ہو تو دو چار دن اس کے پاس رہ کر اس کا دل بہلانا چاہیئے۔ یا اگر خدانخواستہ کوئی لمبی بیماری ہو تو آٹھویں دسویں دن ایک دن کے لئے ہو آنا چاہیئے، ایسے وقتوں میں گھر والوں کی حالت بعض دفعہ مریض سے بھی زیادہ رحم کے قابل ہو جاتی ہے۔ وہ گھر کا سارا کام دھندا بھی کرتے ہیں تیمارداری بھی کرتے ہیں۔ اپنے کھانے پینے سونے نہانے تک کی انہیں مہلت نہیں ہوتی۔ دن رات کی محنت انہیں تھکا ڈالتی ہے اور مریض جس کا مزاج بیماری کی وجہ سے

چڑچڑا ہو جاتا ہے) پھر بھی ان کا شاکی ہی رہتا ہے کہ مجھے پورا آرام نہیں دیا جاتا۔ کھانا بد مزہ ملتا ہے۔ اور میرے میلے پڑے پڑے بکھرانے کی کوئی پروا نہیں کیجاتی۔ میرا کام بیگاری کی طرح کیا جاتا ہے۔ اور سب یہ چاہتے ہیں کسی طرح میں مر چکوں" میں نے بہت کم مریضوں کو دیکھا ہے کہ اپنے تیمارداروں سے ہمدردی کریں چاہے وہ اپنی اولاد ہی کیوں نہو۔ ان کا دل ہر وقت کی خدمت کرنے والوں سے بیزار رہتا ہے۔ اور جو لوگ ذرا دیر کو آئیں وہ اچھے معلوم ہوتے ہیں وہ اگر ذرا سا پنکھا جھل دیں یا دُلائی اڑھا دیں تو بھی ان کے کام کی قدر اور شکر گذاری ہوتی ہے، کھانے پینے کے لئے اپنے عزیزوں کا کہنا برا معلوم ہوتا ہے لیکن ان لوگوں کی خاطر سے اپنے اوپر تھوڑا بہت جبر گوارا کرکے ذرا تھوڑا کھا بھی لیتا ہے۔ ایسی حالت میں دور کے عزیزوں رشتہ داروں اور دوستوں کا فرض ہے کہ وہ تھوڑے تھوڑے دنوں کے لئے پوری خدمت اپنے ذمے لے لیں یہ ضرور ہے کہ آٹھ دس دن بعد ان سے بھی طبیعت اکتانے لگے گی۔ مگر ایسے موقع پر ہمت ہارنا اور بد دل نہونا چاہئے اور اپنے دل کو اس طرح تسلی دینی چاہئے کہ ہم ایک نیک کام کر رہے ہیں جس کا صلہ محض خداوند کریم کی رضا مندی ہے اگر اس میں کوئی مشکل پیش آئے تو اس سے کیا ڈرنا۔ مریض کو بھی صحت پانے کے بعد اپنے دردمندوں کی بڑی قدر ہو جاتی ہے کہ میری کیسی کیسی بدمزاجیاں اور غصہ ان لوگوں نے برداشت کیا ہے، اس کے علاوہ سب سے بڑا صلہ ان محنتوں کا یہ ہے کہ ایک بیمار کو آرام پہنچا کر کچھ تھکے ہوئے ٹوٹے دل والے تیمارداروں کے ساتھ ہمدردی کرکے ان کا ہاتھ بٹا کر اپنے دل کو وہ سچی خوشی وہ حقیقی راحت نصیب ہوتی ہے جس کے مقابلے میں ہفت اقلیم کی سلطنت بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

۱-۹

آوازِ دل

جلوہ گر ذرات میں ہے برق افزائی تری
شعلہ زا قطرات میں ہے آئینہ سائی تری
بحرِ موجودات میں ہے موج فرمائی تری
ہر جمالِ ناز میں ہے جلوہ آرائی تری

دل ہے۔ دل میں قطرۂ خونِ دلِ بسمل ہے تو
روشنی ہے تل میں اور آنکھوں میں میری تل ہے تو
چشمِ حسرت خیز میں تو شعلۂ برقِ طپاں
قلبِ حسرت زار میں تو اضطرابِ سرگراں
آہِ خونیں میں سرِ اشکِ موج خیز خوں چکاں
نالۂ دل دوز میں بجھتے ہوئے دل کا دھواں
کس قدر حیرت فزا ہے جلوہ پیرائی تری
حیرتِ خاموش ہے تسکین آرائی تری
جب دلِ خاموش میں پیدا ہوئی کچھ جستجو
ایک مشتِ خاک کی اتنی بڑھائی آبرو
شمعِ ایمن بن کے چمکا اک چراغِ آرزو
بن گیا انساں کا دل دیوانۂ ذوقِ نمو
آئینہ بن کر دلِ انسان متحیر ہو گیا
قلبِ بے حس صورتِ تصویرِ ششدر رہ گیا
اس متحیر آئینہ میں چھپ گئی اک روشنی
اس شکستہ شیشۂ انساں میں اک برقِ خفی
چپکے چپکے خود بخود آہستہ آہستہ آ گئی
دل کو بینائی ملی اور آنکھ کو حیرت ہوئی
ماہِ ایمن ظلمتِ انسان میں مخفی ہو گیا
ذرہ ذرہ قلبِ انسانی کا نورانی ہوا
دل میں پیکر چشمِ ظاہر سے نہاں رہتا ہے تو
پردۂ امید میں جادو فشاں رہتا ہے تو
چھپ گیا نظروں سے سینہ میں رواں رہتا ہے تو
ابرِ آبِ اشک میں برقِ طپاں رہتا ہے تو
یہ مجازی آنکھ تیری دید سے مایوس ہے
دل ہمارا خود بخود تجھ سے مگر مانوس ہے
آ۔ سرِ ایمن ذرا جلووں کو کر دے بے نقاب
چشمِ مخفی سے ہٹا دے پردۂ رنگِ حجاب
پھر اٹھا دے روئے تاباں سے یہ نورانی نقاب
پھر دلِ بے تاب کو میرے بنا دے کامیاب
یہ دلِ بے تاب وحشتِ شوق میں آوارہ ہے
سینۂ خاموش ارمانوں کا اک گہوارہ ہے
یہ شبِ خاموش وحشت اور یہ تاروں کا سماں
یہ سیاہی رات کی یہ مضطرب دل کا دھواں
صورتِ امید آوارہ ہے قلبِ سرگراں
سجدۂ صد آرزو سے آنکھ ہے برقِ طپاں

پھر چمک اے شعلۂ دل چشمِ گوہر بار میں
پھر تبسم خیز ہو یعنی دلِ بیمار میں

بلقیس جمال بریلوی

مغربی تمدن کی ایک اور لعنت

یورپ کے شیطانی تمدن کے ان گنت شعبوں سے نت نئے فیشن کے عریاں لباس، مخلوط پارٹیاں، دریائی غسل کی سیر، ناچ گھر، شراب نوشی، سگرٹ کشی وغیرہ وغیرہ تباہ کن مشغلوں نے ہندوستان میں جو مقبولیت و ترقی حاصل کی ہے۔ اس سے شاید ہی کسی کو انکار ہوگا۔ کیونکہ ان شعبوں کی تباہ کاریاں روز روشن کی طرح دنیا پر عیاں ہیں، چنانچہ ہم اس معاملہ میں ہندوستان کے مغربی تہذیب زدہ زمرہ کو ان کی تباہیاں بجھانے کے لیے زیادہ مغز مارنے کی ضرورت نہیں سمجھتے، لیکن اب سنا جاتا ہے کہ یورپ کی مسرفانہ تمدن کی ایک اور شاخ یا لعنت "عورتوں کے سنگھار خانے" ہندوستان جیسے مفلس و فاقہ کش ملک میں نزول اجلال فرمایا ہے کہ ہندوستان میں اب سنگھار خانے بھی قائم ہونے شروع ہو گئے ہیں،

ان سنگھار خانوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انگلستان کے دار السلطنت لندن میں صبح کہر صاف ہوتے ہی عورتیں سنگھار خانوں کی طرف دوڑتی ہوئی چلی جاتی ہیں۔ خصوصاً جن عورتوں کی جوانی رخصت ہو چکی ہو۔ ان کی تو ان مقامات میں کثرت ہوتی ہے۔ ان سنگھار خانوں میں سب سے پہلے عورت کے چہرے پر مالش شروع ہوتی ہے۔ وہ ایک آرام کرسی پر دراز پڑی گھنٹوں لیٹی رہتی ہیں، مرد ہو یا عورت ان کے رخساروں پر طرح طرح کی خوشبودار کریمیں جلد صاف کرنے کے لئے لگا لگا کر ملتے رہتے ہیں تا کہ نازک مساموں میں گرد کا ایک ذرہ بھی رہنے نہ پائے اس کے بعد گرد و غبار سے بچانے والی روغن اور جھریاں دور کرنے والے عرق لگائے جاتے ہیں جس پر تقریباً نو روپے لاگت آتی ہے۔

بہت سی عورتیں ابروؤں کے بال بھی اکھڑواتی ہیں، اور بہت سے ہونٹوں کے آس پاس کے بال بھی نچوا دیتی ہیں۔ ان ہر دو قسم کی صفائی پر تین روپے خرچہ آتا ہے،

بال دھلوانے کی ضرورت ہو تو تقریباً پانچ روپے لگتے ہیں،

جو عورتیں بازو اور ہاتھوں کی مالش کروا کر خوشنما بنواتی ہیں انہیں چودہ روپے دینے پڑتے ہیں،

ناخنوں کی کتروائی اور صفائی پر ڈیڑھ روپیہ

انگوٹھوں کی درستی کے لئے ساڑھے چھ روپے۔

جلد کی شکنیں خصوصاً چہرہ کی جھریاں مٹانے کے واسطے بارہ روپے

غسل کے لئے نو روپے۔ اور ایک گھنٹہ کی اگر مالش ہو تو چودہ روپے فیس ادا کرنی پڑتی ہے۔

کیا خوب یہ ہے یورپین تمدن اور اس کی کفایت شعاریاں جس میں غیرت و اخلاق کی بربادی کے قصوں کو تو جانے ہی دیجئے کہ یہ قدیم تمدن کی بے بہا جوہر۔ نیولائٹ فرقہ کے نزدیک کچھ قیمت ہی نہیں رکھتے۔ اب بتلائیں ہمارے محترم بھائی عظیم بیگ صاحب چغتائی اور ان کا ہم خیال فرقہ کہ اخراجات کا بار گراں اور وقت کی بربادی کس بناؤ سنگھار میں زیادہ ہے۔ اس مغربی تمدن یا مشرقی میں۔؟ جن کے لباس کو جھاڑ جھلا اور تیل کنگھی کے اخراجات کو بھی فضول خرچی کی مد میں لیکر تمسخر اڑایا جاتا ہے۔ اس تمسخر کا نتیجہ آج کل کے نوخیز مگر مغرب زدہ نفوس پہ بلا کسی سوچ بچار۔ کے یہ ہو رہا ہے کہ قینچیاں لیکر وہ بیویوں کی چوٹیاں کاٹ دینے کے لئے بے اختیار ہوگئے اس لئے کہ فقط ہمارے مہربان بھائی چغتائی صاحب نے یہ لکھدیا کہ قدیم تمدن کے بال رکھنے والوں میں تیل کنگھی کا خرچ زیادہ ہے۔ اور جو بیویاں اول ہی سے اس گڑھے میں گرنے کے لئے آمادہ تھیں ان کی منہ مانگی مراد برآئی لیکن جن کے دماغ میں کچھ عقل اور وضعداری کا شائبہ تھا وہ اس جنونی تقلید سے پرہیز کرنے پر وہ ایک اور مصیبت میں عمر بھر کے لئے گرفتار ہوگئیں کہ ان کے نیولائٹ میاں نے اپنا جنون پورا کرنے کی خاطر دوسری نئی بیوی منتخب کرلی، اور بہتوں کی زندگیاں تباہ و برباد کرنے کا موجب ثابت ہوئی

یہ قصہ اس مضمون میں بطور جملہ معترضہ کے تھا جو ہمارے مصلح بھائی چغتائی صاحب کے دور جدیدہ کی مزاحی کرم فرمائی کا نتیجہ ہے۔ جو محض خیالی نہیں بلکہ ایک سچا واقعہ ہے۔

محترم بھائی چغتائی صاحب اور انہیں کے سے خیالات رکھنے والے فرقہ کا خیال مشرقی تمدن کے بارہ میں حقیقتاً ہو خواہ تمسخراً۔ یہاں ہم اتنا کہنے پر مجبور ہیں کہ مشرقی تمدن کی بیویوں کا بناؤ سنگھار جو فقط تیل کنگھی اور مسی گوئے تک ہی محدود تھا۔ اسے اگر فضول خرچی پر محمول کیا جائے تو وہ محض ان کے شوہروں کے ہی خوشنودی کی خاطر ہوا کرتا ہے، لیکن اب یہ مغربی تمدن کے سنگھار اور سنگھار خانے اور اس کے اخراجات جو صرف سوسائٹی کی مشترکہ ضیافت کے لئے مصنوعی حسن و جمال پیدا کرنے کی خاطر نہایت دریا دلی سے عمل میں آرہے ہیں۔ کیا ہیں؟ اور اب اسپر کیا حکم صادر ہوگا۔ خدا محفوظ رکھے اس دبا سے۔

سردار محمدی بیگم بنت مرحوم نواب آف وائی، لونسی بمبئی

دنیا کی موجودہ اقتصادی پوزیشن

۱۹۳۱ء دنیا کے لئے اقتصادی نقطہ نظر سے بدترین سال تھا۔ بیکاری، کساد بازاری اور دیگر قسم کی اقتصادی دباؤں نے دنیا کے تمام ممالک کو حیران و پریشان کر رکھا تھا لیکن ۱۹۳۲ء کی ابتداء صورت حال کو کسی قدر امید افزا کر دیا ہے۔ تجارتی کساد بازاری اور مالیات کی ابتری نے حکومتوں کو اس امر پر مجبور کر دیا کہ وہ ملکی نظم کی ترقی کے ساتھ بین الاقوامی طور پر کوئی ایسی تدابیر اختیار کریں کہ دنیا کا موجودہ اقتصادی اور سیاسی نظام باقی رہ سکے۔ اگر اس وقت ہم لوگ دنیا کی موجودہ پوزیشن پر غور کریں تو صورت حال بہت زیادہ امید شکن معلوم ہوگی۔ ایشیا میں استبداد اور جوع الارض چین کی آزادی بنیادوں کو کھوکھلا کر رہی ہے۔ ہندوستان میں قوم پرستوں کی سیاسی کشمکش برطانوی سلطنت کے لئے مہلک ثابت ہو رہی ہے۔ یورپ میں فرانس جرمنی اور ان تمام دیگر ممالک کے خلاف جو اس کے ناجائز اثر کے خلاف حرکت کرنے کے لئے تیار ہیں، تمام ممکن ذرائع کو کام میں لانے کے لئے تیار ہے۔ امریکہ جہاں دولت اور خوشحالی کی نعمتوں کی ہر وقت بارش ہوتی رہتی تھی جو اپنے جال میں ہی پھنس کر پھڑپھڑا رہا ہے۔ تجارت کی غیر معمولی وسعت۔ سونے کی فراوانی اور بیکاری کی روز افزوں آفت اس کو مجبور کر رہی ہے کہ وہ یورپ سے قطع تعلق کر لے۔

دنیا کی اس موجودہ حالت میں اگر کسی ملک کو رشک کی نگاہوں سے دیکھا جا سکتا ہے تو وہ اسکینڈے نیویا (سویڈن ناروے) ہے جس نے حرص و ہوس سے اپنے کو ہمیشہ بچائے رکھا اور آج خوشحالی اور اطمینان کی زندگی بسر کر رہا ہے۔

باوجود اس ابتری، پریشانی اور بدنظمی کے دنیا کی ایک غیر معمولی تاریکی میں امید کی چند شعاعیں نظر آ رہی ہیں اور ان کی وسعت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے، اور سیاسی و اقتصادی قیاس آرائی کے مبالغہ سے بچ کر کہا جا سکتا ہے کہ ۱۹۳۲ء کے اختتام تک رائے عامہ ایک بہتر حالت میں ہوگی اور ان امید افزا، لبرل اور ترقی یافتہ اسکیموں پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوگی جن کو اس نے چند سال قبل وطنیت اور تعصب کی تاریکی میں گرفتار ہو کر قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اگر انگلستان ہی کے مسئلہ پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ رائے عامہ چند دنوں قبل کس قدر ابتر حالت میں تھی۔ وطنی حکومت کا قیام ملک میں صرف اس خوف کی وجہ سے ہوا کہ برطانوی پونڈ کو زوال سے بچایا جائے۔ اور ملک میں ایک ایسی حکومت قائم ہوگی جس کی کوئی پالیسی نہیں ہے۔ ملک نے بجائے اسکے کہ خود اپنی قوت فکر و سعی پر بار ڈالے۔ ساری ذمہ داری چند لوگوں پر ڈال دی تا کہ خود وہ اطمینان کا سانس لے سکے

لیکن اب وہ اپنے کئے پر پچھتا رہا ہے۔ قطع نظر اس کے یورپ میں تاوان جنگ کے مسئلہ پر غور کرنیکے لئے جو کانفرنس منعقد ہوئی ہے اس سے دنیا کی اقتصادی حالت میں خوشگوار تبدیلی کی ہے کیونکہ عام خیال یہ ہے کہ دنیا کے تمام اقتصادی انتشار کا سبب جنگ عظیم اور تاوان جنگ کا مسئلہ ہے۔ فرانس کے خلاف تمام ممالک میں ایک خیال پیدا ہو گیا ہے کہ فرانس نے تاوان جنگ کے ذریعہ غیر معمولی نفع اٹھایا ہے۔ امریکہ جو قرضہ جنگ کا ایک اہم مہاجن ہے اور فرانس نے دنیا کے سونے کی ایک غیر معمولی حصہ اپنے خزانوں میں بند کر رکھا ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ دوسرے ممالک میں معمولی ضرورتوں کے لئے سونا کافی باقی نہیں رہا اور دنیا کے اقتصادی نظام میں ایک ابتری پھیل گئی اور کساد بازاری دبیکاری کی اقتصادی وبائیں دنیا میں رونما ہو گئیں۔ عام خیال یہی ہے کہ فرانس اس طرح سے دوسرے ممالک کی ان پالیسیوں پر غیر معمولی اثر ڈالنا چاہتا ہے جو اس کے حق میں نامناسب ہیں۔ فرانس نے جب کبھی حکومت برطانیہ پر اثر ڈالنا چاہا ہے تو اس نے انگلستان کے بنکوں سے سونا واپس لینا شروع کیا ہے اور اب جبکہ تاوان جنگ کے مسئلہ پر غور کرنے کے لئے کانفرنس منعقد ہو رہی ہے تو پھر اس نے یہی ترکیب شروع کی ہے۔ تاکہ حکومت برطانیہ اس بات پر مجبور ہو جائے کہ حکومت فرانس کے مفاد کے خلاف کوئی تحریک پیش نہ کرے لیکن موجودہ صورت حال جو بھی ہو فرانس کو اپنا رویہ بدلنا ہی پڑیگا۔ کیونکہ تاوان جنگ کانفرنس کے سامنے پیش کرنے کے لئے جو رپورٹ تیار ہوئی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جرمنی آئندہ تاوان جنگ ادا کرنے سے مجبور ہے۔ اور تاوان جنگ ہی کی ادائیگی دنیا کی موجودہ اقتصادی ابتری کی ذمہ دار ہے۔ دوسرے لفظوں میں کہا جا سکتا ہے کہ "تاوان جنگ یا قصاص" کی پالیسی دنیا کے لئے غیر موزوں ثابت ہوئی۔ اور جرمنی کے دیوالہ کے ساتھ ساتھ دوسرے ممالک کا بھی دیوالہ نکل رہا ہے۔ دنیا نے چودہ برس میں یہ نتیجہ حاصل کیا ہے۔

اس چودہ برس میں سائنس نے غیر معمولی ترقی کی ہے۔ غیر معمولی اور حیرت انگیز ایجادوں نے صنعت وحرفت میں حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ اور کل جس مشین یا جن ذرائع سے تھوڑی ہی چیزیں تیار کیجا سکتی تھیں آج ان سے لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں اشیا تیار کیجا رہی ہیں یہانتک کہ آج اگر ہم لوگ ایک پریشان حال اور ناسمجھ دنیا میں نہ ہوتے تو مفلسی اور غربت کا بالکل خاتمہ ہو جاتا۔ لیکن بجائے اسکے کہ ہم لوگ ان غیر معمولی ذرائع سے فائدہ اٹھا کر دنیا میں دولت کی مناسب تقسیم پر غور کریں اس مسئلہ پر غور کرنا پڑ رہا ہے کہ ان غیر معمولی پریشانیوں پر جو سر پر آپڑی ہیں کیونکر نجات حاصل کیجائے ۱۹۲۵ء سے ۱۹۳۰ء کے درمیان جرمنی میں تجارتی اشیا کی تیاری ۱۹ فیصدی سے ۱۰۰ فی صدی تک بڑھی اور آسٹریا میں ۱۹۲۴ء سے ۱۹۳۰ء تک ۲۷ فی صدی سے ۸۰ فی صدی تک بڑھی، دوسرے ممالک کے اعداد وشمار ان ملکوں سے بہت کم ہیں جرمنی اور آسٹریا نے اس مسئلہ میں دوسرے ممالک کو تو شکست دیدی لیکن ان کا خود دیوالہ نکل گیا کہ ساری رقم جو انہوں نے اس طرح حاصل کی تاوان جنگ ادا کرنے کے لئے کافی نہو سکی آج سارے عالم کی آنکھیں تاوان جنگ کانفرنس کے نتائج پر لگی ہوئی ہیں صورت

عثمان کا خواب

مشرق قریبہ کے لئے وہ ایام بیحد تلاطم خیز، ہنگامہ پرور اور انقلاب آفرین تھے یعنی وہ دن جو تیرھویں صدی کے نصف حصہ پر مشتمل تھے، آبدار تلواروں کی جھنکاروں اور مختلف اقوام کے بہادروں کے نعروں سے اس زمانہ کی فضا معمور رہا کرتی تھی۔ جرأت آزما بہادروں کے لئے وہ اپنے جوہر دکھلانے کا دور تھا۔ اور اس بات کا کہ روک ٹوک اور مزاحمت کی پرواہ کئے بغیر کامیابی کس طرح سے حاصل کیجا سکتی ہے اسلئے کہ خلفائے بغداد کی طاقتور مگر روز بروز کمزور ہونے والی سلطنت کے مختلف حصوں سے یکے بعد دیگرے مختلف خاندان اٹھے اور ٹوٹتے ہوئے تاروں کی طرح گر کر نابود ہو گئے،

۱۲۸۸ء کے آخر میں ایشیائے کوچک قونیا کے ایک ایسے کمزور طبیعت سلجوقی تاجدار کے زیر نگین تھا، جس کا نام تاریخ نے خصوصیت کیساتھ جلی حروف میں نہیں لکھا۔ اس کی برائے نام شہنشاہیت کے ماتحت بہت سے امیر تھے جن میں عثمان بھی تھا جس کے باپ ارطغرل کو جو ایک نہایت جانباز ترک سپاہی تھا۔ کوہ ارمنی اور شہر سیگد کی حکومت اس صلہ میں عطا کی گئی... تھی کہ اس نے مغل لٹیروں کے حملہ کے وقت بروقت کمک پہنچائی تھی۔ لبعد میں ارطغرل نے اپنی تلوار کے زور سے اس چھوٹی سی سلطنت کو اور وسیع کر لیا اپنے باپ کی وفات پر جو سال مذکور کی ابتدا میں ہوئی تھی۔ عثمان تمام بیتھنیا کا حاکم بن گیا تھا۔

ایک دن شام کو غروب آفتاب سے کچھ دیر پہلے بیتھنیا کا نیا امیر جو اپنی رعایا کی ضروریات معلوم کرنے کی غرض سے بھیس بدلکر گشت لگانے کا شائق تھا۔ موضع اتبردنی میں ایک معمولی سپاہی کے لباس میں داخل ہو گیا۔ اس کی وجیہہ اور شاندار وضع قطع نے مردوں کی توجہ کو بہت جلد اپنی جانب مبذول کر لیا اور ساتھ ہی اس کی پُر فسوں آنکھوں کے غیر معمولی حسن نے سڑک کی راہ گیر عورتوں کے دلوں میں بھی ہنگامے پیدا کر دیئے۔ لیکن ان میں سے کسی پر نظر ڈالے بغیر اپنے راستہ پر گامزن رہا۔ وہ صرف ایک مرتبہ چلتے چلتے رکا اور وہ بھی اسوقت جبکہ اس نے ایک راہ گیر سے پوچھا کہ "اے میرے بھائی! کیا تو مجھے بتا سکتا ہے کہ فاضل شیخ ادب علی کہاں رہتا ہے"؟

"کیا تجھے سیدھے ہاتھ کو وہ سامنے والا جھونپڑا دکھائی دیتا ہے جو یہاں سے کوئی بیس گز کے فاصلہ پہ صنوبر کے درخت کے نزدیک واقع ہے"؟ راہ گیر نے جواب دیا۔

ہاں۔ مجھے نظر آتا ہے" عثمان نے بتانے والے شخص کی انگلی کی سمت دیکھتے ہوئے جواب دیا

"وہ وہیں رہتا ہے" راہ گیر نے پھر کہا۔

جب عثمان جھونپڑے کے قریب پہنچا تو اُسے یہ دیکھکر ذرا تعجب ہوا کہ سامنے کا دروازہ بالکل کھلا ہوا ہے اور اندر سے زور زور سے باتوں کی آواز آرہی ہے۔ وہ اسی سوچ میں تھا کہ اندر جانا چاہیئے یا نہیں لیکن لیکن چند لمحات تک فکر کرنے کے بعد جب اس نے تہدید آمیز مردانہ آواز سنی تو اس کا سارا پس و پیش جاتا رہا۔ دہلیز سے گزر کر وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں پہنچا جس میں جنوب کے رخ ایک اونچی کھڑکی تھی کمرے کی جانب ایک چھوٹے سے قالین پر ایک دراز ریش بوڑھا شخص آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔ اس کی آنکھیں نیم باز تھیں۔ اس کے قریب ہی ۱۹ برس کی ایک نہایت ہی حسین لڑکی جھکی ہوئی حالت میں بیٹھی تھی۔ اس کی آنکھوں سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ سہمی ہوئی ہے۔ اور اس لئے اس نے بوڑھے شخص کی گردن میں اپنی باہیں ڈال رکھی تھیں اور ہاتھوں کی گرفت کو مضبوط کر رکھا تھا۔ ان سے کوئی پانچ فٹ کے فاصلہ پر دو آدمی کھڑے تھے، آگے والا شخص کوئی تئیس برس کا تھا اور اس کی شکل سے بہت فرعونیت برس رہی تھی۔ وہ ریشمی لباس میں ملبوس تھا اور غصہ کے مارے کپکپا رہا تھا۔ دوسرے آدمی کی عاجزانہ وضع قطع اور اس کے معمولی لباس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کوئی ملازم ہے۔

یہ چاروں آدمی ایک اجنبی کے اس طرح سے یکایک اندر آجانے سے قدرے سراسیمہ ہوگئے، لیکن عثمان نے ساری صورتِ حالات کا ایک نگاہ میں جائزہ لے لیا اور سیدھا بوڑھے آدمی کی طرف چلا جو فرش پر بیٹھا ہوا تھا اور اس سے کہا۔" ادب علی، مجھ سے بیان کر کہ یہ ماجرا کیا ہے" بوڑھے آدمی نے فرعونیت مآب شخص کی جانب اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا کہ جناب عالی، یہ حضرت جنکا نام یوسف بیگ ہے۔ میری بیٹی قمر سے شادی کرنی چاہتے ہیں ایک ہفتہ پیشتر وہ ان کے پیغام کو مسترد کر چکی ہے۔ کیونکہ لڑکیاں اپنی دادی حضرت حوا کی طرح ایک عجیب مخلوق ہوتی ہیں۔ اب یہ حضرت پھر تشریف لائے ہیں اور اُسے بزور اپنے گھر لیجانے کی دہکی دے رہے ہیں، خدا لڑکی کو محفوظ رکھے،

"بزور!" عثمان نے چلا کر کہا۔ پھر یوسف بیگ کی طرف رخ کر کے غصہ کے لہجہ میں پوچھا" اے شریف مرد! کیا یہ ٹھیک ہے؟"

"شیطان کے بچے! اس معاملہ سے تیرا کیا تعلق ہو سکتا ہے؟ کیا تو نہیں جانتا کہ جو بلی شیر کے راستہ میں آجاتی ہے۔ وہ اپنی حقیر جان بھی کھو بیٹھتی ہے؟"

یہ کہتے ہی یوسف بیگ نے اپنی تلوار میان سے نکال لی اور عثمان پر وار کیا، لیکن عثمان نہایت پھرتی سے پیچھے ہٹ گیا اور اپنی تلوار نکال کر نہ صرف حملہ آور کے وار کو روکا بلکہ ایک ہاتھ ایسی شان سے مارا کہ اس کا سر

شانوں سے جدا تھا۔

یہ تمام کارروائی آن کی آن میں ختم ہو گئی، یہانتک کہ دوسروں کو بیچ بچاؤ کرانے کا ذرا سا بھی موقع نہ مل سکا
اس کے بعد عثمان نے تلوار میان میں رکھی اور اس آدمی کی طرف دیکھا۔ جو یوسف بیگ کے پیچھے کھڑا تھا۔ اور جو
مارے ڈر کے نیم مردہ ہو چکا تھا اور اس سے پوچھا۔

"کیا یوسف بیگ تیرا آقا تھا"؟

"ہاں ہاں" ملازم نے نہایت عاجزی سے جواب دیا۔

عثمان نے اپنے ہاتھ کی جنبش سے اشارہ کرکے حکم دیا کہ "اچھا تو اب تو اپنے آقا کی لاش لیکر یہاں سے چلا جا"
کانپتے ہوئے ہاتھوں سے ملازم نے حکم کی تعمیل کی اور جب وہ چلا گیا تو عثمان نے رقت آمیز لہجہ میں اوپر
نگاہ کی اور آہستہ سے کہا "خدا کرے، ایسے سب آدمی غارت ہو جائیں"

بوڑھا شیخ اور اس کی بیٹی اس جگہ چلکر آئے جہاں عثمان کھڑا تھا اور جھک کر اس کے جوتوں کو اپنی پیشانیوں
سے چھوا اور کہا" اللہ آپ کو اس نیکی کی جزائے خیر دے۔ جو آج آپ نے ہمارے ساتھ کی ہے"۔ عثمان نے منکرانہ
لہجہ میں جواب دیا کہ "میں نے تو فقط اپنا فرض ادا کیا ہے"

"اے خدا کے فرستادہ فرشتے! کیا تو مہربانی کرکے ہمیں بتائے گا کہ اتبرونی میں تو کس جگہ رہتا ہے" ادب علی
نے پوچھا جبکہ وہ اور اس کی بیٹی دونوں فرش پر آکر بیٹھ گئے۔ اس نے عثمان کو نہیں پہچانا۔ کیونکہ اس سے پیشتر اسے
عثمان کو دیکھنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا تھا۔

عثمان نے جو اپنی شخصیت ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا کہا "میں اتبرونی کا رہنے والا نہیں ہوں"

"اے شریف آدمی! تو کیا تو اس جگہ عرصہ تک قیام کرنے کی آرزو رکھتا ہے؟" بوڑھے آدمی نے مستفسرانہ
انداز میں پوچھا۔

"نہیں۔ میں اب تو سیگد جا رہا ہوں، جہاں میرا مکان ہے" عثمان نے جواب دیا۔

"رات بہت تاریک ہے اور جیسا کہ تجھے معلوم ہے راستہ قزاقوں سے پٹا پڑا ہے، اتنی تو مہربانی کر کہ
رات کا ماحضر ہمارے ساتھ تناول کر اور آج کی رات اس حقیر جھونپڑے میں بسر کر اور صبح ہوتے ہی اپنے سفر پر
روانہ ہو جا" شیخ نے ایسے لہجہ میں کہا جس میں التجا کے ساتھ تشکر کے جذبات بھی ملے ہوئے تھے۔

"اے شیخ! میں اس فیاضانہ دعوت کو قبول کرنے سے کس طرح انکار کر سکتا ہوں" عثمان نے دزدیدہ نگاہوں
سے قمریہ کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

قمریہ اب اٹھی دیا روشن کیا۔ اور طاق میں رکھدیا اس کے بعد وہ باورچیخانہ میں گئی اور تھوڑی دیر میں جدا

کچھ مزید کھانا پکاسکتی تھی پکا کرلے آئی، کھاتے وقت ادب علی نے محسوس کرلیا کہ دونوں نوجوانوں نے باتیں بھی کم کیں اور کھایا بھی کم کھانے سے فراغت پانے کے بعد اس نے عثمان کو وہ کمرہ بتادیا جہاں اس کے لئے بستر بچھایا گیا تھا۔ خدا کرے تیرے خواب شیریں ہوں" کا دعائیہ جملہ کہکر وہ وہاں سے رخصت ہوگیا۔

سورج نکلنے سے پیشتر ہی عثمان پریشان خاطر حالت میں اٹھا، لباس زیب بدن کیا اور تلوار کمر میں لگائی، ادب علی اور قمریہ سے علیک سلیک کرنے کے بعد عثمان نے ادب علی کو یوں مخاطب کیا

"ادب علی! تو ایک عقلمند اور مقدس شخص ہے اور غالباً تو ایسے خوابوں کی تعبیر بتا سکتا ہے۔ جو دوسروں کی نظر میں بالکل تاریک اور بے معنی معلوم ہوتے ہیں اس لئے کیا تو از راہ مہربانی اس خواب کی تعبیر بتائیگا جسے میں نے گذشتہ رات دیکھا؟" ادب علی نے جواب دیا کہ "بیان کر کہ تونے کیا خواب دیکھا ہے اگر ممکن ہوا تو میں بلا کسی پس وپیش کے اس کی تعبیر تجھ پر ظاہر کردونگا۔"

عثمان نے باپ اور بیٹی کے سامنے بیٹھکر اپنا خواب یوں بیان کرنا شروع کیا۔

"اے میرے بزرگ! رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ تو میرے بستر پر برابر لیٹ گیا ہے۔ اس کے بعد تیری کمر میں سے ایک چمکدار چیز نکلی جس نے رفتہ رفتہ بدر کی سی شکل اختیار کرلی آجتک میں نے اس چاند سے زیادہ خوبصورت شے آسمان پر نہیں دیکھی۔ اس کی روشنی نے میرے حواس معطل کردیئے اور میری روح کو دیوانہ بنادیا۔ بعد ازاں اس نے میری جانب حرکت کرنی شروع کی۔ اور میرے قریب آتے آتے وہ حسن کا مجسمہ بن گئی اور میرے جسم میں حلول کرگئی۔ اسوقت میں نے محسوس کیا کہ میرا خاکی جسم پھٹ جائیگا اور یہ کہ وہ بیخودی کے اس تیز رفتار دریا کا جو اس میں حلول کر رہا تھا مقابلہ نہ کرسکیگا۔ پھر ایک چیز میرے کوٹھے میں سے نکلی جسے دیکھکر مجھے سخت تعجب ہوا۔ وہ ایک درخت تھا جس کی شاخیں بڑھتے بڑھتے جیسا کہ مجھے معلوم ہوا تین قطعات ارضی پر پھیل گئیں۔ اس کے پتوں کے وسیع شامیانہ کے چاروں کونوں میں چار پہاڑ تھے اور درخت کی جڑوں سے چار بڑے دریا نکلکر میدانوں میں پھیل رہے تھے جہاں پکی ہوئی فصلوں کے علاوہ مساجد مینار اور فتح کے ستون برپا تھے وہاں مختلف اضلاع واقسام کے پودے، درخت اور جھاڑیاں موجود تھیں، ان درختوں کی شاخوں پر سے مختلف قسم کے طیور طرح طرح کے سرشار کردینے والے نغمے گا رہے تھے۔ اتنے میں یکایک آندھی کا جھونکا آیا اور بعض طویل القامت درختوں کے تلوار کی شکل والے پتوں کا رخ ایک چیز کی جانب پھر گیا۔ جو مجھے ایسے ہیرے کی انگوٹھی کی طرح معلوم ہوتی تھی۔ جو دو نیلم اور زمرد کے ٹکڑوں کے درمیان جڑی ہوئی ہو۔ میں اس انگوٹھی کے پاس پہنچا اور قریب تھا کہ میں اسے اپنی انگلی میں ڈال لوں کہ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی اور میں نے دیکھا کہ میں تن تنہا اپنے بستر پر پڑا ہوا ہوں۔"

جب تک شیخ یہ خواب سنتا رہا اسکے بشرے سے یکے بعد دیگرے مسرت، استعجاب اور حیرت کے جذبات ظاہر ہوتے رہے اور جب سارا خواب بیان کیا جا چکا تو اس نے کہا" درحقیقت یہ ایک عجیب وغریب خواب ہے"۔

"ہاں تو پھر اس کی تعبیر کیا ہے" ؟ عثمان نے نہایت فکرمند ہو کر پوچھا۔

قمریہ بھی جو اپنے مہمان کے خواب سے دلچسپی لینے میں کافی انہماک کا اظہار کر رہی تھی۔ فوراً بول اٹھی اور کہا کہ" ہاں ابا جان! اس کی تعبیر تو ضرور بالضرور بیان کیجئے"۔

بوڑھے نے اپنا سر ہلایا اور متبسم ہو کر عثمان سے کہا کہ" اس کی پوری تعبیر تو اب تک میری سمجھ میں نہیں آئی اس لئے مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑے گا کہ فی الحال میں اس کی تعبیر بیان کرنے سے قاصر ہوں لیکن کچھ دنوں بعد اسکی تعبیر بیان کر سکونگا"۔ بیچارگی کے عالم میں عثمان اپنی جگہ سے اٹھا اور کہا" اب مجھے رخصت دیجئے تاکہ میں اپنے گھر واپس جاؤں، میں جب دوبارہ اتبردنی آؤنگا تو پھر ملاقات کے لئے ضرور آؤنگا میں آپ کے تلطف آمیز میزبانی کا شکرگذار ہوں"

"خدا آپ کو ہر بلا سے مامون رکھے"! ادب علی نے کہا۔

چلتے وقت عثمان اور قمریہ کی نگاہیں ایک لمحہ کے لئے دوچار ہوگئیں،

دو مہینے گزر گئے اور سیگد کے تمام اشخاص نے محسوس کر لیا کہ اس مدت میں ان کے امیر پر ایک خاص انقلابی کیفیت طاری ہے، جہاں پہلے اسے اس امر کا شوق تھا کہ اپنی سلطنت میں ایک جگہ سے دوسری جگہ گھوما کرے وہاں وہ، اب یہ دیکھکر گھبرا گئے کہ وہ عسکی شہر میں قلعہ بند ہو گیا ہے۔ وہ شخص جس کی تمام زندگی چستی وچالاکی، محنت اور جفاکشی کے کاموں میں بسر ہوئی تھی۔ وہ اب مغموم اور سلطنت کے کاموں سے خالی الذہن اور بے پروا بن گیا ہے۔ اس نے نیزہ بازی۔ چوگان اور شکار جیسی تفریحات سے بھی قطع تعلق کر لیا تھا، حالانکہ اس سے قبل وہ ان چیزوں کا عاشق تھا۔ یہ صحیح تھا کہ اکثر لوگ اس انقلاب کو محبت کا نتیجہ قرار دیتے تھے لیکن ان میں سے کسی کو خبر نہ تھی اور نہ ان کے ذہن کی رسائی وہاں تک ہو سکتی تھی کہ دراصل ادب علی کی حسین اور جمیل لڑکی اس انقلاب کی ذمہ دار ہے۔ دو مہینے قبل وہ اتبردنی ضرور گیا تھا۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ ادب علی کی لڑکی کے حسن کا شہرہ کہاں تک صداقت پر مبنی ہے۔ اس مہم میں وہ مایوس نہیں ہوا تھا بلکہ اس کا خیال تھا کہ لوگوں نے اس کے حسن و جمال کا صحیح اندازہ نہیں لگایا۔ اس کی خوبصورتی نے اسے یہاں تک بیکار کر دیا تھا کہ اپنے وطن میں آجانے کے بعد اس کے لئے ناممکن ہو گیا کہ اپنے روزمرہ کے کام کاج کو انجام دے سکے، نیند حرام ہو گئی تھی۔ اور انواع واقسام کے بہترین کھانے اسکے لئے شجر ممنوعہ بن گئے تھے جس کی وجہ سے اس کے باورچی کو خاص صدمہ ہوتا تھا۔

دن گذرتے گئے اس کی حالت خراب ہوتی گئی۔ اس نے دل میں خیال کیا کہ قمریہ کے بغیر زندگی ایسی صبح کے مانند ہے جس میں آفتاب طلوع نہ ہوا ہو، یا ایسی رات کی طرح ہے جس میں چاند جلوہ گر نہو۔ انجام کار وہ اپنی روز افزوں پریشانی سے اس قدر گھبرایا کہ اس نے اپنے ابتدائی ارادہ کو بھی خیرباد کہدیا یعنی یہ کہ ایک سال بعد اتبرونی جاکر معمولی شخص کے بھیس میں قمریہ کا خواستگار ہو اور اس سے شادی کرلے۔ ایک دن بیٹھے بیٹھے یوں اس نے استدلال کیا کہ "مزید انتظار کرنے کے معنی یہ ہیں کہ موت کے فرشتہ کو دعوت دیجائے اور قمریہ سے جدائی حاصل کیجائے۔" اس خیال کا آنا تھا کہ اس نے اپنے سواروں کو حکم دیا کہ وہ اتبرونی جائیں اور ادب علی اور اسکی بیٹی کو عسکی شہر لے آئیں۔

قمریہ کا چہرہ فق ہوگیا جونہی اس نے اس کمرہ میں قدم رکھا جہاں عثمان بیٹھا ہوا باپ بیٹی کا انتظار کر رہا تھا لیکن اس کا باپ حیران تھا اور بار بار عثمان کے چہرہ کو دیکھتا تھا۔

"کیا تو مجھے پہچانتا ہے اے دانشمند شخص؟" عثمان نے دوستانہ انداز میں استفسار کیا

"اے میرے آقا! مجھے اب خبر ہوئی ہے کہ دو ماہ پیشتر مجھے اپنے غریبانہ جھونپڑے میں اپنے بادشاہ کی میزبانی کرنے کا فخر حاصل ہوا تھا۔" شیخ نے جواب دیا۔

"اچھا، تم دونوں بیٹھ جاؤ اور بیان کرو کہ میرے چلے آنے کے بعد تمہاری حالت کیسی رہی؟" عثمان نے کہا

"میں اچھی طرح سے ہوں لیکن میری صاحبزادی کی زندگی اللہ کے ہاتھ ہے جو غفور اور رحیم ہے" ادب علی نے آہستہ آہستہ یہ جملہ ادا کیا اور ساتھ ہی قمریہ پر بھی نگاہ ڈالی جو کملائے ہوئے پھول کی طرح زرد اور بے چین نظر آرہی تھی عثمان نے بھی اسے دیکھا لیکن مختلف آنکھوں سے اور یہ معلوم کرکے اُسے بہت مسرت ہوئی کہ اس کے چہرہ کی زردی اسی اندرونی خلفشار کا نتیجہ ہے جس میں وہ خود مبتلا ہے۔ اس نے پھر شیخ سے کہا کہ تجھے معلوم ہے کہ میں نے تجھے یہاں کس غرض سے بلایا ہے؟" ادب علی نے جواب دیا کہ "جی نہیں مجھے کچھ علم نہیں"

"اے شیخ! میری طبیعت اچھی نہیں رہتی۔ اور میری خواہش ہے کہ تو ہی میرے روگ کا علاج کرے" عثمان نے کہا اور اپنی نظروں کو اس کی آنکھوں میں گڑا دیا

مگر میں کوئی حکیم تو ہوں نہیں اور نہ مجھے ابوسینا کے فن میں کچھ درک ہی حاصل ہے" شیخ نے عاجزی سے جواب دیا

"مجھے معلوم ہے کہ تو میرے مرض کو اچھا کرسکتا ہے" عثمان نے زور دیکر کہا۔

"لیکن کس طرح سے؟" بوڑھے آدمی نے پریشان ہوکر پوچھا۔

مجھے اپنی فرزندی میں لے لینے سے" عثمان نے متبسم ہوکر کہا "جب سے میں تیرے پاس سے رخصت ہوکر اپنے وطن واپس آیا ہوں اور وہ میری زندگی کا نہایت عزیز اور قابل یادگار دن تھا۔ مجھے سوائے قمریہ کے اور کسی کی صورت نظر نہیں آئی"

شیخ نے جواب دیا "اس غلام کے لئے اس سے بڑھ کر اور کونسی عزت ہوسکتی ہے! میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں اس عزت افزائی کا شکریہ ادا کرسکوں" پھر اپنی بیٹی کی طرف رخ کرکے اس نے پوچھا۔

"اے میری آنکھ کی پتلی! اس بارے میں تو کچھ کہنا چاہتی ہے"۔

"مجھے کیا خبر تھی کہ میری یہ خواہش اس قدر جلد عملی صورت اختیار کرلے گی!" لڑکی نے شرم سے اپنا سر جھکا کر یہ جملہ پورا کیا۔

"اے میرے بزرگ کیا تو نے اس خواب کی تعبیر معلوم کرلی ہے جو میں نے تیرے مکان میں دیکھا تھا" عثمان نے اس مختصر مگر دل پسند سکوت کو دور کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں، جب سے مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ تو یہاں کا امیر ہے۔ مجھ پر خواب کی پوری تعبیر ظاہر ہوگئی ہے"، عثمان اور قمریہ نے ایک ساتھ پوچھا" اچھا تو پھر خواب کی تعبیر بتائیے"،

ادیب علی کا چہرہ خوشی اور مسرت سے تمتما اٹھا اور اس نے خواب کی تعبیر یوں بیان کرنی شروع کی۔ "جو چاند میرے جسم میں سے بلند ہوا اور تیرے جسم میں حلول کرگیا وہ میری بیٹی قمریہ تھی۔ جو درخت تیرے کولھوں میں سے نکلا، اس سے مراد وہ خاندان ہے جسکا تو قابل فخر بانی ہوگا۔ اے امیر تیری اولاد اپنی بہادری اور شجاعانہ کارناموں سے اپنی سلطنت کو وسیع کرکے کرہ ارض کے تینوں براعظموں پر مسلط ہوجائیگی جو خواب میں تجھے تین قطعات ارضی نظر آئے تھے۔ جو چار پہاڑ اس درخت کے پتوں کے شامیانے کے کونوں میں تو نے مشاہدہ کئے تھے وہ ایٹلس، ٹارس، ہیمس اور قاف ہیں اور جو چار دریا اُن میں سے نکل رہے تھے۔ وہ دریائے نیل ڈینیوب، دجلہ اور فرات ہیں، مختلف قسم کے پرندوں سے جو درختوں اور جھاڑیوں پر بیٹھے نغمہ سرائی کر رہے تھے مختلف اقوام مراد ہیں۔ جو قسم قسم کی بولیاں بولیں گی اور ایک دن تیری اولاد ان سب پر حکومت کریگی ہیرے کی انگوٹھی سے جسے تو نے نیلم اور زمرد کے دو ٹکڑوں کے بیچ میں دیکھا تھا قسطنطنیہ مراد ہے، جو رومی قیصروں کا شہر ہے اور جیسا کہ تجھے معلوم ہے نیلم جیسے نیلگوں سمندروں اور زمرد جیسے سبز و شاداب براعظموں کے درمیان واقع ہے بعض درختوں کے پتوں سے جو ہوا کے جھونکوں کے ساتھ اس طرف کو بھر گئے تھے تیری فوجوں کی تلواریں مراد ہیں۔ وہ خواب اس سے پیشتر کہ تو وہ انگوٹھی زیب انگشت کرے ختم ہوگیا۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ تیری قسمت میں بہت سی لڑائیوں کا سر کرنا لکھا ہے۔ تاہم تو خود اس شہر پر قبضہ نہ کرسکیگا۔ یہ کارنامہ تیری طاقتور اولاد میں سے ایک کیلئے مخصوص کردیا گیا ہے۔ اے امیر! یہ ہے اس خواب کی تعبیر جو تو نے اتبر دنی میں میرے جھونپڑے میں دیکھا تھا" عثمان کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں اور اس نے فرط مسرت میں کہا "اللہ اکبر" پھر اس نے قمریہ کی طرف دیکھکر کہا کہ خواب کا پہلا حصہ تو تقریباً پورا ہوچکا اسلئے کہ جو چاند تیرے جسم میں سے پیدا ہوا ہے وہ آج ہی میرے محل میں داخل ہوگا" بادنسیم نے اپنی زبان میں کھڑکی میں سے کچھ کہا اور پھر وہ اپنے طویل سفر پر روانہ ہوگئی۔

(ترجمہ) ضیاء الدین احمد۔ برنی۔ بی اے،

بہن کی یاد میں

اے کہ تیرے دم سے تھا آباد کاشانہ میرا   اے کہ تیرے غم سے دل پر چھا گئی کالی گھٹا
کیا تجھے معلوم ہے فطرت کی اے نورس کلی   تیرے مرجھانے سے میری کیفیت کیا ہوگئی
کیا تجھے بھائی نہیں دنیا کی یہ آب و ہوا   کیا تجھے مرغوب ہے بس خلد کی رنگیں فضا
آہ اے ننھی کلی کھلنے تو پائی تھی نہیں   یا دصرصر نے تجھے کھلنے کی مہلت دی نہیں
تو چمن کی جان تھی تو اک گل رنگین تھی   بلبل دل کے لئے سرمایۂ تسکین تھی
آہ تو ساون کی چڑیا تھی کہ فوراً اُڑ گئی   دل لبھا کر دو گھڑی اہل چمن کا، چل بسی
حالت نزع سے پہلے سب سے مل لینا تیرا!   اور گلے مل مل کے سب سے آہ! وہ رونا تیرا
تو نے یہ کیسے کہا تھا آہ چھوٹی عمر میں   آپا جی کیسے رہوں گی میں اکیلی قبر میں
اے نسیمہ دن تیرے یہ پھولنے پھلنے کے تھے   کھیلنے ہنسنے کے تھے بیشک نہیں مرنے کے تھے

❖

"اے اجل، اے جبر فطرت، اے مذاق خوفناک!   ہر گل ہستی کو تو کر دیتی ہے زیرین خاک!
آہ! تو نے کب کیا غمگین دلوں کا کچھ بھی پاس   کتنے ہنستے بولتے لوگوں کو کر ڈالا اداس!
گلشن فطرت کی کتنی نوبہ نو، نورس کلی   تیرے ہاتھوں اے اجل بس خاک میں مل کر رہی
آہ! اے بیدرد تو نے کب کیا "ماں" پر رحم   چھین کر" اولاد کو آغوش سے ڈھایا ستم
کتنے دل ظلموں سے تیرے اے جفا پرور ہیں تنگ   کتنی آنکھیں روتے روتے ہوگئی ہیں لالہ رنگ
کتنی آہیں اٹھتی ہیں ٹوٹے ہوئے دل سے مدام   آرزوئیں کتنی ہو جاتی فنا ہیں صبح و شام
چشم پرنم ہو کسی کی یا شکست آرزو   یا مئے غم سے بھرے ناشاد کے دل کا سبو
بلبلا کر بلکہ رو دیتا ہو طفل شیر خوار   یاد کر کے ماں کو اپنی چیختا ہو بار بار
یاد کر کے یا "بہن" کو نالہ کرتی ہو بہن   جب سہے جاتے نہیں ہوں ہجر کے رنج و محن
کھول کر زلفوں کو یا ماتم کرے کوئی حسین   لیکن اے بیدرد تجھکو رحم آتا ہی نہیں

❖

رحمتیں تجھ پر خدا کی ہوں میری ننھی بہن   ہو مبارک تجھکو ہاں فردوس کا کوئی چمن

شکیلہ خاتون اردل

ترکی خواتین کی ترقی

کجا دانند حال ما سبکساران ہندوستاں

فرانسیسی زبان کے بہترین مصور رسالے "ایسٹریشن" میں بیس سال قبل ایک مضمون شائع ہوا تھا جس کے ترجمہ کا صحیح مفہوم ناظرین عصمت کے پیش نظر کیا جاتا ہے. شاید کہ دلچسپی سے پڑھا جائے.

"ترکی مسلم لیڈیز کی تمدنی حالت روز افزوں ترقی پر ہے. اگرچہ ایک سیاح کو اس کی سست رفتاری سے ناامیدی ہوتی ہے. تاہم وہ اسکی موجودہ رفتار سے انکار نہیں کر سکتا. اس لئے کہ ایک ہی موسم میں وہ چند بار سفر کر کے اس حرکت کے نتائج اپنے روبرو نمایاں دیکھ سکتا ہے.

ایک ماہ سے زیادہ عرصہ ہوا کہ قسطنطنیہ میں عام طور پر استعمال کرنے کے لئے ٹیلیفون لگایا گیا لیکن آپ نہایت تعجب سے سنیں گے کہ اکثر ترک لڑکیاں ٹیلی فون کے مرکزی دفتر میں کام کر رہی ہیں اور اکثر زیر تعلیم ہیں. ترکی میں ٹیلیفون و ٹیلی گرام کے دفاتر انگلستان و فرانس کی طرح نہیں ہو سکتے جہاں صرف مقامی زبان کا جاننے والا بخوبی و آسانی کام کر سکتا ہے. مگر یہ مغربی و اسلامی پایہ تخت ایک عجیب و غریب مخلوط آبادی سے عبارت ہے. جہاں یورپ و ایشیا کی متعدد زبانیں بولنے والی مخلوق آباد ہے. وہ جس طرح ایک ترک کا گھر ہے جو اپنے کاروبار میں بلا ضرورت دوسری زبان بولنا پسند نہیں کرتا. اسی طرح ایک یونانی کا بھی گھر ہے جو یونانی زبان کو ہر طرح ترکی زبان پر ترجیح دیتا ہے. اس کی یورپین آبادی جو انگریز فرنچ اور جرمن پر مشتمل ہے. اور جو جدید تمدنی وسائل سے زیادہ تر کام لیتی ہے، ان کے لئے حکومت ترکی نے یہ آسانی کر دی ہے کہ ٹیلی فون کے مرکزی اسٹیشنوں پر تمام کارکن اقلاً تین زبانوں سے ضرور واقف ہوں،

بایں ہمہ اس صیغہ میں ترکی مسلمان لڑکیوں کا ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ عام ترک مردوں سے بھی زیادہ زبان داں ہیں، کیونکہ ان میں سے ہر لڑکی اقلاً تین زبانیں علاوہ اپنی مادری زبان کے ضرور جانتی ہے یہ صیغہ ایک انگریز لیڈی کے ماتحت کھولا گیا ہے. اسوقت تک پندرہ لڑکیاں سیکھ کر نکل چکی ہیں انگریز معلمہ کہتی ہے کہ ان سے زیادہ جفاکش، محنتی اور ذہین طالبات میں نے یورپ کی لڑکیوں کو بھی نہیں دیکھا. ان کے ارادے بلند اور ان کا نسوانی کیریکٹر نہایت اعلیٰ ہے"

اس فرانسیسی رسالہ نے اکثر لڑکیوں کے فوٹو بھی دئے تھے، جن کے چہرے اور ہاتھ برہنہ تھے، یہ فوٹو میرے

پاس موجود ہیں۔ آج ۲۰ سال بعد میرے ایک دوست ترکستان و عراق عرب سے واپس آئے ہوئے ہیں کہتے ہیں کہ اب تو ہزارہا مسلمان ترک لڑکیاں مختلف صیغوں میں کام کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ جنکا کیرکٹر انسانیت سوز نہیں ہے بلکہ ان میں حب وطن کے جذبات بدرجہ اتم موجود ہیں۔

ترکستان یورپ کے درمیان اس طرح واقع ہے جس طرح چکی کے دو پاٹوں کے بیچ میں چنے کا ایک دانہ علاوہ ازیں ترکستان میں علاوہ مسلمانوں کے مختلف قومیں آباد ہیں جن کا زر باز یورپین سلطنتوں سے وابستہ ہے۔ بالکل اسی طرح ہندوستان میں انگریز اکثر کہا اور سنا جاتا ہے کہ وہاں مسلمانوں کا عنصر زیادہ ہے۔ اور حکومت بھی مسلمان ہے۔ اس لئے وہاں مسلم عورت وجہ دکفین کی نمائیگی کے ساتھ کام کرسکتی ہے اور اس کے لئے کوئی خطرہ نہیں۔ لیکن ہندوستان میں مسلم عنصر کم ہے اور ان کی حکومت بھی نہیں۔ اسلئے یہاں خطرہ ہے۔ اول تو اسلام کا ہر حکم ہر جگہ کے مسلمانوں کے لئے یکساں ہے۔ دوسرے ترکستان بہ نسبت ہندوستان کے ہر وقت شدید خطرہ میں مبتلا ہے۔ ایسا مبتلا کہ سات آٹھ سو برس کی حکومت میں ترکوں کو اس قدر جنگ آزمائی کرنی پڑی ہے کہ اگر حساب لگایا جائے تو ہر پانچویں سال ان کو کسی نہ کسی یورپین سلطنت سے دوچار ہونا پڑا ہے، کبھی ان کو اتنی مہلت نہ ملی کہ یہ اطمینان سے تجارتی و تمدنی صیغوں میں ترقی کرسکتے۔

اکثر مسلمان ہندوستان کو دار الحرب کہتے ہوں گے اور ترکی کو دار الاسلام اور اسکے تحت میں بعض اسلامی مسائل کی بھی تقسیم کرتے ہونگے۔ لیکن اگر ان سے پوچھا جائے کہ مذکور الصدر تحریر سے کیا ثابت ہوتا ہے یعنی اگر ان سے سوال کیا جائے کہ آپ کا دار الحرب زیادہ خطرہ میں ہے یا ترکوں کا دار الاسلام! تو یقیناً انکے پاس کوئی صحیح جواب نہ نکلے گا۔

مصطفےٰ کمال پاشا ہزار سال زندہ باد جس نے ترکوں کی زندگی کے راز کو سمجھا جس نے وقت کی موجودہ فضا کو پہچانا۔ اور جس نے مسلم مستورات کی آزادی کے نفس مطلب کو اسلامی مسئلہ کے موافق ذہن نشین کیا۔ اگر کمال پاشا کا دماغ خدا اس طرف رجوع نکرتا تو آج وہاں کے تاجدار بھی ہندوستانی بادشاہوں کی طرح وظیفہ خوار نظر آتے۔ اور آج ان کی نسل بھی شاہان مغلیہ کی نسل کی طرح دریوزہ گری کرتی۔

خدا ہندوستان کے مسلمانوں کو بھی کمال پاشا کی تقلید کے لئے آمادہ کردے۔ آمین۔ سچ کہا ہے، کہ

رموز مملکت خویش خسرواں دانند

امام اکبرآبادی

ناموافق شادی

"روشنی! تم اس قدر چپ اور افسردہ کیوں رہتی ہو؟"

"نہیں کوئی بات نہیں۔ میری عادت ہی کچھ خاموش رہنے کی پڑ گئی ہے"

"یہ کیا قرین قیاس بات ہے، اگر میں کوئی نیا شخص ہوتا تو شاید اسے باور کرنے پر تیار ہو سکتا۔ مجھے وہ تمہاری شوخی اور وہ دلخوش کن باتیں ابھی اسی طرح یاد ہیں گویا وہ آج کی باتیں ہوں، تمہارا پژمردہ چہرہ اس کا شاہد ہے کہ تم کوئی راز چھپانے کی کوشش کر رہی ہو۔ کیا تم مجھے اپنا حقیقی ہمدرد اور بہی خواہ سمجھ کر واقعہ سے آگاہ نہیں کر سکتیں"۔

روشنی نے ایک ایسی ہلکی آہ کے ساتھ جو باوجود انتہائی کوشش کے اس کے عدم سکون قلب کا پتہ دے رہی تھی اپنی پیشانی پر اپنا کمزور ہاتھ رکھ دیا۔ اور رک رک کر بولی "کیوں نہیں۔ مگر بشرطیکہ اس سے میری زندگی کی یہ صعوبت راحت سے بدل سکتی۔ میں جو غم سہہ رہی ہوں کاش اس سے مجھے کبھی خلاصی نصیب ہو سکتی۔ البتہ مجھے خیال ہوتا ہے کہ اب یہ تکلیفیں اٹھانے کو میں زیادہ عرصہ زندہ نہ رہوں گی۔ اور موت جلد میری روحانی تکالیف کا خاتمہ کر دیگی"،

"خدا نہ کرے۔ خدا نہ کرے، کیسی باتیں کرتی ہو روشنی۔ آہ یوں مت کہو، گو اظہار کی کچھ ضرورت نہیں تاہم تم جانتی ہو کہ مجھے تمہارے ساتھ کتنا قلبی تعلق رہا ہے، تم کو میرے سامنے ایسی باتیں کرتے کچھ میرے جذبات کا بھی پاس نہیں آتا کل شام کو کرنل نٹ نے تمہیں دیکھ کر کیا بتایا؟"

"خود مجھ سے وہ کیا کہہ سکتے تھے۔ کوئی مریض خواہ جاں بلب کیوں نہ ہو رہا ہو معالج اس کے منہ پر نا امیدی کا اظہار نہیں کر سکتا۔ تاہم ڈاکٹر کے چہرہ سے پتہ چلتا تھا کہ میری حالت کچھ صحت بخش نہیں ہے۔ مجھے یقیناً دق ہو گئی ہے۔ حرارت برابر رہتی ہے۔ ٹمپریچر ۹۹ سے کبھی نیچے نہیں اترتا۔ لیکن کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ بیماری میرے لئے کچھ افسردہ خاطری کا باعث ہے، مجھے خوشی ہے کہ میں اپنی اس برباد زندگی سے خلاصی پا کر اس دنیا کو چھوڑ دوں گی۔ جہاں میرے لئے روحانی اذیتوں کے سوا ایک شمہ بھر خوشی کی حلاوت باقی نہیں رہی ہے"۔

"میری جان سے عزیز روشنی! میں تم سے التجا کروں گا کہ مجھے اپنے صحیح حالات سے آگاہ کرو، تمہارا یہ حال کسی تکلیف کے زیر اثر ہو رہا ہے۔ میں تقریباً چار سال کے بعد انگلینڈ سے لوٹا ہوں اسوقت میں تمکو ایک خوش وخرم لڑکی چھوڑ کر گیا تھا مجھے تمہاری شادی کی اطلاع ملی تھی۔ تاہم تم سے خط و کتابت نہ ہونے کی وجہ سے میں تمہارے صحیح حالات سے باخبر نہ رہ سکا مجھے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ اب رہتی کہاں ہو، یہ محض اتفاقی امر تھا کہ آج کل تم وطن ہی میں مجھے مل گئیں اور اس طرح ہماری ملاقات ہو گئی، مگر میں نہیں کہہ سکتا کہ تمہیں دیکھ کر مجھے کس قدر دلی اذیت پہنچی ہے۔ کاش میں تم کو اس سے بہتر حالت میں دیکھتا"

"ہاں کاش! کاش کہ ایسا ہوتا، لیکن وہ بے بس کیا کر سکتا ہے جس کے مقدر میں زندگی کی جان بخش حلاوتیں رکھی ہی نہ گئی ہوں۔ میں نے اپنی یہ بے کیف زندگی بہت کچھ پرلطف بنانے کی کوشش کی۔ افسوس مجھے ذرا کامیابی نہ ہوئی حتیٰ کہ میں نے اپنی زندگی اور زندگی کی ساری خوشیاں اپنے شوہر کے خیال خوشی پر نچھاور کر دیں۔ میں نے اپنے جذبات کی پامالی کا کبھی کوئی شکوہ نہیں کیا۔ گو اس کا اثر فطرتاً مجھ پر پڑا۔ اور اس کے لئے میں مجبور تھی۔ اثر کا اظہار نہ کرتی تھی لیکن اس کا مٹانا میرے امکان میں نہ تھا۔ میں نے اپنی ہستی اپنے شوہر کی ہستی میں مٹا دی۔ میں نے ہر ممکن طریقہ سے اسے اپنا بنانے کی کوشش کی مگر جس قدر کہ میں نے کوشش کی وہ مجھ سے اور دور ہوتا گیا۔"

"کیا رموزی آج کل یہاں نہیں ہیں؟"

"نہیں خدانخواستہ وہ میرے ساتھ سسرال میں اس طرح بے دست و پا ہو کر کیوں بیٹھنے لگے تھے بلکہ اب وہ آتے بھی نہیں ہیں۔ اور مجھ سے حد درجہ ناراض ہیں۔ اماں جان میری بیماری سے بیحد پریشان تھیں وہ ایک بار مجھے دیکھنے میری سسرال گئیں لیکن وہاں سب کا بہیمانہ طریق عمل میرے ساتھ دیکھ کر وہ زیادہ عرصہ قیام پذیر نہ رہ سکیں آخر رفتہ رفتہ میری حالت بد سے بدتر ہوتی چلی گئی۔ میرا وہاں عرصہ تک ایک وید اور حکیم کا علاج ہوتا رہا۔ میں نے شادی کے بعد سے اپنے یہ چار سال کس طرح بسر کئے ہیں۔ میرے سوا کوئی دوسرا اس کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ میں جس دن یہاں سے بیاہ کر اپنی سسرال گئی ہوں وہاں کے طریقے اور اصول دیکھ کر اسی وقت سے میرا دل پکڑا گیا۔ میں ایک ایک کا منہ حیرت سے تکتی تھی۔ مجھے وہاں کا ایک فرد و بشر بھی اپنے خیال کا موافق نہ نظر آیا۔ اور رفتہ رفتہ مجھ پر سب کی حالت سے آگاہی ہوتی گئی۔ اور میں نے جان لیا کہ "این خانہ تمام آفتاب است" کے مصداق ہے۔ تاہم میں نے اپنے کسی طریق عمل سے کبھی یہ نہیں ظاہر ہونے دیا کہ وہاں کی کوئی بات ناگوار یا غیر مانوس محسوس کر رہی ہوں۔ حتیٰ کہ رموزی صاحب کی بھی سب باتیں نظر انداز کرتی رہی۔ انکی تمام سختیاں میں نے ہمیشہ خندہ روی اور بے حسی سے سہیں شادی کے دوسرے ہی دن سے انہوں نے مجھے نادر شاہی حکم دے دیا کہ میں اپنے میکے کے سب عزیزوں سے پردہ کروں۔ میں نے اسے بھی بسر و چشم قبول کیا۔ جب لوٹ کر یہاں آئی میں نے اس کی پابندی کی۔ اماں جان اس پر بہت متحیر ہوئیں، جب ان کو اصل بات کی خبر ہوئی تو شادی کی اس پہلی ابتدا پر انہوں نے ہزاروں خون جگر کے قطرے بہائے۔ انجام کی کسے خبر تھی۔ گریہ بات میری آئندہ زندگی کی ہر مشکل کا آئینہ تھی۔"

"معاف کرنا۔ میں نے تمہاری بات کاٹی ہے مگر میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آخر یہ کیوں؟ رموزی صاحب نے یہ حکم کیوں دیا؟"

"اس لئے کہ وہ میرا حسن دوسروں کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھنا چاہتے تھے۔ انہیں نہیں گوارا تھا کہ ان کی بیوی پر کسی موکی بھی نظر پڑے" "معاذ اللہ! اور تم نے اس سختی کو بطیب خاطر گوارا کیا۔؟"

ہاں۔ کیونکہ اس کے علاوہ ان کے خوش رکھنے کی کوئی صورت نہ تھی اپنے حقیقی بھائی کے علاوہ اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ میں اپنے خالہ اور پھوپی کے بیٹوں سے بھی چھپنے لگی، جو کہ عمر میں مجھ سے کہیں زیادہ بڑے اور میرے بزرگ تھے، ان کی شادیاں ہو چکی تھیں۔ اور ان کی اولاد خود میری ہم عمر ہے۔ تاہم میں ان سے چھپی۔ مگر یہ تو محض ابتدا تھی۔ اگر آپ سنیں کہ اس کے بعد بھی میرے اوپر کیا کیا سختیاں روا رکھی گئیں تو آپ کا دل پاش پاش ہو جائے، میں نے اس چار سال کے عرصہ میں جو روحی اذیتیں برداشت کیں اگر ان سب کو بیان کروں تو اس کا ایک دفتر بن جائیگا۔ میں ان سب کو دہرانا نہیں چاہتی، مختصر یہ کہ میں نے ایک دن بھی حقیقت راحت کا منہ نہیں دیکھا اپنے کو میٹ دیا تب بھی اپنے شوہر کو اپنا نہ بنا سکی۔ رموزی صاحب نے کبھی مجھ سے انسانیت اور محبت کا سلوک نہ کیا اپنی ناروا باتوں سے ہر وقت میرا دل چھلنی رکھا۔ اس روز و شب کے خون جگر کے پیتے رہنے سے میری صحت آخر کار خراب ہونے لگی۔ اور جب سے یہ بچی پیدا ہوئی میں مستقلاً بستر پر پڑ گئی ہوں، اب اماں جان ناامید ہو کر مجھے اپنے یہاں اٹھا لائی ہیں۔ مجھے یہاں رہتے اب چار ماہ کا عرصہ گذر چکا ہے مگر میری حالت گرتی چلی جاتی ہے۔ مجھے اپنی موت کا کوئی غم نہیں ہے البتہ اس بچی کی فکر ہے جس کو اس دنیا میں لانیکا میرا وجود سبب بنا ہے میں اکثر سوچتی ہوں کہ میرے بعد اس کا حشر کیا ہوگا۔ مجھے بہت کم امید ہے کہ میرے بعد یہ یہاں اماں جان کے پاس رہ سکے گی، رموزی اسے یہاں چھوڑنے پر ہرگز تیار نہوں گے۔ اور وہاں رہ کر اس پر کیا گذرے گی اُف..... شاید اس کا وجود مجھے قبر میں بھی چین نہ لینے دیگا، کاش یہ پیدا ہی نہوتی۔ اور اگر ہوئی تھی تو مجھ سے پہلے خدا اسے بلا لیتا۔ اگر اس کے بجائے آج لڑکا ہوتا تو مجھے کوئی اندیشہ نہ تھا۔ مگر یہ بے زبان بچی! اس کی زندگی تمام تر دوسروں کے رحم و کرم کی محتاج ہیں۔ میرے بعد اس کے لئے کیا ہوگا؟ یہ ایک جاہل ان پڑھ سوتیلی ماں کے قبضہ میں جائے گی جس کی بدسلوکیوں سے اس کی زندگی کا ہر لمحہ آتش دوزخ کی سوزش سے گراں تر ہوگا، میں نے تو اپنے کنوارپنے کا زمانہ پھر بھی دنیا کی ہر فکر سے آزاد رہ کر بسر کیا تھا۔ اور ازدواجی زندگی میں یہ مصیبت جھیلی مگر یہ تو.....؟

مسٹر تہمین نے ایک بے چینی کے ساتھ روشنک کو چپ کر دیا۔ اس کی آنکھیں درد اور الم کے آنسوؤں سے بھری آرہی تھیں اور وہ انہیں روکنے کی ناکام کوشش میں مصروف تھی۔ تہمین نے اس وقت کو یاد کیا جب وہ کس شوق اور آرزو سے روشنک سے شادی کرنا چاہتے تھے۔ پھر اپنی بچپن کی وہ لطف آمیز خاطر داری! جب وہ باہم کس آزادی اور ہر پابندی سے بے نیاز ایک دوسرے سے کھیلا کرتے تھے۔ وہ اپنی رشتہ داری کی وجہ سے روشنک کے ساتھ رہے اور جب انہوں نے اس فرشتہ خصلت اور حور شمائل ہستی سے اپنا ایک قلبی تعلق محسوس کیا تو شادی کے آرزومند ہوئے لیکن ہنوز کوئی فیصلہ نہوا تھا کہ وہ تعلیم کے اعلیٰ اسناد کے حصول کے لئے انگلستان چلے گئے۔ اور اس عرصہ میں روشنک کی زندگی میں یہ تغیر واقع ہو گیا۔ اس کی ماں کی ناعاقبت اندیشی

اور بے پروائی نے بیچاری لڑکی کی زندگی بھی تلخ کردی اور خود اپنے کو بھی زندہ درگور کیا۔ انہوں نے اپنی پرنم آنکھیں روشنک پر اٹھائیں اور ہلکی تھرتھراہٹ سے پر آواز میں بولے۔

" روشنی آہ! جیبو۔ خدا کے لئے بس کرو۔ یہ کان اب اس سے زیادہ دلخراش واقعات نہیں سن سکتے۔ میں بارگاہ ایزدی میں اپنی پوری قوت روحانیت سے دعا کروں گا کہ وہ اپنی رحمت کے طفیل تم کو اطمینان قلب نصیب کرے تم کو ایک بار پھر ایسی صحت کی زندگی دے جس میں تم خوشی اور دلی چین سے اپنا زمانہ حیات بسر کرسکو۔ صبر کرو اور خدا سے ناامید نہ ہو، کسی کے دن کبھی یکساں نہیں رہتے۔ اگر تمہاری زندگی کے اتنے دن اس پریشانی میں کٹے تو شاید آئندہ کبھی حقیقی راحت بھی ملے۔ تم اپنی صحت کی فکر کرو، اپنا دل یکسر ہر فکر سے آزاد کردو، اور اللہ سے صحت کی دعا کرو دل سے ہر اثر کو زائل کردو، اور اپنے لئے نہیں اس بچی کے لئے جیو۔ ہاں تم کو ابھی زندہ رہنا چاہئے تاوقتیکہ یہ اپنے سن شعور کو پہنچ سکے اور تم اس کا ہاتھ ایک ایسی ہستی کے ہاتھ میں دیدو جو کہ حقیقی معنوں میں اس کا اہل ہو۔ یا کم از کم تم اس کے لئے ایسی صورتیں پیدا کرنے کی معاون ہو کہ وہ خود کسی لائق ہو کر اپنا بر تلاش کرسکے، تم اپنی زندگی اس کوشش میں صرف کردو کہ ان تباہ کن باتوں کی ہندوستانی گھرانوں سے بیخ کنی ہو جائے جس نے تم جیسی ہزاروں بے زبان لڑکیوں کی زندگی تلخ کردی۔ تم کو ابھی جینا چاہئے اور اپنی ہم جنس فرقہ کے لئے کچھ کام کرنا چاہئے، میں غور کرتا ہوں کہ آج اگر تمہاری ماں کے سینہ میں بھی تمہارا جیسا حساس دل ہوتا تو وہ کبھی اس غلطی کی مرتکب نہ ہوتیں ان کا فرض تھا کہ انہوں نے تمہاری جیسی تعلیم وتربیت کی تھی جس معاشرت میں تم کو رکھا تھا ویسا ہی تمہارے لئے شریک زندگی تلاش کرتیں۔ اگر تم جاہل ان پڑھ اور بے حس ہوتیں تو میں کہونگا کہ تمہاری شادی بلاشبہ کسی تعلیم یافتہ اور اچھے شخص سے نہ ہونی چاہئے تھی، گاڑھے میں کمخواب کا اور کمخواب میں گاڑھے کا پیوند کبھی زیب نہیں دیتا۔ اس صورت میں بھی ناچاقی اور بے دلی کے سوا کچھ نتیجہ نہ نکلتا، انہوں نے اس معاملہ میں کسی قدر غفلت اور لاپروائی سے کام لیا جس کی وجہ سے تمہاری زندگی بھی تباہ ہوگئی، اور ان کا بڑھاپا بھی خراب ہوا۔ میں جب ان کو دیکھتا ہوں انکی اس تڑپ اور بے چینی سے جو تمہاری اس حالت سے ان کو رہتی ہے میرا حال عجیب ہو جاتا ہے۔ میں نے تمہاری زندگی کے یہ سب واقعات خود ان کی زبانی سنے تھے آج تم سے دریافت کا مقصد صرف یہ تھا کہ تمہاری اپنی زبان سے بھی کچھ سنوں۔ اور اگر ممکن ہو تو اپنے کسی مشورے یا اصلاح سے تمہاری سوزش کو کچھ ٹھنڈا کروں، کیا یہ کسی طرح قیاس میں آسکتا تھا کہ تم جیسی نیک طینت اور مجسمۂ خوبی کے لئے رموزی جیسے شوہر موزوں ہو سکتے ہیں۔ میں ضرور اس غلطی کو والدین کے سر رکھونگا جنہوں نے اپنی بچیوں کی تعلیم وتربیت تو ایسی کی ہے کہ وہ ایک حساس دل رکھنے لگی ہوں لیکن شادی کرتے وقت مناسبت کا ذرا لحاظ نہیں کرتے، اور آنکھ بند کرکے جس کے ساتھ چاہتے ہیں زندگی وابستہ کردیتے ہیں۔ ان کا فرض ہے کہ اس معاملہ میں وہ کافی غور وفکر سے کام لیں۔ انہیں ایسی بچیوں کو اختیار دینا چاہئے

...دہ اس مسئلہ پر کافی آزادی سے اپنے خیال کا اظہار کر سکیں۔ وہ جس طبیعت اور معاشرت کو پسند کرتی ہیں اس کو ...نظر رکھ کر والدین کو ان کی شادی کرنی چاہیئے آج اگر تم اپنی حسب پسند بیاہی گئی ہوتیں تو تمہارا یہ حال نہ ہوتا، تمہارے ...ادات تمہارے خیالات تمہاری وہ معاشرت جس میں تم نے بچپن سے زندگی بسر کی تھی۔ غرض ہر بات کا تمہاری ...رال سے اختلاف نکلا۔ تمہارے شوہر کے خیالات تمہارے خیالات سے ہم آہنگ نہ ہو سکے اور اسی کا یہ دردانگیز ...جہ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے اسی طرح صرف تم پر موقوف نہیں آج ہندوستانی گھرانوں میں کتنی زندگیاں نہیں تباہ کن لاپروائیوں کی بدولت ختم ہو رہی ہیں آئے دن بیماریوں کا سلسلہ چلا جاتا ہے۔ کتنی ہی عورتیں مرض ...ق کا شکار ہو رہی ہیں۔ مگر تم خدانخواستہ اس کا اندیشہ مت کرو آج شام کو جب تمہارے معالج ڈاکٹر صاحب پھر آئیں گے میں ان سے خود ملوں گا اور تمہاری پوری کیفیت ان سے دریافت کرونگا۔ خدا تم کو صحت اور زندگی عطا کرے"

روشنک نے ایک پنہاں جذبے سے مغلوب ہو کر اپنا کمزور ہاتھ ان کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ اور متاثرانہ انداز سے بولی

"میں نہیں کہہ سکتی کہ اسوقت آپ کی باتوں سے مجھے کتنی تقویت قلب نصیب ہوئی ہے۔ گو میں زندہ رہنا چاہتی تو نہیں تھی لیکن اب دعا کروں گی کہ کچھ دنوں ابھی اور جیوں۔ تاکہ اس بے کار زندگی کا کوئی مقصد پیش کر سکوں۔ تاہم ...میں اس بیماری سے جانبر نہ ہو سکوں تو میں آپ سے التجا کروں گی کہ آپ کچھ فرقہ اناث کی مدد کیجئے۔ مجھ سے ...عدہ کیجئے کہ آپ اس مظلوم فرقہ کی کچھ خدمت کریں گے، یقیناً یہ ایک ثواب کا کام ہوگا۔ ایک انجمن کھولئے جس کا مقصد عورتوں کی مدد اور ہر قسم کی معاونت ہو، جہاں اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین آپ کی ہمت اور مدد اور رائے سے فائدہ اٹھا کر آپ کا ہاتھ بٹائیں، آپ کام شروع کیجئے عورتیں اس میں شریک ہو جائیں گی، اور اس طرح اس تحریک سے اس بے بس اور لاچار فرقہ کو بہت فائدہ پہنچیگا۔ اس میں ایسے رزولیوشن پاس کئے جائیں ایسی تقریریں ہوں جو ان کی زندگی کی بہتری کے لئے مشعل ہدایت بنیں، والدین اس سے سبق حاصل کریں اور زندگیاں زیادہ تباہی اور خرابی سے بچیں"

تہمین نے ایک درد اور خلوص سے ڈوبے ہوئے جوش کے ساتھ روشنک کا کمزور ہاتھ پکڑ لیا اور عمیق جذبہ سے مغلوب متاثرانہ بولے،

"بہت اچھا۔ میری روشنی! میں اپنی زندگی اس کار خیر کے لئے وقف کر دونگا۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں لیکن ...س سے پہلے بارگاہ ایزدی میں دعا کروں گا کہ وہ تم کو صحت دے۔ تاکہ تم خود اس تجویز کی محرک ہو اور میرے ساتھ کام کرنے میں سب سے پیش پیش ہو۔ اور تمہاری آنکھیں بھی اس کے حوصلہ افزا نتائج دیکھ سکیں۔ آمین"

اس۔ آر۔ کے

بچوں کی پرورش

تازی ہوا۔ اور آرام

تازی ہوا۔ بچے کے سونے کے لئے کٹہرے دار پلنگ ہونا چاہئے جو کہ بوقت ضرورت یا صفائی یا درستی بستر کے لئے ایک طرف سے کھلنے اور بند ہوجانیوالا ہو۔ جیسا پیارا پیارا گول مول خوبصورت بچہ ہوتا ہے ویسا ہی خوبصورت نرم نرم گدے اور تکیہ دار سفید صاف ستھرہ ہر قسم کی گندگی سے پاک اس کا بستر ہونا چاہئے، یہ پلنگ رات میں ماں کے پلنگ کے پاس یا دایہ کے کمرہ میں جہاں تازہ ہوا اور روشنی کا کافی انتظام ہو۔ دن میں موسم کے لحاظ سے درختوں کے نیچے یا برآمدہ میں ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ جہاں کثرت سے تازی ہوا اور روشنی کا گذر نہ ہو ایسی جگہ بچوں کو ہرگز نہیں رکھنا چاہئے۔ کیونکہ تازی ہوا اور روشنی دونوں مل کر ہی زیادہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ جب ننھا بچہ سانس لیتا ہے تو کچھ ہوا اپنے پھیپھڑوں میں لیجاتا ہے۔ ہوا میں دو قسم کی گیس ہوتی ہے ایک تو اوکسیجن (Oxygen) اور دوسری نائٹروجن (Nitrogen) اکسیجن نہایت مفید گیس ہے اور وہ ہمیشہ کھلی ہوا میں ہوتی ہے۔ بچہ جب ہوا پھیپھڑوں میں لیجاتا ہے تو خون جو کہ جسم میں گردش کرتا رہتا ہے۔ اور اس گردش کی وجہ سے گندہ ہوجاتا ہے وہ اکسیجن سے صاف ہوجاتا ہے، اس لئے جہاں تک ممکن ہو بچوں کو تازہ ہوا میں رکھنا چاہئے۔ بعض مائیں جب بچہ سو جاتا ہے تو مکھیوں مچھروں وغیرہ سے بچانے کے خیال سے اس کے منہ پر کپڑا ڈال دیتی ہیں اور بے فکر ہوجاتی ہیں۔ منہ پر کپڑا اوڑھا دینے سے ہوا کا گذر بچے کی ناک تک نہیں ہوسکتا اور جب وہ ہوا کو پھیپھڑوں میں لیجاکر باہر نکالتا ہے تو اکسیجن کی بجائے ایک اور گیس جس کو کاربن ڈائی اکسائڈ Carbon Dioxide کہتے ہیں باہر نکلتی ہے۔ یہ گیس زندگی کے لئے زہر قاتل ہے۔ کیونکہ منہ پر کپڑا ہونے کی وجہ سے تازی ہوا کا راستہ نہ رہا اور بار بار وہی گندی ہوا پھیپھڑوں میں جانے سے سخت نقصان پہنچتا ہے۔ جب بچہ سو جائے تو اس کے منہ پر کسی قسم کا کپڑا نہیں ڈھکنا چاہئے، بلکہ مچھروں وغیرہ سے بچاؤ کے خیال سے مسہری از حد ضروری ہے

نیند و آرام۔ پیدائش کے دن سے بچے کو علیحدہ سلانا چاہئے۔ تاکہ وہ ہمیشہ کے لئے اس کا عادی ہوجائے بعض مائیں بچوں کو علیحدہ سلانے سے بہت ڈرتی ہیں اور یہ اندیشہ کہ علیحدہ سونے سے بچے کو سردی وغیرہ کا خطرہ ہے بالکل بے بنیاد ہے۔ میں دیکھتی ہوں کہ اکثر مائیں ناتجربہ کاری کی وجہ سے بچے کو ہر وقت چمٹائے رکھتی ہیں اور رات میں بھی اپنے ساتھ بستر پر سلاتی ہیں۔ حالانکہ یہ بات تندرستی کے لئے سخت مضر ہے۔ ننھے میاں صبح شام گند ہے سے لگے ہوئے ہیں۔ رات کو بھی ماں کے پکھوے بغیر نیند نہیں آتی۔ جہاں ماں کسی ضروری کام کو اٹھی اور بچے نے

...دکر سارا گھر سر پہ اٹھا لیا بچہ کی دایہ آس پاس والے ہزار کوشش کریں مگر سب بے سود۔ ایسا بچہ نہ صرف والدین کے لئے بلکہ سب گھر والوں کے لئے وبال جان ہو جاتا ہے۔ اس کی صحت خراب۔ زرد کمزور ہو کر سخت ضدی ہو جاتا ہے۔ ماں کی صحت بھی خراب ہو جاتی ہے اور وہ تھکی ماندی سی رہتی ہے۔ مگر ان ماؤں کو دیکھکر مجھے سخت تعجب ہوتا ہے کہ ان کو خود اس بات کا احساس تک نہیں ہوتا کہ یہ بے جا لاڈ پیار بچہ اور ماں دونوں کی صحت اور تندرستی کے لئے مضر ہے۔ اس سے یہ خیال نہ کیا جائے کہ میں نئے فیشن کی ماؤں کی طرف داری کر رہی ہوں جو کہ نرس یا دایہ کی مہربانی پر اپنے جگر گوشہ کو چھوڑ کر بالکل بے فکر ہو جاتی ہیں۔ بیشک بچوں کی پرورش ماں کا ایک نہایت ضروری فرض ہے مگر اسباب پر غور کرنا چاہیئے کہ اپنی اور اپنے بچوں کی صحت اور شوہر کے آرام و آسائش۔ گھر کی دیکھ بھال غرضکہ تمام دنیاوی ضروریات کو مدنظر رکھکر صحیح طریقے پر پرورش اولاد کے اختیار کریں یہ امر خاص توجہ کے لائق ہے کہ اگر ماں کی صحت درست ہوگی تو بچہ بھی تندرست رہ سکیگا ماں کی صحت پر بچہ کی تندرستی کا انحصار ہے۔ پرورش اولاد ہمارا ایک نہایت ضروری فرض ہے اور جیسی پرورش و تربیت ماں اپنے بچے کی کر سکتی ہے کوئی نرس آیا وغیرہ نہیں کر سکتی۔ بشرطیکہ ماں کو بچوں کی پرورش کے صحیح طریقے معلوم ہوں۔ میں اپنے تجربہ کی بنا پر لکھتی ہوں کہ اگر وقت پر سب کام ہوں اور بچہ علیحدہ سونیکا عادی ہو تو ماں اور بچہ دونوں کو پورا پورا آرام میسر ہو سکتا ہے اور دونوں کو بہت سی تکلیفوں سے نجات ملتی ہے۔ اگر بچہ بیمار ہوا تو ماں نہایت تن دہی سے تیمارداری کے فرض کو انجام دے سکتی ہے اور ماں کو اپنی بیماری میں بچے کی طرف سے اطمینان ہوتا ہے کیونکہ بچہ ضرورت سے زیادہ ماں کے پاس رہنے کا عادی نہیں ہوتا، گھر کی دیکھ بھال۔ شام کو سیر و تفریح ملنا ملانا غرضیکہ کسی کام میں بچوں کی وجہ سے رکاوٹ پیدا نہیں ہو سکتی

یوں تو میرے سب بچے پیدائش کے دن سے علیحدہ سوتے ہیں اور چار سال کی عمر سے بغیر کسی خوف کے علیحدہ کمروں میں سو سکتے ہیں۔ مگر نسیم ظفر کو اپنے پلنگ سے خاص انس تہا وہ اپنے پلنگ پر جس پر مچھروں سے محفوظ رہنے کے خیال سے ہر وقت مسہری یعنی مچھردانی لگی رہتی تہی اپنا گھر کہا کرتا تھا جب کبھی صفائی یا خوراک وغیرہ کسی ضرورت سے اسکو مسہری سے باہر نکالا جاتا تو فوراً ہی پلنگ پر جانیکا اشارہ کرتا جب بولنے لگا تو کہتا تھا کہ ممی (پیار سے ہم اسکو ممی کہتے ہیں) گود میں تھک گیا۔ گھر میں لٹادو۔ میری ملنے جلنے والی بہنیں کہا کرتی تھیں کہ بہنیں بچہ کیا فرشتہ ہے جو کسی وقت بھی ماں کو تنگ نہیں کرتا۔ مگر دراصل بچہ شروع ہی سے علیحدہ سونیکا عادی تہا، خدا کی مہربانی سے مجھے بچوں کی پرورش میں کبھی کوئی خاص تکلیف یا راتوں کی بےچینی نہیں اٹھانی پڑی،

اگر بچہ پہلے سے ماں کے ساتھ عادی ہے تو شروع شروع میں کئی راتیں بےچین رہیگا۔ اس دوران میں صبر و استقلال کیساتھ کوشش جاری رکھی جائے تو اُمید ہے کہ بچہ علیحدہ سونے کا عادی ہو جائیگا،

مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ تندرستی کے عام قاعدے مثلاً صفائی خوراک ہر کام میں اوقات کی پابندی اور احتیاط پر پورا پورا عمل کرنے سے ہی تسلی بخش نتائج نکلتے ہیں اور بچے کی صحت روز بروز ترقی کرتی ہے۔ ہر حالت میں باقاعدگی حتی الامکان قائم رکھنی ضروری ہے۔

علیا ظفر (دہلی)

زندگی

زندگی مسرت کا لبریز جام ہے جو قسمت کے نازک مگر مضبوط ہاتھوں میں تھما ہوا ہے جسکو ہم اپنے لبوں سے لگاتے ہیں اگر چھلک جائے تو یہی آبِ بقا آبِ ہلاہل ہو جاتا ہے ۔

زندگی بربط کے نہایت نازک تار ہیں اتنے نازک کہ مہ جبینوں کے ریشمیں زلفوں کی تشبیہ بھی اسکے لیے ہیچ محض ہیں ان تاروں کے نغمے بھی ایسے دلاویز اور سحر آمیز ہیں کہ دنیا کی شیریں سے شیریں رنگین آواز یں لطیف سے لطیف نغمہ بھی اسکی ہمسری نہیں کرسکتا کیا تم نے کبھی بربطِ زندگی کے خوبصورت دلچسپ نغموں کو چھیڑنے کی بھی کوشش کی ہو ! اُف نہیں دوست ، یہ تمہارے بس کی بات نہیں اسکے لئے تو ایک نہایت روحانی خلوص وجدانی جذبہ کی ضرورت ہے ۔

گہرے گہرے نیلے آسمان پر اودے گلابی سفید سنہری خاکستری ابر رقص کناں ہے ۔ افق کے قریب بڑا سا سنہری آفتاب رعنائی رنگتوں کی بارش سے کائنات کو محو جوش و مسرت بنا رہا ہے ۔ مصفّٰی مجلا آبشار مسلسل راگ گا رہا ہے سرسبز پہاڑیوں کے درمیان بہتی ہوئی ندی کے دھیمے دھیمے دلفریب نغمے نے نواز کی دلگداز تانوں میں مل جل کر حشر جذبات بپا کر رکھے ہیں نرم و نازک رنگا رنگ پھولوں کی معنبر و معطر بار یاں عنبر بیزیاں اور لطیف و متبسم نسیم کی سحر کاریاں زندگی زندگی پکار رہی ہیں

اُف دوست ! دیکھو کتنی شادماں زندگی کتنی پرجوش زندگی کتنی مسرتوں بھری زندگی ہے ۔ دوست ! کوشش کرو ہمت کرو استقلال کو ہاتھ سے نہ جانے دو ، قدرت کی تمام رنگین دلچسپیاں تمہاری مسرت کی ہم آہنگ ہونگی ۔ تم ! تم گلزارِ زندگی کی گلچینی میں مصروف ہو گے اگر تم چمن زارِ ہستی کی حرات سے ہمت سے گذار دو ۔ مہر النسا (کراچی)

دِقت و پریشانی

مئی ۱۹۳۳ء کے رسالہ عصمت میں ایک مضمون عنوان شادی بیاہ میں کسی کے یہاں جانا دیکھکر مجھکو بھی خیال ہوا کہ شادی بیاہ کے علاوہ کہیں سیر و تفریح کے واسطے جایا جاتا ہے تو بعض بہنیں اپنے آرام کا خیال نہ کرکے بے سروسامانی سے سخت تکلیف اٹھاتی ہیں

فرض کیجیے کہ ہم لوگوں نے کوئی عمارت وغیرہ دیکھنے کے لئے جانیکی صلاح کی اور وہاں رات کو بھی رہنا ہے تو لازم ہے کہ جس جس چیز کی ضرورت ہو سب کا انتظام کرکے جایا جائے اب کے محرم کا ایک میرا چشم دید واقعہ ہے جو عصمتی بہنوں کے واسطے ضروری سبق آموز ہوگا ۔ کچھ بہنوں نے صلاح کی کہ کہیں سے تازیوں کا جلوس دیکھنا چاہیے ، ایک خالی مکان لیا گیا چونکہ وہ مکان خالی پڑا ہوا تھا تو سب بہنوں کے واسطے یکساں بات تھی ۔ اور کوئی کسی کی پریشانی کا ذمہ دار نہیں ہوسکتا تھا ۔ اب بعض بہنیں جن کے ساتھ بہت چھوٹے چھوٹے بچے تھے بغیر کھانا ، پانی ، لوٹا ، بستر وغیرہ کا انتظام کئے ہوئے وہاں پہنچگئیں ، یہ مکان ان کے مکانوں سے بہت فاصلہ پر تھا اسوجہ سے وہ کوئی چیز بھی وقت پر نہ منگوا سکتیں تھیں رات کو وہاں پہنچکر دوسری بہنوں کے فرش پر باطمینان اپنے بچوں کو لٹا دیا اور یہ بھی خیال نہیں کیا کہ جس نے یہ انتظام کیا ہو وہ رات کس طرح بسر کریگا ننھے ننھے بچے تھے ادھر تو بستر خراب کیا ادھر کھانے اور پانی کے لئے رونا شروع کیا اب بہن صاحبہ سخت پریشان ہوئیں ۔ بچے سنے ہوئے بستر خراب فرش گندا کوئی پرانا کپڑا پاس نہ پانی موجود ۔ اسپر ان بہنوں کی پانی کی طلب مارے ڈالتی تھی وہاں جو جو تہذیب یافتہ بہنیں انتظام کرکے گئی تھیں انہوں نے مدد کی کسی نے کچھ کسی نے کچھ دیکر اسوقت انکی ضروریات کو پورا کر ہی دیا اور کسی نہ کسی طرح تازیہ بھی دیکھ لئے لیکن انکی جو حالت تھی اسوقت جس قدر پریشانی ہوئی اسکا نقشہ بخوبی معلوم ہوسکتا ہے اور دیکھنے والوں کو اس بات سے بڑا سبق حاصل ہوسکتا ہے جہاں کے بالکل خالی گھر اور دیکھنے کیواسطے نوکر وغیرہ بھی غائب بازار میں بھی اس قدر گڑبڑ کہ سودا خرید نا ناممکن وہاں جس قدر پریشانی ہو کم ہے اسکے علاوہ وہ ایک اور بیہودہ بات ہوتی ہے کہ دس عورتوں کی جگہ میں پچیس عورتیں پہنچ جاتی ہیں یہ بات بہت معیوب ہے تمام بہنوں کو چاہیے کہ اگر ایک منٹ کیواسطے بھی نکلیں تو ضرورت کی چیزیں ہمیشہ ساتھ رکھیں تاکہ وقت پر دقت اور پریشانی نہ اٹھانا پڑے ۔

بیگم کا الٹی میٹم

"ہائے میرے بچے کو کیا ہو گیا۔ ابھی تو بھی جم کھیلتا پھر رہا تھا" (گود میں لیکر) ارے میرے بچے۔ ارے میرے لعل۔ آنکھ تو کھول۔ یہ دائی بندی تجھ پرسے نثار" تو گویں کیا کروں ارے گل چمن ان کو آواز تو دے۔ دوڑ دوڑ باہر ہی تو ہیں کبھی وقت دوستوں سے فرصت نہیں"۔

ہم بیگم صاحبہ کا الٹی میٹم سنتے ہی بے تحاشا ننگے پیر بھاگے۔ ہمارے دوست گھبراہٹ میں کھڑے ہو گئے محمود صاحب کی ناک سے ہماری ناک اس طرح ٹکرائی جس طرح جی آئی پی ریلوے کا انجن ٹھہری ہوئی ریل گاڑی سے ٹکرا جائے۔ نتیجہ یہ ہی ہوا کہ محمود صاحب چاروں شانے چت گر پڑے۔ ہم نے مڑکر بھی نہ دیکھا۔ تیزی سے دروازہ کھولا۔ چک میں پاؤں الجھا۔ اس کو جھٹکا دیا۔ ٹوٹ کر زمین پر آرہی۔ سامنے ہماری بیگم صاحبہ" ہمایوں فر" کو کلیجہ سے لگائے۔ اس ہیئت کذائی سے کھڑی ہوئی تھیں کہ دوپٹہ کا ایک سرا زمین پر گیا تھا اور دوسرا سر اہیرین میں الجھ کر سر پر رہ گیا تھا۔ ورنہ اس کے گرنے میں بھی کوئی کسر نہ تھی۔

ہمارے بدن میں بھی رعشہ پڑ گیا۔ مگر چک کے گرتے ہی گل چمن چلائی "میاں دروازہ۔ میاں دروازہ" جب تک ہم پلٹیں ہمارے دوستوں اور ہماری بیگم صاحبہ کا آمنا سامنا ہو چکا تھا۔ ہماری ہندوستانی رگِ حمیت تو اسوقت بہت پھڑکی، مگر غصہ صرف اس لئے جاتا رہا کہ ہماری ہی تو خطا تھی۔ دوسرے ہم نے دیکھ بھی لیا کہ چک گرتے ہی حنان صاحب نے اپنے منہ پر اس طرح ہاتھ رکھ لئے۔ جس طرح نئی دلہن منہ دکھائی کے وقت رکھ لیتی ہے۔ ہاشم صاحب نے اپنا چہرہ اپنے ہیٹ سے چھپا لیا جس کا قطر ان کے منہ کی گولائی سے زیادہ تھا۔ منان صاحب فوراً گھوم کر اباؤٹ ٹرن ہو گئے۔ اور جعفر صاحب بالکل اسی انداز سے جس طرح لڑکیاں غیر مرد کو اچانک دیکھکر اوئی کر کے پلنگ کے نیچے بیٹھ جاتی ہیں۔ میز کے نیچے بیٹھ گئے۔

ہم جب تک وہاں پہونچیں ہم نے دیکھا کہ کوئی کوٹھے پر سے دوڑتا ہوا آیا۔ کوئی باورچیخانہ میں سے سالن بھونتا ہوا چھوڑ کر بھاگا ہمارے بھائی صاحب حمام میں نہا رہے تھے وہ اسی طرح تولیہ لپیٹ کر بھیگے ہوئے ننگے پیر دوڑتے ہوئے آئے،

ہم ان دشواریوں کے بعد وہاں پہنچے۔ سارے جسم میں رعشہ تھا۔ پیر تھرتھرا رہے تھے، ہاتھ کانپ رہے تھے، زبان خشک ہو گئی تھی۔ دماغ میں چکر تھا اور دل میں ہول۔

"ارے یہ کیا ہوا" کہہ کر فوراً ہی ہم نے لڑکے کو اپنی گود میں لیکر پلنگ پر لٹا دیا اور نبض پر ہاتھ رکھا۔ مگر

نبض بالکل صحیح تھی۔ دل کی حرکت بھی ٹھیک تھی۔ اطمینان ہوا، ہم نے صاف کہدیا کہ کوئی گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ دھوپ میں کھیل رہا تھا۔ چکرا گیا ہے،

"ارے میرا بچہ بچہ ارے میرا بڑی مصیبتوں کا پالا بچہ۔ ارے میری چھ برس کی کمائی۔ آنکھ تو کھول"
...... ہماری بیگم صاحبہ کا ریکارڈ چلا جا رہا تھا

ہم نے فوراً پانی لاکر اس کے منہ پر چھینٹا دیا۔ چھینٹے کا دینا تھا کہ اس نے جھرجھری لی اور آنکھیں میچ لیں، بالکل اسی طرح جیسے کوئی جانکر ایسا کر رہا ہو۔ اسکو یوں جھرجھری لیتے ہوئے اور آنکھیں میچتے ہوئے دیکھکر ہماری بیگم صاحبہ کچھ اور سمجھیں اور "ارے میں لٹ گئی" کی تان لگا کر اس کے پلنگ پر دھڑام سے گر پڑیں۔ بچے نے فوراً سہم کر آنکھیں کھولدیں۔

بعد کو معلوم ہوا کہ صاحبزادہ صاحب چور بنے تھے۔ اور ان کے دوست محمد امین سپاہی امین نے اپنے پستول سے ان پر فائر کیا تھا۔ یہ ڈرامہ کو مکمل بنانے کے لئے فوراً آنکھیں بند کرکے زمین پر گر گئے۔ گرتے ہوئے ہماری بیگم صاحبہ نے دیکھا۔ وہ چیخ مار کر ہے ہے میرا بچہ کہتی ہوئی وہاں پہونچیں اور پیشتر اس کے کہ وہ آنکھیں کھولے انہوں نے اس کو گود میں لیکر دہائی مچانا شروع کر دی۔ غل اور شور سے سہم کر وہ اسی حالت میں پڑا رہا۔

سید ابو طاہر داؤد۔ بی۔ ایس۔ سی۔

فغانِ یاس

"کیسا نصیب لائی تھی گلشنِ روزگار میں　　نخلِ مراد لُٹ گیا صبحِ الم گسار میں
ایک تو میرا زخمِ دل چرکے ہزار قسم کے　　کیسے نہ پھول سرخ ہوں زخمِ جگر فگار میں
چاند سے کیا غرض مجھے پھول سے واسطہ کسے　　دل ہے اسیرِ رنگ و بو سینۂ داغدار میں
ولئے بحال بے خودی رازِ نہاں نہ چھپ سکا　　اشک تڑپ کے آگیا پردۂ تار تار میں
ایک بہار زخمِ دل ایک و فورِ اشکِ تر　　چشمۂ آب ہے رواں پہلوئے لالہ زار میں
خونِ جگر کی چھینٹیاں کشتِ امید سینچ دیں　　داغِ نہاں بھی سبز ہو یارب نئی بہار میں
غنچہ و برگ رنگ و بو ایک ہوا میں اُڑ گئے　　کس کس کو میں سمیٹ لوں دامنِ تار تار میں
شمع سے حال کچھ کہا میں نے جمال بزم میں
لختِ جگر ٹپک پڑے اشکِ گہر نثار میں

بلقیس جمال بریلوی



ایک میم صاحبہ جنکو اپنا کتا دنیا میں ہر شے سے زیادہ عزیز ہے



آپ ہیں ... جنہوں نے امریکی سلطنت کی صدارت کی ہے



زار روس کا تاج جو سویٹ گورنمنٹ نے
بذریعہ نیلام فروخت کیا



ایک سادھو منش بندر اپنی عاقبت سنوار نے کیلئے بھجن گا رہا ہے ۔

وقت کی قدر

قدرت نے انسان کو کئی چیزیں عطا کی ہیں جن کے بجا مصرف سے وہ معراج ترقی پر پہنچ سکتا ہے۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ ہر ایک چیز کی نگہداشت انسان کی زندگی میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیتی ہے۔ چنانچہ ترقی یافتہ قوموں نے اس کی نگہداشت حفاظت کے لئے قواعد منضبط کر دیئے اور ان قوانین پر انہوں نے حتی الوسع کاربند رہنے کی کوشش کی جس کی وجہ سے دنیائے ترقی ان کا قدم چومنے کے لئے منتظر ہے۔ دولت کا صحیح طور پر حاصل کرنا اور اس کا بجا استعمال۔ معلومات حاصل کرنا۔ اولیائے مستفید ہونا۔ علم حاصل کرنا اور اس سے بے علم گھروں کو روشن کرنا۔ غرض ایسی ہی باتیں ہیں جن سے انسان انسان کہلاتا ہے ان قدرتی عطیات میں جن کی قدر و منزلت انسان کا فرض منصبی ہے "وقت" کا نمایاں حصہ ہے اس کی قدر نے ایک معمولی جہاز کے نوکر کو لارڈ ریڈنگ، ایک چارکو لائڈ جارج ایک سپاہی کو رضا شاہ اور ایک تلا کو نواب سعد اللہ خاں بنا دیا۔ یہ ایسی قابل قدر ہستیاں تھیں اور ہیں جن پر زمانہ ناز کرتا رہا ہے اور رہے گا اور دنیا ان کے لئے آنکھیں بچھاتی رہی ہے اور رہیگی

جو لوگ سرمایہ وقت کو معقول طور پر کام میں لاتے ہیں وہی عیش جسمانی اور مسرت روحانی حاصل کرتے ہیں۔ اسی کی بدولت ایک وحشی آدمی مہذب انسان اور فرشتہ بن سکتا ہے۔ اسی کی برکت سے جاہل عالم، مفلس۔ تونگر، اور نادان تجربہ کار، ہو سکتا ہے۔ اطمینان۔ خوشی اور آرام انسان کو ہرگز میسر نہیں آسکتا جب تک کہ وہ مناسب طریقہ سے صرف اوقات نہ کرے

وقت بیشک ایک دولت ہے جس کسی نے اس دولت کو بے اندازہ و بے حساب خرچ کیا وہ روز بروز بے نوا اور مفلوک ہوتا گیا۔ وہ جب تک زندہ رہتا ہے ہمیشہ رنجیدہ پریشان اور زمانہ کا شاکی رہتا ہے۔ صرف موت اس کو اس پشیمانی اور اندوہ سے نجات دلا سکتی ہے، سچ یہ ہے کہ وقت ضائع کرنا ایک طرح کی خودکشی ہے۔ فرق اتنا ہے کہ خودکشی ہمیشہ کے لئے حیات کو ختم کر دیتی ہے۔ تضیع اوقات ایک محدود زمانہ تک زندہ کو مردہ بنا سکتی ہے، یہی منٹ گھنٹے اور دن جو غفلت اور بیکاری میں گذر جاتے ہیں۔ اگر آدمی حساب کرے تو ان کی مقدار مہینوں بلکہ برسوں تک جا پہنچتی ہے۔ اگر اس شخص سے کہا جاتا کہ تیری عمر کے دس یا پانچ سال کم دیئے گئے تو یقیناً اس کو سخت صدمہ ہوتا لیکن وہ خود معطل بیٹھا ہوا اپنی عمر عزیز کو برباد کر رہا ہے۔ اور اسکے زوال و فنا پر کچھ افسوس نہیں کرتا۔ وقت کو بیکار ضائع کرنے سے صرف عمر کا گھٹاؤ ہی نہیں ہوتا بلکہ اس سے ایک اور بہت بڑا خسارہ ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ بیکار آدمی کے خیالات ناپاک اور زبوں ہو جاتے ہیں، طمع حرص، ظلم حق تلفی و نافرمانی اکثر وہی لوگ کرتے ہیں جو معطل اور بیکار رہتے ہیں،

حقیقت یہ ہے کہ انسان کچھ نہ کچھ کرنے کے لئے ہی بنایا گیا ہے اگر اس کا دل و دماغ نیک اور مفید کام میں نہ لگا ہے تو ضرور اس کا میلان بدی کی طرف ہو جاتا ہے پس اگر انسان انسان بننا چاہے تو ہر کام کے لئے ایک وقت اور ہر وقت کے لئے ایک کام مقرر کرے

الغرض انسان اس دنیا میں بیکار نہیں پیدا کیا گیا ہے اس کو کوئی کام انجام دینے ہیں۔ خود دوسروں کی نظروں میں جگہ پانا۔ خاندان کی لاج رکھنا۔ قوم کی خدمت کرنا اور اس کو مہذب اور شائستہ بنانا۔ قوم کی حفاظت وغیرہ یہ وہ امور ہیں جن کے لئے انسان کی زندگی وقف کردی گئی ہے۔ ان کو پورا کرنے کے لئے وہ اس وقت قابل ہوتا ہے جبکہ وہ وقت کو صحیح طور پر استعمال کرے جس سے نہ صرف برائیوں ہی کی رکاوٹ ہو جائے۔ بلکہ خود بھی ایک قابل قدر ہستی بنجائے۔ اگر ایسا نہ ہو تو اس میں اور درندوں میں کچھ فرق نہیں جنکا نقطہ نظر پیٹ بھرنا ہے۔ بجا طور سے یا بیجا۔

محمد عنایت الرحمن خاں

لاوارث بچی

باب دوم

(سلسلہ کے لئے سالگرہ نمبر دیکھئے)

راحت نگر کے نواب کے محل میں ہر طرف شادیانے بج رہے ہیں خوشیاں منائی جا رہی ہیں توپوں کی سلامی اتاری جا رہی ہے، بھانڈ ناچ اور گا رہے ہیں نواب صاحب کے خدام نہایت خوش خوش محل میں ادھر ادھر پھر رہے ہیں ہر طرف کیا زنانہ اور کیا مردانہ میں مہمان بھرے ہوئے ہیں کیونکہ آج ان کے یہاں شادی سے ٹھیک پندرہ سال کے بعد بڑی منتوں اور مرادوں اور بڑی آرزوؤں اور تمناؤں کے بعد لڑکا پیدا ہوا ہے، جو وارث تخت و تاج ہوگا اسی بچے کی چھٹی کی خوشی میں سب ناچ رنگ ہو رہا ہے، راحت نگر کے نواب کی گدی ایک قدیم تاریخی گدی ہے سرکار دربار میں اسکی بڑی عزت ہے رعایا میں بڑا وقار ہے بلکہ رعایا جان نثار ہے، سب طرف خوشی اور مسرت کا دور دورہ تھا۔ مگر افسوس نہیں تھا تو ایک گھر میں کہ اس چراغ کے نہ ہونے سے نہ صرف گھر میں اندھیرا تھا، بلکہ رعایا کے گھروں میں بھی غم و اندوہ کا بادل چھایا ہوا تھا مدتیں گذر گئیں۔ خود نواب صاحب کی شادی کے بعد پھر بھی کوئی خوشی یہاں نہ منائی گئی نواب صاحب کے باپ اسی آرزو کو دل میں لیکر چلے گئے۔ والدہ اسی ارمان اور تمنا میں تڑپ تڑپ کر ختم ہو گئیں، بیگم صاحبہ نے دنیا جہان کے علاج کئے۔ ہر طرح کے تعویذ گنڈے استعمال کئے، مگر پندرہ سال کا طویل زمانہ یوں ہی گذر گیا آخر تقدیر نے پلٹا کھایا، بیگم صاحبہ بارآور ہوئیں، نواب صاحب کو یقین نہ تھا اور بیگم صاحبہ باور نہ کرتی تھیں۔ آخر آثار نمایاں ہوئے ڈاکٹروں نے یقین دلایا کہ واقعی اندھیرے گھرانے میں اجالا ہونے والا ہے۔ امید کے دن پورے ہوئے اور خدا نے وہ روز سعید دکھایا کہ جس کی مدت سے سب کو تمنا تھی۔ لڑکا پیدا ہوا زچہ خانہ سے خبر آئی اور فوراً مردانہ میں پہنچی، تمام محل میں یکدم

خوشی اور شادمانی کی لہر دوڑ گئی، بکثرت خیرات کی گئی اور لاکھوں روپیہ دعوتوں اور شادیانوں پر لگایا گیا۔ اس خوشی کی کچھ انتہا نہ تھی جسے دیکھو جامے میں پھولا نہ سماتا تھا۔ نہ صرف راحت نگر کے محل میں شادیانے بج رہے اور خوشیاں منائی جا رہی تھیں بلکہ رعایا کے ہر گھر میں خوشی اور شادمانی کے راگ کی صدائیں آ رہی تھیں الغرض کامل دو ماہ تک اسی راگ و رنگ دعوتوں، جلسوں اور شادی کی محفلوں میں گذرے، بچہ کا نام راحت نواز رکھا گیا۔

عفت آرا کی پرورش

نواب ثریا بیگم نے کوشش کر کرکے پولیس اور ہسپتال کے ہاتھوں سے آخر لاوارث ننھی معصومہ کو لے ہی لیا عفت آرا نام رکھا دو نوکر خاص اس پر متعین کر دیئے آگرہ سے دایہ دودھ پلانے کے لئے بلائی گئی اور گھر کی ایک قدیم آیا بچے کے غور و پرداخت پر اور باہر لیجانے سیر کرانے کپڑے بدلوانے وغیرہ کے لئے مقرر کی گئی نواب ثریا بیگم کو اس بچی کے ساتھ اس قدر دلی الفت ہو گئی تھی کہ ایک دم بھی دیکھنے نہ پاتیں تو بے چین ہو جاتی تھیں اپنے بچوں کے مانند پرورش کیا اور تمام ملازمین اور خویش اقارب کو تاکید کر دی کہ کوئی شخص منہ سے یہ بات نہ نکالے کہ یہ لڑکی اپنی نہیں لاوارث ہے تاکہ کسی کو اسکا علم نہو اور خود بڑی ہو کر اس لڑکی کو بھی معلوم نہو بچی ایسی خوبصورت اور پیاری تھی کہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتی اور خدا نے ایسی کشش اس بچہ میں کوٹ کوٹ کر رکھدی تھی کہ جو دیکھتا تھا اسکا والہ و شیفتہ ہو کر رہجاتا اور بے اختیار اسے گود میں لینے اور پیار کرنیکو جی چاہتا تھا۔

اسی حالت میں کئی سال گذر گئے۔ عفت آرا بڑی ہوتی گئی اور ایسی ہی زیادہ حسین اور دلکش ہوتی گئی۔ ثریا جاہ بیگم کی محبت اس کے ساتھ ترقی کرتی گئی، وہ گویا ایک کھلونا تھی اور ثریا جاہ کے دل کا بہلاوا۔ ماں باپ بھی اپنی اولاد کے ساتھ ایسی محبت نہیں کرتے جیسی اس قادر مطلق نے اس معصوم بچی کی ثریا بیگم کے دل میں ڈالدی نئے ملنے والوں کو بھی گمان یہ نہ تھا کہ یہ بچی انکی اپنی نہیں ہے اور پرانے جاننے والوں کے دل سے بھی فراموش ہو گیا تھا کبھی کسی کی زبان سے آجتک اس واقعہ کے بارے میں ایک لفظ تک نہ نکلا۔ عفت آرا کو جب پانچ سال کی ہو گئی تو شہر کے ایک بڑے کالج میں کہ جہاں تمام رئیسوں کے بچے پڑھنے کو آتے ہیں داخل کر دیا گیا اور شب و روز ننھی عفت شوق و ذہانت کے ساتھ پڑھنے لگی۔ تمام استانیاں اسے پیار کرتی تھیں اور بچے بھی اس کے ساتھ مانوس ہو جاتے تھے، خدا نے ایسی کشش اور اس قسم کا جذبہ اس میں کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا کہ وہ ایک عام نہیں بلکہ خاص لڑکی معلوم ہوتی تھی۔ چھوٹی عمر میں ہی اسے پیانو بجانے ستار بجانیکا شوق تھا اور خاص طور پر موسیقی سے لگاؤ تھا۔ اور خاص فیس دیکر نواب ثریا جاہ بیگم نے بچی کے لئے اس علم کے سیکھنے کا بندوبست کر دیا۔ اسی تعلیم و تعلم کے سلسلہ میں آٹھ دس سال کا عرصہ گذر گیا عفت جوان ہو گئی وہ حور کا بچہ معلوم ہوتی تھی۔ اس کے حسن کا چرچا دور و نزدیک تھا، ثریا جاہ بیگم کو اس کے ساتھ اس قدر محبت تھی کہ بمشکل تمام تعلیم کا وقت گذارتی اور جب تک وہ مدرسہ میں رہتی تو بے چین رہتیں باقی تمام وقت اپنی نظروں کے روبرو رکھتیں اور گھنٹوں اسے سامنے بٹھا کر اسکے حسین چہرے اسکے شریفانہ مہذب اداؤں اسکے اخلاق اور پیاری عادتوں سے لطف اندوز ہوتیں اور دل ہی دل میں کہا کرتیں کہ نہ معلوم یہ ماہ پارہ کس بدبخت کے جگر کا ٹکڑا ہے۔ مگر نہیں اب تو یہ میری آخر عمر کی دلبستگیوں کا سامان ہے۔ اور خدا اسے میرے ہی لئے عالم وجود میں لایا تھا۔

عفت کی عمر اسوقت ۱۵ سال کی تھی وہ میٹرک کے امتحان کی تیاری میں منہمک تھی۔ پیانو کا امتحان بھی دینے والی تھی ستار تو مدت ہوئی سیکھ کر چھوڑ چکی تھی۔ پینٹنگ ڈرائنگ اور نقشہ کشی میں استادانہ مہارت رکھتی تھی۔ سلائی کٹائی باقاعدہ سیکھی تھی کشیدہ کاری کا اسے خاص شوق تھا اور کبھی کبھی بوقت فرصت کھانا پکانے اور کیک بسکٹ مٹھائی بنانے کی مشق بھی کیا کرتی تھی۔

غرضکہ کوئی کام ایسا باقی نہ تھا کہ جو ایک معزز شریف نیش ایبل خاتون کے لئے سیکھنا لازمی ہے اور عفت نے اسے نہ سیکھا ہو وہ دسوں انگلیاں دسوں چراغ تھی۔

(باقی آئندہ) فاطمہ بیگم منشی فاضل

شکوۂ دل

دل - آہ - صرف دو حرفوں کا مجموعہ اور اتنی آفتوں کا سبب پریشانیوں کا باعث اور مصیبتوں کی وجہ کل اُف - اس قدر ننھا اور اتنا فتنہ ساماں - اس قدر محدود اور پھر بھی اتنی لا انتہا وسعت کا مالک، اتنا پیارا اور اس قدر ظالم، اتنا بھولا اور پھر بھی اس قدر ضرر رساں - شرارتوں سے پر اور آفتوں سے لبریز۔

ظالم سخت بے رحم اور پریشان کن ہے - کمبخت کو کبھی کسی کل چین نہیں - تڑپنا - مچلنا - آہ سرد بار کھینچنا - بیقرار ہونا - قطرات اشک کو خون جگر کی آمیزش سے پیازی بنا کر بہانا اور پھر روتے روتے ایک معصوم اور بھولے بچے کی طرح بلکتے ہوئے سو جانا - اُف اتنی ننھی سی جان اور اس قدر مصروفیتیں غضب تو یہ ہے کہ اپنی مصیبتوں کا خود ہی باعث اور اپنی تباہی کا آپ ہی سبب ہے،

آدھی رات کے وقت جبکہ ساری مخلوق خدا چین اور سکھ کی نیند سوتی ہوئی ہے جبکہ ہر چیز پر ایک سکون روح پرور طاری ہوتا ہے - جسوقت چاند کی ٹھنڈی دھیمی اور خواب آور روشنی ہر چیز پر مثل ایک سیمین چادر کے پڑی سوتی ہے - اور جبکہ اس نرم چادر کے اندر خود فطرت بھی خوابیدہ نظر آتی ہے - اسوقت آہ اس اطمینان انگیز سمیں میں بھی اس ظالم کو چین نہیں - گریۂ بے اختیار سے فرصت نہیں - آہ و نالے سے چھٹکارا نہیں - رہائی نہیں - کمبخت اس چین کی گھڑی میں بھی مجھے کل لینے نہیں دیتا - کبھی ایک پہلو بدلتا ہے تو کبھی دوسرا - رہ رہ کر کسی کی یاد میں مچلتا تڑپتا اور اشکہائے خونیں بہاتا غرضکہ اس چھوٹے سے معصوم نے ایک تہلکہ مچا رکھا ہے - انسان اس کے ہاتھوں نالاں بلبل اور کوئل اس کے دست جفا سے پریشان - اگر یہ ظالم نہ ہوتا تو حیات ایک خواب سرور افزا اور ایک رباب نغمہ پرور ہوتی - آنسوؤں کا کوئی وجود نہ ہوتا۔

غلام معین الدین بی اے آر دی

مریضوں کو کس طرح غسل دینا چاہیئے

بعض امراض میں مریض کو غسل دینے کی ضرورت پڑتی ہے جسکو انگریزی میں باتھ کہتے ہیں اور یہ اس قسم کا غسل نہیں ہے جیسا کہ حالت صحت میں دیسی آدمی نہا لیتے ہیں بلکہ غسل دینے کی چند خاص ترکیبیں ہیں اور کئی باتوں کی احتیاط کرنی پڑتی ہے جنکا جاننا تیمار داروں کو ضروری ہے اور وہ یہ ہے،

(۱) پہلے پانی کو بذریعہ تھرما میٹر کے دیکھ لیں کہ کس درجہ کا گرم ہے کیونکہ ہوٹ باتھ یعنی بہت ہی گرم پانی میں غسل کرانا ہے تو اس کی حرارت ۹۰ درجہ سے ۱۱۰ درجہ تک وارم باتھ یعنی کم گرم میں پانی کی حرارت ۹۶ درجہ سے ۹۰ درجہ تک پیڈ باتھ یعنی شیر گرم میں پانی کی گرمی ۸۵ درجہ سے ۹۶ درجہ تک ہونا چاہیئے،

(۲) غسل دینے کی یہ ترکیب ہے کہ ٹب یا اور کسی گہرے برتن میں پانی بھریں اور اس میں تھرما میٹر ڈال کر دیکھیں کہ جس قسم کا غسل دینا مقصود ہے۔ اس درجہ کی حرارت پانی میں ہے یا نہیں اور حرارت کی کمی بیشی کو ٹھنڈا یا گرم پانی ڈال کر حسب دلخواہ ٹھیک کرلیں پھر اس میں مریض کو گلے تک بٹھائیں یا لٹائیں۔

(۳) عورتوں کے بعض خاص امراض یا گردہ سے کنکری مثانہ میں آنیکے وقت جو درد ہوتا ہے۔ اس میں صرف کمر تک مریض کا پانی میں بٹھانا کافی ہے جسکو ہیپ باتھ کہتے ہیں۔ اس کے لئے بہت گہرے برتن کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ صرف ایسا برتن جس میں مریض بیٹھے تو کمر تک اچھی طرح پانی پہنچ جائے لیکر اوسمیں پانی بھر کر مریض کو بٹھائیں

(۴) بخار اور امراض سر میں پاؤں یا ٹانگوں کو پانی میں رکھتے ہیں جس کو انگریزی میں فٹ باتھ اور دیسی محاورہ میں پاشویہ کہتے ہیں۔ اس کی یہ ترکیب ہے کہ مریض کو چارپائی پر یا کرسی پر بٹھادیں اور ایک برتن میں گرم پانی بھر کر نیچے رکھیں اور مریض کے پاؤں اس میں ڈالدیں۔ ٹانگوں کا پانی میں رکھنا منظور ہو تو ذرا گہرا برتن لیں اور ٹانگوں کو اوپر سے نیچے کی طرف سوتتے رہیں۔

(۵) جب مریض کو گرم آبی بخارات پہنچائے جاتے ہیں تو اسکو ویپر باتھ بولتے ہیں۔ اس کی یہ ترکیب ہے کہ بیمار کو کرسی یا اونچے پیڑھے وغیرہ پر بٹھا کر سر سے پاؤں تک کمبل اسپر لپیٹ دیں۔ پھر کرسی کے نیچے کھولتا ہوا پانی جس کی حرارت سو درجے سے ۱۳۰ درجہ تک ہو رکھدیں،

(۶) غسل کے پانی کی بابت یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ درجہ مقصود سے اس کی حرارت کم نہو جائے اسلئے ہاتھ باتھ دینے کے وقت پانی ٹھنڈا ہونے لگے تو اور کھولتا ہوا پانی اس میں ملا سکتے ہیں لیکن مریض کے کسی عضو کے نزدیک پانی نہ ڈالیں۔ بلکہ کچھ دور ڈالکر ہاتھ سے ہلادیں۔ اور تھرما میٹر سے دیکھتے رہیں کہ پانی کی حرارت زیادہ نہو جائے

دیسیر باتھ کے پانی میں اینٹیں گرم کر کے ڈالتے رہیں۔ تاکہ اس کی حرارت قائم رہے اور بخارات نکلتے رہیں،
پاشویہ کا پانی اکثر جلد ٹھنڈا ہوجاتا ہے۔ پس اس میں بھی گرم پانی وقتاً فوقتاً ملاتے رہیں۔

(۷) غسل دینے کے وقت مریض کے متعلق بھی چند باتوں کی احتیاط رکھیں۔ اول ہوا سے بچا کر مکان کے اندر غسل کے لئے جگہ تجویز کریں اور جب پانی گرم ہوجائے ٹب وغیرہ صاف دھو کر خاص جگہ رکھدیا جائے۔ بدن پونچھنے کا کپڑا وغیرہ پاس ہو۔ غرضکہ کل سامان غسل کے متعلق جب مہیا وطیار ہوجائے اسوقت بستر سے مریض کو اٹھایا

دوئم مریض کو کوئی مرض دل کا ہو یا ام الصبیان میں مبتلا ہو تو طبیب کے روبرو غسل ہونا چاہیئے اور جو ایسا موقع نہ ہو تو مجبوری غسل دینے میں بہت ہوشیاری رکھیں۔ کیونکہ ایسے مریضوں کو غش آنیکا اندیشہ رہتا ہے اور بچوں کو ہاٹ باتھ ہرگز نہ دیں۔ اگر غسل دیتے وقت غش آجائے تو فوراً مریض کو پانی سے نکال کر ہوادار مکان میں لٹادیں۔

سوم وارم باتھ پندرہ بیس منٹ تک دے سکتے ہیں مگر ہاٹ باتھ کے واسطے دس منٹ کا عرصہ درکار ہوتا ہے اس سے زیادہ دیر تک پانی میں نہ رکھیں۔

چہارم غسل دینے کے بعد جلدی کپڑے سے تمام بدن کو پونچھکر بستر پر لٹادیں۔ اور کپڑا اڑھادیں اور پسینہ جوآئے اسکو کپڑے سے پونچھتے رہیں اور رفتہ رفتہ وہ کپڑا علیحدہ کریں۔ جو اڑھایا گیا ہے۔ بہرحال خوب خیال کرکے مریض کو سردی سے بچائیں۔

پنجم۔ پاشویہ کرانے میں اکثر یائی جسم مریض کا زیادہ ٹھنڈا پڑجاتا ہے۔ بدیں وجہ مناسب ہے کہ پاشویہ کرنیکے وقت مریض کو گرم کپڑا اڑھادیں اور سرد ہوا نہ لگنے دیں اور مکان کے اندر ہوا سے بچا کر پاشویہ کرائیں۔

ششم۔ بعض امراض میں خاصکر بچونکو جسوقت گرم پانی میں بٹھاتے ہیں۔ اسوقت سر پر ٹھنڈا پانی ڈالتے ہیں لیکن زکام وغیرہ کا اندیشہ ہو تو بلاموجودگی معالج کے یہ عمل کرنے سے ذرا پرہیز کریں تو انسب ہے۔

(۸) غسل یا پاشویہ کے پانی میں بعض ادویہ بھی ملائی جاتی ہیں۔ اور اسکو عربی میں تصویل کہتے ہیں۔
اکثر رائی یا گندھک یا کھانے کا نمک یا سوڈا۔ پٹاس وغیرہ غسل کے پانی میں ملاتے ہیں اور مقدار ہر ایک کی یہ ہوتی ہے

سٹرڈ یعنی رائی ایک یا دو مٹھی	پانی حسب ضرورت
کامن سالٹ یعنی کھانے کا نمک آدہ سیر	پانی دس سیر
سلفر یعنی گندھک آدہ سیر	پانی دس سیر
سلفائڈ آف کیلسیم دو اونس سے چھ اونس تک	پانی حسب ضرورر
سوڈا یا پٹاس ایضاً	ایضاً

(حکیم) محمد زکی (جنرل سکریٹری انڈین طبی سوسائٹی)

پھولوں کی کاشت

کارنیشن

(Carnation) اس ہر دلعزیز پھول کی کاشت ستمبر اور اکتوبر میں ہوتی ہے، دسمبر، جنوری، فروری اور مارچ میں خوب پھول دیتا ہے۔ بعدازاں پھول تو دیتا ہے لیکن بہت چھوٹے چھوٹے۔ گرمیوں میں اگر اسے دھوپ اور لو سے بچایا جائے تو ہمیشہ رہ سکتا ہے۔ اسی لئے گرم موسم میں گملوں میں لگا کر سایہ میں رکھ دینے چاہئے اسکے پھول سرخ، گلابی، تربوزی، پیازی، سفید اور موتیا رنگ کے ہوتے ہیں۔ بھینی بھینی لونگوں کی خوشبو دیتا ہے۔ افریقہ اور یورپ میں اس کی اس قدر وقعت ہے کہ گلاب کے مقابلہ میں ٹھہرایا جاتا ہے۔ شہنشاہ جارج پنجم "سفید کارنیشن" از حد پسند کرتے ہیں پودے کی بلندی ½۱ فٹ ہوتی ہے،

گل داؤدی

(Annual chrysanthemum) ان کی کاشت بھی ماہ ستمبر اور اکتوبر میں ہوتی ہے، پودا دو فٹ بلند ہوتا ہے۔ ایک ایک ٹہنی میں کئی کئی پھول لگتے ہیں۔ پتے کٹا ؤ دار اور خوشنما ہوتے ہیں "گل داؤدی باغ کی زینت ہے۔ نیز گلدانوں کے سجانے کے لئے بھی یہ بہت کام آتے ہیں مختلف رنگوں اور مختلف قسموں کے گل داؤدی پائے جاتے ہیں مندرجہ ذیل چند عمدہ قسموں کے نام یہ ہیں۔

1 - Marning star

2 - Evening star (3) single White Princes Mary

4 - Golden Feather

پہلی قسم کے پھول نہایت ہی دیدہ زیب ہوتے ہیں۔ رنگ عموماً ہلکا زرد ہوتا ہے۔ بلندی ۱۸ - انچ ہوتی ہے۔ دوسری قسم کے پھول شام کے درخشاں ستارہ کی طرح خوبصورت ہوتے ہیں۔ اسی لئے اس نام سے موسوم ہیں تیسری قسم کے پھول تقریباً سفید ہوتے ہیں اور ان کا بہت ہی دلفریب "سنٹر" ہوتا ہے۔ آخری قسم کے پھول زرد رنگ کے ہوتے ہیں اور "سنٹر" گہرے رنگ کا ہوتا ہے،

پنیزی

Pansy موسم سرما کا کوئی باغیچہ پنیزی کے بغیر مکمل نہیں کہلا سکتا۔ اسکے پھول دور سے بالکل رقصاں تیتریوں کی مانند نظر آتے ہیں، ہر پھول کی پانچ پتیاں ہوتی ہیں تین پتیاں تو ایسی نرم و شاداب ہوتی ہیں جیسے کہ مخمل کا ٹکڑا ہو لیکن باقی دو قدرے سخت ہوتی ہیں۔ پودا ۶ انچ سے ۹ انچ تک بلند ہوتا ہے، کاشت ستمبر اور اکتوبر کے مہینوں میں ہوتی ہے اسکے پھول مختلف رنگوں اور مختلف قسموں کے ہوتے ہیں جن میں سے مندرجہ ذیل بہت مشہور ہیں۔

1 - Peacock

2 - Black Prince 3 Golden Queen (4) Lord Beaconsfield -

5 - Crimson Queen (6) Madam Perret

سویٹ پیز یا خوشبودار انگریزی مٹر Sweet Peas سرد جگہ اور عمدہ زمین میں اس کا پودا ۶ فٹ بلند ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اونچے پودے دیکھنے میں آئے ہیں۔ عموماً ایک فٹ سے ۵ فٹ بلندی ہوتی ہے۔ ستمبر میں انکی کاشت ہوتی ہے۔ اور دسمبر کے بعد پھول دینا شروع کرتا ہے، نہایت ہی عمدہ بھینی بھینی خوشبو ہوتی ہے بہت سے رنگ ہوتے ہیں مثلاً گلابی سفید، سرخ نیلا وغیرہ چھوٹے چھوٹے سفید شیشے کے پھولدانوں میں سجے ہوئے مطالعہ کی میز پر پڑے ہوں تو دماغ کو فرحت حاصل ہوتی ہے اور کام دلجمعی سے ہوتا ہے،

گل لالہ Poppy گل لالہ کے سرخ پھولوں کی کیاری بہت ہی دلفریب نظر آتی ہے یہ پھول ہوتے تو کئی رنگ کے ہیں مثلاً گلابی۔ پیازی لیکن سرخ رنگ عموماً پسند کیا جاتا ہے۔ ہر ایک پھول لمبی ٹہنی پر کھلتا ہے، پودا ۲ فٹ سے ۳ فٹ تک بلند ہوتا ہے ستمبر کے مہینے میں بویا جاتا ہے۔ اسکی پنیری نہیں لگائی جاتی، بلکہ اسی جگہ بویا جاتا ہے جہاں وہ پھول دے سکے۔ اگر پودے ایک جگہ بہت سے اُگ آئیں، تو ان میں سے کچھ نکال ڈالنے چاہئیں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ گل لالہ پھولدانوں میں سجائے جانے کے قابل نہیں لیکن یہ خیال غلط ہے۔ طلوع آفتاب سے بہت پہلے اگر نیم شگفتہ پھول کاٹ کر پھولدانوں میں رکھ دئے جائیں تو تمام دن تر و تازہ رہتے ہیں، فلاکس (Phlox) موسم سرما کے بہت تھوڑے پھول فلاکس کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اس کا ہر ایک پودا اس قدر پھول دیتا ہے کہ پتے بھی نظر نہیں آتے۔ عموماً ۹ انچ سے ایک فٹ بلندی ہوتی ہے، بے اندازہ رنگ کے پھول ہوتے ہیں۔ لیکن سٹار فلاکس Star Phlox بہت ہی عمدہ قسم ہے اسکے پھول بالکل ستاروں کی شکل کے ہوتے ہیں، مجھے بھائی مشتاق نے سفید فلاکس کا ایک گملا منگوا کر دیا تھا میں جس وقت پھولوں کی کیاریوں کی طرف آتی تھی تو سب سے پہلے میری نظر فلاکس کے پیارے پیارے پھولوں کی طرف ہی جاتی تھی اسکے پھول ہوتے چھوٹے چھوٹے ہی ہیں۔ جب پودا ایک دفعہ بہار دکھا چکے تو اسکی پرانی شاخیں کاٹ ڈالنی چاہئیں چند ہی دنوں میں نئے شگوفے نکل آئیں گے اور پودا پھر پھول سے بھر جائیگا۔

گل نافرمان Antirrhinum snapdragon اسے نیچے عام طور پر کتا پھول کے نام سے پکارتے ہیں کیونکہ نیچے کا حصہ دبانے سے یہ پھول کتے کی طرح منہ کھول دیتا ہے اسکی کئی قسمیں ہوتی ہیں ایک قسم ۹ انچ بلند ہوتی ہے دوسری ڈیڑھ فٹ اور تیسری ڈھائی فٹ، اس کے پھول بیشمار خوبصورت رنگوں کے ہوتے ہیں اور ایک ایک ٹہنی پر اتنے لگتے ہیں کہ ٹہنی بالکل بھر جاتی ہے۔ میں نے اپنی کیاریوں میں سب سے بڑی کیاری میں گل نافرمان کے پودے لگائے تھے مختلف چھ رنگوں کے پھول نکلے تھے جو خوب بہار دیتے تھے، کاشت ستمبر اکتوبر میں ہوتی ہے۔ "پنک" (Pink) بلندی ڈیڑھ فٹ ہوتی ہے پھول اکہرے بھی ہوتے ہیں اور دوہرے بھی، سرخ، سفید، گلابی اور مخلوط رنگوں کے خوبصورت پھول اس قدر زیادہ نکلتے ہیں کہ پودا بالکل بھر جاتا ہے ایک دفعہ پھول دیکر پودا بالکل خشک ہو جاتا ہے بعض نافہم مالی اکھاڑ کر پھینک دیتے ہیں در اصل یہ سخت غلطی ہے بلکہ سوکھی ہوئی پرانی ٹہنیاں احتیاط سے کاٹ ڈالنی چاہئے اور زمین نرم کرکے کھاد ڈالدیں۔ ایک ہفتہ کے اندر اندر پودا پھر سرسبز ہو جائیگا اور باغیچے میں سب سے زیادہ بہار دکھائیگا۔ اسکی کاشت اوائل سرما میں ہوتی ہے اور دسمبر جنوری کے مہینوں سے پھول دینے شروع کر دیتا ہے اگر مذکورہ بالا ترکیب پر عمل کیا جائے تو مہینوں پھول دیتا رہیگا ورنہ جلدی ہی سوکھ جاتا ہے

سویٹ سلطان (Sweet Sultan) یہ نہایت ہی دلکش خوشبودار پھول ہے مختلف رنگ ہوتے ہیں ایک سے ایک بڑھکر ہر ایک پھول لمبی ٹہنی پر کھلتا ہے اسکا پودا دو یا تین فٹ تک اونچا ہوتا ہے اسکی پتیاں بہت ہی جاذب نظر ہوتی ہیں یہ بھی ستمبر اکتوبر میں بویا جاتا ہے۔ اور کڑاکے کے جاڑوں میں اسکے پھول خوب بہار دیتے ہیں یہ گرمی برداشت نہیں کر سکتا۔ لہذا اپریل میں ہی بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ سفید گلابی، زرد، اور نیلا رنگ عام طور پر بہت دیکھنے میں آتے ہیں۔

سرو رعنا ساد ہو دالہ

زچہ خانہ

کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب کی معرکۃ الآرا کتاب "زچہ" کے دو ورق (جو عنقریب دفتر عصمت سے شائع ہونیوالی ہے)

زچہ خانہ میں طبی پاکیزگی

عام صفائی و طبی پاکیزگی میں بڑا فرق ہے، ایک کپڑا جو بالکل نیا ہو یا ابھی دھلکر آیا ہو یا وہ پانی جس کو ہم پاک و صاف سمجھ کر روزانہ پیتے ہیں۔ عام طور پر صاف مانا جاتا ہے لیکن طبی لحاظ سے وہ پاک نہیں ہے۔ موجودہ طب کی رو سے تو ایک شے اُسوقت پاکیزہ مانی جاتی ہے جبکہ وہ مضر و مہلک جراثیم سے پاک ہو، اگر کہیں جسم پر چوٹ لگ کر یا کسی اور وجہ سے زخم ہو جائے اور اسکی حفاظت نہ کیجائے تو وہ پک جاتا ہے۔ اور اگر پیپ وغیرہ زیادہ ہو جائے تو اسکے زور سے بخار بھی چڑھ آتا ہے لیکن اگر اس ہی زخم کو صاف کپڑے سے ڈھک کر محفوظ رکھا جائے یا ٹنکچر آیوڈین (Tinct. Iodine) وغیرہ لگا دیجائے تو یہ زخم بغیر خراب ہوئے جلد ٹھیک ہو جاتا ہے۔ اسکی کیا وجہ ہے؟ زخم بذات خود کبھی خراب نہیں ہو سکتا، کیونکہ انسان کے خون میں جسم کے شکستہ حصوں کے مرمت کرنیکی قوت موجود ہے۔ لیکن اگر اس زخم میں جراثیم داخل ہو جائیں جو اتنی چھوٹی چھوٹی جاندار ہستیاں ہیں کہ آنکھ سے نظر نہیں آتیں بلکہ خوردبین سے دیکھی جاسکتی ہیں، اور جو ہوا، خاک، پانی، ہاتھ اور غلیظ کپڑوں وغیرہ میں ہمیشہ موجود رہتے ہیں تو یہ زخم خراب ہو جاتا ہے۔ اور خون آسانی سے اسے اچھا نہیں کر سکتا۔ بلکہ خون کے درست کرنیوالے اجزا جراثیم سے جنگ کرنے میں مشغول ہو جاتے ہیں اور اگر وہ جراثیم پر فتح پاکر ان کو مار ڈالیں تو زخم اچھا ہو جاتا ہے اور جو کہیں ان کو شکست ہو جائے تو انکی لاشوں سے پیپ بنجاتی ہے۔ اور اب مدافعت نہ پاکر اگر جراثیم اپنی کثرت کی وجہ سے تمام خون میں بھی داخل ہو جائیں تو بخار وغیرہ ہو جاتا ہے۔ اور اگر یہ جراثیم خون کے قاتل اثر سے بھی بچکر اعضا میں داخل ہو جائیں تو وہاں بھی سوزش وغیرہ پیدا کر سکتے ہیں اور اس طرح دل گردے کلیجہ، پھیپھڑوں اور دماغ وغیرہ میں زخم پیدا ہو جاتے ہیں۔ گویا کسی زخم میں بغیر صاف کیا ہوا ہاتھ، میلے کپڑے۔ گندہ پانی۔ خاک، میل کچیل یا گندی ہو لگ جائے تو اس کے ذریعہ جراثیم اس زخم میں پہنچکر معمولی پیپ پڑجانے سے لیکر بخار اور دیگر مہلک امراض کا شکار ہو کر موت تک نوبت پہنچا سکتے ہیں

زچہ خانوں میں طبی پاکیزگی کے فقدان کا اثر

ہندوستان میں گذشتہ سال تقریباً سات سو عورتیں روزانہ زچگی کی حالت میں ضائع ہوئیں۔ گویا سال بھر میں ڈھائی لاکھ عورتیں اپنے اس فرض کو پورا کرنے کی حالت میں فوت ہوگئیں جو ان کی زندگی کا جزو اعظم اور بقائے نسل کا باعث ہونا چاہیے تھا لیکن کثیر التعداد جواں مرگی کی وجہ ثابت ہوا۔ ان روزانہ سات سو اموات میں سے سوا چار سو روز بھی پاکیزگی کے فقدان

یعنی گندی دائی میلے کپڑے ۔ غلیظ پانی اور سب سے بدتر کوٹھری، پلنگ و بستر اور دیگر زچہ خانہ کی رسومات قبیحہ کی وجہ سے واقع ہوئیں۔ اور لاکھوں عورتیں اس ہی وجہ سے ایک زمانہ تک بیمار رہکر مصیبتیں اٹھاتی رہیں اور ان کی بڑی تعداد عمر بھر کے لئے کسی نہ کسی خرابی کا شکار ہوکر ہمیشہ کے لئے اپنی اصلی جوانی و تندرستی کھو بیٹھیں، زچہ خانہ میں طبی پاکیزگی حاصل کرنیکی چند ہدایات

(۴) جس کوٹھری یا کمرہ کو زچہ خانہ بنانا ہو اسکے فرش اور دیواروں اور اسکے اندر کی چیزوں کو گیلے کپڑے سے خوب صاف کرالیں اور اگر ممکن ہو تو سوائے ضروری اشیائے کے اور سب اس کمرہ سے نکالدیں۔ یہ صفائی ولادت سے ایک دو روز پہلے ہوجانا چاہیے۔ اگر ایسا نہیں کیا جاسکا ہو تو عین ولادت کے قبل کمرہ کو جھاڑنا پونچھنا بجائے مفید کے مضر ہوتا ہے۔ کیونکہ اس طرح ایک جمی ہوئی خاک اور اس کے جراثیم تمام فضا میں پھیلکر ہوا میں ملجاتے ہیں اور خطرناک ثابت ہوتے ہیں

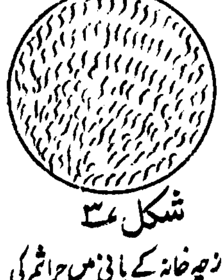
(۵) کپڑے جو زچہ خانہ کے کام میں لائے جائیں گے پہلے ہی سے ابالکر اور اگر ممکن ہو تو لائی سول لوشن Lysol Lotion) میں بھگو کر اور خشک کرکے بغیر ہاتھ لگائے ہوئے کسی ایک موٹے کپڑے میں باندھ کر علیحدہ رکھ چھوڑیں۔ ایک پرانا جوڑا ہی جو ولادت کے بعد پہننے کے لئے اسی طرح ابالکر خشک کرکے رکھ لیں۔ گدی بنانے کے کپڑے بھی ایسے ہی تیار کرلینے چاہئیں

(۶) جتنے برتن پانی وغیرہ کے لئے زچہ خانہ میں کام آئیں ان کو خوب صاف کرلینا چاہیے۔ بہتر تو ہے کہ ان کو لائی سول لوشن سے دھولیں۔ اگر بہت جلدی ہو تو برتن کو طبی طریقہ پر صاف کرنے کی ایک بہت آسان ترکیب یہ ہے کہ ایک روئی یا کپڑے میں اسپرٹ جس سے چولہا اور گیس وغیرہ جلاتے ہیں (Mythylated Spirit) لگاکر برتن میں چاروں طرف پھیر دیں اور کچھ اس میں ڈالدیں اور دیا سلائی لگا دیں۔ اسپرٹ فوراً جلکر اڑ جائیگی اور برتن کو اس قدر گرم کرجائے گی کہ اسمیں جراثیم زندہ نہ رہ سکیں گے

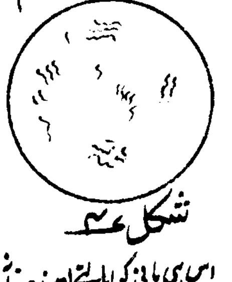
(۷) وہ تمام پانی جو پینے کے علاوہ زچہ خانہ کے اور کاموں میں لئے سب میں چند قطرے لائی سول کے ڈالدینے چاہئیں یا کم از کم جوش کیا ہوا پانی استعمال کرنا چاہیئے۔ (۸) بستر پر جو چادر یا گدی ہو جو زچہ کے بدن سے لگ سکتی ہو اسکو بھی لائی سول میں بھگو کر خشک کرلینا چاہیئے (۹) ایک دوپٹہ یا کوئی دوسرا کپڑا جو کم از کم ڈیڑھ گز لمبا ہو ابالکر لائی سول" لوشن میں تر کرکے خشک کرنے کے بعد تیار رکرنا چاہیئے، یہ دائی کے کپڑوں پر باندھنے کے کام آئیگا، (۱۰) دائی کے آتے ہی اسکے ہاتھوں کو کہنیوں تک خوب دو دو تین تین دفعہ گرم پانی اور صابن سے دھلائیں۔ اور اگر برش یا جھانوا موجود ہو تو اس سے ہاتھ صاف کرالینا بہتر ہے، اسکے بعد وہ کپڑا جو صاف شدہ رکھا ہے اسکی گردن سے باندھ کر سامنے اس طرح لٹکادیں کہ اسکے کپڑے اس سے ڈھک جائیں اس طرح اس کے غلیظ ہاتھ اور کپڑوں کی احتیاط ہوسکتی ہے۔ ہاتھ صاف کرنے کے بعد اسکو کسی اور چیز یا جگہ سے ہاتھ نہ لگانے دیں اور اگر مجبوراً یا سہواً وہ کوئی چیز یا جگہ چھولے تو ایک برتن میں "لائی سول" لوشن تیار کرکھیں تاکہ دائی اس میں گھڑی گھڑی ہاتھ ترکرلیا کرے۔ اور اس طرح ہاتھ جراثیم سے پاک رہیں۔

لائی سول

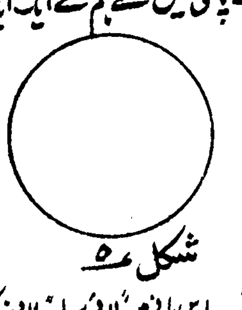
Lysol لائی سول بیحد اعلیٰ دوا ہے۔ زچہ خانہ کی طبی پاکیزگی کے حصول کے لئے اس کو نعمت غیر مترقبہ سمجھنا چاہئے۔ ہم نے عام زچہ خانہ میں جو پانی وغیرہ استعمال ہوتا ہے اسپر بہت دلچسپ و سبق آموز تجربات کئے ہیں، ایک زچہ خانہ میں جو پانی ایک جاہل دائی استعمال کر رہی تھی اسکو سائنٹفک طریقوں کے ذریعے خوردبین سے دیکھا تو اس میں لاکھوں جراثیم نظر آئے۔ تقریباً تمام پانی جراثیم سے پُر تھا۔ اس ہی پانی کو ہم نے ابال کر زچہ خانہ میں کھلا ہوا رکھدیا اور ٹھنڈا ہونے پر ہم نے اسکو خوردبین سے دیکھا تو اس میں بھی جراثیم نظر آئے لیکن بہت کم تعداد میں۔ اب اس ابلے ہوئے پانی میں ہمنے لائی سول لوشن کے چند قطرے ملا دئے اور پھر خوردبین سے معائنہ کیا تو جراثیم کا بالکل پتہ نہ لگا۔ ہم ان پلیٹوں کا نقشہ دیتے ہیں کہ جو جراثیم کی کاشت کے لئے ہم کام میں لائے تھے اور جس میں مذکورہ بالا تین قسم کے پانی میں سے ہم نے ایک ایک قطرہ جدا ڈالکر جراثیم کی کاشت کی تھی،



شکل ۳
زچہ خانہ کے پانی میں جراثیم کی تعداد



شکل ۴
اس ہی پانی کو ابالنے اور زچہ خانہ میں کھلا رکھنے کے بعد جراثیم کی تعداد



شکل ۵
اس پانی میں "لائی سول" ملا دینے کے بعد جراثیم کی تعداد

ایک بالٹی پانی میں دو تین چمچے چھوٹے بھر کر لائی سول ڈالدینے سے کپڑے وغیرہ تر کرکے سکھانے کے لئے لوشن تیار ہوجاتا ہے۔ ہاتھ و جسم کو دھونے کے لئے سوا سیر پانی میں ایک چمچہ چھوٹا لائی سول کا ملا دینا کافی ہے۔ آبدست کے لئے ایک لوٹے پانی میں چند قطرے لائی سول کافی ہوتے ہیں۔ دوسری ترکیب لوشن تیار کرنے کی یہ ہے کہ پانی میں قطرہ قطرہ کرکے لائی سول ڈالا جائے اور جب بہت ہی ہلکا سفید سا رنگ پانی میں آجائے تو لائی سول لوشن تیار سمجھنا چاہئے۔ اگر اس کو جسم کے نازک و ملائم حصہ پر لگانے سے کچھ جلن سی محسوس ہو تو اسے ذرا ہلکا سا کر لینا چاہئے، جو اور پانی ملا دینے سے ہو سکتا ہے، اگر لائی سول کا انتظام نہ ہوسکے تو آپ کو اوپر معلوم ہوچکا ہے کہ کم از کم ابالا ہوا پانی جس کو حفاظت سے ڈھک کر رکھا گیا ہو کام میں لانا چاہئے۔ معمولی پانی ہرگز ہرگز کام میں نہ لائیں۔ آٹھ آنہ خرچ کرکے یا پانی کو ابالنے کی محنت کریں۔ اگر پرسوت کے بخار سے محفوظ رہنے کی امید ہوسکے تو میرا خیال ہے کہ غریب سے غریب اور سست سے سست لوگوں کو بھی بیماری کی تکالیف و اخراجات سے بچنے میں پس و پیش یا غفلت نہیں کرنا چاہئے۔

ایک طبیب سیّد زادی

اپنے دادا سر سید احمد خاں کے نقش قدم پر

سیدہ واجدہ بیگم صاحبہ فرماتی ہیں:- میرے والد ماجد عالیجناب حکیم سید ضیاء الحسن صاحب قبلہ ہمشیرہ زادہ سر سید احمد خاں صاحب بانی علی گڈھ کالج ایک سن رسیدہ اور نہایت تجربہ کار حکیم ہیں حکیم غلام رضا خاں صاحب مرحوم کے ساتھ ۱۹۰۹ء میں حیدر آباد دکن کے ایک بڑے رئیس کے معالجہ میں انہوں نے شہرت خاص حاصل کی۔ پھر ۳۰ سال تک حکیم اجمل خانصاحب مرحوم کے یہاں نہایت ہی ذمہ دارانہ اور اعلیٰ طبی خدمات انجام دیں۔ تجربہ و مہارت فن دونوں حیثیتوں سے آج دہلی میں صرف یہی طبیب رہ گئے ہیں جو سب سے پرانے حکیم ہیں۔ علاج کیا کرتے ہیں مسیحائی کرتے ہیں ان کے دامن شفقت میں میں نے پرورش اور فن طب کی تعلیم پائی ہے جو عمر بھر میں ذخیرہ ان کا ہے وہ میرا ہے۔ مشکل موقع آتا ہے تو ان سے مشورہ کرتی ہوں اور دہلی میں میرے سوا یونانی طبابت کی جاننے والی کوئی خاتون نہیں۔ جن جن بہنوں کو ڈاکٹری علاج سے نفع نہیں ہوتا مجھ سے رجوع کرتی ہیں اکثر کامیاب بمقصود اور شفایاب ہوتی ہیں بعض بے اولاد بہنوں کے اولاد میرے علاج سے ہوئی اور بہت سی بہنیں جو پرانی اور الجھی ہوئی بیماریوں میں مبتلا تھیں اچھی ہوگئیں اپنے دادا سر سید احمد خاں کے نقش قدم پر چلکر کہ انہوں نے اپنی زندگی قوم پر نثار کردی ہے، بہنوں کی خدمت طبابت کے ذریعہ سے کر رہی ہوں اور جو بہنیں کہ مجھ تک نہیں پہنچ سکتیں اب ان کے لئے یہ اشتہار شائع کرتی ہوں وہ اپنے حالات بند لفافہ میں مع ٹکٹ ۱/ مجھکو بھیجدیں میں خود اگر ضرورت ہوگی تو اپنے ستر سالہ والد سے مشورہ کرکے نسخہ تجویز کردوں گی اس کے بعد اختیار ہے کہ دوا جہاں سے منگالیں دوا ایک خاص اور بہت چلتی ہوئی دوائیں نمونہ کے طور پر رکھتی ہوں کہ جن سے والد صاحب کے مجربات کی عظمت و شان ظاہر ہوگی جن بہنوں کو نفع حاصل ہو میرے حق میں دعائے خیر کرتی رہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے میرے جد امجد حضرت رسول اللہ کی مرضی کا ہمیشہ تابعدار رکھے۔ آمین۔

روغن ناصور دندان

دانتوں کا ناصور جسے انگریزی میں پایوریا کہتے ہیں میرے پاس اس کی ایسی دوا ہے کہ یورپ اور ہندستان میں اس مرض کی اس سے بہتر دوا نہیں ہے۔ جنہیں یہ بیماری ہو ان کے پاس بیٹھنے والیاں گھن کھانے لگتی ہیں اور رفتہ رفتہ دق کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے جدید مغربی تہذیب نے اس بیماری کو عالمگیر کردیا ہے خدا کے لئے غفلت اور بے پروائی نہ کیجئے اور اپنی جان کا اور اپنے بال بچوں کا خیال کرکے کہ خدا نخواستہ ماں اگر نہ رہیں تو بچے کیسی بیکسی کے حوالہ ہو جاتے ہیں۔ جلدی اس موذی اور جان لیوا مرض سے چھٹکارا حاصل کر لیجئے قیمت فی شیشی عہ/

نوٹ:- اگر تندرستی میں اس روغن کا روزانہ استعمال رہے تو دانتوں میں کوئی بیماری نہ ہوگی اور خدا چاہے تو بڑھاپے میں بھی مضبوط رہیں گے۔

مصالحہ گیسو دراز

نہایت خوشبودار مصالحہ سر کے بال دھونے کا ہے جس سے بال بھر جاتے ہیں، ان کی جڑیں مضبوط ہو جاتی ہیں اور وقت سے پہلے سفید نہیں ہونے پاتے اور وہ بڑھتے اور گھنے ہوتے شروع ہو جاتے ہیں، دماغ کو قوت اور آنکھوں میں ایک تازگی آتی ہے اور سر کی خوشبو ہفتہ بھر تک قائم رہتی ہے ایسی عجیب چیز ہے کہ سبحان اللہ ایک دفعہ استعمال کرنے والیاں ہمیشہ اسی مصالحہ سے سر دھوتی اور بار بار طلب کرتی ہیں قیمت ایک پونڈ صرف عہ/

قسم دوم مصالحہ فی سیر ... فی پونڈ ۸/

اس کے علاوہ، نسوانی امراض کی تیر بہدف دوائیں میرے پاس ہیں۔ بہت سے اندرونی امراض کی جواب یافتہ بہنیں ہسپتالوں سے ناکام آنا پڑا تھا میری خدمت و تدبیر سے اچھی ہوگئی ہیں دواؤں کے بنانے کا کام میں اپنی نگرانی میں کرتی ہوں اس کام کو میں تنہا نوکروں پر نہیں چھوڑتی ہوں اسی سبب سے میری دوائیں اونچے اونچے گھرانوں میں بلکہ حکیموں کے گھروں میں شوق اور چاہت اور اعتبار کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں۔ خط و کتابت کے لئے ۱/ کا ٹکٹ بھیجا جائے

روغن نفیس افزا

یہ روغن اسم با مسمیٰ ہے بڑے جتن اور کوشش سے ... پھولوں کو پھولوں میں بسا کر اور دوا و دیگر مناسبت کے مزاج و موسم شامل کرکے بذریعہ مشین تیار کرایا گیا ہے اس میں کوئی سینٹ نہیں نہ اور خوشبوئیں اوپری شامل کی گئی ہیں یہ روغن خود ذاتی خوشبودار عطر کے جوہر سے

پتہ:- سیدہ واجدہ بیگم یونانی میڈیکل ہال، پھول منڈی مکان نمبر ۲۰، دہلی کوچہ تاراچند

شکستہ دل

جسوقت میرے غمگین دل کے ٹوٹنے کی خبر اس چمن میں پھیلی تو ذرہ ذرہ سوگوار ہوگیا۔ سرسبز درخت شدت غم سے زرد پڑ گئے، نونہال سبزہ نے رنج سے اپنا سر جھکا لیا۔ لطیف و تازہ خوشبو سے بھرے خوشرنگ گلاب کے نازک پھول اپنی مستانہ ادائیں پھیلا رہے تھے، ان سب کے سینے شق ہوگئے اور ان کی ایک ایک پتی بکھر گئی۔ نرگس کی آنکھ گریہ پیہم سے تر تھی۔ شمشاد اُداسی سے دم بخود حیران کھڑا تھا۔ گیندا اس المناک تصور سے زرد رُو ہوگیا تھا، لالہ کے دل میں اس غم سے کتنے ہی داغ پڑ گئے تھے۔ کوئل سیاہ لباس پہنے دردناک نغمہ سوزیں الاپ رہی تھی۔ پپیہا دردبھری آواز سے مصروف نالہ دلدوز تھا۔ گویا وہ بھی دور سے اپنی داستان غم سنا کر میرے رنج وغم میں شریک ہو رہا ہے۔ آہ اس کی آواز میں کیسا سوز ہے کیسا گداز ہے۔

باد نسیم نے جسوقت یہ خبر پھولوں کو سنائی اسوقت زمین و آسمان کی محرم یعنی شبنم نے بھی سن لی اور جب صبح کو آفتاب کی ضو نے اپنی سنہری روشنی پھیلائی اور اسکی ایک لمبی شعاع نے شبنم کے قطرہ کو محو کرکے آسمان پر پہنچا دیا تو اس نے وہاں جاکر سب حال من وعن کہدیا وہاں یہ خبر سنکر تمام ساکنان بالا نالہ کناں مصروف ماتم ہوگئے۔ بادل بے تابی سے ادہر ادہر گھومنے لگے اور ایسا روئے کہ ان کا ایک ایک قطرہ زمین پر گرکر جدا جدا سمندر ہوگیا غرضکہ اس فضا پر ایک دلدوز اُداسی چھائی تھی۔ آہ ایک غمزدہ دل کے ٹوٹنے میں جو مایوس ہو، مظلوم ہو، دنیا کے ہر جور کا ستایا ہوا ہو، ناانصافیوں حق تلفیوں کا شکار ہو، کس قدر سوز کیسا گداز اور کیا اثر ہے۔ ہاں جسوقت وہ ٹوٹتا ہے تو زمین لرزتی ہے اور آسمان کانپتا ہے۔ اور اس کے انتقام کے لئے خدا کی ذات ہے اور بس۔

ملکہ ہارنیس

ملکہ ہارنیس اپنے عہد میں حسین ترین خاتون شمار کیجاتی تھی اسکے

عدیم المثال و دلفریب حسن کا تمام عالم میں شہرہ تھا، قدرت نے جس طرح سے اسے حسن وجمال میں یکتائے روزگار بنایا تھا اسی طرح باطنی اوصاف حمیدہ سے بھی مالا مال کیا تھا وہ نہایت متین و سنجیدہ اور مجسم اخلاق و ہمدردی تھی، ہر فرد بشر اسکا گرویدہ مداح تھا لیکن افسوس ہے کہ باوجود ان اوصاف کے اسکی تقدیر ہمیشہ اس کے برخلاف برسرپیکار رہی زمانہ نے اسے کبھی کسی مسرت و شادمانی کا موقعہ نہیں دیا۔ ہمیشہ فلک ستمگار کی مشق ستم رہی۔ گویا اسکی زندگی وقف رنج و محن تھی باب مسرت وانبساط اطمینان اور راحت اسکی ورق زندگی میں معدوم تھا عالم طفلی سے لیکر ضعیفی تک ہمیشہ غم و الم اور مصیبت میں ہی اس نے بسر کیا جب وہ دس سال کی ہوئی تو تمام شہر میں آتش بغاوت پھیل گئی جسکا بانی خود اس کا باپ الیگزینڈر ہارنیس تھا چنانچہ اس نے تمام رعایا کو بادشاہ کے مخالفت پر آمادہ کیا اور ملک میں بے چینی و بدامنی پیدا کی جوزیفائین نے جب بغاوت کی آگ فرو ہوتے نہ دیکھی تو اپنے دو نو خوردسال بچوں کو لیکر وہاں سے روپوش ہوگئیں مارٹینک پہونچی اور وہاں اس نے بود و باش اختیار کی، اس اثنا میں الیگزنڈر اس کا شوہر بھی فرار ہوکر اپنی بیوی بچوں سے جاملا۔ اسوقت یہاں امن ہوچکا تھا۔ بادشاہ نے جوزیفائن کے اور اسکے شوہر کو گرفتار کرنیکا حکم صادر کیا۔ چنانچہ غنیم نے سراغ لگاکر دونوں کو مقید کردیا۔ ہارنیس اور اسکا بھائی جو اسوقت چار پانچ سال کا تھا دونوں انا کے سپرد ہوئے۔ غرض جیتے جی ہی دونوں بچے اپنے والدین سے بچھڑ گئے۔ ادھر والدین بھی ان لوگوں کے فراق میں بے چین و مضطرب تھے اور شب و روز ماہی بے آب کی طرح تڑپتے تھے۔ بڑی مشکلوں سے جوزیفائن نے ایک عورت کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اسکے بچوں کو ایک نظر قیدخانے کے باہر سے دکھلا کر اس کی مامتا کی آگ کو ٹھنڈی کرے، چنانچہ ایک دن وقت مقررہ پر وہ عورت آکر دونوں بچوں کو لیگئی والدین دونوں قیدخانہ کی کھڑکی سے اپنے بچوں کو دیکھکر خوش ہوگئے اور پھر یہ دونوں بھی نہال نہال ہوگئے تھوڑی دیر کے بعد دونوں بچوں کو والدین نے باچشم تر رخصت کردیا۔

اس واقعہ کے تھوڑے دنوں کے بعد جوزیفائن شہنشاہ نپولین کے حکم سے رہا کردی گئی اور اس کے شوہر کو بغاوت کے جرم میں قتل کردیا گیا، نپولین نے جوزیفائن کی خوبصورتی سے متاثر ہوکر اسکو اپنی زوجیت کا شرف بخشا اور اس کے دونوں بچے بھی اپنی ماں کے ساتھ رہنے لگے۔ تھوڑے دنوں تک ہارنیس نے اطمینان کی زندگی محل میں بسر کی لیکن چرخ کج رفتار کو اسکی یہ بیفکری و راحت نہ بھائی اور اسکو ہمیشہ کیلئے مبتلائے رنج و مصیبت کردیا شہنشاہ نپولین کا چھوٹا بھائی شہزادہ لوئیس ایک غریب و پست خاندان لڑکی پر مفتون تھا چونکہ ایسے ذی وقار و اعلیٰ مرتبت شہزادہ کے لئے یہ ناممکن تھا کہ ایک مفلس و نادار لڑکی سے شادی کرے اسلئے نپولین نے اس رکاوٹ کو نہایت خوش اسلوبی کیساتھ دور کردیا یعنی اس لڑکی کی شادی بوانٹ نامی ایک شخص سے جو اسکے مطابق تھا کردی۔ شہزادہ لوئیس کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو نہایت رنجیدہ ہوا لیکن اب بجز صبر کے کوئی چارہ نہ تھا۔ چنانچہ نپولین نے اس خیال کو اس کے دل سے بھلا دینے کے لئے اسکو کسی دوسرے ملک میں کام پر بھیجدیا اور اس کے وہاں سے واپس آنے کے بعد اس کی شادی بدنصیب ہارنیس سے

دونوں کے خلاف مرضی کردی گئی چونکہ یہ وابستگی شہزادہ کے خلاف طبیعت تھی اس لئے اس زبردستی و نارضامندی کا نتیجہ کچھ ہونا تھا ہوا، اور ایام عروسی میں دونوں کی طبیعت میں رنجش کی بنیاد پڑگئی اور بجائے الفت ہونیکے ایک دوسرے سے بیزار ہوگئے لیکن ملکہ ہارٹینس اپنی تقدیر پر شاکر تھی اور شوہر کے ہر حکم کو نہایت صبر و تحمل سے برداشت کررہی تھی۔ لوئیس جب تخت ہالینڈ پر رونق افروز ہوا تو اسکا سلوک بیوی کیساتھ اور بھی جابرانہ ہوگیا اور ملکہ باوجود متنفر ہونے کے اپنے شوہر سے نہایت خائف رہا کرتی تھی۔ تشدد کے علاوہ بادشاہ اپنی حسین ملکہ سے بدگمان بھی تھا اور ملکہ کی ہردلعزیزی اس کی نظروں میں مثل خار کھٹکتی تھی۔ چنانچہ اس نے چند جاسوس اس کی نگرانی کو مقرر کئے جو ملکہ کی ہر ہر بات کو نہایت تجسس کی نگاہوں سے دیکھتے تھے اور اسکی ادنیٰ ادنیٰ باتوں کی بادشاہ کو خبر دیا کرتے تھے۔ کوئی خط خواہ اسکی ماں ملکہ جوزیفائن کا ہی کیوں نہ ہو بغیر بادشاہ کی نظروں سے گذرنے کے ملکہ کو نہ دیا جاتا تھا اور تمام سہیلیوں دوستوں سے ملنے سے بھی محروم کردی گئی یہاں تک کہ اپنی ماں سے بھی بغیر بادشاہ کی اجازت سے نہ مل سکتی اسکی روزانہ نقل و حرکت کی اطلاع بذریعہ تحریر بادشاہ کو پیش کیجاتی ملکہ نے کس کس سے ملاقات کی کیا کیا باتیں ہوئیں دن بھر میں کتنی مرتبہ اپنے محل سے باہر آئی وغیرہ وغیرہ اس اثنا میں اس کے یہاں ایک فرزند پیدا ہوا بادشاہ کو اپنے ولی عہد ہونیکی بہت مسرت ہوئی مگر تھوڑے دنوں کے بعد وہ مرگیا اور دوسرا بچہ پیدا ہوا لیکن ان تغیرات کا میاں بیوی کے تعلقات پر کوئی اثر نہوا اور لوئیس کے دل میں کدورت بدستور قائم تھی۔ بارہا شہنشاہ نپولین نے اس ظلم ناروا پر اپنے بھائی کو چشم نمائی کی ہمیشہ اس کو ہارٹینس کے بارے میں سمجھایا کرتا لیکن پتھر میں جونک نہیں لگی۔ آخرکار جب ملکہ نے اپنے جابر شوہر کے سلوک سے تنگ آگئی اور اس کو بادشاہ سے اچھے برتاؤ کی امید نہ رہی تو اسکا پیمانہ صبر لبریز ہوگیا۔ اور وہ بادشاہ لوئیس سے بہزار وقت اجازت لیکر پیرس میں مع اپنے بچوں کے رہنے کے لئے وہاں بود و باش اختیار کی اور ڈچس آف سینٹ لو کے خطاب سے مشہور ہوگئی اس اثنا میں نپولین کا ستارہ اقبال گردش میں اگیا اور آرام و راحت کے روز روشن پر بدنصیبی کی گھٹا چھاگئی۔

چنانچہ فرانس کا مدبر شہنشاہ جو تخت پر جلوہ افروز ہوتا تھا سینٹ ہلینا میں مقید کردیا گیا۔ اس آڑے وقت میں کام آنیوالی اس کی وہی سچی غمخوار و چاہنے والی جوزیفائن تھی جسے اس نے طلاق دیدی تھی۔ اور اس مصیبت کے زمانے میں اس کے سوا کوئی تسلی دینے والا تک نہیں تھا ملکہ ہارٹینس جو ماں کے سبب سے بادشاہ تک سے سخت متنفر ہوگئی تھی اور جوزیفائن کی تقدیر پر اشک خونیں بہارہی تھیں نپولین کے اس مصیبت کی اسکی دردناک حالت کی خبر سنکر نہایت بیقرار اور مضطرب ہوگئی۔ کیونکہ شہنشاہ ملکہ ہارٹینس کو بہت چاہتا، اور اسکے حسن سلوک سے متاثر ہو کر ہارٹینس قیدخانے میں بادشاہ سے ملنے گئی جہاں صرف اسکی ماں ہی بادشاہ کے ٹوٹے ہوئے دل کو ڈھارس دینے والی تھی اور اپنا تمام جواہرات اور جو کچھ نقد اس کے پاس موجود تھا اس نے بادشاہ کے قدموں پر ڈالدیا تا کہ اس مصیبت میں اسکے مصرف میں آئے جب یہ خبر ظالم لوئیس کو ملی تو اس نے فوراً اپنی ملکہ کو گرفتار کرکے جلاوطن کردیا اور بچوں کو اس سے چھین لیا غرض اس بدقسمت شہزادی کے آخری ایام نہایت درد انگیز اور غمناک تھے اور وہ جلاوطنی میں اپنے بچوں کی صورت کو ترستی ہوئی اور آرام و راحت کو پھڑکتی ہوئی دنیا سے سدھاری۔

قیصرہ بیگم کلکتہ

عورتیں اور اخبار نویسی

حال میں ایک نہایت معزز خاتون نے جو کافی طور پر تعلیم یافتہ ہیں مجھ سے استفسار کیا کہ کیا موجودہ زمانہ میں کوئی خاتون صحافت کو پیشہ بنا کر خوشگوار زندگی بسر کر سکتی ہیں! میں نے ان محترم خاتون کو جو جواب ارسال کیا اسکا اختصار میں یہاں پیش کرنا اسلئے ضروری سمجھتا ہوں کہ دوسری بہنیں بھی اس خیال خام سے باز آئیں! خیال خام" کہنے کی مجھے اس لئے جرأت ہوئی کہ میرا شش سالہ تلخ تجربہ مجھے یہی بتاتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ دوسرے اصحاب کا تجربہ کچھ اور ہو گا لیکن میرا تجربہ یہی ہے۔ کیونکہ ملک کی بدنصیبی سے اخبار نویسی کی راہ ترقی میں جو سب سے بڑا روڑا ہے وہ یہاں کے انواع واقسام کے قوانین وضوابط ہیں کہ جن کی موجودگی میں کوئی آزاد اخبار خواہ وہ کتنا ہی بلند پایہ کیوں نہو ہرگز زندہ نہیں رہ سکتا، اگر کسی نہ کسی طرح وہ چل بھی رہا ہے تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ سخت مالی مشکلات کا مقابلہ کر رہا ہے یا کوئی" دست غیب" اسکی مدد کر رہا ہے۔ دوسری مشکل یہ ہے کہ یہ ملک تعلیمی لحاظ سے نہایت پست ہے یہاں اخبار پڑھنے والوں کی سخت کمی ہے۔ چنانچہ اخبار کی اشاعت اتنی کافی نہیں ہوسکتی کہ اخبار اپنے پیروں پر آپ کھڑا ہو سکے۔ تیسری مشکل اخبار کے ایجنٹ ہیں جن میں بہت بڑی تعداد ایسے بزرگواروں کی ہے جو اخباروں کی قیمت ہضم کر جانا اپنا خاص شعار سمجھتے ہیں۔ ایک اور مصیبت یہ ہے کہ ہندوستان میں تجارت کیلئے اشتہارات بڑھانے کا رواج اس قدر ترقی یافتہ نہیں ہے کہ اخبارات اس مد سے خاص فائدہ اٹھا سکیں اسی طرح کی اور کئی مشکلات ہیں جن کا مقابلہ کرنا بڑی مصیبت ہے۔ چونکہ میں خود روزانہ وہفتہ وار اخبارات کے ادارہ تحریر میں رہ کر اور خود اپنے اخبارات نکال کر ہر طرح اس میدان کا تجربہ حاصل کر چکا ہوں اس لئے شاید میں کہنے میں قطعی طور پر حق بجانب ہوں کہ جب مردان مصائب کا مقابلہ کرتے ہوئے گھبراتے ہیں اور حتی الامکان کوشش کر کے بھی کامیاب نہیں ہو سکتے تو پھر ہماری محترم خواتین کس طرح اس میدان میں کامیابی کا تصور کر سکتی ہیں۔ اگر ہماری کسی بہن کے سر میں یہ سودا ہے کہ وہ فن اخبار نویسی کو مستقل طور پر اپنا پیشہ بنائیں تو موجودہ صورت میں انہیں یہ خیال دل سے دور کر دینا چاہیئے البتہ شوقیہ مضمون نگاری میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ یہ امران کی علمی وسیاسی ترقی میں ممد ومعاون ثابت ہوگا،

من آنچہ شرط بلاغ است باتو می گویم

مظفر حسین شمیم چھڑی سی پی

ایس۔ آر کے صاحبہ کے افسانے

"نیرنگ"

(از جناب محمود الحسن صاحب صدیقی بی۔ اے ہمدیگ چیف ایڈیٹر ماہ فلک اسلطان)

گذشتہ اپریل میں عزیزہ ایس۔ آر کے صاحبہ نے ازراہ عنایت اپنی کتاب "نیرنگ" کی دو جلدیں میرے پاس بھیجیں کہ میں ان پر اپنی رائے لکھوں میں اپنی مصروفیتوں کے باعث کتاب کو کچھ عرصہ تک نہ دیکھ سکا لیکن اس بار علی گڈھ کے سفر میں مجھے اتنا موقع مل گیا کہ میں نے کتاب کو بالاستیعاب دیکھا۔

میں ایس آر کے صاحبہ کے اسلوب بیان سے پہلے سے متعارف تھا ان کے اکثر مضامین نظر سے گذر چکے تھے۔ اس کتاب میں ان کے افسانوں نے مجھے متحیر کر دیا۔ میرے خیال میں ایس آر کے صاحبہ نہ صرف عورتوں میں بلکہ اردو کے مرد افسانہ نگاروں میں بھی ممتاز درجہ رکھتی ہیں۔

خیالات کی فراوانی۔ پلاٹ کی یکسانیت اور استواری اظہار خیال پر پوری قدرت زبان میں ایک عالمانہ انداز اور سلاست کیا بلحاظ جدت اور ندرت، اظہار جذبات میں پوری صداقت، نفسیات انسانی پر پورا عبور۔ ان کے افسانہ نگاری کی خوبیاں کتاب پر عام حیثیت سے نظر ڈالنے کے بعد فوراً ہی پڑھنے والے پر اپنا اثر ڈالتی ہیں۔

ان کے بعض افسانوں کے پلاٹ تو اتنے دلچسپ اور دلنشیں ہیں کہ آپ کو مبہوت بنا دیں گے۔ آپ جب تک افسانہ پڑھتے رہیں اس کے کرداروں میں محو رہیں گے۔

آپکو شاید ہی کہیں یہ محسوس ہو کہ افسانہ نگار نے کسی کردار میں کوئی نفسیاتی غلطی کی ہے۔ ہر کردار مکمل اپنا مستقل اثر چھوڑ جانے والا۔ ہر کردار کو افسانہ میں پوری اہمیت حاصل ہے۔ آپ اسے ایک منٹ کے لئے نظر انداز نہیں کر سکتے۔ کوئی کردار آپکو بے نسبت نہیں ملیگا۔ ہر افسانے کا ایک مستقل مقصد ہر افسانہ سے ایک اخلاقی سبق لیکن آرٹ کی خوبی کو ہر جگہ قائم رکھتے ہوئے۔ افسانہ نگار کو اخلاقی نتیجہ خیز افسانہ لکھتے ہوئے اس کا اندیشہ ہوتا ہے کہ وہ کہیں افسانے میں محض واعظ اور خطیب ہو کر نہ رہ جائے۔ بلکہ آرٹسٹ بھی رہے۔ ایس۔ آر کے صاحبہ جہاں اخلاقی درس نہایت ہی پُر اثر پیرایہ میں دیتی ہیں وہاں ان کی خوبی آرٹسٹ کے طور پر بھی ساتھ ہی ساتھ نمایاں رہتی ہے۔

نفسیاتِ انسانی پر پوری دسترس، افسانہ نگار کی سب سے بڑی کامیابی کی ضمانت ہے۔ ایس۔ آر کے صاحبہ نفسیات سے پوری باخبر ہیں۔ اپنی صنف کی نفسیات کے اظہار میں اگر ان کو پوری قدرت ہو تو اتنا تعجب خیز نہیں جتنا کہ مردوں کے نفسیات کے اظہار میں ان کی کامل دسترس تعجب خیز ہے۔

ان کا افسانہ "شبہ" میرے خیال میں ان کا شاہکار ہے گو اختتام میں غالباً ضرورت سے زیادہ ٹریجڈی (غمناک انجام) پیدا ہو گئی ہے۔ تاہم اس افسانہ میں جس خوبی کے ساتھ انہوں نے دیور اور بھاوج کے مخلصانہ تعلقات دیور کی بڑی بھاوج سے پاک اور مصفا محبت۔ لیکن بڑے بھائی کا شک و شبہ میں پڑ جانا اور اس کا دونوں بھائیوں کے تعلقات پر ناگوار اثر اور پھر خود بھاوج کی اور بھائی کے باہمی تعلقات میں افسردگی کا پیدا ہو جانا اس تمام تسلسل واقعات کو انہوں نے جس خوبی اور کمال کے ساتھ نبھایا ہے وہ قابل داد ہے۔ اس افسانہ میں سب سے دلنواز لیکن سب سے زیادہ کامیاب کردار جعفر کی بھاوج کا ہے۔ دیور کی توجہات جن کے متعلق اس کو کامل یقین ہے کہ بالکل بے لوث ہیں

اور پھر شوہر کی بدگمانی کا احساس لیکن ساتھ ہی دیور سے اس کو پوشیدہ بھی رکھنا کہ شوہر بدگمان ہے۔ تاکہ اس کو بھائی سے رنج نہ پیدا ہو۔ تاہم دیور سے نہایت خوبصورتی کے ساتھ خلا ملا کو کم کرنا۔ اس۔ آر کے صاحبہ نے اس رخ کو خوب ہی کامیابی کے ساتھ ظاہر کیا ہے۔

ان کا دوسرا نہایت کامیاب افسانہ "ضمیر کی آواز" ہے۔ اس میں سلیم کا کردار حیات انسانی کا ایک بلند ترین تخیل رکھنے والے کا کردار ہے اصول صداقت کے لیے کس طرح انسان مصائب برداشت کرسکتا ہے۔ سلیم کا ایک اتفاقی جھگڑے میں پھنس جانا۔ اس پر ایک شخص کے قتل کا گمان ہونا۔ سزا پانی اور پھر قید خانہ سے چند مفرور ڈاکوؤں کے مجبور کرنے پر فرار ہوکر رہائی پانا۔ اپنی زندگی کو تبدیل کرکے ایک باعزت ڈاکٹر کی صورت میں شہرت حاصل کرنا۔ پھر نجمہ اور سلیم کی جو اب ڈاکٹر سعید کے نام سے موسوم ہیں محبت اور باہمی رضامندی کی شادی اور اس مختصر سی داستان محبت کا کامیابی کیساتھ افسانہ میں ادا کردینا۔ لیکن اتفاق سے سلیم کے ہم شکل آدمی کا گرفتار ہوکر داخل زنداں ہونا۔ اور سلیم کا اس کی اطلاع پانے پر حاضر عدالت ہوکر اسکی بے گناہی اور اپنی خطاکاری ظاہر کرنا اور باوجود خطاکار نہ ہونے کے پھر اپنے آپکو اسیر زنداں بنانے کے لیے تیار ہوجانا محض اس لیے کہ دوسرا شخص جو شبہ میں گرفتار ہوا ہے بالکل بے گناہ ہے۔ اپنے مرکز محبت کے کھوجانے کے بعد بھی اپنے زریں اصولِ صداقت پر قائم رہنا۔ ایک آئیڈیل اخلاقی کردار ہے۔

گنجینۂ صبر اس آر کے صاحبہ کا ایک اور بے انتہا پُراثر افسانہ ہے نسیم اور مسز نسیم کی زندگی میں انہوں نے کس کامیابی کے ساتھ ایک پُرمحبت اور درخشندہ ازدواجی زندگی کا نمونہ پیش کیا ہے۔ شوہر اور بیوی کس طرح رنج و راحت کے سچے شریک ہونے چاہئیں۔ سچی محبت ہر افتاد زندگی کو پرلطف بنادیتی ہے! مال و دولت میں جہاں اس کے دم سے عیش و مسرت کی فراوانی ہے وہاں غربت و ناداری میں سچی محبت دنیا میں جنت کا سامان کردیتی ہے

"جستجوئے مسرت" ان کا سب سے زیادہ موثر جذباتی افسانہ ہے اسمیں انہوں نے اپنی جذبات نگاری کا نہایت مکمل نمونہ پیش کیا ہے۔ اس افسانہ میں جہاں ایک طرف وہ سوتیلی اولاد کے ساتھ خراب برتاؤ میں اپنی صنف کو ملزم قرار دیتی ہیں وہاں آگے چلکر وہ مردوں کے بھی تلوّن کا ایک افسوسناک نمونہ پیش کرتی ہیں۔ شوہر کے ظلم اور بے پروائی اور رونا دھونا نسوانی کا تابناک نمونہ رشید اور اس کی رفیق حیات کے کردار میں دکھایا گیا ہے۔

اپنی صنف کی بے بسی اور مردوں کے بیجا ظلم و ستم ان مظاہر سے متاثر ہوکر وہ رشید کی بیوی کے الفاظ میں کہتی ہیں :-

"آہ اس ہندوستان کی سرزمین پر چشم فلک نے کیا کیا ظلم نہیں دیکھے۔ جو غریب عورتوں پر ٹوٹے ہوں گے۔ ان کے پیدا ہونے کے بعد سوائے مردوں کی محکومیت کے کسی دوسری آزاد طریق سے رہنا کبھی گوارا نہیں کیا گیا۔ ہاں! اسی سرزمین پر وہ ایک عضو معطل اور شئے باطل کی طرح زندگی بسر کرتی رہیں مردوں کے دلوں سے یہ خواہش اور جذبہ کبھی جدا نہ ہوسکا۔ کہ وہ ان کی روح ان کے جسم اور ان کے محسوسات پر ایک جابرانہ غلبہ حاصل کرکے ان کو مثل پالتو جانور کے تا مدت العمر اپنے قبضہ اختیار میں رکھیں"

"آہ! سوسائٹی کی یہ ظالمانہ رسمیں اور مردوں کی یہ خودغرضیاں اور ناانصافیاں کیسی حوصلہ شکن کیسی ستم آفریں اور ناقابلِ عفو ہیں"

"احساسِ فرض" ایک اور نہایت سبق آموز اخلاقی افسانہ ہے۔ انسانی ہمدردی، شرافت نفس، وضعداری اور اس کے ساتھ احسان شناسی و سعادت مندی کا بہترین نمونہ شیخ محمد عمر صاحب اور شہید کے کردار میں ہے۔ ایک یتیم بچہ کی غربت اور ناداری سے متاثر ہوکر کس طرح شیخ صاحب اس کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرتے ہیں۔ اور اپنی اولاد کی طرح تازندگی اس کے ساتھ تعلقات قائم رکھتے ہیں اور ساتھ ہی کس طرح شہید کامل احسان شناسی اور سعادتمندی کا

ثبوت دیتا ہے۔ اور تعلیم کے بعد ایک معزز عہدہ پر فائز ہو جانے کے بعد بھی اسی طرح اپنی نیازمندی کو قائم رکھتا ہے۔ لیکن اس افسانہ میں فرض شناسی اور انصاف کا بھی کتنا حیرت انگیز مظاہرہ ہے۔ جب شہید کے سامنے بحیثیت ایک جج کے شیخ صاحب کا لڑکا قتل کے مقدمہ میں ماخوذ ہو کر پیش ہوتا ہے تو پھر شہید ایک طرف احسان مندی اور دوسری طرف انصاف اور فرض شناسی کی کشاکش میں مبتلا ہو کر کس طرح اپنے ہوش وحواس ہی کھو دیتا ہے۔

"بیوی کی محبت" اس افسانہ میں ایس۔ آر۔ کے صاحبہ نے ایک تعلیم یافتہ روشن خیال شوہر اور اس کی محب بیوی کی پرمسرت اور کامل طور پر متحد حیات کا کتنا دلچسپ رخ دکھایا۔ یہ افسانہ موجودہ دور میں واقعی ایک آئیڈیل زندگی پیش کر رہا ہے کمال جب اپنے جہازوں کی تباہی کے بعد ایکدم دولت و ثروت کی زندگی سے غربت کی زندگی اختیار کرنے پر مجبور ہوئے تو ان کی رفیق حیات لیلی نے کس طرح اپنی محبت، ایثار وخوش سلیقگی سے ان کی غریبانہ زندگی کو بھی قناعت، مسرت وشادمانی اطمینان کی دولت سے معمور کر دیا ہے۔

"زندگی کی آخری شب" مختصر لیکن نہایت دردناک جذباتی افسانہ ہے۔

بستر مرگ پر اپنی حیات سے مایوس نوعمر مرلضیہ کے جذبات کا اظہار جو اپنے منگیتر کی بیوفائی سے مجروح ہے۔ اس افسانہ میں اس آر کے صاحبہ نے وفائے نسوانی اور مردوں کے تلون کا مقابلہ کیا ہے۔

مرلضیہ اپنی ہونے والی ساس سے پوچھتی ہے۔

"امی جان۔ کیا یہ سچ ہے کہ مردوں کی ذات پر کبھی اعتبار اور یقین نہ کرنا چاہیئے؟"

منصف مزاج اور خدا ترس عورت کے الفاظ میں اس کا جواب بھی سنیئے:۔

"میرے خیال میں ذرا شبہ نہیں ہے جب میرا سرتاج میرے دل پر ایک فاتح کی حیثیت سے حکمراں ہوا اور میں نے اس کی ذات میں دنیا کی مجموعی خوبیاں محسوس کیں۔ تب بھی اس بات پر کبھی صدق نیت سے اعتبار نہیں لائی۔ کہ میری یہ خوشی غیر فانی ہے۔ مردوں کا دل ایک کنول کے پتے کے مانند ہے جس پر سے محبت پانی کے قطروں کی طرح ڈھلک جاتی ہے۔ اور اپنا ذرا نام ونشان نہیں چھوڑتی"

"نیکی کا بدلہ" اس آر کے صاحبہ کا محض تخیلی افسانہ ہے کیونکہ اس افسانہ میں کوئی ایک رخ بھی ایسا نہیں ہے جس کا نسوانی زندگی کے کسی شعبہ سے کوئی تعلق ہو۔ اور جس کا انہوں نے ذاتی طور پر کچھ اندازہ کیا ہو۔ تمام کردار مردوں کے ہیں کالج کی زندگی ان کے لئے محض ایک تخیلی شے ہے لیکن انہوں نے اس خوبی کے ساتھ اس کے تمام رخ ظاہر کئے ہیں جس سے مترشح ہوتا ہے کہ خود افسانہ نگار کو اس فضا میں تعلیم پانے اور زندگی بسر کرنے کا موقع ملا ہے۔ لیکن اس آر کے صاحبہ کا جو ماحول زندگی ہے۔ اس سے یہ بہت بعید ہے کمال کی زندگی کے اس افسانہ میں معاشرتی پہلو بھی دکھاتے اور وہ سب میرے خیال میں بطور ایک سبق کے ہیں۔

"طلاق" ان کا ایک بہت مختصر افسانہ ہے۔ جس میں تسلسل واقعات زیادہ ہیں۔ بلکہ محض مضمون کو موثر کر دینے کے لئے معلوم ہوتا ہے افسانہ کا پیرایہ اختیار کر لیا گیا ہے۔ افسانہ میں ازدواجی زندگی کے متعلق بعض نہایت ہی باریک حقائق ہیں اور ان مردوں کے لئے جو اپنی ازدواجی زندگی کو ذراسی کشمکش اور اختلاف پیدا ہو جانے کی صورت میں مجنونانہ طور پر تباہ کر ڈالتے ہیں۔ ایک بڑا درس عبرت ہیں۔

"ایثار عظیم" بھی ایک نہایت دلچسپ اور نتیجہ خیز اخلاقی افسانہ ہے۔ جس میں انسانی ہمدردی اور دوسروں کی جان بچانے کے لئے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دینے

کے شریفانہ اور شجاعانہ جذبہ کو نمایاں کیا گیا ہے۔

سمندر کے سفر میں ایک جہاز کی تباہی کا ہولناک منظر ڈوبتے ہوئے جہاز پر لوگوں کی سراسیمگی اور اس اثناء میں افسانہ کے ہیرو کا ایک عورت کو جو اپنے شیر خوار بچہ کو سینہ سے لگائے کشتی میں اترنا چاہتی تھی۔ اپنی جگہ دے دینا اور کپتان کے اصرار کے باوجود اپنے آپ کو طوفانی موجوں کے حوالہ کر دینا کتنا بہادرانہ فعل تھا۔

عورت اس عدیم المثال ایثار پر متحیر تھی۔ اور اپنے محسن کی سلامتی کی دعا گو تھی۔

"رشک" یہ ایک اور نہایت دلچسپ اور پُرلطف افسانہ ہے۔

مرد اور عورت کے جذبات رشک کی فطری انتہا تقریباً ایک سی ہے لیکن مرد اپنے جنسی تفوق کی بنا پر عورت کے جذبات کا صحیح احساس پورے طور پر نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر عورت کی جانب سے خفیف سے بھی وجوہ شک پیدا ہو جائیں تو رشک کے خوفناک اور پریشان کن جذبات سے وہ بالکل مغلوب ہو جاتے ہیں۔

ریحہ اور ثاقب کی زندگی کے دو رخوں میں یہ فرق خوب ظاہر کیا گیا ہے۔

"راہ ہدایت" نیرنگ میں اس آر کے صاحبہ کے مجموعہ کا آخری اور نہایت ہی سبق آموز اور نتیجہ خیز افسانہ ہے۔

تعلیم کے اثرات انسانی کیرکٹر پر کس انداز میں نمایاں ہونے چاہئیں۔ تہذیب معاشرت کی حقیقی خوبیاں کیا ہیں یہی مذہبی زندگی کے لئے راہبانہ اور درویشانہ فضا ہی درکار نہیں ہے بلکہ وہ دنیاوی منزلت اور جاہ منصب حاصل کرنے کے بعد بھی اپنی روح پرور روشنی کے ساتھ نمایاں رہ سکتی ہے۔

افسانوں کے آخر میں "مزنہ" "ایک ڈراما" بھی ہے جس میں عہد عباسیہ کا ایک پُر عبرت رُخ دکھایا ہے

غرض اس۔آر کے صاحبہ کے یہ افسانے جو نیرنگ کے عنوان سے شائع ہوئے ہیں اور عہ میں دفتر عصمت دہلی سے ملتے ہیں۔ بحیثیت مجموعی جہاں مصنفہ کے آرٹ کی خوبیوں کو نمایاں کرتے ہیں۔ وہاں ان کے اس بلند اخلاقی نصب العین کو واضح کرتے ہیں جس پر وہ اپنی سوسائٹی کے تمام افراد کو دیکھنا چاہتی ہیں۔ جہاں وہ ایک معاشرتی ریفارمر کا کام کرتی ہیں وہاں وہ ایک بلند معیار پر اخلاقی اصلاح کا مشن پورا کر رہی ہیں۔ اگر ایک طرف وہ اپنی صنف کے انسانی حقوق کا تحفظ چاہتی ہیں تو دوسری طرف وہ عورتوں میں کامل درجہ کا ایثار۔ وفا پرستی کا جوہر دیکھنا چاہتی ہیں وہ ہرگز اس موجودہ دور کی آزادی نسواں کی جس کو صنفی انارکزم کہنا چاہیئے حامی نہیں۔ بلکہ اعتدال حقیقی مساوات، محبت اور اعتماد، انصاف اور رواداری کی بنیادوں پر اپنی قوم کی معاشرت کی تعمیر چاہتی ہیں۔

مجھے اُمید ہے کہ ملک میں ان کی افسانہ نگاری کو وہ مقبولیت حاصل ہوگی جس کی وہ بجا طور پر مستحق ہیں اور ہم جلد ہی اس آر کے صاحبہ کے افسانوں کے مجموعے کے دوسرے حصے کو اسی آب و تاب اور اہتمام کے ساتھ اشاعت پذیر دیکھیں گے۔



دن بھر بستر پر - اگر گرمی نے پریشان کر دیا ہو اور مزاج میں چڑچڑا پن پیدا ہو جائے اور اعصاب میں تھکن ہو تو ایکدن بستر میں لیٹے لیٹے گذار کے تو دیکھیں - پیش بینی اور عقلمندی سے یہ ترکیب ایک ہفتہ پہاڑ پر قیام کرنے کے برابر فائدہ دے سکتی ہے - لیکن اسباب کا ضرور خیال رہے کہ بستر پر لیٹنے کا ارادہ کرنے کے ساتھ دل میں یہ ذرا بھی احساس نہ ہو کہ طبیعت کچھ ناساز ہے - درد سر کا ذرا بھی شائبہ نہ آئے نہ زکام کا قصور بھی ہو - ان حالات میں کوئی بھی بستر پر لیٹنے کا آرام نہیں حاصل کر سکتا البتہ ایسی تکلیف میں بستر قابل برداشت ہوتا ہے اور کوئی چیز اتنی دل پسند نہیں ہوتی -

آپ کو شاید یہ خیال آئے کہ اگر ہم دن بھر پلنگ پر سوار رہے تو بس گھر میں کام ہو لیا - مامائیں چھٹی پا جائیں گی اور باہر کے ملازم الگ چین سے سوئیں گے - بیشک ملازم بہت کم کام کرینگے - لیکن اگر آپ کو یقیناً یہ خیال ستاتا ہے کہ نوکر باتیں ملکار رہے ہیں برتن دھونے اور دیگر خانگی کام کرنے کی بجائے ایک دوسرے سے چہل کر رہے ہیں اور آپ اس تصور سے جیبا بجبیں ہیں اور غصہ میں لال پیلی ہو رہی ہیں تو ضرور کچھ نہ کچھ تدبیر سوچنی چاہیئے ان کے لئے نہیں بلکہ آپ کے لئے - وہ نسخہ کم خرچ بالا نشین دن بھر بستر پر لیٹا رہنا ہے -

جس روز آرام کرنا مطلوب ہو اس سے ایک روز پہلے روزمرہ کے مقابلہ میں نوکروں سے دگنا کام لے لیں اور دوسرے روز کے کھانے کا اہتمام بھی کر دینا چاہیئے جب آپ ایک روز کی چھٹی پر جائیں تو ملازمہ سے کہدیں کہ کچھ بھی ہو آپ کو اس روز مطلق نہ ستایا جائے -

اس روز آپ کچھ کام نہ کریں نہ تقاضا خطوط لکھیں نہ اپنی کوئی یادداشت لکھیں نہ سلائی وغیرہ کا کام کیا جائے - اس آرام کا مقصد یہ ہے کہ جو کام اس روز ضروری کرنا ہے وہ لازمی طور پر نہ کیا جائے - اس روز کوئی ثقیل غذا نہ کھائی جائے - پیاس کے وقت عرق سنگترہ پی لیں وقت مقرر کر دیں کہ گیارہ بجے چاء اور بسکٹ آپ کے پاس پہنچ جائے - مطلب تو یہ ہے کہ آرام کے ساتھ ساتھ صحت و خوبصورتی میں اضافہ ہو اور یہ بات دل کو ہر قسم کی چپقلش سے پاک رکھنے سے میسر آسکے گی -

اس روز دل خوش کن لباس پہنیں اور حسین نظر آنے کا اہتمام کریں - کوئی لطیفہ کی کتاب یا مزیدار قصہ یا کوئی سلیس رسالہ سرہانے رکھ لیں کہ کبھی کبھی نظر اُدھر پڑ جائے تو مضائقہ نہیں - کسی سے اپنا یہ راز نہ کہیں کہ دن بھر آرام کرنا مقصود ہے حتیٰ کہ شوہر سے بھی منہ بنا کے اور تکلیف کی سی کیفیت پیدا کر کے کہدیں کہ طبیعت ناساز ہے - دن بھر آرام کرنا ضروری ہے کوئی پاس نہ آئے شوہر کا گھبرا کے کہنا کہ خدا خیر کرے اور دن بھر تشویش کرنا اس پر لطف خود ساختہ ناٹک میں ایسا ہی مزیدار ہے جیسے مدرسہ کے بچوں کا خواہ مخواہ تغا غانہ میں بہانہ پڑے رہنا یا کوئی

ایسی ترکیب کرنا کہ مدرسہ نہ جانا پڑے -

سرخ بال - گوری رنگت پر گرمی دہوپ کا جلد اثر پڑتا ہے - زرد زرد دھبے نمودار ہونے لگتے ہیں اور اگر احتیاط نہ کی جائے تو یہ دھبے بڑے ہونے چلے جاتے ہیں اور گوری رنگت خراب ہوجاتی ہے - چہرہ گردن اور باہوں پر اچھی کریم علی الصبح لگا کے دن بھر لگی رہنے دینی چاہیئے اور چھتری کا بخوبی استعمال کرنا چاہیئے - کچھ کچھلیشن یا لیمن (گلیسرین لوشن) یا کوئی نئی سٹرابیری کریم بڑی کارآمد ثابت ہوگی - گھر پر بھی ایک دوا بنائی جاسکتی ہے جو یہ ہے - تین چھٹانک تازہ دودھ میں دو چمچے ملائی ڈالیں اور اس میں ایک لیمو نچوڑ دیں اور او ڈی کولون کی چوتھائی شیشی (یا گلاس) نصف چمچہ مصری اور ایک چٹکی پھٹکری کی اس میں ملائیں - اس کو ابالیں - احتیاط سے جھاگ اُتارتے رہیں اور ٹھنڈی ہونے پر شیشی میں بند کرکے رکھدیں - دن بھر میں دو تین مرتبہ کاٹن وول (۳۰،۴ روئی) سے چہرہ گردن اور بازوؤں پر لگائیں -

اگر چہرہ پر دھبے بری طرح پڑگئے ہیں تو کوئی برانز پاؤڈر bronze Powder اور کوئی اوکر پاؤڈر ochre Powder بنیاد کے طور پر استعمال کریں - اس سے دھبے نہ صرف چھپ جائیں گے بلکہ جلد کی حفاظت بھی ہوگی - رات کو کوئی سفید یا سرخ پوڈر چھڑک لیں - لاکھے (اوٹ) کی ضرورت نہیں - سرخ بال اور گورا رنگ ہی کافی ہے لیکن اگر یہ لگایا ہی جائے تو زردی مائل سرخ اور لگائیں

چونکہ سرخ بال جلد سفید ہوجاتے ہیں تو وقتاً فوقتاً بالوں کی ویسی دوا hairtonic استعمال کی جائے جس میں گندھک یا جے بورنڈی Jaborandi شامل ہو اور ویسی غذا کھائی جائے جس میں فولاد پیدا کرنے کی زیادہ قوت ہو جیسے انڈا انگور کشمش اور بھوسی دار روٹی - کوئی فولادی ٹانک Tonic بھی استعمال کرنا فائدہ دیتا ہے

پالتو جانور - کتوں کے جب خارش ہوجاتی ہے تو وہ خود پریشان ہوتے ہیں اور پالنے والے الگ پریشانی میں مبتلا ہوجاتے ہیں - نیز لوشن اور دواؤں کے صابن آرام دینے کے بجائے اور تکلیف بڑھادیتے ہیں مندرجہ ذیل طریقہ زیادہ مؤثر ہے اور کارگر پایا گیا ہے - پہلے کتے کو کیسٹائل castile صابن مل کے نہلائیں - خشک کرکے یونیورسل مینج universal Mange لوشن لگائیں - اگلے دن کیسٹائل صابن سے پھر نہلائیں اور دوا لگائیں اور اگلا دن ناغہ کریں - اسی طرح ایک دن چھوڑ چھوڑ کے صابن سے نہلاتے اور دوا لگاتے رہیں پچھلے کسی صاف بوری کے ٹکڑے سے باندھ دیں تاکہ وہ کھجا نہ سکے - جب تک اچھا نہ ہوجائے گوشت بالکل نہ دیں - بسکٹ چاول دال وغیرہ دیں - شوربہ چاول کے ساتھ دے سکتے ہیں اور ایک خالی ہڈی -

طوطوں کے پنجروں میں لکڑی یا کوئی اور سخت چیز ڈالدی جائے تو وہ ان سے کھیلنے کے علاوہ انہیں کترتے رہتے ہیں اس سے چونچ بے طرح بڑھنے نہیں پاتی - اگر ایسا نہ کیا جائے تو بعض طوطوں کی چونچیں لمبی ہوکے خراب ہوجاتی ہیں -

مرغیوں کو زکام زیادہ ہوجائے تو ان کے ڈربہ میں چونا پھیلایا جائے اور انہیں سلفیٹ آف کاپر ۳ اونس اور سلفیٹ آف آئرن ایک اونس سرکہ ۱۴ ½ چھٹانک میں ملائیں اور ۳ سیر ۲ چھٹانک پانی میں اس دوا کے دو چمچے ملا کے پلاتے رہیں اور کوئی اور چیز نہ پینے دیں - ترکاری کتر کتر کے کھلائی جائے -

ہنسی خوشی کی برکت ہر شخص پیدائشی زندہ دل ہے - یہ ہماری بچپن کی ر
ہقام کا نتیجہ ہے کہ بچے جوان ہوکے غم وحسرت کی تصویر بن جاتے ہیں یا ہم خود عمر کے ایک خاص حصہ پر پہنچکر زندہ دلی کو بھول جاتے ہیں اور مردہ دلی کا مرقع بن جاتے ہیں - بچوں کو دیکھو وہ بھی

گھٹیوں نہیں چلتا پلنگ پر پڑا بعض زندہ دلیوں کا ثبوت بنا ہے۔ جب بڑے ہو جاتے ہیں اپنے افکار کے ہجوم میں انکا شور و شغب ہمیں برا معلوم ہوتا ہے اور ہم ان کی پرمذاق یادگی کی آواز پر انہیں دھمکا کے چپ کر دیتے ہیں۔ بہت برا ہے۔ ضبط اور جبر ہے اور تشدد اور چیز۔ ہم قرینہ اور قاعدہ سے ان کے شور و غل کو ضابطہ کی صورت دے سکتے ہیں۔ لیکن دباؤ اور پابندی سے ہم ان کی زندگیاں خراب کرتے ہیں۔

ہمیں لڑکیوں کی تربیت میں خاص احتیاط برتنی چاہیئے انہیں کل آیندہ نسلوں کی مائیں بننا ہیں اور گھر کی منتظمہ۔ ایسی اُستانیوں کی زیر نگرانی انہیں ہرگز نہ رکھا جائے جو ہنسی اور زندہ دلی کو جانتی ہی نہ ہوں۔ جن کی صورت پر حسرت و اندوہ برستے ہوں۔ بچپن کی تربیت کا نتیجہ ہے کہ اکثر مرد و عورت کی متاہل زندگی رنج و غم میں گزرتی ہے۔ ذرا اس لڑکی کا خیال کیجئے جو صبح کے وقت اپنے شوہر کو ہنسی خوشی دفتر کے لئے رخصت کرتی ہے۔ اور اس سے مقابلہ کیجئے جو صبح ہی سے جھنجھلاتی اٹھتی ہے۔ ان دونوں کا بھی مقابلہ کیجئے جو گھر صاف ستھرا کر کے اچھا لباس بدل کے اپنے دفتر سے آنیوالے شوہر کے خیر مقدم کے لئے تیار ہوتی ہے اور وہ جو کام میں لگی ہوئی بدحواس کے آنے پر بھی برابر لگی ہوئی ہے اور اس کے آنے کو خلل اندازی سمجھتی ہے۔ کوئی اس موخر الذکر بیوی کے طرز عمل کو پسند نہ کرے گا کہ وہ کس طرح ایک قابل محبت رشتہ سے کس قدر تغافل برتتی ہے۔ یہ آسانی سے آپ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ ان دونوں قسم کی لڑکیوں میں سے کونسی متاہل زندگی خوشی و خرمی سے گذار سکتی ہے۔

بیویوں کو زیادہ ہنس مکھ مزاج اختیار کرنا چاہیئے۔ مرد بچارا تو آفت کا مارا صبح سے شام تک روٹی کمانے کے دھندوں میں بدحواس ہوتا ہے اور اُسے سدھ بدھ کی خبر نہیں رہتی۔ عورت کا دائرہ گھر میں محدود ہے۔ وہ زندگی کو خوشنما بنا سکتی ہے ایک محض مزاج درست رکھنے سے۔

ناک کی سلامتی - آیا آپ کی ناک ایک عطیہ ہے یا قضیہ اس کا جواب خود آپ پر منحصر ہے۔ اگر ناک لمبی ہے تو وہ کاٹی نہیں جا سکتی۔ اسے نبھانا چاہیئے اس کے لئے بالوں کو آگے سے پیچھے کی طرف کھینچ کے چٹیا باندھنی چاہیئے اور اگر ناک معمول سے زیادہ بڑی ہے تو گردن کے پیچھے نیچے کی طرف بالوں کا جوڑا بنا کے رکھیئے تاکہ توازن قائم رہ سکے۔ زکام سے بچیں نہایت نرمی اور آہستگی سے چھینکیں تاکہ نتھنے بڑے نہ ہوں۔ بہت سے خوشنما چہرے ناک کے گرد مساموں کے بڑے ہو جانے سے اور جھائیوں سے خراب ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ذرا ذرا سی شکن کی بھی سخت احتیاط کریں۔ میدہ میں دودھ ملا کے ہر روز صبح کے وقت ناک کے گرد ان مقامات پر تھوڑی دیر تک لگائے رکھیں اور خشک ہونے پر آہستہ آہستہ مل کے اتار دیں اس سے مسام صاف اور چھوٹے رہیں گے یا سوتے وقت مساموں کی کریم لگائیں۔

لال ناک سے بچنے کی کوشش کرتے رہیں۔ علاج سے تدبیر بہتر ہے۔ بات کی جڑ پکڑیں۔ لال ناک پتلی اور کمزور کھال خون کی گردش کی کمی یا کمزور جگر کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ ناقابل ہضم غذاؤں اور محرک اشتہا مرغن کھانوں اور بہت گرم پینے کی چیزوں سے بچیں۔ میوہ اور ترکاریاں خوب کھائیں۔ اور کچھ عرصہ تک روزانہ صبح نمکوں کا استعمال کریں۔ باقاعدہ ورزش کریں اور ایسی طاقت بخش دوا جس میں فولاد کا جزو شامل ہو استعمال کرتے رہیں تو اچھا ہے۔

غذا کے علاوہ ہر رات کو عمدہ جلدی غذا ناک میں ملکے جذب کرنی چاہیئے اور صبح کو کھال کسنے والی دوا لگانی چاہیئے جس میں کسا *Tannin* شامل ہو زیادہ مفید ثابت ہوگی۔ ایسی دوا ہر دوا ساز آپ کے لئے تیار کر دے گا۔ اگر خون کی گردش کی کمی سے یہ شکایت ہے تو بجلی کے علاج سے یہ تکلیف دور کی جا سکتی ہے اور اگر سنگھاری سرکہ منہ دھونے کے پانی میں ملا کے استعمال کیا جایا کرے تو عموماً اس شکایت

کا اعادہ نہیں ہوتا۔ ایسی چمکدار ناک کے لئے مندرجہ ذیل لوشن نہایت کارآمد ہوسکتا ہے۔ ایک ڈرام بورلیک ایسڈ چار اونس اوڈ واٹر میں لاکے بوتل میں رکھیں اور اسے گرم پانی کے برتن میں کھڑی کردیں حتی کہ بورلیک گھل جائے۔ قطرہ قطرہ کرکے ۲۵ بوندیں سادہ ٹنکچر بنزوئن ملائیں۔ خوب ملائیں اور دن میں تین مرتبہ ملائم روئی سے ناک پر لگائیں۔ ناک پر بہت زیادہ پوڈر نہ لگائیں۔ چہرہ کے پوڈر کے مقابلہ میں ذرا ہلکے پوڈر کا ناک پر استعمال کریں اور اگر چمک کرنے والا لوشن جو آجکل بازاروں میں بکتے ہیں لیکے ناک پر ہر صبح لگائے جائیں تو بار بار پوڈر لگانے کی ضرورت نہ رہے اور کم بختی بار بار پوڈر لگانا اس شکایت کا باعث ہے وہ جاتا رہے۔

خانگی ٹوٹکے

جب کلپ لگے ہوئے کپڑوں پر استری کی جائے تو بعد میں اسے اچھی طرح دھولینا چاہیئے۔ گرم پانی میں صابن ملاکے ایک چمچہ امونیا ملائیں اور دھوئیں۔ اگر کلپ والے کپڑوں پر استری نہیں کیگئی تو محض تار کی جالی پر رگڑنا کافی ہوگا۔ اکثر بیبیوں کو کھانے کے بعد اپھارہ اور خمار کی شکایت ہوجایا کرتی ہے۔ زینہ پر چڑھتی ہیں تو سانس پھول جاتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ بے اعتدالی سے یہ بدہضمی کی شکایت پیدا ہوتی ہے۔ کام زیادہ کرنا اور دل کی قوت سے زیادہ اس پر زور ڈالنا۔ علاج یہ ہے کہ کھانا ایسا نہ کھایا جائے جسمیں وزن تو ہو لیکن قوت نہ دے۔ کھاتے وقت کچھ نہ پیا جائے بلکہ ڈیڑھ گھنٹہ بعد پانی یا چایا جو کچھ پینا چاہیں پیا کریں اور کھانے کے بعد یا تو گھنٹہ بھر خاموش بیٹھی رہیں یا لیٹ کے آرام کریں۔

کپڑے دھونے کے پانی میں معمولی نمک کا ایک بڑا چمچہ اور سرکہ کی ایک چمچہ ملالیں۔ رنگین کپڑوں کا رنگ خراب نہ ہوگا۔

انڈا پھانٹتے وقت ذرا سا نمک ملالیا کریں

چینی یا مٹی کے برتن پر دھبے پڑجائیں اور مٹانے نہ مٹیں تو نمک اور سرکہ ملاکے دھبوں پر ملیں۔

کانسی کے برتن پر دھبے پڑجائیں تو ٹھنڈے پانی میں امونیا کے چند قطرے ملائیں۔ کپڑے پر میٹھا تیل لگاکے اسپر یہ مرکب لگائیں اور خشک کرکے رگڑدیں۔

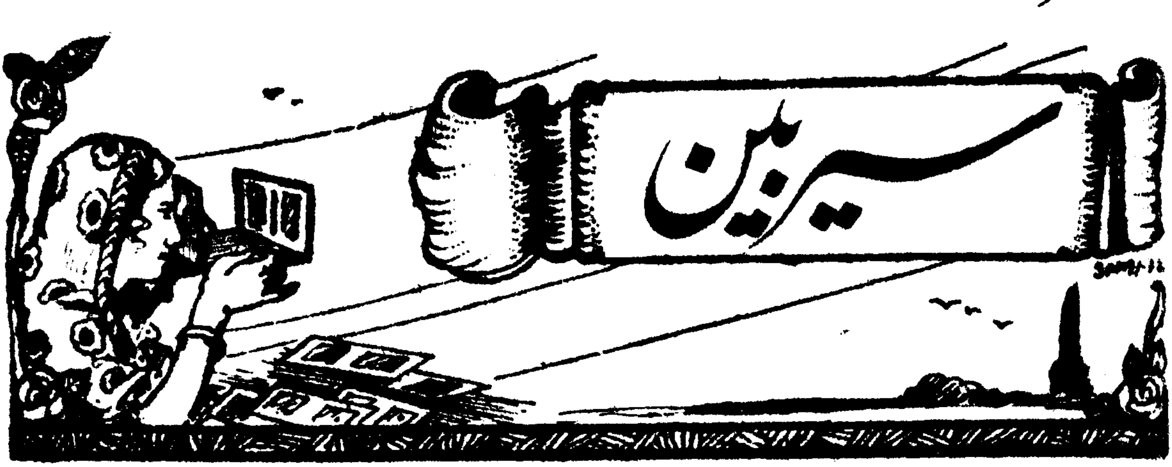
میوے کے دھبے سنیچ میں امونیا لگاکے رگڑنے سے دور ہوجاتے ہیں۔

دودھ بیٹھ جائے لیکن زیادہ دیر کا نہ ہو تو چمکدار چمڑے (مسٹ) کے جوتوں پر لگانے سے چمڑا مضبوط ہوجاتا ہے اور تڑختا نہیں۔ دھوپ سے کھال جل جائے تو اسے لگانے سے آرام ہوجاتا ہے اور دیسے لگانے سے جلد نکھر جاتی ہے۔

اچار وغیرہ کی بوتلیں گرم جگہ جہاں دھوپ آتی ہو نہ رکھیں ورنہ تیزابیت پیدا ہوجائے گی۔ بہت تاریک صندوق میں جسے خوب ہوا لگے عرصہ تک یہ بوتلیں رکھی جاسکتی ہیں۔

چینی کے زیور صاف کرنے کے لئے ایک چیتھڑے کو گرم پانی میں نمدار کرلیں اور اس پر سفیدی کی قلعی چھڑک لیں۔ سنگ مرمر کی گھڑونچیاں اس طریقہ سے بہت نکھر جاتی ہیں۔ بعد میں خشک ملائم کپڑے سے رگڑ کے جلا دیدیں۔ گلٹ کے چوکھٹے اگر خراب ہوجائیں تو تارپین کا تیل لگاکے رگڑیں۔ میل اُتر جائے گی۔ پھر صاف تیل سے چوکھٹا پونچھیں اور خشک ہونے کے لئے رکھدیں۔ بعد میں ایک صاف کپڑے سے رگڑ ڈالیں

محمد ظفر



دوکاندار کا جادو

اکثر آدمی اس مرض میں مبتلا ہوتے ہیں کہ وہاں پر کوئی خاص چیز خریدنے گئے اور اسکی بجائے اور ہی چیزیں لے آئے۔ میں خود عموماً اسی طرح بیوقوف بن جاتا ہوں۔ دہلی میں کسی جوتہ والے کی دکان پر جاتا ہوں، حالانکہ جوتہ پاؤں میں پہن کر دیکھ رہا ہوں اور معلوم ہے کہ یہ پنجہ دباتا ہے لیکن دوکاندار کی چرب زبانی سے کہ جناب جوتہ ڈھیلا نہیں خریدنا چاہیئے۔ اتنا تنگ ہی ٹھیک رہتا ہے۔ بعد میں ڈھیلا ہو جائیگا اسے خرید لیتا ہوں اور بعد میں تکلیف اٹھاتا ہوں اور جب تک جوتہ قبل از وقت ٹوٹ نہیں جاتا اس مصیبت سے چھٹکارا نہیں نصیب ہوتا۔ یہی حال تنگ جرابوں تنگ بنیان اور تنگ ٹوپی خریدنے کا ہے۔ ہر دفعہ سبق حاصل کرکے اس بیہودگی میں نہ پڑنیکا تہیہ کرکے دکان میں داخل ہوتا ہوں لیکن پھر بھی شکار ہو جاتا ہوں۔ شکر ہے دنیا میں میں ہی اس قسم کا اکیلا آدمی نہیں۔ لندن ٹائمز میں اس "دکان کی جھینپ" پر ایک سلسلہ بحث چھڑا۔ ایک صاحب اقبال کرتے ہیں کہ میں دکان میں جاتا ہوں لیکن وہ چیز نہیں خریدتا جس کے خریدنے کے ارادہ سے میں جاتا ہوں بلکہ میری خرید دوکاندار کے زیر اثر ہوتی ہے۔ اور میں اس کے جادو کے زبردست اثر سے مغلوب ہو جاتا ہوں۔ گویا میں وہ چیز خریدتا ہوں جس کے لئے میں زبردستی مجبور کر دیا جاتا ہوں۔ میں مصمم ارادہ سے دکان میں جاتا ہوں کہ ٹوپی خریدونگا جس کی قیمت کھڑکی میں پونے چار روپے دکھائی گئی ہے۔ لیکن دکان سے ۲۵ روپے والی ٹوپی خرید کے نکلوں گا اور وہ بھی ایسے رنگ کی جسے میں پسند نہیں کرتا۔ میں پونے سولہ روپے والا جوتہ مانگتا ہوں لیکن ایک ۳۵ روپے کا بڑھیا جوتہ خریدنے پر آمادہ کر دیا جاتا ہوں،

اس کا علاج یہ بتایا گیا ہے کہ ایسے آدمی کو عورت کے ہمراہ خرید و فروخت کرنا چاہیئے۔ وہ اسکی حفاظت کریگی۔ یہ عام طور پر تسلیم کیا جا چکا ہے کہ عورتیں اس معاملہ میں زیادہ تجربہ رکھتی ہیں اور دوکانداروں کی چرب زبانی کا ان پر مطلق اثر نہیں ہوتا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دکان میں داخل ہوتے وقت ایسا شخص یہ سمجھے کہ یہ ساری دکان میرے ہی فائدے کے لیئے ہے۔ کچھ پروا نہیں اگر اس کی ضرورت کی چیز نہایت کم قیمت کی ہے اسے چاہیئے کہ وہ دوکاندار کی ہر تجویز کو مسترد کر دے اور مقصود کی بجائے جو چیز وہ پیش کرے اسکے دیکھنے سے بھی انکار کر دے اور جیب میں صرف اتنے ہی دام رکھے جتنے کی ضرورت ہے لیکن اس کے لئے خلاقی جرات کی ضرورت ہے جو بعض آدمیوں میں نہیں پائی جاتی۔ چنانچہ بہترین تدبیر یہی ہے کہ عورت کی پناہ میں خرید و فروخت کرے

ایک حملہ کی قیمت

شنگھائی پر جو حال میں حملہ ہوا۔ اس پر ۴۰ کروڑ ڈالر (امریکی) خرچ آیا۔ ایک ڈالر ۳ ۱/۴ روپے کے برابر ہوتا ہے۔ حکومت جس کے اعداد و شمار کے مطابق ایک لاکھ ۸۰ ہزار خاندانوں پر اس کا خاص اثر

پڑا۔ اور آٹھ ہزار اسی شہری مارے گئے جتنی جائداد جاپانی مقبوضہ علاقہ میں واقع ہے، ۸۰ فی صدی برباد ہوگئی اور ۷ کروڑ ۴۰ لاکھ ڈالر کی قیمت کے مکانات تباہ ہوگئے۔ ۲ کروڑ ۱۶ لاکھ قیمت کے کارخانہ تہ و بالا ہوگئے۔ اور ڈھائی لاکھ آدمی بیکار ہوگئے۔ تعلیمی درسگاہیں جو بند ہوئیں وہ دس یونیورسٹیاں اور صنعتی کالج۔ ۳ مڈل سکول۔ ۱۹۲ پرائمری سکول ہیں ۴۰ ہزار طالب علم مدرسہ میں حاضری کے ناقابل ہوگئے اور ۳ ہزار استاد بیکار ہوگئے۔ ۱۲ کالج ۱۷ مڈل سکول اور ۴۹ پرائمری مدرسوں پر یا تو جاپانیوں نے قبضہ کرلیا یا برباد کرڈالا۔ مدرسہ کی اشیاء جو برباد ہوئیں ۴۵ لاکھ ڈالر کی ہیں، روئی کے کارخانوں کے ۸۰ فی صدی ملازم بیکار ہوگئے۔ ریلوں کو ۵۴ لاکھ ڈالر کا نقصان ہوا۔ اور ۴۵۲۳۶۰۰ ڈالر کی قیمت کے پل اور سڑکیں برباد ہوئیں

۲۵۵ سال کا آدمی چین کے ایک گاؤں شنگ چوان مس ایک چینی رہتا ہے جس کی عمر اسوقت ۲۵۵ سال کی ہے وہ چاق چوبند ہے اور کام کاج کرتا ہے اسکی یادداشت اچھی ہے۔ بغیر عینک کے پڑھ لیتا ہے جب اس کی عمر سو سال کی تھی تو اسکو ایکدن میں ۳۸½ میل پیدل چل لینا کچھ مشکل نہ تھا۔ یہ ۸۰ سال تک جڑی بوٹی بیچ سے زندگی بسر کرتا رہا اور ۱۰۵ برس کی عمر میں اس نے یہ کام چھوڑ دیا۔ اس نے ۱۴ بیویاں کیں جن سے ۱۸۰ بیٹے پوتے نواسے ہوئے وہ سادہ مزاج آدمی ہے اور اسکی ضروریات کم ہیں

پچاس ہزار برس پہلے کے انسان جنوبی فلسطین میں سر آرتھر کیتھ ایک مشہور محقق تشریح نسل انسان۔ کھدائی کا کام کرا رہے ہیں۔ کوہ کارمل کے پاس غاروں میں سے ایک کنبہ کے آدمیوں کی لاشیں برآمد ہوئی ہیں۔ یہ تعداد میں آٹھ ہیں اور ان میں پرورش کے جملہ مدارج موجود ہیں ان کے متعلق قیاس ہے کہ چالیس ہزار سے پچاس ہزار برس پہلے کی نسل کے لوگ ہیں انکی کھوپری چوڑی اور تنگ اور گردن موٹی سانڈ کی سی اور ٹھوڑی نہایت ذرا سی ہے چونکہ ان پنجروں کی ہڈیوں میں چٹانوں کے حصے پیوست ہوگئے ہیں اس لئے ان کے صاف کرنے میں سال بھر سے زیادہ لگیگا۔

خراٹے کی چبھن جن میاں بیوی میں کوئی سا خراٹے لیتا ہو دوسرے کے لئے مصیبت ہو جاتا ہے۔ امریکہ میں تو خراٹے لینے پر طلاق حاصل کیجا سکتی ہے، ایک آلہ ایجاد ہوا ہے جس میں ایک باجہ کی سی رکابی لگا دی جاتی ہے اور ساری خراٹے کی آوازیں اس میں بند ہو جاتی ہیں۔ عدالت میں یہ خراٹوں کا ثبوت ہے، بجائے کسی گیت کے خراٹوں کے سر نکلنے شروع ہو جاتے ہیں اس آلہ میں آواز بھرنے کی رکابی کی بجائے برقی سوئی یا صدمہ رساں کل لگا دیجاتی ہے۔ خراٹہ باز سویا اور وہ آلہ اس کے پاس رکھدیا گیا پہلے ہی ہلکے ہلکے سُر اس آلہ میں بلند ہنگام ثریاں تاشے نقارے بجاتے ہیں اس زور شور کی بدولت ایک بجلی کی رُو پیدا ہو جاتی ہے۔ جو گھوم کے ایک سوئی سونے والے کے بدن میں چبھو دیتی ہے یا بجلی کا دھکا بدن میں پہنچا دیتی ہے جس سے خراٹے لینے والا گھبرا کے یکلخت چونک اٹھتا ہے،

شراب کی کثرت امریکہ میں شراب پینا جرم قرار دیدیا گیا تھا لیکن اب نئے صدر کے انتخاب کے بعد اسکو جرم نہیں رکھا گیا۔ پرتگال میں شراب اتنی کثرت سے بنائی جاتی ہے کہ حکومت نے ایک حکم جاری کیا ہے کہ اگر ہوٹلوں میں گاہک شراب مانگیں تو انہیں دیجایا کرے، وہاں شراب بعض جگہ پانی سے بھی سستی ہے۔ اور ہر جگہ مٹی کے تیل سے کہیں سستی ہے انگور ننگے پاؤں سے کچلے جاتے ہیں۔ یہ طریقہ دقیانوسی ہے لیکن وہاں والے اسی کو پسند کرتے ہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ننگے پاؤں سے انگور ہی کچلا جاتا ہے بیج سلامت رہتا ہے عفونت پیدا ہو کے غلاظت دور ہو جاتی ہے شراب وہاں اس قدر سستی ہے کہ جو مزدوری کچلنے کی دیجاتی ہے وہ بھی وصول نہیں ہوتی۔ حالانکہ پرتگال میں وہاں والے شیر خوارگی سے شراب کا استعمال رکھتے ہیں۔ پھر بھی وہ زیادہ شراب پینے والے نہیں۔

آواز سے چھاپہ چند ہفتوں میں ایسے اوزار آنے والے ہیں جو ٹیلیفون کے پاس رکھدئے جائیں گے، آپ ٹیلیفون کی گھنٹی

بجائے کسی سے بات کرنا چاہتے ہیں دوسری طرف دوست موجود نہیں۔ مگر میادلہ مناسب آلہ لگا دے گا اور آپ اپنی جگہ اپنا پیام ٹائپ کرینگے۔ آپ کا کل پیام دوسری طرف اسی طرح چھپتا چلا جائیگا جب آپ کا دوست آئیگا اسے آپ کا پیام موجود ملیگا، اس طریقہ سے کاروبار میں بڑی آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔

دندان سازی گاڑی میں

آئل آف آلائی (انگلستان) میں بچوں کو دندان ساز کی دوکان پر پہنچنے کی ضرورت نہ ہوگی اس کے دو حصے ہیں ایک میں ایک کمرہ انتظار کے لئے ہے اور دوسرے میں ایک دندان ساز اور ایک دایہ آلی اوزار اور دوائیں، لکھنے کی میز اور رد ہونے کا برتن موجود ہوتے ہیں۔ یہ گاڑی نئے مدرسوں میں گیارہ ہزار بچوں کا معائنہ کیا کریگی۔ دندان ساز کی دوکان پر آنے جانے کا فضول وقت بچ جایا کریگا۔ باہر اور اندر اس قدر سجایا گیا ہے کہ بچے ناممکن ہے کہ اس کے گرد دوڑ دوڑ کے جمع نہ ہوں، اب یہ اس قدر نعمت ہو جائیگی کہ استاد شوخ لڑکوں کو بیکاری سے کہدیا کرینگے خبردار۔ اگر ایسا کیا تو اس جمعرات کو دندان ساز کی گاڑی نہ آئے گی،

بیوی کو مارنیکی سزا

ٹی ین۔ا میں ایک خانہ بدوش حبشی نے شراب کے نشہ میں اپنی بیوی کو مارا، اپنی قوم کی عدالت کے سامنے حضرت پیش ہوئے اسکے لئے یہ سزا تجویز ہوئی، کہ وہ اپنی بیوی کو اپنی گود میں لے کے گھٹنوں کے بل گھسٹتا ہوا جائے۔ پھر وہ سب لوگوں کے سامنے بیوی سے معافی مانگے اسکے بعد وہ رات بھر پانی سے بھرا ہوا ٹوکا سر پر ٹکائے کھڑا رہے۔ پانی اس قدر سرد تھا کہ اسے چھینٹے سے بچانے کے لئے تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ہلانا پڑتا تھا۔ اس سزا کے بعد اس حبشی کا رویہ اپنی بیوی کی طرف نہایت مہذبانہ اور قابل تقلید ہو گیا ہے،

خطرناک لڑکیاں

لندن میں بعض لڑکیوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ معاش کا عجیب طریقہ انہوں نے نکالا ہے طریقہ نہایت سادہ ہے ایک لڑکی کسی نوجوان سے ملتی ہے وہ اس سے محبت کرنے لگتا ہے وہ اسے ہفتہ دو ہفتہ جگہ جگہ سیر کراتا پھرتا ہے۔ وہ ناچوں اور عورتوں میں شامل ہوتے ہیں تاکہ لوگ انہیں یکجا دیکھ لیں پھر لڑکی کہتی ہے کہ مجھے فلاں جگہ مجبوراً جانا ہے۔ نوجوان روزانہ خط بھیجنے کا وعدہ کرتا ہے۔ چنانچہ وہ بڑی گرمجوشی سے خطوط لکھتا ہے۔ کسی وجہ سے اسے واپسی میں دیر کر دیجاتی ہے۔ نوجوان کا جوش کم پڑتے پڑتے سرد پڑ جاتا ہے اور خطوط بند ہو جاتے ہیں لیکن ابتدائی ہفتوں کے خطوط کہیں نہیں جاتے۔ لڑکی انکی بنا پر عہد شکنی کے دعوے کی دہمکی دیتی ہے۔ نوجوان مجبوراً خاموش رہنے کے معاوضہ میں بڑی رقم نذر کرتا ہے بلکہ ساری عمر ڈنڈ دیئے جاتا ہے۔ پولس بے بس ہے۔ کیونکہ ایسے مقدمہ عدالت میں نہیں آتے۔

آموں پر فاتحہ

آم ہندوستان کا مزیدار پھل ہے۔ امیر غریب گرمیوں کے دنوں میں خوب کہاتے ہیں اور دو دو مہینے ہیں اندنوں میں خوب لوگوں پر خونگ وردپ آجاتا ہے۔ محققوں نے اعلان کیا کہ اس میوہ میں طاقت بخش اجزا لے رجو وبائی چھوت سے بچاتا ہے) اور سی (طاقت) کثرت سے موجود ہیں۔ چنانچہ اس سال ہر ہفتہ کئی جہینے تک آزمائشی طور پر آم لندن بہیجا جا رہا ہے۔ یہ میوہ وہاں ایک عجوبہ چیز ہے اور بڑا پسند کیا جا رہا ہے۔ ایک ایک آم ایک ایک روپے کو بک گیا۔ اور لوگ دیکھتے رہ گئے۔ آم بڑی ترکیبوں سے بچایا جاتا ہے کہ خراب نہیں ہونے پاتا۔ لیجئے اب آم بھی گیا۔ یہ بھی نایاب چیز ہو جائیگی گرما گا تو یہاں تو یہ پہلے ہی نایاب ہے۔ اگر دلی پاس نہ ہوتی تو شاید نظر بھی نہ آتا۔

زہرہ میں آبادی

کوہ ولسن کی رصدگاہ کے منجموں نے اعلان کیا ہے کہ زہرہ سیارہ کے کرہ ہوا میں کاربن ڈکسائڈ کی علامات پائی جاتی ہیں۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ زندگی کے لئے یہ چیز ضروریات میں سے ہے۔ نظام شمسی کے سیاروں میں

سے کسی ایک میں کسی قسم کی ہوا کا پایا جانا پہلی مرتبہ اب دریافت ہوا ہے۔ ابھی اس انکشاف کی جانچ پڑتال کی سخت ضرورت ہے۔ اگر یہ بات ثابت بھی ہوجائے تو صرف اس قدر کہا جاسکیگا کہ اس سیارہ میں آثار زندگی پائے جانے کی ایک شرط موجود ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ زہرہ دوربین میں بادلوں سے پٹا ہوا معلوم ہوتا ہے اسکی وجہ سے کسی آثار زندگی کا کما حقہ دریافت کر لینا امر محال معلوم ہوتا ہے کیونکہ بادلوں کی وجہ سے نظر ہی نہ آئیں گے،

پھلجھڑیاں جینا یونیورسٹی کے محکمہ نفسیات نے سیکڑوں لڑکیوں کی عملی جانچ کے بعد یہ اعلان کیا ہے کہ عورتیں حساب شمار نہیں کرسکتیں جب عورتوں کے سامنے حساب کے سوال پیش کئے گئے تو پایا گیا کہ ان کا ذہن بالکل جواب دے چکا۔ اس کے برعکس گھر کے آمد و خرچ کے موازنے بالکل ٹھیک بنانے اور روزانہ زندگی کے دیگر عملی معاملات میں عورتیں مردوں سے کہیں زیادہ بڑھی ہوئی ہیں۔ یورپ کی طرح جاپان میں بھی ننگوں کی ایک مجلس قائم ہوگئی ہے انہوں نے ایک جگہ پہاڑ کے پاس منتخب کر لی ہے، وہاں وہ ہر وقت دن میں سورج کے سامنے ننگے رہ کے تندرستی قائم رکھنا چاہتے ہیں البتہ انہوں نے مردانہ اور زنانہ حصے الگ الگ قائم کردئے ہیں۔ تاکہ پولیس مداخلت نہ کرے۔

بحیرہ ایڈریاٹک میں ایک جزیرہ تین میل لمبا اور ایک میل چوڑا ہے وہاں ایک ہوٹل کے مالک نے مکانات بنائے ہیں تاکہ نئے شادی شدہ لوگ اپنا شادی کے بعد کا کچھ زمانہ وہاں گزاریں انہیں ایک سرٹیفکٹ پیش کرنا پڑیگا کہ ان کی شادی کو دو ماہ سے زیادہ نہیں گذرے اور کسی کو وہاں آنے کی اجازت نہیں۔ جہاز ہفتہ میں صرف ایک مرتبہ وہاں آئیگا۔ وہاں انجیر اور کھجوروں کے درخت ہیں اور نہانے کے لئے سایہ دار بے شمار گھاٹ ہیں،

جوہانسبرگ میں ایک نیا شادی شدہ جوڑا سیر کرتا پھر رہا تھا ایک مقام جو اچھا لگا وہ اپنی موٹر سے اتر کے ذرا آگے چلے گئے واپس آکے کیا دیکھتے ہیں دو لنگور بندر موٹر پر قبضہ کئے بیٹھے ہیں دونوں نے سارا کھانا کھا لیا تمام بوتلیں توڑ ڈالیں کپڑوں کے بکس پھاڑ دئے اور گاڑی کی اور چیزیں بھی توڑ پھوڑ ڈالیں،

حال میں جیک بوچانن لندن میں جا رہا تھا کہ ایک پستہ قد آدمی تیز جا رہا تھا جس سے جیک کو سڑک سے ہٹنا پڑا اس نے مڑ کے اور مسکرا کے اس سے کہا کہ معاف کرنا جیک، چند روز کے بعد ایک دعوت کے موقعہ پر اس نے اس پستہ قد شخص کو مسکراتے دیکھا بوچانن نے اس سے اسکا نام پوچھا۔ تو اس نے کہا کہ میں تمہارے تماشوں کا بڑا لطف اٹھایا کرتا ہوں، کیونکہ اب میرے پاس کافی وقت ہے کسی زمانہ میں میں امان اللہ افغانستان کا بادشاہ تھا۔

فرانس میں ایک نئی فرانسیسی قواعد لکھی گئی ہے۔ فرانس کے علمی محکمہ نے برسوں کی محنت کے بعد اسے شائع کیا اسکی پچاس ہزار کاپیاں چھپوائی گئیں۔ اور ۲ اپریل کو صبح کے وقت انہیں متعدد دکانوں پر رکھا گیا، تین گھنٹے کے بعد اس کا ایک نسخہ بھی نہ بچا۔ سب بک چکی تھی یورپ کے مصنف پھر کیوں آسودہ حال نہ ہوں:: امریکہ میں ایک شخص نے ایک ہزار میل کے فاصلے سے مارنیکا آلہ ایجاد کیا ہے۔ وہ مانگ رہا ہے۔ تاکہ وہ اسے روسی سلطنت کے ہاتھ فروخت کردے۔

محمد ظفر



میں نہایت مسرت کیساتھ تحریر کرتی ہوں کہ میرے بھائی یونس حسین نے امسال علیگڈھ مسلم یونیورسٹی سے بی اے کے امتحان میں سیکنڈ ڈویژن میں کامیابی حاصل کی اس خوشی کے موقعہ پر ۱۰ روپے کی حقیر رقم تربیت گاہ کی یتیم بچیوں کے لئے ارسال ہیں

س ح - بنت یونس حسین صاحب سی پی

میں نہایت مسرت کے ساتھ عصمتی بہنوں کو مطلع کرتی ہوں کہ میری ہمشیرہ غدیر فاطمہ صاحبہ بیگم سید مطاہر حسین صاحب جعفری مولفہ "گلدستہ کشیدہ" کو خداوند تعالیٰ نے ۲۰ جولائی ۳۲ء کو چاند سا لڑکا عطا فرمایا ہے خدا سے دعا ہے کہ پیارے منے کی عمر دراز ہو اور صاحب اقبال و، ہونہار سچا خادم قوم بنے اور باجی صاحبہ و دولہا بھائی صاحب کو اس بھولے بھالے منے کی ہر طرح کی خوشیاں دیکھنی نصیب ہوں آمین - کوئی بہن صاحبہ قطعہ تاریخ ولادت لکھدیں تو بیحد ممنون ہوں گی امیر فاطمہ - آگرہ

عرصہ سے میرے دانت کمزور ہیں رات کو سوتے میں خون نکلتا ہے، بہت دوائیں استعمال کیں لیکن فائدہ نہوا ازراہ نوازش کوئی بہن یا بھائی ایسا نسخہ تحریر فرمائیں جس سے جلد فائدہ ہو،

مریم الزماں بنت عبداللہ عبدالرحمن بمبئی

تین سال کا عرصہ ہوا میری آپی کی طبیعت اداس رہتی ہے انکے دل پر کسی بات کا رنج بیٹھ گیا ہے اسوجہ سے دماغ کمزور ہوگیا ہے کبھی چپ بیٹھی رہتی ہیں اور کبھی باتیں کرتی ہیں کسی بات کا خیال نہیں رہتا بہت سے علاج کرا چکے ہیں مگر فائدہ کچھ نہیں ہوا، لہذا کوئی عصمتی بہن یا بھائی مجرب نسخہ بذریعہ عصمت تحریر فرمادیں۔

حنیفہ خاتون بنت عبداللہ عبدالرحمن بمبئی

رسالہ عصمت ماہ جون ۳۲ء میں ایک بہن صاحبہ دافع بلغم کی دوا دریافت فرمائی ہے ان کے لئے یہ آزمودہ نسخہ لکھتی ہوں۔ فورمامنٹ - پینٹ گولیاں ہیں کھانسی کے لئے بھی بہت مفید ہیں ہر انگریزی دوافروشوں کے ہاں سے مل سکتی ہے۔

حنفیہ خاتوں بنت عبداللہ عبدالرحمن

پائیریا کا آزمودہ نسخہ = کوئلہ ۶ تولہ - پھٹکری ۴ تولہ - نمک ۱ تولہ سیاہ مرچ نصف تولہ نیم کی لکڑی جلاکر کوئلہ وزن کرلو اور ان چاروں کو باریک پیسکر ڈبیہ یا کسی شیشی میں بند رکھو اور صبح شام روزانہ ملو جنکو زیادہ تکلیف ہو ہر کھانے کے بعد بھی بلاناغہ استعمال رکھنا چاہئے بہت جلد فائدہ ہوگا یہ آزمودہ و مجرب نسخہ ہے۔

مسز سید سرفراز حسین اے انسپکٹر کلکتہ

عصمت کے سالگرہ نمبر میں بہن ارجمند بانو نے اپنے بھانجہ کے لئے کوئی خوبصورت سا نام دریافت کیا ہے - چند نام یہ ہیں۔ سہیل احمد - قمر الہدیٰ - اختر احمد - شمیم احمد - مقصود احمد شمس الہدےٰ

(۲) بہن عائشہ خاتون صاحبہ کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ اپنے

پیارے بھتیجے کا نام حسب ذیل ناموں میں کوئی سا رکھیں،
بدرالحسن۔ اشرف احمد۔ قیس۔ مشتاق۔ اظہار احمد۔
آفتاب احمد — رضیہ بانو بنت شاہ توحید

ہمشیرہ خواجہ نصیرالدین صاحب کو معلوم ہو کہ سندری سہاگ تیل لگانیکا خیال بھی دل میں نہ لادیں۔ میں خود شدید نقصان اٹھا چکی ہوں کیونکہ مجھکو بال بڑھانیکا بیحد شوق ہے اور سر میں درد بھی بہت رہا کرتا تھا اس کے لمبے چوڑے اشتہار دیکھکر دو تین شیشیاں منگوالیں۔ مگر تیل لگاتے ہی بال سفید ہونے لگے جسکا مجھکو اس قدر افسوس ہے کہ بیان نہیں کرسکتی اچھے خاصے بال سفید کرلئے عصمتی بہنوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ اگر وہ کوئی ایسی دوا یا تیل جانتی ہوں جس سے سفید بال سیاہ ہوجائیں یا کہ سفید ہونا رک جائیں تو مطلع کریں میں تمام عمر ممنون رہوں گی — ہمشیرہ سید اشتیاق احمد

مئی کے عصمت میں محترمہ بیگم محمود احمد صاحب متھرا نے اپنے دانت کے لئے مجرب و آزمودہ نسخہ دریافت فرمایا ہے جوابًا ذیل میں ایک سادہ سفید منجن کا نسخہ لکھتی ہوں یہ میرے بزرگوں کا آزمودہ ہے،

یعنی تمباکو کڑوا۔ پھٹکری۔ گیرو یہ تینوں کو ہموزن لیکر کوٹ چھان کر ملا لیجئے، اور اس سے دانت کو خوب صاف کیجئے اس کے بعد ذیل کی ادویہ برابر مقدار میں کوٹ چھان کر منجن تیار کیجئے روزانہ دو تین مرتبہ بلاناغہ لگا کر دیکھئے فائدہ ہونے کے بعد عصمت میں اطلاع دیجئے گا۔ طباشیر ایک تولہ۔ سیپ ایک تولہ پھٹکری بریان ایک تولہ — رئیسہ خاتون پٹنہ سٹی

دختر شاہ مجیدالدین صاحبہ نے لکھا ہے کہ انکی آپا زاہد خاتون کی آنکھوں میں نہیں معلوم کیوں ہر وقت کھجلی رہتی ہے اور پلکیں بہت جھڑتی ہیں آپ کو ضرور معلوم ہوگا کہ جونک لگا کر بادی خون نکالا جاتا ہے۔ اس لئے کاغذی جونک آنکھوں کے دونوں پلکوں میں ایک اوپر اور ایک نیچے لگوائیں دو روز اسکا استعمال رکھیں صرف صبح ہی صبح۔ انشاءاللہ دو ہی مرتبہ کے لگانے سے سب بادی خون نکلجائیگا اور فائدہ ہوجائیگا۔ ہماری چھوٹی بہن کی آنکھوں کی بھی یہی حالت تھی بہتیری دوائیں کیں، مگر فائدہ اسی سے ہوا، حالانکہ ہمارے والد مرحوم مغفور خود بھی ڈاکٹر تھے اور وہ بھی اس سے پریشان ہوگئے تھے صحت یابی پر عصمت کے ذریعہ مجھکو مطلع کرینگی بہت ممنون ہونگی۔ مسز انیس الرحمن

ماہ جون کے عصمت میں ایک بہن نے رنگ صاف کرنیکا نسخہ تحریر فرمایا ہے بہن صاحبہ مہربانی کرکے حسن یوسف کے ملنے کا پتہ تحریر فرمادیں۔ نیز نارنگی کے چھلکے کا سفوف اگر کہیں سے مل سکتا ہے تو کوئی عصمتی بہن یا بھائی اس کا پتہ عصمت میں لکھکر ممنون فرمائیں،

بھائی ظفر صاحب سے التماس ہے کہ کمر اور پیٹ کا بھدا پن دور کرنے کی کوئی ورزش بتائیں عنایت ہوگی، درخشندہ

میرے دادا سید محمد حسین صاحب بیرسٹر قبلہ کو عرصہ ایک سال سے پیروں کے تلوؤں میں دانے نکلنے کی شکایت ہے گذشتہ گرمی میں ان کے پاؤں میں جلن ہوئی اور دوپہر کو زیادہ ہوتی تھی۔ خیال ہوا کہ گرمی کی وجہ سے تلوے جلتے ہیں۔ مگر پھر اس کے بعد باریک باریک دانے نکل آئے پھپھولوں کے مانند اور پھر تمام تلوؤں میں پھیل گئے۔ علاوہ ایڑی کے۔ یہ دانے پھوٹ کر پانی نکل آتا ہے اور خشک ہو کر پھر ہرے ہوجاتے ہیں۔ دوا بھی پی۔ انجکشن بھی لگائے مگر کسی سے پورا فائدہ نہیں ہوا۔ لہذا کوئی بہن یا بھائی اس کا علاج جانتے ہوں یا کوئی ہشیار ڈاکٹر حکیم جو اس قسم کے مرضوں کے علاج میں ماہر ہوں تو بذریعہ عصمت مطلع فرمائیں — اشتیاق بیگم دختر سید احمد حسین صاحب

مشرقی مغربی کھانے

عصمتی دسترخوان کا دوسرا حصہ جس کا ڈھائی سال سے عالم نسواں کو شدید انتظار تھا جس کے چھپنے سے پہلے کئی سو فرمائشیں آچکی تھیں جو حصہ اول سے بھی زیادہ کامیاب ہے۔ سو صفحے تک علم غذا، انسانی مذاق، کھانے کے اصول۔ پکانے کے اصول، کچی سبزی، ترکاریوں کی خاصیت، کونسی غذا کتنی دیر میں ہضم ہوتی ہے۔ کونسی غذا ایک ساتھ کھانی چاہئے، باورچی خانہ کی صفائی، باورچی خانہ کیسا ہو، کھانے کا کمرہ، نعمت خانہ، مغربی طریقہ کھانے کے آداب، وغیرہ وغیرہ وہ بے مثل مضامین ہیں جو ہر عورت کی نظر سے گزرنے چاہئیں پھر انگریزی جرمنی، فرانسیسی جاپانی ایرانی ترکی افغانی عربی ہندوستانی وغیرہ وغیرہ نئے نئے کھانوں کی صحیح ترکیبیں قیمت عہ

گلدستہ کشیدہ

یعنی عصمتی کشیدہ کا دوسرا حصہ جو اس دستکاری کی ۴۴ نمونوں کا گلدستہ تیار ہوا ہے جس میں مختلف قسم کے فریموں رومالوں کے پردے میز پوش کے تکیہ کے لئے درجنوں پھول گول پھول مرکز وغیرہ وغیرہ ہیں جس میں مختلف قسم کے فریموں رومالوں کے پردے کے میز پوش کے، کے لئے درجنوں پھول کرتے ڈالیاں، گلدستے بڑے پھول گول پھول مرکز وغیرہ ہیں جس میں بیلوں کے گریبان کے بہترین نمونے ہیں۔ مختلف وضع کی ٹوپیاں اور متفرق چیزیں مثلاً کئی وضع کے پنکھے، بائسکل کی گدی۔ جوتے شادی کے سامان۔ بچوں کے بہت سے بیب غرض دو سو سے زیادہ عمدہ عمدہ نمونے تیار کرنے کی ترکیب خوب واضح اور مکمل ہے ہر نمونے کے لئے مکمل موزوں رنگ بھی دیئے گئے ہیں کشیدہ کاری کی ایسی لاجواب کتاب آج تک شائع نہیں ہوئی کئی ماہ سے بہنوں کو اس کا انتظار تھا اب چھپ چکی ہے قیمت عہ

موتیوں کا کام

اس کتاب کا سال سال بھر سے خواتین کو انتظار تھا اب چھپکر تیار ہے: فراک، جمپر، بلاؤز کشن، میز پوش دوپٹہ وغیرہ کے نہایت صاف خوشنما پھول، گلدستے وغیرہ ہیں نائٹ گاؤن، ساری قمیص، بلاؤز، کرتہ دوپٹہ، کالر، دروازوں، طاقوں وغیرہ کی جھالریں، ۹ جھالریں، لیس، بیلیں ایسی دلآویز ہیں کہ جی خوش ہو جاتے ہیں بٹوں، پردوں، لیمپ کے جھاڑ، پنکھوں وغیرہ کے کئی کئی عمدہ عمدہ نمونے ہیں اور سب ۲۰۰ سے بھی اوپر ہیں۔ نہایت صاف و خوبصورت ہر نمونہ کی مفصل ترکیب ہدایات یہاں تک کہ ہر چیز کا موزوں رنگ تک لکھ دیا گیا ہے موتیوں کے کام کا شوق رکھنے والی اور سیکھنے والی لڑکیوں کے لئے یہ کتاب ایک نعمت ہے قیمت عہ

ملنے کا پتہ۔ مینیجر عصمت دہلی

مضامین کی رسید

یہ مضامین شائع ہوں گے

(ممکن ہے بعض مضامین کے عنوانات بدل دیئے جائیں)

منزل مقصود۔ کیا خدا ایک نہیں، عبادت۔ ملکہ شجرۃ الدر۔ بچوں کو ڈرانا۔ آنسو جنت، گم شدہ کاغذات، دستکاری۔ خوبصورت جمپر، کروشیا میں شعر، گلشن افغانوں کا گرنڈ۔ مکتب کے مولوی صاحب، تجارت وحرفت، تارکشی کے کھنے، نامہ بخواتین دکن۔ ہدیہ نعت، پاسبان کی بیٹی صنعتی زندگی اور عورت۔ افسانہ تعلیم۔ ایثار۔ نیا زمانہ۔ جمیلہ کی موتی

زیر غور

سیاہ پولش۔ عورت کا ایثار۔

ناقابل اشاعت مضامین

(افسوس ہے یہ مضامین شائع نہیں ہوسکتے)

ہماری مفلسی کے اسباب۔ خوبصورتی۔ چین کی ملکہ۔ ہر گھڑی منقلب زمانہ ہے ہائے موت تو کیسی ہے۔ ہمدردی قوم (نظم شبلی دکبی تک) جرأت صداقت۔ غزل (دیے کہ نہیں) غلط فہمی۔ کاہلی۔ محسن پردہ چھوٹی بہن کو نصیحت کا خط از آگرہ۔ سہیلی کی رخصت۔ عصمت کی سالگرہ (از بدایوں) ہمارے رسالہ کا نیا سال (از فیروزپور) پردہ مروجہ پر سرسری نظر صحت کی گت میری شادی سے قبل۔ خواب (نظم) میں۔ عدل فاروقی۔ لالچی کی مٹی خراب۔ نغمہ محبت۔ ٹیگور کی ایک نظم۔ خود غرضی۔ احسان کا بدلہ احسان ڈراما۔ زخم وستم۔ رپورٹ مسلم گرلز پرائیویٹ ایجوکیشنل سوسائٹی۔ شام کے وقت باغ کا منظر۔ اجنبیلی کے پھول۔ پھوہڑ ظفر بیگم۔ صبا برشیرازی۔ وفادار کتا۔ لبِ دعا۔ ہمدردی۔ نظم حافظ شیرازی در ترجمہ۔ دو نظمیں بعنوان گورستان دعا۔ نظم۔ بری صحبت کا نتیجہ۔ کشیدہ کی نکلا در باسکٹ۔ مینا اور برسات کی رات۔ طلبا ادیب عالم کا قتل عام۔ جیسے کو تیسا۔ خیال۔ انجام ظلم، دل خوش کن باتیں۔ رحم دلی۔ عورت کی پوزیشن قبل از اسلام ایک سچی کہانی۔ پردہ مروجہ پر ایک نظر۔ غصہ۔ موسم گرما۔ وقت کی قدر۔ توہم پرستی پر نظر۔ قلم کی جنبش۔ بچپن۔ دوستی۔ افسانہ چوری۔ زمانہ کی نئی حالتیں۔ ایک ضروری گزارش۔ افسانہ درد۔ کشید کا پھول۔ کشیدہ کاری کا دوپٹہ کا کونہ۔ استقلال۔ ناگپور۔ تیتری (نظم) خطاب بہ ہندوستان (نظم) نظمیں شان میں مولوی برکت صاحب و شان میں مولوی فصیح صاحب۔ دعا۔ خوشامد (ڈراما) مسرور شہزادہ۔ کنگ بیر۔ رشید کا خط قیصر کے نام اسیری گھمنڈ۔ ایک اہم مسئلہ۔ جڑتے نہیں دل ٹوٹے ہوئے۔ بچے نہ پڑھنا ظلم ہے۔ نظم شادی از قیصر۔ دوات کی سرگذشت۔

چار عجوبہ چیزیں

کنارسی رونس مردوں اور عورتوں کی بیماریوں کے لئے حیرت انگیز ایجاد قیمت فی شیشی عہ اور تین شیشی سے؍ ہر

سُرمہ نورانی آنکھوں کے تمام امراض کے لئے بینظیر دوا۔

قیمت فی تولہ عہ دو روپے

دلکشا ہیئر آئیل دماغ کو طاقت دینے بالوں کو لمبا مضبوط ملائم اور چمکدار بنانے کے لئے اور دردسر کو دور کرنے کے لئے لاثانی ایجاد ہے قیمت نمبر ۱ عہ فی شیشی اور نمبر ۲ فی شیشی آٹھ آنہ

دلکشا منجن دانتوں کے جملہ امراض کو دور کرنے کے لئے اور دانتوں کو مضبوط سفید اور چمکدار بنانے کے لئے اور منہ کی بدبو دور کرنے کے لئے واحد منجن۔

قیمت فی شیشی آٹھ آنہ دو تولہ کی

نوٹ:۔ ہمارے کارخانہ کے تیار کردہ عطر بھی آزمائش کے قابل ہیں۔

دلکشا پرفیومری کمپنی قادیان پنجاب

مشرقی طب کا دنیا میں سب سے بڑا دواخانہ

ہندوستانی دواخانہ دہلی ہے

جو زیر سرپرستی عالیجناب مسیح الملک ثانی حکیم ملبی محمد احمد خان صاحب خلق خدا کی مدت سے خدمت کر رہے ہیں اور جس میں ارسطوئے زماں حکیم محمود خاں اعظم مرحوم نقمان الملک حکیم واصل خانصاحب مرحوم مسیح الملک حکیم محمد اجمل خانصاحب مرحوم اور شریف خانی خاندان کے تمام اکسیری مجربات تیار ہوتے ہیں خصوصیت سے مستورات کے ہر قسم کے امراض کی تیر بہدف ادویات ملتی ہیں۔ پتہ ذیل سے فہرست مفت طلب کیجئے۔

منیجر ہندوستانی دواخانہ دہلی پوسٹ بکس نمبر ۲۲

آئینہ موٹر

موٹر کے متعلق اردو میں کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں مگر وہ سب مگر آئینہ موٹر کا پاسنگ بھی نہیں ہیں اس کتاب میں سب سے پہلے موٹر انجن کے ہر حصہ کے اصول سلیس اور عام فہم عبارت میں سمجھائے گئے ہیں اور ہر مضمون کے علیحدہ باب مقرر کئے گئے ہیں۔ اس کتاب میں موٹر کے پرزے کے متعلق تمام ضروری معلومات فراہم کی گئی ہیں جس سے ہر پرزے کھول کر باسانی ہر شخص بغیر کسی قسم کی مدد کے نہیں فٹ کر سکتا ہے۔ ڈرائیور علی العموم صرف گاڑی چلانی جانتے ہیں۔ چلتے چلتے موٹر بگڑ جائے تو اول تو عموماً صحیح اصولوں پر درست سے ناواقف ہوتے ہیں دوسرے اگر ٹھیک ٹھاک بھی کرتے ہیں تو بہت سا وقت ضائع ہو جاتا ہے لیکن اس کتاب کی مدد سے ہر پرزے کے متعلق مالک موٹر کو کافی واقفیت ہو جاتی ہے وہ انجن کی آواز سے معلوم کر لیتا ہے کہاں کی موٹر کس حالت میں ہے ڈرائیور اور ورکشاپ کی پریشانیوں کی نوبت نہیں آتی اور بہت سا روپیہ ضائع ہونے سے محفوظ رہتا ہے۔ اس کتاب کی مدد سے ہر نقص باسانی دور ہو سکتا ہے۔ دو جنوں جرمنی انگریزی کتابوں کا نچوڑ ہے۔ ایک ہر فن مولی نے جرمنی میں کام سیکھا ہے بڑی محنت کے بعد لکھی ہے۔ قیمت عمر پتہ: دفتر عصمت دہلی

September 1932 … 1872

Vol. 49

No. 3

The Ismat Delhi

India's Leading Literary Ladies Magazine

مصنفہ حضرت علامہ راشد الخیری کی تصانیف لڑکیوں اور عورتوں کیلئے بے مثل کتابیں

آمنہ کا لال	[illegible]	قصب جزین	[illegible]
سیدہ کا لال	[illegible]	گلدستۂ عید	[illegible]
الزہرا	۱۲ر	روداد قفس	۱۲ر
امت کی مائیں	۱۲ر	گرفتار قفس	[illegible]
[illegible] خاتون	[illegible]	تفسیر عصمت	۵ر
صبح زندگی	[illegible]	انگوٹھی کا راز	[illegible]
شام زندگی	[illegible]	منازل ترقی	[illegible]
شب زندگی	[illegible]	جوہر عصمت	[illegible]
نوحۂ زندگی	۱۲ر	سیلاب اشک	[illegible]
[illegible] زندگی	[illegible]	طوفان اشک	[illegible]
[illegible]	[illegible]	نالۂ زار	۱۰ر
[illegible]	[illegible]	ولایتی نخی	[illegible]
[illegible]	[illegible]	منازل السائرہ	[illegible]
[illegible]	۱۲ر	بنت الوقت	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible] کا دم واپسیں	[illegible]
[illegible]	[illegible]	بچہ کا کرتہ	[illegible]
[illegible]	[illegible]	دنیا کی سرگذشت	[illegible]
[illegible]	[illegible]	فسانۂ سعید	[illegible]

[illegible] کی طرز پر

[illegible]	[illegible]	[illegible] کمال	[illegible]
[illegible]	[illegible]	اندلس کی شہزادی	[illegible]
[illegible]	[illegible]	سوہائے نقد	۵ر
[illegible]	[illegible]	شہید مغرب	[illegible]
[illegible]	[illegible]	سات روحوں کا اعمالنامہ	[illegible]
		محصولڈاک بذمہ خریدار	

شریف بیگمات کیلئے اعلیٰ درجہ کی کتابیں

کھانے پکانے کی کتابیں

جن کی تیاری میں ہندوستان کے ہر حصہ کی قریباً ۱۵۰ معزز خواتین نے حصہ لیا ہے جن کی تمام ترکیبیں تجربہ کرلی گئی ہیں اور جن سے زیادہ مستند اور صحیح مفصل و مکمل کوئی کتاب آجتک ہندوستان میں نہیں چھپی۔

عصمتی دسترخوان [illegible]	مشرقی مغربی کھانے [illegible]	بچوں کے کھانے [illegible]
بیماروں کے کھانے ۱۰ر	عصمتی ہندکلیا [illegible]	مذاقیہ کھانے [illegible] ناشتہ [illegible]

دستکاری کی کتابیں

جو اپنے اپنے موضوع پر نہایت مفید اور کارآمد کتابیں تسلیم کی گئی ہیں

عصمتی کروشیا [illegible]	عصمتی کشیدہ [illegible]	گلدستہ کشیدہ [illegible]
موتیوں کا کام [illegible]	سلمہ ستارہ کا کام	خاتین کی دستکاریاں [illegible]

تصانیف فخر نسوان ہند محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی

جو زنانہ لٹریچر کی چوٹی کی کتابیں ہیں جن پر ملک کے مشہور اخبارات و رسائل نے نہایت شاندار ریویو کئے ہیں جن کے بغیر کوئی زنانہ کتب خانہ مکمل نہیں کہا جا سکتا۔ آرٹ کاغذ پر چھپی ہیں۔

جان نشیں [illegible]	گلستان خاتون [illegible]	پیکر وفا [illegible]	بچھڑی بیٹی [illegible]

معزز خواتین کے لکھے ہوئے

دلچسپ اور سبق آموز اصلاحی و معاشرتی ناول افسانے وغیرہ جن میں لڑکیوں اور عورتوں کو نہایت مفید باتیں بتائی گئی ہیں۔

انوری بیگم	[illegible]	دولت پر قربانیاں	[illegible]	ہنسی کی باتیں	[illegible]
مشیر نسواں	[illegible]	خواتین اندلس	[illegible]	تاریخی لطیفے	[illegible]
سرگذشت ہاجرہ	۱۰ر	تندرستی ہزار نعمت	[illegible]	بچوں کی تربیت	۱۰ر
موہنی	۱۰ر	شمع خاموش	[illegible]	بچوں کی دنیا	[illegible]
غیرت کی پتلی	[illegible]	تحریر النسا	۱۲ر	مختصر دنیا	۵ر
چار رخ	[illegible]	عقل کی باتیں	[illegible]	آئینہ موٹر	[illegible]

ملنے کا پتہ منیجر رسالہ عصمت دہلی

محصولڈاک بذمہ خریدار

Murari Art Press, Delhi.

THE ISMAT DELHI.

ESTD 1908.

عصمت



شریف ہندوستانی بیبیون کے لیئے

پاکیزہ خیالات۔علمی۔ادبی مضامین اور مفید معلومات کا مجموعہ جو

مصور غم علامہ راشد الخیری مدظلہ

کی سرپرستی مین ہر انگریزی مہینے مین ایک بار شائع ہوتا ہے

چندہ سالانہ قسم اول پانچ روپئے

ایڈیٹر رازق الخیری

چندہ سالانہ قسم دوم ساڑھے تین روپئے

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
گجراتی و پنجابی کھانے	نفیس [illegible] کھانے	[illegible] کھانے	[illegible] کھانے	دلی اور لکھنؤ کے کھانے
حیدرآبادی و برمی کھانے				پشاوری اور سندھی کھانے

سینکڑوں قسم کے کھانے تیار کرنے کی اردو زبان میں بے نظیر کتاب

عصمتی دسترخوان (حصہ اول)

اس کی ایک نمایاں خصوصیت جو اس موضوع کی دوسری کتابوں میں نہ ملے گی یہ ہے کہ تمام ترکیبیں تجربہ کی ہوئی ہیں [illegible] ترکیبیں بالکل صحیح [illegible] اور وزن بالکل درست [illegible] ہندوستان [illegible] عصمتی بہنوں نے اس کتاب کی تیاری میں حصہ لیا ہے [illegible] صاحب عصمت [illegible] نے بڑی محنت سے کتاب مرتب فرمائی ہے [illegible] کھانوں کے متعلق نہایت [illegible] مضامین درج کئے گئے ہیں ایک ایک چیز کی کئی قسمیں تیار کرنے کے لئے بھی عصمتی دسترخوان سے بہتر کتاب ملنی ناممکن ہے مثال کے طور پر صرف دو قسموں کی فہرست ملاحظہ فرمائیے

کبابوں کی ترکیبیں			پڈنگ کی ترکیبیں	
[illegible] کباب	کباب [illegible]	[illegible] کے کباب	[illegible] پڈنگ	[illegible] پڈنگ
[illegible] کباب	[illegible]	[illegible] کباب	[illegible] پڈنگ	[illegible] پڈنگ
[illegible] کے کباب	[illegible] کباب	[illegible] کباب	[illegible] پڈنگ	[illegible] پڈنگ
[illegible] کباب	کباب [illegible]	[illegible] کے کباب	[illegible] پڈنگ	[illegible]
[illegible] کے کباب	[illegible] کباب	مچھلی کے [illegible] کباب	[illegible] پڈنگ	[illegible] پڈنگ
[illegible] کے	مچھلی کے [illegible] کباب	[illegible] کے کباب	[illegible] پڈنگ	[illegible] پڈنگ
[illegible] کباب	[illegible] کے کباب	پسندے کے کباب	بالائی پڈنگ	کمزور بیماروں کے لئے

اس سے کتاب کا اندازہ کیجئے [illegible]

یہ صرف دو چیزوں کی فہرست ہے [illegible]

[illegible] غرض ہر قسم کے شرقی و مغربی کھانوں [illegible] ترکیبیں [illegible] اس کتاب کا ہر گھر میں ہونا ضروریات میں سے ہے [illegible] ہندوستان [illegible] بہت سی عورتیں اس کتاب [illegible] کھانے پکانے [illegible] لڑکیوں کو یہ کتاب [illegible] سینکڑوں خواتین نے اس کی تعریف میں خطوط بھیجے ہیں اور کتنے ہی مردوں نے اس کتاب کی [illegible] حقیقت یہ ہے کہ کھانے پکانے کی اس قدر صحیح اور ایسی کارآمد کتاب ہندوستان کی کسی زبان میں آج تک نہیں چھپی۔ اس کی تیاری پانی کی طرح روپیہ بہایا گیا ہے۔ چھ ہی سال میں [illegible] تین ایڈیشن نکل گئے اس کتاب پر اس قدر محنت کی گئی ہے کہ اگر پانچ روپے قیمت بھی ہوتی تو کوئی [illegible] صرف دو روپیہ قیمت رکھی گئی ہے۔ مجلد کی قیمت صرف دو روپیہ چار آنے ہے [illegible]

پتہ: منیجر رسالہ عصمت کوچہ چیلان دہلی

عصمتی دسترخوان کے علاوہ عصمتی کی یہ کتابیں بھی شائع کی گئی ہیں

[illegible]

عصمتی ہنڈکیا یہ کتاب بچوں کے [illegible] کھانے پکانے کے فن [illegible] ہو جائیں [illegible] [illegible] واقف ہو جائے [illegible] صحیح ترکیب [illegible] [illegible] قیمت صرف [illegible]

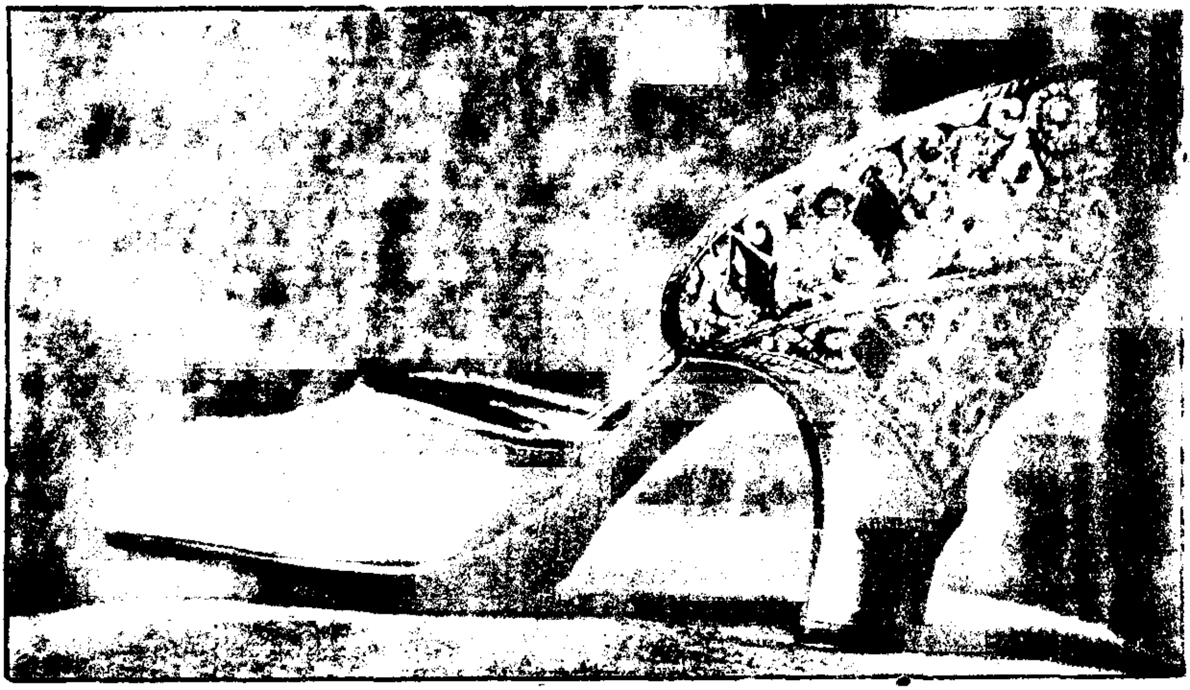
ناشتہ [illegible] ناشتہ [illegible] [illegible] بسکٹ [illegible] توس [illegible] ہندوستان کے [illegible] ترکیبیں [illegible] اس کتاب کی [illegible] قیمت [illegible]

بچوں کے کھانے ننھے بچوں کے [illegible] غذا [illegible] کس طرح تیار [illegible] [illegible] کھانوں کی [illegible] تجربہ کی ہوئی صحیح ترکیبیں [illegible] قیمت صرف [illegible]

بیماروں کے کھانے بیماروں کے [illegible] جو کھانے [illegible] [illegible] قابل تجربہ کار ڈاکٹروں نے اس کی تیاری [illegible] تمام ترکیبیں تجربہ کی ہوئی ہیں [illegible] بھی بے انتہا مفید و قابل قدر ہیں ہر گھر میں اس کتاب کا [illegible] ضروری ہے باتصویر قیمت دس آنہ۔

مذاقیہ کھانے [illegible] مذاق کرنے [illegible] صحیح ہے [illegible] مذاق کی جگہ اس کتاب [illegible] [illegible] لڑکیوں [illegible] [illegible]

مشرقی مغربی کھانے [illegible]



پیرس کی ایک جوتے ساز فرم کا تیار کردہ ایک جوڑہ
جسکی قیمت ۱۵۰۰ فرانک ھے -

شریمتی گیان دیوی ایم اے



جو تعلیم نسواں کی تحریک کی ایک
زبردست کارکن ھیں -



مس توکو کارا جنکی شادی شہنشاہ جاپان کے
چھوٹے بھائی سے ھوئی ھے -

شریمتی شری رام بھاگیرتی



جو کانپور ڈسٹرکٹ بورڈ کی ممبر
مقرر ہوئی ہیں -



ہز ہائی نس مہارانی صاحبہ آف ناہن اسٹیٹ

ڈاکٹر ویرا ڈاری



جنہوں نے فرقہ وارانہ تعلقات پر پچھلے
دنوں بمبئی میں ایک مدلل
تقریر فرمائی ۔

رسالہ عصمت دہلی

جلد ۴۹ | بابتہ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۲ء | نمبر ۴

تصاویر ۱۱

فہرست مضامین

چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک } قسم خاص جو آرٹ کاغذ پر چھپتا ہے یعنی جس کاغذ پر تصاویر چھپتی ہیں دس روپے۔ رؤسا سے پچیس روپے۔ والیان ریاست سے سو روپے۔ فی پرچہ ایک روپیہ عمر

قسم اول جو دبیز چکنے کاغذ پر چھپتا ہے پانچ روپے، فی پرچہ سات آنے ممالک غیر سے دس شلنگ سالانہ

قسم دوم جس کے مضامین تصاویر ٹائیٹل وغیرہ کا کاغذ معمولی ہوتا ہے۔ ساڑھے تین روپے فی پرچہ پانچ آنہ ۵؍

(باہتمام ابو امین مولوی محمد امان الرحمن پرنٹر و پبلشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا)

رسالہ عصمت ہندوستان کے تمام بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں پر مسرز اے ایچ وہیلر کے بک سٹالوں سے ملتا ہے۔

تربیت گاہ بنات دہلی

عصمتی بہنوں اور بچیوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ تربیت گاہ بنات کا نیا سیشن اکتوبر سے شروع ہوتا ہے اور ستمبر میں مجھکو یہ فیصلہ کرلینا پڑتا ہے کہ میں نئی درخواستوں میں سے کس قدر بچیاں لے سکتا ہوں مگر مجھکو تعجب ہے کہ اس مہینہ میں روپیہ اس قدر کم ہے کہ میں اسوقت تک فیصلہ نہ کرسکا میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ یتیم بچیوں کے معاملہ میں میری ذمہ داری نہایت نازک ہوجاتی ہے۔ نہ انکار کرسکتا ہوں نہ اقرار کرسکتا ہوں مجھے امید ہے کہ بہنیں ان چند سطروں کو پڑھنے کے بعد جس قدر جلد ممکن ہوگا توجہ فرمائیں گی تاکہ یتیم و نادار بچیاں جو داخلہ کے واسطے انکے دروازہ پر آئی ہیں مایوس و ناکام ہوکر اغیار کی چوکھٹوں پر نہ پہنچنے پائیں میں آئندہ پرچہ میں مفصل کیفیت لکھونگا اور بتا سکوں گا کہ کس قدر بچیاں لی گئیں ہیں۔ اور کتنی بچیوں کو لینے سے قاصر ہوں میں اسوقت صرف ناظرین عصمت کو اس اشد ضرورت پر متوجہ کرتا ہوں اور یہ دریافت کرتا ہوں کہ کیا اس مہینہ میں انہوں نے تربیت گاہ کے یتیم سیکشن کو فراموش کردیا

*

تربیت گاہ بنات دہلی ملیریا کی وجہ سے آخر ستمبر میں نہ کھل سکی۔ اب اکتوبر کے پہلے ہفتہ سے نیا سیشن شروع ہوگا۔ جو حضرات اپنی بچیاں داخل کرانا چاہیں فوراً مجھے مطلع کریں۔

راشد الخیری

ان قواعد کی پابندی کیجئے

تاکہ آپ کی اور ہماری سہولت ہو اور آپکو کبھی ہم سے شکایت کا موقع نہ ملے

(۱) عصمت ہمیشہ نہایت پابندی وقت سے ۳۰ تاریخ کو شائع ہوکر تیسری چوتھی تاریخ تک ہندوستان کی تمام خریدار بہنوں کو پہنچ جاتا ہے اشاعت میں خدا کے فضل سے کبھی دیر نہیں ہوتی۔ لیکن اگر ڈاکخانہ کی غلطی سے وقت پر پرچہ نہ ملے تو ۵ تاریخ کے بعد مگر ۱۵ تاریخ تک کارڈ لکھ کر نمبر خریداری کے حوالہ سے دوبارہ پرچہ منگالیں اس کے بعد قیمتاً ملے گا۔

(۲) اگر ایک مقام سے دوسرے مقام پر تبادلہ ہوجائے تو خریداری نمبر کے حوالہ سے فوراً دفتر کو تبدیلی پتہ کی اطلاع دیدی جائے کئی کئی ماہ بعد پتہ بدلوانا دفتر کو نقصان پہنچاتا ہے۔ کیونکہ صحیح پتہ نہ ہونے کی وجہ سے پرچہ تلف ہوجاتا ہے اور خریدار بہن کو شکایت رہتی ہے کہ دفتر سے نہیں بھیجا گیا حالانکہ تمام خریداروں کو ۳۰ تاریخ کو رسالہ بھیجا جاتا ہے۔

(۳) جب ہمیں خط لکھیں خریداری نمبر ضرور لکھیں ورنہ تعمیل میں کئی دن لگ جائیں گے۔ اگر آپ کو خریداری نمبر یاد نہ رہا ہو یا نوٹ نہ کیا ہو تو جوابی پوسٹ کارڈ بھیجکر دفتر سے معلوم کرلیجئے۔ کیونکہ بغیر خریداری نمبر لکھے آپ کے خط کی تعمیل فوراً نہ ہوسکے گی

(۴) جواب طلب امور کے لئے جوابی پوسٹ کارڈ یا پانچ پیسے کا ٹکٹ بھیجئے

(۵) منی آرڈر کی کوپن پر خریداری نمبر اور پتہ بھی درج فرمائیے۔

(۶) اختتام سال کی اطلاع ایک ماہ پہلے دیدی جاتی ہے اگر کسی بہن کو آئندہ خریدار رہنا نہیں ہے تو دفتر کو مطلع کریں اور اگر بدستور پرچہ جاری رکھنا ہے تو منی آرڈر کے ذریعہ آئندہ سال کا چندہ بھیجیں جو بیبیاں کچھ جواب نہیں دیتیں انہیں وی پی بھیجا جاتا ہے۔ وی پی کی واپسی عصمت کو سخت نقصان پہنچاتا ہے۔ اگر کوئی بات دریافت طلب ہو تو بھی وی پی ضرور وصول کرلیا جائے۔

(۷) عصمت کا سالانہ چندہ پیشگی مع محصول ڈاک وغیرہ پانچ روپے ہے۔ لیکن جو معمول دہمدرد بیبیاں عصمت کی مالی مدد کرتی ہیں ان کے لئے قسم خاص آرٹ کاغذ پر چھاپا جاتا ہے جس کا عام چندہ دس روپے ہے

عصمت کا ایک اور ایڈیشن قسم دوم معمولی ہلکے کاغذ پر چھاپا جاتا ہے اس کا چندہ سالانہ صرف تین روپے آٹھ آنہ

ممالک غیر سے سالانہ چندہ قسم اول ۱۰ شلنگ قسم دوم ۶ شلنگ

منیجر عصمت دہلی

اگلے لوگ

از مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ

جہاں آباد کو دیکھنے والی صورتیں تو مٹ ہی چکی تھیں قلق یہ ہے کہ ان کو دیکھنے والی آنکھیں بھی بند ہوگئیں اور آج ان کے روتے والے مجھ جیسے دو چار مرثیہ خواں باقی ہیں

شہر آبادی کا سماں میں نے بھی نہیں دیکھا۔ ہاں ان مقدس چہروں کی زیارت کی ہے جن کے دل دلی کی آگ سے جھلس رہے تھے جن کی داستانیں صحبت شب کا سماں دکھا دیتی تھیں اور جن کی تانیں زخمی دلوں کے ٹکڑے اڑا رہی تھیں، میں نے دلی کا وہ دور نہیں دیکھا جب چپے چپے اور کونے کونے میں گوہر یکتا چمک رہے تھے، ہاں چوک کے دو رویہ درخت جو جیٹھ بیساکھ کی گرمی میں تھکے ماندے مسافروں کو پناہ دیتے تھے میری آنکھ کے سامنے ہیں سعادت خاں اور مور سرا کی نہریں میرے سامنے مٹی ہیں۔ پن چکی کو برابر ہوتے میں نے دیکھا ہے۔ زینت محل کے کمرے کی پچھلی تصویر اب بھی میری آنکھوں میں پھر رہی ہے۔ بیلے کے سرسبز اشجار کھڑک اور بہادر گنج کی عالیشان عمارتیں میرے سامنے ڈھنڈار ہوئی ہیں۔ آج دلی عبارت ہے وائسریگل لاج سے، سرکورٹ ہاؤس سے۔ رائے سینا کی پختہ سڑکوں اور خوشنما باغیچوں سے اور جب سنتا ہوں کہ قطب تک عمارتیں ہی عمارتیں بن گئی ہیں جنگل میں منگل ہو رہا ہے تو بے ساختہ کہتا ہوں کہ مکان بن گیا مگر وہ مکیں کہاں!

تاجور صاحب! اپنے ان چند سطروں کی فرمایش سے مجھے تکلیف دی، بھائی دلی کیسی اور دلی والے کہاں؟ وہ صحبت ختم اور بزم برہم ہوئی۔ اس خاک سے ایسے ایسے لوگ اٹھے ہیں کہ وضعداری ان کے قدم چومتی تھی اور انسانیت انکی زندگی پر قربان ہوتی تھی۔ بیس سال سے زیادہ ہی ہوئے ہونگے، میں چاوڑی بازار میں مرزا جان رفوگر کی دوکان پر بیٹھا ہوا تھا۔ اللہ اللہ مرزا صاحب کا خیال آتے ہی ان کی صورت آنکھوں میں پھر گئی۔ سرخ وسپید رنگ، بھری ہوئی ڈاڑھی گٹھا ہوا بدن۔ تن زیب کا انگرکھا۔ تنا ہوا جسم، بنے ہوئے ڈنٹر، شاگرد گھٹنوں پر شالیں ڈالے رفو کر رہے ہیں اور مرزا صاحب خاموش بیٹھے ادہر ادہر دیکھ رہے ہیں۔ کوئی دلی والا دکھائی دے گیا تو فرشی سلام کیا اور پاس بلا کر دو چار باتیں کیں زبان سبحان اللہ! فصاحت کا دریا تھا کہ امنڈا آتا تھا۔ ساٹھ برس کی عمر ہو چکی تھی۔ مگر کسرت کا شوق باقی تھا۔ دونوں ڈنٹروں کو دیکھ رہے ہیں اور خوش ہو رہے ہیں۔ مجھ سے فرمانے لگے۔

"آکا روٹی نصیب نہیں۔ مگر اب بھی پالنسو پیل لیتا ہوں۔" میں نے کہا "مرزا صاحب! فرمایئے آجکل کیا شغل ہے ٹھنڈا سانس بھر کر کہنے لگے" ارے میاں کیا پوچھتے ہو، شہر اجڑا۔ شہر والے اجڑے۔ مولانا دیکھتے ہی دیکھتے بھر

گو صاف ہو گئے، نواب علاؤالدین خاں کی سرکار! حکیم محمود خاں کا دربار! ظہیرالدین خاں کی بیٹھک! ہائے مولانا یا سبھائیں اٹھی ہیں۔ دل تڑپتا ہے۔ کیسے پائے کے لوگ تھے! اب اجڑے شہر کی نشانیاں یہ دو گھر رہ گئے ہیں اجمل خاں اور رضی الدین خاں۔ مگر غضب تو دیکھو دونوں میں پھوٹ ہے! پھوٹی آنکھ کا دیدہ دو ڈیوڑھیاں اور وہ بھی گائے کا گروہ! آکا مشکل تو میری ہے میں نے محمود خاں اور ظہیر الدین خاں دونوں کے ہاتھ چومے ہیں اب اس منہ سے کس کو برا کہوں۔ گیارہ بجے تک اجمل خاں کے ہاں بیٹھتا ہوں۔ دو بجے تک رضی الدین خاں کے ہاں، بائیس برس سے اس حاضری میں فرق نہیں آیا۔ جو یہاں سنا وہ یہاں چھوڑا۔ جو وہاں کان میں پڑی وہ وہاں پھینکی۔" مرزا صاحب نے اب پھر دونوں ہاتھ دیکھے اور فرمایا۔" آکا! دیکھو تو سہی لوہے کی سلاخیں ہیں۔ ایمان سے کہنا۔ آکا اس بدن پر ریاض کیا ہے ریاض!!

(۲) شام ہو رہی ہے۔ سیلانی جیوڑے، رنگین چادرے بغل میں لئے پان کی گلوری منہ میں دبائے چاندنی کی سیر کو نکل پڑے ہیں، موتیا اور چنبیلی کی صداؤں سے بازار گونج رہا ہے۔ فٹن اور چوکڑیاں، پالکیاں اور گاڑیاں آ اور جا رہی ہیں۔ مرزا صاحب تن تن کر ادھیل پھیل کر ڈنڈوں کو دیکھ رہے ہیں۔ ہدایت پنواڑی کی دوکان پر جمگھٹا لگا ہوا ہے الائچی دار پانوں کی فرمائشیں ہو رہی ہیں۔ سامنے سے ایک گورا چٹا آدمی، شربتی کا چست انگرکھا پہنے، آٹھ انگل لیس کی ٹوپی سر پر، دصلی کی جوتی پاؤں میں، سرنگ گھوڑے پر خراماں خراماں چلا آ رہا ہے۔ مرزا صاحب نے بھانپا اور کہنے لگے۔

" نواب احمد سعید خاں آ رہے ہیں" آکا! ہو بہو علاءالدین خاں کی تصویر ہے۔ عادت میں، خصلت میں، صورت میں شکل میں۔ وضع میں قطع میں، بات میں چیت میں۔ دوسرا علاؤالدین خاں سمجھ لو! آکا اب ادھر بھی اللہ کا نام ہے۔ نواب تم سیر دیکھو۔ نظر کے ساتھ ہاتھ اٹھے گا، جنتی نواب کا بھی یہی وطیرہ تھا میاں یہ رنگ بھی ختم ہو رہا ہے۔

(۳) وقت کی بات تھی یا مرزا صاحب کی تقدیریں ندامت کہ نواب نیچی گردن کئے بغیر سلام کئے نکل گئے۔

اب مرزا صاحب کی عجیب کیفیت تھی۔ گھبرا کر کہنے لگے۔

" مولانا خدا کی قسم! احمد سعید خاں نے جس روز سے نکلنا شروع کیا ہے آجتک بے سلام کئے آگے قدم نہیں اٹھایا! آکا بھول گیا پٹڑیوں کا نواب ہے۔ نام کو تمکنت نہیں، اچنبا ہے اچنبا۔ احمد سعید خاں اور بے سلام کے نکل جائے! عقل کام نہیں کرتی!" مرزا صاحب متحیر و متعجب سر دھن رہے تھے کہ نواب کا گھوڑا لوٹا اور چشم زدن میں احمد سعید خاں ہاتھ باندھے دوکان کے آگے کھڑے فرما رہے تھے" مرزا صاحب! معاف کیجئے گا اپنی دھن میں چلا گیا"

(۴) سبحان اللہ! سبحان اللہ کیسا پر لطف سماں ہے۔ نواب احمد سعید خاں سلام نہ کرنے پر معمولی رفوگر سے معافی مانگ رہے ہیں! اور کس طرح! گھوڑے سے اتر کر اور ہاتھ جوڑ کر۔

دلی کی وضعداری کا یہ ادنیٰ سا نمونہ اور صحبت شب کی ہلکی سی جھلک تھی، اب یہ صحبت ختم ہوئی اور جس سرزمین پر طائران خوش الحان کی چہک انسانیت کے نغمے سنا رہی تھی وہاں "تھینکیو" اور "ویری سوری" کی آوازوں سے کانوں کے پردے

قسمت اور قناعت

بدقسمتی سے ان دو لفظوں کا مفہوم آج کل کے مسلمانوں نے جتنا غلط سمجھا ہے اور اس سے جس قدر نقصان اٹھایا ہے ہیں اتنا شاید کسی قوم نے کبھی نہ اٹھایا ہوگا۔ میرے خیال میں تو جو حالت مسلمانوں کی اس وقت ہو رہی ہے اس کا اصلی سبب یہی ہے کہ انہوں نے اپنے ہاتھ پیر اور دماغ کو بالکل معطل کر کے اپنے آپ کو اپنی خیالی قسمت کے حوالے کر دیا ہے اور جس حال میں ہیں اس سے ابھرنے کی کوشش قناعت کے خلاف سمجھکر چھوڑے بیٹھے ہیں۔ حالانکہ ان کو کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں خود اپنی مذہبی تاریخ اور اسوۂ رسول صلعم پر غور کرنے سے ان الفاظ کے معنے اور صراط مستقیم کا پتہ بہت آسانی سے مل جاتا ہے۔ ہمارے پیغمبر حضرت محمد صلعم جب مبعوث ہو کر دنیا میں تشریف لائے اور عرب جیسی جاہل اور جنگجو قوم سے آپ کا واسطہ پڑا تو آپ کی راہ میں کونسی مشکلیں تھیں جو حائل نہ ہوئیں۔ پھر آپ سے بڑھکر کون ہے جو تقدیر الٰہی پر شاکر اور قانع ہونیکا دعویٰ کر سکتا ہے۔ مگر کیا آپ نے آج کل کے مسلمانوں کی طرح تقدیر الٰہی کے بھروسہ پر ہاتھ پر ہاتھ رکھکر بیٹھنا گوارا کیا۔ ہرگز نہیں! آپنے اپنے اعلیٰ اخلاق سے اپنی بے نظیر شیریں کلامی اور فصاحت سے اپنی حق پرستی اور بردباری سے گمراہوں کو راہ راست پر لانے اور دشمنوں کے دلوں میں گھر بنانے کی کوشش کی اپنے پیارے وطن کو چھوڑ کر مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی۔ اسپر بھی مفسدوں اور گمراہوں نے آپ کو پریشان رکھا اور مذہب مقدس کی تبلیغ میں حارج ہوئے تو مجبور ہو کر آپ نے تلوار اٹھائی اور اپنے مٹھی بھر صحابہ اور دین کے شیدائیوں کو لیکر میدان میں آ کھڑے ہوئے اور ایک دو نہیں بہت سی لڑائیاں آپ کے سامنے ہوئیں اور وفات کے بعد تک ان کا سلسلہ جاری رہا۔ یہ ضرور ہے کہ تقدیر الٰہی آپ کی پشت پر تھی اور ہر مشکل آپ کے لئے آسان ہوتی گئی لیکن کیا آج کل کے مسلمانوں کی طرح محض قسمت کے بھروسہ پر بیٹھے بیٹھے نہیں بلکہ ہمت اور تدبیر سے سب کچھ ہوا اور ایسا ہوا کہ آجتک کسی دوسری قوم کو نصیب نہیں ہوا۔ آپ نے زبان سے کام لیا تو خدا نے اس میں ایسا اثر دیا کہ پتھر جیسے دلوں کو موم بنا دیا۔ دعاؤں کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔ جنگ کی ضرورت پیش آئی تو آپ کے مٹھی بھر رفیقوں کو وہ جوش ایمانی اور ہمت و قوت دی کہ بڑے سے بڑے سورماؤں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور تمام شجاعان عرب آپ کا لوہا مان گئے سیاست و تدبر کا ایسا سکہ جما کہ آجتک بڑی سے بڑی ترقی یافتہ قومیں خرمن اسلام کی خوشہ چینی کرتی ہیں، اور جوں جوں زمانہ ترقی کرتا جا رہا ہے اسلام کے ایک ایک اصول کو سائنس کی کسوٹی پر صحیح پایا ہے۔ مگر یہ جو کچھ ہوا سب اس لئے ہوا کہ حضور صلعم نے خداوند کریم کی عطا کی ہوئی تمام قوتوں سے کام لیا۔ جہاں ہاتھ پیروں کی ضرورت تھی وہاں ہاتھ پیروں سے جہاں زبان کام دے سکتی تھی وہاں زبان سے اور جہاں غور و فکر کی ضرورت تھی ہاں عقل سے۔ غرض جتنی قوتیں خداوند کریم نے انسان کو اپنی رحمت سے عطا فرمائی ہیں کسی کو معطل نہیں کیا گیا

اور ترقی کی ہر ممکن کوشش عمل میں لائی گئی پھر کیوں نہ تقدیر الٰہی آپ کا ساتھ دیتی۔ اور کیوں نہ آپ کو اتنی شاندار کامیابیاں حاصل ہوتیں۔ آہ! جس پیغمبر برحق کے ایسے زبردست کارنامے ہوں اس کی امت پر آج یہ ادبار ہے کاہلی اور ہاتھ پر ہاتھ دہر کر بیٹھنے کا نام اس نے "توکل" رکھا ہے پستی سے ابھرنے کی جائز کوشش کو اسکی اصطلاح میں "ہوس" کہتے ہیں۔ نیستی فلاکت۔ مصیبت۔ افلاس اور جہالت کا نام "قسمت" ہے اس مضمون کا تعلق زیادہ تر مردوں سے ہے لیکن وہ یہ تمام فاسد خیالات ماؤں کی گود سے لیکر نکلتے ہیں۔ اس لئے انہیں کی اصلاح کی سب سے پہلے ضرورت ہے۔ اور اسی خیال سے میں اپنی بہنوں کو مخاطب کرتی ہوں۔ بچے کی اچھی خاصی عمر ہوگئی مگر تعلیم کا کوئی معقول انتظام نہیں۔ بہت ہوا تو ایک میانجی دروازے پر قاعدہ بغداد رٹنے کے لئے مقرر کر دئے گئے۔ مہینے چھوڑ سال گذر گیا۔ مگر قاعدہ ختم ہونے میں نہیں آتا۔ کسی روز میانجی نے غصہ میں آ کر صاحبزادے کے ایک تھپڑ رسید کیا وہ روتے ہوئے گھر میں آئے۔ والدہ صاحبہ کا دریائے شفقت جوش میں آگیا۔ بچے کو گلے سے لگا کر پیار کیا پیسہ دیکر چپ کیا۔ اور میاں جی غریب کی ہزاروں فضیحتیاں کر ڈالیں اور سب کا لب لباب یہ نکلا کہ کسی قسم کی سختی یا کوشش کرنے کی ضرورت نہیں۔ تقدیر میں ہوگا بچہ خود پڑھ جائیگا اس کا اور جو کچھ نتیجہ ہوا اس سے مجھے بحث نہیں مگر اتنا ضرور ہوا کہ بچہ جو پہلے سے ہی بدشوق تھا اور بیڈھنگی تعلیم نے اسکو اور بھی تعلیم سے بیزار کر رکھا تھا۔ اس کے ننھے سے دل پر یہ بات نقش ہوگئی کہ تعلیم حاصل ہونا صرف قسمت پر منحصر ہے۔ اس کے لئے نہ میانجی کی کوشش کی ضرورت ہے نہ میری محنت کی۔

بیٹی کی شادی کا مسئلہ درپیش ہے۔ اچھے سے اچھے پیام موجود ہیں۔ مگر بیگم صاحبہ کی یہی ضد ہے کہ میں تو اپنے بھتیجے سے کرونگی۔ نہیں تو عمر بھر کو میرا بھائی چھوٹ جائیگا۔ ہزار سب سمجھاتے ہیں کہ لڑکا نالائق ہے۔ آوارہ ہے بدمزاج ہے۔ کیوں لڑکی کو زندہ در گور کرتی ہو۔ لیکن ان کا جواب یہی ہے کہ لڑکی کی قسمت سیدھی ہوگی تو آپ سنبھل جائیگا۔ لیجئے صاحب قسمت کے بھروسہ پر شادی ہوگئی۔ اور آغاز کا انجام نظر آنے لگا۔ اب لڑکی کے ساتھ خود بھی جلتی ہیں کڑھتی ہیں روتی ہیں لیکن فرماتی اب بھی یہی ہیں کہ "ہائے بچی تیری تقدیر" دو لڑکوں نے قسمت کے بھروسے پڑے ٹکریں کھاتے بیس برس کی عمر میں انٹرنس کا امتحان پاس کیا ہے۔ اب نوکری کی فکر ہے۔ مگر شہر میں ملتی نہیں اور نہ ماں کی محبت بچوں کو پردیس بھیجنے کی اجازت دیتی ہے۔ ان کا وہی پرانا مقولہ ہے کہ قسمت میں ہوگی تو یہیں نوکری ملجائیگی ورنہ مجھے اپنے بچوں کی دو روٹیاں بھاری نہیں ہیں۔ جو کچھ میسر آئیگا سب ایک جگہ مل بیٹھکر کھالیں گے۔ اس مقولہ پر عمل کر کے وہ گویا قناعت و توکل کی تعلیم دیتی ہیں لیکن یہ نہیں سوچتیں کہ لڑکوں کو کم ہمتی اور نکھٹو پن کی عادت ڈال رہی ہیں جسکا نتیجہ بھگتنے کے لئے وہ خود تو شاید زیادہ عرصہ نہیں زندہ رہیں گی لیکن ان کی پیاری اولاد نہ صرف زندگی بھر بھگتے گی بلکہ نسلیں کی نسلیں

تباہ ہو جائیں گی، بچہ بیمار ہوا ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ مرض مہلک نہیں لیکن ایک چھوٹے سے اپریشن کی ضرورت ہے۔ اگر جلد اپریشن نہ کرا دیا تو مرض بڑھ کر مہلک ہو جائیگا۔ اپریشن کا نام سنتے ہی بیگم صاحبہ کانوں پر ہاتھ رکھ کر پھر وہی پرانا مقولہ دُہرا دیتی ہیں کہ "بابا اگر قسمت میں ہوگا تو میرا بچہ بغیر ہی آپریشن کے اچھا ہو جائیگا" اب ڈاکٹری علاج چھوڑ کر یونانی شروع ہو جاتا ہے اس سے اتر کر تیرے میرے بتائے ہوئے علاج ہوتے ہیں، مزاروں پر جا جا کر منتیں مانی جاتی ہیں۔ تعویذ پلائے اور پہنائے جاتے ہیں مگر قسمت پرست ماں کا بدقسمت بچہ دن بدن گھلتا چلا جاتا ہے اور آخرکار ایک دن قسمت کی دیوی کی بھینٹ چڑھ جاتا ہے۔ اس وقت بھی قسمت کی شاکر بیوی یہی کہکر دل کو سمجھا لیتی ہیں کہ میں نے تو اپنی طرف سے دعا دوا سب ہی کچھ کر لی۔ ڈیڑھ برس بچہ کی بیماری میں ردیہ ٹھیکری کر پیران کلیر سے لیکر اجمیر شریف تک کی خاک چھان ڈالی مگر قسمت ہی میں نہیں تھا تو بچہ کیونکر اچھا ہوتا۔

غرض کہاں تک لکھوں اس قسم کی مثالیں تو اتنی ہیں کہ اگر صرف اپنا مشاہدہ لکھوں تو ایک کتاب بن جائے۔ وجہ یہ ہے کہ پیدائش سے لیکر مرتے وقت تک کوئی کام ایسا نہیں جسمیں اس خیالی قسمت کا دم چھلا نہ لگا ہو، خداوند کریم کی عطا کردہ تمام قوتیں طاق نسیان پر رکھکر سارے کام تقدیر کے حوالے کر دیئے گئے ہیں، اسپر جو بھی ابتری نہ پھیلے کم ہے۔ خدا کے بندے یہ نہیں سوچتے کہ خدا نے ہمیں آنکھ ناک ہاتھ پیر اور عقل کس لئے دی ہے پہلے ان سے کام لیکر دیکھیں ناکامی ہو تو اسے اپنے سہو اور نادانی کا نتیجہ سمجھکر پھر کوشش کریں اور جب تک دم میں دم ہے مایوسی اور پست ہمتی کو اپنے قریب نہ آنے دیں۔ ہر وقت خدا سے اچھی امید اور اس کے فضل و کرم پر بھروسہ رکھیں پھر دیکھیں کہ کس طرح قسمت ان سے برگشتہ رہتی ہے، یوں موت و زیست اور نفع و نقصان تو ہر شخص کے ساتھ لگا ہوا ہے لیکن اپنی سی کوشش تو ہر حال میں کرنی ہی چاہئے۔ ہمت ہار کر بیٹھ جانا اور تقدیر کو روتے رہنا انتہا درجہ کی نادانی اور اپنی قسمت کو اپنے ہاتھوں بگاڑنا ہے۔

ظفر جہان

ہندوستان کی صنعتی زندگی میں عورت کی حیثیت

ہمارا بدنصیب ملک جہاں اور باتوں میں دیگر ممالک سے پیچھے ہے وہاں صنعتی زندگی بھی یہاں کی حد درجہ ناقص اور ناقابل اطمینان ہے۔ ملک کی وسعت اور خام اشیا کی کثرت تو اس بات کی متقضی تھی کہ ہندوستان کی صنعت تمام دنیا میں سب سے افضل ہوتی لیکن معاملہ برعکس کیوں ہے اس کی وجوہ کثیر ہیں لیکن یہاں ان وجوہ سے بحث کرنا مقصود نہیں ہے محض چند سطحی امور کا ذکر ہی معاملہ کی صورت کو کسی قدر بے نقاب کر دے گا۔ ملک کی اس صنعتی ابتری کی ایک حد تک ذمہ دار غیر ملکی حکومت ہے جس کے زیر غور اپنی قوم کا مفاد پیش پیش رہتا ہے۔ دوسری خرابی سرمایہ کی کمی ہے۔ ملک کی دولت زیادہ تر دفینوں اور زیورات کی صورت میں ہے اور باوجود سونا اور چاندی کے فراوانی کے ملک ان سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتا اور وہ مٹی سے بھی بدتر ہیں لیکن ان اسباب سے بحث کرنا مقصود نہیں ہے، ہمارے نقطہ نظر سے جو بات سب سے زیادہ قابل غور ہے۔ وہ ملک کی صنعتی زندگی میں عورتوں کی پوزیشن ہے قطع نظر صنعت وحرفت کے کسی ملک کی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ وہاں کی معاشرتی، سیاسی اور صنعتی زندگی میں عورت مرد دوش بدوش ہوں۔ اس نظریہ کی اہمیت پر زور دینے کی کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ کیونکہ یہ ایسی حقیقت ہے جو دنیا کے سامنے موجودہ صدی میں بالکل بے نقاب ہو رہی ہے۔ قطع نظر ان ممالک کے جو بام ترقی پر پہنچے ہوئے ہیں اور جنکے عروج کا آفتاب نصف النہار پر چمک رہا ہے۔ ان ممالک کی بیداری کی تاریخ میں بھی جو عالمگیر جنگ کے بعد اپنی حالت درست کرنے کی طرف متوجہ ہوئے ہیں یہی حقیقت نمایاں ہے اور عورت و مرد کی پوزیشن میں جو نمایاں فرق ہندوستان اور دوسرے غیر آزاد ممالک میں نظر آتا ہے، وہاں اس کا وجود ہی نہیں ہے۔ ہندوستان کی سیاسی اور معاشرتی زندگی میں تعلیم اور ترقی کی برکتوں کی وجہ سے کسی قدر امید افزا صورت نظر آرہی ہے لیکن صنعتی پہلو تو بالکل ہی تاریک ہے تعجب ہے کہ ہندوستانی جو یورپین ممالک اور بالخصوص انگلستان کی ہر جا و بیجا تقلید کے لئے بے چین نظر آتے ہیں کیوں اب تک اس طرف متوجہ نہیں ہوتے ہیں حالانکہ یہ امر خوب عیاں ہے کہ انگلستان کی بہترین سیاسی قابلیت والی عورتیں صنعتی گوشوں سے آئی ہیں۔

ملک کی اس خامی کا الزام مردوں سے زیادہ عورتوں پر ہے۔ وہ عورتیں جو تعلیم کی برکتوں سے بہرہ ور ہیں ان کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ وہ میم صاحبہ کہلائی جانے لگیں اور ملک کے اعلیٰ معاشرتی طبقہ میں ان کی پوزیشن قبول کر لیجائے اعلیٰ سے اعلیٰ خدمت پر وہ تیار رہوں گی تو وہ جلسوں میں تقریر کرنا۔ انعامات تقسیم کرنا اور ریزولیوشنوں کی تحریک یا تائید ہوگی۔ آل انڈیا ویمنس کانفرنس کی رودادوں کے دفتر کے دفتر دیکھہ جائیے لیکن حقیقت یہی ہوگی جو میں بیان

گرچکی ہوں، ملک کی ترقی کا سب سے زیادہ دارومدار صنعتی ترقی پر ہے لیکن ہماری بہنوں نے جو خدمت اس سلسلہ میں کی ہے وہ ہنوز پردہ خفا میں ہے۔ میں خود اپنی صنف کو اس لئے زیادہ مورد الزام ٹہیراتی ہوں کہ جب عورتیں ان تمام حقوق اور مراعات سے بہرہ ور ہونا چاہتی ہیں جن سے آجتک صرف مرد ہی فائدہ اٹھاتے چلے آئے ہیں تو ضروری ہے کہ وہ ان ذمہ داریوں کو بھی قبول کریں جو آجتک مردوں کے لئے بار دوش رہیں۔

غور کیا جائیگا تو معلوم ہوگا کہ ملک کی مزدور آبادی کی ایک بہت بڑی تعداد عورتوں پر مشتمل ہے کیونکہ مزدور کی عورت اس کے دوش بدوش کام کرتی ہے اور خاندان کی ذریعہ پرورش ہوتی ہے علاوہ اس محنت کے جو اس سے کارخانوں میں لیجاتی ہے، گھر کی روزانہ اور معمولی کاروبار کا بوجھ بھی اس کے کمزور کاندھوں پر ہے دوسرے صنفی ممالک میں بھی صورت حال ایسی ہی ہے لیکن فرق یہ ہے کہ وہاں حکومت سرمایہ دار اور خود مزدور طبقہ مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کی تعلیمی اور معاشرتی ترقی کی طرف خصوصیت کے ساتھ متوجہ ہے، اور ان خامیوں اور مصیبتوں کا نام بھی نہیں ہے جو اس ملک کی عورتوں کے حصہ میں آئی ہیں،

ضرورت ہے اور بہت شدید کہ صنعتی حلقوں میں بچوں کی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔ ان حلقوں میں تعلیم مفت اور جبریہ قرار دیجائے پانچ برس کے سن سے ۱۴ برس تک تعلیم کا جبریہ ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ اس کے بعد بچوں کو ان ذمہ داریوں کی طرف متوجہ ہونا پڑتا ہے جو سن شعور کے بعد انسان پر عائد ہوتی ہیں۔ عورتیں اور بالخصوص لڑکیاں زیادہ تر نصف وقت تک کام کرتی ہیں لہذا اس کے لئے تعلیم حاصل کرنے کے اوقات بہت کافی ہیں، ان لڑکیوں کا شادی کے سن تک تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ بہت سی خرابیاں جو مزدور طبقہ میں پائی جاتی ہیں محض تعلیم کی کمی کیوجہ سے ہیں صنفی حلقوں کی معاشرتی زندگی کی اصلاح کی طرف جو پہلا قدم اٹھایا جا سکتا ہے وہ صرف تعلیم ہی کا ذریعہ ہے۔ اس سلسلہ میں جو مسئلہ سب سے زیادہ اہم ہے وہ نصاب کا ہے۔ یوں تو یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ ہمارا موجودہ تعلیمی نصاب بالکل ہی ناقص اور ناقابل عمل ہے لیکن قطع نظر اس امر کے کہ ان صنفی حلقوں کے اسکولوں میں تعلیمی نصاب کی ترمیم لازمی ہے۔ کیونکہ تعلیم کا مقصد یہاں اہل قلم اور تقریر کرنیوالی عورتیں پیدا کرنا نہیں ہے بلکہ صنفی زندگی کے لوازمات سے آپ کو آگاہ کرنا ہے معمولی ادب تاریخ وجغرافیہ کے علاوہ حساب۔ حفظان صحت کے اصول اور پھر صنعتی تعلیم پر خصوصیت کے ساتھ توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

عورتوں کے لئے صنعتی حلقوں میں خاص مواقع بہم پہونچائے جائیں جن سے مزدور عورتیں فائدہ اٹھا سکیں۔ بہتیرے کام ایسے ہیں کہ عورتیں انہیں مردوں سے بہتر انجام دے سکتی ہیں لہذا عورتوں کو ان کاموں کی طرف زیادہ متوجہ کیا جائے اور کام کے اوقات اور کام کرنے کی جگہ میں عورتوں کا خاص خیال کیا جائے۔ ہندوستان کی موجودہ اخلاقی پستی سے قطع نظر کر کے بھی ضروری ہے کہ عورت اور مرد کو مخلوط طور پر نہ رکھا جائے عورتوں کے لئے خاص سکشن علیحدہ کر دیے

بائیں جہاں وہ آزادی سے کام کرسکیں۔ معاشرتی اصلاحات کے سلسلہ میں بچپن کی شادی۔ پردہ کی شدت،ذات
پات کے جھگڑے ایسے اہم مسائل ہیں جو کم و بیش ہندوستان کے ہر حصہ میں اہم تصور کئے جاتے ہیں۔ سارڈا
ایکٹ کے شرائط کیوجہ سے بچپن کی شادیوں کا جہاں تک انسداد ہورہا ہے وہ کچھ زیادہ اطمینان بخش نہیں ہے صنعتی
حلقوں میں اس کا انسداد بہت سہولت اور خوبی کیساتھ ہوسکتا ہے۔ اگر سرمایہ دار اس طرف توجہ کریں اور ان لڑکیوں
لڑکوں کی شادی ۱۴ برس سے قبل ہوجائے انکو کام نہ کرنے دیں۔ یا مزدوری میں کمی کردیں لیکن سرمایہ دار مزدوروں
کی بھلائی کی طرف کیوں توجہ کرنے لگے۔

دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ پیشہ ور مزدوروں کی جماعتیں جنکو ٹریڈ یونین کہتے ہیں اگر اپنے ممبروں میں صرف
ان لوگوں کو داخل کریں جو سارڈا ایکٹ کی خلاف ورزی کرتے ہیں لیکن صورت بھی مشکل ہے کیونکہ اس سے ان
جماعتوں کی قوت پر اثر پڑیگا۔ لیکن اگر وہ ان معمولی حقوق و مراعات میں جو عام ممبروں کو حاصل ہوتی ہیں اگر بچپن کی
شادی کرنیوالوں کے ساتھ کمی کردیں تو ایک صورت آسانی سے اس اصلاح کی نکل سکتی ہے۔ پردہ کی شدت کا سوال
صنعتی حلقوں میں بالکل ہی نہیں ہے۔ ذات پات کے جھگڑوں کی اصلاح اسی وقت ممکن ہے جب تعلیم کی برکتیں عام
ہوجائیں گی اور ان حلقوں میں ان خرابیوں کے سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہوجائے،

دوسرا سوال صنعتی حلقوں میں عورتوں کے سیاسی حقوق کا ہے۔ اس مسئلہ کا صرف ایک پہلو ہے۔ اور
وہ یہ کہ عورتوں کو عام طور پر حق رائے دہندگی دیدیا جائے۔ اس مسئلہ پر کسی مزید بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ ملک
میں پریس اور پلیٹ فارم کے ذریعہ اس مسئلہ پر کافی بحث ہوچکی ہے۔ میں بھی گول میز کانفرنس کے پہلے اجلاس کے
موقعہ پر اخبار ریاست دہلی کی مختلف اشاعتوں میں اپنے خیالات کا اظہار کرچکی ہوں،

ہندوستانی مزدور عورتوں میں بالخصوص اور دیگر ممالک میں بالعموم یہ شکایت پائی جاتی ہے کہ انہیں پابندی
اوقات کا خیال نہیں رہتا ہے۔ اس کمزوری کا اثر بڑی حد تک مزدور عورتوں کی صلاحیت پر پڑتا ہے۔ اور اس سے صرف
وہی متاثر نہیں ہوتیں بلکہ اسکا اثر سرمایہ داروں اور جنس کے خریداروں پر بھی پڑتا ہے۔ اس نقطہ نظر سے یہ مسئلہ
بہت اہم ہے۔ اس کمزوری کی وجہ بالعموم عورتوں کی تعلیمی پستی اور بالخصوص خانہ داری کی ذمہ داریاں ہیں۔
دوسری اہم وجہ یہ بھی ہے کہ عموماً ان عورتوں کے رہنے کی جگہ کارخانوں سے دور ہوتی ہے، کارخانوں کے قریب میں
مزدوروں کیلئے مکانات کا بندوبست کیا جائے تو یہ شکایت ایک بڑی حد تک دور ہوسکتی ہے،

بچپن کی شادیوں کا اثر بھی مزدور عورتوں کے کام کرنے کی صلاحیت پر کافی پڑتا ہے۔ چونکہ ان کی شادیاں قبل از
وقت ہوجاتی ہیں اس لئے وہ کسی کام میں مہارت حاصل نہیں کرسکتیں، ان کو کام سیکھنے کے تھوڑے دنوں بعد وہ مجبور
ہوجاتی ہیں کہ کام چھوڑدیں یا اپنے وقت اور صلاحیت کا بڑا حصہ خانہ داری کی ذمہ داریوں پر صرف کریں۔ اس سے

یہ مقصود نہیں ہے کہ مزدور عورتوں کو شادی کرنے سے روکا جائے۔ برخلاف اس کے اگر عورتوں کو صنعتی زندگی میں قدم رکھنے سے پہلے عام اور صنعتی تعلیم کی طرف متوجہ کیا جائے اور ہندوستان کے مروجہ سن شادی کو زیادہ بڑھا دیا جائے تو مزدوری کی صلاحیت بہت بڑھ جائیگی۔ اور صنعتی پیداوار میں غیر معمولی اضافہ ہو جائیگا۔ اور مزدوروں کی آمدنی بہت بڑھ جائیگی تعلیم کی کمی صحت کی خرابی اور پابندی اوقات سے لاپرواہی ایسی خرابیاں ہیں جن پر سب سے پہلے توجہ کرنا چاہیئے اور جنکا انسداد ملک کی صنعتی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیگا۔

صنعتی زندگی میں تربیت یافتہ عورتوں کے داخل ہونے سے تعلیمی سہولتیں نئے خیالات اپنے پیر پر کھڑے ہونیکی صلاحیت اور اخلاقی احساس کا پیدا ہونا ضروری ہے۔

موجودہ صورت میں چونکہ عورتیں عام طور پر باپ یا شوہر کے لئے بار دوش رہتی ہیں اس لئے ان میں خیالات اور افعال کی آزادی پیدا ہی نہیں ہوسکتی ہے اور جب تک عورت اپنے بازوؤں کے استعمال کرنے کی صلاحیت حاصل نہیں کرے گی اس کی ترقی ناممکن ہے۔

شہر بانو اورنگ آباد

ہدیۂ نعت

از رابعہ خاتون پنہاں

پڑھو صلِ علی، صلِ علی، صلِ علی بہنو — ہوئے جلوہ نما شاہِ ہدیٰ شاہِ ہدیٰ بہنو
تجلی حق کی ہے پھیلی ہوئی پہنائے عالم پر — ضیا افروز ہیں بدرالدجےٰ بدرالدجےٰ بہنو
ہمہ انوار یکسر نور سرتاپا تجلی زا — وہ ہیں نورالہدیٰ نورالہدیٰ نورالہدیٰ بہنو
تجلی جس کی چمکی ظلمتِ دامانِ فاران پر — وہی خورشید اعظم آج ہے جلوہ نما بہنو
حبیبِ حق تعالےٰ عاشقِ خلاقِ عالم ہیں — کہ نام پاک جن کا مصطفےٰ ہے مصطفےٰ بہنو
وہ ہیں سردارِ عالم سرورِ کون و مکاں یعنے — شہ جن و ملک ہیں، مالکِ ارض و سما بہنو
شفیع المذنبین حاجت روائے کن فکاں وہ ہیں — نجاتِ گمرہاں شافعِ روزِ جزا بہنو
انیسِ دردمنداں دستگیر بیکس و مضطر — مداوائے جراحت، زخمِ دل کی ہیں دوا بہنو
لقب ہے خسرو ہر دو جہاں اس شاہ والا کا — وہ ختم المرسلیں ہیں اور تاجِ انبیا بہنو
طلب فرمائیں روضہ پر جناب سرورِ بطحا — جنابِ حق تعالیٰ میں یہ ہے ہر دم دعا بہنو
مجھے آغوش میں اپنی چھپالے دامنِ یثرب — یہ سر ہو اور سنگ آستانِ مصطفےٰ بہنو
نہ روزِ حشر شرمندہ حضورِ حق میں ہو پنہاں کہ — چھپا لیں اپنے دامن میں اسے خیر الوریٰ بہنو

کیا خدا ایک نہیں ہے

اللہ کی تعریف۔ اللہ اس ذات واجب الوجود کا نام ہے جس کے سب محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہو قرآن کریم نے جو اللہ کی وحدانیت کی دلیل دنیا کے سامنے پیش کی ہے وہ بھی ایک نہایت تھوڑے الفاظ کثیر المعنیٰ" آیہ لوکان فیہما الہۃ الخ ہے جس کے یکتائی اور ہل من مبارز کا نعرہ تیرہ سو برس سے ہر قطرہ عالم میں یکساں سنائی دے رہا ہے۔ دنیا بڑے بڑے حکما، علماء، فلاسفروں سے بھری پڑی ہے۔ علماء نے کانوں سے سنا، حکماء نے آنکھوں سے ملاحظہ کیا۔ فلاسفروں نے بھی ٹھنڈے دل سے غور کیا مگر کسی نے بھی صداقت وسچائی کے ساتھ خلاف وانکار کی گنجائش نہ پائی۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ علما۔ حکما۔ فلاسفر سب نے اپنی اپنی عقل کے مطابق الگ الگ دلیل وحدانیت بیان کی ہے لیکن ان دلیلوں سے خدائی دلیل کا مقابلہ کیا! مقابلہ کا خیال کرنا بھی غلطی اور سخت غلطی ہے۔ ان کے دلائل کہاں سے آئے؟ یہ بھی تو اسی کے پرتو ہیں۔ ان کے چراغ بھی تو اسی ایک چراغ سے روشن ہوئے ہیں عقل مختلف، دماغ مختلف، دل مختلف، دنیا میں جتنے سر اتنے ہی دماغ اتنی عقل اور اتنی ہی باتیں اس لئے ان دنیاوی عقلوں کے دلائل کا باہمی اختلاف ایک فطری امر ہے۔ مقام تعجب نہیں!

جس وقت یہ آیت دنیا میں آئی مختلف دماغ جنبش میں آئے۔ کوئی فلسفی تھا تو کوئی حکیم۔ کوئی عالم تھا تو کوئی صوفی۔ غرض جو جس لایق تھا اس نے اپنے عقل وعلم کے مطابق ایک مقدمہ ترتیب دیا لیکن کیا جس طرح راستے مختلف تھے سب کی منزل بھی الگ الگ تھی! نہیں نہیں! مقصد ایک، مطلب ایک انجام ایک یعنی وحدانیت کا ثبوت

لَوْكَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللهُ لَفَسَدَتَا = ترجمہ اگر آسمان وزمین میں ایک اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو آسمان و زمین فاسد ہو جاتے۔ زیادتی کے لئے کم از کم دو کی تعداد ہونی ضروری ہے۔ اسلئے اگر دو خداؤں کا وجود فرض کیا جائے تو عقلاً تین ہی صورتیں متصور ہو سکتی ہیں (۱) اتفاق واتحاد (۲) اختلاف (۳) ایک کا سکوت۔ اب سوچئے کہ ان سے خلقت عالم کیونکر ممکن ہے۔ اگر آپ اتفاق واتحاد کی شکل تجویز کرتے ہیں تو اگر آپ ان دونوں خداؤں کو کامل خدا مانتے ہیں تو آپ مجبور ہوں گے کہ ہر موجود کو موجود بوجودین تسلیم کریں اسلئے کہ افاضہ وجود میں ہر ایک کامل ہے۔ مثلاً جب ایک نے زید کا وجود چاہا تو موجود ہو گیا اور جب دوسرے نے بھی زید کا وجود چاہا تو بھی زید موجود ہو گیا۔ زید ذات واحد ہونے کی حالت میں دو زید گا۔ اور ایک شخص واحد ہوتے ہوئے متشخص بتشخصین ہو جائیگا اس لئے کہ وجود اور تشخص ایک دوسرے کے مساوق اور لازم و ملزوم ہیں اور یہ امر بداہتہً باطل ہے اب آپ مجبور ہو کر اختلاف کی شکل اختیار کرتے ہیں، اگر ایک وجود زید کا خواہاں ہوتا تو دوسرا نہیں ورنہ پھر

اختلاف کے کوئی معنی نہیں۔ اب فرمائیے! دونوں کی خواہشیں تو پوری نہیں ہوسکتیں ورنہ حالت واحدہ میں وجود و عدم کا اجتماع لازم آئیگا جو محال ہے تو جسکی نیت پوری ہوگی ان کی الوہیت ثابت اور جس کی نیت پوری نہ ہوگی اسکی الوہیت باطل۔ اب آخری سکوت کی شکل بھی آزما لیجئے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو فاعل و خالق ہے وہ ساکت کے سکوت کا محتاج ہے یا نہیں اگر ہے تو احتیاج والوہیت سے کیا علاقہ؟ اور محتاج نہیں ہے تو بے شک وہ خدا ہے لیکن دوسرا چونکہ محتاج الیہ نہوا اسلئے وہ خدا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ خدا کا محتاج الیہ ہر ما سوا ہونا ضروری ہے جس طرح اس کو کسی ما سوا کا کسی طرح محتاج نہ ہونا لابدی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ دو خدا ہونے کی صورت میں بھی تین صورتیں عقلاً ممکن تھیں اور تینوں شکلیں باطل ہوگئیں تو دو خدا ہونا بھی باطل ہوگیا۔

اور ان دلائل سے ثابت ہوگیا کہ خدا ایک ہی ہوسکتا ہے۔ اور وہ بھی کون؟ جو خود محتاج نہو لیکن ساری دنیا اس کی محتاج ہو

عبدالاحد شرف الدین پوری شمسی

منزل مقصود

یہ سچ ہے کہ مصیبت زدوں کی داستانیں اندوہناک ہوتی ہیں۔ اور دکھے ہوئے دل رنج والم کا خاکہ پیش کرتے ہیں، یا بیماروں کے نالے جگر خراش ہوتے ہیں۔ اور دم واپسیں پر آخری نگاہیں پرحسرت ہوتی ہیں، مگر سب سے بڑھکر

سے حالت پہ اُس مسافر بیکس کی روئیے
جو تھک گیا ہو بیٹھ کے منزل کے سامنے

منزل مقصود سامنے ہو۔ وہ منزل مقصود جس کے لئے۔ وہ میلوں کا سفر طے کرکے خار دشت سے آبلہ پا ہوچکا ہو وہ منزل مقصود جس کے حصول کے لئے اس نے تاریک راتوں میں بادیہ پیمائی کی ہو! اس کے سامنے ہو۔ مگر وہ تھک کر چور ہوچکا ہو۔

پھر اس دل شکستہ پر نظر کر جسکی آرزوؤں کا خون ہوچکا ہو۔ جو ایک کامیاب زندگی بسر کرنے کے باوجود ناکام رہا ہو جس کا محبت شعار اور وفاکیش دل کسی بے درد کی ٹھوکر سے پامال ہوچکا ہو۔ جس نے الفت حقیقی کی تلاش میں آرزوؤں اور تمناؤں کو ایک پرکاہ کی وقعت دیکر زندگی کا خون کردیا ہو اور زندگی کے ان آخری لمحوں میں جو چراغ سحری کی طرح ٹمٹما رہے ہوں اسے حاصل کیا ہو۔ اسوقت نسیم صبح تو کجا باد سموم کا بھی کوئی ایسا جھونکا اس بدقسمت کو میسر نہیں، جو اس آخری جانکاہی میں اسے ابدی نجات دلائے اور وہ اس لفظ کے ساتھ اس غم کی دنیا سے چھوٹے۔

"کہ میں نے منزل مقصود کو پالیا"

کنیز محمد بیگم منشی فاضل جموں

مکان

مکان انسان کے لئے ایسی ضروری چیز ہے جیسے کہ غذا و لباس اور اس کی عمدگی و صفائی پر صحت و عادات کا بہت کچھ دار و مدار ہے لیکن عموماً اس کا کوئی خیال نہیں کیا جاتا اور محض ایک چار دیواری چیر دل وغیرہ سے ان میں سے کوتیار کرلی جاتی ہے۔ نہ اس کے لئے کوئی اچھا موقع دیکھا جاتا ہے ۔ نہ دھوئیں اور پانی کے نکاس کا مناسب انتظام ہوتا ہے چھتیں اکثر نیچی ہوتی ہیں کہ دیکھ کر دل گھبرانے لگے۔ مگر جو مکان کرایہ پر چلانے کو بنائے جاتے ہیں انکی تو اور بھی بری گت ہوتی ہے۔ اکثر دروازے کے پاس ہی زینہ ہوتا ہے۔ اور اس کے نیچے ایک کوٹھری میں پاخانہ ہوتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گھر میں قدم رکھتے ہی بدبو کے مارے دماغ پریشان ہوجاتا ہے۔ کوٹھے پر اترتے چڑھتے وقت اور اندر باہر آتے جاتے وقت اس بدبو کا سونگھنا لازمی ہے۔ غسل خانے بنانے کی تو اکثر گھروں میں کوئی ضرورت ہی نہیں سمجھی جاتی اور بعض جگہ ہوتا بھی ہے تو وہیں پاخانے کے پاس۔ اور اس قدر تنگ و تاریک کہ اگر کواڑ بند کرلئے جائیں تو لالٹین کی ضرورت ہوتی ہے کہیں ایسا ہوتا ہے کہ صرف پردے کی دیواروں سے غسل خانہ پاخانہ بنا دیا جاتا ہے اور ان پر چھت نہیں ہوتی۔ گرمیوں میں دن کی دھوپ جاڑوں میں رات کی اوس اور ٹھنڈی ہوا کی کوئی روک نہیں اور برسات کا تو کیا ہی کہنا پوری مصیبت ہوجاتی ہے۔

اگر مکان بنوایا جائے تو ساری باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ اور کوئی ایسی جگہ پسند کرنی چاہیے جو کسی قدر اونچی ہو۔ شمال رویہ کمرے اور دالان گرمی کے زمانہ میں بہت اچھے اور ٹھنڈے رہتے ہیں اسلئے سارا مکان چاہے کسی رخ کا ہو ایک آدھ کمرہ ضرور اس رخ کا ہونا چاہیے۔ اور اس میں کھڑکیاں اور روشن دان بھی رکھنے چاہئیں۔ کرائے پر مکان لیتے وقت بھی ان باتوں کا خیال بہت ضروری ہے کہ اس میں سیل نہو (۲) ایسی نشیبی زمین پر نہ ہو کہ موریوں کا پانی باہر نہ جاسکے اور برسات میں الٹا چلا آئے (۳) کوئی نالہ وغیرہ گھر کے قریب نہو (۴) مکان پختہ ہو اور فرش بھی اینٹوں کا یا پکا ہو۔ اگر پورے مکان کا نہو تو کم از کم کمروں والانوں کا فرش ضرور پختہ ہونا چاہیے (چھتیں اونچی ہوں اور جس کوٹھری میں صرف ایک دروازہ ہو اس میں ایک کھڑکی بھی ہو۔ ورنہ کم از کم ایک روشن دان ہی ہو (۶) غسل خانہ پاخانہ پختہ ہو، اور چھت دار ہو۔ اور اس میں بھی روشن دان ہو یا اور کسی طرح اجالے کا بندوبست ہو، (۷) باورچی خانہ کے قریب ایک جگہ برتن دھونے مانجھنے کے لئے پختہ بنی ہو یا باورچی خانہ ہی میں ایک طرف اس کا انتظام ہو۔ اگر یہ تمام باتیں کسی مکان میں پوری نہوں تو کم از کم پہلی دوسری تیسری اور چھٹی تو لازمی ہیں۔ اگر یہ بھی نہ ہوں گی تو وہاں کوئی تندرست نہ رہ سکے گا، باقی کے لئے کوشش کرنی چاہیئے کہ مکان دار سے وقتاً بے وقت تقاضے کر کر کے پوری کرالی جائیں،

ہندوستانی طرز کے مکان اس لحاظ سے بہت اچھے ہوتے ہیں کہ ان میں الماریاں مچان۔ طاق وغیرہ بنا کر گنجایش خوب کر دیجاتی ہے اور سامان رکھنے کے لئے ڈھیروں جگہ مل جاتی ہے۔ گھڑونچیاں بھی اکثر مکانوں میں پتھر کی بنی ہوتی ہیں۔ اگر مکان ایسا ہو کہ اس میں یہ چیزیں نہ ہوں تو پھر ضروری ہے کہ یہ سب سامان بھی مہیا کیا جائے۔ ورنہ ان کے بغیر اور ہزاروں طرح کی دقتیں اور نقصان اٹھانے پڑتے ہیں۔ خاص کر گھڑونچی کے بغیر تو کام چلنا بہت ہی دشوار ہوتا ہے۔ اور پانی کی پاکیزگی مشکوک ہی رہتی ہے۔ باورچی خانہ میں ہر وقت کے کام کے برتن اور مسالہ وغیرہ رکھنے کو ایک الماری رکھیں یا ایک صندوق ہی اس طرح کھڑا کر کے رکھ لیں کہ اس کا ڈھکنا کواڑ کی طرح کھل جایا کرے اور جب کام ختم ہو چکے تو اس کی کنڈی بند کر کے قفل ڈال دیں۔

مکان کا ایک حصہ اپنی حیثیت کے لائق کچھ نہ کچھ آراستہ بھی رکھنا چاہئے۔ اگر وقت بے وقت کوئی مہمان آجائے تو اسے وہاں ٹھیرایا جا سکے اور کوئی پریشانی نہ اٹھانی پڑے،

صحن اگر بہت چھوٹا ہو تو اس میں کیاریاں گملے وغیرہ بالکل نہیں رکھنے چاہئیں، سبزی قریب ہوتی ہو تو مچھر بہت ستاتے ہیں۔ اگر ایسا ہی شوق ہو تو کوٹھے پر گملے رکھ لیں۔ مگر ان کی صفائی کا خیال رکھنا ضروری ہے ورنہ بجائے خوبصورتی کے کوڑے خانہ ہو کر بدصورتی کا باعث ہو جاتے ہیں،

جانور اور خاص کر اگر مرغیاں ہوں تو ان کے لئے ایک طرف بانسوں کی ٹٹیاں لگوا دینی چاہئیں ورنہ ان کی وجہ سے سارا گھر ناس رہتا ہے۔

مکان کی شکست و ریخت کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہئے۔ اگر کہیں سے ٹپکے تو فوراً مرمت کرالیجائے، زمین میں گڑھے وغیرہ نہ ہونے پائیں اگر کہیں کوئی گڑھا ہو جائے تو اسے بھر کر برابر کر دیا جائے۔ دیواروں کا پلاستر اکھڑ جائے تو قلعی کراتے وقت اسے ٹھیک کر دیا جائے۔ کھپریل ہو تو اس کی صفائی اور وقت سے ٹوٹے پھوٹے کھپرے بدلوا دینے ضروری ہیں ورنہ برسات میں سخت تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ ۹-۱-

معاشرت میں اصلاح

پہلی بیوی کی وفات کو مشکل سے ایک سال گذرا ہوگا کہ احباب نے مجھ سے عقد ثانی کا اصرار شروع کر دیا، مرحومہ کی بے مثل خصوصیات نے مجھے اس درجہ متاثر کر رکھا تھا کہ کسی دوسری ہستی کو شریک زندگی بنانے کا میرا مطلق ارادہ نہ تھا۔ ان کی محبت، خدمت، حسن انتظام، رواداری، غرض کس کس خوبی کو یاد کروں، ان میں وہ سب صفات مکمل طور پر موجود تھیں۔ جو صحیح معنوں میں ایک بیوی کی سرمایہ زندگی ہوتی ہیں۔ ہم نے گیارہ سال باہم ایک بہشتی زندگی بسر کی تھی، ہمارے درمیان کبھی کوئی نااتفاقی نہ پیش آئی تھی۔ قسمت نے ان سب خوشیوں کا خاتمہ کر دیا۔ میرا خیال تھا کہ اب میں اس گزری ہوئی زندگی کی یاد ہی میں اپنا بقیہ زمانہ عمر بسر کر دونگا۔ میں نے اسی بنا پر ہر چند انکار کیا لیکن میرا کوئی عذر باور نہ کیا گیا نہ احباب نے اس پر خاموشی اختیار کی نہ اعزا نے۔ آخر کار مجبورًا۔ آخر کار مجبورًا ہاں کرتے ہی بنی، اور ایک دوسری بیوی بیاہ کر میں گھر لے ہی آیا۔

عذرا کی عمر ابھی بہت کم تھی۔ کم از کم مجھ جیسے شوہر کے لئے جس کے تین تین اولادیں موجود ہوں۔ کم سن بیوی موزوں نہ ہوسکتی تھی۔ میں نے شادی سے قبل صرف یہی سنا تھا کہ جس کے ساتھ شادی تجویز ہوئی ہے وہ ہنوز لڑکی ہے۔ مجھے عذرا کی صحیح عمر کا پتہ نہ تھا۔ اگر یہ علم ہوجاتا تو شاید میں کبھی نہ کرتا۔ کیونکہ میرا تو یہاں تک خیال تھا کہ ہم ایسے مردوں کو کسی بیوہ سے عقد کرنا چاہیئے۔ لیکن میرے اعزا نے مجھے خاموش کر دیا۔ یہ حقیقت تھی کہ اس میں مجھ سے زیادہ خود لڑکی والوں کی ذمہ داری تھی۔ کسی کمسن لڑکی کی صاحب اولاد سے شادی کر دینا کئی وجوہ سے نامناسب ہوتا ہے۔ مجھے اپنی زندگی میں یہ بھی سبق ملا۔ اور گو خود میری ذات کے لئے اس کے نتائج خاص طور پر خراب نہیں ثابت ہوئے۔ تاہم میں سب لڑکیوں کے والدین کو مشورہ دونگا کہ وہ حتی الامکان اس غلطی کے مرتکب نہ ہوں۔ بہرحال جیسا کہ ہمارے ہندوستانی گھروں میں عام طور پر ہوتا ہے۔ عذرا کے والدین نے اس کی پروا نہیں کی۔ اور اپنے اس فعل کے ذمہ دار وہی تھے۔ اگر انہوں نے اس کی اہمیت نہیں محسوس کی تو ہم کیا کرسکتے ہیں

عذرا کو اپنے گھر میں لے آنے کے بعد میں نے ان کی عادات اور طور و طریق کو جانچنا شروع کیا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس معاملہ میں کتنا خوش قسمت نکلا ہوں۔ باوجود کم عمر ہونے کے وہ نہایت سمجھدار۔ فرض شناس اور سلیقہ مند بیوی تھی۔ میری پہلی بیوی میرے چچا کی لڑکی تھی۔ اس لئے ہمارے پورے خاندان سے ان کا وہی خاص تعلق تھا، جو میرا ہوسکتا تھا۔ اس لئے ہر ایک کو ان کی وفات کا غم تھا۔ اور میرے لئے یہ کسی قدر دل شکن اور مایوس کن بات ثابت ہوئی کہ بیچاری عذرا کا ان وجوہ کی بنا پر میرے گھر میں کوئی خاص خیر مقدم نہیں کیا گیا۔ بلکہ میرے سب اعزا

ان سے سرد مہری اور افسردہ خاطری کے ساتھ پیش آئے۔

میں نے مرحومہ بیوی کی بہن کو ان کی وفات کے بعد سے اپنے یہاں اس خیال پر رکھ لیا تھا کہ وہ بچوں کی نگرانی اور دیکھ بھال کرتی رہیں گی۔ بڑے لڑکے کی عمر تو خیر دس سال کی تھی اسے چنداں اس کی حاجت نہ تھی لیکن چھوٹا لڑکا سات برس کا اور سب سے بڑھ کر بیچاری بچی تو وہی سال کی تھی جس کے لئے اتنی سی عمر میں ماں کی شفقت بھری گود سے جدا ہو جانا بڑے رحم اور افسوس کی بات تھی۔ زرین بہرحال ان بچوں کی خالہ تھیں اور وہی ان کے ساتھ مشفقانہ برتاؤ کر سکتی تھی جو ان کے زخم دل کو مندمل کر سکے، عذرا کے گھر میں آنے کے بعد بھی میں نے انہیں روکے رکھا، کیونکہ ہنوز مجھے تجربہ نہ ہوا تھا کہ ان کا برتاؤ بچوں کے ساتھ کیسا ہوگا۔ اس کے علاوہ ان کی کمسنی کا لحاظ کرکے بھی میں نے یہ بار ان پر ڈالنا مناسب نہ سمجھا۔ تاہم میری یہ تدبیریں بھی میری زندگی کے لئے موجب سکون نہ بن سکیں۔ میں نے اپنے خیال میں اس وقت سے بچنے کی کوشش کی تھی، جو ہر صاحب اولاد کو عقد ثانی کرنے کے بعد پیش آتی ہے۔ مگر اس کا نتیجہ بھی کیا نکلا؟

میرے گھر میں اب ایک نیا نقشہ قائم تھا۔ ہندوستان میں معاشرت کی کتنی خرابی اور طبائع کے کتنے نقائص ہیں۔ اس سے ارباب دانش انکار نہ کرینگے، مجھے عام دستور اور بیشمار تجربات کو دیکھتے ہوئے عذرا کی طرف سے اس کی امید نہ تھی کہ وہ اپنے دل سے یہ جذبہ دور کردیگی کہ یہ بچے ان کی سوتیلی اولاد ہے۔ مگر مشاہدہ کیا ہوا!۔ میں رفتہ رفتہ یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ فرشتہ خصلت بیوی ان کے ساتھ کچھ اس طرح پیش آ رہی ہے۔ گویا وہ اس کے خون جگر ہیں۔ اس نے اپنے آنے کے پہلے دن سے ان سے محبتانہ برتاؤ شروع کر دیا۔ میرا خیال تھا کہ ابھی تو آغاز ہے۔ رفتہ رفتہ آخرکار یہ معاملہ رنگ لائے بغیر نہ رہیگا۔ تاہم ابتدا امید افزا تھی۔ مگر کاش دوسری طرف سے بھی اس کا جواب ایسا ہی حوصلہ افزا اور سکون بخش ہوتا!

ایک روز شام کے وقت میں دفتر سے لوٹا۔ یہ وہ وقت تھا جب میری شادی کو تقریباً چار ماہ کا عرصہ گذر چکا تھا۔ اس درمیان میں عذرا کئی بار اپنے میکے گئیں۔ ان کی خوبیوں نے مجھ پر خاص اثر ڈال دیا تھا۔ نیز اس جوش کی وجہ سے جو ہر نئی شادی پر عموماً مردوں کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے (اس کا قیام گو باقی رہے یا نہ رہے) مجھے انکی جدائی گوارا نہ تھی۔ وہ جب اپنے میکے گئیں۔ تو میں موقعہ اور فرصت پا کر وہاں پہنچتا رہا۔ کئی کئی روز قیام کرتا۔ اور حتی الوسع عذرا کے والدین کو سمجھا کر انہیں اپنے ساتھ لے آتا۔ میری سسرال والے خوش تھے کہ میں ان کی لڑکی کا خاص طور پر خیال رکھتا ہوں اور خود عذرا کے متعلق تو کچھ کہنا فضول ہے۔ کون ایسی بیوی ہوگی جو شوہر کے خیال اُنسیت کی آرزومند اور قدردان نہ ہو،

میں گھر پہنچتے ہی سیدھا اس کمرہ کی طرف چلا جہاں اسوقت عذرا تھی۔ اتنے میں میری بچی دردانہ دوڑی

ہوئی پیچھے سے آکر میری ٹانگوں میں لپٹ گئی۔ میں نے اپنے قدم فوراً روک لئے اور اسے گود میں لیکر پیار کیا اس نے اپنی باہیں میرے گلے میں ڈالدیں اور معصومانہ انداز سے بولی "ہم بھی اماں کے پاس چلیں گے" میں نے اسے چمٹا لیا اور تھپتھپاتے ہوئے کہا "ضرور میری پیاری بیٹی۔ چلو ہم لے چلیں" میں چند قدم پھر آگے بڑھا تھا کہ میرے کانوں میں چھوٹے لڑکے کی آواز آئی" ننھی! آ ہم تجھے گڑیا دیں۔ نہیں تو بھیا تو ڑ ڈالے گا۔ یہ کہتا ہوا وہ قریب آگیا۔ لڑکی نے اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا اور میری گود سے اترنے پر راضی نہ ہوئی۔ میں نے بچے سے کہا" نہیں نہیں بیٹے اسے مت لیجاؤ۔ اسوقت وہ اپنی اماں کے پاس جانا چاہتی ہے۔ بلکہ تم بھی ہمارے ساتھ آؤ۔ دیکھو تمہاری اماں تم کو کتنا پیار کرتی ہیں۔ ان کے پاس چل کر کھیلو"

میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ اس معصوم بچے نے عجیب متاثرانہ انداز سے اپنی گردن جھکالی اور آہستہ سے بولا" وہ ہمکو ماریگی۔ اس لئے ہم زیادہ ان کے پاس نہیں جاتے" میں نے جوش پدری سے مغلوب ہو کر اس کی پشت پر ہاتھ رکھدیا اور ہمدردی سے پوچھا" نہیں پیارے بچے مارینگی نہیں وہ تو بہت پیار کرتی ہیں کیا کبھی تمکو مارا ہے" "جی نہیں۔ مگر خالہ جان کہتی ہیں کہ وہاں زیادہ نہ جایا کرو۔ کل وہ بھیا کو سمجھا رہی تھیں کہ وہ تمہاری ماں نہیں ہیں تم مجھے اپنی ماں سمجھو۔ اور ان کے پاس زیادہ نہ بیٹھا کرو"۔

مجھے ایسا محسوس ہوا کہ گویا کسی نے آسمان سے اٹھا کر نیچے پھینک دیا ہو۔ افسوس یہ کیسا دل شکن خیال تھا کہ معصوم بچوں کے دل میں کہہ کہہ کر یہ بات جاگزیں کیجارہی تھی۔ باوجودیکہ عذرا کی طرف سے اب تک کوئی غلط یا مغائرانہ برتاؤ نہ تھا۔ مجھے اسوقت صرف زرین پر نہیں بلکہ ہندوستان کی ان تمام جاہل عورتوں نیز ان مردوں کی بھی ذہنیت پر غصہ آیا جو اپنے خراب طرز عمل سے اس کی بیخ کنی کرنے کے بجائے ان خراب باتوں کو اور تقویت دے رہے ہیں، یہ عقل سے دور کتنی قابل افسوس بات تھی! کیا ہمارے لئے لازمی نہیں ہے کہ ہم ان بیجا تعصبات کا اپنی زندگی سے خاتمہ کر کے ایک کامیاب اور خوش وخرم زندگی بسر کریں۔ سوتیلی ماں یا سوتیلی اولاد سے خواہ مخواہ کی نفرت اور عداوت رکھنا کیا معنی، بیچاری عذرا تو بہت شریفانہ طبیعت رکھتی تھیں لیکن اس کے کیا معنی تھے کہ بچوں ہی کے اعزا بچوں کو ان سے ملتفت نہیں ہونے دیتے تھے۔ بہرحال میں نے تشفی آمیز لہجہ میں صرف اتنا کہا۔ تمہاری خالہ جان نے بہت برا کیا۔ اگر ایسا کیا۔ بیٹے تم تو خود سمجھدار ہو۔ کیا دیکھتے نہیں کہ تمہاری اماں تم کو کتنا چاہتی ہیں۔ آؤ میرے ساتھ"

میں دونوں کو اندر لے گیا۔ عذرا بچی کے لئے ریشم کے فراک پر پھول کاڑھ رہی تھی۔ انہوں نے نظر اٹھا کر کچھ عجیب شگفتگی سے کہا"آہا ور دانہ آگئی۔ آ تو جا میری بیٹی میرے پاس۔ میں ذرا یہ فراک پہنا کے دیکھونگی کہ یہ کیسا پیارا لگتا ہے"۔ بچی فوراً ان کی گود میں چلی گئی، انہوں نے پیار کیا اور فراک پہنا کے دیکھنے لگیں۔

میں غور کر رہا تھا کہ الٰہی یہ کیا غضب کی بات ہے۔ عذرا کا یہ محبت کا برتاؤ اور میرے سب رشتہ داروں کی ان سے

یہ مغائرت! ــــ اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟

(۲)

دن یوں ہی گزرتے رہے شادی کو پورا ایک سال گزر گیا۔ اس عرصہ میں اللہ نے مجھے ایک بچہ اور عنایت فرمایا۔ عذرا نے سخت بیماری اٹھائی، میں نے اس زمانہ میں ان کی ماں کو بلا کر اپنے یہاں رکھا۔ کیونکہ عذرا کی حالت ایسی نہ تھی جو وہ بغیر کسی ہمدرد کے چھوڑ دیجاتیں۔ باوجودیکہ گھر میں زرین اور میری بہن موجود تھیں۔ مگر بچوں کی وجہ سے خواہ مخواہ سب کو ان بیچاری سے تعصب ہی رہتا تھا۔ میں خیال کرتا تھا کہ اگر پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہ ہوتی اسوقت شاید عذرا کی ذات سب کے لئے اتنی غیریت کا باعث نہ ہوتی۔ مگر اب میرے سب اعزا اپنا فرض سمجھتے تھے کہ میری دوسری بیوی کے مقابلہ میں وہ ان بچوں ہی کا پارٹ لیں، میں ایک سرے سے دیکھ رہا تھا کہ اس گھر میں غریب عذرا کا میرے سوا کوئی اپنا نہ تھا۔ سب کا برتاؤ ان کے ساتھ عجیب غیریت کا پہلو لئے ہوئے تھا۔ گو اب تک کسی نے مجھ سے عذرا کی کوئی شکایت نہ کی تھی، اس کی وجہ یقیناً یہی تھی کہ ان کی کوئی بات اب تک کسی کو قابل گرفت ملی ہی نہ تھی، بچہ کی پیدایش کے بعد سب کا رنج کچھ اور بھی فزوں ہو گیا۔ اس کا وجود سب کے لئے ایک کانٹا ثابت ہوا۔ کیونکہ سب کا خیال تھا کہ لڑکا ہو جانے کی وجہ سے عذرا کا پلا در بھاری ہو گیا ہے۔ اب میں گھر میں قدم رکھتا تو مجھے وہاں عجیب عجیب جلوے نظر آتے۔ کبھی میں دیکھتا کہ ایک بچہ کو میری بہن اور دوسرے کو زرین یا چچی جان گود میں لئے بیٹھی ہیں۔ آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا رہے ہیں، اور مرحومہ بیوی کے تذکرے ہو رہے ہیں کبھی دروازہ کے اندر قدم رکھتے ہی میری نظر پڑتی کہ بچی عذرا کے کمرہ کی طرف دوڑی جا رہی ہے اور کوئی بھائی یا خود زرین کسی حیلہ سے اسے بہلا پھسلا کر گھسیٹ لاتے ہیں۔ اکثر میں نے اپنے کانوں سے عذرا کے متعلق چہ میگوئیاں سنیں کہ "دیکھو تو میاں کو کیسا اپنے قبضہ میں کر لیا ہے ہر وقت اسی کا دم بھرتے ہیں۔ اب کیا ہے۔ اب تو گھر بھر میں وہی وہ ہیں۔ ان غریب بچوں کو کون پوچھتا ہے۔ افسوس ان کے مقدر میں یہ نہ ہوتا تو ماں کیوں مرجاتی۔ کیسا بنا بنایا گھر اجڑ گیا۔"

میں اسوقت حیران رہجاتا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کونسا طریقہ اختیار کر دوں۔ کیا ایسا ہو سکتا تھا کہ ان لوگوں کے خیال کے موافق میں عذرا سے ملتفت ہی نہ ہوتا۔ یا ان کی ہر اچھی بات میں بھی خواہ مخواہ برے معنی پہنایا کرتا۔ مگر کیوں؟ اگر میں انہیں بیاہ کر لایا تھا تو کیا میرے اوپر ان کے فرائض کی ذمہ داریاں نہیں عائد تھیں۔ یہی اعزا تو تھے جنہوں نے اصرار کر کے شادی کرائی۔ اگر وہ اس قدر بلند حوصلہ نہ تھے۔ اگر شرافت اور انسانیت کا ان میں وجود نہ تھا اگر ان کو اپنی طبیعتوں پہ کوئی بھروسہ نہ تھا۔ اگر وہ مرحومہ بیوی کے بچوں کی پاسداری اپنے لئے اتنی ضروری سمجھتے تھے کہ ان کے اخلاق کو بر باد کر کے رکھ دیں تو اس اصرار کی وجہ ہی کیا تھی۔ میں تو سرے سے شادی ہی کے خلاف تھا۔ انہوں نے اس کے لئے مجھے اتنا مجبور کیوں کیا۔ کیا میری زندگی میں یہی کشمکش اور مصیبت ڈالنے کے لئے؟ یا شاید ان کو یہ توقع تھی کہ جو بیوی بیاہ کر آئے گی اس کو اس گھر میں ایک لونڈی سے زیادہ حیثیت نہ دیجائیگی۔ کیا

عقد ثانی کے معنے یہی ہیں؟ یہ بات بھی نہ تھی کہ عذرا کے خیال اور دلداری میں محو ہو کر میں نے بچوں کی طرف سے کوئی لاپروائی اختیار کی ہو۔ ممکن ہے اگر میرا رجحان طبیعت عذرا کی طرف تھا تو اس وقت اس کا امکان پیدا ہو جاتا اگر خود عذرا ان بچوں کی دشمنی پر کمربستہ ہوتیں مگر یہاں تو یہ بات ہی نہ تھی۔ اس نیک بیوی نے آجتک مجھ سے کبھی کوئی شکایت ہی نہ کی تھی، بچوں کا تو خیر ذکر کیا وہ کسی عزیز کے برتاؤ کی بھی شاکی نہ ہوئیں۔ حالانکہ کیا یہ قرین قیاس بات ہو سکتی تھی کہ انہوں نے اب تک سب کے طرز عمل کو محسوس ہی نہ کیا تھا، میں ان کی طبیعت کی یہ انتہائی شرافت کہوں گا کہ انہوں نے میرا رجحان اپنی طرف اتنا زیادہ پانے کے باوجود مجھے محض اپنا بنا لینا نہ چاہا۔ تاہم اب ان کی حالت میں کسی قدر تغیر واقع ہو گیا تھا میں دیکھ رہا تھا کہ رفتہ رفتہ زمانہ گذرنے کے ساتھ اب وہ کچھ مضمحل اور افسردہ خاطر سی رہنے لگی ہیں۔ اس کی وجہ غالباً یہی تھی کہ انہوں نے جس حسن برتاؤ کی بنا ڈالی تھی اس کا بھی کسی پر کچھ اثر نہ پا کر ان کے دل کو صدمہ پہنچا ہو،

ایک روز جب عذرا کے بچہ کی پیدائش کو آٹھ ماہ گذر چکے تھے میں کمرۂ نشست میں فرش پر تکیہ کے سہارے لیٹا تھا، میرے سینہ پر ایک طرف عذرا کا بچہ پڑا کلکاریاں مار رہا تھا اور دوسری طرف پہلو میں دردانہ اس سے کھیل میں مصروف تھی اور قریب ہی عذرا زرین اور میری دونوں بہنیں بیٹھی تھیں۔ دونوں لڑکے بھی اسوقت وہیں تھے۔ بڑے لڑکے کی عمر اسوقت ماشاء اللہ ہر قسم کی سمجھداری کی تھی اس میں اب وہ بچپن کی طفلانہ حرکتیں نہ رہی تھیں، ہر انداز متانت اور سنجیدگی کا پہلو لئے ہوئے تھا، اتنے میں حسین بی بڑے لڑکے کی انا کمرہ میں آئیں اور دو ایک باتیں زرین وغیرہ سے کرکے مجھ سے مخاطب ہوئیں "سرکار! اللہ مبارک کرے میرا بچہ اپنے امتحان میں کامیاب ہوا اور سب سے اول نمبر آیا۔ کچھ میری بھی گود بھریئے۔ کیا اس خوشی میں میرا کوئی حق نہیں"۔ میں نے کہا "ہاں ہاں حسین بی کیوں نہیں۔ ہم تمہیں ضرور خوش کرینگے مگر تم خود بتاؤ۔ کیا لوگی"

"اے حضور یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے، جو آپ دیں گے اسی میں میری خوشی ہے۔ میرے لینے کو کیا ہوا"

"تمہاری بہو نے تو تمہارے لئے سونے کے کڑے بنوائے ہیں۔ میرا خیال ہے تم اس سے خوش ہو گی" مگر میں نے یہ غلطی کی کہ حسین بی سے پہلے پوچھ کیوں نہ لیا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ انہیں پسند نہ آئیں"۔

عذرا کے اس کہنے پر حسین بی نے کسی قدر خاموشی اختیار کی، پھر اپنے کو سنبھال کر بولیں "نہیں دلہن جو تمہاری خوشی وہی میری خوشی۔ جب تم نے اتنا کرکے بنوائے ہیں تو پسند کیوں نہ آئیں گے" یہ کہتے کہتے وہ میرے بڑے لڑکے کی طرف بڑھیں اور اسے محبت سے لپٹا کے بولیں "اور ابھی کیا ہے۔ اللہ رکھے حق تو میں جب لونگی جب میرا بچہ دولہا بنے گا۔ جب کمائیگا۔ کیوں بیٹا اسوقت اپنی اس بڑھیا کو بھی پوچھیگا یا نہیں"؟ —— اس نے صرف تبسم پر اکتفا کی۔ زرین نے ایک ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ "ہاں اللہ وہ دن لائے۔ باپ زندہ رہیں، ان کی خوشیاں دیکھنے کو اور کون بیٹھا ہے، افسوس کیا منصوبے باندھے تھے سب خاک میں مل گئے۔ مرحومہ کی کتنی آرزو تھی کہ اس بچے کی خوشیاں دیکھ لیں، ہاں بی بی۔ مگر تقدیری باتیں ہیں۔ کسی کو کیا اختیار ہے۔ بس یہی دعا کرو کہ سرکار سلامت رہیں اور تم خالہ پھوپی،

سب اچھی رہو ارمان پورے کرلینا۔"

میری نظران حضرات کو سنتے ہی سب سے پہلے زرین پر اور پھر عذرا پر پڑی۔ میں نے ان کو دلی نظروں سے دیکھا۔ ان کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے تھے اور چہرہ وفور جذبات اور افسردگی سے پیلا پڑ گیا تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت ان کی اس تکلیف کو محسوس کرکے جو باوجود ضبط کے ان کے چہرہ سے آشکارا تھی کتنی تکلیف ہوئی۔ میں کچھ بولنے کو تھا کہ خود عذرا نے "ایک ہلکی تھرتھراہٹ سے لبریز آواز میں کہا" افسوس میں نے ان بچوں کے ساتھ کتنا خیال کیا۔ انہیں ہمیشہ اپنی اولاد سمجھا لیکن کسی کا دل کبھی صاف نہ ہوا میرے جذبات کا اس گھر میں ایک دن پاس نہ کیا گیا ہمیشہ یہی دل شکن باتیں

"لے تو دلہن اسوقت کیا بات ہوئی جو تم کو اس قدر برا لگا۔ اور یوں ہم لوگوں کو بدنام کرنے کو جو چاہو کہو، اسوقت میر کے سامنے تم نے خاص طور پر یہ بات نکالی ہے۔ ہم نے تو آج تک کوئی شکایت کی نہیں۔ مگر تمہاری باتوں سے آج ان کے دل خیال پیدا ہوگا کہ کچھ تو ہم لوگوں کا تمہارے ساتھ برا برتاؤ ہوگا جو اس طرح کہہ رہی ہو"

"باجی آپ اس طرح ناحق کہتی ہیں۔ یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ اگر میں نے کبھی آپ لوگوں کی کوئی شکایت کی ہو۔ سب باتیں آجتک اپنے دل پر لیں اور آج یہ پہلا اتفاق ہے کہ میں کوئی جواب دے رہی ہوں۔ کل سے مجھے سخت رنج ہے اور صر کل پر کیا موقوف اور بھی ایسی باتیں ہوا کرتی ہیں۔ میں نے تو کبھی کوئی اثر نہیں لیا اور نہ کوئی شکوہ کیا۔ کیا یہ غلط بات ہے ک دوسروں ہی کی زبان سے ذکر سن سن کر ان بچوں کو بھی اس کا خیال پیدا ہوا۔ ورنہ وہ لوگ کیا جانیں۔ کل بھی حسین بی نے ذکر چھیڑا تھا۔ یہی روپیہ کمانے کی باتیں ہو رہی تھیں، بات میں بات تو نکل ہی آتی ہے۔ میری ماما گلشن بھی بول دی کہ بال خوب روپیہ لائے گا اور ماں باپ کی گود بھر دے گا تو اس بچے نے میرے منہ پر کس بے رخی سے جواب دیا ہے کہ ہم کیوں ان کو دینے لگے۔ ان کو خود ان کا بیٹا دے گا۔ سچ کہتی ہوں اسوقت میرا دل پھٹ گیا۔ مگر میں ضبط کر گئی کہ بچہ کیا الزام جو سنتا ہے وہی کہہ دیتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ میں لاکھ کچھ کردوں پھر بھی سوتیلی ماں ہوں۔ لیکن خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتی ہوں کہ ان بچوں کو آجتک میں اپنی اولاد سمجھی، ان کی خوشی سے مجھے اتنی خوشی ہوتی ہے کہ جیسی حقیقی ماں کو ہو سکتی ہے

عذرا کا اتنا کہنا تھا کہ زرین بہت ہی بگڑیں ان کا چہرہ وفور غصہ سے تمتما اٹھا۔ میں نے دیکھا کہ معاملہ بڑھ رہا ہے اور کہیں کوئی زیادہ ناگواری کی شکل نہ اختیار کرلے اس لئے درمیان میں اپنا پڑنا ضروری سمجھا، میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور مصلحانہ انداز سے بولا

"خیر کوئی بات نہیں۔ بس اب اس قصہ کو جانے دو، میں کسی کی طرفداری نہیں کرتا۔ البتہ حق بات ضرور کہوں گا کہ تم لوگ آپس میں جو چاہو ایک دوسرے سے گفتگو کرلیا کرو۔ تم کو کوئی شکایت ہو تم بیان کردو ان کے دل میں کوئی بات آئے تو تم سے کہہ دیں اس طرح دل صاف بھی رہیں گے اور بات بھی نہیں بڑھے گی لیکن حسین بی وغیرہ کا بولنا مناسب نہیں ان لوگوں کو روکنا چاہیے کہ فضول اس قسم کی باتیں نہ نکالا کریں جو شکر رنجی پیدا ہو۔ محبت اور اتفاق سے آپس میں مل کر رہنا اچھا ہوتا ہے۔ بچوں کے لئے بھی یہ بری بات ہے ان کو بھی ایسے فقرات زبان سے نہ نکالنے چاہئیں۔

ہ ہم سے محبت کرے اس سے ہم کو بھی محبت ہی کرنا چاہیئے۔"

گو میں نے اسوقت بھی کھلے ہوئے الفاظ میں عذرا کی پاسداری نہ کی تھی تاہم زرین کو اور میری دونوں بہنوں کو بولنا بیحد ناگوار گذرا۔ اور اس واقعہ سے ہمارے تعلقات میں ایک نمایاں رکاوٹ پیدا ہوگئی اور اس کا اثر یہ پڑا کہ بچوں کا عذرا کی طرف جانا آنا اور کم ہوگیا زرین وغیرہ پہلے سے بھی زیادہ کشیدہ رہنے لگیں اور طعن و تشنیع کا بازار بر سر عام گرم رہنے لگا۔ تکلف اور لحاظ کا وہ قلعہ جو میری بے تعلق اختیار کرنے کی بدولت اب تک قائم تھا میرے محض ایک دفعہ کے بول دینے سے منہدم ہوگیا۔ یہ چہ میگوئیاں اس سے زیادہ شد و مد سے شروع ہوگئیں کہ میں بیوی کا زرخرید غلام بن کر رہ گیا ہوں۔"

(۳)

کچھ زمانہ اسی طرح اور گزرا۔ روز روز مجھے نئے واقعات اور جھگڑوں کا سامنا کرنا پڑتا اور سب سے بڑھ کر میرے لئے تشویشناک بات یہ تھی کہ پیہم تاثرات کی وجہ سے عذرا کی صحت پر خراب اثر پڑ رہا تھا۔ وہ لڑتی نہ تھی نہ طعن و تشنیع کی باتیں کرتی تھی لیکن ہر روز نئے نئے جھگڑے اُٹھ کھڑے ہونے پر بہت پریشان رہتی تھیں۔ اور اسی وجہ سے بیحد غمگین و محزون رہنے لگی تھیں۔ اب بچے بھی بڑے ہو رہے تھے اور جو خیالات بچپن سے ان کے ذہن نشین کئے گئے تھے، ان کی وجہ سے وہ بھی ہر روز ایک نہ ایک نئی بات بغض کی پیدا کرنے لگے تھے کبھی بڑے لڑکے کے دل میں سوتیلی ماں کی طرف سے کوئی شکایت پیدا ہوتی اور اس کا پارٹ لیکر اعزا مجھے قائل کرنے کی کوشش کرتے کبھی چھوٹے لڑکے کا کوئی شکوہ میرے گوش گذار کیا جاتا، کبھی بچی کے ساتھ عذرا کی کوئی لاپروائی اور خرابی برتاؤ کا گلہ ہوتا۔ غرض میری جان مصیبت میں آگئی اور اسوقت مجھے اپنی اس بڑی فاش غلطی کا احساس ہوا کہ شروع سے میں نے یہ سب پیش آنے والی دقتیں کیوں نہ سوچ لی تھیں۔ اور عذرا کا تعلق ان بچوں سے کیوں رکھا تھا۔ کیونکہ اب معاملات روز بروز بدتر شکل اختیار کرتے جاتے تھے۔ اب صرف دوسروں کا واسطہ نہ رہا تھا بلکہ لڑکے بھی جتنا جتنا بڑھتے جاتے تھے، ان کے دل میں بھی سوتیلی ماں کی طرف سے شکایتوں کا دفتر بھرتا جاتا تھا، جو باتیں بچپن سے ان کے ذہن نشین کی گئی تھیں ان کا اثر اب ان پر کافی پڑ چکا تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ میں شروع سے صرف عذرا ہی سے ان کا واسطہ رکھتا اور زرین وغیرہ کا قدم درمیان میں نہ ہوتا۔ لیکن کیا اس وقت میرے اعزا مجھے یہ الزام نہ دیتے کہ میں نے بچوں کو سوتیلی ماں کے قبضہ میں دے دیا ہے۔ اس کے علاوہ شاید آسانی سے ایسا کرنا ممکن بھی نہ تھا کیونکہ بیوی کے میکے والے کب اس کو آسانی سے منظور کر سکتے تھے اور وہاں تو لڑائی اور فساد منظور تھا۔ بہرحال اس کا علاج اس سے بہتر کوئی نہ تھا کہ ان بچوں کا تعلق عذرا سے مطلق رکھا ہی نہ جاتا۔ میں نے خیال کیا کہ خیر جو گذشت گذشت۔ آئندہ ہی کے لئے کچھ احتیاط کرنی چاہیئے، ابھی کیا ہے۔ آئندہ اور بھی دشواریوں کا سامنا

پڑے گا۔ کچھ دنوں میں لڑکوں کی شادی بیاہ کا معاملہ درپیش ہوگا اور جب ماں بیٹوں میں اتفاق نہیں ہے تو ساس بہو میں خوشگواری کی کیا توقع کیجا سکتی ہے۔ ان کے جھگڑے تو اظہر من الشمس ہیں۔ ہمارے یہاں سگی ساس بہوئیں کب بنتی ہے۔ چنانچہ میں اپنے اس ارادہ پر عمل پذیر ہوگیا۔ اور سوتیلی ماں اور اولاد میں علیحدگی کر دی۔ اب عذرا ان کے ساتھ نہیں رہتیں اس لئے وہ روز بروز کے جھگڑے بھی پیش نہیں آتے۔ مجھے اپنے اس طرز عمل سے خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ اب میری زندگی مبتلائے عذاب نہیں رہی۔ لڑکے اپنی اپنی جگہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ دردانہ اپنی خالہ نانی اور پھوپھیوں کے زیر سایہ طمانیت اور سکون سے اپنا کنوار پنہ کا زمانہ بسر کر رہی ہے۔ اب ہم کو علیحدہ ہوئے کئی برس گذر چکے ہیں۔ عذرا کو خدا نے ایک بچہ اور عنایت کیا۔ اب وہ اپنے دونوں بچوں سمیت خوشی اور اطمینان کی زندگی بسر کر رہی ہیں۔ چونکہ اب سوتیلی ماں اور اولاد سے کوئی واسطہ نہیں رہا اس لئے دلوں میں کوئی خاص رنجش باقی نہیں۔ لڑکے کبھی کبھی ان سے ملنے جلنے آجاتے ہیں اور اخلاق اور محبت سے مل لیتے ہیں عذرا تو یہاں تک کہتی ہیں کہ ایک ساتھ کا رہنا ہر صورت سے برا ہوتا ہے۔ اس سے خواہ مخواہ زندگی میں چقلش پیدا ہوتی ہے۔ جب میرے اپنے لڑکے بھی بڑے ہونگے تو میں شادی کے بعد ان سے بھی علیحدہ رہوں گی۔ تاکہ ان کی بیویوں کے دل میں بھی میری عزت اور صحیح وقار قائم رہے۔ اور مجھے بھی غلط توقعات سے کوئی رنج نہ پہنچے۔ میں ان کے اس خیال کی تائید کرتا ہوں۔ اور اس پر بہت خوشی سے تیار رہوں۔ میں غور کرتا ہوں کہ اگر میں نے ایک ساتھ نہ رہنے کے صحیح اصول پر شروع سے عمل کیا ہوتا تو اتنی پریشانی میں نہ پڑتا۔ سوتیلی ماں اور سوتیلی اولاد کا ساتھ تو خصوصاً ہر لحاظ سے برا ہوتا ہے، ہماری معاشرت میں ایک ساتھ رہنے ہی کی وجہ سے کتنی خرابیاں رہتی ہیں۔ اگر سب اپنی اپنی جگہ علیحدہ رہیں اور وقت بے وقت بتقاضائے بشریت وانسانیت خوشی اور غم میں شریک ہوجایا کریں، تو یقیناً ایک دوسرے کی طرف سے صاف دل رہ سکتے ہیں۔ کہیں سوتیلی ماں غریب بچوں پر ستم ڈھاتی ہے اور کہیں بچے اپنا پلہ بھاری پاکر اسے نشانۂ مشق بناتے ہیں۔ غرض دو میں سے ایک کا دبنا اور دوسرے کا شیر ہوجانا ہماری معاشرت میں ضروری ہوتا ہے،

لہذا میں اپنے جملہ احباب کو یہ مشورہ دونگا کہ اگر صاحب اولاد ہیں اور اپنی اپنے بچوں کی نیز اپنی زندگی بعافیت گذارنا چاہتے ہیں تو عقد ثانی کے بعد کبھی اولاد اور سوتیلی ماں کو ایک ساتھ نہ رکھیے۔ کیونکہ ایسی صورت میں زندگی بہ خوش اسلوبی بسر کرنے کی کنجی محض ایک یہی ہے

ایس۔ آر کرمانیہ

اگر کسی ماہ کا پرچہ ۵ تاریخ تک نہ ملے تو خریداری نمبر کے حوالہ سے ۱۵ تاریخ تک ہمیں اطلاع دیدیجیے۔ ورنہ بعد میں ممکن ہے کہ قیمتاً بھی پرچہ نہ مل سکے۔ خریداری نمبر کا حوالہ جب آپ ہمیں خط لکھیں ضرور دیں۔ **منیجر**

تعلیم کا صحیح مقصد

انفرادی رجحان طبع

از سید حسین رضا زیدی - بی - ایس سی (علیگ) ایل - ٹی

موجودہ طریقہ تعلیم جو آج کل ہندوستان کی یونیورسٹی کالج اور اسکولوں کے عمل میں ہے سراسر غلط ہے - کیونکہ قوم کی تعلیم تمدن کے اس نصب العین کی پابند ہے جسکو قوم تسلیم کرتی ہو ۔ مسلمانوں کی سولزیشن کا مقصد اخلاقی اور روحانی کمزوریوں کو رفع کرنا ہے ۔ زمانہ سلف میں ہندوستان کا تمدن موجودہ معاشرتی و تجارتی اصولوں سے اور دوسری قوموں پر خود غرضانہ سیاسی منفعت و قدرت حاصل کرنے کی پیچیدگیوں سے پاک تھا ۔ بلکہ اس کا صحیح مقصد یہ تھا کہ ان اصول و قواعد کو درست کیا جائے جس کی ہر انسانی روح پابند ہے ۔ مقصد تعلیم تربیت دماغی تک محدود نہیں تھا بلکہ اس روحانی رشتہ کو پختہ کرنیکا اصلی راز سمجھا جاتا تھا جو ایک شخص کی جان اور قوم کی روح کے ساتھ ہے تعلیم ہر شخص کا تمدنی مطالبہ ہی نہیں بلکہ بحیثیت انسان ہونے کے اس کا ایک پیدایشی حق اور ایک فطری ضرورت ہے ۔ ہر انسانی ہستی کا ایک جائز استحقاق اور طبعی رجحان ہے کہ صحیفہ قدرت میں جو قابل معرفت ہے اسکو پہچانے ۔ ہر قابل استفادہ چیز سے کماحقہ مستفید ہو اور قدرت کی ہر نعمت سے حتی الوسع متمتع ہو کر ہر صحیح جذبہ سے لطف اٹھائے ، انگلینڈ کا زبردست تعلیمی مرشد اعظم ہربٹ اسپنسر کہتا ہے کہ تعلیم دماغ کی اس ٹریننگ کو کہتے ہیں جو زندگی کو مکمل بنا دے ۔ انسانی تکمیل کا راز ہر انسان میں پوشیدہ ہے ، تعلیم اس کو عالم ظہور میں لاتی ہے ۔ تعلیم کا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ خیالات و واقعات کسی نہ کسی ذریعہ سے انسان کے دماغ میں ٹھونس دئیے جائیں چاہے وہ دماغ میں پہونچنے کے بعد مفید و کار آمد ثابت ہوں یا شئے زاید کے مانند بیکار رہ کر دماغ کو اس کے اصلی کام سے بھی محروم کردیں ، بلکہ اصل مطلب یہ ہے کہ روح و اخلاق کی تدریجی ترقی اور نشو و نما ، بچپن سے لیکر سن بلوغ تک جاری ہے اسلئے کہ ہر انسانی روح قدرتاً و فطرتاً پاک اور صاف ہے اور لامحدود اختیارات و امکانات سے بھری ہوئی ہے ۔ پس تعلیم کا تعلق ہمیشہ روحانی اور اخلاقی زندگی کے ساتھ رہنا چاہئے

علم ہمیشہ انسان کے ضمیر سے بیرونی دنیا میں امنڈ کر آتا ہے ۔ تحصیل علم کا اصول از اندرون تا بیرون ہے ۔ نہ کہ از بیرون تا اندرون ۔ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو تعلیم نہیں دے سکتا بلکہ طالب علم کا ضمیر ہی

اسکو تعلیم دے سکتا ہے۔ اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے پتہ چلتا ہے کہ آج کل طریقہ تعلیم کس قدر غلط ہے جس کی رو سے بیرونی خیالات طالب علم کے دماغ میں جمع کر دیتے جانیکی کوشش کیجاتی ہے استاد کا فرض صرف یہ ہے کہ وہ رہنمائی کرے اور ضرورت کے وقت اشارۃً ایسی باتیں بتا کر مدد کرے، جو طالب علم کو صحیح راستہ پر ڈالدیں

آج کل ہم طریقہ تعلیم اس اصول کے خلاف پاتے ہیں۔ طالب علم اپنے کورس کی کتابوں میں سے مختلف مضامین کا تھوڑا تھوڑا حصہ یاد کرتے ہیں اور مجبور رہیں کہ وہ اپنے استادوں کے کلاس میں لکھے ہوئے نوٹس حفظ یاد کرلیں تاکہ سخت سے سخت امتحان پاس کرنے کے قابل بن سکیں۔ اس اصول کے پابند ہوتے ہوئے وہ اپنی قوت حافظہ پر بیجا اور وقتی زور ڈالتے ہیں۔ اور اسی لئے وہ جو کچھ یاد کرتے ہیں قدرتاً امتحان کے بعد بہت جلد بھولجاتے ہیں اس لحاظ سے وہ اپنی ڈگری اور سرٹیفکیٹ علم کے صلہ میں حاصل نہیں کرتے بلکہ جہالت کے عوض میں۔ تعلیم کا مقصد یہ ہرگز نہیں۔

انفرادی رغبت و میلان

ہر شخص کے فطری میلان طبع کے مطابق حصول علم لازم ہے۔ فہم و فراست، عقل و دانائی ایسی چیزیں نہیں جو انسان کے دماغ میں بیرونی اثرات سے داخل کر دی جائیں۔ کتابیں معلومات کی تکمیل کے لئے اشارۃً باتیں بتاتی ہیں۔ کسی کتاب کو کما حقہ سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہمارا دماغ مصنف کے دماغ کے ساتھ ساتھ کام کرے ہمارے دماغ کے پردہ کی جنبش کو مصنف کے دماغی پردہ کی لہر سے وسعت و وقت کے لحاظ سے مشابہ ہونا ضروری ہے اس طرح مصنف کے دماغ کی ہوشیاری اور دانائی طالب علم کے دماغ میں مثل بغیر تار برقی منتقل ہوجاتی ہے۔ یہ ہے اصلی نظریہ تعلیم۔ کیا ہم اس پر عمل کرتے ہیں؟ نہیں!

استاد کو لازم ہے کہ وہ تمدنی، اخلاقی، روحانی اور معاشرتی ہر حیثیت سے ایک مکمل نمونہ ہو، اس کو اس شخص کے مانند ہرگز نہیں ہونا چاہیئے، جو بڑا مشاہرہ پانیوالا تو ہو مگر خود اخلاقی کمزوریوں سے پُر ہو۔ اس قسم کا آدمی کبھی بہتر اور سچا استاد نہیں بن سکتا۔ کوشش کیجا رہی ہے کہ یورپ اور امریکہ میں ایک پروفیسر کے ساتھ اس قدر طالب علم ہوں جن کی وہ آسانی سے رہنمائی کرسکے۔ پروفیسر لڑکوں کے لئے بہترین نمونہ ہو جس کے نقل کرنے کی طالبعلم کوشش کریں۔ ایک زندہ مثال سینکڑوں اصول اور مسائل سے کہیں بہتر ہے استاد کی ایک زندہ مثال طالب علم کا چال چلن اور رویہ آن کی آن میں تبدیل کردیتی ہے۔ اور اس کے مستقبل کو اسی رنگ میں رنگ دیتی ہے۔ جو طالب علم کے سامنے ہے۔ انسان کتابوں کا مصنف ہے، لیکن کتاب انسان کی مصنف نہیں ہوتی۔ ہم استاد سے ایک زندہ نمونہ بھی حاصل کرتے ہیں۔ اور تعلیم بھی مگر کتاب سے صرف تعلیم ہی پا سکتے ہیں

کتاب سے دماغ تک صرف آنکھوں کے راستے علم پہونچتا ہے اور استاد سے دماغ تک کانوں کے ذریعہ علم اور آنکھوں کے ذریعہ عمل پہونچتا ہے

نئے طریقۂ تعلیم کی رو سے ایک معصوم چار یا پانچ سالہ لڑکے یا لڑکی کو کنڈرگارٹن اسکول روم میں داخل کیا جاتا ہے۔ جہاں بچہ کو ہر قسم کے کھلونے۔ موسیقی کے چھوٹے چھوٹے بکس اور ڈرائنگ اور پینٹنگ کی نئی تصویریں ملتی ہیں۔ استاد بچوں سے ہر وہ کھلونا انتخاب کرنے کے لئے کہتا ہے جو ان کو مرغوب ہو۔ اس طرح وہ ہر ایک بچہ کا رجحان طبعی معلوم کر لیتا ہے۔ اگر کوئی بچہ موسیقی کے بکس کی طرف دلچسپی ظاہر کرتا ہے تو اسکے صاف معنی یہ ہیں کہ اس کو علم موسیقی سے زیادہ رغبت ہے۔ اور اگر اسکو مناسب و معقول ٹرینگ دیجائے تو وہ دنیا کا مشہور اور بہترین علم موسیقی کا ماہر بنجائے۔ ہر طالب علم ایک خاص شعبہ میں ٹرینگ حاصل کر کے ایک کارآمد زندگی گذار سکتا ہے۔ پس ہر یونیورسٹی کے متعلق موسیقی۔ صنعتی اور زراعتی ٹرینگ کے لئے اسکول ہونا لازمی ہیں

موجودہ نظام تعلیم پر زیر اثر آج کل کے نوجوان اپنی قوت۔ وقت اور سرمایہ۔ بی اے۔ یا ایم اے کی ڈگری حاصل کرنے میں ضائع کرتے ہیں صرف اس خیال سے کہ کسی آفس میں کلرک بنجائیں۔ یا کسی اسکول کے ماسٹر جہاں وہ ایک معقول تنخواہ پاسکیں اور یہی ان کی زندگی کا اصل نصب العین ہوتا ہے ایسے شخصوں کی تعلیم سچی تعلیم نہیں کہلائی جا سکتی۔

زمانہ حال کی ہر دلعزیز تعلیم کا نظریہ یہ ہے کہ ملک کے ہر مرد و عورت کو فرائض تمدنی کے لئے تیار کیا جائے اخلاقی اور معاشرتی کمزوریاں دور کیجائیں قوم کا بچہ بچہ اچھا شہری بن سکے۔ کل حقوق و فرائض کو خوب پہچانے۔ صحیح الجسم بنے اور صحیح الدماغ۔ تاکہ اپنے تمام کاروبار اور جملہ اعمال زندگی کو انجام دینے کی پوری اہلیت رکھ سکے۔ تعلیم کے معنی محض نوشت و خواند کی تعلیم نہیں بلکہ طالب علم کے صفحہ دماغ اور لوح دل پر اخلاق حسنہ اور سیرت انسانی کا ایک پائدار نقش قائم کر دینا تعلیم کا اعلیٰ معیار ہے۔ خداشناسی اور ہر فرد بشر سے محبت امکانی یہ دو چیزیں ایسی ہیں جو ہر تعلیم یافتہ مرد یا عورت کے کیریکٹر میں مزین ہوں۔ ہندو عیسائی یا مسلم ہر ایک کی تعلیم کا یہی نصب العین ہے کسی شخص کی اصلی حالت اور فطری کیفیت اس کے ظاہری لباس سے نہیں معلوم کر سکتے بلکہ اس کے اخلاق اور سیرت کے اطوار سے لباس کی ظاہری خوش پوشاکی۔ تکلف۔ ایٹی کیٹ اور فیشن سیرت انسانی کا پتہ نہیں دے سکتے۔ مالک دوجہاں قلب کی صفائی کو دیکھتا ہے پس ہم کو چاہئے کہ ہم بلا تفریق۔ فرقہ۔ مذہب اور قومیت صاف دل اور ہر شخص سے محبت کرنے والے بنجائیں۔ تعلیم کا صحیح مقصد معاشرتی۔ تمدنی اور سیاسی زندگی سے ہی تعلق نہیں رکھتا بلکہ اخلاق اور سیرت کی تکمیل اور نشو و نما سے بھی

سچی تعلیم وہ ہے جس میں اخلاق و سیرت انسانی کی ٹرینگ بھی شامل ہو۔ علم اخلاقیات سراسر محبت اور یگانگت

پر محمول ہے۔ خود غرضانہ محبت نہیں بلکہ بے لوث اور اس قسم کی محبت جو ہر چیز کو ملا کر ایک کر دے۔ اگر تم کو کسی سے محبت ہے تو تم کو چاہئے کہ محبوب میں جذب ہو کر شیر و شکر ہو جاؤ، اگر ایسا ممکن ہے تو محبت پُر لوث ہے محبت کے معنی ہیں دو روحوں میں ایک خاص کشش ہو جس کے زیر اثر دونوں قالب ایک روح بنجائیں۔ ہم کو چاہئے کہ ہم وہ طریقہ سیکھیں اور اختیار کریں جس سے ہم اپنی چھوٹی اور معمولی ہستی کو ایک بڑی ہستی میں جذب کر دیں۔ اخلاقی تعلیم کا یہی نصب العین ہے۔

سیرت اور روح انسانی پر اثر ڈالنے والی تعلیم کے لئے نازک موقعہ وہ ہے جبکہ طالب علم اس قول کی سچائی کو محسوس کرنے لگے کہ "خدا اور میری ذات ایک ہے" طبعی اور دماغی حیثیت سے نہیں بلکہ روحانی حیثیت سے ایک ہے، اور نہایت رسوخ و استقلال سے ارادہ کرے" تخلقوا باخلاق اللہ کے زرین اصول اور حکم پر عمل کا۔ کیونکہ خدا کی ہی ایک پاک ذات ایسی ہے جو تمام عالم ارض و سما میں مختلف صورتوں میں پھیلی ہوئی ہے پس ہر روح اختیاری اور قدرتی طور سے ربانی ہے اور ہر وہ نظام تعلیم جو انسانی روح میں پائے جانے والے اصول علم الہٰی پر مبنی ہو بہترین اور عظیم الشان ہے،

پاسبان کی بیٹی

جنگل میں ہر طرف خاموشی کا دور دورہ تھا برف آہستہ آہستہ گر رہی تھی۔ درخت روپہلی جھلک دکھلا رہے تھے۔ زمین پر سفید قالین بچھا تھا جنگل کے پاسبان کے گھر کے سامنے ایک خوشرو نوجوان لڑکی لکڑیاں پھاڑنے میں مشغول تھی اسے اپنے کام میں ایسا لطف آرہا تھا کہ وہ دنیا و مافیہا سے بیخبر تھی۔ دفعۃً مکان میں سے آواز آئی۔

"برتھائن! ہوا میں خنکی پیدا ہو چکی ہے، آفتاب دن بھر کی مسافت طے کر کے دامان کوہسار میں پناہ لے رہا ہے، آج رات ہم دونوں تنہا ہیں۔ علاوہ ازیں بھیڑوں اور جرمنوں کا خوف بھی دامنگیر ہے اسلئے بہتر ہے کہ تم اندر آجاؤ"

"پیاری امی! خوف کی کوئی ضرورت نہیں۔ ابھی سورج کی چمکتی ہوئی کرنوں نے جنگل کو منور کر رکھا ہے"۔ یہ کہتے ہوئے برتھائن ایک گوشہ میں لکڑیوں کا انبار لگانے لگی، فراغت پاکر مکان کے بیرونی دروازہ کو مضبوطی سے بند کرتے ہوئے اندر داخل ہوئی۔ اس کی ضعیف العمر ماں آتشدان کے سامنے بیٹھی سوت کات رہی تھی

"میرا دل سخت بیچین ہے کیونکہ تمہارے ابا گھر نہیں اور ہم دونوں کو جنگل بیابان میں ان کے بغیر کافی حادثات کا سامنا ہوتا ہے"۔ بوڑھی عورت نے اپنی بیٹی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا،

لیکن میں خوفناک بھیڑوں اور مہیب جرمنوں کا بخوبی مقابلہ کر سکتی ہوں۔ میرے پاس ایک ریوالور اور ایک کلہاڑا یعنی دو ہتھیار موجود ہیں" برتھائن نے مستعدی سے جواب دیا

ان دنوں جرمنی اور فرانس کے درمیان جنگ شروع ہو چکی تھی۔ برتھائن کا خاوند فوجی خدمات سرانجام دے رہا تھا۔ اسی لیے وہ اپنے والدین کے ہمراہ مقیم تھی۔ اس کا باپ جنگل کا پاسبان تھا۔ باوجود اصرار کے وہ اپنا مکان چھوڑ کر شہر میں پناہ گزین ہونے پر رضامند نہ ہوا تھا، بلکہ ایک وفادار پاسبان کی طرح اپنے محبوب وطن کی حفاظت کر رہا تھا۔ وہ ہفتہ میں دو مرتبہ شہر کی رپورٹ کرنے اور رسد لینے جایا کرتا تھا، اس دن بھی وہ اپنے افسر اعلیٰ کے پاس رپورٹ کرنے گیا تھا کہ اس کے مکان کے قریب جرمن سپاہیوں کا ایک چھوٹا سا دستہ چند لمحوں کے لئے قیام پذیر ہوا تھا۔ افیسر انچارج فرنچ بھی بول سکتا تھا،

بوڑھا پاسبان باوجود ضعیف العمر ہونے کے چاق و چوبند تھا اس نے دو بہت ہی بڑے بڑے خوفناک کتے پال رکھے تھے جنہیں وہ ہمیشہ اپنے ہمراہ رکھتا تھا۔

بوڑھی عورت کے دل میں افکار کی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ اس نے برتھائن سے دریافت کیا "تمہارے ابا کس وقت واپس آئیں گے! کیا اپنی واپسی کے مطابق کچھ کہہ گئے ہیں!"

"جی نہیں! مجھے انہوں نے کچھ نہیں بتایا۔ لیکن میرے خیال میں وہ ۱۱ بجے سے پیشتر نہیں آسکتے" برتھائن نے متانت سے جواب دیا۔

"اُف کیسی مہیب رات ہے! ہوا سائیں سائیں کر رہی ہے" برتھائن کی ماں کے منہ سے عالم محویت میں نکل گیا یکایک سنسان جنگل میں قدموں کی آواز آئی۔ برتھائن پریشان سی ہو گئی، جلدی سے ایک سوراخ میں سے جھانکنے لگی۔ "کم از کم چھ جرمن ہمارے مکان کے اردگرد پھر رہے ہیں" اس نے اپنی خوفزدہ ماں سے سرگوشی کے لہجہ میں کہا۔ "اے خدا! مہیب جرمن! وحشی جرمن! سنگدل جرمن! اور ہم تنہا! بوڑھی بولی۔ دفعتہً کسی نے دروازہ زور سے کھٹکاتے ہوئے کرخت لہجہ میں کہا "دروازہ کھولو" سہمی ہوئی عورتیں اپنی اپنی جگہ ساکت کھڑی رہیں،

"دروازہ کھولو! ورنہ میں اسے توڑ دونگا"۔ اسی آواز سے نہایت سختی سے کہا۔ برتھائن نے بجلی کی سی تیزی سے ریوالور دیوار سے اتار کر اپنے ادنی بلاوز میں چھپا لیا اور دروازہ کے نزدیک جا کر بولی "تم کون ہو! اور کس واسطے یہاں آئے ہو!"

"جرمنوں کا ایک چھوٹا سا دستہ! ہم کل بھی یہاں آئے تھے، آج ہم اپنا راستہ کھو چکے ہیں رات کے سیاہ و تاریک پردے ہر طرف گر چکے ہیں۔ برف گر رہی ہے۔ ہم تمہارے ہاں آج کی رات پناہ گزیں ہونا چاہتے ہیں"

"لیکن گھر میں میرے اور میری ماں کے علاوہ اور کوئی نہیں" برتھائن نے جواب دیا "کچھ پرواہ نہیں۔ ہم تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچائیں گے، ہمیں صرف آرام کرنے کے لئے جگہ اور کچھ کھانے کے لئے ملنا چاہئے، ہم بھوک اور تھکن سے چور چور ہو رہے ہیں"۔

برتھائن نے دروازہ کھول دیا۔ چھ جرمن سپاہی اندر داخل ہوئے "واقعی تم بہت تھکے ہوئے ہو" برتھائن نے انہیں ایک بنچ پر بیٹھنے کے لئے اشارہ کرتے ہوئے کہا "میں ابھی تمہارے لئے لذیذ شوربا تیار کرتی ہوں،

برتھائن کی ماں نے پھر سوت کاتنا شروع کر دیا لیکن وہ دفعتاً ایک سہمی ہوئی نظر جرمنوں پر بھی ڈال لیتی کھانا تیار ہو گیا۔ سپاہیوں نے چند لمحوں میں اپنا کھانا نگل لیا۔ برتھائن ان کے لئے تہ خانہ میں سے شراب لینے گئی، تہ خانہ گو چھوٹا تھا۔ لیکن بہت ہی مضبوط تھا کہتے ہیں، دوران انقلاب عظیم میں قیدخانہ اور چھپنے کی جگہ کا کام دیتا رہا تھا۔ برتھائن شراب کا بھرا ہوا جگ لیکر واپس آئی۔ اس کی آنکھوں سے مسرت عیاں تھی۔ اور وہ خودبخود مسکرا رہی تھی

(۲)

"آپ سب آتشدان کے نزدیک سو سکتے ہیں۔ جگہ کافی ہے ... میں اپنی والدہ کے ہمراہ اوپر جا رہی ہوں"۔

یہ کہہ کر برتھائن اور اس کی والدہ دوسری منزل میں آرام کرنے چلی گئیں۔ کیونکہ رات بہت آگئی تھی،
سپاہیوں نے اوپر کی منزل کا دروازہ بند ہونے کی آواز سنی اور وہ جلدی ہی گہری نیند میں خراٹے لینے لگے۔ یکایک پستول کی آواز نے انہیں بیدار کردیا۔ وہ حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تک رہے تھے، عین اسوقت برتھائن برہنہ پا سراسیمہ حالت میں اندر داخل ہوئی۔ اس نے دائیں ہاتھ میں موم بتی سنبھال رکھی تھی فکار و پریشانی اس کی چمکدار پیشانی سے عیاں تھی، اس نے کانپتے ہوئے ہونٹوں سے جرمنوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "دوسو فرانسیسی باہر کھڑے ہیں۔ اگر انہیں علم ہوگیا کہ تم یہاں پوشیدہ ہو تو وہ مکان کو آگ لگا دینگے۔ برائے خدا اس مکان سے نکلجاؤ۔ ہمیں اور ہمارے محنت سے تیار کئے ہوئے مکان کو سلامت رہنے دو"۔
"نکلجائیں لیکن کہاں! دوسو جری سپاہیوں کے مقابلہ میں ہم چھ کیا کر سکتے ہیں! کیا تمہارے ہاں کوئی ایسی جگہ نہیں۔ جہاں ہمیں چھپا سکو" جرمن افسر نے پوچھا۔ "ہاں" لڑکی نے اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "تہ خانہ تو ہے"
"خوب" جرمن افسر نے جواب دیا "ہمیں تہ خانہ کا راستہ جلدی دکھاؤ"۔ برتھائن نے ان کی رہبری کی۔ یکے بعد دیگرے سب سپاہی تہ خانہ میں اتر گئے۔ برتھائن نے آہنی دروازہ بند کرکے تالا لگا دیا۔
وہ مسکراتی ہوئی آتشدان کے سامنے بیٹھ گئی۔ اور اپنے باپ کا انتظار کرنے لگی۔ جو ابھی تک واپس نہ آیا تھا۔ جرمنوں کو شبہ گذرا۔ افسر دروازہ کے پاس آیا اور باآواز بلند بولا "دروازہ کھولو"۔
کیا تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے؟" برتھائن نے دریافت کیا۔ "میں کہہ رہا ہوں۔ دروازہ کھولو، وگرنہ میں اسے توڑ دونگا" جرمن افسر نے کہا۔
برتھائن نے قہقہہ لگایا اور بولی "اگر تم میں اتنی ہمت ہے کہ اس آہنی دروازہ کو توڑ سکو تو میری طرف سے بخدا اجازت ہے"۔
جرمنوں کو چیختے پکارتے چھوڑ کر برتھائن نے بیرونی دروازہ کھولا۔ اور تاریکی میں جھانک کر دیکھا۔ اسے روشنی نظر آئی۔ چلا کر بولی۔
"خوش آمدید! پیارے ابا!" "ہیلو برتھائن" اس کے باپ نے جواب دیا۔ "ابا! تہ خانہ میں جرمن ہیں"۔ برتھائن نے تیزی سے کہا اور خوشی سے اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں،
"تہ خانہ میں جرمن!" بوڑھے پاسبان نے تعجب سے پوچھا۔ برتھائن نے فاتحانہ انداز سے اپنی بہادری کا واقعہ دوہرایا کہ کس طرح اس نے خود فائر کر کے جرمنوں کو خوف دلایا۔ بوڑھا پاسبان اپنی پیاری بیٹی کی بہادری پر عش عش کرنے لگا۔ کھانے سے فراغت پا کر شہر میں رپورٹ کرنے چلا گیا۔
برتھائن انتظار کی سختیاں جھیلنے لگی، اسے قدموں کی آواز آئی۔ بوڑھا پاسبان نمودار ہوا۔ اس نے

سرگوشی کے لہجہ میں دریافت کیا "کیوں برتھائن! واقعات میں کوئی تبدیلی تو واقع نہیں ہوئی" جی نہیں" برتھائن نے سنجیدگی سے جواب دیا" لیکن آپ تنہا ہیں، برعکس اس کے فرنچ سپاہیوں کا ایک دستہ باہر میرا انتظار کر رہا ہے" پاسبان نے باہر جاتے ہوئے جواب دیا۔

تھوڑی دیر میں وہ سب مکان میں داخل ہوئے۔ آفیسر انچارج تہ خانہ کے دروازہ پر جاکر بولا" میں جرمن آفیسر سے بات کرنا چاہتا ہوں"۔ بار بار کہنے پر بھی تہ خانہ میں سے کوئی جواب نہ ملا۔ معاملہ بہت نازک تھا۔ تہ خانہ کا دروازہ کھولدینے کی جرأت فرانسیسی نہ کرسکتے تھے۔ کیونکہ جرمنوں کے پاس رائفل موجود تھے صرف ایک چھوٹا سا سوراخ تہ خانہ میں تھا۔ اس میں سے ایک فرانسیسی سپاہی نے جھانکا۔ جرمنوں نے فائر کئے اور وہ بچارا زخمی ہوکر گر پڑا۔ فرانسیسی افسر عجب کش مکش میں تھا۔ سب ترکیبیں رائگاں جا رہی تھیں۔ تنگ آکر اس نے تہ خانہ میں پائپ کے ذریعہ پانی بھرنے کا حکم دیا۔ تین گھنٹہ کی لگاتار محنت کے بعد تہ خانہ میں سے ایک نحیف آواز نے کہا۔

"ہم ہتھیار ڈالنے کو تیار ہیں"۔

فرانسیسیوں کے چہرے کامیابی کی مسرت سے گلنار ہو گئے۔ انہوں نے سب سے پہلے جرمنوں کی رائفلیں قبضہ میں کرلیں۔ بعد ازاں آہنی دروازہ کھول دیا۔ پانی سے بھیگے ہوئے اور سردی سے کانپتے ہوئے جرمن باہر نکل آئے فرانسیسی سپاہیوں نے انہیں مضبوطی سے باندھ لیا۔

پاسبان کی ہمت و وفا شعاری کا پرجوش شکریہ ادا کیا گیا۔ زخمی سپاہیوں کو زخموں کے صلہ میں انعام ملا اور بہادر برتھائن کو ایک سونے کے تمغہ سے سرفراز کیا گیا۔ برتھائن مدت ہوئی اس دنیا سے رخصت ہو چکی ہے لیکن آج بھی اس کی بہادری اور علو ہمتی کے گیت گائے جاتے ہیں،

سرور رعنا

ننی ثریا کی یادیں

پیاری ننی کرگئی دنیا سے تو اک دم سفر
کچھ تجھے وارفتگان کی بھی رہی اپنے خبر

لے مری معصوم پیکر اے مری لخت جگر
اُف تڑپتے ہیں ترے دیوانے یوں شام و سحر

جان و دل سیماب وش تیرے لئے ہیں بے قرار
اس دل غمگین میں ٹیسیں اُٹھ رہی ہیں بار بار

اے مرے "رنگین گل" کی نازنین سی پنکھڑی
بوئے گل بن کر تو چشم گل سے مخفی ہو گئی

اے مرے گلزار دل کی تو شگفتہ سی کلی
ہائے کھلنے بھی نہ پائی تھی کہ یوں مرجھا گئی

اس تغیر کی خبر کچھ عفتؔ غم گین نہ تھی
پھول پر کھلنے سے پہلے" اوس" کیسی پڑ گئی

پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا گئے
حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

آمنہ عفت

زچہ کی غذا

کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب کی بے مثل کتاب "زچہ"[1] کا ایک ورق

خوراک کے متعلق ہم اپنے پورے علم و تجربہ سے لکھتے ہیں کہ مروجہ زچہ کی غذائیں بالعموم مفید نہیں۔ اچھوانی، کیوکا، گوند، کھوپرا، پیپلامول، گھی دودھ شکر دمیوہ کا مجموعہ، ہلدی پاک، حلوا دبیتی اور ایسی ہی ہزار ہا قسم کی زچہ کی غذائیں ہیں جو سوائے کھیتوں میں کام کرنے والی دیو دانا عورتوں کے عام زچاؤں کو بہت مشکل سے ہضم ہو سکتی ہیں۔ ہم پہلے تین روز کی خصوصاً اور چالیس دن تک کے لئے عام طور پر تفصیل کے ساتھ خوراک و مقویات بتائے دیتے ہیں اور بڑے زور کے ساتھ درخواست کرتے ہیں کہ آپ ہمارے بتائے ہوئے اصول اغذیہ پر ایک دفعہ عمل کر کے دیکھئے تجربہ آپ کو خود بتا دے گا کہ آپ کے لئے کونسی خوراک مفید ہے،

ولادت کے پہلے دن کی خوراک

ولادت کے بعد ہی ایک پیالی گرم چاء یا دودھ زچہ کو عموماً بہت سکون بخشتا ہے اسکے بعد عموماً غذا کی ضرورت نہیں ہوتی اور اگر آرام کے لئے پورا انتظام کر دیا جائے تو اس دن زچہ کو سونے ہی سے فرصت نہیں ملتی۔ اگر ضرورت ہو تو پتلا دلیا اور دودھ دیا جا سکتا ہے لیکن صرف دودھ و چاء پر اکتفا کرنا بہتر ہوتا ہے

دوسرے دن کی خوراک

دودھ و چاء۔ ملائم و پتلے گوشت یا مرغی کے چوزہ کا بغیر مصالحہ و چکنائی کا شوربہ جو اس طرح بنایا جائے کہ پاؤ سیر گوشت میں ایک سیر پانی، دھنیا، لہسن پیاز اور نمک کی پوٹلی باندھ کر آگ پر اس قدر پکایا جائے کہ نصف باقی رہجائے۔ اب اس کو ملکر چھان کر چکنائی اگر ہو تو اس کو اتار کر استعمال کر لیا جائے "چگ سوپ" اگر بنا لیا جائے تو اور بھی بہتر ہے۔ یہ ابلتے ہوئے پانی یا بھاپ سے پکایا جاتا ہے۔ اگر زیادہ بھوک ہو تو ایک انڈے کو نیم برشت یا ہلکا سا ابالکر بھی دیا جا سکتا ہے۔ رات کو سوتے وقت جلاب دیدیا جائے۔

تیسرے دن کی خوراک

اس روز جلاب کی وجہ سے فوراً دو ایک دست آجاتے ہیں اس جلاب سے پیٹ بھی صاف ہو جاتا ہے۔ اور دودھ اترنے کی تکلیف بھی ایک حد تک رفع ہو جاتی ہے دست آجانے کی بعد گیہوں کا دلیہ۔ مونگ کی ملائم خوب پکی ہوئی دال وغیرہ ایک وقت کھا لینی چاہیئے دوسرے وقت سے اپنی معمولی غذا جو ہمیشہ گھر میں عام زمانہ میں کھانے کی عادت ہو شروع کر دینا چاہیئے۔ کسی خاص پرہیز کی ضرورت

[1] یہ کتاب عنقریب دفتر عصمت سے شائع ہوگی

نہیں ہے۔ ہاں چند ایسی ثقیل غذائیں اور ترش و تیز ابی ترکاریاں جنکا مفصل ذکر ہماری کتاب "بچہ" میں ملیگا۔ بچہ کے لئے مضر ہو سکتی ہیں ان کا استعمال زیادہ نہیں کرنا چاہئے، عام خوراک میں جو غذائیں موزوں ہیں وہ ہم بتائے دیتے ہیں۔

تیسرے دن سے بارہویں دن تک کی خوراک

اس زمانہ میں مقوی لیکن زود ہضم غذاؤں کی سخت ضرورت ہے کہ جو ماں ہی کو مفید نہوں بلکہ بچہ کے لئے بھی عمدہ کافی مقدار میں دودھ بہم پہنچا سکیں، مالداروں اور اوسط درجہ آمدنی رکھنے والوں کے لئے تو مندرجہ ذیل اغذیا زچہ کیلئے بہم نہ پہنچانا جرم ہونا چاہئے لیکن غریبوں سے بھی ہم یہ درخواست کرنے کی جرأت کرتے ہیں کہ خواہ انہیں اپنا پیٹ ہی کاٹنا پڑے، مگر زچہ کو معمولی روزانہ خوراک سے علاوہ دو انڈے۔ نصف سیر بھینس کا دودھ اور ممکن ہو تو پاؤ سیر ہڈیاں یا گوشت یا ترکاریوں کے چھلکوں کا شوربہ روزانہ چالیس روز تک اپنے بچے اور اپنے آئندہ آرام کے لئے ضرور دینا چاہئے۔ چونکہ نمکیات کی اس زمانہ میں ماں و بچہ دونوں کو سخت ضرورت ہوتی ہے اور یہ دودھ کے ذریعہ ملجاتے ہیں۔ اس زمانہ مخصوص خوراک پر چالیس روز میں دس روپے سے زیادہ خرچ نہیں ہو سکتے ہمیں یقین ہے کہ زچہ خانہ کی بیہودہ رسموں میں غریب سے غریب بھی اس سے تو زیادہ ہی خرچ کر دیتا ہے۔ غیر موزوں اغذیا پر خرچ کرنے کے بجائے مندرجہ بالا خوراک پر خرچ کرنا بہت مفید اور ضروری ہے۔

ناشتہ دو نیم برشت یا آدھے اُبلے ہوئے انڈے نمک و کالی مرچ ڈالکر ایک یا دو ڈبل روٹی یا معمولی چپاتی کے ٹکڑے دونوں طرف سے خوب سینک کر (ٹوسٹ) اچھی طرح مکھن یا گھی لگائے ہوئے اور نصف سیر یا ایک گلاس بھینس کا دودھ اس طرح ہلکا سا ابالا ہوا کہ اس میں بالائی نہ پڑی ہو مع ایک انڈے کی زردی اس میں خوب اچھی طرح پھینٹ کر حل کی ہو۔ اور کسی کسی روز گیہوں کا دلیہ ایک چھٹانک صرف پانی میں پکایا ہوا پاؤ سیر دودھ ڈالکر اور اس کے بعد ایک انڈا نمک مرچ ڈالکر ہلکا سا بھونا ہوا اور پاؤ سیر دودھ میں ایک انڈے کی زردی ملاکر اور کبھی انڈے کی بجائے مچھلی تل کر دیجا سکتی ہے ہماری بہت سی عورتیں انڈے سے گھبراتی ہیں اور بعض انڈے کو بہت گرم بتاتی ہیں لیکن ہمیں انڈے سے بہتر کوئی غذا ان دنوں کے لئے نظر نہیں آتی۔ اور ہم نے کسی زچہ کو سردی ہو یا گرمی انڈے کو نقصان کرتے اب تک نہیں دیکھا ہے۔ یہ ناشتہ گرمیوں میں زچہ کو چھ بجے اور سردیوں میں سات بجے صبح کے قریب ملجانا چاہئے،

دوپہر و شام کا کھانا معمولی غذا جس کی ہمیشہ عادت ہو کھانی چاہئے لیکن کھانے کے بیچ میں ایک پیالی شوربہ خواہ ہڈیوں کا ہو یا ترکاری کے چھلکوں کا، ضرور پی لینا چاہئے۔ اور کھانے کے بعد میں کوئی پھل جن میں کیلے کو ہم زچہ کے لئے بہترین مانتے ہیں۔ ایک یا دو کھا لینا بہت مفید ہے، زچہ کے لئے کیلا خاص طور پر مفید ہے۔ اور اس کے کھانے کا بہترین وقت دونوں وقت کھانا کھانے کے بعد ہے۔ تعداد میں بڑے کیلے ایک یا دو اور چھوٹے تین

یا چار تک کھانے چاہئیں، ان کے استعمال سے زچہ کا کھانا جلد ہضم ہو کر ہاضمہ اچھا رہتا ہے قبض نہیں ہونے پاتا بدن کو غذائیت اور بڑی قوت پہنچتی ہے۔ اور بچہ دماں کے لئے فاسفورس، جاذب حالت میں مہیا ہو جاتی ہے دوپہر کا کھانا گیارہ بجے کے قریب اور شام کو چھ سات کے درمیان کھا لینا چاہئے،

بارہ سے چالیسویں دن تک کی خوراک

اس زمانہ میں مقویات کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ان میں خشک میوہ جات بہت مفید ہوتے ہیں اور ان کو ناشتہ کے وقت اور کبھی کبھی کھانے کے ہمراہ کھایا جا سکتا ہے، مچھلی کا تیل بھی بہت مفید ہے، جو کا فی "وٹامین" مہیا کرتا ہے جس کا ذکر اس کتاب کے پہلے حصہ میں تفصیل کے ساتھ مکمل غذا کے ضروری اجزار کے بیان میں کر چکے ہیں، ایک مقوی دوا "بائنن امارا" Bynin Amara) بھی بہت طاقت بخش اور زچہ کے لئے بہت ہی موزوں ثابت ہوئی ہے

مچھلی کا تیل

کیپلرز کا ڈیور آئل معہ مالٹ و آئرن (Keplers Cod Liver oil and Malt Extract+Iron) زچہ کے لئے بہت مقوی و مفید چیز ہے۔ اس کا ایک چھوٹا چمچہ بھر کر روزانہ دو وقت کھانا کھاتے وقت درمیان میں یا کھانے کے بعد چاٹ لینا چاہئے۔ اور یا نصف پیالی دودھ میں گھول کر کھانے کے بعد پی لینا چاہئے۔ ایک بوتل تقریباً ایک روپیہ بارہ آنے کی آتی ہے اور بیس پچیس روز کو کافی ہوتی ہے۔ ایسی دو تین یا از کم از کم ایک بوتل تو ضرور استعمال کر لینی چاہئے

بائنن امارا

Bynin Amara یہ ایک شربت ہے جو زچہ کے بدن میں خون پیدا کرنے اور بدن کو اصلی حالت پر لانے کے لئے بہت ہی مفید ہے۔ اس میں فولاد، فاسفورس وغیرہ کے اجزا ہوتے ہیں۔ ہمیں اس کے فوائد کا اس قدر تجربہ ہو چکا ہے کہ اس کا ہر زچہ کے لئے تیسرے روز سے چالیسویں دن اور ممکن ہو تو تین ماہ تک کے لئے استعمال کرنیکی بڑے زور سے رائے دیتے ہیں۔ ایک چائے کے چمچہ سے بڑے چمچہ تک بھر کر دونوں وقت کھانے سے پیشتر ویسے ہی یا پانی میں ملا کر پی لینا چاہئے۔ دو سوا دو روپے کو ایک بوتل آتی ہے،

سناٹوجن

Sanatogen یہ ایک بہت مقوی سفوف ہے۔ یہ ذرا گراں دوا ہے، اس کی ایک بوتل جو ایک ماہ کو کافی ہے۔ چار سوا چار روپیہ کو ملتی ہے۔ ایک چار کا چمچہ ایک گلاس دودھ میں ناشتہ اور سوتے وقت پی لینا بہت جلد ضائع شدہ قوت کو بحال کر دیتا ہے، یہ ایک پیالی دودھ میں بھی پیا جا سکتا ہے۔ سفوف چونکہ بہت ہی زیادہ باریک پسا ہوا ہوتا ہے اس لئے اس کو بیسن کی طرح گھولنا چاہئے۔ تاکہ گٹھلیاں نہ پڑ جائیں اور اچھی طرح حل ہو جائے

میوہ جات کا سادہ حلوا

بادام نصف سیر۔ پستہ پاؤ سیر۔ ناریل پاؤ سیر۔ گھی پاؤ سیر۔ شکر پاؤ سیر۔ سوجی آدھ پاؤ گوند آدھ پاؤ۔ مکھانہ آدھ پاؤ۔ زعفران تین ماشہ۔ عرق کیوڑہ پانچ تولہ۔ پستہ بادام

ناریل کو موٹا موٹا کوٹ لو، گوند کو موٹا موٹا کوٹ کر گھی میں بھون لو۔ تاکہ پھول جائے۔ پھول مکھانے کو بھی گھی میں بھون کر پھلا لو۔ سوجی کو بھی ذرا سے گھی میں بھون کر علیحدہ رکھ لو، شکر کی چاشنی بنا کر سوجی کو ڈالکر حلوا سا بنا لو۔ اور پھر گوند ڈالدو، اور جب حلوا بالکل تیار ہو جائے تو مکھانے اور میوے ڈالدو۔ کچھ ٹھنڈا ہو جانے پر زعفران کو کیوڑے میں پیس کر اس حلوے میں ملا دو اور چینی یا قلعی کے برتن میں رکھ چھوڑ دو۔ خوراک ایک چھٹانک سے آدھ پاؤ تک ناشتہ کے بعد۔

بارہویں دن سے چالیسویں دن تک کی باقاعدہ خوراک مقویات کو ملا کر مندرجہ ذیل ہونا چاہیئے

ناشتہ دلیہ و دودھ یا ایک انڈا بریاں۔ ایک بسکٹ یا ڈبل روٹی کا ٹوسٹ و مکھن یا روٹی کا چوتھائی ٹکڑا گھی لگا ہوا چھٹانک سے آدھ پاؤ تک میوہ کا سادہ حلوا اور ایک گلاس دودھ مع ایک زردی انڈا یا دودھ میں ستاور جن کا ایک چمچہ۔

صبح و شام کا کھانا۔ بائنن امارا ایک چمچہ معمولی کھانا کھانے کے بیچ میں شوربا کھانے کے ختم پر ایک دو کیلے یا کوئی اور پھل۔ شوربہ یا بائنن امارا کیجگہ ہر دوسرے روز مچھلی کا تیل۔

پانی دن میں چار یا پانچ گلاس پانی پینا زچہ کے لئے بہت مفید ہوتا ہے۔ بچہ کے لئے اس سے دودھ بھی زیادہ اترتا ہے اور خود زچہ بھی دودھ پلانے سے کمزور نہیں ہونے پاتی۔ مندرجہ بالا غذائیں دینے سے زچہ ہی تندرست و توانا دیرخ نہیں ہو جاتی ہے بلکہ بچہ بھی بہت موٹا و طاقتور ہو جاتا ہے۔

ہم

ہم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہم ہیں فیشن حال کے مطابق ایک طالب علم ۔ ۔ ۔ اور نہایت ہی شریر قسم کے۔ انگریزی۔ اردو۔ فارسی اور کچھ کچھ عربی کی تعلیم حاصل کی۔ فطرتاً ہم شریر بلکہ شیطان تھے اور جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ شریر بچے ذہین ہوتے ہیں ہم ذہین بھی تھے۔ ایک سے ایک نئی شرارت عمل میں لاتے اور کسی کے سر پر زور سے چانٹا اُڑانا تو ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ اور خاصکر ایسے موقع پر جبکہ کسی کے میدان سر پر استرہ جیسی نازک پری نے رقص کیا ہو۔ ایسی کھوپری کو جس کو ہم اپنی زبان میں "چاند" کہتے ہیں) ہم یہ سمجھتے ہیں کہ گویا یہ ہمارے ہی واسطے بنائی گئی ہے۔ پھونک پھونک کر اتنی زور سے چپت مارتے کہ ہماری زبان کے مطابق "چھینٹیں میلوں تک جاتیں" اور ادہر اُدہر کے لوگ چونک جاتے اور چپت کھانے والے کا حال تو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ظاہر ہے

ہم بائیسکل کے غیر معمولی طور سے ماہر ہیں اور قصداً اسکو کبھی سیدھا نہیں چلاتے بلکہ گھما گھما کے چلاتے ہیں۔ اس سے ہمکو صرف اتنا فائدہ ہوتا ہے کہ جو دیکھتا ہے وہ یہی سمجھتا ہے کہ ہم کوئی "نوسیکھیا" ہیں۔ اور بس اب کسی سے لڑانا ہی چاہتے ہیں اور چنانچہ ہم سے ہر شخص گزوں کے فاصلہ پر رہنے کی کوشش کرتا ہے اور ہمکو راستہ ملجاتا ہے آج کل کا حال سب جانتے ہیں چنانچہ آپ بھی اس سے واقف ہونگی کہ شہر کی ہر میونسپلٹی سے ہر گاڑی کے چلانے والے کو یہ حکم ہوتا ہے کہ سورج غروب ہونے سے قبل اپنی گاڑی کے ساتھ جلتی ہوئی بتیاں ضرور رکھے۔ سائیکل کے سامنے لیمپ، موٹر کے سامنے دو لالٹینیں۔ بگھیوں اور فٹنوں کے سامنے دو بتیاں۔ یہاں تک کہ مزدوروں والے اور لدو گھوڑوں سے چلائے جانے والے ٹھیلوں میں بھی اگر کچھ نہیں تو چراغ یا موم بتی ہونا ضروری ہے۔ خواہ کسی کے پاس روپے ہوں یا نہوں۔ چنانچہ اس قاعدہ کے مطابق ہمکو بھی اپنی سائیکل میں بتی رکھنی چاہیئے۔ مگر واضح ہے کہ ہم اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ چرکہ دینا ہماری گھٹی میں شامل تھا اور یہی وجہ ہے کہ ہم بعض اوقات اہم سے اہم کام چشم زدن میں نکال لیجاتے ہیں چنانچہ ایسے مواقع پر ہم یہ کرتے ہیں کہ اپنی آنکھیں معمول سے زیادہ کھلی رکھتے ہیں اور بائیسکل کی رفتار کو غیر معمولی طور پر تیز کر دیتے ہیں۔ کہ اگر ہم نے دیکھ لیا کہ کوئی پولیس کا کنسٹبل کھڑا ہے تو فوراً اتر پڑتے ہیں اور بائیکل کو ایک ہاتھ سے تھامے اور سیٹی بجاتے ہوئے نہایت متانت سے اس کے سامنے سے نکلجاتے ہیں گویا اسپر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہم اسوقت پیدل ہی سفر کر رہے ہیں۔ مگر وہ جہاں آنکھوں سے اوجھل ہوا کہ پھر سوار ہوئے اور اگر ہم اسکو نہ دیکھ پائے اور اس کے بہت قریب آگئے تو تھوڑا سا رفتار میں اضافہ کر کے اس کے سامنے سے نکلجاتے ہیں اور وہ ہمارے پیچھے چلاتا رہجاتا ہے۔ "اے۔ ارے او۔ جناب۔ بتی" وغیرہ

خیالات

ہماری امیدیں

رات نیلے آسمان پر تارے برابر ٹوٹ رہے تھے اور ایک عبرتناک داستان سنا رہے تھے آہ ایسے ہی ہماری امیدیں ٹوٹتی ہیں۔ اس سے بھی جلدی! کیا کچھ بھی دیر لگتی ہے۔! ہم کیسے کیسے خوشنما خواب دیکھتے ہیں! کیسی کیسی تمناؤں کو اپنے دل میں پرورش دیتے ہیں۔ گر ایک آن میں ہماری آرزوئیں ٹوٹ جاتی ہیں امیدوں کا کیسا خون ہوجاتا ہے!

تاروں کے ٹوٹنے میں تو شاید کچھ دیر بھی لگتی ہے مگر ہماری امیدیں اس سے بھی جلد ٹوٹ جاتی ہیں۔

اے بے عقل انسان! کیا پھر بھی تو اپنی آرزؤں کی وقعت کرتا ہے۔ کیا پھر بھی دنیا کی قیمتی سے قیمتی چیز سے زیادہ بیش قیمت خیال کرتا ہے۔

آہ! تو کتنا احمق ہے! تیری عبرت کے لئے کیا یہ بھی نہیں ہے کہ دراصل تیری آرزو کی وقعت دنیا کی کمترین چیز سے بھی کم ہے۔ کیونکہ وہ ایک لمحہ میں خاک میں ملجاتی ہیں وہ اس قدر ناپائدار غیر مستقل ہوتی ہیں کہ ایک سراب آب کے برابر انکی زندگی نہیں ہوتی۔

راگ

میں سبزہ پر بیٹھی تھی۔ کوہستانی سلسلہ میرے سامنے تھا اور قدرت کی جلوہ طرازیاں پیش نظر تھیں کہ کہیں دور سے ایک فراق کا راگ بانسری کے ساتھ میرے کانوں کو غم سے بھرنے لگا۔ آہ! کیسا دل دوز راگ تھا! ——— جو اپنی ہمہ خوبیوں کے ساتھ فضا میں ایک المناک گدازی سے گونج رہا تھا!

اس پرسوز نغمہ سے میری روح گھلی جا رہی تھی۔

وہ غم کا نغمہ تھا۔ مگر مجھے آرزوؤں اور محبتوں کی دنیا میں پہنچا گیا تھا۔

اے راگ! تجھ میں کیسی قدرت ہے۔ تو انسان کو اپنی لے سے کہاں گم کردیتا ہے! تو اس کی صلاحیت کے موافق اس کو کیسا محبت اور نغمت کا سبق دیتا ہے!

خلوص

اے خلوص! تو کیا چیز ہے؟

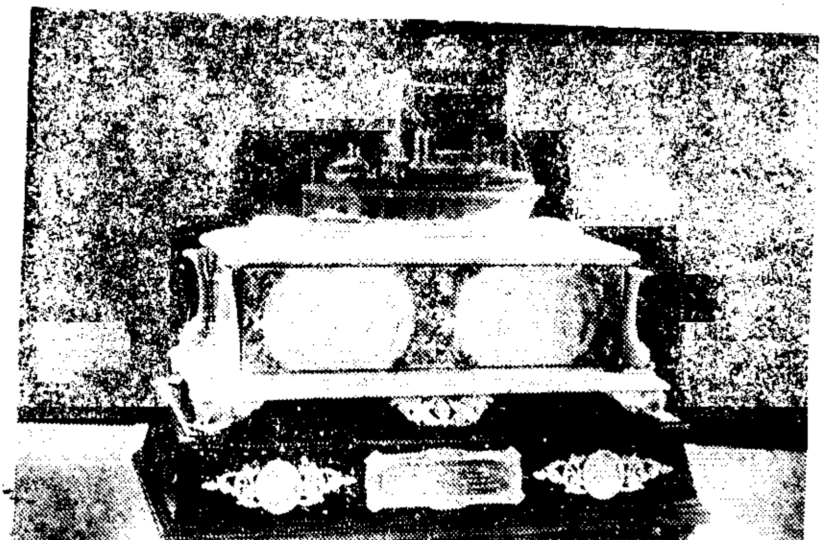
تو ہے بھی کہ نہیں۔ کیا تیرے ہی لئے تو غالب نہیں کہہ گئے ہیں۔!

ع "ہے یہ وہ لفظ جو شرمندہ معنی نہ ہوا"

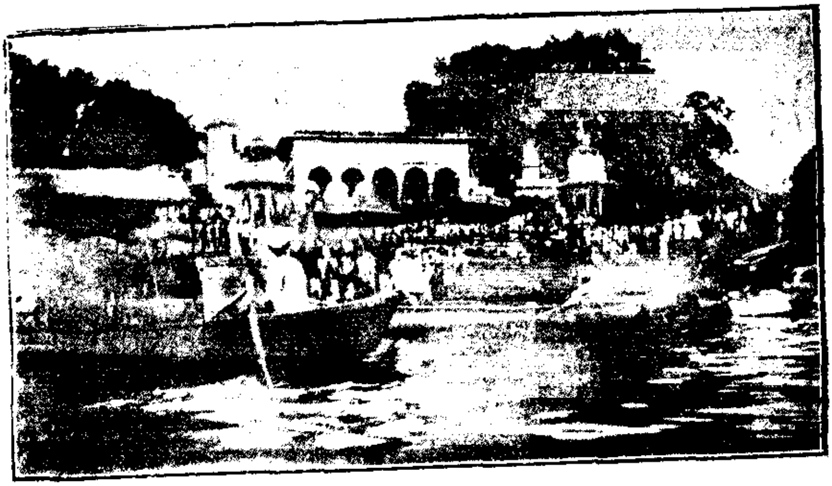
اس۔ آر کرمانیہ



مسماۃ نالا علی قلی ہے جو وہاں کے قدیم باشندوں کی نسل میں سے ہے مسز موصوفہ
اگرچہ نابینا اور بہری ہیں تاہم اب زندگی سے مایوس نہیں ہیں۔



ایک خوبصورت کاسکٹ جو ہز ہائی نس ہونہر مہارانی ٹراونکور کی یورپ سے
واپسی پر باشندگان ریاست نے انکی خدمت میں پیش کیا۔



ا جمنا میں طغیانی

مین گنگا جمنا کے سنگم پر تماشائی
وں میں چڑھاؤ کی سیر دیکھ رہے
ن ان میں سے ایک کشتی بھنور
میں پھنس کر ڈوب گئی -



روسی افواج میں خواتین

عورتوں کی ایک پلٹن کی افسران
روس میں کافی فوج صرف عورتوں
کے دستوں پر مشتمل ہے -



فلپائن کے ایک حصہ جونورہ
کے ایک زنانہ مدرسہ کی
ہر اس مدرسہ میں لڑکیوں
دستکاری سکھائی جاتی ہے -

ملکہ شجرۃ الدر

میں آج جس خاتون کے حالات لکھتی ہوں وہ تاریخ مصر ہی میں نہیں بلکہ تاریخ اسلامی میں بھی قابل صد فخر ہے۔ نہ صرف مصر کی نسوانی تاریخ بلکہ ساری اسلامی دنیا کی نسوانی تاریخ اس پر فخر کر سکتی ہے کہ اس کی ایک ناتواں ناقص العقل فرد کے نازک کندھوں نے خلافت اسلامیہ کا مقدس بوجھ اٹھا کر دنیا کو دکھا دیا کہ ایک کمزور عورت مردوں کی طرح تمام سلطنتی تنظیمی تبلیغی امور سیاست و مذہبی بجا لا سکتی ہے۔

شجرۃ الدر یورپین نسل سے تھی اور خاندان ایوبی کے آخری خلیفہ سلطان نجم الدین عادل ایوبی کی قابل ناز محبوب بیگم تھی۔ العادل نہایت سخی انصاف پسند رعایا پرور فرمانروا تھا۔ اس کے بے لاگ فیصلے سیاسی لاینحل پیچیدہ مسائل کا حل نیز ممالک غیر میں اس کی عظمت و وقار کا باعث دراصل شجرۃ الدر تھی اور ان تمام امور کی محرک و مؤید ملکہ العادل کی دست راست تھی۔

۶۴۷ھ میں العادل کا انتقال ہوا تو اس کا جانشین توران شاہ اپنے شاہی مقبوضات کی سیاحت کو گیا ہوا تھا۔ ملکہ نے عادل کی خبر موت کو مخفی رکھا تمام اطبا معالج شاہی بغرض علاج قصر سلطانی میں آتے ملکہ سے مزاج کی حالت سنتے نسخے اور دوا دے جاتے۔ خاصہ شاہی تیار ہو کر سلطان کے کمرے میں جاتا تھا تمام فرامین پر سلطان کے دستخط ہوتے تھے۔ ملکہ نے نہایت ہوشیاری سے سلطان کے خادم خواص سہیل کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ یہی سہیل عرائض پر دستخط کر دیا کرتا تھا کیونکہ اس کی تحریر ہو بہو خلیفہ کی تحریر تھی۔

شاہ فرانس لوئی نے اسی زمانہ میں اپنی ۵۰ ہزار فوج سے جس میں ۵۱ ہزار رضاکاران انگلینڈ فرانس جرمنی بھی شامل تھے۔ یکایک ساحل دمیاط پر اتر کر مقام منصورہ پر بے خبر اسلامی فوج پر اچانک حملہ کر دیا۔ جس کی رہبری اسلامی غدار ملک سمون نے کی تھی۔ بیچارہ اسلامی جنرل فخر الدین حمام میں مصروف غسل تھا کہ وہیں شہید کر دیا گیا عساکر اسلامی اپنے بہادر جنرل کو شہید دیکھ کر بے طرح پسپا ہوئی عیسائی فوج ملک مصر پر بڑھنے لگی۔ ملکہ شجرۃ الدر کو جب یہ وحشتناک خبر ملی تو اس وقت اس کی خود نہایت نازک حالت تھی۔ ایک طرف مردہ شوہر کی لاش چھپائے ہوئے تھی اور دوسری طرف توران شاہ بھی ابھی آیا نہ تھا۔ اس نازک وقت میں ملکہ نے جس استقلال تابندہ دلی جرأت و بہادری سے ان تمام مشکلات و مصائب کا مقابلہ کیا تھا اس کی مثال شاذ ہی ملیگی۔

ملکہ نے فی الفور دس ہزار (۱۰۰۰۰) سواروں کو فرانسیسی دغابازوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا جنہوں نے پہنچ کر شاہ فرانس کی فوج کو اس بری طرح شکست فاش دی کہ اس میں سے ایک بھی نہ بچ سکا تمام عیسائی فوج

ملکہ شجرۃ الدر کی چمکتی دمکتی تلواروں کی پیاس بجھانے میں صرف ہوگئی۔ شاہ فرانس اور اس کی ملکہ گرفتار ہو کر مصر لائے گئے۔

اس دوران میں توران شاہ پایۂ تخت مصر پہنچ گیا تھا۔ سلطان عادل کی موت ظاہر کردی گئی۔ نہایت عزت وقدر کے ساتھ سلطان کی تجہیز وتکفین کی گئی۔ توران کو تخت نشین کیا گیا۔ توران شاہ نے ساحل بحر روم پر فرانسیسی فوج اور فرانسیسی جنگی بیڑے کی ناکہ بندی خوب کی نیز ایک نہایت خون ریز بحری جنگ بھی فرانس اور مصری فوج میں ہوئی جس میں ۳۰ ہزار فرانسیسی قتل ہوئے۔

سلطان توران صرف دو مہینے چند دن حکومت کرسکا لیکن ان چند ہی دنوں میں توران شاہ نے اتنی سخت گیری کی کہ رعایا تنگ آگئی آخر مجبور رعایا نے بلوہ کرکے اس کو قتل کرڈالا۔ اور ملکہ شجرۃ الدر کو تخت خلافت پیش کیا گیا۔ نہایت تزک واحتشام سے شجرۃ الدر "المستعصم الصالحیۃ الملکۃ المسلمین والدۃ الملک المنصور خلیل امیر المومنین" کے معزز ممتاز پُر وقار لقب سے ملقب ہوکر تخت خلافت مصر پر جلوہ گر ہوئی۔

جس جگہ زلیخائی ذہانت کا ڈنکا بجا تھا۔ جہاں کلوپیٹرا اپنے حُسن جہاں سوز وکمال فراست سے ایک جہان سے خراج تحسین وصول کرچکی تھی۔ اسی جگہ ملکہ شجرۃ الدر مثل اپنے ہم صنفوں رضیہ سلطانہ چاند بی بی نور جہاں زبیدہ خاتون کے عدل گستری رعایا پروری انصاف پسندی سے محبوب ملکہ بن گئی۔ جس کی ایک جنبش نوک قلم پر سلطنت مصر کا تغیر وتبدل قائم تھا جس کے خوبصورت ماتھے کی ایک نازک سی شکن معزز سے معزز ہستیوں کو دار فنا تک پہنچانے کے لئے کافی تھی۔ فرانس سے بیس ہزار روپیہ تاوان جنگ لیکر ملکہ نے شاہ فرانس کو رہا کردیا۔ اس روپیہ سے ملکی اور فوجی ضروریات پوری کیں۔ یہ صرف اس کی سلطنتی زندگی تھی اُس کی مذہبی زندگی اس سے کہیں زیادہ درخشاں اور قابل رشک تھی۔ ایسی اسکی الفت مذہبی کی زبردست دلیل محمل کعبہ ہے۔

اس نے نہایت جوش عقیدت مذہبی ارادت سے حج کعبۃ اللہ زیارت دیار رسول اللہ کی تھی اس مقدس سرزمین پر اُس کی سخاوت وداد ودہش اس کے راسخ ایمان کی ہونے کی عمدہ دلیل تھی۔ جب یہ واپس اپنے دار الخلافت کو پہنچی تو اس کا دل مثل سابق الفت وجدائی سے پُر تھا۔ اپنے اس مقدس فریضہ کی ادائیگی کی یاد میں اس نے اُسی قسم کی محمل میں جس میں حج کے لئے گئی تھی غلاف کعبہ اور بہت سے بیش بہا تحائف روانہ کرنے لگی۔ یہ مذہبی رسم عوام وخواص مصر میں اتنی مقبول ہوئی کہ آج تک مصر سے غلاف کعبہ جارہا ہے۔

اس امر پر نسوانی دنیا کو بجا فخر وناز ہونا چاہیئے۔ کہ ایک ملکہ نے حجاز مقدس کی سرزمین میں حجاج کی آب رسانی کے لئے نہر زبیدہ جاری کرائی دوسری عالی پایہ خاتون نے کعبہ کو غلاف روانہ کرکے اپنی مذہبی عقیدت کا ثبوت دیکر اپنے لئے دین ودنیا میں بقائے دوام کا شہرہ حاصل کیا۔

جب سلطان ابن سعود نے حجاز مقدس پر تسلط کیا تو مصری بینڈ باجے پر مصری اور حجازی فوج میں جھگڑا ہو گیا اس جھگڑے کی وجہ سے محمل شریف مصر سے جانا رک گیا۔ گذشتہ سال سے پھر مصر سے جانے لگا ہے خلیفہ مستعصم باللہ عباسی نے ملکہ کو لکھا کہ ابھی تم جوان ہو اور سلطنت کے بار گراں کو صرف تمہاری ایک نازک ہستی کافی نہیں ہے۔ لہذا تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ عزیز الدین ایبک سپہ سالار اعظم عساکر مصر کے ساتھ عقد کر لو اور اس کو اپنی بجائے تخت سلطنت پر ممتاز کرو۔

شجرۃ الدر نے خلیفہ کا حکم بجا لایا۔ ایوبی خاندان بہت کمزور ہو چکا تھا خلیفہ کا اس خاندان پر کچھ رعب تھا اس لئے ملکہ کو بھی مجبوراً خلیفہ کا حکم ماننا پڑا عزیز الدین ایبک سے عقد نکاح کر لیا۔ گو کہ عزیز الدین ایک ملازم تھا مگر مساوات اسلامی میں ملوک وحر کا ایک ہی درجہ تھا۔ یہی شخص اسلامی عساکر کا نہایت محبوب ہر دل عزیز سپہ سالار اعظم بن گیا جب اس نے شجرۃ الدر سے نکاح کیا تو اپنی پہلی بیوی کو طلاق دے کر علیحدہ کر دیا۔ الملک کے لقب سے تخت مصر پر قدم رکھا۔

گو کہ شجرۃ الدر تخت و تاج شوہر کے لئے چھوڑ چکی تھی۔ مگر یہ برائے نام تھا کوئی امیر سلطنت بلا راضی شجرۃ الدر مقرر نہیں ہو سکتا تھا صرف فرامین پر دستخط المعز کے ہوتے تھے چند ہی دنوں میں المعز کو ملکہ کی شرکت ناگوار ہونے لگی۔ المعز ایک سپہ سالار تھا شاہانہ خوبیاں اس میں کم تھیں۔ ملکہ شجرۃ الدر سلطنت کے چھوٹے سے چھوٹے امر میں شاہی شان کی جھلک دیکھنا چاہتی تھی سلطنت بھی شوہر کو اسی کی بخشی ہوئی تھی۔ رفتہ رفتہ دونوں کے دل غبار و کدورت سے پُر ہونے لگے۔ المعز نے دربار خلافت بغداد میں چارہ جوئی کے لئے فریاد کی۔ اب دونو طرف علانیہ اعلان جنگ ہو گئی المعز نے ملکہ کو جلانے کے لئے گورنر موصل کی لڑکی لولو سے نکاح کر کے قلعہ سے باہر ایک پُر فضا جگہ سکونت اختیار کر لی شجرۃ الدر کے ہاں اپنی آمد ترک کر دی۔

شجرۃ الدر بھی بڑی چالاک عورت تھی۔ عورت جب حد درجہ مجبور ہو جاتی ہے تو اس کا انتقام نہایت خوفناک ہوتا ہے۔ شجرۃ الدر نے اپنے شوہر کو نہایت عاجزی انکساری خوشامد سے اپنے محل میں بلایا۔ المعز دن بھر چوگان وغیرہ کھیلتا رہا شام کو تھکا ہارا ملکہ کے ہاں پہونچا ملکہ نے ہاتھوں ہاتھ لیا حمام تیار تھا دن بھر کی تکان دور کرنے کے لئے المعز کو حمام پہنچا یا گیا جہاں دو حامی ملازمین نے مار دھاڑ شروع کر دی شجرۃ الدر ایک گوشہ سے اپنے احکام تعمیل دیکھ رہی تھی آخر تھی عورت اس کے دل میں رحم و کرم کا دریا جوش کھانے لگا حمام میں پہنچکر ملازمین کو مارنے سے منع کیا تو ان دونوں نے کہا ملکہ اگر یہ یہاں سے زندہ بچا تو آپ کو اور ہم دونوں کو اپنی جانوں سے ہاتھ دہونے پڑیں گے۔ آخر ان دونوں نے المعز کا خاتمہ کر دیا۔

المعز کی موت کی خبر سُنکر تمام فوج بپھر گئی قلعہ میں گھس کر شجرۃ الدر کو گرفتار کر لیا اور المعز کے پہلی مطلقہ بیوی کے

بیٹے علی کو تخت نشین کیا۔ علی نے باپ کے انتقام میں شجرۃ الدر کو کوڑوں سے پٹوا کر مروا ڈالا اُس کی لاش پھینک دی۔ چند مسلمانوں نے اس کی لاش اٹھا کر اُس کی تعمیر کردہ مسجد میں دفن کر دی۔ اس طرح اس باکمال شجاع دلیر فصیح و فہیم مہ جبین ملکہ کا نہایت درد انگیز انجام ہوا۔ صنفِ قوی نے جس طرح رضیہ سلطانہ چاند بی بی نور جہاں وغیرہ کی زندگیوں کو خاک میں ملا دیا فنا کر دیا اسی طرح شجرۃ الدر کو المعز کے نکاح میں آکر تلخ ترین تجربہ اٹھا کر زندگی سے نہایت بے عزتی کے ساتھ ہاتھ دھونا پڑا۔ اگر ملکہ مجبور نہ کی جاتی تو وہ المعز سے نکاح نہ کرتی۔ المعز بدستور سپہ سالار رہتا تو ملکہ بھی آزادی سے سلطنت کرتی اپنے زمانہ کی کیا بلکہ تمام اسلامی تاریخ کی نہایت باکمال بے مثل ملکہ ثابت ہوتی اس کی ایجاد واختراع سے دنیا بہت کچھ فائدہ مند ہوتی۔ جب اس کی غیور آزاد طبیعت کو المعز کے نکاحِ ثانی سے ایک زبردست دھکا لگا تو ایک بھری ہوئی شیرنی کی طرح المعز سے انتقام لیا۔

اس کی مشہور ایجادوں میں ایک باجہ بھی ہے جس کا نام اس نے اپنے بیٹے الخلیل کے نام پر خلیلیہ رکھا۔

مہر النساء گڑھیہ

درسِ عبرت

بیٹھے بیٹھے آگیا اک دن خیال — اس کے آنے سے ہوا بیحد ملال
یاد تڑپانے لگی ماں باپ کی — زندگی میں قدر جن کی کی نہ تھی
چل بسے دنیا سے آیا ہوش تب — رنج کرنا اس گھڑی تھا بے سبب
جا کے گورستان میں مل لیجئے — حالِ دل کچھ اپنا کہہ سُن لیجئے
الغرض شہرِ خموشاں کو رواں — ہوگئی میں دل تھا بے حد ناتواں
جب پڑی مرقد پہ پیاروں کے نظر — خاک میں سوتے پڑے تھے بے خبر
ایک برچھی آن کر دل پر لگی — تھام ہاتھوں سے کلیجہ میں جھکی
ساکنانِ شہر ساکن السلام — رحمتِ حق تم پہ نازل ہو مدام
فاتحہ تربت پہ پڑھ ماں باپ کے — پھر گلے شکوے ہوئے یوں آپ سے
تھی نہ ہم کو یہ خبر سوئے عدم — ایسی جلدی آپ اٹھائیں گے قدم
کیسی راحت آپ کو اس جا ملی — واپس آنے کو نہ چاہا دل کبھی

کیا ہے اس دنیا سے بہتر وہ مقام / جائے جب انساں نہ لے آنیکا نام
کس طرح کے ہیں مکانات اور مکیں / حال کچھ کہئیے وہاں کا بھی ہمیں
کیسی بستی ہے وہاں کی اور فضا / کیا یہاں سے ہے وہ بجد دل ربا
کیا وہاں آباد ہے ملک وشہر / کیا وہاں رونق ہے اس سے بیشتر
کیسے ہیں مرغان خوش الحاں وہاں / کیا مصفا آب ہے ایسا رواں
کیا وہاں بھی زر کی ہوتی ہے قدر / کیا وہاں پھرتے ہیں مفلس دربدر
ہیں وہاں کے لوگ کس انداز کے / کیا وہ ملتے ہیں بہت اخلاق سے
کیا ہیں وہ آپس میں سب شیروشکر / کیا نہیں اس جا لڑائی کا خطر
کیا محبت کرتے ہیں ہم سے سوا / کیا اسی باعث لگا دل آپ کا
آئی اک آواز اس دم دردناک / ہوگیا سُن کر کلیجہ چاک چاک
بے خبر تجھ کو نہیں اپنی خبر / آئی ہے کیوں پوچھنے دردِ جگر
موت پر ہوتا جو اپنا اختیار / چھوڑ کر آتے نہ تم کو زینہار
آئیں کیونکر اپنا بس چلتا نہیں / ورنہ کیا یوں چھوڑ دیتے ہم تمہیں
شہر کیسا لوگ کیسے جانِ من / بھولے پن سے کر رہی ہے تو سخن
بے خودی میں ہوش ہیں کس کے بجا / دے نہیں سکتے یہاں کا کچھ پتہ
ساتھ اپنے ہیں تو بس اعمال ہیں / نیک و بد جتنے کئے افعال ہیں
عمر طے کی ہم نے غفلت میں مدام / ہم یہ اب کہتے ہیں تجھ سے لاکلام
نیکیوں میں آ بسر کر زندگی / وقت رفتن تا نہ ہو شرمندگی
تخم نیکی کا جو بوئے گا یہاں / آخرت میں پائے گا پھل بے گماں
کرلے نیکی جتنی تجھ سے ہوسکے / نیکیوں کا تخم بوگر بوسکے

کیسی غفلت میں ہے انساں حافظ
گھر کے آنے تک اثر باقی رہا

افسر النسا بیگم حافظہ حیدرآباد دکن

آنسو

آنسو شکستہ دل کی آواز ہیں یہ آبدار قطرے موتیوں سے زیادہ بیش قیمت ہیں وہ آنسو جو چشم حقیقت بیں سے نکلتے ہیں کیسے بے بہا ہیں۔ آنسو غمزدہ روح کا جوہر حزن و ملال سے محیط ہستی کی صدائے غم ہیں اور اس راز کو افشا کرتے ہیں جو اس کے سینے کے اندر چھپا ہے وہ اس کی آنکھوں میں جھلکتے ہوئے حقیقی پردہ کو چاک کرتے ہیں یا وہ آنسو جو بزم عالم کے عبرت زا واقعات پر جنبش میں آویں یا جن کے وجود کے محرک رقت و رحم کے جذبات ہوں۔ گو ایک بدمذاق انسان ایسے قیمتی آنسوؤں کو ہیچ سمجھے مگر فطرت شناس اور رموز حقیقی سے واقف دل انکی قدر سے خوب آگاہ ہیں۔

آنسو رقیق اور تاثر پذیر احساسات کا ایک ہلکا سا عکس ہیں آنسو دلی ہیجان اور قلبی انتشار کے لئے اطمینان بخش فداح ہیں آنسو جو عبرت کے مناظر پر دوسروں کے مصائب پر گذشتہ معاصی کے ندامت پر صدق دل سے نکلیں کیسے بیش بہا کیسے انمول کیسے مقبول اور کیسے درخشاں ہوتے ہیں۔ عورت کے آنسو اس کی پوشیدہ قوتیں ہیں وہ ان دلوں پر جو حقائق عالم فطرت انسانی اور جذبات نسوانی کے حریم اور راز دار ہیں اس قدر اثر کرتے ہیں جو انہیں بے دست و پا کر دیتے ہیں اس کے آنسو ماجرائے غم اور احساسات دلی ایک لمحہ میں سمجھا دیتے ہیں وہ لمبی چوڑی گفتگو سے زیادہ مقرر اور ایک بسیط تقریر سے زیادہ پرگو ہوتے ہیں مگر جن دلوں پر یہ خون کے قطرے اثر نہ کریں سمجھنا چاہئے کہ ایسے لوگ دل ہی نہیں رکھتے۔ یا ان کا دل ہر لطافت اور پاکیزگی سے معرا ہے اور اس پر دنیا کی کوئی لطیف شے اثر نہیں کر سکتی۔ لیکن آنسو ایسا قیمتی جوہر ہے جس کو کبھی رائگاں نہ کرنا چاہیئے اور یہ آنسو انسان کی رفعت و عظمت کا ثبوت اور اس کی بلندی کے شاہد ہیں۔

اے۔ کے

بچوں کو ڈرانا

بے وقوف اور جاہل ماؤں کا ذکر تو میں کرتی نہیں کیونکہ وہ تو بوجہ نادانی اپنے دوست دشمن میں بھی تمیز نہیں کرسکتیں۔ پھر اپنے بچوں کا کیا خیال رکھیں گی۔ لیکن اس وقت ضرور افسوس ہوتا ہے جب اچھی خاصی تعلیم یافتہ مائیں محض اس خیال پر کہ بچہ دق نہ کرے اسے بری طرح ڈرا کر اس کے بہادرانہ جذبات کو بے رحمی سے پامال کردیتی ہیں۔ کاش وہ غور کریں کہ ان کی تھوڑی سی غفلت کا اس وقت کیا نتیجہ نکلے گا۔

جب وہ ننھا بچہ جوان ہوگا تو بچپن کی سیکھی ہوئی باتیں ہرگز نہیں بھول سکتا۔ اس وقت حافظہ قدرتی طور پر بلا کا ذہین ہوتا ہے۔ جوان ہونے پر چاہے ہزار کوشش کی جائے بچپن کی باتیں ایک گہرے جڑ دار درخت کے مانند جو زبردست زلزلے سے بھی نہیں اکھڑ سکتا۔ دماغ سے زائل نہیں ہوسکتیں۔ یہاں میں ایک مختصر سی اپنی مثال درج کرتی ہوں۔ بچپن میں مجھے بھی دیگر بچوں کی طرح قصے کہانیاں سننے کا بہت شوق تھا۔ ان دنوں ہمارے ہاں ایک ادھیڑ عمر کی عورت باورچن تھی۔ مجھے کھیل کود کا شوق کسی قدر کم تھا۔ میں اکثر اوقات اس بوڑھی ملازمہ کے پاس جا کر بیٹھتی جو کہ اکثر دوسری جاہل عورتوں کی طرح عموماً مجھے من گھڑت دیو جن اور پریوں کی کہانیاں سناتی اور میں خوب غور سے سنا کرتی۔

اب باوجودیکہ اس واقعہ کو آٹھ نو سال کا عرصہ گزر چکا ہے اور میں متعدد کتابیں پڑھ چکی ہوں اور بخوبی سمجھتی ہوں کہ وہ قصے بالکل بے بنیاد اور لغو ہوتے تھے۔ چڑیل بھوت وغیرہ کوئی نہیں ہوتے۔ تاہم اب جب کبھی اندھیرے میں اکیلی ہوتی ہوں تو تکلیف دہ خیالات میرے دماغ میں آنے لگتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب باتیں سچ ہیں اور میں نے ابھی ابھی سنی ہیں۔ خیر یہ تو بعد کے اثرات ہوئے۔ لیکن جس وقت بچے کو ڈرایا جاتا ہے اس وقت بھی اس کا اثر بعض اوقات سم قاتل کی مانند ہوتا ہے۔

ایک دفعہ انگلستان کے ایک دیہات میں دو بچے کھیل رہے تھے جن میں سے ایک بھائی تھا دوسری بہن بہن بھائی سے بڑی تھی کھیلتے کھیلتے لڑکی کو شرارت جو سوجھی تو وہ ایک دوکان کے پیچھے چھپ گئی۔ لڑکا پریشان ہوکر اس کو تلاش کرنے لگا۔ جب وہ بالکل اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ تو لڑکی نے آڑ کے پیچھے سے زور کے ساتھ چیخ ماری۔ لڑکا بیچارا چونکہ بہت کمسن تھا۔ اور بالکل بے خبر تھا۔ اس چیخ کا اثر اس کے دل و دماغ پر ایسا ہوا کہ پاگل ہوگیا۔ ڈاکٹروں نے بہت کوشش کی لیکن اس کے دل سے اس چیخ کا اثر نہ گیا۔ اور ساری عمر کے لیے مخبوط الحواس ہوگیا۔

اس طرح ایک اور بی بی کا تین سال کا نہایت بھولا بھالا بچہ تھا۔ وہ جب کبھی ان کو تنگ کرتا تو وہ نہایت

متانت کیساتھ کہتیں دیکھو وہیں چپ ہوجاؤ خدا کی رحمت آرہی ہے اگر تم خاموش نہ ہوئے تو خدا کی رحمت تمہیں پکڑ کر کھا جائے گی۔ وہ بہت سے بچوں کو کھا چکی ہے" وغیرہ وغیرہ جس وقت وہ یہ الفاظ کہتیں بچے کی حالت دیکھنے کے قابل ہوتی تھی۔ بیچارے کا رنگ فق ہوجاتا اور بالکل بےحس وحرکت ہوجاتا اس کی یہ حالت دیکھ کر مجھے بہت ہی رنج ہوتا۔ میں نے ان بی بی کو متعدد بار سمجھایا تو خدا خدا کرکے ان کی یہ عادت قدرے کم ہوئی۔ اور بیچارے بچے کو نجات ملی۔

غرضیکہ اسی طرح کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔ جب بچوں کو متعدد بار ڈرایا جائے تو کمزور دل والے بچے ایک قسم کی بیماری میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ جوکہ کبھی کبھی دورے کی حالت میں نمودار ہوتی ہے حقیقت میں یہ کوئی مرض نہیں تا بلکہ وہی ڈر ہوتا ہے۔ جو خاص حالتوں میں دماغ پر زیادہ بوجھ ڈال کے بچے کو بیہوش کردیتا ہے۔ اور دیہاتی عورتیں اسے آسیب سمجھتی ہیں۔

اب اگر اس معاملہ میں انگریز خواتین اور ہندوستانی بہنوں کا مقابلہ کیا جائے تو زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے کیونکہ انگلش لیڈیز اپنے بچوں کو بسا اوقات سانپ جیسے زہریلے جانوروں تک کے پاس جانے سے بھی نہیں روکتیں۔ کیونکہ اس طرح بچے کے بہادرانہ جذبات کو نقصان نہیں پہنچتا۔ اور کہاں ہندوستانی مائیں کہ خود بخود جان بوجھکر اپنے بچوں کو ڈرپوک اور بزدل بناتی ہیں۔

تعلیم یافتہ بیبیوں کو لازم ہے کہ وہ اس امر کا خاص خیال رکھیں اور اپنے معصوم بچوں کو ہرگز ہرگز ہوا، رات کی ماں، اور بلی کتنے سے نہ ڈرائیں۔

مس منظور مبارک علی

گمشدہ کاغذات

ایک دن جبکہ میں اپنے دفتر میں بیٹھا ہوا تھا چپراسی مجھے ایک تار دے گیا۔ جس کا مضمون یہ تھا:-

(پہلی ٹرین سے بہت جلد تشریف لے آیئے کیس نہایت ضروری اور نازک ہے") کیمبرج کالج

ایک جاسوس ہونے کی حیثیت سے یہ تار میرے لئے کوئی انوکھا نہ تھا۔ اسی وقت میں نے اسٹیشن کا رُخ کیا۔ اور کیمبرج جانے والی ٹرین پر سوار ہو گیا۔ جب میں کالج پہنچا تو پروفیسر صاحبان پریشان حال میرے انتظار میں کھڑے تھے۔ "کیوں صاحبو! میں وقت پر پہنچ سکا ہوں یا نہیں۔ کہیئے کیا واقعہ گذرا ہے" میں نے ان سے مصافحہ کرتے ہوئے دریافت کیا۔ جس کے جواب میں بوڑھے پروفیسر نے غمگین لہجہ میں کہا۔ "ایک ضروری پلاٹ کے کچھ اوراق کھو گئے ہیں۔ جن کی تلاش کے لئے آپ کو تکلیف دی گئی ہے" "پلاٹ کے اوراق! میں نے تعجب اور نفرت کے ساتھ بلند آواز سے کہا۔ صاحبو! آپ لوگوں کا مطلب یہ تو نہیں۔ کہ چند کہنہ کاغذات کی خاطر مجھے اس قدر بڑی مسافت پر مجبور ——" "ذرا تحمل کو کام میں لایئے! علاء الدین کے چراغ کی قیمت صرف پانچ پیسے تھی۔ لیکن اس کے مالک کے نزدیک وہ کل کائنات سے بھی زیادہ گراں تھا۔ اسی طرح آپ کے نزدیک ان کاغذات کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔ مگر ہمارے لئے گنج بیکراں آہ! وہ ہمارے کالج کی بنیاد ہیں"۔

اس فقرہ کے ہر جملہ پر پروفیسر کے جوش کے ساتھ میری حیرت بڑھتی گئی۔ اس اثنا میں کھانے کی گھنٹی بجی "آیئے مسٹر سکاٹ! ہم کو اس پریشانی کے عالم میں میزبانی کے فرائض سے غافل نہ ہونا چاہیئے۔ چاء کا وقت ہو رہا ہے شرکت کیجئے" یہ کہہ کر وہ بزرگ مجھے اپنے ساتھ ایک کمرے میں لے گیا۔ جہاں تقریباً ۲۰۰ گریجویٹ جوان کالے چغے پہنے اور سروں پر یونیورسٹی کے کالے پٹے باندھے اپنی اپنی مقررہ جگہوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ پروفیسر کے داخل ہونے پر وہ سب ایک ساتھ تعظیماً کھڑے ہو گئے۔

کھانے کے دوران میں سکوت رہا۔ اس خاموشی کے سبب کمرے کے معائنہ کا مجھے موقع ملا۔ دیواروں پر بیش قیمت گوناگوں تصاویر آویزاں تھیں۔ کمرے کی ساخت بہت سادہ اور معمولی تھی۔ لیکن جو برتن وہاں پر موجود تھے، سب کے سب نہایت خوش وضع نکل اور چاندی کے تھے۔ واقعی یہ دبدبہ عمارت کی ساخت کے لحاظ سے تحیر خیز تھا۔ میں نمکدان میں سے نمک لیتے ہوئے گویا ہوا۔ "یہ آپ کا نمکدان ہی نو سو تولے بھر قیمت کا ہوگا۔ ان برتنوں کا ٹھاٹ تو خوب ہے۔ تمہارے کالج کی اس شان و شوکت کا مجھے علم قطعی نہیں تھا" "یہ ساری بڑائی جو ہمارے حصے میں ہے۔ مبادا کل ہم کو ہمارا شومیٔ بخت ان سے دست بردار کر دے" یہ ایک ماسٹر نے نہایت افسردگی کے ساتھ کہا جس سے پروفیسر کے

چہرے پر غم کے آثار ہویدا ہوئے۔ اور اس بوڑھے نے آہ سرد کھینچی پھر یوں گویا ہوا "نہیں ہمیں اس بدنامی اور نقصان سے بچانے کے لئے مسٹر سکاٹ تشریف رکھتے ہیں۔ تم سب فارغ ہوکر لائبریری میں حاضر ہونا۔ ہم اپنی قسمت ان کے سپرد کردیں گے۔" "ہم بڑی مصیبت میں پھنس گئے ہیں مسٹر سکاٹ"۔ (پروفیسر نے ایک اور کمرے میں مجھے لیجاکر کہا) "اگر آپ ہماری امداد میں کامیاب نہ ہوسکے۔ تو کل دوپہر کو گھنٹہ کے تین بجاتے ہی کالج کی عزت نیز ہماری آبرو کا خاتمہ ہوجائیگا" اور پھر اس سلسلہ میں اس نے ظاہر کیا "حقیقت یہ ہے کہ آج سے تین صدی قبل لندن کے ایک متمول تاجر جان ہابس نامی نے اصلی بلاٹ کی ۴۲ من سکریپٹ شہر کی عمارتیں اور کنٹ قصبے کا ایک کامیاب کھیت نیز ایک بھاری نقد رقم ہمارے کیمبرج کالج اور سپڈس کالج کے نام اس شرط کے ساتھ وقف کردی تھی کہ اس متاع سے ہمارا کالج مستفیض ہوتا رہے۔ لیکن بلاٹ کی ۴۲ تحریروں میں سے اگر ایک ہی ورق کم ہوجائے تو حق سپڈس کالج کو حاصل ہو۔ تین سو سال سے ہمارا کالج مرحوم جان ہابس کے لنڈ سے فیض یاب ہو رہا ہے۔ ہر سال سپڈس کالج والے ان بلاٹوں کا معائنہ کرنے آتے ہیں لیکن بلاٹ محفوظ ہونے کے سبب اب تک یوں ہی لوٹ جاتے رہے۔ کل معائنے کا دن ہے۔ چوبیس گھنٹوں کے اندر گمشدہ اوراق ہمیں ملنے چاہئیں مسٹر سکاٹ! ورنہ ہمارے کالج کی تین سو سالہ خوش گوار زندگی کا انجام نہایت سوگوار ثابت ہوگا اور میرے وقت میں ایسا جو ہوا تو ندامت سے میری جان پر بن جائیگی۔"

اب مجھے اس کیس کی ماہیت اور نزاکت کا علم و اندازہ ہوا۔ "کیا بلاٹ کی ۴۲ تحریریں کسی قیمتی شے کے اندر رکھی رہتی تھیں؟" میں نے دریافت کیا۔ "نہیں نہیں ایسا نہیں۔ وہ چمڑے کے ایک حقیر کور میں لپٹی رہتی تھیں۔ لیکن ان کا مرحوم مالک یا تو مختل حواس ہو۔ یا اسے ان بلاٹوں کی فضیلت کا علم اور تجربہ ہو۔ خواہ کچھ بھی سمجھ لیجئے۔ اسنے ان کاغذات کو محفوظ رکھنے کے مطلب سے اپنی دولت اس عجیب شرط کے ساتھ کالج کے نذر کی ہے۔" "کوئی بڑا فلسفی شخص تھا" میں بڑبڑایا۔ "خیر اب آپکا کیا خیال ہے۔ وہ چوری گئے یا کہیں رکھ لئے گئے ہیں؟" "نہیں وہ گم ہوگئے ہیں۔" "وہ کاغذات کس جگہ رکھے ہوئے تھے" "اپنی خاص لائبریری میں جہاں پر غیر کا گذر نہیں ہوتا۔ واقعہ یوں تھا! ہفتہ قبل کالج کے اڈن نامی ایک ماسٹر نے وہ کاغذات مطالعہ کے لئے لئے۔ کل شام تک وہ اس کے پاس موجود رہے۔ رات کو وہ انہیں اپنے ڈسک کے اندر رکھکر خوابگاہ پر گیا۔ صبح وہ کاغذات ڈسک سے مفقود تھے۔" "اس سے آگے کچھ اور معلومات حاصل کرسکتا ہوں" "نہیں! کیونکہ ہم سب اس سے زیادہ حالات سے لاعلم ہیں۔" "اور ماسٹروں کی شخصیت کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے۔" "وہ بڑا باہوش۔ ایماندار اور خاموش طبیعت کا شریف آدمی ہے۔ لیکن سنا گیا ہے وہ اندنوں قرض سے زیربار ہوگیا ہے"۔ "ان کاغذات کی کیا قیمت برآمد ہوسکتی ہے۔" "نہایت قلیل۔ خوش قسمتی ہے جو پانچ سات روپیے ملجائیں۔"

"پھر بھی میں آپ کے اڈن سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ وہ مجھے کہاں مل سکتے ہیں۔" "میں نے ان سے صبح ہی کہا تھا لیکن ابھی تک وہ حاضر نہیں ہوئے۔ عذر نہ ہو تو میں آپکو ان کے کمرے میں لے جاؤں۔" میں فوراً مستعد ہوگیا۔ اب ہم نے

اڈن کے کمرے کی راہ لی۔ ایک جگہ دروازے پر چاک کے ذریعہ اڈن نام لکھا ہوا تھا۔ یہاں ہم ٹھہر گئے ہم کو اپنی طرف آتے دیکھ کر مسٹر اڈن تعظیماً کھڑا ہو گیا۔ "آپ ڈیٹیکٹو مسٹر سکاٹ ہیں" میرے تعارف میں پروفیسر نے اس سے کہا۔ جسے سُن کر وہ شخص لرزہ براندام اپنی جائے نشست پر بیٹھ گیا۔ "اب یہاں میری ضرورت نہیں ہے"۔ یہ کہتے ہوئے پروفیسر نے مجھے مخاطب کیا۔ "میں رخصت ہونے سے پیشتر کہنا چاہتا ہوں مسٹر سکاٹ! کہ کالج کی اور اپنی آبرو میں نے آپ کے سپرد کی ہے ہمارا آسرا آپ کی ذات سے وابستہ ہے۔ پندرہ سال سے یہاں میں پروفیسری کے عہدے اور کالج کی عظمت وشوکت کا فخر حاصل کر رہا ہوں اس مقام کی ابتری کے دن خدا مجھے نہ دکھلائے کالج کی یہ شہرت جو صدیوں سے قائم اور محفوظ چلی آتی ہے مجھ بدبخت کے وقت میں وہ پامال ہو جائے گی او خدا! تو لاج رکھیو"۔ اس کے بعد وہ بزرگ ایک آہ سرد بھر کر یہاں سے رخصت ہوا۔ اب میں مسٹر اڈن سے مخاطب ہوا۔ "صاحب تمہاری طبیعت ناسازی معلوم ہوتی ہے کچھ وائن پی لو"۔ یہ کہتے ہوئے میں نے ٹیبل پر رکھے ہوئے جگ سے گلاس کے اندر وائن انڈیل کر اس کے سامنے رکھی جسے وہ ایک ہی سانس کے ساتھ غٹ غٹ پی گیا۔ "اب بتاؤ پلاٹ کے کاغذات تمہارے قبضہ سے کس طرح گم ہوئے؟" میں نے دریافت کیا۔ "آج سے سات دن قبل میں نے وہ کاغذات لائبریری سے مطالعہ کیلئے لئے تھے۔" اس نے کانپتے ہوئے لبوں سے کہا۔ "گذشتہ شب ایک بجے تک میں انہیں دیکھتا رہا۔ اس کے بعد انہیں ڈسک کے اندر رکھکر میں اپنی آرام گاہ پر چلا گیا۔ کیونکہ عرصہ دراز سے کنجی کھو گئی ہے۔ لہذا ڈسک کو قفل نہ لگا سکا۔ صبح جب میں نے ڈسک میں دیکھا تو وہ کاغذات نہیں تھے۔" "وہ ڈسک کہاں ہے جس میں سے کاغذات گم ہوئے ہیں؟" اس نے مجھے وہ ڈسک دکھایا میں نے اسے کھولا اندر بہت سے کاغذات بکھرے پڑے تھے۔ پر ان میں پلاٹ کے اوراق کا پتہ نہیں تھا۔ "تمہاری اور بھی کوئی شئے گم ہوئی ہے؟" میں نے سوال کیا۔ "نہیں میری گھڑی اسی ڈسک میں تھی۔ وہ موجود رہی۔" "تمہیں اچھی طرح یاد ہے کہ تم نے وہ کاغذات اسی جگہ رکھے تھے؟" "جی ہاں مجھے اچھی طرح یاد ہے۔" "کیا دروازہ بند تھا؟" "جی ہاں میں ہمیشہ دروازے کو قفل لگا کر سوتا ہوں۔"

اب میں نے اس کمرے کی تلاشی شروع کر دی۔ کمرے کے آخری حصے پر ایک بند دروازہ مجھے نظر آیا جس کے قریب جا کر میں رک گیا۔ "یہ دروازہ کیسا ہے؟" میں نے دریافت کیا۔ میرے اس سوال سے اڈن کا چہرا سفید پڑ گیا۔ اور اسکے رخساروں سے پسینے کی بوندیں ٹپک پڑیں۔ کچھ دیر تامل کے بعد اس نے سنبھل کر کہا "یہ . . . . یہ دروازہ ہمارے معاملہ سے نسبت نہیں رکھتا۔ یہ تو میرا ایک خانگی کمرہ ہے۔" مجھے اس کی یہ ادا بڑی عجیب معلوم ہوئی۔ "اچھا تو مسٹر اڈن! تم اس بات میں اس سے زیادہ کچھ بتا سکتے ہو۔" "خدا شاہد ہے! اس سے آگے میں کچھ نہیں جانتا۔" اس نے دردناک آواز سے کہا۔ "میں نے سُنا کہ تم مقروض ہو۔ کیا یہ بات صحیح ہے۔"

"بیشک مجھے تمہارے خانگی معاملات پوچھنے کا حق نہیں۔ لیکن تمہارے متعلق لوگوں کا جو خیال ہے۔ کیا اس سے تم آگاہ ہو؟" "او خدا! میں ان کاغذات کے باب میں محض بیگناہ ہوں۔ بس اور میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔" آخر میں یہاں سے

اٹھکر کلب ماسٹر سے ملا اور اس سے درخواست کی کہ جہاں پلاٹ کی تحریریں رکھی جاتی ہیں وہ لائبریری سب مجھے دکھائی جائے وہ مجھے دکھائی جائے۔ وہ مجھے میری خواہش کے مطابق لائبریری روم میں لے گیا۔ وہاں چور کی رسائی کی کوئی صورت امکان نظر نہ آیا۔ اور پھر وہ کاغذات تو خود ان کے کمرے سے گم ہوئے تھے۔ اب میں اس کیس کے متعلق خیال آرائی کیلئے بیٹھ گیا۔ صرف ایک دن میں مجھے سب کچھ کرلینا تھا۔ اس قدر قلیل عرصہ میں خدا کی مدد ہی سے میں اس درجہ دقیق مقدمہ میں کامیاب ہوسکتا تھا۔ غریب بیچارہ پروفیسر جس کے لئے ناکامی کا تصور مجھے رنجیدہ کررہا تھا۔ اٹھا اور دوبارہ تلاشی لینے کی غرض سے پھر ماسٹروں کے کمرے کی طرف گیا۔ لیکن اس وقت اس کا دروازہ بند تھا۔ ایک بڑھیا جو وہاں پر اسباب صاف کر رہی تھی میں نے اسے دروازے کی کنجی لانے کو کہا۔ نہیں مسٹر اوڈن باہر گئے ہیں ان کی غیر حاضری میں کہیں وازہ کھولا جاسکتا ہے۔ نہیں بابا ایسا نہیں ہوسکتا۔" لیکن نیک خاتون میں جاسوس ہوں۔ کیا یہ تمہیں معلوم نہیں"۔ "تم کچھ بھی ہو میں تو اوڈن کی عدم موجودگی میں دروازہ ہرگز نہ کھولوں گی" یہ کہکر وہ بڑھیا منہ موڑکر اپنے کام میں مصروف ہوگی میں نے دیکھا اس کی کمر پر کنجیوں کا ایک بھاری گچھا لٹک رہا تھا۔ "بہتر ہے تب تو میں آنے تک یہیں بیٹھتا ہوں" یہ کہکر میں وہیں زینے پر بیٹھ گیا۔ مجھے اس طرح مطمئن بیٹھا دیکھکر کچھ دیر بعد وہ کونے سے ایک جھاڑو اٹھالائی۔ اور فرافر گرد جھاڑنا شروع کردیا۔ چند منٹ میں گرد وغبار کی صورت میں مجھ پر حملہ آور ہوگی۔ اور میرا دم گھٹنے لگا۔ آخر چھینکتا کھانستا ہوا میں وہاں سے چلے جانے پر مجبور ہوگیا۔ آدھی رات گئے تک میں افکار اور پریشانی کی حالت میں ٹہلتا رہا۔ اس کے بعد اپنے تجویز شدہ کمرے میں آرام کے لئے چلا۔ اثنائے راہ میں ایک جگہ دیوار کے پیچھے کوئی شخص مجھے کھڑا نظر آیا جسے میں نے پہچان لیا۔ یہ ماسٹر اوڈن تھا۔ غالباً اس نے مجھے اس وقت نہیں دیکھا۔ وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرکے منہ سے کچھ کہہ رہا تھا۔ جسے سننے کے لئے میں اس کے قریب دیوار کی آڑ میں ہوگیا" اوخدا تو میری آبرو کا نگہبان ہے وہ یہ التجا کر رہا تھا۔ جس سے مجھے یقین ہوگیا کہ اس کے دل پر کوئی بوجھ ضرور ہے۔ اب معاملہ صبح پر چھوڑکر میں اپنی خوابگاہ میں چلا گیا۔ دوسرے دن صبح مجھے اطلاع ہوئی کہ مسٹر اوڈن پچھلے پہر اٹھکر باہر گیا ہے۔ اور شام تک نہ لوٹے گا۔ پروفیسر نے مجھ سے یہ بھی کہا "مسٹر سکاٹ! ابھی مجھے سیدس کالج کے پروفیسر کی جانب سے خط موصول ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ قاعدہ کے مطابق پلاٹ کے سالانہ معائنہ کے لئے کل دوپہر کو تین بجے ہم تمہارے کالج کو آنیوالے ہیں"۔ "میں حتی الامکان کوشش کرونگا جناب" میں نے کہا لیکن آپ اس بوڑھی ملازمہ کو ارشاد کیجئے۔ کہ وہ مسٹر اوڈن کے کمرے کا دروازہ میری درخواست پر کھول دے۔ پروفیسر نے اسی وقت اس جھاڑو والی بڑھیا کو ڈانٹ کر دروازہ کھولنے کا حکم دیا۔ اپنی اس شکست پر وہ بڑھیا مجھے غضب آلود نگاہ سے گھورنے لگی۔ آخر دوبارہ ایک مرتبہ میں اُن کے کمرے میں داخل ہوا اور دروازہ اندر سے بند کرلیا۔ پھر تنہائی میں خاطر خواہ تلاشی جاری کردی انجام کار اسی بند دروازے پر پہنچا جسے پہلی مرتبہ اوڈن نے اپنا خانگی کمرہ ظاہر کیا تھا۔ اس دروازے سے اوڈن کے کمرے میں کسی کے گذر کا امکان پایا جاتا تھا۔ اس لئے میں نے اس

دروازے کو کھٹ کھٹایا۔ تعجب کہ میری اس حرکت سے دروازے کے پیچھے پیروں کی چاپ سُنائی دی۔ اب میں نے دروازے پر زیادہ زور کے ساتھ دستک دی لیکن اب کی بار مطلق سکوت تھا۔ "دروازہ اندر والے کھول دیں ورنہ توڑ دیا جائے گا" میں نے چلّا کر کہا۔ لیکن میری آواز صدا بصحرا ثابت ہوئی آخر میں نے اپنی پوری طاقت صرف کر کے لاتوں اور مکّوں کے ذریعہ دروازہ کھول دیا۔ کسی گناہگار چہرے کے چور کی بجائے دروازے کے پیچھے میں نے کسے دیکھا؟ ایک پری پیکر معصوم صفت جوان لڑکی !!! جو اپنے بچاؤ کی خاطر آگ میں سُرخ کیا ہوا دست پناہ ہاتھوں میں تھامے میرے مقابل کھڑی تھی۔ کچھ وقفہ تک ہم دونوں عالم حیرت میں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ آخر میں مخاطب ہوا "خاتون آپ یہ اپنا ہتھیار رکھ دیجئے" میری اس مہذبانہ گفتگو کو سُنکر اس نے اپنے ہاتھوں کا وہ گرم دست پناہ قریب کی انگیٹھی کے اندر رکھ دیا۔ "آپ کون ہیں؟" میں نے دریافت کیا۔ "میں مسز اڈن ہوں" (اس نے شیریں آواز میں ہمت کے ساتھ جواب دیا) تو اس بڑھیا کے قول کے مطابق ہم پھنس ہی گئے۔ "میں دریافت کرتی ہوں صاحب! یہ آپ ہمارے پیچھے کیوں لگے ہیں؟" "مجھ سے کہا گیا ہے، یہ کمرہ خالی ہے۔ اور میرا خیال تھا مسٹر اڈن کنوارے ہیں۔ لیکن اب مجھے ان کے مفروض ہونے کا سبب معلوم ہوا۔ مگر بتائیے گی خاتون! آپ ظاہراً کیوں نہیں رہتیں"۔ "کیا آپ کو معلوم نہیں کالج کے اصول سے مسٹر اڈن شادی نہیں کر سکتے۔ شادی آشکار ہوگئی تو مسٹر اڈن کالج سے برخاست کر دیئے جائیں گے"۔ اور پھر ساتھ ہی اس نے سوال کیا "کیا آپ پروفیسر پر ہمارا یہ رازِ سربستہ ظاہر کر دینگے؟" "نہیں میں لوگوں کی درپردہ شادیاں ظاہر کرنے کے لئے یہاں نہیں آیا ہوں" میرے اس قول سے وہ لڑکی بے انتہا خوش ہوئی۔ اور چاپلوسی کے ساتھ کہنے لگی۔ "واہ! آپ کس قدر بھلے آدمی ہیں۔ کل جو مسز گرب نے آپ پر گرد جھاڑی تھی اس کے لئے میں اسے ضرور ملامت کرونگی" "ایں وہ بڑھیا جب تو تمہاری شریک راز ٹھیری" میں نے ہنس کر کہا۔ "بیشک بلا اس کی امداد کے یہاں پر میری رسائی کب ممکن تھی۔ اچھا تو پھر آپ یہاں کس مقصد کے لئے آئے ہیں" "کالج میں ایک بھاری اور خطرناک چوری ہوئی ہے"۔ "ہاہا!!! اس نے اپنے برف کے سے سفید ہاتھوں سے تالی بجا کر کہا" بڈھے پروفیسر کے منہ کی مصنوعی بتیسی کی تو نہیں"۔ "اے آپ کو تو مذاق سوجھتا ہے۔ نادان خاتون! آپ کو خبر بھی ہے۔ یہ چوری آپ کے شوہر کی آبرو کے ساتھ تعلق رکھتی ہے"۔ "میرے شوہر کی آبرو معرض خطرے میں ہے؟ بخدا حقیقت سے مجھے جلد آگاہ کیجئے۔ دو دن سے میں انہیں نہایت غمگین دیکھ رہی ہوں۔ لیکن وہ مجھے اس کا سبب نہیں بتاتے"۔ اس کے بعد میں نے اسے پلاٹ کی حقیقت اور اس کے شوہر کے ڈسک سے اوراق گم ہونیکی کیفیت کہہ سُنائی۔ جسے سُنکر میرے خلاف توقع بے اختیار ہنس پڑی۔ اور کہنے لگی۔ "وہ دیوانوں کی جیب میں کے میلے کچیلے زرد شدہ کاغذات اوہو! کیا وہ اس قدر قیمتی ہیں۔ جو وہ تین بجے تک نہ ملے تو کالج برباد ہو جائیگا۔ وہی نا جو لال تاگے سے بندھے ہوئے ہیں؟" "ہاں وہی وہی! اچھی خاتون! آپ کو ان کے متعلق علم ہو تو آگاہ کیجئے" میں نے نہایت بیتابی کے ساتھ کہا۔ "اس طرح آسانی سے کیونکر کہا جا سکتا ہے صاحب!

ہٹیرئیے مجھے سوچنے بھی دیجیے" "وہ تحریریں اس ڈسک سے کیا ہوئیں میں یہ پوچھتا ہوں خاتون" میں نئے لب عبری سے کہا۔"میں نے نکال لیں" کیوں ؟ "اس لئے کہ میرا خاوند ہر دن رات گئے تک ان کے مطالعہ میں مصروف رہتا تھا اُسکی صحت کی خرابی کے خوف سے میں نے وہ کاغذات چُرائے" "خدا کی مہربانی سے گم شدہ کاغذات مجھے مل گئے"۔ میں خوش ہوکر بولا۔"وہ آپ کو ملے کہاں ہیں" اُس نے ٹھنڈے دل سے کہا۔"کیوں! آپ ہیں واپس دینگی نا" "نہیں"! "تو پھر میں سارا کمرہ ڈھونڈ ڈالوں گا"۔"آپ کی مرضی" اس نے نہایت بے پروائی کے ساتھ جواب دیا۔ میں نے کمرے کی تلاشی جاری کی۔ اس اثنا میں گھڑی نے دو گھنٹے بجائے۔"ایک ہی گھنٹہ کی دیر ہے۔ عنقریب سیدس کالج والے آپہنچیں گے۔ کیا کہنا چاہتی ہیں آپ؟" میرے مطالبات پورے کئے جائیں۔ تب ہی میں وہ کاغذات دونگی"۔"آپ کیا چاہتی ہیں؟" اپنے خاوند کے درجہ کی ترقی۔ مقابل کے بنگلے میں رہنے کی اجازت اور شادی کے اعلان کی پروانگی"۔"بہتر ہے تو آپ بذاتِ خود چل کر پروفیسر صاحب سے اپنے مطالبات بیان کردیں" "میں تیار ہوں" اسے میں اپنے ساتھ پروفیسر کے کمرے میں لے گیا۔ وہ بزرگ نہایت غم زدہ اور اُداس بیٹھا ہوا تھا۔ جوں ہی ہم کمرے میں پہنچے کمپاؤنڈ کے پھاٹک کے کھلنے کی آواز آئی۔ اور پھر سیدس کالج کے ماسٹروں کا گروہ آتا دکھائی دیا۔"میں ان کے استقبال کو نہ جاؤں گا۔" (پروفیسر صاحب گن گنائے)"یہ کام دوسرے ماسٹر انجام دیں گے آہ مسٹر سکاٹ اس کالج کی اور میری اپنی آبرو کے برباد ہونے کو صرف آدھ گھنٹہ رہ گیا ہے۔ مگر یہ آپ کے ساتھ کون خاتون ہیں؟" "صاحب یہ آپ کے کاغذات کی چور ہیں" میں نے مسکرا کر کہا۔"دیکھیے یہ مذاق بے محل ہے۔"(پروفیسر نے متانت اور سنجیدگی کے ساتھ کہا)"سچ بتلائیے یہ خاتون کون ہیں"۔"مسز کلب اڈن"۔ یہ سُنکر پروفیسر صاحب اور دو ماسٹر جو وہاں اس وقت موجود تھے۔ ان کے چہرے دیکھنے کے قابل تھے"کیا یہ بات صحیح ہے"۔ پروفیسر نے پوچھا۔"ہاں صاحب! میں نے پلاٹ کی تحریریں اور آپ کا ماسٹر اڈن دونوں چرائے ہیں"۔ اس لڑکی نے شیریں آواز سے ہنس کر ہمت کے ساتھ جواب دیا۔"یہ واقعہ کب بنا" "تحریریں تو میں نے پرسوں رات کو چرائی ہیں۔ اور ہماری شادی کو ایک سال کا عرصہ گذرا"۔"وہ تحریریں کہاں ہیں فوراً دیدو"۔"یوں آسانی سے وہ ملنے والی نہیں۔ میرے مطالبات آپ قبول فرمائیں۔ اور وہ کاغذات آپ کو مل سکیں گے" "اسی وقت وہ کاغذات ہمارے سپرد کردو"(مسٹر کلب نے جوش کے ساتھ کہا)"ورنہ اس دھوکہ بازی کے صلہ میں آپکا قابل شوہر قید کیا جائیگا"۔"میرے کار کے ساتھ میرے شوہر کو کچھ بھی نسبت نہیں۔ اس امر میں اس کا کیا قصور ہے"۔"اس نے تم سے شادی کرکے کالج کے اصول کی توہین کی یہ اس کا سنگین جرم ہے"(پروفیسر نے چلا کر کہا)"چلئے اور دیجے ہمارے کاغذات" "اس کا انجام خود آپ کا نقصان ہے" "میں وہ تحریرات کسی صورت سے نہیں دونگی چاہے آپ انہیں میرے کمرے میں ڈھونڈیں۔ آپ ہمیں قید کرنا چاہتے ہیں تو وہ مجھے منظور ہے مسٹر سکاٹ! لیکن پروفیسر صاحب! خیال کیجئے آپکی اور اس کالج کی عزت میرے قبضہ اختیار میں ہے"۔ اس دوران میں ایک دربان نے آکر اطلاع دی کہ سیدس کالج والوں نے من سکریپٹ کی تحریروں

کا معائنہ شروع کر دیا ہے۔ اس وقت تین بجنے میں صرف دس منٹ باقی ہیں۔ اگر ہیں وقت کی تنگی کا گرفتار نہ ہوتا تو آپکے واقعات پر ہرگز توجہ نہ کرتا۔ اچھا تو اب آپ جلد اپنی درخواست اختصار کے ساتھ بیان کیجیے" پروفیسر نے گھڑی دیکھکر بیقراری کے ساتھ کہا "میرے شوہر کو ترقی دیجائے۔ دوم شادی کے بارے میں اسے آزاد کیا جائے۔ سوم مقابل کے بنگلے میں رہنے کی اجازت ہو۔ چہارم اس سے میرا یہ معاملہ پوشیدہ رکھنے کا اقرار کیا جائے۔ اس وقت آپ اس قدر مجبوری کی حالت میں گھرے ہیں کہ اس موقع پر میں جو چاہوں آپ سے مانگ سکتی ہوں۔ لیکن غور کیجیے میرے مطالبات کتنے حقیر ہیں" میں ان مطالبات میں سے کسی ایک کو بھی قبول نہ کرونگا۔ جاؤ ماسٹر ومسٹر اڈن کے کمرے میں کاغذات تلاش کرو" اس بزرگ نے چیخ کر کہا "میں نے تلاش میں کسر نہیں چھوڑی ہے۔ جناب! خوف ہے مسٹر اڈن نے وہ کاغذات اپنے گھر نہ بھیجدیئے ہوں"۔ "یہ میں نے کہا) فرض کیجیے مسز اڈن! ہم نے اس وقت آپ کے مطالبات قبول کرلیئے اور پھر کاغذات ملجانے پر مکر گئے۔ تو کہیئے آپ کے پاس اس وقت ہمارے اقرار کا کیا ثبوت ہوگا"۔ "بزرگ پروفیسر کا قول میرا ضامن ہوگا"۔ "ماسٹر! بتاؤ اب میں کیا کروں" اتنے میں ایک گریجویٹ نے آکر دروازہ کھولا اور کہنے لگا۔ "صاحب سیدس کالج کے پروفیسر صاحب پلاٹ کی تحریر کے ۲۹ کا حصہ طلب کر رہے ہیں"۔ "آپ کی درخواستیں ہم نے منظور کیں خاتون! ان تحریروں، جلد لے آؤ" پروفیسر نے ناچاری کے اظہار کے ساتھ انجام کار شکست کھا کر کہا جس پر ہماری حیرت و استعجاب کے درمیان مسز اڈن نے خوشحالی سے وہ قیمتی کاغذات جیب سے نکالکر پروفیسر کو دیئے۔

"کیا وہ آپ کی جیب میں تھے" میں ایکدم چیخ پڑا۔ "ہاں دو دن سے انہیں اپنے شوہر سے بچاکر جیب ہی میں لئے پھرتی رہی"۔ اس نے ہنس کر جواب دیا۔ قارئین کرام! امسال بھی سیدس کالج والوں کے ناکام لوٹنے اور مسز اڈن کے مطالبات پورے کئے جانے۔ نیز میرے انعام واکرام کے ساتھ اپنے گھر روانہ ہونے میں آپ حضرات کو کیا کوئی شک ہے۔

(ترجمہ) ح۔ ا۔ بنت غلام حسین ابواز رنگون

دانت

دانت حیوان ناطق کے لئے قدرت کا بہترین عطیہ ہے - لیکن افسوس لوگ دانتوں کی نگہداشت و صفائی کی طرف بہت کم متوجہ ہیں - یہی سبب ہے کہ وہ کئی ایک مہلک امراض کے شکار بن جاتے ہیں -

انسان کی صحت کا دارومدار بہت کچھ دانتوں پر منحصر ہے - جب ہم کھانا کھاتے ہیں - تو اس سے قبل کہ وہ معدے میں جائے - دانت لعاب دہن کی مدد سے اس کو چبا چبا کر اس قابل کر دیتے ہیں کہ معدہ اس کو بآسانی تحلیل کر سکے - انجام یہ ہوتا ہے کہ دانت ہاضمہ کی سب سے پہلی منزل طے کر دیتے ہیں - یعنی ہاضمہ یہیں سے شروع ہوتا ہے - ظاہر ہے کہ ہم جس قدر زیادہ دیر انہیں بگڑنے سے محفوظ رکھیں گے - اسی قدر یہ بات ہماری صحت کے لئے مفید مطلب ہوگی - غالباً سب کو منجن اور برش سے دانت صاف کرنے کا موقع نہ ملتا ہوگا - لیکن صاف پانی سے کلی کرنا تو ہر ایک کے امکان میں ہے کھانا کھانے کے بعد اکثر غذا کے چھوٹے چھوٹے ذرے دانتوں میں اٹکے رہ جاتے ہیں جو بعد میں منہ کی حرارت و نمی کی وجہ سے گلنے سڑنے لگ جاتے ہیں - اس وجہ سے دانتوں میں مختلف امراض پیدا ہو جاتے ہیں - مثلاً پایوریا (مسوڑھوں سے خون یا پیپ کا جاری ہونا) دانتوں کے امراض میں سے نہایت مہلک مرض ہے - دانتوں کی کامل صفائی نہ کرنے سے یا پان اور تمباکو کے کثرت استعمال سے یہ مرض پیدا ہوتا ہے - اگر پان کا استعمال کم رکھا جائے تو یہ دانتوں کے حق میں اکسیر کا کام دیتا ہے - لیکن کثرت استعمال سے دانتوں کا قتیل یعنی اصلی روغن زائل ہو جاتا ہے - اور ان پر ٹار جم جاتا ہے - جس کی تہ کے اندر جراثیم نشوونما پاتے ہیں - اور مسوڑوں میں زخم ہو جاتے ہیں - اس لئے دانت بہت جلد گرنے لگ جاتے ہیں - اکثر اوقات کیڑا بھی لگ جاتا ہے - اور رفتہ رفتہ داڑھوں کو کھوکھلا کر دیتا ہے - اس فعل سے دانتوں میں جو سوراخ ہو جاتے ہیں - ان میں غذا کے ذرے اٹکے رہ جاتے ہیں - اور دانتوں میں فساد پھیلانے کے لئے ہمہ تن مصروف رہتے ہیں - اور دانتوں کو شدید نقصان پہنچاتے ہیں -

اگر دانتوں کی کچھ شکایت ہے تو تندرستی کبھی اچھی نہیں رہ سکتی کیونکہ کمی طاقت کی وجہ سے دانت اپنا کام صحیح طور پر انجام نہیں دیتے - یعنی غذا اچھی طرح نہیں چبائی جاتی - معدہ پر طاقت سے زیادہ کام پڑ جاتا ہے - قوت ہاضمہ میں ضعف آجاتا ہے - اور معدہ غذا کو بآسانی تحلیل نہیں کر سکتا - جو کہ باعث بدہضمی ہوتا ہے - اور اکثر درد شکم رہتا ہے - اور بھی کئی امراض پیدا ہو جاتے ہیں - مثلاً درد سر - قبض - بھوک کی کمی اور تمام اعضا کی کمزوری ان تمام امراض کا دفعیہ صرف یہی ہو سکتا ہے کہ دانت صاف رکھے جائیں - اگر دانت مرض زدہ ہوں تو مندرجہ ذیل ہدایات عمل میں لائی جائیں -

(الف) دانت صبح شام اور خصوصاً رات کو سونے سے قبل برش یا مسواک سے صاف کریں -

(ب) ہر دفعہ کھانا کھانے کے بعد سوڈے کے پانی سے کلی کریں۔

(ج) سادے منجن استعمال کریں اور اس بات کا خیال رکھیں کہ برش نہ زیادہ سخت ہو اور نہ زیادہ نرم۔

(د) کسی کا استعمال شدہ برش کام میں نہ لائیں اور نہ اپنا برش کسی کو استعمال کرنے کو دیں۔

(ہ) اگر دانتوں سے خون بہتا ہو۔ یعنی پائیوریا کا آغاز ہو تو دن میں کثرت سے نمک کے پانی سے غرارے کریں۔ اور اس کا استعمال بہت عرصہ تک رکھیں۔ گوشت سے قطع تعلق رکھیں۔ اور سبزیاں بکثرت کھائیں۔

(و) اگر دانت یا داڑھ کیڑے کی وجہ سے کھوکھلی ہوگئی ہو۔ تو بہت جلد صاف کرواکر چاندی بھروا لینی چاہیئے۔

(ز) اگر دانت ہلتے ہوں یا ان میں درد رہتا ہو تو بہت جلد کسی دندان ساز کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔

(ح) دانتوں کو زیادہ گرم یا زیادہ سرد اشیاء کے استعمال سے بچائیں۔

(ط) غذا خوب چبا چبا کر کھائیں یہ عمل دانتوں کیلئے نہایت ہی مفید ہے۔

مس عبداللہ کوئٹہ بلوچستان

ٹکٹوں اور لفافوں کا گوند خطرناک ہے

اس زمانے میں بھی جبکہ ہر شخص صفائی و پاکیزگی اور سلیقہ و شائستگی کا مدعی نظر آتا ہے۔ اچھے خاصے تعلیم یافتہ اور مہذب لوگوں کو بھی ٹکٹ لفافوں کے گوند کو لعاب دہن سے تر کرکے چسپاں کرتے ہوئے دیکھنے میں آیا ہے۔ جو عام نظروں میں ایک قسم کی بدتہذیبی اور گندی عادت و مکروہ حرکت ہونے کے علاوہ طبی نقطۂ نظر سے بھی بہت خطرناک فعل مانا گیا ہے۔ کیونکہ اس سے متعدی امراض کے جراثیم منتقل ہوتے رہنے کے علاوہ ایک قسم کا جبڑا بھنچ جانے کا مرض پیدا ہوجانے کا احتمال ہے۔ جسے طبی اصطلاح میں ٹیٹانس کہا جاتا ہے۔ بعض لوگوں کو لعاب دہن سے لفافہ کا کنارہ یا ٹکٹ کی گوند تر کرتے وقت زبان کٹی سی معلوم ہونے لگتی ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ ان چیزوں کی گوند میں کوئی ایسی شے شامل کردی جاتی ہے جس میں زہریلا اثر ہوا کرتا ہے۔ پس اس کٹے ہوئے زخم میں وہ زہریلا مادہ یا جراثیم داخل ہوکر کسی مرض میں مبتلا کر دینے والے ثابت ہوا کرتے ہیں۔ اور اگر خدانخواستہ ٹکٹ و لفافہ چپکانے والے میں کوئی مرض ہے تو اس گندی عادت سے وہ مرض دوسروں تک پہنچنا یقینی امر ہے۔

غرض قرینہ و شائستگی اور صفائی و احتیاط اس میں ہے کہ ٹکٹ و لفافوں کا گوند پانی سے تر کرکے چسپاں کیا جائے تاکہ اپنی ذات کے علاوہ اپنے اعزا و احباب جن سے ہمیشہ خط و کتابت کا سلسلہ رہا کرتا ہے۔ ہر طرح کی تکلیف امراض سے مامون و محفوظ رہ سکیں جو اپنی ذرا سی کاہلی و بے پروائی کے طفیل سے ان کے حق میں مضر ثابت ہوسکتا ہے۔

سردار محمدی بیگم - لونی - قلابہ

مکتب کے مولوی صاحب

وہ بھی کیا دن تھے جب میں ننھی سی جان ہاتھوں میں کتاب لئے مدرسہ جاتی۔ وہاں جاکر میں بچھے ہوئے بوریئے پر بیٹھ جاتی اور اپنے تختی پر کتاب رکھکر اپنی ہم جماعت لڑکیوں کا انتظار کرتی۔ چند منٹ بعد ایک غول آکر اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جاتا۔ مولوی صاحب کی ذات شریف وہاں بہت پہلے سے نازل رہتی۔ روایات میں اختلاف ہے کہ آیا وہ وہاں سے کبھی ہٹتے بھی تھے یا نہیں۔ لیکن یہ مسلم ہے کہ لڑکیوں کی بیشتر تعداد انہیں بوریا، چھڑی وغیرہ قسم کی چیز سمجھتی تھی۔ صرف فرق اتنا تھا کہ آپ کی زبان مبارک، لب اطہر، اور دستِ جابر گھڑی کی "پنڈولم" اور "قلم" کی لغویہ کی طرح حرکت میں رہتے تھے۔ اور بوریا چھڑی وغیرہ کی یہ حالت نہ تھی، چھڑی بچاری تو اس وقت حرکت میں آتی جب مولوی صاحب علیہ رحمت خود اس کو جنبش دیتے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ ہم لوگ بھی اس حرکت کے ذمہ دار ہوتے تھے۔ تو ہاں مولوی صاحب ہر وقت کچھ وظیفہ پڑھتے رہتے۔ عہد طفلی میں تو ہم لوگ یہی سمجھتے تھے کہ آپ کسی کو صلواتیں سُنا رہے ہیں اور حضرت کا مدِمقابل یقینی آپ سے قوی تر ہے۔ اسی خوف سے دل کا غبار آہستہ آہستہ بولکر نکال رہے ہیں۔ جب مولوی صاحب کی ساری "فوج" (بستی والے ہم لوگوں کو اسی لقب سے یاد کرتے) آجکتی تو ارشاد ہوتا پڑھو آموختہ یہ صور اسرافیل کا حکم رکھتا تھا، ایک شور قیامت برپا ہو جاتا۔ ایک بارسب لڑکیاں پڑھنا شروع کر دیتیں جس سے مکتب تو مکتب سارا محلہ گونج اٹھتا۔ کچھ دیر بعد جب ہم لوگوں کے چیخنے کی رفتار کم ہو جاتی تو مولوی صاحب کھانستے ہوئے چھڑی کو زور سے ہلاتے اور ایک آدھ ڈانٹ پڑتی اور ہم لوگوں کی جماعت خوب چیخ چیخ کر زور زور سے ہل ہل کر اس طرح پڑھنا شروع کردیتی، جیسے آندھی میں درخت ہلتے ہیں اور جس طرح پتوں کے درمیان ہوا کے گذرنے سے ایک بے معنی سا شور پیدا ہوتا ہے۔ مولوی صاحب اکثر فرمایا کرتے کہ اگر تم لوگ زور سے نہیں پڑھوگی تو سُننے والے سب یہی سمجھیں گے کہ میں یونہی بیٹھا رہتا ہوں۔ ایسا پڑھو کہ معلوم تو ہو کہ بستی میں مکتب ہے"۔ بس یہی اصول تھا جس کے طفیل سے ہم لوگوں کے پھیپھڑوں کی کافی سے زیادہ ورزش ہو جاتی تھی۔ جب سبق لینے کا وقت آتا تو ہم لوگ باری باری مولوی صاحب کے پاس سبق لینے جاتے۔ معلوم نہیں یہ مولوی صاحب کی کونسی لت تھی کہ ٹھیک سبق دیتے وقت آپ اپنے بڑے سے مُنہ کو گلوریوں سے آباد کر لیتے۔ آپ سبق بھی پڑھاتے جاتے۔ اور گل افشانی بھی کرتے جاتے۔ میں تو جناب کی اس حرکت سے سخت عاجز تھی۔ ابا جان نے مجھے نہایت ہی خوبصورت قرآن شریف منگوا دیا تھا۔ اور چند نئی اُردو کی کتابیں بھی۔ مولوی صاحب قبلہ کی گل افشانی سے میری تمام کتابیں ستیاناس ہو رہی تھیں۔ کرتی کیا قہر درویش بر جان درویش۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ میری ایک ہم جماعت لڑکی کھانا کھا کر نہ آئی تھی۔ اُس نے مولوی صاحب سے چھٹی مانگی۔ مولوی صاحب نے فرمایا سبق یاد کر لو تو پھر چھٹی ہے۔ وہ نہایت شریر لڑکی تھی، اپنی جگہ پر واپس جوئی تو "سوتا عن ابّا" بھوک لگی ہے "سوتا عن ابّا" بھوک لگی ہے کی رٹ لگا دی مولوی صاحب تو سمجھے کہ بچاری بڑی محنت سے سبق یاد کر رہی ہے۔ بس لڑکی کو چھٹی مل گئی۔

ایک دفعہ جماعت کی چند لڑکیوں کو سبق یاد نہیں ہوا تھا، میں بھی انہیں میں تھی۔ فرصت کا وقت آ گیا۔ اکثر لڑکیاں سبق سُنا سُنا کر اپنے اپنے گھر سدھاریں ہم لوگ مکتب میں رُکے ہوئے تھے، مولوی صاحب کا ارشاد تھا کہ دس دس بار پڑھ کر گھر چلی جاؤ۔ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں۔ پھر کیا تھا ہم لوگوں نے زور زور سے ہل ہل کر چیخنا شروع کیا۔ سبق گیا ایک طرف، مولوی صاحب تو شاید صرف یہی دیکھتے تھے کہ ہم لوگ زور زور سے ہلنے اور چیخنے کی مشق کر رہے ہیں یا نہیں۔ بس نظر کتاب پر اور جو جی میں آیا بکنے لگی۔ میں نے تو یہی بکواس لگائی کہ میری ایک مرغی ہے۔ وہ انڈے دیتی ہے، میں مرغی کو خود کھلاتی ہوں۔ میرا ایک خرگوش بھی ہے جس کا نام ہیرا ہے جب میں گھر جاتی ہوں تو وہ میرے کاندھے پر بیٹھ جاتا ہے"۔ چلو اس طرح چھٹی تو مل گئی۔

ہم لوگ سہ پہر کو بھی پڑھنے جاتے تھے۔ مکتب مولوی صاحب کے مکان کے ایک حصہ میں تھا۔ مولوی صاحب کی اہلیہ اکثر ہم لوگوں سے کام کاج لیتیں۔ برتن مانجھنا۔ پانی بھرنا، مصالحہ پیسنا وغیرہ ایک روز برتن مانجھنے کا کام میرے سپرد ہوا "قہر درویش بر جانِ درویش" میں نے اُس دن تو برتن مانجھ دیئے۔ دوسرے روز مجھے پانی بھر لانے کا حکم ہوا۔ مجھے اس قسم کی عادت تو تھی نہیں افتاں وخیزاں روتے ہوئے گھڑا اٹھا کر پانی لانے چلی۔ داہنے ہاتھ میں گھڑا تھا، بائیں ہاتھ سے آنسو پونچھنے کو دامن پکڑ رکھا تھا۔ ایسی حالت میں آگے بڑھتی جاتی تھی۔ دامن اٹھا کر لگی آنسو پونچھنے۔ قدم بے ڈھنگے طریقہ سے اُٹھ رہا تھا۔ راستہ میں ایک دیوار سے ٹھوکر کھا کر گھڑا ٹوٹ گیا اور "دھڑام" کی آواز سے مولوی صاحب کی صاحبزادی دوڑ کر آئیں اور بگڑنے لگیں۔ کچھ بھی ہو، بارے پانی لانے کی مصیبت سے تو نجات ملی۔ مولوی صاحب بھی دُور سے بیٹھے یہ ماجرا دیکھ رہے تھے۔ تسبیح پھیرتے ہوئے آموجود ہوئے اُنہوں نے قضیہ رفع دفع کیا۔ چلو مجھے چھٹکارا ملا۔ پھر مجھ سے پانی لانے کا ارشاد نہ ہوا۔

ایسے بہت سارے واقعات ہیں اور میرا خیال ہے کہ بہتوں کے ساتھ اس قسم کے واقعات پیش آتے رہتے ہوں گے۔ خدا سلامت رکھے مولوی صاحب نہیں نہیں "مولی صاحب" کی قسم کی مخلوق کو، آباد رہے مکتب کی دُنیا۔

شکیلہ خاتون بنت شاہ محمد توحید صاحب پام دلا ارول

جب آپ ہمیں خط لکھیں تو خریداری نمبر کا ضرور حوالہ دیجئے اور جواب طلب امور کے لئے جوابی پوسٹ کارڈ روانہ کریں۔
منیجر

ناموَر خواتینِ دکن

دنیائے اسلام کے قطع نظر صرف ہندوستان کی ناموَر ہستیوں کے حالات کی ضخیم کتابیں پُر مشتمل ہونگے۔ مگر یہاں ہم کو صرف اُن کا ذکر کرنا مقصود ہے جو دکن سے متعلق ہیں۔ دکن کے حصہ میں بھی بیسیوں ایسی ممتاز خواتین گذری ہیں جن کی بہادری اور دلاوری کے کارنامے تاریخ دکن میں سنہرے حروف سے لکھے جائیں گے بیسیوں ایسی ہوئی ہیں جن کے تدبر اور سیاست کے سکے لوگوں کے دلوں میں بیٹھ گئے تھے۔ بیسیوں ایسی نظر آئیں گی جن کی قابلیت و لیاقت کے ڈنکے چار دانگ عالم میں بج گئے۔ بیسیوں ایسی ہوئیں جن کے جود و سخا کا شہرہ دُور دُور تک پہونچا۔ غرض کہ ناموَر خواتین دکن کی مختلف صورتیں ہیں۔ جن میں سے بعض تو عام طور سے مشہور و معروف ہیں۔ مگر بعض ایسی مشہور نہیں ہیں جن سے عام طور پر ہماری نئی پود واقف ہو اس لئے مختصر طور پر ان کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ حالاتِ سلف سے باخبر رہیں۔

(۱) ملکہ جہان حیات بی

دکن کی پہلی اسلامی سلطنت بہمنیہ ہے جو سنہ ۷۴۲ ہجری میں قائم ہوئی۔ اس کا بانی علاء الدین حسن بہمنی تھا۔ ملکہ جہاں حیات بی اسی کی ملکہ تھی جس کے بطن سے محمد شاہ بہمنی جیسا دلاور بہادر لڑکا تولد ہوا۔

ملکہ اپنی جود و سخا کے باعث مشہور رہی مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں ایسی داد و دہش کی کہ مدتوں تک اس کا ذکر ہوتا رہا۔ اس کی مختصر صراحت حسب ذیل ہے:۔

ملکہ کو اپنے شوہر سے بڑی محبت تھی اس کے انتقال پر ایک سال تک اپنا ذاتی زر و جواہر اور جو کچھ مال و دولت تھا خیرات کر دیا اور اس کے بعد مکہ معظمہ کو روانہ ہوئی محمد شاہ نے جو کچھ خزانہ جمع کیا تھا یعنی چار سو من سونا اور سات سو من چاندی ساتھ کر دیا تاکہ وہاں خیرات کی جائے۔ مگر جہان گلبرگہ سے روانہ ہوئی صدر شریف اور معین خان خواجہ سرائے ساتھ ہوئے۔ بندر دابُلؔ پر پہنچکر شاہی جہاز میں سوار ہوئی۔ ساتھیوں ہمراہیوں کے سوا آٹھ سو دوسری عورتیں۔ بیوہ مساکین وغیرہ ساتھ سوار ہوئے جن کے پورے اخراجات ملکہ نے برداشت کئے ایک ماہ سات دن کے سفر کے بعد وہ جدہ پہونچے۔ حج سے مشرف ہوئی مستحقین کو انعام و اکرام سے سرفراز کیا۔ اس کے بعد مدینہ منورہ روانہ ہوئیں اور یہاں ایک سال قیام کیا اور چار ہزار شادیاں اپنے صرفہ سے کرائیں۔ ہر روز خیرات کرتی تھیں مدینہ سے جدہ روانہ ہونے سے پیشتر کربلا میں خیرات کرنے کے لئے کثیر رقم روانہ کی۔ جدہ سے دابل

ف یہ شہر سندھ میں تھا اب غیر معروف ہے

روانہ ہوئی یہاں خود سلطان محمد شاہ اس کے لڑکے نے پیشوائی کی - اس کے ساتھ عباسی خلیفہ المعتضد باللہ ابوالفتح (۷۵۳ھ تا ۷۶۳ھ) نے محمد شاہ کے لئے بادشاہی دکن کا فرمان خلعت اور خطبہ اور سکہ[1] کی اجازت عطا فرمائی تھی - سلطان محمد شاہ بہمنی نے بڑی عزت کے ساتھ فرمان کو سر پر لیا - اور دو ماہ تک اس کی خوشی میں جلسے ہوتے رہے - اس کے بعد گلبرگہ کو واپسی ہوئی - ملکہ نے اپنے فرزند سے اجازت لیکر اپنے شوہر کی قبر کے قریب اپنے لئے ایک محل تیار کرایا اور اس میں رہنے لگی - روزانہ صبح و شام قبر پر جاتی اور مفارقت پر گریہ زاری کرتی آخر ۷۶۳ھ میں اس کا انتقال ہوا - شوہر کے پہلو میں دفن ہوئی - مورخین گلبرگہ اس امر کو ملکہ کے حسن عقیدت اور خوبی نیت قرار دیتے ہیں کہ مکہ معظمہ کے طویل سفر میں جو تقریباً دو سال تک رہا اور ایک ماہ سے زیادہ صرف جہاز میں بسر ہوا تھا اس پوری مدت میں ایک ہمراہی بھی فوت نہیں ہوا - جتنے اشخاص مرد و عورت بچے زیارت کے لئے گئے تھے وہ سب صحیح و سلامت واپس ہوئے -

(۲) روح پرور آغا سلطان محمد شاہ بہمنی کی دختر اور مجاہد شاہ بہمنی کی حقیقی بہن تھی - تدبر اور سیاست میں شہرہ آفاق تھی اپنی قابلیت سے بھائی کے قاتل سے بدلہ لیا تھا - جس کی مختصر صراحت کی جاتی ہے -

محمد شاہ بہمنی کی وفات پر اس کا لڑکا مجاہد شاہ تاج و تخت کا مالک بنا - تخت نشینی کے بعد بیجانگر کے راجہ سے مقابلہ ہوا راجہ کو شکست ہوئی اور مجاہد شاہ بندر رامیشور تک جا پہونچا یہاں کا فور کی تعمیر کردہ مسجد علائی کی مرمت کرائی -

واپسی میں مجاہد شاہ کی آنکھ آشوب کر آئی تھی اور وہ اپنے خیمے میں سو رہا تھا رات کے وقت داؤد خان اس کا چچا چند دوسرے امیروں کے ساتھ اس کے خیمے میں گھس آیا مجاہد شاہ کو قتل کر دیا اور خود بادشاہ بن بیٹھا -

روح پرور آغا - اپنے بھائی کے بدلہ لینے کے درپے ہوئی جب داؤد خان محل میں آیا تو دوسری خواتین حرم کے ساتھ وہ مبارکباد کو نہ آئی - حرم میں روح پرور کی بڑی عزت تھی - داؤد شاہ نے اس کا کچھ خیال نہیں کیا -

روح پرور نے ایک شخص باکہ نام کو جو مجاہد شاہ کا مقرب خاص تھا ترغیب دی اور اپنے آقا کا بدلہ لینے پر آمادہ کیا - روح پرور کی ترغیب سے وہ شخص اپنی جان سے ہاتھ دھو کر مجاہد شاہ کا بدلہ لینے کو تیار ہو گیا - چند ماہ کے بعد جب داؤد شاہ نماز جمعہ کے لئے مسجد گیا تو یہ شخص اس کے پیچھے عقب میں نمازیوں میں شامل ہو گیا - جس وقت تمام نمازی سجدہ میں تھے تو اس نے داؤد پر وار کیا اور ایک ہی وار میں اس کا کام تمام ہو گیا - داؤد شاہ عمزاد بھائی خان محمد نے اسوقت باکہ کو بھی قتل کر دیا -

داؤد شاہ کا اگرچہ اس طرح نماز میں قتل ہونا قابل افسوس ہے مگر جب ہم اس کے قتل کو مجاہد شاہ کے ساتھ ملاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے قتل کا بدلہ قتل سے ہوا جو روح پرور کا ایک کارنامہ ہے -

---

[1] زمانہ سابق میں اسلامی سلاطین کے خود مختاری کی علامت سکہ اور خطبہ میں نام لیا جانا تھا - اور جب تک عباسی خلفا سے اسکی اجازت نہ ہو نامکمل تصور ہوتا تھا -

نصیر الدین ہاشمی

تجارت و حرفت

اے خواتین مکرم کچھ ادہر بھی غور ہو
دیکھئے انجام اپنی قوم کا کس طور ہو
قومِ مسلم مٹ رہی ہے اسکی شوکت مٹ چکی
اسکی حرفت مٹ چکی اسکی تجارت مٹ چکی
کیوں غلط فہمی میں ڈوبے ہیں مسلماں سربسر
چھوڑ رکھا ہے تجارت کو ذلالت جان کر
صنعت و حرفت کو ہم لوگوں نے سمجھا ہے حقیر
رشک کے قابل نہو جائے کہیں حال فقیر
دیکھئے علمائے عہدِ ماسلف کی زندگی
تھی معاشرت میں ہی مضمر انکی سچی زندگی
خود رسول پاک نے سوداگری کی شام میں
پھر تکلف ہم کو کیوں ہے اس مقدس کام میں
وہ ابو صالح سمان بجدیل و خوش قماش
بیچتے تھے روغنِ زیتون جو ہر معاش
حافظ علم الحدیث و کامل علم النبات
ابن رومیہ کہ رکھتے تھے دوکانِ ادویات
وہ امام ابوالحسن نیشاپوری تاجر ہوئے
جو علومِ ظاہر و باطن کے اک ماہر ہوئے
کون احمد ابنِ خالد قرطبی جُبّہ فروش
رہنمائے عاقلین اور رہبر ارباب ہوش
وہ ابوسعید نحوی تھا کتابت جن کا کام
دس ورق ہر روز لکھنا ملگئے جو کچھ بھی دام
وہ ابوالفضل مہندس جس نے تجارت بھی کی
جس نے علمِ طب پڑہا تدبیر بیماری بھی کی۔
ہم میں لیکن آج کل یہ بات بھی مفقود ہے
آہ کیا جانے کہ کیا تقدیر کا مقصود ہے
کاش پھر اے سیدہ وہ ذوق حرفت ہم میں ہو
یوں تجارت ہم میں ہو گو یا حکومت ہم میں ہو
"سیدہ"

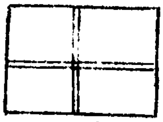
تارکشی کے کونے

یہ کونے اگر میز پوش چادر تکیہ کے غلاف پر کاڑھے جائیں تو نہایت خوش نما معلوم ہوں گے۔ ترکیب یہ ہے کپڑا لیکر ایک کونے کی طرف جتنا چوڑا بنانا مطلوب ہو اتنے ہی تاگے چاروں طرف سے نکالیں جیسے شکل نمبر ایک سے ظاہر ہے۔



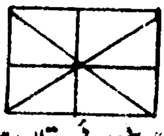
نمبر ۱

پھر تھوڑا کپڑا بیں وسط میں ہے۔ باقی سب کاٹ دیں۔ جیسے شکل نمبر ۲ سے ظاہر ہے



نمبر ۲

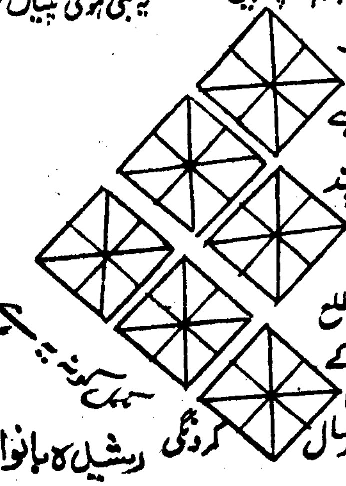
یہ کپڑا صرف تاریں ہی رہیں گے۔ ان کو آدھے تاریں اس طرف اور آدھے اس طرف کرکے کاڑھ لیں پھر اور پتیاں ایسی بنائیں دھاگے سے پتیاں بنالیں۔ نمبر تین سے ظاہر ہے۔



نمبر ۳

یہ بنی ہوئی پتیاں ہیں

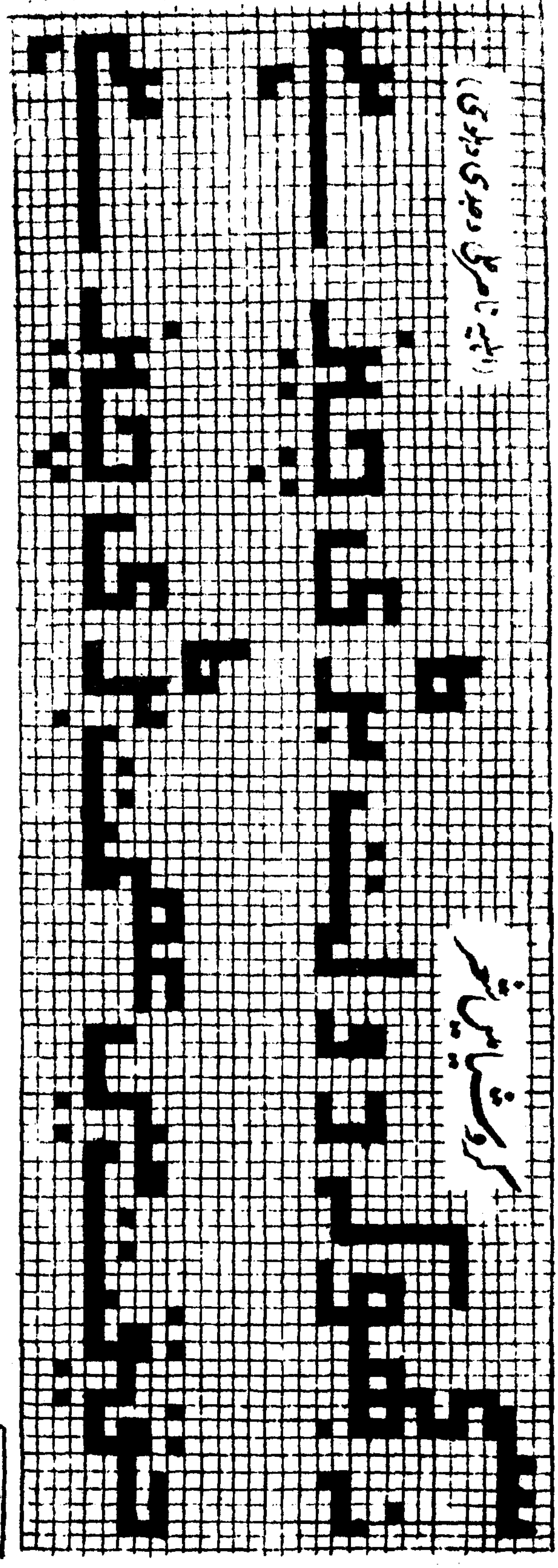
اس طرف کی بنانیوالی ہیں ایسے کونے جتنا بڑہانا چاہیں بڑہا سکتے ہیں۔

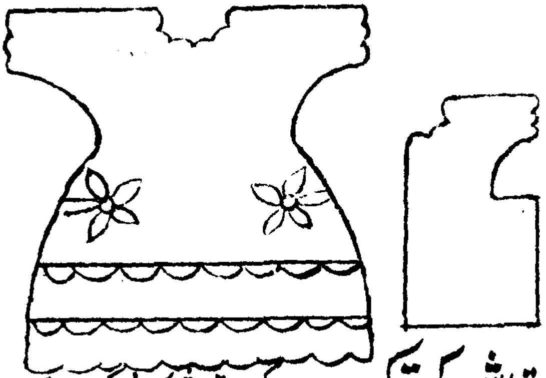


مکمل کونہ یہ ہے اگر بہنوں کو پسند آیا تو مجھے بذریعہ عصمت مطلع فرمائیں پھر اور قسم کے ایسے ہی کونے ارسال کرونگی

رشیدہ بانو اختر

خوبصورت جمپر





تراش کی ترکیب یہ ایک تراش کا فراک جسے (جمپر) بھی کہتے ہیں ایک کپڑا لیکر دوہرا کرو پھر مطابق خاکہ کے یوں تراشو نمبر ۱ سے نمبر ۲ تک پہلے کاٹ لو پھر کرتہ کمر کیجانب سے تراشتی ہوئی آستین تک لاؤ بس تراش یہی ہے اب گلہ اور آستینوں کے منہ دامن یعنی گھیرا وغیرہ یہ سب تیارشدہ فراک مطابق تراش رکھو۔

سلائی کی ترکیب نمبر ۱ سے نمبر ۲ تک گھیر کے کپڑے میں چنٹ دیکر کرتے کے شامل جوڑو پھر ایک کپڑا رِبن کے ایسا لیکر کمر میں ایک پھول سے دوسرے پھول تک گھومائے سلائی کے جوڑ تک لاکر الگ پھول بناکر ٹانک دو اور گھیر میں گر طبیعت چاہے تو تین چار قطار یوں کپڑا کاٹ کاٹ کر لگاؤ ورنہ ایک میں کٹ پر ختم کرو۔ بڑی قطار خوبصورت ہوتی ہے۔ خصوصاً ریشمی کپڑوں پر۔

عالم آرا بیگم از کلکتہ

دستکاری

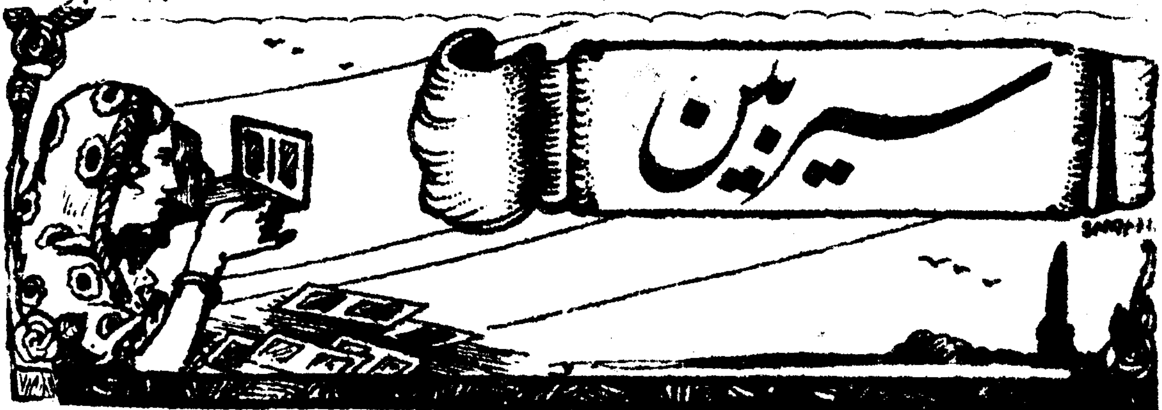
یوں تو ہنر تین حرفی معمولی سا لفظ ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو اس میں بہت کچھ پوشیدہ ہے لفظ ہنر میں ویسے تو ہر طرح کی دستکاری سینا پرونا وغیرہ شامل ہے مگر میں اس وقت عورتوں کی دستکاری پر کچھ لکھوں گی۔

مجھے یہ دیکھکر گونا مسرت ہوتی ہے کہ بہت سی بہنوں میں دستکاری کو ترقی دینے کا شوق روزافزوں بڑھ رہا ہے اور اسی کی نمایاں وجہ یہ ہے کہ زنانہ رسایل میں دستکاریوں کی کتابوں کے اشتہار اور اعلان نظر آتے ہیں اور یہ انہیں بہنوں کی محنت کا نتیجہ ہے جنہیں اپنی بے بس جنس کا خیال ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بعض تعلیم یافتہ بہنیں سینا پرونا محض دردسری تصور کرتی ہیں اور اکثر میں نے یہ تک کہتے سُنا ہے کہ اپنے ہاتھ سے کپڑا سینا فضول ہے جب بازار سے ایک سے ایک نفیس کپڑا سلا ہوا ملجاتا ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ بہنیں یہ خیال کرکے روپے کو پانی کی طرح بہا دیتی ہیں یہی وجہ ہے کہ ہم مفلس ہو رہے ہیں اور جو مفلس ہو جائے گا وہ کیا خاک ترقی کریگا۔ انہی فضول خرچ تعلیم یافتہ بہنوں کو دیکھکر پُرانے خیالات کی بیویاں اپنے کانوں پر ہاتھ رکھکر نہایت خوفناک آواز میں کہتی ہیں۔ بس معاف رکھیئے ہم اپنی بچیوں کو زیادہ تعلیم دلواکر فلاں کی لڑکی کی طرح بے ڈھنگا نہیں بنانا چاہتے اُس لڑکی کو دیکھو تو سہی نہ سینے کا ڈھنگ نہ پرونے کا۔ پیوند تک درزی کے یہاں لگنے کو جاتا ہے۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ دو چار تعلیم کو بدنام کرنے والی بہنیں اپنی بیسیوں تعلیم کی شوقین بہنوں کو صرف اس غلطی کی وجہ سے تعلیم سے محروم رکھواتی ہیں۔ کاش ان کے دل میں اس بات کا احساس ہو اور وہ خود ہی دستکاری کو ترقی دیں۔

میں تو بغیر یہ کہے نہ رہونگی کہ جس غریب بہن کے ہاتھ میں ایک ہنر بھی ہے وہ اس کو اچھی طرح استعمال کرنا جانتی ہے بس سمجھ لیجئے اس سے زیادہ دولت مند کوئی نہیں۔ میری نظر سے کئی قسم کی دستکار بہنیں گذری ہیں ایک تو وہ ہیں جنہیں کوئی سکھاتا ہی نہیں مگر وہ دیکھکر ہی دستکاری سیکھ لیتی ہیں۔ اور نئی نئی چیزیں ایجاد کرتی ہیں۔ دوسری وہ ہیں جنہیں سکھایا جاتا ہے۔ مگر بیکار۔ ایک قسم انکی ہے جنہیں آتا سب کچھ ہے لیکن وہ ظاہر نہیں کرتیں۔ اور مگر اس کے بالکل برعکس وہ ہیں جنہیں کچھ نہیں آتا مگر اپنے کو بہت مشہور کرتی ہیں۔

حمیدہ خاتون الماس بارہ بنکی



نہ جلنے والا کاغذ - جرمنی میں ایک ایسا کاغذ بنایا گیا ہے جس پر آگ اثر نہیں کرتی - جیسے ہی آگ اس کے پاس پہنچتی ہے اس سے ایسے دہوئیں کے ٹکڑے نکلنے لگتے ہیں کہ ان سے آگ بجھ کے رہ جاتی ہے - برلن کے ایک محل میں اس کی دیواروں اور چھتوں پر یہ کاغذ منڈھ دیا گیا ہے - موجد نے کئی ایسی دکانوں میں جو کھلونہ کے طور پر نمونہ کیلئے بنائی گئی تھیں اس کاغذ کا مظاہرہ کیا - آگ بجھ بجھ گئی - ایک جست کی نلکی میں ایک طرف یہ کاغذ ٹھونس دیا گیا دوسرے سرے پر ایک شمع جلائی گئی - نلکی کے گرم ہو جانے سے اس کاغذ کے ڈھیر سے ایسے بھبکے نکلے کہ شمع فوراً ہی بجھ گئی -

منحوس تلوار - ہیجر کوسیچ نے اپنی تلوار سے سرویا کی ملکہ ڈراگر کو قتل کر ڈالا اور پھر گلیوں میں خوشی سے وہ اس تلوار کو گھماتا پھرا کہ یہ وہ تلوار ہے جس نے کمبخت ڈراگہ کا سر قلم کیا ہے - کوسیچ وزیر جنگ بننا چاہتا تھا لیکن حالات ایسے مخالف ہوئے کہ اسے گوشہ نشیں ہونا پڑا - ملکہ کا بھوت اُسے ہر وقت نظر آتا آخر اس نے تلوار کسی اور کو دیدی - جس نوجوان سروی مدبر کو یہ دی گئی اس کی ماں باپ اور ایک عزیز دوست فوراً بعد ہی مر گئے - ۱۹۱۶ء میں یہ تلوار ایک امریکہ کے آدمی کو جو پرانی چیزیں جمع کرنے کا شائق تھا دیدی گئی اس کی عورت ایک گوئیے کے ساتھ بھاگ گئی - پھر ایک انگریز کارخانہ دار کے پاس پہنچی - وہ کلوں میں ایک دن ایسا پھنسا کہ بُری طرح زخمی ہو کے ہی نکلا - پھر اُسی مدبر کو یہ تلوار لاکے دیدی گئی لیکن اسے اپنی جان خطرہ میں نظر آئی کیونکہ اس کے سر کے لئے ۶۶ ہزار روپیہ کا انعام مقرر کیا گیا - اب یہ تلوار بنک کے پاس ہے -

تیز رفتار کی عاشق عورتیں - برطانیہ میں ایک ہزار میل کی موٹر کی دوڑ میں دو عورتیں مردوں کے مقابلہ میں شریک ہوئی ہیں - عورتوں کی نئی تانئی تیز رفتار پرستی ہوئی ہے - مثال کے طور پر آنریبل مسز بروس کو لیجئے - تین سال ہوئے اس نے ۲۱۵۰ میل ۲۴ گھنٹے میں ۸۹۵۷ میل فی گھنٹہ کی اوسط رفتار سے چل کے سب کو مات دیدی - موٹروں میں جب گنجائش نہ رہی اور دل بھر گیا تو اس نے ہوا میں اُڑنے کی ٹھانی - چند مرتبہ خاص خاص فاصلے طے کرنے کے بعد وہ ایک ہوائی جہاز میں دنیا کے گرد اڑی - جب یہ مہم ختم ہو گئی تو اس نے ٹھنڈا سانس لیکے کہا کہ افسوس! اس مہم سے پہلے میرے لئے کافی کام تھا - اب یہ سیر ختم ہو گئی میں حیران ہوں کہ کیا کروں - اب کچھ رہا ہی نہیں -

امریکہ کی ایک کشتیوں کی تیز رفتار بازیوں کی عاشق نار مسز رکی دوڑنے کی دلچسپیوں اور پھریریوں کو عصبی کمزوری کا علاج بتاتی ہے۔ تین سال ہوئے وہ اعصابی کمزوری کا شکار ہوگئی۔ طبیبوں نے جواب دیدیا۔ ایک روز وہ ایک دریا کے کنارے بیٹھی تھی۔ اُس نے آدمیوں کو کشتی کی دوڑ میں مصروف پایا۔ اس نے اپنے شوہر کو ایک کشتی خریدنے پر آمادہ کیا۔ پہلی مرتبہ جب وہ اس میں بیٹھی تو اسے گود میں اٹھا کر اس میں بٹھایا گیا۔ لیکن اب وہ ہٹی کٹی بھلی چنگی ہے۔

بالوں پر حرجانہ۔ لندن کے ایک سنگھارخانہ میں ایک عورت نے اپنے بال جن کی رنگت راکھ کی سی ہوگئی تھی سنوانے چاہے۔ دوکاندار سے کہا کہ انہیں دو درجہ گہرا سیاہ کر دو۔ اس نے انہیں رنگا لیکن ان کا رنگ نیلگوں سبز ہوگیا اور ان میں کہیں کہیں سُرخ دھبے بھی پڑگئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند ماہ تک اس کے بال نہایت بُرے معلوم ہوتے رہے۔ شوہر نے بیان کیا کہ مجھے باہر جانا ترک کرنا پڑا۔ سمندر کے کنارے سیر و سیاحت کے لئے جانے کو ایک گاؤں میں جانا پڑا جس دکان میں وہ ملازم تھی اس کے مہتمم نے گواہی دی کہ اس کے بالوں کی وجہ مجھے اسکے ہاتھ سے کئی کام لے لینے پڑے۔ اُسے لوواردکے خیر مقدم کے لئے یا کھانے کے وقت میز کے پاس کھڑے ہونے سے روک دیا گیا۔ اس سے اس عورت کو بڑی کلفت ہوئی۔ اس نے عدالت میں سنگھارخانہ کے کارکنوں پر دعوی کر دیا عدالت نے اُسے ۳۶۰ روپیہ حرجانہ دلایا۔

عقاب لے گیا۔ ناروے (یورپ) کے مغربی ساحل پر ایک گاؤں میں ایک کنبہ سیر کے لئے گیا چار برس کا بچہ باہر کھیلتا چھوڑا۔ تھوڑی دیر بعد جو بچہ کو دیکھا تو غائب تھا۔ لہذا تلاش کیا کہیں پتہ نہ چلا ایک شخص نے ذہن پر زور ڈال کے کہا کہ میں نے کچھ دیر ہوئی ایک عقاب اس جگہ اڑتا دیکھا تھا۔ تلاش کرتے کرتے پہاڑ پر پہنچے چوٹیاں سے قریب تھا۔ ایک چوٹی پر جہاں پہنچنا نہایت مشکل تھا بچہ مل گیا۔ اُسے نیچے سے لے آئے۔ اُس نے پوچھنے پر بتایا کہ اُسے ایک بڑا پرندہ لے اڑا تھا۔

نیم انسان۔ کوہ ہمالیہ پر چڑھتے وقت ایسے آدمی کا وجود پایا گیا تھا جو مرغی کی سی آواز نکالتا ہے اور اس کے پاؤں کے نشان بھی مرغی کے سے ہیں۔ رات کو وہ خیمہ میں آکے کھانے پینے کی چیزیں کھا جاتے تھے لیکن کسی کو نظر نہیں آتے۔

کلکتہ میں ادبی مجلس کے سامنے ڈاکٹر مین نے اپنی معلومات پیش کیں کہ دنیا میں مختلف مقامات میں اس قسم کے نیم انسان لوگوں کا وجود سُنا جاتا ہے۔ اس قسم کے قصے تبت کے برفانی آدمی کے متعلق اس علاقہ میں مشہور ہیں کہ ایک وحشی آدمی ایک لڑکی کو اڑا لے گیا اور اسے بیوی بنا لیا۔ بعد میں اس کے لڑکا پیدا ہوا۔ چند سال کے بعد وہ وحشی مرگیا۔ لڑکی اپنے بچے سمیت اپنے گھر کسی طرح پہنچ گئی۔ وہ خاندان "وحشی لوگوں کی نسل" کے نام سے مشہور ہوگیا۔ اُن میں سے بعض اس قدر مضبوط تھے کہ صرف سینگ پکڑ کے بھینسے کا سر دھڑ سے الگ کر دیتے تھے

وہ اپنی کمر پر ایک خچر یا گھوڑا لے کے پہاڑ سے نیچے اُتر سکتے تھے۔
منگولیا اور چین سے بھی اسی قسم کی کہانیاں سُننے میں آتی ہیں۔ ان سب کو جوڑ کے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ممکن ہے
ابتدائی وحشی آدمی کوئی حیوان ہی ہو۔ اور اس کی بعض خصوصیات کا نہایت مبالغہ کیا گیا ہو یہ ممکن ہے کہ یہ حیوان
انسان کی شکل کا بندر، ریچھ یا بھینسا ہو۔ ممکن ہیں ان قصوں کی وجہ وہ لوگ ہوں جو پہاڑوں پر راہبانہ زندگی بسر
کرتے ہوں یا بھاگے ہوئے ملزم ہوں ڈاکو مردم خور یا لمبے تڑنگے آدمی ہوں جو دیو کہلاتے ہیں اور جن کا وجود بعض سیاحوں
کے حالات میں پایا جاتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے ہواؤں یا بادلوں سے جو آوازیں پیدا ہوتی ہیں یا شکلیں پہاڑوں میں بنجاتی
ہیں ان سے لوگوں کو دھوکہ ہوا۔ یا بعض لوگوں کے بھوتوں چڑیلوں کے اعتقادات سے یہ کہانیاں مشہور ہوگئی ہوں۔
گمان ہے کہ وسط افریقہ اور الاسکا میں تند اور خونخوار انسان موجود ہیں۔ وسط سماٹرا میں بندر کی شکل کے فوراً
نظروں سے غائب ہوجانے والے لوگوں کا ہونا پایا جاتا ہے۔ وہ پستہ قد ہیں۔ ان کی جستجو کی جارہی ہے چنانچہ بٹاویہ سے
ایک بندر نما انسانی بچہ مار کے لایا گیا اور اس کی کھال میں بھُس بھر کے اس کے جسم کے متعلق محققانہ جستجو کی جارہی ہے۔

نیلگری کے بداغہ ۔ اوٹکمنڈ سے نیچے کے علاقہ میں بداغہ قوم رہتی ہے۔ جس کی تعداد ۴۳ ہزار ہے۔ وہ زراعت
پیشہ ہیں۔ وہ زیادہ تر چاء کے کھیتوں میں کام کرتے ہیں اور کچھ سڑک بناتے اور پتھر توڑتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جو
کلرک درزی حجام وغیرہ بن گئے ہیں۔ بداغہ کے معنی شمال والے کے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ شمال کی طرف سے تین سو
برس ہوئے یہاں آکے آباد ہوگئے۔ پہاڑی قوموں کے لئے مرد عورت ایک موٹے کمبل میں اپنے جسم ڈھکتے ہیں۔
کانوں میں سونے کی مُرکیاں پہنتے ہیں اور بدن کو خوب گودتے ہیں۔ ان میں شادی کا طریقہ نہایت سادہ ہے۔ دولہا
اور اس کے بھائی لڑکی کے گاؤں میں جا کے سب مردوں کے پاؤں ادب کے طور پر چھوتے ہیں۔ پھر دولہن ایک
باجے کے ساتھ دولہا کے گاؤں جاتی ہے جہاں اس کی ماں اور نند اس کے ہاتھ پاؤں پر تین مرتبہ پانی ڈالتی ہے
اور بعد میں منکوں سے اسے سجاتی ہیں۔ پھر دونوں فریق کی بہنیں ایک نالہ پر جا کے کورے برتنوں میں پانی لاتی ہیں
سلام دعا اور پھر ضیافت ہوتی ہے اس عرصہ میں دولہا دُولہن ایک چبوترے پر بیٹھے رہتے ہیں اور سوغات لیتے ہیں۔
چونکہ عورت کا کھیتوں میں کام زیادہ قیمتی سمجھا جاتا ہے اس لئے عورت مفت ہاتھ نہیں آتی۔ بعض دفعہ دلہن کے لئے
دولہا کو ۱۵۰ روپیہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ طلاق آسانی سے حاصل ہوسکتی ہے۔ اس کے لئے منظوری پنچایت سے لینی پڑتی ہے
کئی بیویوں اور بیوہ کے نکاح ثانی کا بھی رواج ہے۔
جائداد سب سے چھوٹے کو ملتی ہے خیال یہ ہے کہ بڑے شادی کر کے علیحدہ ہوجاتے ہیں اور اپنے اپنے گھر سنبھال
لیتے ہیں۔ چھوٹا ماں باپ کے پاس رہ کے ان کی خدمت کرتا ہے اس لئے ان کے ہاں یہ بڑا انصاف سمجھا جاتا ہے
کہ چھوٹا ماں باپ کا وارث ہو۔

سے پہلے نئے چاند پر آگ میں سے گذرنے کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ پہلے دودھ اُبالنے کی رسم ہوتی ہے دو چولہوں پر دو برتنوں میں دودھ آگ پر رکھدیا جاتا ہے۔ اگر دونوں کا اُبال یکساں ہو تو فصلوں کے سارے گاؤں میں اچھے ہونے کا تعین کیا جاتا ہے۔ اگر ایک دوسرے سے زیادہ اُبلے تو زیادہ اُبلنے والی ہنڈیا کی طرف والے گاؤں کے حصہ میں فصلیں اچھی ہونگی۔ اس کے بعد انگارے ۵ × ۳ گز رقبہ میں پھیلا دیئے جاتے ہیں۔ اور لوگ اس پر سے گذرتے ہیں۔

جب کوئی مرجاتا ہے تو اسے ایک گاڑی میں رکھا جاتا ہے۔ گاؤں کا بڑا اس کے سارے گناہ جو اس کے ذہن میں آسکیں شمار کرکے اس کی بخشش کی دعا مانگتا ہے۔

۱۰۱ کی عمر میں زندہ دلی۔ انگلستان میں دو ایک سال ہوئے ایک عورت نے اپنی ایکسو ایکویں سالگرہ منائی وہ ایک گھر کی مالک ہے اور ٹیکس ادا کرتی ہے۔ اُسے بڑھاپے کی پنشن ملتی ہے جو وہ ماہوار ڈاک خانے سے جاکے وصول کرتی ہے۔ اس نے اس موقع پر اپنے سارے گھر میں نیا کاغذ دیواروں پر لگوایا۔ وہ سات بہن بھائیوں میں سے ہے اور وہی ان میں اس وقت زندہ ہے۔ اس کے چار لڑکیاں اور تین لڑکے ہیں جو زندہ ہیں۔ ۲۰ سے زیادہ پوتے نواسے اور بہت سے زیادہ پڑپوتے و نواسے ہیں۔

بڈھوں کی شادی۔ انگلستان میں ایک غریب خانہ میں ایک ۱۴ بچوں کا باپ رہتا تھا۔ اس کی عمر ۸۴ سال کی تھی چند سال ہوئے ایک ۸ بچوں کی ماں جس کی عمر ۷۶ سال کی تھی وہاں کچھ امداد حاصل کرنے کیلئے آئی۔ شفاخانہ میں اس کا سامنا بڈھے سے ہوا دونوں میں بات چیت ہوئی اور ہنسی مذاق میں بات بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچی کہ ان دونوں نے شادی کرلی۔ بڈھا بالکل بہرہ ہے۔

یکجا کھانا۔ یہ بھی ایک بالشیو کی عقیدہ ہے کہ گھر گھر چولہا ہونے سے وقت ضائع ہوتا ہے۔ سب کاموں کی طرح اس کا انتظام بھی ایک جگہ ہونا چاہیئے اور اس سے بچا ہوا وقت کسی کام میں لگانا چاہیئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ شہروں میں علیحدہ علیحدہ باورچی خانے ہیں اور ایک ایک کھانے کا کمرہ (ڈائننگ ہال) ہے ایک جگہ کھانا پکایا جاتا ہے اور سب کو ایک وقت پر ہال میں بٹھا کے کھانا کھلایا جاتا ہے۔ دہلی جیسے شہروں میں کاریگر مرد و عورت یہی کرتے ہیں کہ چولہا دھونکنے کی مصیبت سے بچنے کیلئے وہ اپنا سارا وقت اپنی صناعی میں لگا دیتے ہیں۔ کھانے کا وقت آیا اور اُنہوں نے کسی بچہ کے ہاتھ پیسے بھیجکر ہوٹل یا تندور سے عمدہ سے عمدہ کھانا جیسا جی چاہا منگا لیا۔ مگر غریب روس میں یہ بات بھی نہیں۔ اُنہیں تو آزادی ہی حاصل نہیں۔ سرکاری انتظام ہے۔ باورچی خود خوب کھاتے ہیں جیسے ہمارے زمانہ میں علیگڈھ کے ڈائننگ ہال میں ہوا کرتا تھا۔ مانیٹروں کی موج تھی اور ہم طلبا اُن کی طرف اور جھبو اور آمراؤ خان بیروں کیطرف التجا بھری نظروں سے دیکھ دیکھ کر کیچڑ جیسا شوربہ منگاتے اور اس سے خوش ہو لیتے تھے۔ ان بیچارے روسیوں کا حال یہ ہے کہ وقت سے پہلے اپنی رکابیاں لئے قطار در قطار ہال کے باہر کھڑے ہیں۔ روک تھام اور ناپ تُلا ملنے سے

بھوک کمبخت بھی منہ پھاڑے بلائے بے درماں کی طرح پیچھے پڑی رہتی ہے - انہیں کھانا خراب مخرب صحت اور ناکافی ملتا ہے اب سیون سے بدمعاش باورچیوں کے خلاف معرکہ آرائی شروع کر دی ہے - ان کے خلاف مقدمے چلائے جانے لگے ہیں - باورچیوں کی تنخواہیں بڑھا دی گئی ہیں کھانے کی اجناس تازہ اور صحت بخش منگانے کا انتظام کیا گیا ہے - نگرانی بڑھا دی گئی ہے لیکن جس طرح نواب وقار الملک بہادر مرحوم کی سخت سے سخت کوششوں کے باوجود ڈائننگ ہال کا انتظام بقول نواب صاحب مرحوم دیواری گھڑی کی طرح رہا کہ جبتک کوکتے اور دیکھتے رہے چلتی رہی ورنہ خرابی واقع ہو گئی اسی طرح روسیوں کا کچھائی کھانا خراب ہے -

پھلجھڑیاں - اب مصنوعی پلکیں ہندوستان کے بازاروں میں آنیوالی ہیں - وہ مختلف رنگ کی ہونگی بغیر کسی تکلیف کے موجودہ پلکوں پر جمائی جاسکیں گی - تین قسم کی ہونگی - زیادہ لمبی درمیانی اور چھوٹی -

صبح کے ½۱۰ بجے ایک ہوائی جہاز نے اور لینز (فرانس) پر ۱۲ سو کبوتر چھوڑ دیئے اور خود انٹورپ (بلجیم) کیطرف واپس ہوگیا - بعض پرندے اس شہر میں جہاز سے پہلے پہنچ گئے -

دنیا کے ایک مشہور سارنگی بجانیوالے نے اپنی انگلیاں اسی ہزار روپیہ میں تھوڑا عرصہ ہوا بیمہ کی تھیں - اس نے سارنگی سے دس لاکھ روپیہ کمایا لیکن جوئے نے ایسا خراب وخستہ کیا کہ اس نے سب کچھ کھو دیا حتی کہ اسے اپنی سارنگی بھی بیچنی پڑی -

ایک جگہ اس قدر زور کی آندھی آئی کہ اس شہر کے اسی آدمی مرگئے اور اسی زخمی ہوئے - شہر برباد ہوگیا اور بہت سے مکانوں کو ہوا نے جڑ سے اکھاڑ کے پھینکدیا -

سماٹرا میں ایک ایسا بندر پایا جاتا ہے جس کا سر انسان اور بندر سے ملتا جلتا ہے - اس کے بازو معمولی بندر کی طرح گھٹنوں تک نہیں لٹکتے - اس کے دم نہیں ہے - بدن پر خاص خاص مقام پر بال ہیں - ہر جگہ نہیں -

سونا کوٹ کوٹ کے اس قدر باریک کیا جاسکتا ہے کہ اس کے ورق میں سے دوسری طرف کی چیز نظر آسکتی ہے - آدھ چھٹانک سونا اس قدر باریک کوٹ دیا گیا کہ تین سو مربع فٹ کی چادر بن گئی -

بلغراد میں ایک راہبہ نے ایک ہی دفعہ میں ½۴ چھٹانک شراب چڑھائی اور اپنی بہن سے ملنے گئی تھی کہ اس کی ماں کی کسی ہاں سے ½۱۴ چھٹانک دوآتشہ شراب کی بوتل ہدیہ کے طور پر آئی - راہبہ نے چکھی تو اسے اچھی معلوم ہوئی - سب کی سب پی جانے ہے اسی وقت وہ بیہوش ہوکے گر پڑی اسے فوراً شفا خانے لے گئے کہ کہیں مر نہ جائے لیکن ۳۶ گھنٹے ہونیکے بعد اچھی خاصی خوش وخرم اٹھ بیٹھی - انہی دنوں میں ایک خبر اخباروں میں نکلی کہ بلغراد میں ایک مشہور شرابی نے اسی قسم کی شراب صرف ۹ چھٹانک پی لی لیکن مرگیا -

موٹر چلانے میں عورتیں زیادہ احتیاط برتتی ہیں اور ان کے ساتھ سفر کرنا زیادہ محفوظ ہے - امریکہ میں ان کی جانچ کی گئی - وہاں ۷۶ لاکھ مرد و عورت موٹر چلانے والے ہیں - ۸۹ عورتوں میں ایک عورت کے مقابلہ ۲۲ مردوں میں ایک مرد ایک غیر مہلک حادثہ کا ذمہ دار ہوا - ۳۵۵۸ عورتوں میں ایک کے مقابلہ میں ۷۲۶ مردوں میں ایک مہلک حادثہ کا باعث ہوا -

محمد ظفر

سنگھار و آرایش



ہاتھوں کا راز - خدوخال ہمیں قدرت نے دیئے ہیں لیکن ہاتھ ہم خود بناتے ہیں۔ ہم اپنے ہاتھوں کا قد اور شکل تبدیل کر سکتے ہیں۔ اور اس کی بناوٹ اور رنگ ہمارے اختیار میں ہے۔ ہاتھوں سے بہت سی دبی چھپی باتیں کھل جاتی ہیں۔ عمر یا پیشہ اور شخصی خصوصیات غالباً آپ کو اس کی خبر بھی نہ ہوگی۔

باقاعدہ روزانہ ہاتھوں کی سادہ ورزشیں کرنے سے انگلیاں پتلی اور لچکدار بنی رہتی ہیں اور ان میں خون کی سی سرخی پیدا نہیں ہوتی جو آنکھوں کو بری معلوم ہوا کرتی ہے۔

اگر ہاتھوں کو ملائم صاف اور سفید اور جوانی کے سے رکھنے منظور ہوں تو ان کی مالش کیا کریں۔ جلد کی کریم استعمال کیا کریں اور انگلی کے پور وے پر مضبوطی سے ٹھوکہ لگا کے چٹکی لو۔

ہاتھوں کی پشت پر ایک ہی حرکت میں کلائی تک ہلتے چلے جائیں پھر دوسرے ہاتھ کی انگلی اور انگوٹھے کے بیچ میں کلائی کو گھمائیں اور نرمی سے گردش دیں۔

گرمیوں کا سنگھار - گرمیوں میں چہرہ مہرہ کے سنگھار کی ایسی ہی ضرورت ہے جیسے جاڑوں میں گرد و غبار دھوپ میں جسم کا کھلا رہنا اور خود دھوپ ملائم کھال کی دشمن ہے۔ آج کل سنگھار خانوں میں اس طرح بناؤ چناؤ کیا جاتا ہے۔ پہلے چہرے میں تازگی بخش سکون پیدا کیا جاتا ہے اور اس غرض کے لئے گرم کریمیں اور سرد ٹانک Tonic کی پھوار ڈالی جاتی ہے۔ اس کے بعد چہرہ بنانے والی مالش کیجاتی ہے۔ اور آخر میں سارے چہرہ پر لیپ لگا کے جلد کی کریم کے ہمراہ مل مل کے جذب کیجاتی ہے۔ پھر کریم دور کر دی جاتی ہے اور آنکھوں کا سنگھار شروع ہوتا ہے۔ پلکوں کو اوپر کیطرف مسکرا Mascara کے ساتھ برش کیا جاتا ہے اور اچھا اثر پیدا کرنے کے لئے برش کو گیلا کر لیا جاتا ہے اور پلکوں کو بالکل خشک رکھا جاتا ہے ابروؤں کو پہلے الٹی طرف برش کرتے ہیں تاکہ مسکرا بالوں پر آجائے اور جلد پر نہ جائے۔ پھر ان کو عمدہ اور صاف برش سے خوب بنا دیا جاتا ہے۔

اس کے بعد آنکھوں کے عکس کیطرف توجہ کیجاتی ہے۔ گوری عورتوں کے لئے نیلا یا سبز اور سانولی کے لئے

ارغوانی پیدا کیا جاتا ہے۔ دلآویز سنہری روپہلی چمک پیدا کی جا سکتی ہے یا پلکوں کے انتہائی سروں کو سونے چاندی سے منقش کیا جاتا ہے۔ اس سے آنکھوں میں چمک ارشنبی جھلک پیدا ہو جاتی ہے۔

اگر لاکھا (روژ) استعمال کیا جاتا ہے تو وہ مکمل صحت کی سرخی پر سبقت لے جاتا ہے اور ہونٹوں کی رنگت بالکل بچوں کے ہونٹوں جیسی کر لی جاتی ہے۔

سپنج کی صفائی ۔ اگر سپنج چکٹ جائے تو اسے درست کرنے کے کئی طریقے ہیں۔ ایک چھٹانک دھونے کا سوڈا کئی پاؤ پانی میں حل کر کے سپنج اس میں بھگو دو۔ اس کے بعد سیر بھر پانی میں ایک چھوٹا گلاس میوریاٹک ایسڈ *Muriatic acid* ملا لیں اور سپنج اس میں تین گھنٹے تک ڈبوئیں۔ پھر ٹھنڈے پانی سے دھو کے سوکھنے رکھ دیں۔

ایک اور طریقہ یہ ہے کہ ½ ۱ پاؤ پانی میں ایک لیموں نچوڑ کے سپنج اس میں بھگو دیں۔ گھنٹہ بھر بعد خوب نچوڑ دیں اور پانی سے دھار کے سکھا دیں۔

آلو کے مزیدار کھانے ۔ آلو کا کیک۔ ۶ چھٹانک اُبلے ہوئے ٹھنڈے آلو کچلو۔ دو چھٹانک میٹھا، ½ ۱ چھٹانک میدہ ½ چھٹانک مکھن اور ایک چٹکی نمک کے ساتھ ملاؤ۔ دو پھانٹے ہوئے انڈے ملاؤ یہاں تک کہ ملائم مٹی سی ہو جائے اور سینی پر آٹا چھڑک کے ایک انچہ موٹی تہ جما دو اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹ کے معتدل تنور میں پکا لو۔ چار کے ساتھ گرم گرم مکھن سے کھائے جائیں تو بڑا مزا آتا ہے۔

آلو کی پیسٹری۔ آدھی چھٹانک مکھن ½ ۱ چھٹانک میدہ مرچ نمک اور ایک انڈے کی زردی میں گرم گرم کچلا ہوا آلو ملا کے گوندھ لو۔ کسی پتھرے پر آٹا خوب چھڑک کے اسے پھیلا دو اور آدھ انچ موٹائی رکھو اور گرم تنور میں پکاؤ۔

شوربہ ۔ ۴ بڑے آلو۔ ۲ پیاز۔ ۲ گاجر ایک چار کی پیالی کے برابر دودھ ½ ۱ چھٹانک پانی ایک چمچہ مکھن اور گرم مصالہ دھو کے ترکاریاں چھیل لو اور باریک باریک کتر لو۔ اور پیاز کے لچھے بنا لو اور پگھلے ہوئے مکھن میں انہیں تلو پانی ملا کے گھنٹہ بھر تک پکنے دو اور بعد میں دودھ اور گرم مسالہ ملا دو۔

آستین اور دھبے ۔ کریپ کے بیگ وغیرہ خراب ہو جائیں دھونے کی ضرورت ہو تو گرم پانی اور صابن سے دھو ڈالیں اگر کسی جگہ سوراخ ہو گیا ہو تو اندر کی طرف گیلا کر کے استری کر دیں اور مضبوط کریپ کا ٹکڑا باہر کی طرف چپکا دیں۔

ٹوپیڈ کا سایہ صاف کرنا ہو تو عمدہ قسم کا سکاچ سریش *Scotch glue* پاؤ بھر لے کے گھلا لیں اور پانی بھرے ہوئے ٹب میں ڈال دیں اور ہلاتے رہیں حتیٰ کہ جھاگ آ جائیں۔ سایہ ڈال دیں اور اچھی طرح بھیگنے دیں اور دس منٹ پڑا رہنے دیں۔ پھر خوب ملیں اور دو تین ٹھنڈے پانیوں میں سے نکالیں اور سوکھنے کے لئے لٹکا دیں۔ سایہ نچوڑیں نہیں اور نہ کوئی صابن یا کوئی اور صاف کرنے والی چیز استعمال کی جائے۔

یہ ترکیب کشمیرے اور اسی قسم کے کپڑوں کے لئے بھی مفید ہے۔

کپڑوں پر تارکول کے دھبے پڑ جائیں تو تارپین دھبوں پر لگاؤ یا کپڑا تارپین میں ڈالو بشرطیکہ کپڑا بالکل ملائم ونازک نہ ہو یا دھبوں میں چربی رگڑیں اور گرم پانی اور صابن سے دھو ڈالیں ضرورت ہو تو اس عمل کو پھر کریں۔

جلنے کے دھبوں کے لئے دو پیازوں کا عرق نکالیں اور سوا تولہ کیسٹائل صابن باریک کرلیں اور چھٹانک بھر فلرس ارتھ Fullersearth میں سب ملالیں اور ایک پیالہ سرکہ میں خوب ملائیں۔ کسی صاف برتن میں اس مرکب کو ڈال کے آگ پر ابالیں۔ ٹھنڈا ہونے پر جلنے کے دھبے پڑے کپڑے پر پھیلا دیں اور سوکھنے دیں۔ آخر میں صابن کے ملائم جھاگ میں دھو ڈالیں۔

سفید چمڑے کے دستانے بینزولین Benzoline میں ڈبوئیں۔ بعد میں ان کی شکل درست کرکے سوکھنے کے لئے پھیلا دیں بینزولین ایسی جگہ استعمال نہ کریں جہاں آگ موجود ہو۔

بالوں کی خوشنمائی۔ چکنے، جمے ہوئے اور ریشمیں، یہ الفاظ خوشنما بالوں کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ ریشمیں بال تو بہت عمدہ ہوتے ہیں۔ روزانہ ہفتہ بھر تک تھوڑا سا خالص روغن زیتون بالوں کی جڑوں میں اپنی انگلیوں کے پوروں سے ملو۔ پھر کسی موٹے کھردرے صاف تولیے سے نرمی سے بالوں کی جڑوں کے گرد سے تیل پونچھ ڈالو۔ روزانہ صبح کو خوب برش کرو۔ رات کے وقت نہیں۔ عمدہ ترین سخت بالوں کا برش استعمال کرو۔ ہفتہ کے آخر میں بال معطر پانی سے مل مل کے دھو ڈالو۔ اس کے بعد روزانہ ایک ایسے ریشمیں رومال سے ہلکے ہلکے نیچے کی طرف ہاتھ چلاؤ۔ یہ ہسپانوی عورتوں کا ایک خاص راز ہے۔ اپنے بالوں کی چمک پرانہیں بڑا ناز ہے۔ ریشم کی بجلی بالوں کو درست کردیتی ہے۔ اب مشاطہ بال درست کرے۔ ایسے بال جن کے سرے گرمیوں میں جلے ہوئے سے ہو جاتے ہیں۔ نکلوا دو۔ اس کے بعد ان میں لہریں بنواؤ۔ چھوٹے چھوٹے بالوں کی لٹوں کو گھونگریالے یا ان کے چھلے بنوالو۔

روزانہ ریشمی رومال سے بال صاف کرنا کبھی نہ بھولو۔ لہریں بنوانے کے بعد بالوں میں اچھی طرح کنگھی کرو۔ رات کو چھلے محفوظ رکھنے والی جالی سر پر منڈھ لو مصنوعی ریشمی تاگوں سے عمدہ سن کے تاروں کا عمدہ ہوتا ہے۔ ان میں آ ایک راز ہے جس کا مول موتی ہیں۔ عمدہ ترین بالوں کی جالی جو بازار سے تمہیں مل سکے بالوں پر چڑھالو۔ اس سے بال اپنی جگہ قائم رہیں گے اور گھونگر دبگڑتے نہیں۔

نمک کے فوائد نمک سنگھار میں بڑی کارآمد چیز ہے۔ اس کا ایک ڈبہ غسل خانے میں ضرور رہنا چاہیئے۔ ایک خوشنما بالوں والی حسینہ نے بیان کیا کہ میرے بالوں کی خوشنمائی کا راز نمک کے سوا اور کچھ نہیں۔ وہ ہر ہفتہ کھوپری میں نمک ملتی تھی اور صاف برش سے نکال ڈالتی تھی۔

آنکھوں کے لئے نمکیں پانی سے زیادہ مفید کوئی اور شے نہیں۔ گرم پانی کے آدھے گلاس میں ایک بڑی چٹکی

نمک ڈالیں - سرد ہونے پر شیشی میں بھرلیں - آنکھ کی پیالی کی مدد سے ہر رات اور صبح کو اس میں سے تھوڑا سا لگائیں - چند مہینے کے بعد آنکھیں روشن اور مضبوط معلوم ہونگی -

یہ کھال کو بھی نکھارتا ہے - لیکن کھال بدرنگ ہو وہ نمک کی ایک چمچہ دودھ کے بڑے چمچوں میں ملائیں اور روئی سے چہرے پر پھیریں - صبح تک لگا رہنے دیں اور سرد پانی سے دھو ڈالیں -

گردن کے پٹھوں کی کھال ڈھیلی ہو جائے تو ایک چمچہ نمک ½۱ چھٹانک پانی میں ملائیں اور ایک ملائم تولیہ کا کونہ اس میں ڈبو کے گردن پر تھپتھپائیں حتی کہ کھال تمتما اٹھے -

جھریاں دُور کرنے کے لئے بہت گرم پانی کے گلاس میں نمک کی ایک چمچہ ملائیں - نرم روئی کے گالے اس میں ڈبو کے شکن دار حصوں پر جس قدر گرم برداشت ہوسکیں رکھیں اور پندرہ منٹ تک لگا رہنے دیں احتیاط سے خشک کریں اور جلد کی کریم ملیں - یہ عمل رات کے وقت کیا جائے - صبح کے وقت ہلکی قسم کی جلد کسنے والی دوا جلد میں تھپک کے لگائیں -

گاہ گاہ دانتوں کے برش پر نمک چھڑک کے دانت صاف کیا کریں - نہ صرف چمک پیدا ہوگی بلکہ دانتوں پر مصر میل کی تہ بھی نہ جمنے پائیگی -

مختلف دھبے - تارکول کے دھبوں پر مکھن مل کے گھنٹہ دو گھنٹہ پڑا رہنے دیں - پھر دھو ڈالیں - چائے کے دھبوں پر گلیسرین لگا کے تھوڑی دیر بعد دھو دیں - پرانے سے پرانا دھبہ بھی جاتا رہے گا - ریشم یا کسی اور کپڑے پر پسینے کے دھبے پڑ جائیں تو لیموں سے دُور کئے جاسکتے ہیں - دھبے کے حصہ کو گرم پانی کے پیالہ پر خوب کس لیں - دھبہ پر لیموں نچوڑیں اور ہلکے ہلکے ملیں حتی کہ وہ غائب ہوجائے - اب اسے گرم پانی میں ڈبوئیں نچوڑ ڈالیں اور استری کردیں - انڈے اور خون کے دھبے سرد پانی سے دُور کئے جاسکتے ہیں - پہلے کپڑا ٹھنڈے پانی میں ڈبوئیں پھر گرم پانی سے دھو ڈالیں - چکنائی کے دھبے بہت گرم پانی سے دُور ہو جاتے ہیں - سب سے ضروری بات یہ ہے کہ وہ مقام فوراً خشک کردیں - اگر استری موجود نہ ہو تو گول گول حرکت کی رگڑ سے سکھادیں - اس صورت میں نشان رہ جانے کا بہت کم امکان ہوگا -

منقش چوکھٹے - پرانی تصویریں منقش چوکھٹوں میں جڑی ہوتی ہیں جب ان کے نقش و نگار خراب ہوجائیں تو اس خرابی کا علاج یہ ہے کہ وہ تین تصویروں کے چوکھٹے کسی معمولی گہری رکابی میں رکھ کے ان پر پانی ڈالو تاکہ وہ بالکل بھیگ جائیں - پھر پانی نچڑ جانے دیں - اور گھسے ہوئے نقشوں پر کلورائڈ آف لائم کا سومیوشن (ایک حصہ مائع کیلیس کلوریٹ Liqour calcis chlorate اور ۹ حصہ پانی) ڈالیں عام طور پر جادو کی طرح دھبے جاتے رہیں گے اگر اکا دکا کوئی رہ جائے تو اس جگہ خالص مائع کیلیس کلوریٹ ڈالیں - اگر پھر بھی نہ جائیں تو اس میں تھوڑا سا پتلا کیا نائٹرو

مو۔ یاٹک ایسڈ Diluted Nitro-muriatic acid ملائیں۔ صاف ہونے پر بار بار مختلف پانیوں سے دہوئیں تاکہ ان سے مصالحوں کا اثر بالکل جاتا رہے۔ اس کے بعد آئرن گلاس یا سریش Isinglass or glue کے بہت ہلکے مرکب میں انہیں رکھدیں بعض پرانی تصویروں کے جمع کرنیوالے اس مرکب میں قہوہ کی تلچھٹ یا اسی قسم کی اور چیز ملا دیتے ہیں اس سے نقش زرد رنگ کے ہو جاتے ہیں۔ جاذب کی تہوں میں رکھ کے نقشوں کو خشک کریں۔ اور اس پر کوئی بھاری کتاب رکھدیں اور آخر میں گرم گرم استری کردیں۔ تاکہ آب آجائے۔ نقشوں پر کوئی صاف کاغذ رکھ کے استری کریں۔

خانگی ٹوٹکے ۔ گھبرا جانے والی بیبیاں غذا کا خیال رکھیں۔ اور کام میں کچھ کمی کردیں دو انڈوں کی سفیدی پھینٹ کے سوا دو چھٹانک اُبلا ہوا ٹھنڈا پانی اور ایک چٹکی نمک ملائیں اور دل چاہے تو تھوڑی سی بورا ملالیں۔ اسے پینا مفید ہے۔ مالٹ بھی بڑا طاقت بخش اور سکون آور ہے۔ ۴ پونڈ مالٹ اس قدر ٹھنڈے پانی میں کہ وہ اسے ڈھک ڈالیں۔ اور ۲۴ گھنٹے بھیگا رہنے دیں۔ اس میں سے آٹھ پیالے دو گھنٹے تک اُبالیں۔ دوسرے برتن میں چھانیں اور ڈیمرارا شکر Demerara Sugar ۴ پونڈ ڈال کے گھنٹہ بھر اور اُبالیں اور اس شربت کو بوتل میں بند کرکے رکھیں دن میں دو مرتبہ ایک چمچہ تھوڑے پانی میں ملا کے دیں۔

روغن زیتون جلے ہوئے مقام آبلوں اور چوٹ کی تکلیف اور اکڑ کو دور کردیتا ہے۔ اگر اسے نمک کے ساتھ ملا کے مٹی سا کردیا جائے تو ایسی لکڑی جس کا رنگ گرمی میں بگڑ جائے اس سے درست ہو جاتی ہے۔ لگا کے آدھ گھنٹہ تک چھوڑ دیں۔ اسے اُتار کے جلا دیدیں

آئینے کے چوکھٹے عموماً جگہ چھوڑ دیا کرتے ہیں۔ پلاسٹر آف پیرس ٹھنڈے پانی میں لئی سی بنالیں۔ پرانا کھرچ دیں آئینہ کے کناروں پر یہ لئی لگائیں اور چوکھٹا جمادیں۔ زائد لئی چھٹا دیں۔ آئینہ چند گھنٹوں تک میز پر لیٹا پڑا رہنے دیں۔ تاکہ لئی کی تہ مضبوط ہو جائے۔

پروکسائڈ آف ہیڈروجن سے غرارہ کریں۔ دانت سفید ہو جائیں گے۔ اگر بال زیادہ اُٹھے تو سمجھ لیں کہ کہیں دانت گل رہا ہے۔ مہاسوں کی کیل نکال کے پروکسائڈ میں سینک ڈبوئیں اور اس مقام پر لگائیں۔ جلد آرام ہو جائے گا اور نشان باقی نہ رہے گا۔

موتیوں کی مالا کٹی ہوئی مگنیشیا کی ڈبیہ میں رات بھر رکھی رہنے دی جائے اور صبح کو نرمی سے برش کرکے سفوف جھاڑ دیا جائے۔ مالا صاف اور چمکدار ہو جائیگی۔

جڑاؤ طلائی زیورات زرد صابن کے گرم جھاگوں میں جن میں سال وولاٹائل Sal Volatile دس سے پندرہ تک قطرے ملادیئے جائیں دہونے چاہئیں۔ سہاگہ اور گرم پانی سے چاندی کے زیور خوب دمک اٹھتے ہیں۔

محمد ظفر

سلائی کی کتاب

خدا بھلا کرے محترمہ آمنہ نازلی صاحبہ اور ان تمام عصمتی بہنوں کا جن کی کوشش و جانفشانی سے نہایت مفید کتابیں دفتر عصمت سے شائع ہو کر طبقۂ نسواں میں بیحد مقبول ہو رہی ہیں۔ محترمہ آمنہ نازلی صاحبہ نے یہ کتابیں مرتب کر کے طبقۂ نسواں پر بہت احسان کیا اور اپنی بے ہنر بہنوں کو باہنر بنا دیا۔ خانہ داری سے ناواقف بہنوں میں خدا کے فضل سے ان کتابوں کی بدولت سلیقہ آگیا؟ وہ باورچی خانہ کے کام سے واقف ہوگئیں نیز کروشیا اور کشیدہ کاری موتیوں کے کام میں کافی مہارت ہوگئی۔

اب میں ایک تجویز پیش کرتی ہوں امید ہے عصمتی بہنیں میری ناچیز تجویز سے اتفاق کرینگی؟ دور موجودہ میں سلائی کے کام کا شوق طبقۂ نسواں میں بہت ترقی پر ہے۔ اس مضمون پر کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں مگر درزیوں کے سوا اس کا مضمون عورتوں کی سمجھ میں نہیں آتا۔ ایک ایسی کتاب کی اشد ضرورت ہے جس میں ہر قسم کے کپڑے قطع کرنے اور سینے کی ترکیبیں بہت آسان سلیس زبان میں درج ہوں تاکہ بہنیں آسانی سے سمجھ سکیں؟ آجکل قسم قسم کے جمپر بلاوز نیو فیشن قمیص مردانہ زنانہ سوٹ شلوار غرارہ فراک باڈیاں وغیرہ بچوں کے لباس تیار ہونے لگے ہیں مختلف عضووں کی خواتین مندرجہ بالا لباسوں کی ترکیبیں مفصل لکھیں اس کتاب سے طبقۂ نسواں کو بہت فائدہ پہنچے گا اس کتاب سے غریب بہنیں بھی اپنی گذر اوقات کا سامان مہیا کرسکیں گی۔ محترمہ آمنہ نازلی صاحبہ بہت جلد اس طرف توجہ فرما کر دفتر عصمت سے سلائی کے متعلق ایک کتاب شائع کر کے ممنون فرمائیں۔

[illegible]

بقایا بزم عصمت

زبیدہ خانم جالندھر کی خدمت میں عرض ہے کہ ہر روز صبح کے وقت پام اولو Palm olive کے صابن سے منہ دھوئیں اور ایک پاؤڈر کا نسخہ ذیل میں درج کرتی ہوں اسے استعمال کریں نہایت مجرب اور آزمودہ ہے۔

Mag Carb - میگ کارب I Dr ۱ ڈرام
Boric acid بورک ایسڈ ½ " ½
ZinK Oxide - زنک اوکسائڈ ½ " ½
Hyd amman ہائڈ اموائن 15 ۱۵ گرین
Rose tabd. روز ٹابلائڈ حسب ضرورت

یو ایس بنت حکیم ناطق صاحب کی خدمت میں ایک کریم کا نسخہ درج کرتی ہوں جو نہایت مفید ہے انشاء اللہ بیحد فائدہ مند ہوگا۔

Zinch Idin II Q. زنچر آیوڈن ۲ ڈرام
Lin camphor لینی منٹ کیمفر " "
Lin opic لینی منٹ اوپی آئی " "
Oil Coconut ½ روغن ناریل ½ اونس

خریداری نمبر ۳۷۳ کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ اپنی نوسالہ بچی کے تالو میں خالص شہد لگائیں اور دورِ ان دردِ سر میں ۴ گرین کی اسپرین پاؤڈر کی پڑیہ کھلائیں انشاء اللہ بہت جلد تمام شکایتیں رفع ہو جائیں گی۔

سیدہ کنیز بیگم پیر کوٹ سدھانہ کی خدمت میں گذارش ہے کہ گھونگر والے بال بنانے کی قینچی ایس اے بی بخشی اینڈ کمپنی کوہاٹی ۷ کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ سے دستیاب ہو سکتی ہے۔

کافیہ بیگم ناموس



میری بڑی بہن کی شادی تاریخ ۸ جولائی کو محمود علی خانصاحب ڈپٹی کلکٹر سے بخیر و خوبی ہوگئی عہ کی حقیر رقم روانہ کرتی ہوں یتیم بچیوں کے خرچ میں لایئے اور دعا کیجیے کہ دونوں خوش وخرم رہیں آمین ناچیز زاہدہ بیگم جبل پوری

محترمہ بہن مسز ظہر حسن مرزا گملہ ضلع رانچی کی خدمت میں عرض ہے کہ جو نسخہ کدو دانہ کا عصمت ماہ جون ۳۱ء میں لکھا تھا اس میں کچھ موسم وغیرہ کا تو خیال نہیں ہے نیز یہ بھی دریافت کرنا ہے کہ بادبڑنگ خشک پیس کر پانی کے ساتھ پھانکی جاتی ہے یا چبا کر کھائی جائے۔ برائے مہربانی بذریعہ عصمت مطلع فرمائیں ممنون ہونگی۔

مسز محمد اوصاف صاحب ایم اے صدیقی بنارس

عرصہ ہوا میں بہت سخت بیمار ہوگئی تھی اس کے بعد سے مجھے دل کے دورے آنے لگے ہیں جس کے باعث دماغ اس قدر کمزور ہوگیا ہے کہ بال گرنے لگے ہیں اس کا مجھے بہت افسوس ہے۔ اکثر دوائیں استعمال بھی کیں لیکن کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ اس لئے میں عصمتی بہنوں سے التجا کرتی ہوں کہ کوئی بہن آزمودہ تیل یا کوئی اور چیز بالتفصیل لکھیں جس سے دماغ بھی مضبوط ہو

اور بال اپنی اصلی حالت پر آجائیں۔ بلکہ بہنیں کوئی ایسی مجرب دوا بتائیں جس سے بال نرم اور سیاہ بھی ہوں بہت ممنون ہونگی اور انشاء اللہ خاطر خواہ فائدہ ہونے پر اطلاع دونگی۔ کیا کوئی بہن مجھ پر اتنی مہربانی کریں گی کہ مجھے میرے پتہ پر جلد از جلد مطلع کریں۔ پتہ حسب ذیل ہے۔

جناب خواجہ تاج الدین صاحب سب رجسٹرار نرکٹیاپور ڈاکخانہ۔ نرکٹیا گنج ضلع مینیاری۔

ہمشیر خواجہ ڈاکٹر ضیاء الدین حسین آرزی

براہ کرم کوئی بہن کسی ایسی دکان کا پتہ بتائیں جہاں سے سستے نرخ پر پوتھ اور خوب لابنی لابنی پردے بنانے کے کام کی نلکیاں دستیاب ہوسکیں نیز اس کے نرخ سے بھی آگاہ فرمائیں کہ کتنے پونڈ کے حساب سے خرچ ہوتی ہیں جو بہن تکلیف فرمائیں گی میں انکی بہت ممنون ہونگی۔

محمودہ خاتون بنت قاضی سید نصیر الدین احمد صاحب بریلی

محترمہ جے کے نکہت بنت سید الطاف حسین اٹاوہ کی خدمت میں عرض ہے کہ نارنگی کے چھلکے اور حسن یوسف لیلین دو دو تولہ لینے کے بعد دوا خشک رہتی ہے۔ کیا اسمیں پانی ملایا جاسکتا ہے اگر پانی نہ ملایا جاسکتا ہو تو کیا ملایا جائے۔ بذریعہ عصمت ...

مضامین کی رسید

ناقابل اشاعت مضامین کی رسید بصورت مطبوعہ کارڈ جواب تک مضمون نگاروں کو بھیجی جاتی تھی آیندہ صرف انہیں کو بھیجی جائیگی جو اڈیٹر کے نام خط میں تین پیسے کے ٹکٹ بھی رکھیں گے۔

یہ مضامین شائع ہونگے :- (ممکن ہے بعض مضامین کے عنوانات بدل جائینگے)

مظلوم، شیر خوار بچوں کے دانت نکلنا - محبت - جھوٹا بچ - نیند - خیالات - بچوں کی پرورش - دارزنگون - موت - ناشکری آداب محفل - دعا - لباس - گواہ - پانی اور دودھ -

ناقابل اشاعت

افسوس ہے مندرجہ ذیل مضامین عصمت میں درج کئے جاسکتے ہیں

نہ بنات ہیں ۱۰ر اکتوبر تک ۱ر پیسے کا ٹکٹ آنے پر مضمون نگاروں کو واپس کئے جاسکتے ہیں لیکن راستہ میں تلف ہونے کے ہم ذمہ دار نہ ہوں گے جو خواتین اور حضرات ۲ر کے ٹکٹ بھیجدینگے ان کا مضمون بذریعہ رجسٹری واپس کردیا جائے گا۔

طلسم ازدواج - مسلم خواتین لاہور کا اجتماع - برقعہ خواب کی تعبیر - خیال - دختران ہند سے (نظم) خواب میں التجا - کسم - مولوی عبدالماجد اور طلاق - علو ہمتی - جمیلہ کی مصیبت دل کی ایک آہ - نظم از ایس ایچ - ایک نظر ادھر بھی - جہاں بدی کرو - برسات کا موسم - گم گشتہ کی تلاش - سرمایہ داری - زندگی - شاعر - پردہ اور عورت - غسل خانہ۔

مضمون نگاری کے قواعد

مضمون نگاروں کو عصمت کے لئے مضامین بھیجنے سے قبل ان باتوں کا خیال رکھنا چاہئے

(۱) مضامین کاغذ کے ایک رخ پر روشن سیاہی سے نظر ثانی، مناسب ترمیم و اصلاح و اضافہ کے لئے ایک سطر چھوڑکر خوشخط لکھنے چاہئیں۔

(۲) اڈیٹر کے نام خط میں مضمون نگار کا صحیح نام اور پورا پتہ درج ہونا ضروری ہے

(۳) مضمون جہاں تک ہو مختصر لکھنا چاہئے لیکن بڑا مضمون ہو تو مکمل بھیجا جائے نامکمل مضمون کسی حالت میں شائع نہیں کیا جاسکتا۔

(۴) مضمون کسی کتاب یا رسالہ سے نقل ہو یا ترجمہ یا اخذ ہو تو اس کا حوالہ ضرور دیدیا جائے۔

(۵) عصمت کے لئے صرف وہ مضامین بھیجے جائیں جو عصمت کے لئے لکھے جائیں - وہ مضمون ہرگز نہ بھیجا جائے جو کسی اور پرچہ کے لئے بھیجا گیا ہے

(۶) عصمت کے مضامین کے لئے پامال پرانے عنوانات جن پر بارہا عصمت میں مضامین شائع ہو چکے ہیں انتخاب نہیں کرنے چاہئیں۔ نئے نئے موضوعات پر چھوٹے چھوٹے مضامین جو اسلوب بیان - ندرت خیال، وغیرہ کے اعتبار سے دلچسپ سمجھے جاسکتے ہیں خوشی کے ساتھ شائع کئے جاتے ہیں۔

(۷) مضامین میں تہذیب و سنجیدگی کا پورا خیال رکھنا چاہئے جو مضامین ذاتیات سے آلودہ ہوتے ہیں یا جن سے کسی مذہبی فرقہ کی دل آزاری ہو سکتی ہے ردی کردیئے جاتے ہیں۔ عصمت مذہبی جھگڑوں کا اکھاڑہ نہیں ہے عصمت کے لئے ایسے مضامین بھیجنے چاہئیں جو ہندو مسلمان عیسائی پارسی سب کے لئے مفید ہوں کیونکہ عصمت" شریف ہندوستانی بیبیوں" کا پرچہ ہے

(۸) مضامین کی زبان سلیس اور عام فہم ہونی چاہئے - رنگین بے معنی عبارت ہمیں ناپسند ہے، فارسی عربی انگریزی الفاظ ٹھونسنے سے مضمون بھدا ہوجاتا ہے۔

جو مضامین عصمت میں شائع ہوتے ہیں ان کا دائمی حق اشاعت محفوظ ہوتا ہے۔ بحق عصمت۔

عصمت سال کے بہترین مضامین پر جولائی میں قریباً چار سو روپیہ کے انعامات مضمون نگار خواتین میں تقسیم کرتا ہے - نادار کم استطاعت مضمون نگار عورتوں کو معاوضہ بھی دیتا ہے غیر مسلم خواتین کے مضامین بڑی خوشی سے شائع کئے جاتے ہیں۔

مشہور افسانہ نگار خواتین کے افسانوں کے مجموعے

گلستانِ خاتون

یہ جنت مکانی کے بیش افسانوں کا مجموعہ ہے، شہید ظلم، آرزوں پر قربانی، انقلاب زمانہ، تربیت اولاد، طرز زندگی، حق کی فتح، دوسری شادی وغیرہ وغیرہ۔ محترمہ خاتون اکرم کے وہ سبق آموز موثر اور درد انگیز افسانے ہیں جو نسوانی دنیا میں غیرفانی درجہ رکھتے ہیں جن کی وجہ سے زنانہ رسالوں کے خریداروں میں سینکڑوں کا اضافہ ہوگیا۔

اس سے پہلے کسی ہندوستانی خاتون کے ایسے بلند پایہ افسانوں کا مجموعہ اردو میں نہیں چھپا۔ ہندوستانی خواتین گلستان خاتون پر جتنا فخر کریں کم ہے، ہر افسانہ ہماری معاشرت کی تصویر ہے، کہیں ہنسی آتی ہے کہیں آنسو نکلتے ہیں۔ **پیسہ اخبار** لکھتا ہے کہ یہ دلچسپ افسانے ہیں جن میں کوئی واقعہ خلاف قیاس نہیں بلکہ عین مشاہدہ اور فطرت کے موافق ہے ان کی دلچسپی خاتمہ کتاب پر خود بخود مائل کردیتی ہے۔ **اخبار ریاست** کی رائے نہ صرف خواتین بلکہ مردوں کو بھی ان سبق آموز اخلاقی افسانوں کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔ **رہنما** لکھتا ہے:۔ یہ افسانے نہایت دلچسپ و موثر انداز میں لکھے ہیں اور ہر افسانہ اس قدر دلکش ہے کہ بغیر پورا کئے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ یہ افسانے ہمارے موجودہ تمدن و معاشرت کی خوبیوں کی اصلاح کرنے والے ہیں۔ **ذوالقرنین** لکھتا ہے:۔ ان میں ایک خاص خوبی یہ ہے کہ جس کا کیرکٹر بیان کیا ہے اس میں موقع و حیثیت کے لحاظ سے زبان و لہجہ استعمال کیا ہے۔ ہر افسانہ روزانہ کام آنے والی مفید و نتیجہ خیز باتوں کا حامل ہے۔

زنانہ لٹریچر میں گلستان خاتون کی نظیر نہیں نکل سکتی۔ ہر افسانہ لاجواب ہے۔ مسٹر راشد الخیری نے کتاب کا دیباچہ لکھا ہے نہایت خوبصورت چھپی ہے۔ آرٹ کاغذ لگایا گیا ہے۔ چھپائی رنگین۔ ٹائٹل کئی رنگ کا۔ قیمت صرف ۱عہ جو اس کی خوبیوں کے مقابلہ میں کچھ نہیں۔

منیجر عصمت دہلی

شہیدِ وفا

محترمہ امت الوحی صاحبہ جن کے مضامین تقریباً بیس سال سے زنانہ پرچوں میں شائع ہوکر پسندیدگی کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں اس مجموعہ میں مندرجہ ذیل افسانے ہیں:۔ شہید وفا، نکاح کا افسوس، مجذوب کی سرگذشت، بیٹے کی تمنا، تصویر عبرت، بجلی کا راز، سیاہ نقاب پوش، جوہری کی دوکان، تین خون، عصمت کی رائے ہے:۔ محترمہ امت الوحی دور حاضرہ کی کامیاب افسانہ نگار خواتین میں سے ہیں، شہید وفا کے افسانے پڑھنے کے لائق ہیں۔

تہذیب نسواں کی رائے ہے:۔ محترمہ امتہ الوحی صاحبہ عرصہ سے اصلاحی معاشرتی مضامین لکھ رہی ہیں جو نسوانی حلقوں میں نہایت دلچسپی سے پڑھی جاتے ہیں شہید وفا کے افسانوں کی زبان سیدھی سادی اور بے تکلف انداز بیان دلنشین ہے

اخبار انقلاب لاہور کا ریویو، شہید وفا کے افسانے کافی دلچسپ ہیں اور اصلاح اخلاق و معاشرت کی نظر سے لکھے گئے ہیں، مصنفہ محترمہ کو فطرت انسانی کے بعض اسرار پر خاص دسترس حاصل ہے اور بعض اوقات نہایت انشاپردازانہ سمجھ بوجھ کے ساتھ لکھتی ہیں۔ قیمت عمر ایک روپیہ رعایتی ۱۲ بارہ آنہ

نیرنگ

مشہور افسانہ نگار محترمہ ایس آر کرانیہ کے ۱۳ مختصر افسانے:۔

راہِ ہدایت	ایثار عظیم	شبہ	جستجوئے محبت
زندگی کی آخری شب	طلاق	ضمیر کی آواز	بیوی کی محبت
رشک	احساس فرض	گنجینۂ صبر	مزنہ، نیکی کا بدلہ

رسالہ عصمت نے اس کتاب کے ریویو میں لکھا ہے ان افسانوں کو پڑھ کر محبت، ہمدردی، ایثار، ہمت، خودداری، کے پاکیزہ جذبات پیدا ہوتے ہیں، عبارت شستہ انداز بیان میں کافی زور اور اثر۔ تحریر میں روانی اور خاص ادبیانہ شان، نیرنگ اخلاقی و معاشرتی افسانوں کا دلاویز مجموعہ ہے۔

ایڈیٹر صاحب ظل السلطان کی رائے ہے کہ مس ایس آر کرانیہ صاحبہ نہ صرف عورتوں میں بلکہ اردو کے مرد افسانہ نگاروں میں بھی ممتاز درجہ رکھتی ہیں انکے بعض افسانوں کے پلاٹ اتنے دلچسپ اور دلنشین ہیں کہ آپ کو مبہوت بنادیں گے جبتک افسانہ پڑھتے رہیں گے اسکے کرداروں میں محو رہیں گے، اور بھی کئی رسالوں اور اخباروں عمدہ ریویو کئے ہیں۔ قیمت عہ ملنے کا پتہ۔

منیجر عصمت دہلی

دولت پر قربانیاں

تعلیم یافتہ اور روشن خیال لڑکی کا اس وجہ سے کہ غیر کفو میں شادی کرنے سے ترکہ پدری دینا ہوگا۔ برادری کے لڑکے سے جو لڑکی کے لئے عمر و قابلیت کے لحاظ سے موزوں نہیں اور مذاق و خیالات جداگانہ رکھتا ہے شادی کردینے کے دردناک نتائج اور دولت کی لالچ میں سوکن پر بیٹی بیاہنے کا دردناک انجام۔ یہ انعامی سلسلے کے پانچ بہترین افسانے خواتین ہی کے لکھے ہوئے ہیں ہر سال ہندوستان میں لاکھوں بے زبان لڑکیاں رواج اور دولت پر قربان ہوجاتی ہیں۔ قابل دید کتاب ہے قیمت ۸ر

ایک طبیب سیّدزادی

اپنے دادا سر سیّد احمد خاں کے نقش قدم پر

سیّدہ واحدہ بیگم صاحبہ فرماتی ہیں:۔ میرے والد ماجد عالیجناب حکیم سیّد ضیاءالحسن صاحب قبلہ ہمشیرہ زادہ سر سید احمد خاں صاحب بانی علیگڈھ کالج ایک سن رسیدہ اور نہایت تجربہ کار حکیم ہیں۔ حکیم غلام رضا خانصاحب مرحوم کے ساتھ ۱۸۹۹ء میں حیدر آباد دکن کے ایک بڑے رئیس کے معالجہ میں انہوں نے شہرت خاص حاصل کی۔ پھر ۲۲ سال تک حکیم اجمل خانصاحب مرحوم کے ہاں نہایت ہی ذمہ دارانہ اور اعلیٰ طبی خدمات انجام دیں۔ تجربہ و مہارت فن دونوں حیثیتوں سے آج دہلی میں صرف یہی طبیب رہ گئے ہیں جو سب سے پرانے حکیم ہیں۔ علاج کیا کرتے ہیں مسیحائی کرتے ہیں۔ ان کے دامن شفقت میں میں نے پرورش اور فن طب کی تعلیم پائی ہے۔ جو عمر بھر میں ذخیرہ ان کا ہے وہ میرا ہے۔ مشکل موقع آتا ہے تو ان سے مشورہ کرتی ہوں۔ اور دہلی میں میرے سوا یونانی طبابت کی جاننے والی کوئی خاتون نہیں۔ جن بہنوں کو ڈاکٹری علاج سے نفع نہیں ہوتا مجھ سے رجوع کرتی ہیں۔ اکثر کامیاب مقصود اور شفایاب ہوتی ہیں۔ بعض بے اولاد بہنوں کے اولاد میرے علاج سے ہوئی اور بہت سی بہنیں جو پرانی اور الجھی ہوئی بیماریوں میں مبتلا تھیں اچھی ہوگئیں۔ اپنے دادا سر سیّد احمد خاں کے نقش قدم پر چل کر کہ انہوں نے اپنی زندگی قوم پر نثار کردی۔ میں بہنوں کی خدمت طبابت کے ذریعہ سے کررہی ہوں اور جو بہنیں کہ مجھ تک نہیں پہنچ سکتیں اب ان کے لئے یہ اشتہار شائع کرتی ہوں وہ اپنے حالات بند لفافہ میں مع ٹکٹ ۱/ مجھکو بھیجدیں میں خود اور اگر ضرورت ہوگی تو اپنے ستر سالہ والد سے مشورہ کرکے نسخہ تجویز کردوں گی۔ اس کے بعد اختیار ہے کہ دوا جہاں سے چاہے منگالیں دو ایک خاص اور بہت چلتی ہوئی دوائیں نمونہ کے طور پر لکھتی ہوں کہ جن سے والد صاحب کے مجربات کی عظمت و شان ظاہر ہوگی جن بہنوں کو نفع حاصل ہو میرے حق میں دعائے خیر کرتی رہیں کہ اللہ تعالےٰ مجھے میرے جد امجد حضرت رسول اللہؐ کی مرضی کا ہمیشہ تابعدار رکھے۔ آمین

روغن ناصور دندان

دانتوں کا ناصور جسے انگریزی میں "پایوریا"، کہتے ہیں میرے پاس اس کی ایسی دوا ہے کہ یورپ اور ہندوستان میں اس مرض کی اس سے بڑھکر دوا نہیں ہے۔ منہ میں یہ بیماری ہو تو پاس بیٹھنے والیاں گھن کھانے لگتی ہیں اور رفتہ رفتہ دق کا مادہ پیدا ہوجاتا ہے جدید مغربی تہذیب نے اس بیماری کو عالمگیر کردیا ہے۔ خدا کے لئے غفلت اور بے پروائی نہ کیجئے اپنی جان کا اور اپنے بال بچوں کا خیال کرکے کہ خدانخواستہ ماں اگر نہیں تو بچے کیسی بیکسی کے حوالہ ہوجاتے ہیں۔ جلدی اس دوا سے اس موذی اور جان لیوا مرض سے چھٹکارا حاصل کرلیجئے۔ قیمت فی شیشی ۲/

نوٹ:۔ اگر تندرستی میں اس روغن کا روزانہ استعمال رہے تو دانتوں میں کوئی بیماری نہ ہوگی۔ اور خدا چاہے بڑھاپے میں بھی مضبوط رہیں گے۔

مصالحہ گیسو دراز

نہایت خوشبودار مصالحہ سر کے بال دھونے کا ہے جس سے بال نکھر جاتے ہیں۔ ان کی جڑیں مضبوط ہوجاتی ہیں اور وقت سے پہلے سفید نہیں ہونے پاتے، اور وہ بڑھتے اور گھنے ہونے شروع ہوجاتے ہیں۔ دماغ کو قوت اور آنکھوں میں ایک تازگی آتی ہے اور سر کی خوشبو ہفتہ بھر تک قائم رہتی ہے ایسی عجیب چیز ہے کہ سبحان اللہ۔ ایک دفعہ استعمال کرنے والیاں پھر ہمیشہ اسی مصالحہ کو بار بار طلب کرتی ہیں۔ قیمت ایک پونڈ صرف ۲/ (ع عرصہ کے لئے کافی ہوگا) قسم دوم مصالحہ اکسیر ۱/ فی پونڈ ۸/

اس کے علاوہ نسوانی امراض کی تیر بہدف دوائیں میرے پاس ہیں بہت سے اندرونی امراض کی خراب یافتہ بہنیں جنہیں ہسپتالوں سے ناکام آنا پڑا تھا میری خدمت و تدبیر سے اچھی ہوگئی ہیں۔ دواؤں کے بنوانے کا کام میں اپنی نگرانی میں کرتی ہوں اس کام کو میں تنہا نوکروں پر نہیں چھوڑتی ہوں اس لئے میرے ہاں کی بنی ہوئی دوائیں اونچے اونچے گھرانوں میں بلکہ حکیموں کے گھروں میں شوق اور حاجت اعتبار کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں۔ خط و کتابت کے لئے ۱/ کا ٹکٹ بھیجا جائے

روغن نفیس افزا

یہ روغن اسم مسمیٰ ہے بڑی جستجو اور کوشش سے تلوں کو پھولوں میں بسا کر اور ادویہ مناسبہ برائے مزاج و موسم شامل کرکے بذریعہ مشین تیار کرایا گیا ہے اس میں کوئی ایسنس نہیں نہ اور خوشبوئیں اوپری شامل کی گئی ہیں۔ یہ روغن خود ذاتی خوشبودار آملہ کے جزو سے تیار کیا گیا ہے ہر ایک مزاج کے واسطے موافق ہوا ہے، میں نے اپنی بہنوں کے واسطے نہایت جانفشانی اور کوشش سے تیار کرایا ہے آپنے بہت سے تیل قیمتی اپنے سر میں استعمال کئے ہوں گے مگر یہ ناچیز تحفہ اپنی بہنوں کو پیش کرتی ہوں استعمال کے بعد کسی روغن کو ترجیح نہ دیں گی بعد استعمال مصالحہ گیسو دراز کے اپنے سر میں اس روغن کو ڈالیں پھولوں کی مہک سے پاس کے بیٹھنے والے خوش ہوں گے ایک ہفتہ تک خوشبو قائم رہتی ہے۔ قیمت

پتہ:۔ واحدہ بیگم۔ یونانی میڈیکل ہال پھول منڈی مکان نمبر ۱۷۲ دہلی کوچہ تاراچند

اردو زبان میں سب سے بہتر مولود شریف

آمنہ کا لال

حضرت علامہ راشد الخیری کی تصنیف

دلی کے کھنڈروں سے ایک صدا

نوبت پنج روزہ

حیات صالحہ

اس سال کی جنتری مفت منگائیے منیجر عصمت دہلی

اردو زبان کا سب سے بہتر مولود شریف

آمنہ کا لال

حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی تازہ تصنیف

مدت سے کئی سال سے تعلیم یافتہ مسلمانوں کو انتظار تھا نہایت آب و تاب کیساتھ چھپکر تیار ہے

اب رمی لکھی عورتوں کی مجالس میلاد میں یہی کتاب پڑھی جائیگی اور دینی غیر مسلم سہیلیوں کو بڑے فخر کیساتھ بلائیں گی اور اعلیٰ تعلیم یافتہ مرد بڑے ذوق و شوق سے آمنہ کے لال کا مطالعہ کرینگے کیونکہ اس میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جو خلاف عقل کہا جا سکے۔ نثر کے ساتھ ساتھ جہاں جہاں نظم ہے وہ بھی اس قدر موثر ہے کہ اہل دل تڑپ جائیں کیونکہ تمام اشعار خود علامہ محترم ہی کے ہیں۔

آمنہ کے لال میں علامہ راشد الخیری کا بہترین لٹریچر ہے

بہت خوبصورت ٹائیٹل۔ دبیز کاغذ۔ عمدہ لکھائی چھپائی قیمت ایکروپیہ

اس کتاب کی مقبولیت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اکثر خواتین و حضرات نے دو دو پانچ پانچ اور دس دس جلدیں ایک ساتھ منگالی ہیں

ملنے کا پتہ منیجر عصمت دہلی

دِلّی کے کھنڈروں سے ایک صدا

شاہجہاں آباد اجڑ چکا گو اس کے کھنڈر اب تک بسنے والوں کے کانوں میں صاف صاف ضبط کے ساتھ اس وقت بھی اپنے مکانوں کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں۔ آج سے سو سال پہلے دلی کیا تھی۔ بادشاہ کا شہر، قلعہ معلی کی بہاریں، شاہی جگمگے، میلے تماشوں کے رنگ۔ دربار کی کیفیت۔ قطب صاحب کے مقبرے۔ پیر غیب۔ مشاعرے اور نوکر شاہی۔ شہزادوں کی چہل پہل۔ ہندو مسلمانوں کی معاشرت رمضان عید۔ سلونو۔ سالگرہ کے تزک و احتشام۔ شادی بیاہ کی رسوم۔ غرض دور گزشتہ کی بہار اگر دیکھنی ہو تو

مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی معرکۃ الآرا تصنیف

نوبتِ پنج روزہ یعنی وداعِ ظفر

ملاحظہ ہو جس میں آخری تاجدار مغلیہ کی پانچ نوبتیں اس قدر درد انگیز پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ خون کے آنسو رلاتی ہیں۔ پانچویں نوبت وہ ہے جب دلی نے بادشاہ کو وداع کیا۔ غدر سنہ ستاون کے واقعات، انگریزوں کا ظلم، مظلوموں کی حالت زار۔ مردوں کی بربادی۔ عورتوں کی مجبوریاں بادشاہ کے بیہم مصائب۔ ناممکن ہے کہ آپ نہ رو جائیں بغیر زوجہ کے بادشاہ کی تصویر اور تین عکسی تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ ہزاروں جلدیں ہاتھوں ہاتھ نکل چکیں، تیسرا ایڈیشن ہے قیمت صرف عہ مصور ایڈیشن قسم خاص نہایت عمدہ کے چکنے ولایتی کاغذ پر ہے قیمت ہر ملنے کا پتہ منیجر عصمت دہلی

مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی بہترین تصنیف

حیاتِ صالحہ

صالحات جو بیس سال سے نایاب تھی اور کئی کئی قیمت پر بھی نہیں ملتی تھی۔ برسوں کی محنت و تلاش اور سینکڑوں روپیہ صرف کرنے کے بعد اب پھر چھپکر تیار ہے۔

صالحات ہی وہ پہلی تصنیف ہے جس نے علامہ راشد الخیری مدظلہ کے کمال نسانہ نگاری کا ہندوستان بھر میں ڈنکا بجوایا تھا اس میں ایک نیک لڑکی کی زندگی کے وہ تمام واقعات نہایت ہی موثر پیرایہ میں لکھے گئے ہیں جو اکثر ہندوستانی گھروں میں پیش آتے ہیں۔ صالحات سے معلوم ہوگا کہ وہی باپ جو اولاد کا عاشق زار ہے کس طرح بچوں کی جان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہو جاتا ہے۔ صالحات بتائیگی جاہل سوتیلی ماں کس طرح سوکن کے بچوں کی دشمن پیدا کرتی ہے۔ صالحات سے معلوم ہوگا کہ نیک گھر کی لڑکیاں مصائب کا کیسے کیسے ایثار اور صبر سے مقابلہ کرکے دنیا کو حیرت میں ڈالدیتی ہیں۔ یہ مضمون آج سے چالیس سال پہلے کے گھرانوں کی معاشرت۔ رسم و رواج وغیرہ نہایت دلچسپ طریقہ سے بیان کئے گئے ہیں۔ طرز تحریر کا کیا کہنا! زبان ٹھیٹ قلعہ معلی کی بیگماتی۔ کوثر سے دھلی ہوئی نہایت اس قدر موثر کہ کلیجے کے پار ہوتے ہیں۔ ہندوستانی زبانوں میں مستورات کے مطلب کے اس قدر بلند معاشرتی ناول بہت ہی کم لکھے گئے ہیں۔ صفحات چار سو سے زیادہ۔ اعلیٰ قسم کا دبیز کاغذ عمدہ لکھائی چھپائی قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ علاوہ محصول

ملنے کا پتہ منیجر عصمت دہلی

اس سال کی جنتری مفت منگائیے منیجر عصمت دہلی

October 1932

Vol. 49

No. 4

Regd. No. L.1872

The Ismat Delhi.

India's Leading Literary Ladies Magazine.

مصنفہ مرحوم حضرت علامہ راشد الخیری کی تصانیف
لڑکیوں اور عورتوں کیلئے بے مثل کتابیں

آمنہ کالال	عہ/	قلب حزین	۸/
سیدہ کالال ۸/ و ۱۲/		گلدستہ عید	۸/
الزہراء	۱۲/	روداد قفس	۱۲/
امت کی مائیں	۱۲/	گرفتار قفس	۴/
وداع خاتون	۹/	تفسیر عصمت	۵/
صبح زندگی	۱۲/	انگوٹھی کا راز	۸/
شام زندگی	۸/	منازل ترقی	۴/
شب زندگی	۶/	جوہر عصمت	۱۲/
نوحہ زندگی	۱۴/	سیلاب اشک	۱۲/
جنوانی زندگی	۸/	طوفان اشک	عہ/
حیات صالحہ	۱۲/	نانی عشو	۱۰/
طوفان حیات	مہ/	ولایتی نخی	۹/
جوہر قدامت	۱۲/	منازل السائرہ	۶/
مغز شیطانی	۱۲/	بنت الوقت	۸/
مودہ	۸/	امین کا دم واپسیں	۴/
ستو نتی	۸/	بچہ کا کرتہ	۴/
مندگی اری شہزادیاں	۱۲/	ویڈیا کی سرگذشت	۳/
وداع ظفر	۱۲/	فسانہ سعید، سراب مغرب	

اسلامی تاریخ ناول کی طرز پر

عروس کربلا	۱۲/	تیغ کمال	۱۲/
محبوبہ خداوند	۱۲/	اندلس کی شہزادی	۸/
یاسمین شام	۱۲/	سودائے نقد	۵/
شہنشاہ کا فیصلہ	۴/	شہید مغرب	۶/
منظر طرابلس	۵/	سات روحوں کا اعمالنامہ	۸/
دُر شہوار	۸/	محصول ڈاک بذمہ خریدار	

شریف بیگمات کیلئے اعلیٰ درجہ کی کتابیں
کھانے پکانے کی کتابیں

جن کی تیاری میں ہندوستان کے ہر حصہ کی قریبا ۱۵۰ معزز خواتین نے حصہ لیا ہے جن کی تمام ترکیبیں تجربہ کرلی گئی ہیں اور جن سے زیادہ مستند اور صحیح مفصل و مکمل کوئی کتاب آجتک ہندوستان میں نہیں چھپی۔

عصمتی دسترخوان ۶/	مشرقی مغربی کھانے ۶/	بچوں کے کھانے ۸/
بیماروں کے کھانے ۱۰/	عصمتی ہنڈکلیا ۸/	مذاقیہ کھانے ۴/ ناشتہ ۱۰/

دستکاری کی کتابیں

جو بیٹے اپنے موضوع پر نہایت مفید اور کارآمد کتابیں تسلیم کی گئی ہیں

عصمتی کروشیا ۱۲/	عصمتی کشیدہ عہ/	گلدستہ کشیدہ ۱۲/
موتیوں کا کام عہ/	سلمہ ستارہ کا کام	خواتین کی دستکاریاں ۶/

تصانیف فخر نسوان ہند محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی

جو زنانہ لٹریچر کی چوٹی کی کتابیں ہیں جن پر ملک کے مشہور اخبارات اور رسائل نے نہایت شاندار ریویو کئے ہیں جن کے بغیر کوئی زنانہ کتب خانہ مکمل نہیں کہا جا سکتا۔ آرٹ کاغذ پر چھپی ہیں۔

جال منتشیں عہ/	گلستان خاتون ۱۲/	پیکر وفا ۸/	بچھڑی بستی ۶/

معزز خواتین کے لکھے ہوئے

دلچسپ اور سبق آموز اصلاحی و معاشرتی ناول افسانے وغیرہ جن میں لڑکیوں اور عورتوں کو نہایت مفید باتیں بتائی گئی ہیں۔

انوری بیگم ۱۲/	دولت پر قربانیاں ۸/	ہنسی کی باتیں ۸/
مشیر نسواں ۱۲/	خواتین اندلس ۴/	تاریخی لطیفے ۸/
سرگذشت ہاجرہ ۱۰/	تندرستی ہزار نعمت ۴/	بچوں کی تربیت ۱۰/
موہنی ۱۰/	شمع خاموش ۴/	بچوں کی دنیا ۶/
غیرت کی پتلی ۹/	تحریر النسا ۱۲/	مختصر دنیا ۵/
چار رُخ ۴/	عقل کی باتیں ۸/	آئینہ موٹر ۱۲/

محصول ڈاک بذمہ خریدار — **ملنے کا پتہ منیجر رسالہ عصمت دہلی** — محصول ڈاک بذمہ خریدار

THE ISMAT DELHI

عصمت



شریف ہندوستانی بیبیوں کے لیے

[illegible] عصمت [illegible]

مولانا علامہ راشد الخیری [illegible]

[illegible] ہر انگریزی مہینے میں ایک بار شائع ہوتا ہے

چندہ سالانہ [illegible]

ایڈیٹر رازق الخیری

چندہ سالانہ قسم دوم ساڑھے تین روپیہ

عصمتی دسترخوان کا دوسرا حصہ
مشرقی مغربی کھانے

کھانے پکانے کی بےمثل کتاب عصمتی دسترخوان کی طرح اس دوسرے حصہ کی بھی تمام ترکیبیں تجربہ کے بعد لکھی گئی ہیں اور صرف وہ درج کی گئی ہیں جو عصمتی دسترخوان میں نہیں ہیں عصمتی دسترخوان حصہ اول میں سادے اور ترکاری کے سالن ۳۰ اور سلونے میٹھے چاولوں کی ۲۰ ترکیبیں ہیں لیکن مشرقی مغربی کھانے میں سادے و ترکاری کے سالن کی ۴۰ نئی ترکیبیں ہیں اور مختلف قسم کی بریانی پلاؤ کھچڑی تنجن مزعفر زردہ وغیرہ ۲۸ نئی ترکیبیں ہیں۔ اسی طرح اور بہت سے کھانوں کی ترکیبیں اس کتاب میں زیادہ ہیں۔ ایرانی، عربی، ترکی، شامی، جرمنی، انگریزی فرانسیسی جاپانی کھانوں کی کافی ترکیبیں ہیں ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں کھانے پکانے کے سلسلہ میں نہایت ہی کارآمد نہایت ہی مفید سو (۱۰۰) صفحوں کے گراں بہا مضامین ہیں جن کا ہر خاتون کی نظر سے گزرنا اشد ضروری ہے۔

چند عنوانات

علم غذا کے متعلق ایک یورپین خاتون کا مفصل مضمون

کھانے کے اصول	باورچی خانہ کیسا ہو	اناج کا صندوق
نعمت خانے	پکانے کے اصول	کچی سبزیاں
کھانے کا کمرہ	سبز ترکاریوں کے خواص	پھلوں کے فائدے
کون سے کھانے ساتھ کھانے میں نقصان ہے		کونسی غذا دیر میں ہضم ہوتی ہے
جرمنی باورچی خانہ	جاپانی باورچی خانہ	ایرانی دعوت
آداب طعام	ہماری خوراک پر ایک سائنٹفک مضمون	

کتاب مشرقی مغربی کھانے اکثر اعتبار سے عصمتی دسترخوان سے بھی بڑھ گئی ہے قیمت عہ/

ملنے کا پتہ - مینیجر عصمت دہلی

عصمتی کروشیا
کروشیا کی شوقین بہنوں کے لئے بہترین کتاب

بگلہ نما گاڑی	نارم ہاؤس	گڈ نائٹ	ڈاک بنگلہ
مسجد کا دروازہ	مرغ	شیر ببر	کلمہ طیبہ
تاج محل آگرہ	جامع مسجد	۵ نفیس انسرشن	۱۱ دلاویز جھالریں
۲ خوبصورت کونے	خوش آمدید	عید مبارک	درخت نما ڈالی
چڑیا ڈالی پر	طرہ دان	پروار گھونٹے	گارڈ بلیں
راج ہنس	بچہ مع تیر کمان	میز پوشش	ایک خاتون مع پنکھا
ٹی کوزی	تولئے	بہت سے گلدستے و گلدان	

۲۵ عصمتی بہنوں نے یہ کتاب تیار کی ہے اور فن کروشیا کی مشہور ماہر محترمہ فاطمہ انور علی صاحبہ نے ترکیبیں اور ہدایات مرتب کی ہیں قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ عہ/ عصمت کی مشہور مضمون نگار محترمہ ر، ا، کی رائے ہے کہ یہ خوبصورت اور کامیاب کتاب بہت محنت سے مرتب کی گئی ہے، محترمہ لطیف بیگم صاحبہ جن کے سلائیوں کے کام کے مضامین حلقہ عصمت میں خوب قبول ہو چکے ہیں لکھتی ہیں عصمتی کروشیا کے نقشے اس قدر صاف واضح اور آسان ہیں کہ سمجھنے میں بالکل دقت نہیں ہوتی۔ محترمہ بلقیس بیگم مؤلفہ کروشیا کی رائے ہے جو ہدایات دی گئی ہیں ان سے نمونے بنانے میں بہت سہولت ہو جاتی ہے

عصمتی کشیدہ

میز پوش، پلنگ پوش، رومال، کرسیوں کے گدے، تکیوں کے غلاف چادر پوش وغیرہ کے وسط اور کونوں کے مختلف پھولوں بوٹوں گلدستوں کے کئی درجن خوبصورت خوبصورت نمونے، وضع وضع کی دلاویز بیلیں۔ ساری، فراک قمیص وغیرہ کے بہترین نمونے ۱۵۰ کے قریب ہیں کارآمد ہدایتیں اور مفصل ترکیبیں اس قدر آسان کہ بچیاں بھی سمجھ سکیں اور ہنرمند اور سلیقہ شعار ہو جائیں بہت پسند کی گئی ہے عہ/

خواتین کی دستکاریاں

جو عورتیں مالی دقتوں سے پریشان یا آمدنی کی کمی اور اخراجات کی زیادتی نے پریشان کر رکھا ہے وہ اگر ایک جلد منگائیں تو گھر پر خودداری اور عزت کے ساتھ زندگی گذار سکتی ہیں کیونکہ اس کتاب میں نادار غریب عورتوں کو نہایت کارآمد بیش بہا مشورے دیئے گئے ہیں اور بہت سی کاموں کی اس قدر تفصیل ان کر دی ہے کہ پردہ نشین عورتیں بغیر کسی کا احسان اٹھائے صرف اس کتاب کی مدد سے مالی پریشانیوں کو بآسانی دور کر سکتی ہیں خواتین کی دستکاریاں جہاں غریب عورتوں کو بہترین مشورہ دیگی وہاں امیر عورتوں کو بھی ہنرمند اور سلیقہ شعار بنا دیگی - قیمت ۸/ مینیجر عصمت دہلی

زنانہ کتابیں

نام کتاب	کیفیت	قیمت
ثروت دلہن	اصلاح معاشرت پر دلچسپ ناول جس میں عورتوں کے مطلب کا اصلاح اخلاق میں بہترین مددگار تعلقات میں صحیح روش اختیار کرنیکا ہدایت نامہ ہے	عہ
انجام زندگی	علامہ راشد الخیری کے رنگ میں لکھی مشہور انشا پرداز کی تصنیف تین مختلف الخیال لڑکیوں کی معاشرت عورتوں کی زبان بہت سبق آموز	
کامل دائی	یا لیڈی ڈاکٹر دائی گیری کے متعلق مشہور کتاب اس میں بچہ کی بیماریوں کا علاج بھی ہے۔	۲
انشائے نسواں	لڑکیوں کو خط وکتابت سکھانے کی مفید کتاب باتصویر	۸/
اسلام اور عورت	دنیا کے مشہور مذہبوں سے مقابلہ کرکے اور قرآن وحدیث کے حوالہ سے ثابت کیا ہے کہ اسلام سے زیادہ کسی مذہب نے عورت کو حقوق نہیں دیئے ۔ از ڈاکٹر سید احمد صاحب بریلوی	۱۰/
پتھر سے ہیرا	ڈاکٹر سید احمد صاحب کی نہایت ہی دلچسپ تصنیف سچا تبلیغی قصہ ہے جس سے معلوم ہوگا کہ عورت کی ہمدردی ومحبت کیا طاقت رکھتی ہے بچوں کی تربیت کا صحیح طریقہ کیا ہے	۱۴/
بیوی کی تعلیم	خواجہ حسن نظامی نے اسبق اپنی بیوی کے لئے لکھے ہیں ان کا مجموعہ ہے تعلیم یافتہ عورتوں کی معلومات کم از کم اتنی ضرور ہی ہونی چاہئے جتنی اس کتاب میں ہیں بہت مقبول کتاب ہے عہ بیوی تربیت	عہ
اولاد کی شادی	لڑکی لڑکے کی شادی بعد میں کرنا پہلے یہ دیکھ لو	عہ
اتالیق خطوط نویسی	تینوں حصے خواجہ حسن نظامی کے وہ خطوط جو بیوی بیٹی اور مریدوں کو لکھے تھے بڑے دلچسپ خطوط ہیں لڑکیاں پڑھ لیں تو خط لکھنا آجائے	عہ
شمیم	نہایت دلچسپ معاشرتی اخلاقی ناول صحیح افسانہ نگاری کے اصول پر سبق آموز ظرافت انگیز، عبرتناک، دو ضخیم جلدوں میں چھپا ہے - باتصویر ہے دوسری دفعہ چھپی ہے	للعہ
اتالیق نسواں	عورتوں کو عملی کام اور انتظام خانہ داری سکھانے بہو بیٹیوں کو سگھڑ اور سلیقہ شعار بنانے والی مشہور ومقبول کتاب۔ ایک شریف لڑکی کو جو کچھ جاننا چاہئے وہ سب اس کتاب میں ہے - ۱۰ حصے - ۱۲۰۰ شکلیں ۱۳۰۰ صفحے مشاہیر قوم نے بے انتہا پسند کیا ہے کئی دفعہ چھپ چکی ہے آپ بھی پسند کرینگی - ضرور منگائیے	للعہ
سیرۃ صدیقہ	رسول اکرم کی چہیتی بیوی اور مسلمانوں کی ماں حضرت عائشہ صدیقہ کے نہایت مفصل ومکمل سوانح حیات	۱/
سیرۃ الکبریٰ	حضرت فاطمۃ الزہرا خاتون جنت کی والدہ ماجدہ سب سے پہلی مسلمان حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی مقدس زندگی کے حالات	۱۲/
بہشتی جھومر	یا معلمہ لڑکیوں کے لئے اسلامی دستور العمل دلچسپ قصے کے پیرایہ میں	۱۰/
صحابیات	رسول اکرم صلعم کی بیویوں بیٹیوں اور اس زمانہ کی ان مشہور مسلمان عورتوں کے حالات جنہوں نے اسلام کی کبھی نہ مٹنے والی خدمات انجام دیں	عہ
دختران شمشیر	تمام زمانوں کی اور تمام قوموں کی بہادر جانباز حوصلہ مند خواتین کے حالات	

نام کتاب	کیفیت	قیمت
	جنہوں نے میدان جنگ میں تلوار کے جوہر دکھلائے اور انقلاب برپا کرکے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا	عہ
فطرت نسوانی	مرد وعورت کی فطرت واخلاق کا نمونہ ہنری کارٹن فرانسیسی مصنف کی نہایت مشہور کتاب جس کا یورپ کی زبانوں میں ترجمہ ہوا	۱۲/
گہوارہ تمدن	جس میں مولانا نیاز فتحپوری نے دکھایا ہے کہ دنیا کی تہذیب وشائستگی عورت کی کس درجہ ممنون ہے	۲/
مشاہیر نسواں	یا سیر الصحابیات، اسلامی دنیا کی مشہور ومتاز عورتوں کا مستند تذکرہ	عہ
ماں بچہ کی نگہداشت	جس کا ہر ماں باپ کے پاس ہونا ضروری ہے	۲/
عورت نامہ	حضرت اکبر الہ آبادی کی نظمیں قطعات رباعیات عورتوں کے متعلق	۴/
زنانہ بستہ	چھوٹی بچیوں کی دس ننھی ننھی کتابیں جن سے انہیں اچھی طرح لکھنا پڑھنا آجائیگا اور خانہ داری کے کاموں سے واقفیت ہو جائیگی	عہ
پردہ	مولانا عبد الحلیم شرر کی مشہور مقبول کتاب عورتوں کے حقوق پر بھی بحث ہے	عہ
مخدرات تیموریہ	مغلیہ خاندان کی تمام نامور شہزادیوں اور بیگمات کا دلچسپ سبق آموز تذکرہ	۲/
حلیمہ	ایک سگھڑ لڑکی کے حالات دلی کی زبان میں سبق آموز قصہ	۴/
عالم خیال	مولانا شوق قدوائی کی مشہور تصنیف۔ عالم خیال کے چار رخ میاں بیوی ایک دوسرے سے جدا ہیں ان کے سچے جذبات ایک ایک شعر حفظ کرنے کو جی چاہتا ہے قیمت ۔ باتصویر	عہ
شادی سے پہلے } شادی کے بعد	دونوں کتابیں پڑھنے کے قابل ہیں	۴/ ۔ ۴/
نصیحت کا کرن پھول	مولانا محمد حسین آزاد نے لڑکیوں کے لئے یہ قصہ چالیس سال پہلے لکھا تھا۔ بہت مشہور ہے	۸/
خادمات خلق	عورتوں کی جانبازی اور ایثار کی سچی کہانیاں	۱۰/
آداب نسواں	مستورات کے لئے اخلاق وآداب کی بہترین کتاب	۵/
شوہر کی نصیحتیں	مرد وعورت دونوں کو پڑھنا چاہئے -	۴/
گھر اور گھر والی	گھرداری کے متعلق کارآمد ومفید ہدایتیں	۴/
زنانہ خط وکتابت	لڑکیوں کو خط وکتابت سکھانے کے لئے مفید کتاب ہے	۵/
معین الخواتین	زچہ بچہ کے لئے ایک قابل ڈاکٹر کی مفید ہدایتیں	۸/
جمیلہ خاتون	ایک زیور کی دلدادہ عورت کی عبرتناک کہانی	۳/
صبر کی دیوی	ایک صابر وشاکر بی بی نے اپنے ظالم شوہر کو کس طرح راہ راست پر کرلیا	۳/
لیڈی ڈاکٹر حلیمہ خانم	ایک غریب مسلمان لڑکی نے تعلیم پاکر اسلام کی تبلیغی خدمت دنیا اور ہزاروں کے مجمع میں کمال کردیا۔ قابل دید ہے	۱۲/
مراۃ العروس	مصنفہ ڈپٹی نذیر احمد کا مقبول عام قصہ جس کا بہت سی زبانوں میں ترجمہ ہوا	عہ
بنات النعش	مراۃ العروس کا دوسرا حصہ یہ دونوں کتابیں سگھڑ بنادینگی	۱۲/
توبۃ النصوح	تیسرا حصہ اس رنگ کی کتاب اور نظر بچہ برینتی نکل گئی	عہ
ایامیٰ	بیواؤں کی شادی کے متعلق سبق آموز ناول ہے	[illegible]
فسانہ مبتلا	دو بیویاں کرنے کی خرابیاں نہایت درد انگیز ناول ہے	عہ
رویائے صادقہ	اسلام کی سچائی ثابت کی گئی ہے دلچسپ قصہ کے پیرایہ میں	۸/

مینیجر عصمت دہلی

مذہبی ادبی تاریخی کتابیں

نام کتاب	کیفیت	قیمت
مفتاح القرآن	دنیا بھر میں قرآن مجید کی نرالی اور جامع کلید جس سے ذراسی دیر میں جونسی آیت چاہیں مل جاتی ہیں مشکل الفاظ کی لغت - سورتوں کے مطالب، شان نزول، ہر حصہ میں پارہ رکوع آیت کی باقاعدہ ترتیب غرض بڑی خوبیاں کتاب میں ہیں - مولوی محمد ظفر صاحب ایم اے ال ال بی نے برسوں کی محنت کے بعد تیار کی ہے - قیمت دو روپے	۲
روح کے کرشمے	بیحد دلچسپ روحانی واقعات جس میں ثابت کیا ہے کہ روح فنا نہیں ہوتی ہمارے ارد گرد روحانی دنیا ہے - عبارت دلکش	۱۲
فلسفیانہ مضامین	مسلمانوں کے مایہ ناز فلاسفر مولانا عبد الماجد دریا آبادی کے بے نظیر مضامین جو بہت مقبول ہوئے -	۸
دامن باغبان	ڈاکٹر سعید احمد صاحب مشہور افسانہ نگار کے نہایت آسان بان میں نہایت دلکش سبق آموز نتیجہ خیز افسانے	عہ
مختصر تاریخ اسلامی	دنیا کی کسی زبان میں علامہ خیاط مصری کی اس کتاب سے بہتر اسلامی تاریخ شائع نہیں ہوئی اسلامی ممالک میں بطور نصاب پڑھائی جاتی ہے ۴ حصے ہیں (۱) حالات رسول اکرم صلعم (۲) تاریخ خلافت راشدہ (۳) تاریخ خلافت بنو امیہ (۴) خلافت بنو عباس - ترجمہ مولوی خلیل الرحمن صاحب نے کیا ہے - قیمت دو روپے گیارہ آنہ	۲/۱۱ علاوہ محصول
تاریخ اسلام	اسی مصنف کی کتاب کا دوسرا ترجمہ یہ پانچ حصوں میں ہے - اور زیادہ مفصل ہے قیمت پانچ روپے	۵
دیوان غالب مطبوعہ جرمنی	جس سے زیادہ خوبصورت آجتک کوئی دیوان نہیں چھپا	۳
پردہ غفلت	مسلمان خاندانوں کی معاشرت کی سچی تصویر آزادی نسواں و پردہ پر محققانہ بحث، اعلیٰ درجہ کا اخلاقی ڈرامہ جرمنی میں چھپا ہے	عہ
ہنسانے فسانے	جناب سید ابو تمیم فرید آبادی کے مضامین کا مجموعہ مہذب ظرافت کے بہترین نمونے اس قدر پر لطف کہ ہنسی ضبط نہ ہو سکے گی مگر کیا مجال جو تہذیب سے ایک نقطہ بھی گرا ہوا ہو	عہ
نگارستان	مولانا نیاز فتحپوری کے افسانوں کا مجموعہ پختہ عمر کی عورتیں ہیں	۲
شہاب کی سرگذشت	" " کا مشہور افسانہ	عہ
علمی کہانیاں	نئی نئی ایجادوں پر باتصویر کہانیاں جن سے معلومات بڑھینگی	عہ
علمی پہیلیاں	بڑی مزیدار پہیلیاں عورتیں اور بچے پڑھ لیں تو عقل میں ترقی ہو	۸
دختر سمرنا	خالدہ ادیب خانم وزیر تعلیمات ترکی کے چشم دید حالات تسخیر سمرنا کے دلچسپ ناول کے پیرایہ میں کنواری بچیاں نہ منگائیں	۱۲
تلاش حق	مہاتما گاندھی کی خود نوشت سوانح عمری کا سلیس اردو ترجمہ جس سے معلوم ہوگا کہ کیوں دھن کے پکے گاندھی کی ایک آواز نے دنیا میں ہل چل ڈالدی اور کیوں ہزارہا آدمی جیل کی سختیاں اٹھا رہے ہیں انگریزی میں گیارہ روپیہ قیمت کی ہزاروں جلدیں نکل گئیں - قیمت	عہ

دفتر عصمت کی چند خاص کتابیں

تعلیم و پردہ اس کتاب سے معلوم ہوگا کہ تعلیم نسواں کی طرف سے غفلت کرنے سے مسلمانوں کو کیسا شدید نقصان پہنچ چکا ہے - اور اب ان کی ترقی و بہتری کی کیا صورت ہے اس کتاب میں مسلمان عورت کا تمام مذاہب کی عورتوں سے مقابلہ کیا گیا اور پردہ پر مختلف پہلوؤں سے بحث کی گئی ہے اور قرآن و حدیث سے ثابت کیا گیا ہے کہ ہندوستان کا مروجہ پردہ نہ صرف اسلامی بلکہ سیاسی و معاشرتی نقطہ نظر سے بھی درست نہیں - مشہور افسانہ نگار محترمہ الیس آر کرمانیہ مصنفہ نیرنگ لکھتی ہیں اس موضوع پر اس سے بہتر کوئی کتاب میری نظر سے نہیں گذری کتاب خوب ہے قیمت ۱۲

خواتین اندلس مسلمانوں کے زمانہ میں سرزمین اندلس و اسپین نے باکمال خواتین پیدا کی تھیں جنہوں نے علوم و فنون کے دریا بہا دیے ہیں محترمہ مہر النساء صاحبہ نے ان خواتین کے حالات دلچسپ پیرایہ میں لکھے ہیں جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں طبقہ نسواں کیسی کیسی اعلیٰ پایہ کی شاعرہ ادیب مصورہ بذلہ سنج لطیفہ گو حاضر جواب خواتین رکھتا تھا - تاریخ میں افسانہ کا لطف - قیمت ۶ / چھ آنہ

تندرستی ہزار نعمت زہرہ بیگم صاحبہ فیضی بمبئی کے نہایت مفید مضامین جن میں صحت قائم رکھنے کے چند اصول بڑی خوبی سے بیان فرمائے ہیں سیاحت امریکہ اور یورپ کے بیش بہا تجربات قیمت صرف چار آنہ ۴

شمع خاموش اردو کی مشہور شاعرہ منجو بیگم لکھنوی کی دردانگیز اور موثر نظموں کا مجموعہ یہ نظمیں ہندوستانی مسلمان عورتوں کی مظلومیت کا صحیح ترین فوٹو ہے ہر شعر درد سے لبریز ہے پڑھکر آنسو نکل آتے ہیں کسی مسلمان خاتون کے کلام کا ایسا دردانگیز مجموعہ ابتک نہیں چھپا قیمت ۶

ہنسی کی باتیں عامیانہ اور بازاری لطیفے نہیں - ہندوستان کے معزز گھرانوں کی محترم خواتین کے لئے نئے نئے طبعزاد مہذب لطیفے - انہیں پڑھکر سنجیدہ انسان بھی بغیر ہنسے نہ رہ سکے ۸

تاریخی لطیفے دنیا کے نامور مصنفوں شاعروں بادشاہوں شہزادیوں، مذہبی پیشواؤں کے جو بہت سی کتابوں سے جمع کرکے لڑکیوں اور عورتوں کے لئے مشہور اہل قلم خواتین نے منتخب کئے ہیں - قیمت صرف آٹھ آنہ ۸

عقل کی باتیں دنیا کے بڑے بڑے آدمیوں پیغمبروں بادشاہوں مصنفوں، شاعروں ادیبوں اور فلاسفروں کے وہ ۷۰۰ اقوال جو برسوں کے تجربوں پر مبنی ہیں - جن میں زندگی ہنسی خوشی کامیابی سے گذارنے کا راز ہے قیمت صرف آٹھ آنہ

اخبار اندلس اندلس یعنی اسپین میں مسلمانوں نے آٹھ سو سال تک حکومت کی اسکو نہایت مفصل مکمل جامع حالات جس سے معلوم ہوگا کہ موجودہ یورپ کے استاد مسلمان ہی تھے، ادبی حیثیت سے بھی مولانا خلیل الرحمن صاحب کی یہ کتاب [illegible] مترجم کو ایکہزار روپیہ انعام اسکی طلائی تمغے ملے ہیں بڑی مشہور کتاب ہے، تینوں حصوں کی قیمت مجلد [illegible]



کسمیر میں شدت کا جاڑہ
ایک شارع عام کا منظر



ساڑھے چار میل کی بلندی سے چھلانگ :— مس شرواٹر ایک دلیر جرمن لڑکی جس نے حال
ہی میں معلم ہونے سے ساڑھے چار میل اوپر ایک ہوائی جہاز سے کود کر ریکارڈ قائم کیا ہے ۔



لیڈی علی شاہ والدہ ہز ہائی نس آغا خاں ہز مجسٹی شاہ
جارج کے ہاتھ سے سی آئی کا نشان لے کر بکنگھم محل سے
واپس لوٹ رہی ہیں۔



لاہور میں ایک کم سن حسینہ جنگ کی سالگرہ کے روز پوست کے پھول بیچ رہی ہے۔

عصمت دہلی

جلد ۴۹ بابتہ ماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۲ء نمبر ۶

تصاویر ۹

فہرست مضامین

چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک قسم خاص جو آرٹ کاغذ پر چھپتا ہے یعنی جس پر تصاویر چھپتی ہیں عہ روپے سو پچیس روپے
والیان ریاست سے سو روپے۔ فی پرچہ ایک روپیہ۔

قسم اول۔ جو دبیز چکنے کاغذ پر چھپتا ہے۔ پانچ روپے فی پرچہ سات آنے۔ ممالک غیر سے دس شلنگ سالانہ

قسم دوم جس کے مضامین تصاویر ٹائیٹل وغیرہ کا کاغذ معمولی ہوتا ہے ساڑھے تین روپے۔ فی پرچہ ۵ر

رسالہ عصمت ہندوستان کے تمام بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں پر مسرز اے ایچ وھیلر کے بک سٹال پر ملتا ہے۔

(باہتمام ابوالامین مولوی محمد امان الرحمن پرنٹر و پبلشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا)

دست کرم

خدا جزائے خیر دے ان دردمند مسلمانوں کو جنہوں نے گذشتہ سہ ماہی میں تربیت گاہ کی مالی امداد فرمائی۔

نواب سالار جنگ بہادر حیدر آباد دکن	سار
نواب خانخاناں بہادر حیدر آباد دکن	مار
حفیظ احمد صاحب مجسٹریٹ محبوب نگر دکن	صہ ر
مسز ایوب خاں صاحب جموں	عہ ر
نواب گوہر زمانی بیگم صاحبہ ڈومس سورت	لعہ ر
عبد الغنی صاحب آرٹشٹ دربھنگہ	صعہ ر
مسز احمد حسین صاحب ڈی سی دانا پور چھاؤنی	لعہ
مسز عطا الرحمن صاحب مظفر پور	عہ
بیگم عیوض علی صاحب پنڈرا بلاسپور	عہ ر
بیگم مولوی ابوالحسن سید علی صاحب حیدر آباد دکن	لعہ
مسز ام لے مجید خانصاحب اورسیر لاہور	لعہ
مسز اس مرزا صاحب کراچی	صعہ ر
عبد العزیز صاحب انجنیر جھانسی	صہ
بیگم صاحبزادہ عبد الجلیل صاحب کانپور	للعہ
بیگم محمد نعیم صاحب نصاری لکھنؤ	عہ
بیگم میر مہدی علی صاحب شہید حیدر آباد دکن	صہ
اس عیوص علی صاحب پنڈرا بلاسپور	صہ

شبیر احمد صاحب ملٹری ورکس پشاور سے بیگم اقبال احمد صاحب ڈی سی ہشیار پور جنہوں نے دس دس روپے روانہ فرمائے۔ ایس اے کریم صاحب امرتسر بیگم اکرام اللہ صاحب پشاور۔ شیخ شاہ باز خانصاحب جہلم مسز خانصاحب میر امانت علی اناؤ۔ مسز ام لے مجید خانصاحب لاہور۔ چودھری صغر علی صاحب کپور تھلہ بیگم ام عبد العزیز صاحب نصاری راولپنڈی محمد حفیظ اللہ گوجرہ لائل پور، عبد الرحمن صاحب راولپنڈی، زاہرہ سلطانہ بیگم صاحبہ لکھنؤ۔ مسز سعید صاحب گوردا سپور، سلطان طالب بیگم صاحبہ اٹک مسز نصیر الحق صاحب

مضمون نگاری کے قواعد

مضمون نگاروں کو عصمت کیلئے مضامین بھیجنے میں ان باتوں کا خیال رکھنا چاہیے

(۱) مضامین کاغذ کے ایک رخ پر درمیان میں سیاہی سے نظر ثانی۔ مناسب ترمیم و اصلاح و اضافہ کے لئے ایک سطر چھوڑ کر خوشخط لکھنے چاہئیں۔

(۲) اڈیٹر کے نام کے خط میں مضمون نگار کا صحیح نام اور پورا پتہ درج ہونا ضروری ہے

(۳) مضمون جہاں تک ہو مختصر لکھنا چاہئے لیکن بڑا مضمون ہو تو مکمل بھیجا جائے نامکمل مضمون کسی حالت میں شائع نہیں کیا جا سکتا۔

(۴) مضمون کسی کتاب یا رسالہ سے نقل ہو یا ترجمہ یا اخذ ہو تو اس کا حوالہ ضرور دیدیا جائے

(۵) عصمت کیلئے صرف وہ مضامین بھیجے جائیں جو عصمت کے لئے لکھے جائیں وہ مضمون ہرگز نہ بھیجا جائے جو کسی اور پرچہ کے لئے بھیجا گیا ہے۔

(۶) عصمت کے مضامین کے لئے پامال پرانے عنوانات جن پر بار بار عصمت میں مضامین شائع ہو چکے ہیں انتخاب نہیں کرنے چاہئیں نئے نئے موضوعات پر چھوٹے چھوٹے مضامین جو اسلوب بیان۔ ندرت خیال وغیرہ کے اعتبار سے دلچسپ سمجھے جا سکتے ہیں خوشی کے ساتھ شائع جاتے ہیں۔

(۷) مضامین میں تہذیب و سنجیدگی کا پورا خیال رکھنا چاہئے۔ جو مضامین ذاتیات سے آلودہ ہوتے ہیں یا جن سے کسی مذہبی فرقہ کی دل آزاری ہو سکتی ہے ردی کر دئے جاتے ہیں عصمت مذہبی جھگڑوں کا اکھاڑہ نہیں ہے عصمت کیلئے ایسے مضامین بھیجے چاہئیں جو ہندو مسلمان عیسائی پارسی سب کے لئے مفید ہوں کیونکہ عصمت شریف ہندوستانی بیبیوں کا پرچہ ہے۔

(۸) مضامین کی زبان سلیس اور عام فہم ہونی چاہئے، رنگین بے معنی عبارت بہیں ناپسند ہے، فارسی عربی انگریزی الفاظ ٹھونسنے سے مضمون بھدا ہو جاتا ہے۔

(۹) جو مضامین عصمت میں شائع ہوتے ہیں ان کا دائمی حق اشاعت محفوظ ہوتا ہے بحق عصمت۔

(۱۰) عصمت سال کے بہترین مضامین پر جولائی میں قریباً چار سو روپے کے انعامات مضمون نگار خواتین میں تقسیم کرتا ہے۔ نادار کم استطاعت مضمون نگار عورتوں کو معاوضہ بھی دیتا ہے غیر مسلم خواتین کے مضامین بڑی خوشی سے شائع کئے جاتے ہیں۔

اڈیٹر

تربیت گاہ بنات

میں نے پچھلے مہینہ میں لکھا تھا کہ تربیت گاہ بنات کی سب سے چھوٹی بچی اسوقت ایک سال سات مہینہ کی ہے۔ تربیت گاہ نے اسکو جس طرح حاصل کیا اور جو جو دقتیں پیش آئیں ان کا ذکر تکلیف دہ ہوگا۔ میں نے یہی لکھا تھا کہ رات کو جب آپ آرام فرمائیں اور اپنے بچوں کو کلیجہ سے لگائیں تو اس معصوم بچی کا بھی نالہ سنئے جو ملک کے دوزہ کو تڑپ رہی ہے، تخیل اس بچی کی فریاد آپ تک پہونچا دیگا

میرے ان الفاظ پر جن حضرات و محترمات نے اظہار ہمدردی فرمایا۔ میں ان کا شکر گذار ہوں اور ان محترم خواتین کی عنایت میرے شکریہ سے بالا ہے جنہوں نے دور دراز سے سفر کی تکلیف اٹھا کر ان بچیوں کو گود میں لیا اور اس معصوم بچی کو کلیجہ سے لگایا۔

سال گذشتہ میں میری آنکھوں نے اس مسلم خاتون کا بھی تماشا دیکھا جس کا جی یتیم بچیوں کی صورت دیکھکر متلانے لگا اور اسوقت میں نے اس مسلمان خاتون کی تشریف آوری بھی دیکھی جو حیدرآباد دکن سے روانہ ہوکر تربیت گاہ میں پہونچی دو ہفتہ کے قریب ان بیکس بچیوں کے پاس سوئی اپنے پاس سے اور اپنے ہاتھ سے ان بیکسوں کو کھانے کھلائے اور ان کو گلے سے لگا کر دی۔ تربیت گاہ کا تنگ اور بوسیدہ مکان غریب اور بے وارث مسلمان بچیوں کے دل اس محترم خاتون کی کیفیت فراموش نہیں کرسکتے جس کا جذبہ مذہب مقدس کا ایک نمونہ تھا۔ یہ محترم خاتون بیگم مولوی محمد یونس صاحب اسسٹنٹ انسپکٹر جنرل پولیس حیدرآباد دکن ہیں بیگم صاحبہ محترمہ کے ہمراہ انکی اپنی مامائیں اور نوکر موجود تھے۔ مگر انہوں نے ازراہ کرم ایک روز کی دعوت ان بچیوں کی بھی منظور فرمائی دعا ہے کہ بیگم صاحبہ اور ان کے صاحبزادے میاں امجد علی جو ابھی ولایت سے آئے ہیں اور ان کے شوہر اور تمام خاندان خوش و خرم رہے۔

استانی صاحبہ گلاب بیگم جموں کی تشریف آوری اور ان کے حوصلہ افزا کلمات بھی میرے دلی شکریہ کی مستحق ہیں استانی صاحبہ ایک ہفتہ سے تربیت گاہ میں مقیم ہیں اور فرماتی ہیں کہ یتیم بچیوں کا جو انتظام میں نے یہاں دیکھا اس کی تعریف نہیں کرسکتی۔ تربیت گاہ سچے معنوں میں بے مثل چیز ہے۔

میں نے سال گذشتہ میں بھی بدرجہ مجبوری یہ اعلان کیا تھا اور آج پھر عرض کرتا ہوں کہ جو کیفیت مجھپر گذر رہی ہے اور جو حالت مجھپر اسوقت طاری ہے وہ مسلمانوں کے رحم کی مستحق ہے میری آرزو اب یہ ہے کہ بقیہ زندگی کا ہر لمحہ تربیت گاہ کی یتیم بچیوں کی خدمت میں بسر ہو، یہی میری دنیا ہے اور یہی میرا دین مجھے خدائی کا جلوہ اور آقائے نامدار کی رضامندی ان ہی صورتوں میں نظر آرہی ہے مجھے اس کے سوا اب کسی چیز کی ضرورت نہیں، اس لئے میں زندگی کے ہر پل کو اگر کسی اور کام میں صرف ہو تو تضیع اوقات سمجھتا ہوں۔ پروفیسر مشہود حسین صاحب رامپور کی بچی چندا بی کی تعلیمی حالت دیکھ کر ڈاکٹر احسان خانصاحب

ایم اے پی ایچ ڈی اور نواب احسن رضا خاں صاحب رامپور کی بچیوں کو میں نے اس سشن میں لے لیا، محترمہ کنیز محمد بیگم صاحبہ منشی فاضل کا معاملہ مستثنیٰ ہے، انکی پیاری بچی خالدہ سلمہا ابھی دنیا میں نہ آئی تھی کہ انہوں نے تربیت گاہ میں بھیجنے کا قصد کر لیا تھا، اب جو حضرات اصرار فرماتے ہیں، ان سے بصد ادب ملتمس ہوں کہ ہندوستان میں بیسیوں رنگا ہیں ہیں۔ تربیت گاہ بنات میں مقدم وہ بدبخت بچیاں ہیں۔ جنکا اور کہیں ٹھکانا نہیں۔ میری گذشتہ خدمات اگر آپ حضرات کی رائے میں جیسا کہ آپ تحریر فرماتے ہیں پسندیدہ ہیں۔ آپ اس کے واسطے آمادہ ہو جائیے کہ میری نگاہ میں آپ کی بچیاں میری یتیم بچیوں کے مقابلہ میں کوئی امتیاز نہیں رکھتیں، اگر آپ کا تمول آپ کو یہ اجازت دے کہ آپ کی بچیاں ان کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھ سکیں تو میں حاضر ہوں ورنہ میرے واسطے دعا کیجئے کہ آخر وقت بھی یہ ہی معصوم مکھڑے جنکی سواری میرے آقا و مولا کے مبارک کندھے تھے۔ میری آنکھ کے سامنے ہوں میری گود میں ہوں اور میرے سینہ سے چمٹے ہوئے ہوں اور ان ہی کے طفیل میں اس دربار میں پہونچ جاؤں جس کا نام جپ رہا ہوں جو دین و دنیا کا بادشاہ ہے۔ آقا ہے ہادی ہے۔ مولا ہے۔ مالک ہے

یوپی کی ایک معزز خاتون نے مجھے تحریر فرمایا تھا کہ وہ تربیت گاہ میں خود داخل ہونا چاہتی ہیں میں نے جواب میں لکھدیا کہ میں ان کے داخلہ سے مجبور ہوں۔ تربیت گاہ صرف بچیوں کے واسطے ہے۔ اس خط و کتابت میں عرصہ ہو گیا تھا کہ اس مہینہ میں ایک روز بیگم صاحبہ صبح کی گاڑی سے اتر کر ہوٹل میں اسباب وغیرہ رکھنے کے بعد تشریف لائیں میں نے مسلمان عورت کی اس تعلیم کو جس میں اس کی ناموس کا تحفظ نہ ہو کبھی جائز نہیں سمجھتا۔ اس لئے میں اگر یہ کہوں کہ ایک مسلمان عورت کا شوہر کے خلاف بچوں کو چھوڑ کر تنہا سفر کرنا اور معمولی ہوٹل میں قیام فرمانا میری رائے میں پسندیدہ نہ تھا تو یقیناً وقت کی طاقت میرے خلاف ہوگی مگر ممکن ہے میری اس عرض پر کچھ مسلمان غور فرمالیں کہ اس دور میں جو آج کل گذر رہا ہے، ایک مسلمان عورت کا برقعہ اوڑھ کر سفر کرنا اور تن تنہا ایسی جگہ قیام کرنا جس کے اطمینان کا علم نہو خلاف مصلحت ہے۔ بہرحال میں شکر گذار ہوں اس محترم خاتون کا جس نے میری درخواست کو منظور فرمایا کہ وہ فوراً اپنا اسباب لیکر تربیت گاہ میں تشریف لے آئیں اور ان کے شوہر کا بھی جنہوں نے بیگم صاحبہ کے شوق کو پورا کر دیا ان کی تعلیم کا انتظام فرمایا اور میرے ایک ایسے کام کو جو انسانیت کا فرض تھا احسان سے تعبیر کیا

کل تربیت گاہ کا جشن معراج ہے عصمتی لڑکیاں تشریف لا رہی ہیں اور آج کل ہمارے ہاں خوب چہل پہل ہو رہی ہے۔ حاجی محمد غلام حسن صاحب خانصاحب آنریری مجسٹریٹ کی صاحبزادیاں دلی شکریہ کی مستحق ہیں کہ انہوں نے کل تشریف لا کر بیگم راشد الخیری صاحبہ سے کراچی کی ایک مشہور خاتون کے ذکر میلاد کا تقرر فرمایا

بلقیس جمال صاحبہ اور رابعہ پنہاں صاحبہ میری درخواست پر آج شام کو تشریف لا رہی ہیں میں اپنی یتیم بچیوں کی طرف سے ان ان دونوں کرمفرما محترمات کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

چھوٹی بچی (اقبال) کے متعلق جن محترم خواتین نے حالات دریافت کئے ہیں انکی خدمت میں عرض ہے کہ اسکی پرورش بیگم راشد الخیری صاحبہ کر رہی ہیں اسکو بازار کا دودھ دیا جاتا ہے۔ اور اب چار بسکٹ بھی مل رہے ہیں۔

راشد الخیری

ہر سخن موقع و ہر نکتہ مکانے دارد

اوپر کا مقولہ اگر غور کیجیے تو ایک زبردست حکمت کا خزانہ ہے۔ دنیا میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جو محض اپنی ذات سے اچھی یا بری ہو، بلکہ وہ اپنے موقع اور محل کے اعتبار سے اچھی بری سمجھی جاتی ہے۔ انسان کی بدترین خصلت جو ہوسکتی ہے وہ جھوٹ ہے۔ مگر اس جھوٹ کو کون برا کہیگا۔ جو ایک بے گناہ کی جان بچا دے یا دو جانی دشمنوں کے ملاپ کرا دے، اسی کے مقابلہ میں اس سچ کو دیکھئے جس کی وجہ سے اچھے خاصے دلوں میں فرق پڑے، ہر طرف فتنہ و فساد اٹھ کھڑے ہوں، لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو جائیں اور فائدہ کوئی بھی نہ ہو، ظاہر ہے کہ کوئی عقلمند ایسے سچ کی تعریف نہ کرے گا۔ والدین کی ناخوشی اولاد کے لئے ساری دنیا کی لعنت اور عقبیٰ کی روسیاہی ہے لیکن وہی حق کی تلاش کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق میں ساری دنیا کی فضیلت اور بارگاہ ایزدی میں سرفرازی کا باعث ہوگئی۔ بیوی بچوں کے حقوق کا ادا کرنا انسان کا فرض ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ عبادت اور خیرات میں بھی اس قدر زیادتی نہ کرو کہ اس سے اہل وعیال کی حق تلفی ہونے لگے، لیکن جہاد کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے گھر کا تمام سامان نقد و جنس لا کر بارگاہ نبوی میں حاضر کر دیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دریافت فرماتے ہیں کہ بال بچوں کے لئے کیا رکھا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ بس خدا اور اس کا رسول کافی ہے۔ ان کا یہ ایثار مقبول ہوتا ہے اور ان کے مرتبے کی بلندی پر بڑے بڑوں کو رشک آتا ہے۔

اسی طرح جہاں تک دیکھئے گا موقع اور محل کی تبدیلیوں سے خیالات و حالات میں ایسی حیرت انگیز تبدیلیاں نظر آئیں گی جن کا شمار کرنا مشکل ہے، کسی کا قید ہو کر جیل خانہ جانا انتہائی ذلت و بدنصیبی ہے۔ اور عزت و آبرو کے دامن پر ایک ایسا بدنما دھبہ جو کبھی چھوٹ نہیں سکتا۔ لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے وہی جیل خانہ باعث صد عزت و مرتبت ہوگیا۔ اس برگزیدہ نبی کی شان عصمت و بیگناہی کو اس کی سختی نے ابدالآباد تک کے لئے اور بھی زیادہ روشن اور منور کر دیا ہے۔ اس زمانے میں بھی جو لوگ ملک اور قوم کے لئے اس مصیبت کو برداشت کرتے ہیں وہ ملک کے لئے مایۂ ناز اور باعث صد افتخار سمجھے جاتے ہیں۔

یہ تو بڑے بڑے واقعات ہیں روزمرہ کی زندگی میں دیکھئے۔ ہر جگہ اس کا ثبوت ملتا ہے کہ وہی بات

ایک جگہ زہر سے زیادہ کڑوی معلوم ہوتی ہے۔ اور وہی دوسرے موقع پر شربت کا گھونٹ بن جاتی ہے بعض وقت کسی کا غصہ فرو کرنے میں بڑے بڑے عقل مندوں کے وعظ و پند بیکار رہتے ہیں اور ایک نادان آدمی کی ذراسی بات اس آگ پر پانی ڈال دیتی ہے،

ان تمام باتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے کوئی قوت کوئی خصلت کوئی جذبہ ایسا نہیں پیدا کیا ہے جس میں کوئی نہ کوئی مصلحت نہو اور وہ اپنی جگہ پر کار آمد نہو، مگر اس کا بے موقع استعمال کرنا اسے بدنام کر دیتا ہے۔ ایک غصے ہی کو لیجئے۔ غصیلا اور بدمزاج آدمی عام طور پر کتنا برا سمجھا جاتا ہے اور اس کے مقابلے میں ایک سلیم الطبع اور بردبار آدمی کی کس قدر تعریف ہوتی ہے لیکن اگر کسی کو اپنی صریح بے عزتی پر بھی غصہ نہ آئے یا اپنے خاندان کی توہین یا مذہب کے متعلق کسی ناگوار بات کی برداشت ٹھنڈے دل سے کرے تو آپ اس کی اس صفت کو کیا کہئے گا؟ ظاہر ہے کہ اس کو ایسی جگہ غصہ حق بجانب اور اس کا اظہار قابل تعریف ہوگا۔ اور برعکس اس کے برداشت کرنے والا بزدل اور بے شرم قرار دیا جائیگا۔

خندہ پیشانی سے رہنا اور خطادار کی خطا کا معاف کرنا سب لوگ اچھا سمجھتے ہیں لیکن اگر کوئی خاتون اپنے بچوں یا نوکروں کے ساتھ ہر وقت خندہ پیشانی سے پیش آئے اور ان کی کسی بات سے ان کی خوش مزاجی اور مہربانی میں فرق نہ پڑے تو ظاہر ہے کہ ان کی تربیت ٹھیک نہیں ہو سکے گی، بچوں کے دل میں ماں کا ادب اور بھلائی برائی کا امتیاز نہیں رہیگا۔ نوکر گستاخ نافرمان اور قصوروں پر دلیر ہو جائیں گے۔ بلکہ ان کے دل سے اپنے قصور کا احساس جاتا رہے گا۔ وہ خطا کو خطا ہی نہیں سمجھیں گے،

اور تو اور نوع انسان کے ساتھ نیکی کرنا ہر مذہب و ملت میں اور ہر شخص کے نزدیک اچھی بات ہے۔ اور کوئی بھی اس سے اختلاف نہیں کر سکتا، مگر اس کا بھی استعمال جب ٹھیک طریقہ پر نہو گا تو ضرور خرابی پیدا ہوگی۔ مثلاً ایک ظالم آدمی کو کوشش اور سفارش کر کے کسی اچھی عزت واختیار کی جگہ پر پہنچا دیا جائے تو ظاہر ہے کہ خدا کی بہت سی مخلوق اس کے ہاتھوں سے تکلیف پائے گی۔ اور اس کا جوابدہ وہی شخص ہوگا جس نے جانتے بوجھتے اسے یہ اختیار دیا۔ یا اس کا باعث ہوا۔ ایسے ہی موقع پر شیخ سعدی فرماتے ہیں۔ ؎

نکوئی با بداں کردن چنان است کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

(بُروں کے ساتھ نیکی کرنی ایسی ہے جیسی کہ نیک آدمیوں کے ساتھ برائی کرنی) اور یہی غلطی آج کل ہم لوگوں میں بہت زیادہ رائج ہو رہی ہے کسی کے لئے نوکری وغیرہ کی کوشش کرنا تو خیر مردوں کا کام ہے اور مستورات کو اس سے بہت ہی کم واسطہ پڑتا ہے۔ مگر شادی بیاہ کے معاملہ میں جہاں کہیں

کسی نے اپنے بیٹا بیٹی کی شادی کی فرمائش کی وہ خوشی خوشی اس ذمہ داری کو اپنے سر لے لیتی ہیں اور ان کی شادی کرا دینا ثواب سمجھ کر انتہائی کوشش سے اپنے مقدور بھر ان کے عیبوں کو ڈھانک کر رشتہ کرا دیتی ہیں۔ بعد میں جو کچھ ظلم وستم غریب لڑکی پر ہوں۔ یا لڑکی کی بدسلیقگی بدمزاجی کی وجہ سے لڑکے کو مصیبت اٹھانی پڑے اس کا ذرا خیال نہیں کرتیں کہ اس کا عذاب کس پر پڑے گا۔ بعد میں اکثر انہیں الزام بھی ملتے ہیں مگر وہ اس کی زیادہ پروا نہیں کرتیں۔ اور صاف جواب دیدیتی ہیں کہ بھئی اب یہ تمہاری قسمت ہے۔ ہم کسی کے دل کا حال تھوڑی جانتے ہیں۔ اس وقت تو ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ اور حقیقت میں ان کی نیت میں برائی ہوتی بھی نہیں۔ بلکہ وہی عام خیال کہ آگے چلکر خود ہی سب ٹھیک ہو جائیں گے۔ ایسی غلطیوں کا باعث ہوتا ہے کبھی کبھی یہ بھی ٹھیک نکلتا ہے اور بری عادتوں کی اصلاح بھی ہو جاتی ہے۔ لیکن عموماً کچھ اچھا نتیجہ نہیں ہوتا۔ اس لئے ایسے ذمہ داری کے کام بہت ہی سوچ سمجھکر کرنے چاہئیں۔ اور ہر بات منہ سے نکالتے یا لکھتے وقت یہ اندازہ کر لینا چاہئے کہ جب اس کی آزمائش کا موقع آئے گا تو اس میں فرق تو نہیں نکلیگا۔

سخاوت اگر اپنے ٹھکانے پر اور اپنی حیثیت کے مطابق ہے تو واقعی سخاوت ہے ورنہ فضول خرچی اور ناعاقبت اندیشی ہے۔ اسی طرح کفایت شعاری اور جزرسی جیسی قابل تعریف صفت بے جگہ ہو تو وہ بخل اور کنجوسی کے ذلیل نام سے یاد کیجائے گی

تکلف کو سب لوگ برا کہتے ہیں لیکن بے تکلفی کا حد سے بڑھ جانا تکلف سے بھی زیادہ تکلیف پہونچاتا ہے اور ایسے آدمی کا وقار بالکل جاتا رہتا ہے۔

غرض یہ کہ دنیا کا نباہ بھی عجب ٹیڑھی کھیر ہے۔ اس میں ہر ہر قدم اونچ نیچ دیکھکر ہر بات کا آگا پیچھا سوچ کر اٹھایا جائے۔ جب نیک نامی کی منزل مقصود پر پہونچنا نصیب ہوتا ہے۔ اور بالفرض اگر پھر بھی نہ پہونچ سکیں تو یہ اطمینان رہتا ہے کہ ہم غلط راہ نہیں چلے۔ یہ اطمینان بھی کچھ معمولی چیز نہیں۔ بلکہ خدا کی ایک بہت بڑی نعمت اور بخشش ہے۔ جو خدا ہم سب کو نصیب کرے۔ آمین۔

و۔ ا۔

لاوارث بچی

(سلسلہ کے لئے دیکھئے عصمت ستمبر ۲۵۱)

راحت نگری بیگم

راحت نگری بیگم اور نواب دہلی کی سیر کے لئے آئے ہیں، دہلی میں کوئی دربار ہونے والا ہے تمام روسا جمع ہیں۔ نواب زادہ راحت نواز خاں بھی ان کے ہمراہ ہے۔ اس سے قبل ایک دو مرتبہ دہلی آنے کا اتفاق ہوا۔ گو دہلی ان کی ریاست سے زیادہ دور نہ تھی مگر اس اطمینان سے کبھی آکر رہنے کا اتفاق نہ ہوا۔ اس مرتبہ نواب صاحب کا ارادہ تھا کہ تمام موسم سرما دہلی میں گذاریں اور سب رئیسوں سے ملاقات کریں کہ جو ضرور ایک مرتبہ سال میں دہلی آنا لازمی اور ضروری خیال کرتے ہیں۔ ایک بڑا بنگلہ اور چند مکانات ملازموں کے لئے کرایہ پر لے لئے۔ اور آکر بمعہ خدم وحشم قیام کیا۔ بیگم صاحبہ نے بھی ملاقات کا سلسلہ قائم کیا۔ ایک دو بڑی محفلوں میں بھی جانے کا اتفاق ہوا کہ جہاں نواب ثریا جاہ بیگم سے بھی ملاقات ہوئی۔ یہ مغلیہ خاندان کی نشانی سمجھی جاتی تھیں اور جو رئیس زادی دہلی میں آتی تھیں ان سے ملاقات کرنا ضروری سمجھتی تھیں۔ ثریا جاہ بیگم سے ملاقات ہوئی باتوں کا سلسلہ شروع ہوا تو بیگم نے زنانہ کالج کا بھی تذکرہ چھیڑا اور کہا کہ مجھے دیکھنے کا بہت شوق ہے اگر آپ مجھے اپنے ہمراہ لیجا کر دکھائیں تو میں بہت خوش ہونگی میں نے سنا ہے کہ وہاں رئیسوں کی لڑکیاں باہر سے آکر پڑھتی ہیں۔ میں اپنے بیٹے کے لئے کوئی لڑکی انتخاب کرنی چاہتی ہوں اور میرا خیال ہے کہ کوئی اچھی سی لڑکی مجھے ملجائے

نواب ثریا جاہ نے کہا بہت خوب میں آپ کو ساتھ لیجاؤں گی خود میری صاحبزادی بھی اسی جگہ پڑھتی ہے۔ میں اکثر جایا کرتی ہوں آپ کو لیچلوں گی،

دو چار دن کے بعد وقت مقرر کر کے دونوں بیبیاں کالج دیکھنے کو گئیں تمام چھوٹی جماعتوں کو دیکھکر جب میٹرک کے درجہ میں داخل ہوئیں تو لڑکیاں حسب معمول سر و قد تعظیم کو کھڑی ہوگئیں اور نواب ثریا جاہ بیگم اور تمام دیکھنے والوں کے حیرت و استعجاب کی کوئی حد نہ رہی کہ خود ان کی صاحبزادی عفت آرا اور راحت نگر کے نواب کی بیگم راحت زمانی میں اس قدر مشابہت اور یکسانیت تھی کہ دونوں حقیقی بہنیں یا ماں بیٹیاں معلوم ہوتی تھیں۔ فرق صرف اتنا تھا کہ وہ نوجوان اور زیادہ خوبصورت اور شاندار تھی اور بیگم صاحبہ کے حسن پر خزاں آچکی تھی۔ مگر آنکھ ناک کان رنگ اور قد میں سرمو فرق نہ تھا (باقی آئندہ)

فاطمہ بیگم منشی فاضل

تربیت اولاد

یہ ایسا نازک اور اہم مسئلہ ہے جسے نہایت فکر اور غور سے سمجھنے کی ضرورت ہے اور میں افسوس سے کہونگی کہ یہ جس قدر اہم اور ضروری ہے اسی قدر ہمیں اس سے لاپرواہ اور غافل۔ یہ بات سننے میں بہت آتی ہے کہ بچہ کا سب سے پہلا مکتب ماں کی گود ہے۔" مگر کوئی ماں بھی ایسی ہے جس نے اسے صحیح طور پر سمجھا ہو، اور اسے صحیح ثابت کیا ہو۔ عام طور پر بچوں کی پرورش و پرداخت پر کوئی توجہ نہیں ہوتی اور صرف یہی اصول مقرر کردیا گیا ہے۔ کہ جب تک بچہ کسی قابل نہ ہوا، بری یا بھلی کسی طرح سے گھر میں جاہل یا نام نہاد تعلیم یافتہ، بے فکر ماں کی آغوش اور ان پڑھ دائیوں کی نگرانی میں پلتا بڑھتا رہا۔ اس کے بعد کسی ماسٹر یا مولوی کے حوالہ کردیا گیا اور اس طرح بتدریج علم میں ترقی کرتا اسکول اور کالج میں داخل ہوگیا۔ اس کی زندگی کا نصب العین محض یہی قرار دیدیا گیا ہے کہ وہ علم کی کوئی نہ کوئی ڈگری حاصل کرلے، اور دنیا میں اس لائق ہوجائے کہ اپنی روزی آپ کما سکے اور پھر اس کے بعد اپنے متعلقین کی کفالت کرے۔

کس قدر افسوس کی بات ہے کہ بچوں کے قوائے عقلی اور ذہنی کی طرف سے اس قدر لاپروائی اختیار کیجائے کہ اگر ہم کسی شخص میں کچھ طبعی نقائص پاتے ہیں یا اس کا کوئی قول اور فعل عقل و انسانیت کے خلاف دیکھتے ہیں تو فوراً یہ اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ یہ شخص بیحد خراب ہے۔ میں کہتی ہوں کہ ہمیں اس کو مورد الزام ٹھہرانے کا کوئی حق نہیں۔ اس لئے کہ اس میں اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔ ہم اس کی ساری خرابیوں کا ذمہ دار خود اسے کیوں بنائیں؛ اگر وہ ایک راست باز آدمی نہیں ہے، اگر وہ صاحب عقل نہیں ہے۔ اگر اس میں اپنے فرائض کا احساس نہیں پایا جاتا اگر وہ انسانیت کا حق نہیں ادا کر رہا ہے۔ تو یہ سب اُس تربیت کا قصور ہے جو اسے دی گئی ہے۔ اور اس ماں کا قصور ہے جس کی آغوش میں پل کر وہ جوان ہوا ہے، بچہ کا "پہلا مکتب" بے شک سب سے پہلے "ماں کی گود ہے" اس لئے کیا ماں کا فرض یہ نہیں ہے، کہ وہ اس کی صحیح اور عمدہ تربیت کرے اور اسے بہمہ صفت موصوف اس قابل بنادے کہ وہ دنیا میں ایک بلند اور اعلیٰ شخصیت پیش کرسکے بچہ ذہناً ثابت ذی حس اور ہر اثر کو جلد قبول کرنے والا ہوتا ہے، اگر اسکو کوئی وہ اپنے گرد و پیش سچائی اور راستی اور نیکی دیکھے گا ہر شخص اسے عمدہ اور بہترین اوصاف سے متصف نظر آئیگا، برائیوں اور بدشوقیوں کی اسے کوئی نظیر نہیں ملے گی تو یہ امر ضروری ہے کہ وہ بھی وہی خوبیاں اور عمدہ اطوار قبول کرے گا ماں کا فرض ہے کہ وہ اسے شروع دن سے ہر بری بات سے روکے اور عمدہ اور مفید باتیں بتائے اور اپنے طرز عمل سے ثابت کرے کہ اچھائی اور برائی میں کیا امتیاز ہے۔ اسے اپنی گود ہی گود میں بچہ کو اخلاق اور انسانیت اور

مذہب کی تعلیم دینا چاہئے اور اس طرح پر جتنا جتنا وہ بڑھتا جائے اس کو بطریق احسن تعلیم و تربیت دیکر یہ بات ذہن نشین کرتی جائے کہ دنیا میں ایک بلند شخصیت پیش کرکے زندگی بسر کرنے کے کیا کیا اصول ہیں۔ اسے اپنے مذہب کا سبق دینا چاہئے۔ اس کی خوبیاں بتانی چاہئیں اور اسی کے ساتھ ساتھ کماحقہ دوسرے مذاہب ان کے اصول از روایات سے بھی آگاہ کرتے رہنا چاہئے۔ تاکہ وہ ہر مذہب سے واقف ہو کر ان کا اپنے مذہب سے موازنہ کرسکے اور اس کے صحیح اندازے۔ اور حسن و قبیح کی صلاحیت اپنے میں پیدا کرے اس کو پیشِ روایان مذہب، خلفائے راشدین اور حضور سرورِ کائنات کے اقوالِ زرین سنانے چاہئے، اپنے اپنے مرتبہ کے موافق بزرگوں کا احترام چھوٹوں سے محبت اور نرمی سکھانا چاہئیے۔ عمائدین و اکابرین کے قصے سنانے چاہئیں۔ غرضکہ ہر وہ بات جس سے اس کے اخلاق کی درستی ہوسکے بتانا ضروری ہے۔ اور اگرچہ بظاہر یہ باتیں بہت بڑی اور اہم معلوم ہوتی ہیں اور خیال ہوتا ہے کہ ایک چھوٹا سا بچہ ان مسائل کو کیا سمجھ سکتا ہے۔ اور ان سے کیا اثر پذیر ہوسکتا ہے لیکن یہ خیال غلط ہے، یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم بڑی بڑی حدیثیں اور دینی مسائل کی کتابیں لیکر بیٹھیں اور انہیں سنائیں۔ ظاہر ہے کہ ایک کم عمر کا انسان انہیں کیا سمجھ سکتا ہے اور اس سے کیا مفید ہوسکتا ہے۔ ہم کو اس کے دماغی اور ذہنی نشوونما کو ترقی دینے کے لئے زبانی اس کی تعلیم و تربیت کرنی چاہئے۔ ہم باتوں ہی باتوں میں اسے اخلاق اور مذہب کا دس اعلیٰ طریق پڑھ سکتے ہیں۔ جس کا اس کے زود اثر اور نازک دل پر بہت گہرا اور پائدار نقش بیٹھ جاتا ہے چھوٹی عمر کی بتائی ہوئی باتیں اتنی ذہن نشین ہوجاتی ہیں کہ سن شعور پر پہنچکر انسان اس کا عشرِ عشیر بھی حاصل نہیں کرسکتا بڑے ہونے کے بعد انسان خود جو کچھ سیکھتا یا حاصل کرتا ہے وہ محض ایک نمائشی چیز ہوتی ہے وہ علم کو اپنے دماغ میں صرف بھر لیتا ہے لیکن دراصل اس کے دماغ کو کچھ جلا نہیں ہوتی۔ اصلی اور گہرا رنگ طبیعت پر وہی چڑھتا ہے جو بچپن کے زمانہ سے دل پر بٹھایا جائے۔ وہ صفات جو ابتدا سے اس میں پیدا کی جائیں ہمیشہ کے لئے اس میں آجاتی ہیں، اور وہ زندگی بھر انہیں اوصاف کا حامل رہ کر دنیا میں ایک بلند و کامیاب زندگی بسر کرتا ہے اور دوسروں کے لئے اپنا ایک بہتر نمونہ زندگی پیش کرتا ہے۔ بہت معمولی بات ہے۔ اگر ہم ایک بچہ کو شروع سے بتاتے رہیں کہ جھوٹ کس قدر بری چیز ہے تو یقیناً یہ بات اس کے دل پر نقش ہوجائے گی اور پھر وہ زندگی بھر کبھی دروغ بیانی اور لغویت کا مرتکب نہیں ہوگا۔ لیکن اگر اپنے سن شعور پر پہنچنے کے بعد وہ خود کبھی یہ محسوس بھی کرے کہ جھوٹ بولنا برا ہے تب بھی چونکہ اسے اسکی کوئی خاص تعلیم نہیں دی گئی ہے اس لئے کبھی نہ کبھی اس سے لغزش ضرور ہوجائیگی۔

فطرت وہ چیز ہے جو ازل سے ہر انسان میں ودیعت کی گئی ہے اور یہ قدرت کا عطیہ ہے جس کی تبدیلی ناممکن ہے لیکن عادات و خصائل خود انسان کے وضع کردہ جزو ہیں، رحم اور شرافت اور ہمدردی اور اخلاق یہ سب انسانی اوصاف ہیں جن کا خالق خود انسان ہے۔ اس لئے اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے اس زورِ عمل سے کام لے جو

قدرت کی طرف سے اسے عطا کیا گیا ہے اپنی زندگی کی ہر اہم ذمہ داری کو اسے محسوس کرنا چاہئے اور اسے سرانجام دینا چاہیئے۔ اس کو دنیا میں اپنی ہستی ایک برتر واعلیٰ ہستی پیش کرنی چاہیئے۔ تاکہ قضا و قدر کی طرف سے تخلیق انسانی کے جو اعلیٰ مقاصد پیش کئے گئے ہیں انہیں کوئی صدمہ نہ پہنچے۔ اس کا فرض ہے کہ وہ اپنی ذات اعلیٰ و ستودہ اطوار کی حامل بنائے رکھے۔ اپنے میں اچھی عادتیں اور اچھے خصائل پیدا کرے لیکن چونکہ وہ اوصاف اور وہ اخلاق جو انسانی زندگی کے لئے مخصوص اور قابل قدر ہونا چاہئیں انسان اس پائداری اور خوبی سے نہیں حاصل کر سکتا جو کہ سکھانے سے اس میں پیدا ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا اس کی انجام دہی ماں سے زیادہ کسی اور سے ممکن نہیں ہے اور اس کو یہ اہمیت محسوس کرکے اسے سرانجام دینا چاہیئے۔ اپنی بچوں کی عادتوں کو سنوارنا انہی کے قبضہ و اختیار میں ہے۔ عادت اسی کو کہتے ہیں جس بات کو ہم شروع سے دیکھتے رہیں اور جیسا کہ ہمارے گردوپیش کا مشاہدہ ہو اپنے گردوپیش کے اثر کو قبول کرنا اور اسی کو متواتر کرتے رہنا عادت ہے ایک نیک صحبت میں رہنے والا انسان بدخصائل اور ناموافق گروہ میں رہنا کبھی پسند نہ کریگا یعنی وہ اس کا عادی نہیں ہے اسلئے وہ اپنی وابستگی ان سے نہیں چاہیگا۔ اسے اس گروہ کی ہر بات قابل اعتراض اور اپنے خیال کی مخالف نظر آئے گی۔ اس طرح ایک عیش اور راحت کی زندگی بسر کرنے والا رنج اور مصائب کا عادی نہیں ہوتا۔ ہم جس معاشرت جس طریق اور جس ماحول میں زندگی بسر کرتے ہیں اسی کی ہم کو عادت پڑے گی اس لئے ہم بچے کے روبرو جیسا نمونہ زندگی پیش کرینگے وہی اس کی عادت ہو گی۔ اور اگر کسی بہت زیادہ گہرے اثر کو انسان قبول کرے اور کسی بات کی عادت نہایت مضبوطی اور استحکام سے اسکی طبیعت میں داخل ہو جائے تو اس کو طبیعت ثانیہ کہتے ہیں اس کے معنے یہ ہیں کہ جس طرح فطرت نہیں تبدیل کیجا سکتی، اسی طرح بعض عادت بھی ایسی سختی سے پڑ جاتی ہے جن کا بدلنا ناممکن ہو جاتا ہے چنانچہ اس کا شمار فطرت ثانی میں کیا گیا اس نظریہ کو ملحوظ رکھکر ہم کہہ سکتے ہیں کہ زمانہ بچپن میں جو باتیں ذہن نشین کی جاتی ہیں وہ اس مضبوطی سے اپنا گھر کر لیتی ہیں کہ قریب قریب وہ فطرت ثانی بن جاتی ہے ہم کو دیکھنا چاہیئے کہ بچہ کو صحیح معنوں میں انسان بنانے کے لئے اسکی ضرورت ہے یا نہیں کہ اچھی باتیں ان کی فطرت میں داخل کیجائیں محض تعلیم کے اعلیٰ مدارج طے کر لینا ان کے لئے موجب فخر نہیں ہے۔ اس سے ان پر ملمع ضرور ہو جاتا ہے اور بظاہر وہ دنیا میں کسی قابل ہو جاتے ہیں پر باطن ویسا ہی تاریک رہتا ہے۔ وہ اپنے اوپر بھروسہ کرنا نہیں جانتے۔ ان کو اپنے دین سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ سچائی اور راستی کی روشنی ان میں نہیں پائی جاتی۔ اپنے فرائض کی ذمہ داری وہ نہیں محسوس کر سکتے۔ وہ اپنی زندگی کی ہر جزوی و کلی اغراض سے جو ان کی انسانیت کی تکمیل کر رہے ہوں محض غافل اور ناواقف نظر آتے ہیں ایسی صورت میں کوئی بتائے کہ وہ انسان کیا خاک ہیں۔ انسانیت کی مضبوط بنیاد خود اخلاق اور مذہب پر قائم ہے، اگر ان کو مذہب سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور اگر ان کے اخلاق ستودہ نہیں ہیں تو بے شک وہ انسان نہیں ہیں آج قوم پر ادبار کی گھٹا چھائی ہوئی ہے۔

ہر شخص نالاں ہے کہ قوم رو بہ تنزل ہے۔ گرگئی اور گرتی جا رہی ہے۔ میں کہتی ہوں اگر یہی و نہا رہی رہے تو ابھی اور گرے گی اور کون جانے کہ آخر کار اس کا حشر کیا ہوگا اسلئے کہ اس میں وہ لیاقت ہی نہیں ہے کہ وہ ابھر سکے۔ قوم کیا چیز ہے؟ ایک ایک فرد کو منظم کرنے سے لیکن جب اس بدقسمت قوم کا ہر فرد حیوان صفت ہو رہا ہے تو ترقی کی کیا صورت ہے اگر دنیا کی تمام خرابیوں اور تمام برائیوں کو یکجا دیکھنا ہو تو آج کوئی اس بدقسمت قابل افسوس قوم کو دیکھے جس کا ایک فرد بھی صحیح معنوں میں انسان نہیں ہے۔ کون ہے جس نے اپنا حق انسانیت مکمل طور پر بطریق احسن ادا کیا ہے۔ اگر نہیں تو پھر یقیناً اسے زندگی کی اعلیٰ اور برتر مدارج کے حصول کی کوئی تمنا نہ ہونا چاہیئے کیونکہ وہ اسے پا ہی نہیں سکتا، تاوقیتکہ وہ حقیقی معنوں میں اس کا اہل نہو۔ ایسی بدبخت اور ایسی بے حس قوم کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اور نہ در حقیقت وہ زندہ رہ سکتی ہے۔ اگر ہر شخص زندہ اور نئے جس کے ساتھ انسان بننے کی آرزو رکھتا ہے تو اسے انسانیت کی تکمیل کے لئے آمادہ ہو جانا چاہیئے اپنی متحدہ کوشش سے باہم مل کر ایسی صورتیں پیدا کرنی چاہئیں کہ وہ انسانی اوصاف اور انسانی فرائض سے آگاہ ہو کر ان ہیں سرانجام دیکر دنیا کے بلند و بالا اسٹیج پر ایک ممیز اور برتر شخصیت لے کر کھڑا ہو سکے اور جب یہ بات مسلمہ ہے کہ ہر انسان ماں ہی کی گود میں پرورش پا کر دنیا کے اکھاڑے میں اترتا ہے اور اپنا ہی نمونہ زندگی پیش کرتا ہے جیسی کہ اس کی عادات و خصائل ہیں لہٰذا یہ اس سے بھی زیادہ صاف اور روشن ثبوت ہے کہ دنیا میں محض ماں ہی کی ایسی ہستی ہے جو اپنے بچوں کو کسی قابل بنا سکتی ہے اس لئے اگر ہم قوم کی ترقی چاہتے ہیں تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم بچوں کے عادات و اخلاق کی درستی کی طرف توجہ کریں۔ انہیں زمانہ بچپن سے سدھاریں۔ کیونکہ یقیناً اس صورت کے سوا ترقی کی کوئی اور تدبیر نہیں ہے لیکن اس کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آج یہاں کتنی ایسی مائیں ہیں جو اپنی اولاد کی صحیح تربیت کر سکتی ہیں۔ وہ جاہل ہیں اور ہر بات سے ناواقف محض۔ انہیں اصول تربیت کہاں سے معلوم ہو سکتے ہیں اس لئے پہلے عورتوں کو خود اپنی حالت درست کرنی چاہیئے۔ انہیں اس قابل بننا چاہیئے کہ وہ اپنے بچوں کی ٹھیک اصول پر تربیت کر سکیں اور اس وقت قوم کے سارے افراد اچھی تربیت پا کر اپنی ترقی و فلاح کی راہ خود ڈھونڈھ لیں گے۔

اس-ا-د- کرمانیہ

کپڑوں کے متعلق عورتوں کی موجودہ ذہنیت

آرایش و زیبائش کے مسئلہ میں نسوانی نقطہ نظر سے جو اہمیت کپڑوں کو ہے وہ کسی دوسرے جزو کو حاصل نہیں ہے کپڑوں کے متعلق عورتوں کا نقطہ نظر مردوں سے ہمیشہ مختلف رہا ہے اور آج بھی ہے۔ خوش پوشاکی مرد و عورت دونوں کا مطمح نظر ہے لیکن نقطہ نظر مختلف۔ عورت کی فطرت اور معاشرتی نظام میں اسکی حیثیت اسکی راہ عمل کو دوسرے نشان پر پڑنے پر مجبور کرتی ہے اس مسئلہ میں جو خصوصیت بہت نمایاں ہے وہ یہ ہے کہ مردوں کے لباس کا انحصار زیادہ تر ان کی اپنی پسند پر ہے اور اس میں معاشرتی اور اخلاقی مسائل کو وہ اہمیت حاصل نہیں ہے جو عورتوں کے لباس و پوشاک کے مسئلہ میں ہے۔ دنیا میں پہلی عورت اور پہلے مرد کی زندگی میں لباس و پوشاک کا مسئلہ کسی خاص توجہ کا محتاج نہ تھا لیکن اسکی اہمیت اضافہ تعداد کے ساتھ بڑھتی گئی اور تہذیب و تمدن کی ترقی نے اسے غیر معمولی اہمیت دیدی لیکن تہذیب کی ترقی کی بھی حد ہے جس طرح۔ اور ہر ابتدا کی ایک انتہا ہے اور ہر عروج کو زوال ۔ اسی طرح تہذیب کو بھی ایک دن زوال سے دوچار ہونا ہے ۔ زوال کی انتہا قومی اور معاشرتی اختلاط سے شروع ہوتی ہے ۔ مغربی تہذیب بھی اب کنارے آلگی ہے اور اسکی تگ و دو کا سلسلہ ختم ہو رہا ہے۔

میں پہلے لکھ چکی ہوں کہ مرد کے زاویہ نگاہ سے لباس و پوشاک کی اہمیت دوسری ہے کوئی مرد ہرگز اس امر کا خیال نہیں کریگا جس سے وہ شادی کرنا چاہتا ہے اس کے سامنے معمولی کپڑوں میں سے کوئی ایک چیز بھی کم کر کے آئے۔ عورت کی فطرت اگر اس سے مختلف نہیں ہے تو موجودہ مغربی تہذیب کے انتہائی ترقی کے بعد اس نے مردانہ نقطہ نظر کے خلاف اثرات کو بہت بڑی حد تک قبول کر لیا ہے۔ یہ امر موجودہ حالت میں اب کسی مزید بیان اور تفصیل کا محتاج نہیں ہے ۔ اس صورت حال کو ترقی دینے میں سائنس کا دخل نمایاں ہے کھلی فضا میں سمندر کا غسل ۔ دھوپ کا غسل اور دوسری مردانہ ورزشوں کے فوائد پر بے انتہا زور دیا جاتا ہے اور میں نے عورت کی جس ذہنیت کا ذکر اوپر کیا ہے اس کے ملنے یہ باتیں کافی بہانہ ہیں علمائے یورپ اس غلطی کا احساس کر چکے ہیں اور وقتاً فوقتاً اس کے خلاف پاپائے روم مسولینی اور انگلستان کے بشپ صدائے احتجاج بلند اور امتناعی احکام صادر کرتے رہتے ہیں۔ پریسیڈنٹ ہنڈنبرگ نے ایک حکمنامہ کے ذریعہ جرمنی کے آدم زاد ننگوں کی تحریک کو ممنوع قرار دیا ہے۔ یہ امور اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ موجودہ ذہنیت اور کپڑوں کے متعلق عورتوں کی موجودہ نفسیات معاشرتی اور اخلاقی نقطہ نظر سے قابل افسوس ہیں۔

جنوبی فرانس کے سواحل اور انگلستان کے جنوبی و مشرقی حصوں میں سینکڑوں عورتیں اگر بالکل ہی نہیں تو بہت زیادہ ننگی نظر آئیں گی اور یہ پوشاک صرف غسل تک محدود نہیں ہے بلکہ کھانا۔ کھیلنا رقص و سرود کی محفلیں ہر جگہ یہی صورت

نظر آئے گی۔ اور عورتوں کے اس ہجوم میں مردوں کا بھی وہی حصہ رہیگا۔ مشرقی یورپ اس وبا سے کسی حد تک بچا ہوا ہے لیکن وہ زمانہ دور نہیں جب ہر چہار طرف یہ مرض سرعت کے ساتھ بڑھ جائے۔ ہماری ہندوستانی بہنیں جنہیں مغربی تہذیب کی ہر جا و بیجا تقلید بہت پسند ہے۔ اگر اپنی ذہنیت نہیں بدلیں گی تو پھر انہیں بھی اس دریا میں کودنا پڑیگا خون لگا کے شہیدوں میں تو وہ ابھی سے داخل ہو چکی ہیں۔ بشپ بنرجی جو ممالک یورپ کی سیاحت میں مشغول ہیں، انہوں نے لندن میں ایک تقریر کے موقع پر اس حقیقت کا اظہار کر دیا ہے کہ ہندوستان میں مغربی تہذیب کے دلدادگان کی ذہنیت جو کپڑوں کے متعلق ہے اس کی مثال انہیں خود یورپ میں بھی نظر نہیں آئی۔

ناظرات عصمت کو اختیار ہے کہ وہ میرے خیال سے اتفاق کریں یا اختلاف کیونکہ ذیل کے اصولوں سے اختلاف و اتفاق کا اثر اس حقیقت پر نہیں پڑتا جسکا ذکر اوپر آچکا ہے اور جو عالم آشکارا ہیں۔

(Schopenhauer) کے خیال کے مطابق اوسط طور پر عورت کے جسم میں کوئی نہ کوئی بات ایسی ہوتی ہو جو اس کے تناسب میں نقص پیدا کر دے،

جسمانی تناسب کے لحاظ سے تیس برس کے سن تک اوسط جوان مرد کو اوسط جوان عورت پر فوقیت حاصل ہوتی ہے تیس برس کے بعد عورت کو اس لحاظ سے فوقیت حاصل ہو جاتی ہے کہ اس کا رنگ زیادہ نکھر جاتا ہے اور ملائمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔

حسن صورت کے لحاظ سے دس لڑکیوں میں ایک سے زیادہ ایسی نہیں ہوتیں جن کو حسن جسمانی بھی حاصل ہو، ان اصولوں کی بنا پر یہ رائے بجا طور پر قائم کی جا سکتی ہے کہ عورت کے لئے مجموعی طور پر لباس کے مسئلہ میں ستر پوشی اور نفاست کا لحاظ بہت زیادہ اہم اور قابل توجہ ہے۔ ۹۰ فیصدی عورتیں نفیس لباس میں زیادہ موہنی اور دلفریب معلوم ہوتی ہیں نسبت اسکے کہ وہ حسینان سواحل کی پیروی میں مادر حوا کا لباس اختیار کریں اور حقیقت یہ ہے کہ سمجھدار عورتیں لباس و پوشاک کے لئے بہت زیادہ احتیاط سے کام لیتی ہیں۔ انیسویں صدی میں کپڑوں اور لباس و پوشاک پر یہ خاص توجہ صرف کیجاتی اور جب اس مسئلہ پر زور دینے کی ضرورت آج پریسیڈنٹ ہینڈنبرگ اور پاپائے روم کو ہو رہی ہے انیسویں صدی کی عورتیں غائر نظر رکھتی تھیں۔ لیکن افراط و تفریط ہر چیز کی بری ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کی مثال لکھنؤ کے بیگماتی پائجاموں اور وکٹورین عہد کے کپڑوں میں صاف عیاں ہے۔

یورپ کی عورتوں کی موجودہ ذہنیت میں انقلاب لازمی ہے اور وہ ضرور واقع ہو گا لیکن کب جب یہاں بھی افراط و تفریط کی حد ہو جائیگی۔ اس ذہنیت کی ترقی کی وجہ ظاہر ہے کہ ابتدا میں جب چند ایکٹرسوں اور دوسری چند ممتاز عورتوں نے بھی اس جانب قدم اٹھایا اسوقت یہ جاذب نظر صورتیں لوگوں کو بھلی معلوم ہوئیں اور صحت و تندرستی کے مسئلہ کے بنا پر اس اسکول کی بنیاد رکھدی گئی معاشرتی اور اخلاقی مسائل جو اس سلسلہ میں پیدا ہوتے ہیں اسوقت کسی کی نظر اس پر نہ پڑی لیکن اب

احتجاج اسوقت شروع ہوا ہے جب صورت حال اختیار سے باہر ہوگئی ہے نکل گیا ہے سانپ اب لکیر پیٹا کر۔
حقیقت یہ ہے کہ اگر عورتیں موجودہ معاشرتی نظام میں اپنی حیثیت کو باقی اور قائم رکھنا چاہتی ہیں تو لازم ہے کہ "حسینان سواحل" اور "جدت زدہ تیتریوں" کی پیروی سے احتراز کیا جائے۔ عورتوں کو اپنے ذاتی راز اور اثر کی حفاظت کے لئے لباس کی طرف احتیاط کے ساتھ توجہ کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ عورتیں نفیس پوشاک و لباس کی مردوں کی بہ نسبت زیادہ شائق ہیں .... کیونکہ مردوں کی بہ نسبت انکو اس کی زیادہ ضرورت بھی ہے۔ میں نے اخلاقی نقطہ نظر سے اس مسئلہ پر بحث نہیں کی، بلکہ معاشرتی صورت حال پیش نظر ہے۔
ظاہر ہے کہ اگر عورتیں کپڑوں سے بے نیاز ہو جائیں تو پھر ان کی حیثیت اور پوزیشن فوراً خاک میں ملجائے گی معاشرتی نقطہ نظر سے قطع نظر اس ذہنیت کی ترقی میں سیاسی پیچیدگیاں بھی پیش آتی ہیں۔ اور اکثر ممالک میں عملی طور پر اسکے خلاف قدم اٹھایا گیا ہے۔ فقط

شہر بانو

ارمان

شام ہو چکی۔ اے معزز ضعیف تیرا بیٹا ابھی لوٹ کر نہیں آیا۔ اور تو بے قرار ہے۔ تیرے نور نظر کو ایک ناکردہ جرم کے پاداش میں جلاد چھین کر لے گئے ہیں۔ آہ! یہ نادان لوگ کس قدر بے رحم ہوتے ہیں۔

دیکھ معزز ماں اپنے دامن صبر کو چاک نہ کر!
ممکن ہے تیرا بیٹا پھر لوٹ کر آجائے۔

فاختہ نے بڑی مشکل سے تنکا تنکا جوڑ کر اپنا بے ترتیب گھر بنایا تھا۔ کسی ناسمجھ نے اسے توڑ دیا۔ اور اس کے انڈے پھوڑ دئے۔ فاختہ دور بیٹھی دیکھ رہی ہے۔ آہ! بے بس فاختہ کی غمناک آواز کس قدر المناک ہے
بلبل ابھی خوش رنگ پھولوں کے نزدیک ہونے پائی تھی کہ صیاد نے اسے پکڑ لیا! بلبل کی مجبور صدائیں کیسا دلگداز سوز ہے۔ تو اے میرے معبود یہ صیاد واقعی بے رحم ہوتے ہیں۔
گھنے جنگلوں کی اندھیری چھاؤں میں ہرنی یہ سمجھ کر۔ کہ میں محفوظ ہوں۔ اپنے خوبصورت بچے کو دودھ پلانے لگی۔ لیکن شکاری کی نظر بھی تیز ہے۔ نشانہ اس معصوم کو لگ گیا! یہ دیکھ کر ہرنی چھپ گئی، اسکی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں سے حسرتناک وحشت برس رہی ہے کیا اس کے جذبات الم کا اندازہ اس قزاق نے بھی کیا ہوگا؟ نہیں جلاد ایسے ہی بے رحم ہوتے ہیں
تو اے قابل رحم ماں اپنے دامن صبر کو چاک نہ کر۔ ممکن ہے تیرا بیٹا رحمت باری سے پھر واپس آجائے۔

ایس بی طاہرہ پشاور

بہن کی یاد میں

اے نگاہ نو بہار حسن اے شیریں مقال — خندۂ صبح محبت اے مجسم دلبری
مرکز جذب تمنا روح رنگین جمال — اے گل رعنا اے فردوس کمال شاعری
میری جان ناتواں تیرے لئے بیتاب ہے
قلب مضطر میں رواں خون رگ سیماب ہے

ابتسام نقرئی سے صبح کے دنیائے تار — جب نظر آتی ہے کشت نور و کیف مرتعش
شب پرستان چمن ہوتے ہیں جب نغمات بار — جب فزوں ہوتی ہے حسن روئے گیتی کی کشش
عابد و معبود ملتے ہیں فضائے نور میں
میں تڑپتی ہوں خیال عابدؔ مسرور میں

بقعۂ انوار بن جاتی ہے جب کل کائنات — فرش زریں جب بچھاتی ہے ضیائے آفتاب
دوڑتی ہے سینۂ گلشن میں جب روح حیات — جب دُرِ شبنم سے ہوتا ہے تہی دامن - گلاب
بہر دید عابدہ ہوتی ہیں آنکھیں اشکبار
قطرہ قطرہ جس کا سیلاب و تلاطم درکنار

جب شقایق زار ہوتا ہے شفق سے آسماں — شام حسن و فطرت رعنائی مینا بدوش
غنچہ ہائے یاسمن ہوتے ہیں جب خندہ چکاں — جب جھلاتی ہیں انہیں امواج باد فرح کوش
میرے لب ہوتے ہیں نالہ ہائے فرقت آفریں
ہے گلے ملنے کو تیرے مضطرب قلب حزیں

ساکنان خاکداں ہوتے ہیں جب مصروف خواب — شورش آباد جہاں - فردوس آرام و سکوں
ماہ رخشاں بے خود صہبائے رنگین شباب — اور جب ہوتا ہے بزم نجم - چرخ نیلگوں
اس سکوت مطلقاً میں یاد ہوتی ہے فزوں
اور بڑھتا ہے مرا سوز دل و جوش جنوں

وہ فضائے بنگلہ جو میرے لئے تھی فرح بار — آج ہے تیرے نہونے سے خموشی آفریں
بار خاطر ہوگیا "جھولا" عزیز بختیار — اچھی رعنا دل کہیں میرا بہلتا ہی نہیں
زندگی بے لطف ہے اے جان من تیرے بغیر
سیر گلشن خاک ہے اے گلبدن تیرے بغیر

الغرض اے ماہ رو اے خواہر ہمراز من — گشت جزو زندگانیم خیال پاک تو
مثل تو اکنوں ست یادت ہمدم و دمساز من — آرزوئے دیدنت شد حاصل صد آرزو
کن دعا خورشید شادان در جہاں خواہر بود
الفت شوہر ہمیشہ قسمت رعنا شود

خورشید آرا بیگم

اماں جان خلد آشیاں کی موت سے نتائج

از سردار محمدی بیگم صاحبہ

اموات انسانی کے لئے عام طور پر ابھی تک کوئی نہ کوئی مرض یا بہانہ ضروری تصور ہو رہا ہے لیکن زمانہ نے اب جہاں اور شعبوں میں ترقی حاصل کر لی ہے۔ وہاں اس خیال میں بھی ترمیم ہو چلی ہے کہ اب موت سے پہلے وقوع موت کے لئے قدرت کو بھی کسی بہانہ یا مرض کی ضرورت نہیں رہی اور ارشاد خداوندی ولن یؤخر اللہ نفساً اذا جاء اجلھا (ترجمہ جب کسی کی موت آجاتی ہے تو خدا اسکو ہرگز مہلت نہیں دیتا) کے مطابق اچانک بلا کسی توقف کے موت واقع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ پچھلے دنوں بمبئی کے ہائی کورٹ جج جسٹس شاہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ کسی مقدمہ یا فیصلہ کی اپیل لکھکر ختم کی اور دستخط سے پہلے موت واقع ہوئی۔

اسی طرح چند ماہ کا واقعہ ہے کہ جناب سر مرزا عباس علی بیگ صاحب سابق ممبر پارلیمنٹ جو کئی سال سے لندن میں مقیم تھے کسی جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے حرکت قلب کے بند ہو جانے سے ایک دم ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئے یہ میری اماں جان مرحومہ کے حقیقی پھوپا تھے۔

ابھی ۳ ستمبر کا واقعہ ہے کہ جامع مسجد بمبئی کے ناظر صاحب جناب عبدالقادر کھٹکھٹے جو بمبئی کے مشہور رئیسوں میں شمار ہوتے تھے اپنی پاک طینتی اور بی اے ایل، ایل بی ہونے کے باوجود وکالت وغیرہ کی طرف محض جھوٹ سچ کے اندیشہ سے رجوع نہ ہوئے۔ جامع مسجد بمبئی کی نگرانی واہتمام کو ترجیح دی اور برابر چالیس سال نہایت مستعدی وہر دلعزیزی کے ساتھ یہی کام کرتے رہے جامع مسجد کے آفس کا کام مغرب تک انجام دیا۔ نماز مغرب جامع مسجد میں ادا کی عشا گھر آکر پڑھی۔ کھانا کھا کر اخبار پڑھتے رہے اور سونے کے ارادے سے بستر پر لیٹنا چاہا کہ ہمیشہ کے لئے سو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خدا مرحومین کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ غرض ایسے واقعات اب اکثر اخبارات میں بھی دیکھنے میں آتے ہیں لیکن اس قسم کی اچانک موت سے خوف سا پیدا ہوتا تھا کہ اس دنیوی سفر کا اختتام ایک دم اس طرح ہو جانے سے مرنے والے کے حق میں دنیوی اور اُخروی انجام کے پہلو سے بھی تاریک ہونیکا اندیشہ ہے کہ ایسی اچانک موت میں نہ خدا کی یاد کے لئے موقعہ حاصل ہو سکتا ہے نہ توبہ استغفار کی نوبت جس پر خاتمہ بالخیر ہونے کی امید۔ کیونکہ اسلامی عقائد کی رو سے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ساتھ خاتمہ ہونا ضروری مانا جاتا ہے۔ پھر دنیا کے کاموں کے ناتمام کا سلجھانا یا پس ماندوں کے لئے وصیت ونصیحت وغیرہ تو الگ رہی۔

بعض اپنی کس مپرسی و بے بسی اور دنیا کی نا اہلی و بے وفائی کی بنا پر ایسی اچانک موت کو بہتر تصور کر کے دعائیں مانگتے ہیں۔ غرض اس خیالی الجھن و کشمکش کا فیصلہ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۵ جولائی ۱۹۳۲ء بروز جمعہ میری خوشدامن صاحبہ مرحومہ و مغفورہ کے واقعہ ارتحال سے ہوگیا اور فرمان خداوندی یختص برحمتہ من یشاء یعنی اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے" کا سماں آنکھوں کے سامنے پھر گیا کہ مرحومہ مغفورہ کی اچانک موت آیت مذکورہ کی پوری تفسیر ثابت ہوئی اور اب ایسی اچانک موت سے وحشت کی جگہ تمنا پیدا ہوگئی کہ اللہ ہمیں بھی تو ایسی ہی موت ایمان کے ساتھ عطا فرما جیسی اماں جان مرحومہ کے لئے تو نے مقرر فرمائی تھی جس کی یاد میری اور دیگر پس ماندگان کے دلوں پر ہمیشہ کے لئے نقش رہے گی جس کا ذکر اس کے نتائج کی بنا پر یہاں کچھ کر دینا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ اماجان مرحومہ اپنے زندگی کے آخری دن موت سے قبل آدھ گھنٹہ تک ہمیشہ کی طرح چلتی پھرتی ضروریات زندگی کو انجام دیتی رہیں۔ مگر اس روز دوپہر کے بعد سے سینہ میں معمولی سا درد محسوس کرکے بغیر کسی مدد کے خود ہی علاج کے طور پر سینکتیں رہیں۔ اور کچھ تخفیف ہو جانے پر پھر حسب معمول ذاتی و خانگی امور میں مصروف ہوگئیں نماز عصر کے بعد ہم سب کے ساتھ چاء میں شریک ہوئیں مگر اپنے پانچ صاحبزادوں میں سے منجھلے صاحبزادے غلام احمد کو غیر حاضر پاکر ان کے استفسار حال کے لئے گئیں۔ انہوں نے بخار و درد سر کی وجہ اپنی عدم رغبت کا عذر پیش کیا۔ مرحومہ نے فوراً ادرک کا قہوہ بنوا لیا اور ان کو لیجا کر پلا یا جب جا کر مطمئن ہوئیں۔ مغرب کا وقت آگیا تو وضو کے لئے پانی خود آپ ہی اپنے لئے تیار کر لیا کہ نوکروں وغیرہ سے پانی لیکر وضو کرنا مستحسن نہ سمجھتی تھیں۔ غرض اذان ہوئی اور گھر کے لوگ نماز کے اہتمام میں لگ گئے۔ اذان کے اختتام پر مرحومہ نے دعا پڑھی اور وضو کے ارادے سے بیٹھی تھیں کہ اسی ریاحی درد نے شدت اختیار کر لی اور اسی اضطرابی کیفیت میں اجابت کی ضرورت محسوس ہوئی چھوٹی بہو امتیاز دلہن نزدیک تھیں ان کے سہارے بیت الخلا گئیں۔ مگر بعد فراغت تکان زیادہ ہوگئی۔ تاہم اس بہو کی مدد سے خود چلتی ہوئی کمرے میں آئیں اور پلنگ پر لیٹ گئیں اور بڑھتے ہوئے درد سے کرب و بے چینی کے ساتھ تڑپنے لگیں کہ اب ناقابل برداشت ہوگیا ہے۔ سینہ چرا جا رہا ہے۔ کوئی چیز سینہ میں پھٹی جا رہی ہے۔ دباؤ دباؤ۔ کہ اتنے میں مولوی صاحب یعنی مرحومہ کے دوسرے فرزند اور عاجزہ کے شوہر قاضی غلام محمد صاحب نماز مغرب سے فارغ ہوکر مسجد سے آئے اور اما کو بے چین دیکھ کر دریافت حال کیا۔ مرحومہ نے سرسری طور پر مگر الجھے ہوئے لہجہ میں درد کرب بیان کیا۔ قہوہ منگوایا اور وہ چاہتے تھے کہ اماں کو اپنے ہاتھوں سے پلائیں۔ مگر وہ خود اٹھ بیٹھیں۔ پیالی اپنے ہاتھ میں لی اور دو ایک گھونٹ لیکر لیٹ گئیں مولوی صاحب نے خیال کیا کہ انشاء اللہ اب سکون ہو جائے گا، کیونکہ کبھی کبھی ایسا درد ہوا کرتا اور قہوے سے افاقہ ہو جاتا۔ اس خیال سے وہ اما کے لیٹنے پر اپنے کمرے میں آئے اور کھانے کی تیاری کے لئے کہا اس میں ایک دو منٹ ہی گزرا تھا کہ میں نماز سے فارغ ہوکر پہلے اماجان کی خبر کے لئے گئی کہ دیکھوں کیا گڑبڑ ہے۔ دیکھا تو اماجان خاموش

پہلو پر لیٹی ہوئی تھیں اور دو بہوئیں پاس تھیں میں نے دریافت حال کے لئے اماں اماں کہہ کے پکارا۔ بجائے جواب کے اماں ہاتھ پیر پھیلاتی ہوئی چت ہوگئیں اور خوب درد میں ڈوبی ہوئی گہری سانس ایسی لیں کہ میرا دل کھٹک گیا فوراً مولوی صاحب کو بلوایا۔ وہ دس قدم کے فاصلہ سے آئے تب ہی ان کی اسی قسم کی تین سانسیں ہو چکیں۔ اور اماجان ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگئیں۔ جیسے کوئی آرام کی نیند سو جاتا ہے۔ نزدیک جو دو بہوئیں تھیں انہوں نے کہا کہ ابھی مولوی صاحب کے جاتے ہی اماں نے پورا کلمہ دو بار پڑھا اور تکلیف و بےچینی بند ہوئی۔ اور ابھی یہ آپ کے پکارنے پر ان گہرے سانسوں کے ساتھ چت ہوگئیں۔ مولوی صاحب نے دیکھا۔ مکان کے سب لوگ جمع ہو گئے۔ موت کا یقین نہ ہوتا تھا کہ نماز مغرب سے پہلے اچھی حالت میں تھیں اور نماز سے واپسی تک یہ کیفیت تھی۔ یہی سمجھ رہے تھے کہ دم گھٹ گیا ہے۔ آسانی کے خیال سے بڑی صاحبزادی نے یٰسین شریف شروع کرکے ختم بھی کر دی مگر سکوت ہی سکوت۔ بیس پچیس منٹ بعد سب کو موت کا یقین ہو گیا اور بلا کسی وہم و گمان کے ایک چلتی پھرتی تصویر ایک آدھ گھنٹہ جان کنی کی تکلیف میں مبتلا ہو کر ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئی جس کا خود انہیں بھی علم نہ ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اماجان مرحومہ کی عمر تخمیناً اسی سال کو پہنچ چکی تھی اور اس اعتبار سے جسمانی حالت کچھ نحیف ہو گئی تھی۔ مگر تمام قویٰ بالکل مضبوط تھے۔ سماعت و بصارت میں بھی فرق نہ آیا تھا۔ اوقات مقررہ پر سوتیں اور صبح سویرے نماز کیلئے اٹھتیں تو سب کے لئے خود گرم پانی کا انتظام کر دیتیں کہ صوم و صلوٰۃ کی آپ سخت پابند تھیں۔ ان کی ضعیفی اور نقاہت کے خیال سے گذشتہ رمضان میں روزے رکھنے سے انہیں منع کیا گیا کہ فدیہ دیا جائیگا۔ مگر راضی نہوئیں اور نذر مان کر پورے رمضان کے پورے روزے رکھ لئے اور مانی ہوئی نذر کے مساکین کھلانے کا حکم دیدیا۔ غرض مرحومہ اصول مذہبی کی پوری پابند تھی۔ امور خانہ داری میں اس عمر تک مستعد و جفاکش۔ مہمان نواز۔ سخی اور خوش نصیب عیالدار ماں مانی جاتی ہیں جن کی موت و زندگی سے بہت سے نتائج اخذ ہوتے ہیں جس کا بیان ہی میرے اس مضمون کا خاص مقصد ہے

مرحومہ گیارہ سال کی عمر میں بیاہ کر شوہر کے گھر آئیں اور اپنے شوہر کے ساتھ ۳۵ سال نہایت اچھی زندگی بسر کی اور کم سنی ہی میں خدا نے اولاد بھی دینی شروع کی کہ آپ دس بچوں کی ماں بنیں۔ مگر اس کم سنی کی شادی میں جو نقائص آج کل بیان کئے جاتے ہیں وہ نہ مرحومہ کی ذات میں پائے گئے اور نہ ان کی کسی اولاد میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً مرحومہ اپنی عمر طبعی کو پہنچکر خاتمہ تک اچھی خاصی صحت کے ساتھ رہیں اور ان کی اولاد جو ماشاءاللہ اسوقت پانچ صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں موجود ہیں۔ صحت کے اعتبار سے ہر طرح ٹھیک ہیں جن میں بڑی صاحبزادی رقیہ بیگم کی عمر اسوقت ۵۷ سال کی ہے۔ ان کے بعد فرزند رشید قاضی غلام محی الدین صاحب ۵۶ سال کے اور اسی طرح یکے بعد دیگرے جس میں سب سے چھوٹے فرزند قاضی سعید اللہ کی عمر ۳۷ سال کی ہے البتہ مذکورہ اولاد میں سے تین اپنی موت سے اچھے خاصے عمروں کو پہنچکر راہی ملک عدم ہوئے جن کے حیات و بقا میں صغر سنی کے شادی

مفروضہ نقائص حائل نہ ہوئے۔ مرحومہ کے والدین احکام اسلام سے خوب باخبر و بزرگ ہستیوں میں شمار ہوتے تھے چنانچہ وہی اثر مرحومہ کی ذات میں غالب تھا ہی کہ گیارہ سال تک والدین کی تربیت اور پھر شوہر کی رفاقت نے ان خیالات کو اور بھی پختہ کر دیا جو ایک عالم و خوش اخلاق ہستی تھیں چنانچہ آپ عقائد اسلامی سے پوری باخبر تھیں اور اسی بنا پر مرحومہ نے اپنی اولاد کو بھی سب سے پہلے مذہبی تعلیم دینا اشد ضروری سمجھا بعد اس کے دنیا داری کے لئے مرہٹی اور انگریزی کی طرف رجوع کیا۔ گو آپ زمانہ قدیم کے خیالات کے مطابق لکھنے پڑھنے کی تعلیم سے بہرہ ور نہ تھیں۔ تاہم قرآن مجید ناظرہ پڑھ لینے کی استعداد تھی اور ضروری مسئلہ مسائل سے بخوبی واقف۔ علم خانہ داری کے اصول سے آپ کو بے حد دلچسپی تھی جس کی وجہ شوہر کے گھر کی عملی زندگی میں خوب نیک نامی حاصل کی۔ کیونکہ مرحومہ کے شوہر یعنی میرے خسر بزرگوار مسلمانوں کے پیشوا مانے جاتے تھے۔ زمانہ اورنگ زیب عالمگیر سے منصب قضا آپ کے گھرانے میں چلا آتا ہے۔ برٹش گورنمنٹ نے بھی اس منصب کو بحال و برقرار رکھکر مرحومہ کے شوہر حضرت قاضی شہاب الدین مرحوم کو ۱۸۵۳ء میں سرزمین کوکن کے سات صوبوں کا منصب قضا کی سند کی تجدید فرمائی۔ اس اعتبار سے اور نیز میرے مرحوم خسر صاحب کے اخلاق و ہر دلعزیزی کی بنا پر یہ گھر ہمیشہ خلق اللہ کا مرجع بنا رہا اور مرحومہ نہایت مستعدی۔ جفاکشی اور فراخ حوصلگی سے مہمان نوازی کے فرض کو وقت بے وقت انجام دیتی رہیں۔ اور ہر خاص و عام میں قابل تحسین مانی گئیں۔ مہمان نوازی عربوں کی ایک خاص صفت ہے پس امور خانہ داری میں مستعدی و جفاکشی کا نتیجہ یہ ظاہر ہے کہ مرحومہ عمر طبعی کو پہنچکر آخر وقت تک قوی مضبوط رہے اور اپنی ضروریات کے لئے وہ کسی کی محتاج نہ ہوئیں بلکہ دوسروں کے لئے مددگار ثابت ہوئیں جزاک اللہ۔

مرحومہ کے شوہر کا انتقال ۱۵ جنوری ۱۸۸۵ء میں ہوا اور مرحومہ کی ازدواجی زندگی ۵۰ سال نہایت قابل نمونہ اور قابل رشک ثابت ہوئی کہ میاں بیوی میں خاصہ اتفاق و یکجہتی رہی لیکن شوہر کے انتقال کے بعد ۳۵ سال مرحومہ نے اپنے بال بچوں میں بے فکری کے ساتھ شاد و خرم گذارے اور اس طرح مرحومہ کے اسی سالہ کامیاب زندگی کا خاتمہ ایمان و اطمینان کے ساتھ ہوا جیسے کہ مرحومہ کے شوہر اور والدین بھی مرحومہ سے زیادہ عمر میں پا کر رحلت فرمائی پس یہ بھی کامیاب موت کی نشانی ہے۔ از بعد موت مرحومہ کی اولاد بھی باقیات الصالحات کا کام دے رہی ہے، جو ماشاء اللہ اسوقت تخمیناً پچاس کی تعداد میں موجود ہیں یعنی پانچ فرزند۔ دو لڑکیاں، چھ بہوئیں دو داماد، اور صرف ایک بڑے بیٹے اور دونوں بیٹوں کی اولاد مثلاً پوتے پوتیاں۔ پڑپوتے پڑپوتیاں نواسے نواسیاں پڑنواسے پڑنواسیاں اور ان کے خاوند و بیویاں (، چار لڑکوں کے اولاد ہی نہیں ہے) یہ سب مرحومہ کے حق میں خاص طور پر دعا گو ہیں کہ چہلم تک ان سب پسماندگان نے اور نیز دوست و ہمدردوں کی طرف سے ۸۰ ختم قرآن مجید کے اور ننھے بال بچوں کی طرف سے کئی ہزار تسبیحیں مرحومہ کے حق میں بخشکر دعائے مغفرت مانگی گئیں ان میں ایک ۴ سالہ

پڑنواسی ثریا بھی شامل ہیں۔ نیز اب تک ہر کھانے کے بعد مرحومہ کی اولاد مرحومہ کو فاتحہ سے یاد کرتی ہے۔ اس اعتبار سے ایک حدیث شریف کا مضمون یاد آتا ہے کہ "اگر اولاد میت کے حق میں دعا کرتی رہے تو ایسی اولاد میت کی باقیات الصالحات کہلائی جاتی ہے پس اس لحاظ سے والدین کا اولاد کو مذہبی تعلیم سے بہرہ اندوز کرنا خود ان کے حق میں کس قدر نیک ثابت ہوتا ہے، ورنہ "المال والبنون زینت الحیوۃ الدنیا" کی رو سے یہ سب دنیا کی ہی زینت ہیں مگر مذکورہ بالا حدیث کے لحاظ سے مرحومہ کے پس ماندوں کی کارگزاریاں باقیات الصالحات ثابت کرتی ہیں۔ اور دنیاوی زینت کے اعتبار سے بھی سب بہتر حالت میں ہیں

خلاصہ یہ کہ مرحومہ کی زندگی دنیا وآخرت کے لحاظ سے ہر طرح کامیاب کہی جاسکتی ہے دنیوی اعتبار سے خوشحالی ناموری عزت اور اولاد ہے اور اخروی لحاظ سے اطاعت خدا ورسول اور کلمہ کے ساتھ خاتمہ ہونا، چنانچہ یہ دونوں باتیں مرحومہ کو خدا نے عطا فرمائیں جس کی وجہ ہر جاننے والے و سننے والے مرحومہ کی کامیاب زندگی و کامیاب موت پر رشک کے ساتھ تعریف کرتے ہیں۔ ایک حدیث ہے، "کہ جب کوئی مرتا ہے اور اللہ کو اس کے اعمال بد کا علم ہوتا ہوتا ہے۔ مگر لوگ اسے اچھا کہتے ہیں تو خداوند کریم اپنے فرشتوں سے کہتا ہے کہ میں اپنے اس بندے کے متعلق دوسرے بندوں کی شہادت کو قبول کرتا ہوں اور اس کے سارے گناہ جو اس نے کئے بخش دیتا ہوں"۔ لہذا یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ مرحومہ کی آخرت بھی کامیاب ہے"۔ زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو" اسی حدیث کا ماحصل معلوم ہوتا ہے۔ المختصر اماجان خلد آشیاں کی موت سے میں نے یہ نتائج اخذ کئے ہیں،

(۱) اچانک اموات سے خاتمہ بالخیر وغیرہ کا اندیشہ فضول مشیت ایزدی میں جو ہوتا ہے وہ ہی ہوتا ہے اور مالک حقیقی جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے قریب کرلیتا ہے۔

(۲) صغر سنی کی شادی عام طور پر مضرت رساں ثابت نہیں ہوسکتی جو زمانہ قدیم میں کثرت سے رائج تھی۔ مفروضہ نقائص کے اسباب کچھ اور بھی ہوں جس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

(۳) والدین کا علم دین سے واقف ہونا اولاد کے لئے مفید ہونے کے علاوہ خود والدین کے حق میں بھی باقیات الصالحات کا کام دیتا ہے۔ (۴) امور خانہ داری میں مستعدی و جفاکشی عورت ذات کے لئے نہایت مفید قویٰ کو مضبوط و صحت آخر وقت تک رکھنے والی اور درازی عمر کو پہنچانے والی ثابت ہوتی ہے جس سے نئی زمانہ گریز کیا جارہا ہے اور مصنوعی طریق پر ورزشوں وغیرہ سے مدد حاصل کیجارہی ہے۔

(۵) میاں بیوی کی یکجہتی واتفاق سے سکون و مسرت بھری زندگی عمر طبعی کو پہنچانے والی ثابت ہوتی ہے اور یہی ان تمام نتائج کا بھی اصل راز ہے۔

سردار محمدی بیگم بنت مرحوم نواب آف دائی لونی۔ قلابہ

زچہ خانہ

بچہ کی پیدائش سے پہلے کی غذائیں

وغیرہ

از جناب کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب اے ای آر او۔ ایف آر ایف پی۔ ایس (گلاسگو) ال ام (ڈبلن) ام بی بی ایس

ہم چاہتے ہیں کہ غذا کے متعلق ہدایات لکھنے سے پہلے ہم آپ کو اس کے اصولوں کو سادہ الفاظ میں سمجھا دیں۔ کیونکہ اقسام غذا اس قدر ہیں کہ ہمارے لئے یہ لکھدینا کہ بچہ کی پیدائش سے پہلے کیا کھانا اور کیا نہیں کھانا چاہئیے بیحد مشکل امر ہے اور یہ بھی ہے کہ انسانی فطرت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ جب تک کوئی بات اچھی طرح سمجھ میں نہ آجائے اسپر عمل کرنا ذرا مشکل ہوتا ہے اسلئے ہم اجزائے غذا کا بیان ان کے ہضم کا طریقہ، وہ کس طرح بدن کی نشو و نما کرتے ہیں اور ان کا فضلہ کس طرح بدن سے خارج ہوتا ہے اور بچہ کو پیدائش سے پہلے کے زمانہ میں ان کا عورت کے ہاضمہ اور بچہ کی پرورش سے کیا تعلق و نسبت ہے۔ یہاں مختصراً بیان کرتے ہیں۔ تاکہ آپ ہماری ہدایات کی اہمیت کو سمجھکر اسپر عمل کر سکیں۔

غذا کے ضروری اجزا جسم کی نشو و نما و پرورش کے لئے غذا میں اجزائے لحمی۔ نشاستہ دار چیزیں۔ شکر، غیر اجزا، مختلف قسم کے نمکیات، پانی اور وٹامن (VITAMINE) کا ہونا ضروری ہے۔ ہم ہر ایک کا جدا جدا بیان کرینگے۔

اجزائے لحمی (Proteins) جن کی بہترین مثال گوشت انڈا مچھلی ہے شکم میں پہنچنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے ہو کر مختلف اجزا میں تبدیل ہوتے ہوئے ایک قسم کا تیزاب بنجاتے ہیں (Amino Acid) اس کو خون جذب کرلیتا ہے اور جہاں جہاں جسم میں اجزائے لحمی کی ضرورت ہوتی ہے وہاں جسم خون میں سے اس کے ایک حصہ کو حاصل کر کے انسانی گوشت میں تبدیل کرلیتا ہے۔ باقی حصہ میں سے کچھ تو زہریلے تیزاب بنجاتے ہیں اور کچھ جگر میں پہنچکر ایسی کھاری چیزیں پیدا کر دیتا ہے کہ جو زہریلے تیزابی اثر کو زائل کرنے کے کام آتی ہیں اور آخر میں ٹوٹ پھوٹ کر کاربن گیس، ایمونیا اور پانی میں تبدیل ہوجاتے ہیں۔ کاربن گیس تو سانس کے ذریعہ خارج ہوجاتا ہے پانی اور ایمونیا (نوشادر کا جز) یوریا بنکر گردے کے ذریعہ پیشاب میں نکل جاتے ہیں۔ گویا اجزائے لحمی کھانے سے گردوں اور جگر کو بہت زیادہ کام کرنا پڑتا ہے۔ عورت کو اپنے جسم کے علاوہ بچہ کے جسم کے فضلہ کو بھی خارج کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے اس کے گردوں اور جگر کو معمول سے زیادہ کام کرنا ہوتا ہے۔ اب اگر وہ اجزائے لحمی کا بھی بہت

لہ یہ بے مثل کتاب خاص اہتمام کے ساتھ عنقریب دفتر عصمت دہلی سے شائع ہوگی۔

زیادہ استعمال کرے تو گردوں پر بہت زیادہ بار پڑتا ہے۔ اور اگر گردے اس بار کی تاب نہ لا سکیں تو خراب ہو جاتے ہیں۔ یا کم از کم اپنا فعل پوری طرح نہیں کر سکتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ زہر و فضلہ جو گردوں کے ذریعہ خارج ہو جانا چاہئے تھا خون میں رہجاتا ہے۔ اور خون میں سمیت پیدا ہو کر کئی خطرناک بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں اس طرح جگر پر بھی بار پڑنے سے وہ ان چیزوں کو پیدا نہیں کر سکتا جو اجزائے لحمی کے تیزابی زہروں کے نقصانات کا تدارک کرتی ہیں۔ لہذا یہ مان لینا چاہئے کہ عورت کو اجزائے لحمی یعنی گوشت وغیرہ زیادتی کے ساتھ نہیں کھانا چاہئے۔ زیادہ سے زیادہ دن میں ایک وقت اور اگر اس سے بھی کم کھایا جائے تو فائدہ سے خالی نہیں ہے۔

اس زمانہ کے آخری مہینوں میں تو گوشت کھانا خصوصاً کم کر دینا چاہئے ایسی عورتوں کو جنہیں پہلے سے گردے یا جگر کی بیماری ہو یا جن کے پاؤں وغیرہ پر ورم آجاتا ہو گوشت کھانا بالکل بند کر دینا ضروری ہے۔ عورت کے جسم میں اجزائے لحمی اس زمانہ میں ابتدا ہی سے قدرتاً جمع ہوتے رہتے ہیں جو اس کے جسم کی پرورش کی ضرورت سے زیادہ ہوتے ہیں۔ اور جو ایام رضاعت میں کام آجاتے ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر عورت کی صحت برقرار رہے تو بچہ کو پیٹ میں پالنے سے اسکے جسم کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ کیونکہ فطرت اجزائے لحمی کو ضرورت سے زیادہ خود پیدا کر دیتی ہے۔ اس سے ان عورتوں کو سبق حاصل کرنا چاہئے جو بچہ ہونے کو اپنی تندرستی وحسن کا دشمن سمجھتی ہیں حالانکہ یہ فعل نہیں بلکہ بد احتیاطی و لاعلمی حسن و تندرستی کے ضائع ہونے کی ذمہ دار ہے۔

مرغن اغذیا مرغن غذائیں ہضم ہو کر پہلے بہت ہی سخت زہریلے تیزاب بنجاتی ہیں لیکن یہ فوراً ہی جذب ہو کر جسم کے مختلف حصوں میں آدمی کے جسم کی چربی بنجاتی ہیں اور وہاں جمع رہتی ہیں جب جسم کو ضرورت ہو تو یہ پھر تیزاب بنکر نکلتی ہیں اور پوری طرح ہضم ہو کر خوب حرارت پیدا کرتی ہیں اور ان کا فضلہ پانی اور کاربن گیس بنکر گردے سانس کے ذریعہ خارج ہو جاتا ہے لیکن اگر یہ پوری طور پر ہضم نہ ہوں تو خون میں تیزابی کیفیت پیدا کر دیتی ہیں (حالانکہ خون صحت کی حالت میں کھاری ہوتا ہے) اس خون کی تیزابی سمیت۔ غشی، دورے اور ہلاکت تک کا باعث ہوتی ہے۔ اس زمانہ کی سب سے زیادہ خطرناک بیماری ایکلمپزیا (Eclampaia) جس میں عورت کو لگاتار دورے آکر غشی طاری رہتی اور بہت کم زندگی کی امید رہجاتی ہے۔ اس ہی تیزابی سمیت خون کا نتیجہ ہوتی ہے۔ مرغن چیزیں عموماً زیادہ ورزش چاہتی ہیں۔ تاکہ آسانی سے ہضم ہو سکیں۔ حاملہ سخت جسمانی ورزش نہیں کر سکتی اس لئے مرغن غذاؤں سے اس کا ہاضمہ عموماً خراب ہو جاتا ہے۔ اس لئے زیادہ مصالحہ دار اور مرغن غذاؤں سے عورت کو رغبت نہیں رکھنی چاہئے۔ تازہ مکھن یا گھی اگر روٹی سے کھا لیا جائے تو اچھا ہوتا ہے۔

نمکیات چونہ، فاسفورس، پوٹاس، سوڈیم۔ فولاد آیوڈین اور دیگر ضروری نمک۔ تازہ ترکاریوں پھلوں، میوہ جات دودھ وغیرہ میں بکثرت ہوتے ہیں۔ چونہ کے نمکیات خون اور ہڈیوں کے لئے بیحد ضروری ہیں۔ فولاد

بھی خون کے سرخ ذروں کا خاص حصہ ہے۔ آئڈین کی بھی بدن کو سخت ضرورت رہتی ہے۔ جیسا پہلے باب میں بیان ہوا ہے۔ جسم میں چند مخصوص غدود ایسے ہیں جو ان نمکیات کے ہضم اور جسم میں جمع کرنے کے لئے ضروری ہیں۔ تھائرائڈ جو گردوں میں نرخرے کے دونوں طرف ہوتا ہے اور جو چونے کے نمکیات سے جسم میں ہضم و جمع کرنیکا خاص ذریعہ ہوتا ہے۔ اجزائے نمکی کی طرح عورت کا جسم چونے کے نمک (کیلیسیم) کو بھی معمول سے زیادہ جمع کرتا رہتا ہے۔ جو بچہ کی ہڈیاں بنانے اور ایام رضاعت میں دودھ کے ساتھ نکلکر بچہ کی کیلیسیم کی ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ اگر تھائرائڈ اور اس کے متصل کے غدود اس زمانہ میں نہ بڑھیں تو عورت کیلیسیم جمع نہیں کر سکتی۔ اور اس طرح بچہ چھوٹا اور لاغر پیدا ہوتا ہے جس کی ہڈیاں مضبوط نہیں ہوتیں۔ اور ماں کو بھی ہڈیاں ملائم ہونے کی بیماری "آسٹو ملیشیا" ہو جانے کا خطرہ رہتا ہے۔ اس لئے ایسی عورت کو ترکاریوں۔ پھل اور دودھ کا استعمال کثرت سے کرنا چاہئے۔ بدن کو ۹ سے پندرہ گرین یعنی نصف سے پونہ ماشہ چونہ کے نمک یا کیلیسیم کی روزانہ ضرورت رہتی ہے۔ گائے کے نصف سیر عمدہ و تازہ دودھ میں تقریباً دس گرین (نصف ماشہ) کیلیسیم ہوتا ہے۔ اس لئے روزانہ نصف سیر گائے کے تازہ دودھ کا استعمال ایسی عورت کے لئے بے حد مفید و ضروری غذا و دوا ہے۔ اس کے ذریعہ عورت اور اس کے بچہ کی ہڈیوں اور خون کی ضرورت کے لئے کافی کیلیسیم پہنچ سکتا ہے اسی طرح آئڈین کی بھی ایسی عورت کے جسم کو زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور یہ بھی تھائرائڈ غدود کے قبضہ کی بات ہے۔ اور اس غدود کا بچہ کے زمانہ میں بڑھ جانا اس ضرورت کی کافی دلیل ہے۔ اس کے لئے نمک کے بجائے آئڈوسول (Iodosol) کا روزانہ استعمال کرنا مفید ہوتا ہے۔

ان نمکیات کے ہاضمہ کا جن غدودوں سے تعلق ہے اس کا مسئلہ پیچیدہ ہے جس کی تشخیص و علاج کے لئے ہوشیار ڈاکٹر سے مشورہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

پانی پانی کی بدن میں بیحد ضرورت رہتی ہے ہر قسم کا عرق جسمانی و خون کو کافی سیال حالت میں رکھنے کے علاوہ پانی سمیات جسمانی کو ہلکا کر کے خارج کرنے میں بہت مفید ہوتا ہے۔ پانی کا کثرت سے استعمال کرنا چونکہ پیشاب زیادہ لاتا ہے جس کے ذریعہ جسم کا فضلہ و زہر ہلکے ہو کر گردوں کو نقصان کئے بغیر خارج ہو جاتے ہیں پانی قبض بھی نہیں رہنے دیتا جس کے ذریعہ بہت سا زہر خارج ہوتا رہتا ہے۔ پسینہ و سانس کے ذریعہ بھی فضلہ خارج ہوتا ہے اور پانی پسینہ بھی زیادہ لاتا ہے اور اس کے زہر کو بھی ہلکا کر دیتا ہے۔ ایسی عورت کو خاص طور پر ایک گلاس پانی علی الصبح اور ایک گلاس سوتے وقت اور دن بھر میں بھی کئی مرتبہ ضرور پینا چاہئے۔ پانی ہر طرح مفید ہے۔ کوئی خرابی بچہ والی تندرست عورت کو نہیں کرتا۔

پیر کی کرامات

"احمد علی" رئیس دہلی میں ایک مشہور شخصیت رکھتے ہیں اعلیٰ تعلیم یافتہ روشن خیال مذہب کے پابند ہیں۔ بخلاف اس کے ان کی اہلیہ ممتاز بیگم، جاہل مطلق ضدی طبیعت شریعت اسلام سے بے خبر۔ پیروں فقیروں کی لونڈی۔ دونوں ماں باپ کے دل کا سہارا آنکھوں کی ٹھنڈک ایک لڑکا تھا جس کا نام "حامد علی" تھا اور ناسی ہفتہ میں پانچسال کے بعد M.D کی ڈگری لیکر ولایت سے واپس آیا تھا" حامد علی" اپنے والدین کا فرمابردار اور سعادت مند بیٹا تھا" ممتاز بیگم کو اپنے ہونہار بیٹے کی شادی کا ارمان مدتوں سے تھا۔ مگر شوہر کے اس خیال کی وجہ سے کہ جب تک حامد علی ولایت سے واپس نہ لوٹ آئے شادی کرنا مناسب نہیں مجبور رہیں۔ اب بیٹے کی واپسی کے بعد" ممتاز بیگم نے اونچے اونچے گھرانوں میں لڑکیوں کو دیکھنا بھالنا شروع کیا۔ آخر نواب فخرالدین صاحب کی لڑکی رئیسہ خاتون" سے نسبت قرار پاگئی۔

(۲)

رات کے گیارہ بجے ہیں۔ آسمان پر سیاہ بادل چھا رہے ہیں بجلی چمک رہی ہے اور ہلکی ہلکی بارش ہوری ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں نے ہر شخص کو میٹھی نیند سلادیا ہے مگر" حامد علی" اپنے برآمدہ میں ٹہل رہے ہیں کبھی کبھی کھڑے ہوکر کسی گہری سوچ میں چلے جاتے ہیں۔ اور منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑانا شروع کردیتے ہیں۔ پھر کچھ سوچ کر کرسی پر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور ایک کاغذ کے پرزہ پر یہ چند الفاظ لکھتے ہیں"۔ میں چند روز کے لئے باہر جارہا ہوں میری اس غیر حاضری کو معاف فرمائیں"۔ اور اس پرزہ کو لفافہ میں بند کرکے سرہانے تکیہ کے نیچے رکھدیتے ہیں" حامد علی" نے اس کام سے فراغت پاکر اول لباس تبدیل کیا۔ برساتی پہنی اور نہایت خاموشی کی ساتھ کوٹھی کے احاطہ سے نکل گئے۔ صبح کو جب" حامد علی" کی بجائے پلنگ پر سے خط ملا تو اس کو پڑھ کر دونوں ماں باپ حیران رہ گئے اور ان کے دل میں طرح طرح کے خیالات آنے لگے" ممتاز بیگم" ایک جاہل عورت تھی نہ معلوم کیا حشر برپا کردیتی۔ مگر احمد علی نے سمجھا بجھا کر باز رکھا اور کہدیا کہ" حامد علی" نادان یا بچہ نہیں ہے کہ گم ہوجاویگا۔ کوئی ضروری کام ہوگا جس کی وجہ سے کہیں باہر چلے گئے۔ دو تین روز میں انشاءاللہ آجائیں گے۔

(۳)

آج" حامد علی" کو گئے ہوئے ایک ہفتہ ہوچکا ہے۔ ماں کی مامتا۔ ہر وقت دروازہ کی طرف آنکھیں لگی رہتی ہیں۔ باپ بھی دل ہی دل میں پریشان ہے۔ اب تو دو دن سے دونوں کو کسی پہلو چین نہیں آتا۔ نہ آنکھوں میں

نیند ہے نہ کھانے کی خواہش ہے۔" احمد علی" بار بار سوچتے ہیں مگر حامد علی" کے اس طرح جلنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ رات کے ایک بجے کا عمل ہوگا کہ موٹر کی آواز آئی اور چند منٹ کے بعد" حامد علی" کوٹھی میں داخل ہوئے، ممتاز بیگم نے دوڑ کر بیٹے کو سینے سے لگالیا۔ اور خوشی کے آنسو بہانے لگیں۔" حامد علی" کی آنکھوں میں بھی اشک ندامت جاری تھے جب ماں نے بیٹے کو سینے سے جدا کیا فوراً" حامد علی" نے ماں باپ کے قدموں میں سر رکھدیا۔

ممتاز بیگم۔ ہائیں ہائیں بیٹا یہ کیا کرتے ہو اٹھو میں نے تمہیں معاف کردیا۔

حامد علی۔ نہیں اماں جان میں خطا دار ہوں اور اسوقت تک آپ کے قدموں سے سر نہیں اٹھاؤنگا جب تک آپ دونوں معافی کا وعدہ نہ کرلیں گے۔

احمد علی اور ممتاز بیگم۔" پیارے بیٹے اٹھو تم رنجیدہ نہو ہمنے سچے دل سے تمہارا قصور معاف کردیا۔ تم بتاؤ تو سہی کہ کیا معاملہ ہے۔" حامد علی نے قدموں سے سر اٹھایا اور اپنی پرنم آنکھیں جھکا کر وہیں قدموں میں بیٹھ گئے۔

ممتاز بیگم۔" میرے لال اندر چلکر آرام سے باتیں کرنا اس طرح کب تک بیٹھے رہوگے۔ غرض تینوں برآمدے میں جاکر سہریوں پر بیٹھ گئے اور حامد علی نے اسطرح اپنی بپتا کہنی شروع کی۔ چھ ماہ کا عرصہ ہوا کہ میں انگلستان ہی میں تھا ایک رات میں اپنے ہندوستانی مسلمان دوست مسعود سے ملاقات کی غرض سے باہر نکلا گیارہ ساڑھے گیارہ کا وقت تھا میں تیزی کے ساتھ قدم اٹھائے چلا جارہا تھا کہ ایک ہوٹل کے کمرہ سے ایک زنانہ چیخ کی آواز کان میں آئی۔ میں ٹھٹک کر وہیں کھڑا ہوگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر ایک چیخ کی آواز آئی۔ اب میرے دل نے گوارا نکیا کہ کسی مظلوم کو مصیبت میں گرفتار چھوڑ کر چلا جاؤں لہذا میں مدد کے لئے تیار ہوگیا۔ اور چیخ کے رخ پر اوپر چڑھتا چلا گیا۔ کمرہ کا دروازہ بند تھا اور یہ اندازہ ہوتا تھا کہ دو شخصوں میں جنگ ہورہی ہے۔ میں نے حالت اضطراب میں بے خود ہوکر دروازہ توڑ ڈالا اور اندر داخل ہوگیا۔ جو نظارہ اسوقت میری نظروں کے سامنے تھا۔ وہ نہایت دلخراش تھا۔ ایک نہایت خوبصورت اور نازک اندام لڑکی کو ایک شخص نے اپنے قابو میں کر رکھا تھا اور زبردستی شراب پلانا چاہتا تھا دونوں کے درمیان میں انتہائی کشمکش جاری تھی مجھکو دیکھکر وہ غصہ کی حالت میں میری طرف جھپٹا اور چاہتا تھا کہ میرا گلا پکڑ کر گھوٹ ڈالے۔ مگر خدا نے میری مدد کی میں نے اس کا وار رد کیا اور خود اس کی گردن پکڑ کر اس زور کا دھکا دیا کہ وہ اوندھے منہ گرا کیونکہ وہ نشہ میں بیخود تھا اسوجہ سے اٹھنے کی ہمت نہ رہی میں نے موقعہ کو غنیمت سمجھا اور بیکس لڑکی کو ہمراہ لیکر اپنی جائے قیام پر واپس آیا اور لڑکی سے دریافت کیا کہ تم کون ہو اور کس طرح اس مردود کے ہاتھ پڑ گئیں اس لڑکی نے جسکا نام" لیلے" تھا اس طرح اپنی سرگذشت بیان کی کہ میں یتیم ہوں میرے والد کلکتہ میں مشہور تاجروں میں شمار ہوتے تھے۔ میں ہی صرف ان کی ایک اولاد تھی۔ میری عمر چھ سال کی تھی کہ میرے والدین کا انتقال ہوگیا اور میں اپنے چچا کی سرپرستی میں آگئی۔ ظالم چچا نے میرے باپ کی تمام دولت اور کاروبار پر قبضہ جما کر کچھ عرصہ بعد مشہور کردیا کہ میرا باپ قرضدار اور دیوالیہ ہونے کے قریب تھا اور اسی غم سے اس نے جان دی ہے۔ غرض میری زندگی چچا اور چچی کے رحم پر

بسر ہونے لگی۔ چچی مجھ پر طرح طرح کے ظلم کرتی اور اسکو میرا وجود خار ہو کر کھٹکتا رہتا تھا۔ آخر چچا چچی کے مشورہ سے مجھے کلکتہ سے بمبئی لا کر وہاں کے یتیم خانہ میں داخل کرا دیا گیا اسوقت میری عمر آٹھ سال کی تھی وہاں کا انتظام بہت عمدہ تھا دریں بہت آرام کے ساتھ رہتی تھی اور باقاعدہ میری تعلیم ہو رہی تھی مجھے یہاں آئے چھ سال ہو چکے تھے کہ ایک روز ہمارے اسکول اور یتیم خانہ کو دیکھنے کے لئے ایک مشنری کی جماعت آئی۔ اس شخص جس کا نام زیڈ ہے اور ہندوستانی عیسائی ہے اس کی نظر نہ معلوم کس طرح مجھ پر پڑ گئی اور اس نے مہتمم یتیم خانہ سے ملکر جو کہ بہت لالچی اور زر پرست تھا کچھ روپے بے معاوضہ میں مجھے حاصل کرنا چاہا آخر یہ اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا اور رات کے وقت مجھے (سونگھنی ہوئی کو بیہوش کر کے) لیکر چلدیا۔ کئی گھنٹے کے بعد مجھے تختہ جہاز پر ہوش آیا اسوقت جس قدر مجھکو پریشانی ہو رہی تھی اس کا اظہار نا قابل بیان ہے۔ تھوڑی دیر میں یہی شخص آیا اور میرے قریب بیٹھ کر مزاج پرسی کرنے لگا میں نے اس سے سوال کیا کہ میں یہاں کیوں لائی گئی ہوں اور آپ کون شخص ہیں! اس کے جواب میں اس نے کہا کہ تم کو بغرض اعلیٰ تعلیم انگلستان بھیجا جا رہا ہے اور میں تمہارا نگراں مقرر ہوا ہوں۔ میں نے کہا یہ بالکل غلط ہے۔ ہمارا اسکول ایک اسلامی درسگاہ ہے اسکی طرف سے کبھی ایک مسلمان لڑکی ایک نامحرم عیسائی کی نگرانی میں نہیں رہ سکتی۔ میرے اس اعتراض پر وہ یہ کہہ کر باہر چلا گیا کہ تم بیمار ہو اور ڈاکٹر کا مشورہ ہے کہ بالکل خاموش رہو۔ میں اپنی اس ناگہانی مصیبت پر آنسو بہانے لگی اور چاہا کہ سمندر میں کود کر جان دیدوں۔ مگر مجبور تھی کیونکہ ایک عورت بھی میری دیکھ بھال کے لئے ہر وقت موجود رہتی تھی۔ ایک روز میں اخبار پڑھ رہی تھی کہ میری نظر اس سرخی پر پڑی "مسلمان لڑکی کا فرار" نیچے لکھا تھا کہ اس لڑکی کا مدت سے ایک عیسائی نوجوان سے تعلق تھا آخر ایک روز موقعہ پاکر اپنے دوست کے ساتھ بھاگ گئی۔ یہ خبر پڑھکر میرا سر چکرا گیا۔ آہ ظالم نے مجھے دنیا میں رسوا و ذلیل کر کے اپنے قابو میں کر لیا اور مجھے دنیا میں منہ دکھانے کے قابل نہ چھوڑا آج صبح ہی ہم یہاں پہنچے ہیں۔ دن تو خاموشی سے گزر گیا رات کے آتے ہی یہ میرے کمرہ میں داخل ہوا اور مجھکو مجبور کیا کہ میں اس کے ساتھ شراب نوشی میں شریک ہوں کہ عین وقت پر خداوند کریم نے فرشتہ رحمت بنا کر آپ کو بھیجدیا اور آپ نے ظالم کے ہاتھ سے مجھکو اور میری عصمت کو بچا لیا۔ یہ حالات سنکر میرے جسم میں سنسنی آگئی اور خیال کرنے لگا کہ اگر خدا اسوقت مجھے نہ بھیجتا تو ایک مسلمان لڑکی کے ساتھ کیا سلوک ہوتا۔ اب یہ فکر ہوا کہ وہ عیسائی ہے اور مشنری جماعت کا سردار ہے۔ حکومت اس کا ساتھ دے گی اور ضروری بات ہے کہ وہ مقدمہ چلائے گا۔ دخل اندازی کا الزام لگا کر مجھے بھی پھانسے گا اور اس مسلمان لڑکی کو بھی قبضہ میں کرے گا یہ سوچتے سوچتے ایک بات میرے ذہن میں آئی کہ اس لڑکی سے میں فوراً نکاح پڑھا لوں اور عدالت میں جا کر اطلاع دیدوں کہ یہ میری منکوحہ ہے اور "زیڈ" ہندوستان سے دہوکہ دیکر یہاں لے آیا ہے اور اسپر جبر کر رہا تھا کہ عین موقعہ پر اتفاق سے میں پہونچگیا۔ اور اپنی بی بی کو اس ظالم کے ہاتھ سے چھڑا کر اپنے ہمراہ لے آیا۔ میرے اس مشورہ کو لیلے نے بھی منظور کر لیا۔ اور اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ میں نے اسی وقت اپنے دوست مسعود کو فون کیا کہ وہ فوراً پہنچے مجھے

اسوقت اس کی مدد کی سخت ضرورت تھی۔ غرض میرا دوست ایک گھنٹہ میں آگیا۔ اور حالات سننے کے بعد اس نے بھی میری رائے سے اتفاق کیا اور اپنے دو اور ہم جماعت مسلمان لڑکوں کو بلا کرلے آیا اور اسی رات کو میرا نکاح ہو گیا، صبح ہوتے ہی میں نے عدالت میں "زیڈ" پر دھوکہ دہی کے الزام میں مقدمہ دائر کر دیا۔ "زیڈ" کیونکہ واقعی ملزم تھا وہ کافی ثبوت اپنی موافقت میں نہ پیش کرسکا۔ حلفیہ بیان اور واقعات کی بنا پر مقدمہ کا فیصلہ میرے حق میں ہو گیا۔

احمد علی (بیٹے کی کمر پر ہاتھ پھیر کر) تم نے جو کچھ کیا حمیت اسلام کے تقاضہ سے کیا اور جو کچھ کیا یہ ہی تمہارا فرض بھی تھا میں تم سے بہت خوش ہوا بتاؤ "لیلے" اب کہاں ہے۔

حامد علی انگلستان سے واپسی کے وقت وہ بمبئی تک میرے ساتھ رہی۔ مگر آپ لوگوں کی ناراضگی کے خیال سے لیلے کو اپنے دوست "مسعود" کی والدہ کی نگرانی میں بمبئی چھوڑ آیا تھا۔ اب مصلحت وقت یہ ہی تھی کہ میں جاکر فوراً اسکو لے آؤں "ممتاز بیگم" جو اسوقت تک خاموش اور بت بنی باتیں سن رہی تھی آہ سرد بھر کر بولیں افسوس میرے سب ارمان دل کے دل ہی میں رہ گئے اور حامد علی دلہن بھی لے آئے۔

احمد علی "خدا کی مرضی پر شاکر رہنا ہر مومن کا فرض ہے اسکو جو منظور تھا وہ ہی ہوا" اسی عرصہ میں حامد علی اپنے کمرہ کی طرف چلے گئے اور تھوڑی دیر میں اپنے ہمراہ لیلے کو لیکر داخل ہوئے اسوقت "لیلے" سفید رنگ کی ریشمی ساڑھی پہنے ہوئے تھی اور کانوں میں چھوٹے چھوٹے آویزے لٹک رہے تھے اور سیدھے ہاتھ کی انگلی میں ایک انگشتری تھی۔ حسین لیلے "اس سادگی میں ایک آسمانی حور معلوم دے رہی تھی۔ ادب سے نظریں جھکا کر کھڑی ہو گئی۔ ممتاز بیگم کی نظریں کچھ عرصہ کے لئے حسین لیلے کے چہرہ پر جم کر رہ گئیں۔ انہوں نے اس سے پہلے کبھی اتنا دل آویز حسن نہیں دیکھا تھا اول بہو کو پیار کیا اور کہنے لگیں کہ بیٹا بیٹھ جاؤ کب تک کھڑی رہوگی۔

(۴)

دو سال کا زمانہ گذر چکا ہے۔ ممتاز بیگم کے دل میں اب تک حامد علی کی دھوم دھام سے شادی رچانیکا خیال چٹکیاں لیتا رہتا ہے اور ہمیشہ بیٹے سے کہتی رہتی ہیں کہ ہمارے مذہب میں چار چار شادیوں کی اجازت ہے تم میرے کہنے سے اگر دوسری شادی کرلوگے تو کونسا گناہ ہو جائے گا۔ حامد علی ہمیشہ ماں کو سمجھا کر ٹال دیا کرتے تھے۔ کیونکہ حامد علی کے لئے ناممکن تھا کہ لیلے "جیسی خوبصورت اور فرمانبردار بیوی کی موجودگی میں نکاح ثانی کرکے بے قصور بیوی پر ظلم کرے۔ ممتاز بیگم طعن وتشنہ سے بہو کا دل ہمیشہ زخمی کرتی رہتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ لیلے کے چہرہ پر تازگی اور شگفتگی کی بجائے اب اداسی نظر آتی تھی، ممتاز بیگم جب اپنی کوششوں میں ناکام ہوگئیں تو اب تعویذ گنڈے اور پیروں فقیروں کی طرف متوجہ ہوئیں اور اپنے پیر صاحب کو تمام حالات سنا کر التجا کی کہ کوئی عمل ایسا کیجئے کہ حامد علی کے دل سے لیلے کی محبت کم ہو جائے اور وہ دوسری شادی کرلے۔ پیر صاحب نے اطمینان دلایا اور کہدیا کہ میرے ایک اشارہ کی

ضرورت ہے۔ تم بالکل اطمینان رکھو۔ دو روز بعد پیر صاحب نے ایک جلا ہوا کاغذ جس کے حروف بہت دقت سے پڑھے جا سکتے تھے ممتاز بیگم کو دیا اور ہدایت کی کہ یہ تعویذ لیلےٰ کے تکیہ کے اندر رکھدیا جائے۔ ممتاز بیگم نے حسب ہدایت تعویذ بہو کے تکیہ کے اندر رکھدیا۔ ایک روز لیلےٰ تو ساس کی طرف گئی ہوئی تھی اور حامد علی کمرہ میں تنہا لیٹے ہوئے اپنے مستقبل کے متعلق سوچ رہے تھے۔ والدہ کی خواہش یہ ہے کہ میں دوسری شادی کروں مگر میرا دل حور وش لیلےٰ کی زلف میں اسیر ہو چکا ہے اور اگر یہاں سے علیحدہ ہو کر دوسری جگہ جا کر ملازمت کرلوں تو اماں جان اور ابا جان کو میری جدائی کا سخت صدمہ پہونچیگا مگر لیلےٰ کا اداس چہرہ اور پژمردگی بھی نہیں دیکھی جاتی۔ اگرچہ اپنی زبان سے آجتک اس نے ایک لفظ بھی اماں جان کے خلاف نہیں کہا۔ مگر اس کا اداس چہرہ اس کے دل کا ترجمان ہے،

حامد علی ان ہی خیالات میں پھنسے ہوئے تھے کہ ان کی نظر ایک خاکستر اور تہہ کئے ہوئے کاغذ پر پڑی جو کہ لیلےٰ کی مسہری کے نیچے پڑا ہوا تھا۔ حامد علی نے اٹھا کر پڑھنا شروع کیا نہ معلوم اس پرزہ میں کیا تھا کہ پڑھتے ہی پڑھتے ان کا رنگ زرد اور پھر سفید ہو گیا۔ انہوں نے کاغذ کو نہایت احتیاط سے تہہ کر کے اپنی جیب میں رکھ لیا۔ یہ کاغذ وہی ہے جو کہ پیر صاحب نے بطور تعویذ دیا تھا اور آج شاید غلاف بدلتے ہوئے نیچے گر پڑا اور لیلےٰ کی نظر اس پر نہیں پڑی۔ اسوقت حامد علی کی حالت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ ان کا دماغی توازن بگڑ رہا تھا اور منہ سے عجیب طرح کے الفاظ نکل رہے تھے "لیلےٰ تو زہریلی ناگن ہے تیرا ڈسا پانی نہیں مانگ سکتا۔ آہ مجھے برباد کر دیا۔ تیری خاموشی اور اداسی کا مطلب اب میں سمجھ گیا۔ دل چاہتا ہے کہ پہلو چیر کر اس دل کو نکال ڈالوں جس میں تیری محبت بھری ہوئی ہے اس صدمہ سے وہ بے ہوش ہو گئے، ابھی حامد علی کو بے ہوش ہوئے ایک منٹ ہوا ہو گا کہ لیلےٰ کمرہ میں داخل ہوئی اور شوہر کو اس حالت میں دیکھکر حیران ہو گئی۔ آوازیں دیں مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ آج اس کا دل بھرا ہوا تھا۔ ساس نے طعن وتشنوں سے اس کا دل چھلنی کر دیا تھا شوہر کو بے ہوش دیکھکر آنکھوں سے آنسوؤں کا چشمہ ابل آیا جو کہ اسوقت تک رکا ہوا تھا۔ لیلےٰ کے ان آنسوؤں نے پانی کے چھینٹے کا کام دیا اور حامد علی نے آنکھیں کھولیں لیلی نے مضطرب ہو کر پوچھا میرے سرتاج کیسی طبیعت ہے۔ اس کے جواب میں حامد علی نے پھر آنکھیں بند کر لیں اور لیلےٰ کی طرف سے کروٹ بدل لی۔

لیلیٰ پریشان تھی اس کی سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا کہ گھڑی کی چوتھائی میں یہ کیا ہو گیا آخر اس نے ممتاز بیگم کو حامد علی کی علالت کی خبر دی۔ ممتاز بیگم بیٹے کی علالت سے بہت پریشان ہوئیں ڈاکٹر وغیرہ آئے دوا دارو ہونے لگی۔ آخر رفتہ رفتہ حامد علی کی طبیعت درست ہو گئی اس عرصہ میں حامد علی نے لیلےٰ کی طرف قطعی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا اور نہ کلام کیا۔ ممتاز بیگم دل میں خوش تھیں کہ پیر صاحب کے تعویذ نے کس قدر جلد اثر کیا ہے، بس اب حامد علی تندرست ہو جائیں پھر خوب دھوم دھام سے اس کی شادی رچاؤں گی۔ غریب لیلی حیران ہے اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ حامد علی کا دل اس کی طرف سے کیوں کبیدہ ہو گیا۔ کئی مرتبہ ارادہ کیا کہ حامد علی سے اس کبیدگی کا سبب دریافت کرے۔ مگر اس

انتظار میں ہے کہ طبیعت بالکل درست ہو جائے تب کچھ کہے۔ اب دو ایک روز سے حامد علی کی طبیعت اچھی ہے اور آج صبح ہی سے بغرض تفریح شکار کو گئے ہوئے ہیں۔ تمام دن گذر گیا مگر حامد علی واپس نہیں لئے۔ رات کو ملازم نے آکر دو خط دیئے۔ ایک لیلےٰ کے نام تھا دوسرا ممتاز بیگم کے نام تھا لیلےٰ کے خط میں چند سطریں تھیں جسمیں لکھا ہوا تھا کہ "افسوس تم نے میرے ساتھ بیوفائی کی۔ تمہاری وجہ سے میں والدین کا نافرمان بنا، ماں کا دل دکھایا انکی امیدوں آرزوؤں پر پانی پھیرا۔ مگر تم نے مجھے دہوکا دیا۔ اب میں دنیا کو منہ دکھانا نہیں چاہتا"

ماں کے نام بھی چند الفاظ ہی تھے کہ "میں آپ سے شرمندہ ہوں۔ گردش زمانہ سے اس زندگی سے دل گھبرا گیا ہے۔ ارادہ ہے کہ حرم بیت اللہ میں جاکر زندگی کے کچھ دن گزاروں" لیلےٰ پر خط پڑھکر بجلی گر پڑی۔ وہ تڑپی جہاں تک تڑپا گیا۔ روئی جہاں تک رویا گیا۔ مگر اس کا پرسان حال کون تھا۔ ممتاز بیگم نے بیٹے کا خط سنکر سر پیٹ لیا۔ احمد علی نے ہر چند تلاش کیا مگر بے سود، غریب لیلی جو پہلے ہی ساس کی نظروں میں کھٹکا کرتی تھی، اب اور بھی زہر معلوم ہونے لگی، بات بات میں طعنہ دے دے کر ہر وقت اس کا کلیجہ چھلنی کرتی رہتی تھی۔ مگر لیلےٰ کی فریاد سننے والا اب کون تھا۔ وہ جاتی تو کہاں جاتی۔ جس نے پیمان وفا باندھا تھا وہ یوں چھوڑ کر چلدیا۔ آخر دنوں سے مہینے ہوگئے ممتاز بیگم نے ایک روز لیلےٰ سے صاف کہدیا کہ میرے گھر سے نکلجاؤ، ایسی منحوس صورت آئی تھی کہ میرا بھرا گھر ویران ہو گیا۔ بدنصیب لیلےٰ کو اب اس کے سوا چارہ ہی کیا تھا کہ جس طرح بیٹھی تھی اسی طرح برقعہ اوڑھکر گھر سے نکلجائے۔ دراصل وہ بھی غم زدہ تھی، اور اب اس کے دل میں قوت برداشت نہیں رہی تھی۔

(۵)

رات کے دس بجے ہیں بازاروں کی رونق کم ہوتی جارہی ہے۔ راہ گیروں کی آمد و رفت بھی کم ہوگئی ہے ایک شخص نہایت تیزی کے ساتھ چلا جا رہا تھا کہ پیچھے سے اس کا کوٹ کا دامن ایک کمسن بچہ نے تھام لیا اور کہنے لگا کہ بابو جی چار پیسے دیدو۔ شخص مذکور نے جھٹکا دیکر کوٹ کا دامن چھڑا لیا اور بچہ کو جھڑک کر آگے چلدیا مگر بچہ نے بھی اپنے ننھے ننھے قدموں سے بھاگنا شروع کیا اور پھر اس کا دامن پکڑ کر چلایا کہ بابو جی چار پیسہ دیدو میری ماں بھوکی ہے۔ بابو جی نے جیب سے پیسے نکالکر بچہ کو دے اور پوچھنے لگا کہ تمہارا کیا نام ہے۔ "میرا نام حمید علی" ہے؟ تمہارا گھر کہاں ہے

بچہ: یہاں سے قریب ہے چلو میں آپ کو اپنا گھر دکھادوں میری ماں بہت بیمار ہے۔ جب وہ اچھی تھیں تو سلائی کیا کرتی تھیں۔ میں مدرسہ میں پڑھا کرتا تھا۔ اب چار ماہ سے میری ماں بہت بیمار ہیں اسوجہ سے سلائی نہیں ہوتی جب ہم بھوک کے مرنے لگے تو میری ماں نے کہا کہ قسمت ہی میں بھیک مانگنی ہی ہے جاؤ اور جو ملے مانگ لاؤ۔ اب میں روزانہ دو آنہ تین آنہ مانگ لاتا ہوں مگر آج اب تک ایک پیسہ بھی نہیں ملا تھا۔ بابو صاحب ایک کمسن چھ سات سال کی عمر والے بچہ کی زبان سے اتنی باتیں سنکر حیران رہ گیا اور اس کا دل خود بخود اس کی طرف متوجہ ہوگیا اور وہ بلا

اراده بچہ کے ساتھ ہو لیا۔ بچہ تنگ و تاریک گلیوں میں سے ہوتا ہوا ایک چھوٹے سے گھر پر جا کر رکا اور دروازہ کے کواڑ کھول کر اندر داخل ہوا گھر میں بالکل اندھیرا ہو رہا تھا اور ایک ناتوان آواز کراہنے کی کان میں آ رہی تھی۔ بچہ نے گے بڑھا اور دیا سلائی جلا کر چراغ روشن کیا۔ کھپریل میں ایک ٹوٹی سی چارپائی پر ہڈیوں کا ہار ایک عورت لیٹی ہوئی تھی۔ بچہ نے ماں کو آواز دی۔ غریب عورت نے بچہ کی آواز پر آنکھیں کھولدیں اور کہنے لگی کہ میرے بچہ آج بہت دیر میں آئے۔ پیاس کے مارے حلق خشک ہو گیا بچہ نے کہا کہ آج ایک پیسہ بھی نہیں ملا تھا۔ اماں یہ بابو جی بڑے اچھے ہیں انہوں نے پیسے دیئے ہیں اور پھر لپک کر ایک لکڑی کی تپائی اٹھا لایا اور بابو جی سے کہنے لگا کہ آپ کھڑے ہیں اس پر بیٹھ جائیے۔ اب بیمار عورت کی نظر بابو صاحب پر پڑی اور اس کے منہ سے نکلا" میرے پیارے حامد تم مجھے چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے" اور یہ کہتے ہی بے ہوش ہو گئی۔

حامد علی جس نے اب پہچان لیا تھا کہ یہ بدنصیب لیلےٰ ہے آگے بڑھا اور بے ہوش لیلےٰ کا سر اپنی گود میں رکھ لیا اسوقت لیلی کو اس بیکسی کے عالم میں دیکھکر اس کا دل پھٹا جا رہا تھا۔ معصوم بچہ حیران کھڑا تھا۔ حامد علی نے اس کو ہوش میں لانے کی کوشش کی۔ آخر بہت دیر میں لیلےٰ کو ہوش آگیا۔ حامد علی نے اپنی جیب میں سے دوا کی ایک شیشی نکالی اور چند قطرہ پانی میں ملا کر اس کو پلا دئیے جس کے پینے سے لیلےٰ میں قوت آگئی اسوقت حامد علی اپنے ایک مریض کو دیکھنے کی غرض سے جا رہے تھے۔ اسی وجہ سے ان کے پاس اسوقت یہ دوا بھی موجود تھی لیلےٰ نے سوال کیا کہ بتاؤ تم کس بات سے ناراض ہو کر گھر سے چلے آئے تھے۔ اسپر حامد علی نے کہا کہ تم بہت کمزور ہو اور اس مکان کی آب وہوا خراب ہے۔ تم گھر چلو۔ جب تمہاری صحت اچھی ہو جاویگی اسوقت تمام حال بیان کر دونگا۔ غرض حامد علی لیلےٰ کو اپنی جائے قیام پر لے آئے اور توجہ سے علاج شروع کر دیا۔ جب لیلےٰ کی صحت بحال ہونے لگی تب حامد علی نے لیلےٰ سے اس طرح واقعہ بیان کیا کہ ایک روز تمہاری مسہری کے نیچے سے مجھے ایک کاغذ کا پرزہ ملا جو تمہارا لکھا ہوا تھا۔ کیونکہ خط کی پیشانی پر تمہارا نام لکھا ہوا تھا اور خط میرے دوست مسعود کے نام تھا جو کہ اسی زمانہ میں ہمارے ہاں مقیم تھا۔ اس خط میں تم نے اس کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار کر کے خواہش کی تھی کہ کسی طرح مجھے اس جنجال سے نکال لو۔

لیلےٰ " آہ بالکل جھوٹ اور فریب آپ کو دھوکہ دیا گیا کیا آپ کو یقین کامل تھا کہ وہ خط میرا ہی تھا!

حامد علی خط کیونکر جلا ہوا تھا اور مضمون کا بڑا حصہ ضائع ہو چکا تھا۔ اسوجہ سے اس کا اندازہ صحیح نہیں ہو سکا کہ وہ خط تمہارے ہی ہاتھ کا لکھا ہوا تھا یا کسی دوسرے کے ہاتھ کا۔

لیلیٰ پھر تم نے مجھ سے تحقیق کیا ہوتا۔

حامد علی در اصل صدمہ سے میرا دماغ قطعی بیکار ہو کر رہ گیا تھا۔ اس کے علاوہ خیال تھا کہ تمہارا گھر میں ایسا کون دشمن ہے جو یہ افترا پردازی کرتا۔ تم ہی اس خط کی لکھنے والی ہو۔

لیلیٰ میں نے آپ کے رنج کے خیال سے کبھی اماں جان کی باتیں آپ کے سامنے نہیں دہرائیں ان کو میرے ساتھ انتہائی دشمنی پیدا ہو گئی تھی اور وہ سخت نفرت کی نگاہ سے مجھے دیکھا کرتی تھیں۔ آپ کے چلے جانے کے کچھ عرصے بعد اتفاق سے پیر صاحب کا ایک خط جو کہ آپ کی والدہ کے نام تھا میرے ہاتھ لگ گیا جو کہ میں نے احتیاط کے ساتھ رکھ لیا حامد علی کو خط دیکر) آپ خود پڑھ لیں۔ حامد علی نے خط پڑھا مضمون یہ تھا۔ میرے عمل کا اثر آپ نے دیکھ لیا۔ اس تعویذ کو دیکھنے کے بعد حامد علی کے دل میں لیلی کی محبت ہرگز ہرگز نہیں رہ سکتی۔ اب آپ بالکل مطمئن رہیں میں اپنے عملیات میں مشغول ہوں فقط۔

خط پڑھنے کے بعد حامد علی کی نظروں میں اصل واقعات کی صحیح تصویر آگئی اور ان کے منہ سے فوراً نکل گیا کہ اُف اس قدر ظلم۔ چالباز پیر نے کس طرح چالاکی سے کام لیا ہے۔ اپنی طرف سے مضمون لکھکر اور خط کو جلا کر پہچانا نہ جائے اور پھر تمہارے پلنگ کے نیچے ڈلوا دیا تاکہ میری نظر پڑ جائے۔ افسوس شیطان نے میری عقل پر پردہ ڈالدیا۔ اس منحوس خط کی وجہ سے ہم پر مصیبت نازل ہوئی۔ اگر والدہ لکھی پڑھی ہوتیں اور مذہب کی صحیح تعلیم سے واقف ہوتیں تو کبھی ایسی غلطی نہیں کر سکتی تھیں۔ عورتوں میں تعلیم نہ ہونے سے بعض وقت کیسی کیسی تباہیاں نازل ہو جاتی ہیں۔

لیلیٰ۔ پیارے حامد تمہارے چلے جانے کے بعد میرا ارادہ اس گھر سے نکلنے کا نہیں تھا۔ مگر جب تمہاری اماں نے ہاتھ پکڑ کر نکال دیا تو مجبور ہو گئی۔ حمید کے پیدا ہونیکا زمانہ بالکل قریب تھا۔ گرتی پڑتی نصیبن ملازمہ کے گھر پہنچی اور انگشتری فروخت کر کے لکھنؤ کا ٹکٹ خریدا لکھنؤ پہنچکر ۸ روپیہ ماہوار کا گھر کرایہ پر لیا۔ اسوقت سو ڈیڑھ سو روپے کا زیور میرے پاس تھا اس کو فروخت کر کے کام چلاتی رہی ایک بڑھیا آنے لگی تھی وہ بازار سے سودا سلف لا دیا کرتی تھی لکھنؤ پہونچکر بیس روز بعد لڑکا پیدا ہوا جس کا نام میں نے آپ کے نام پر حمید علی رکھا تھا جب میں تندرست ہو گئی سلائی کرنے لگی۔ مگر تفکرات اور غموں سے دن بدن صحت خراب ہوتی گئی اور میں بیمار پڑ گئی جس وجہ سے میرے بچہ کو بھیک مانگنی پڑی

حامد علی آہ میری نادانی کی وجہ سے میرے لخت جگر نے بھیک مانگی اور لوگوں کی جھڑکیاں کھائیں۔ شیطان نے میری عقل بالکل زائل کر دی اور میرے یہ ذہن نشین ہو گیا کہ تمہارے جو بچہ پیدا ہونے والا ہے یہ میرا نہیں ہے۔ حامد علی نے لیلی کے قدموں میں سر جھکاتے ہوئے کہا۔ میری لیلی میں تیرا ہی گنہ گار نہیں ہوں بلکہ خدا کی جناب میں بھی قابل سزا ہوں لیلی نے فوراً حامد علی کا سر اپنے ہاتھ میں تھام لیا اور کہنے لگی کہ میں آپ کی ادنی کنیز ہوں مجھے گنہ گار نہ کرئیے جو ہونا تھا وہ ہو چکا آپ کو مغالطہ دیا گیا۔ اس میں آپ کا کیا قصور تہا۔

حامد علی" آنکھوں سے اشک ندامت بہاتے ہوئے" اچھا اپنی زبان سے کہدو کہ میں نے معاف کر دیا۔

لیلیٰ میں نے معاف کیا خدا بھی معاف کرے۔ اچھا یہ تو بتائیے کہ آپ اتنے عرصہ کہاں رہے۔

حامد علی میں گھر سے نکلکر اول مکہ شریف گیا اور وہیں کئی سال رہا۔ ایک روز خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ ہیں

(باقی صفحہ ۴۸۰ پر دیکھئے)

ترکی خواتین کی ترقی

کجا دانند حال آن سبکساران ہندوستاں

اس سے قبل پہلی قسط میں جو ستمبر کے پرچہ میں شائع ہوئی ہے یہ ظاہر کیا جا چکا ہے کہ آج سے بیس سال قبل ترکی مسلم خواتین کی ترقی کا نقشہ کیا تھا؛ لیکن چونکہ وہ ترجمہ تھا فرانس کے مشہور رسالہ "اسٹرلیشن" کا جس کا ایڈیٹر غیر مذہب ہونے کی وجہ سے بہت ممکن ہے کہ بعض ناظرات و ناظرین عصمت کی نگاہوں میں مشتبہ ہو اس لئے اس قسط میں آپ کے ہندوستانی قائد اعظم کے خیالات و جذبات پیش کرتا ہوں - یہ قائد اعظم کون تھا؟ وہ جس کے نام کے روبرو بڑے بڑے علما کی گردنیں جھک جاتی ہیں - وہ جس نے سب سے زیادہ اور سب سے قیمتی اردو زبان کی خدمت کی ہے اور وہ جو مورخانہ حیثیت سے ہندوستان کا فرد واحد تھا یعنی کہ علامہ شبلی مرحوم و مغفور جو اپنے "سفرنامہ روم و مصر و شام" میں اپنے چشم دید حالات اس طرح قلم بند کرتے ہیں - ترکی خواتین کی ترقی کا یہ نقشہ آج سے چالیس سال قبل کا ہے جبکہ سلطان عبد الحمید خاں تاج و تخت کے مالک تھے اور جو جدید تعلیم سے قطعاً متاثر نہ تھے - کیا اب بھی معترضین کے لئے کوئی راہ ہے -

ترکوں کی تہذیب و ترقی میں جو چیز سب سے زیادہ قابل قدر اور قابل تقلید ہے - وہ عورتوں کی تعلیم و تربیت و طریقہ معاشرت ہے - دنیا کی دو بڑی قومیں یعنی یورپ و ایشیا اس مسئلہ میں افراط و تفریط کے ساتھ انتہائی کناروں پر واقع ہیں اور اس وجہ سے دونوں کی حالت قابل اعتراض ہے - ترکوں نے ایسا معتدل طریقہ اختیار کیا ہے جو دونوں کی خوبیوں کا جامع ہے اور دونوں عیوب سے خالی ہے - ٹرکش عورتیں تعلیم یافتہ ہیں لیکن بے شرمی - شوخی بیجا آزادی رقاصی کی (اور وہ بھی غیر مردوں کے ساتھ) ان کو تعلیم نہیں ہوئی ہے - وہ پردے کی پابند ہیں لیکن جاہل دنیا سے بے خبر، مکان کے قفس میں بند، حیوان الانسان نما نہیں ہیں -

لڑکیوں کی تعلیم کے لئے سرکاری اور خانگی مدرسے کثرت سے ہیں اور پردہ و حفاظت کا ایسا عمدہ طریقہ ہے کہ شرفا کو اپنی لڑکیوں کے بھیجنے میں کچھ تامل نہیں ہوتا - علمی مضامین کے ساتھ فرنچ زبان بھی درس میں داخل ہے اور بعض بعض مدرسوں میں موسیقی کی بھی تعلیم ہوتی ہے - معلمات کی تعلیم کے لئے ایک خاص مدرسہ ہے جس کی مہتمم رفیقہ خانم ہے یہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم یافتہ خاتون ہے اور سلطان کے حضور سے اس کو درجہ دویم کا تمغہ عنایت ہوا ہے - صنعتی مدارس میں ایک مدرسہ نہایت اعلیٰ درجہ کا ہے جو کالج کہا جا سکتا ہے اس کا مہتمم عزیز آفندی ہے - اس مدرسہ کے ساتھ ایک بورڈنگ بھی ہے جس کی مہتمم ایک فرنچ لیڈی مادام ہانلی ہے بورڈنگ کا سکریٹری ایک تعلیم یافتہ ترک ہے جس کا نام حسن آفندی ہے

صنعت کا ایک اور بڑا مدرسہ اسکیدار میں ہے جس کی معلمہ دل خیریہ خانم ہے۔

ان مدارس کی وجہ سے تعلیم اس قدر عام ہوگئی ہے کہ زمانہ حال میں بمشکل ایسی عورت مل سکتی ہے جس نے مناسب درجہ تک تعلیم نہ پائی ہو، بہت سی عورتیں مضمون نگار ہیں اور مشہور اخبارات میں ان کے آرٹیکل نکلتے رہتے ہیں جودت پاشا کی لڑکی فاطمہ خانم مشہور مصنفہ ہے۔ حال میں اس کا ایک نہایت عمدہ ناول شائع ہوا ہے جس کا نام "زنان اسلام" ہے عربی زبان میں اس کا ترجمہ بھی ہوگیا ہے (اردو میں بھی اس کا ترجمہ ہوچکا ہے امام) اور بیروت میں چھاپا گیا ہے اسکے علاوہ اور بھی چند عورتیں ہیں۔

عورتوں کو چلنے پھرنے میں عام آزادی حاصل ہے۔ ہر درجے۔ ہر رتبے کی عورتیں بازار میں نکلتی ہیں۔ سیرگاہوں کو جاتی ہیں وعوت کے جلسوں اور علمی مجلسوں میں شریک ہوتی ہیں لیکن باوجود اس آزادی کے حفظ و احتیاط کے دائرہ سے سرمو تجاوز نہیں ہوتا۔ ہر مجمع میں عورتوں کی سوسائٹی مردوں سے الگ رہتی ہے۔ اور کوئی عورت کسی غیر مرد سے بجز خاص حالتوں کے بات تک نہیں کرسکتی۔ لباس بالکل یورپین ہے۔ لیکن جب باہر نکلتی ہیں تو نہایت ڈھیلا ڈھالا ریشمی گون پہن لیتی ہیں۔ جو گردن سے لیکر پاؤں تک ہوتا ہے اور اوپر سے نیچے تک بٹن لگے ہوتے ہیں اس سے بجز چہرہ کے اور تمام جسم اس طرح ڈھک جاتا ہے کہ بدن کی ہیئت تک نہیں معلوم ہوتی سر پر قصابہ ہوتا ہے اور چہرہ ایک رومال سے چھپاتی ہیں جو ناک کی جڑ سے ٹھوڑی تک ہوتا ہے دونوں آنکھیں اور ناک کی جڑ اور کسی قدر آنکھوں کے نیچے کی سطح کھلی رہتی ہے۔ یہ رومال باریک ململ کے ہوتے ہیں۔ کوئی شخص پاس سے آنکھ جماکر دیکھے تو چہرہ کا رنگ معلوم ہوسکتا ہے لیکن ایسی بیہودہ جرأت کون کرسکتا ہے!۔

لیکن ایک مرتبہ میں عاشر آفندی کے کتب خانہ میں بیٹھا ہوا تھا ایک ترک صاحب بھی تشریف رکھتے تھے جن سے میری جان پہچان ہوگئی تھی۔ اتفاق سے وہیں ان کی دو نوجوان لڑکیاں جن میں سے ایک کی شادی ہوچکی تھی۔ اُن سے ملنے کے لئے آئیں انہوں نے مجھکو دونوں سے انٹروڈیوس کرایا جس احترام اور متانت و شرم سے وہ معصوم خاتونیں میرے سامنے کھڑی تھیں مجھکو یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ عورتیں نہیں بلکہ عفت و عصمت کی دیویاں ہیں"۔

آپ نے ترکی خواتین کی ترقی کا بیس سالہ نقشہ بھی دیکھا اور چالیس سال قبل کا نقشہ بھی آپ کی نگاہوں کے روبرو آگئے۔ اب آگے ہم مولانا مرحوم کے نشان زدہ فقروں کا تجزیہ کرکے ان کے جذبات کی تشریح کرینگے تاکہ آپ ذہن نشین کرسکیں کہ مولانا کی نگاہوں میں کتنی وسعت، کتنی رفعت اور کس قدر بلندی تھی اور ان کے نزدیک پردہ و تعلیم کا مسئلہ کتنا اہم وضروری تھا۔ ان کے ایک ایک فقرہ سے یہ مترشح ہے کہ ہندوستان کے مسلمان بھی ترکوں کی تقلید کرنے لگیں تو بہتر ہے لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے جہالت پسند گروہ کے خوف سے کس قدر دبے الفاظ میں رُک رُک کر لکھا ہے اگر مولانا پر خوف و ہراس نہ ہوتا تو عجب نہیں کہ وہ اس موضوع پر ایک پوری کتاب لکھدیتے اور عجب نہ تھا کہ وہ ہندوستان میں اس تحریک کے بانی ہوتے۔

علامہ شبلی کے نشان زدہ فقرے جو پہلے دو صفحوں میں درج کئے ہیں ذیل میں نمبروار درج کرکے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نفس مطلب پر منصفانہ بحث کی جائے تاکہ ناظرات و ناظرین عصمت کے لئے دلچسپی کا باعث ہو۔

۱ ترکوں کی تہذیب و ترقی میں جو چیز سب سے زیادہ قابل قدر و قابل تقلید ہے۔"

۲ دنیا کی دو بڑی قومیں یعنی یورپ و ایشیا اس مسئلہ میں افراط و تفریط کے انتہائی کناروں پر واقع ہیں اور اس وجہ سے دونوں کی حالت قابل اعتراض ہے"

۳ رقاصی (اور وہ بھی غیر مردوں کے ساتھ)۔ ۴ مکان کے قفس میں بند" ۵ حیوان انسان نما نہیں ہیں،

۶ موسیقی کی بھی تعلیم ہوتی ہے۔ ۷ عورتوں کے چلنے پھرنے میں عام آزادی حاصل ہے۔ ہر درجے و ہر رتبے کی عورتیں بازاریں نکلتی ہیں" ۸ لباس بالکل یورپین ہے ۹ انہوں نے مجھکو دونوں (لڑکیوں) سے انٹرڈیوس کرایا

مندرجہ صدر فقرات کی تشریحات

۱ خود اپنی آپ تشریح ہے اور مولانا کے جذبات کا ترجمان ہے۔ ۲ کے متعلق میں نے اپنی کتاب "پردہ وتعلیم" کے صفحہ ۸ پر ذیل کی عبارت لکھی ہے جس سے مولانا کے خیالات کی پوری پوری تائید ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"مسلمانوں کی ایک کثیر جماعت روتی ہے اپنی عورت کو قید و بند میں دیکھکر اور انگریز کا ایک کثیر گروہ ماتم کر رہا ہے اپنی عورت کی لامحدود پرواز پر دونوں گروہ مصیبت میں مبتلا ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کا کوئی مسئلہ حکمت و موعظت سے خالی نہیں اور اسی پردہ کے مسئلہ کے توازن کو قائم رکھا ہے۔ کہ کہیں عورت کو بے بس قیدی نہ بنا دیا جائے اور کہیں اس کے پر نہ لگا دئے جائیں"۔

حقیقت یہ ہے کہ ترکی علمائے کرام نے اس مسئلے کے نفس مطلب کو عین قانون اسلام کے مطابق سمجھ لیا لیکن علمائے ہند اب تک نہ سمجھے،

۳ قوسین میں جو عبارت درج ہے وہ عمیق ترین ہے یعنی غیر مردوں کے ساتھ ان کو (یعنی) ترکی مسلم مستورات کو رقص کی تعلیم نہیں دی گئی۔ اس فقرے میں جو ابہام ہے مولانا نے اسکو نمایاں نہیں کیا۔ اور یہی وہ مصلحت ہے جو پبلک کی خوشنودی کا سبب ہے لیکن اسے ایک دقیقہ رس نگاہ خود ہی حل کر سکتی ہے۔

۴ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا کی کیا خواہش تھی؟ اور یہ خواہش قانون اسلام کے کس قدر موافق تھی

۵ گویا جو عورتیں قید و بند میں ہیں وہ غیر ذمہ دار مخلوق سے کم نہیں۔

۶ یہ فقرہ ۳ کی بڑے شدومد کے ساتھ تائید کر رہا ہے کہ موسیقی اور رقص لازم و ملزوم ہے لیکن صرف اپنی رفیق زندگی کے ساتھ ہرچند کہ میں نے ۳ میں ابہام سے کام لیا ہے لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ مولانا کے رقصیہ جملے نے حقیقت کا انکشاف ہی کر دیا۔

عـ۸ یہ فقرہ مساوات اسلام پر مبنی ہے اس میں تخصیص کا دخل نہیں۔ ہر مسلمان عورت ضرورتاً باہر آ جا سکتی ہے لیکن اسلامی پردہ کے ساتھ۔

عـ۸ مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ کہنے والے کہاں ہیں؟ آئیں اور ذرا اس فقرہ کی توضیح فرماویں۔ یا پھر سلطان عبدالحمید خاں کو اور ان کے زمانہ کے تمام ترکی علماء کو کافر کہدیں اور اگر یہ نہیں تو پھر تمام ترکی مسلم مستورات کو عیسائیت و تثلیت کی امت ثابت کردیں۔

عـ۹ یہ دونوں جوان لڑکیاں کون تھیں؟ مسلمان! پھر ان سے مولانا کا انٹرویو کیا معنی رکھتا ہے؟ کیا اس ملاقات سے ان کے کیریکٹر پر کوئی "دھبہ" یا مولانا کی ثقاہت پر کوئی حملہ ہو سکتا ہے۔ اگر ہو سکتا ہے تو جواب دیا جائے مولانا نے یہ سفر ۱۹۲۳ء میں کیا تھا جسے چالیس سال گذر چکے، اور جبکہ قدیمانہ خیال کا مسلمان انسان برسر حکومت اور قدیمانہ خیالات کے علماء کا دور دورہ تھا۔ پھر یہ رقص و موسیقی کی تعلیم۔ بازاروں اور سیرگاہوں کی آمدورفت اور یوروپین لباس سے تزئین آرایش کا محرک کون تھا؟ کیا ہندوستان کے جدید تعلیم یافتہ گروہ کی روح وہاں کام کر رہی تھی؟ اگر وہ وہاں کام کر رہی تھی تو یقیناً ہندوستان میں بھی اپنا کام کرکے رہے گی مگر کب جبکہ ہمارے دلوں کا تذبذب، ہمارے دماغوں کی غفلت، اور دماغ کی رگِ محوسہ رفوئے زخم کی لذت محسوس کرلے اور اس درد کی تڑپ سے تغافل شعار گروہ ہوشیار ہوجائے۔

امام اکبرابادی

بقایا صفحہ ۴۷۶

اور مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ تمہاری بی بی باعصمت اور پاک طینت ہے جاؤ اور اسکی خبر لو۔ اس خواب کا دل پر بہت اثر ہوا اور میں فوراً ہندوستان کی طرف روانہ ہوگیا۔ تمہاری تلاش میں دو سال سے سرگرداں ہوں کوئی شہر کوئی جگہ نہ چھوڑی مگر تمہارا پتہ نہ لگا۔ اب دو مہینے سے لکھنو آیا ہوا تھا۔ یہاں بھی برابر تلاش جاری رکھی کہ اتفاقیہ حمیدؔ سے ملنا ہوگیا۔ اس کی زبان سے حمید علی نام سنکر دل میں عجیب کشش پیدا ہوئی اور میں اس کے ساتھ ہولیا۔ خدا کا لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھے ہدایت کا راستہ دکھایا اور تم سے ملا دیا۔ اب تم ذرا تندرست ہوجاؤ تو وطن چلیں۔ والدین کی حالت بھی میری جدائی کی وجہ سے ابتر ہوگئی ہوگی۔ غرض حامد علی اور لیلے اور حمید دہلی روانہ ہوگئے۔ ماں باپ جو غم سے نیم جان ہوگئے تھے بیٹے کو دیکھ کر نہال ہوگئے۔ حامد علی نے داستان بیان کی جس کو سنکر ممتاز بیگم کو تو اپنی حماقت پر بہت شرمندگی ہوئی۔ مگر احمد علی کو اپنی بیوی کی بے عقلی اور بدعقیدگی پر بہت ہی غصہ آیا اور اسی وقت بیوی کو حکم دیا کہ تمہارے پیر مرشد اب کبھی میرے دروازہ پر قدم نہ رکھیں۔ ان دہو کہ باز پیروں فقیروں نے اپنا جال بچھا کر کس اور مذہب سے ناواقف عورتوں پر کیسے کیسے ظلم توڑے ہیں۔

امت الوحی

بچپن کا رشتہ

بچپن کے رشتہ کو عورتیں "ٹھیکرے کی سگائی" بھی کہتی ہیں اس سے غالباً مطلب یہ ہے کہ چھوٹے سے لڑکے کی ماں نے کسی نوزائیدہ لڑکی کو دیکھا اور اس کی ماں سے کہدیا "بہن یہ لڑکی تو میری ہوگئی" بہن خاموش ہوگئی اور اس دن سے لڑکی اس لڑکے کی منگیتر خیال کی جانے لگی

اکثر تو ایسا ہوتا ہے کہ یہ رشتہ بچپن ہی میں ٹوٹ جاتا ہے کبھی بچوں کے والدین میں کوئی رنجش ہو جاتی ہے اور ان بچوں کی منگنی معرض خطر میں آجاتی ہے۔ بعض اوقات قدرت عجیب وغریب طریقہ سے اس رشتہ کو منقطع کرادیتی ہے لیکن اکثر یہ رشتے اس قدر مضبوط ہوتے ہیں کہ باوجود سردی اور گرمی۔ آندھی اور بھونچال کے ان پر کسی قسم کا اثر تک نہیں ہوتا اور یہ آخر وقت تک قائم رہتے ہیں،

بچپن کے رشتوں سے کیا فائدے ہیں اور کیا نقصان۔ اس مضمون میں اسی موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کرونگا۔ ضرورت تو یہ تھی کہ پہلے شادی پر کچھ عرض کروں۔ شادی کیوں ہوتی ہے کونسی شادی کامیاب رہتی ہے اور کونسی ناکامیاب لیکن مضمون کے طویل ہوجانے کے ڈر سے میں ایسا نہ کروں گا۔ پھر بھی یہ عرض کرونگا کہ شادی سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ وہ دو خاندانوں کے مابین تعلقات کو اور زیادہ مستحکم کرتی ہے۔ اگر زید کی لڑکی بکر کے لڑکے سے بیاہی ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ زید اور بکر میں اگر تعلقات بالکل نہوں تو نئے تعلقات پیدا ہوجائیں اور اگر تعلقات پہلے سے ہوں تو اور زیادہ قوی ہوجائیں۔ آپس میں میل جول رکھنا انسان کی فطرت میں داخل ہے وہ بغیر تعلقات کے اپنی زندگی کو خوشگوار بنا ہی نہیں سکتا۔ اس لئے اس کی اسکی خواہش رہتی ہے کہ وہ اپنے ماحول میں ایسے افراد تلاش کرے جن سے اس کے تعلقات اچھے رہیں۔ جن کو وہ اپنا کہہ سکے اور جن کی رشتہ داری پر اس کو ناز ہو،

بچپن کے رشتہ کی بنیاد غالباً انسان کی اسی فطرتی خواہش پر پڑی۔ دو عورتوں میں بہناپہ ہے اور ان کی خوشی ہے کہ ان کے تعلقات ہمیشہ خوشگوار رہیں وہ چاہتی ہیں کہ کوئی بہانہ ایسا ل جائے کہ اسکی بدولت ان دونوں میں تعلقات کا سلسلہ جاری رہے اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے بچپن کا رشتہ ایک خاص اہمیت رکھتا ہے بچوں کے دم کے ساتھ سمدھیانے سمدھیانے میں چھیڑ چھاڑ رہتی ہے۔ دو گھرانوں میں محبت اور یگانگت کا دریا موجزن رہتا ہے اور وہ متحدہ ہوکر سوسائٹی میں اپنا وقار قائم کرلیتے ہیں۔

یہ ہے غالباً بچپن کے رشتہ کا سب سے بڑا فائدہ۔ اس کے علاوہ اور جو فائدے میری سمجھ میں آتے ان کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ اکثر ایسے رشتوں کی غرض یہ ہوتی ہے کہ وقت پر دقت نہو۔ اور بعض دفعہ روپے

پیسہ کا لالچ ان رشتوں کا بانی ہوتا ہے

بچپن کے رشتہ کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ ایک طرف تو لڑکے والوں کو لڑکی کی آئندہ زندگی کی نسبت کچھ علم نہیں ہوتا اور دوسری طرف لڑکی والوں کو لڑکے کے مستقبل کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔ جب لڑکا اور لڑکی دونوں بڑے ہوتے ہیں تو ان کے مشاغل ان کی عادات و اطوار اور ان کے اخلاق سے ان کی آئندہ زندگی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ہمارے یہاں خدا کے فضل سے لڑکیوں کی تربیت حد درجہ جانفشانی اور تندہی سے کی جاتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ زیادہ تر اچھی عادات و اطوار کی ہوتی ہیں اپنے کام کاج میں بھی خاصی دستگاہ رکھتی ہیں مگر اس کے برخلاف لڑکوں کی طرف سے بہت کم اطمینان ہوتا ہے۔ اکثر لڑکے بری صحبتوں میں پڑ کر بگڑ جاتے ہیں تعلیم سے جی چراتے ہیں۔ ماں باپ کا روپیہ فضول برباد کرتے ہیں ایسے لڑکوں کا مستقبل تاریک ہی تاریک نظر آتا ہے اور ان کے لئے بچپن کا رشتہ وبال جان بن کر رہ جاتا ہے۔ لڑکی والے اگر چاہتے ہیں کہ لڑکی کی شادی لڑکے سے نہ ہو تو لڑکے والے بہت شور مچاتے ہیں۔ تعلقات ختم کر دینے کی دھمکیاں دیتے ہیں اور پھر اپنے لڑکے کی تعریف کرتے ہوئے لڑکی والوں کو بدنام کرتے ہیں اس ڈر کی وجہ سے لڑکی والے خاموش رہتے ہیں۔ ناچار اپنی لڑکی کو "اندھے کوئیں" میں دھکا دیدیتے ہیں۔ اس کے علاوہ بچپن کے رشتہ کی ایک اور خرابی ہے۔ ہمارے یہاں لڑکے کی بہ نسبت لڑکی کی شادی کی جلدی ہوتی ہے۔ لڑکا چاہے کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو جائے اسکی شادی کی زیادہ پرواہ نہیں ہوتی۔ برخلاف اس کے لڑکی کے سیانی ہوتے ہی اس کی شادی کی فکر والدین کو ہو جاتی ہے۔ ایک ایک منٹ ان کے لئے بھاری ہو جاتا ہے وہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح جلدی لڑکی اپنے ٹھکانے لگے اور اس لئے ان کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ لڑکے والے شادی کے لئے آمادہ ہو جائیں، انسان خود غرضی میں دوسروں کی بھلائی کی پرواہ نہیں کرتا۔ لہذا لڑکی والوں کو لڑکے والوں کی پریشانیوں کا کچھ خیال نہیں ہوتا لڑکے والوں کو شادی کے لئے یہ پس و پیش ہوتا ہے کہ لڑکا فارغ التحصیل ہو کر "پیسے کمانے کے لائق ہو جائے" لڑکی والے کہتے ہیں کہ نہیں اللہ مالک ہے، لڑکے کی بیوی اپنی تقدیر کا کھائیگی اور اسکے علاوہ یہ کہ ایک امید موہوم پر لڑکی کسی نامعلوم عرصہ تک نہیں بٹھائی جا سکتی۔ ایسی صورت میں بچپن کے رشتہ کی وجہ سے دو گھرانوں میں بدمزگی کا پیدا ہو جانا لازمی امر ہے۔ اگر لڑکے کی شادی نہ کیجائے تو بچپن کا رشتہ ٹوٹتا ہے اور لڑکی والے اپنی لڑکی کو کہیں اور بیاہ دیتے ہیں۔ دوسری صورت میں لڑکی کے کی شادی جبکہ وہ بیکار رہا اسکے لئے ایک عذاب سے کم نہیں۔ اور یہ عذاب اسوقت اور بھی زیادہ سوہان روح ہو جاتا ہے جبکہ اللہ میاں کی رحمتیں اس شادی پر اولاد کی صورت میں جلوہ فگن ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔

میرا خیال ہے کہ بچپن کے رشتہ کی رسم بالکل ترک کر دینی چاہیئے۔ سب سے اچھی صورت یہ ہے کہ جسوقت لڑکی یا لڑکے کی شادی کا خیال ہو اسوقت مناسب رشتہ کی جستجو کیجائے اور لڑکی اور لڑکے کی مرضی کے مطابق شادی کیجائے

مفتاح الدین ظفر　　الہ آباد

دُودھ کی احتیاط

دودھ جیسی مزیدار اور نفیس چیز ہے ویسی ہی اس کی خوبیاں قائم رکھنے کے لئے اسکی حفاظت بھی ضروری ہے اور اگر اس کا خیال نہ کیا جائے تو نہ صرف اسکی مفید خاصیتیں ضائع ہو جاتی ہیں بلکہ بعض اوقات وہ الٹا کوئی بیماری پیدا کرنیکا سبب بنجاتا ہے آج کل کی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ جس طرح گائے میں چیچک کا مادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح دق کے جراثیم بھی اکثر گایوں میں پائے جاتے ہیں۔ اس لئے گائے کا دودھ لینے میں خاص طور پر زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے گائے کا دودھ لیا بھی زیادہ تر بچوں اور بیماروں کے لیۓ جاتا ہے اور انہیں لوگوں کے لئے عمدہ اور بہترین غذا کی ضرورت ہے۔ اس لئے چاہیئے کہ گائے اگر دبلی ہو تو اس کی جانچ کرالی جائے ورنہ پھر بھینس کا دودھ اس سے کہیں بے ضرر ہے کسی قدر بادی پن کی تو ضرور شکایت ہوتی ہے ورنہ مزیدار چکنا، میٹھا، گاڑھا جیسا بھینس کا دودھ ہوتا ہے گائے میں وہ بات نہیں ہوتی۔ بادی کا اثر رفع کرنے کو بعض لوگ کہتے ہیں کہ تھوڑی سی چائے ڈال کر جوش کرنا چاہیئے کوئی سیر بھر دودھ میں چھالیہ کی ڈلی برابر اجوائن کی پوٹلی ڈال دیتا ہے۔ مگر میرے تجربہ میں سب سے اچھی چیز سونٹھ ہے وہ سیر بھر دودھ میں ایک گرہ یعنی کوئی چھ ماشہ ڈال کر جوش کر لیا جائے۔ پھر ذرا بھی بادی پن باقی نہیں رہتا اور دودھ میں ایک ہلکی سی خوشبو آجاتی ہے لیکن اسے زیادہ دیر تک جوش نہیں کرنا چاہیئے۔ جب دو تین ابال آجائیں تو اتار لیا جائے اور پتیلی کے منہ پر کپڑا باندھ کر کسی ہوادار جگہ طعام خانہ میں یا چھینکے پر رکھدیا جائے۔ ٹھنڈک کے خیال سے اگر آبدار خانے میں رکھا جائے تو بھی کچھ حرج نہیں لیکن غسل خانہ میں رکھنا کسی طرح ٹھیک نہیں۔ کیونکہ وہاں لاکھ صفائی رکھی جائے پھر آخر غسل خانہ ہے اور وہاں کی سیل میں ضرور کچھ نہ کچھ خراب اثرات موجود ہوں گے۔ اور چونکہ دودھ میں وہ تمام اجزا موجود ہیں جو کسی جاندار کی پرورش کے لئے ضروری ہیں اور اس طرح پر دودھ ایک مکمل غذا ہے اس لئے اس میں جس قسم کے جراثیم پہونچ جائیں وہ فوراً بڑھنے پھلنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی ایسی جگہ دودھ رکھدیا جائے جہاں سیل بہت رہتی ہو بالکل بند جگہ ہو کسی قسم کی بو ہو یا اس کمرہ میں کوئی مریض رہتا ہو تو پھر وہ پینے کے قابل نہیں رہتا۔ ہاں اگر دوبارہ جوش کر لیا جائے تو خیر۔ مگر پھر وہ محض پیٹ بھرنے کی چیز ہے۔ بار بار جوش کرنے سے دودھ کے مفید اجزا جل جاتے ہیں اور وہ خراب ہو جاتا ہے۔ بعض لوگ تو کہتے ہیں کہ کچا ہی پینا چاہیئے مگر کچا پینے کو اول تو دل نہیں چاہتا دوسرے یہ بھی بات ہے کہ دوہنے اور ادہر سے ادہر برتنوں میں کرنے سے بہتیری کچھ اوپری چیزیں بھی اس میں ملجاتی ہیں اس لئے دو تین جوش دے لینا تو اچھا ہے۔ مگر بہت دیر تک یا بار بار آنچ نہیں دینی چاہیئے۔

اگر سخت گرمی کے زمانہ میں دن بھر دودھ رکھنے کی ضرورت ہو تو مٹی کی ہنڈیا میں رکھیں۔ مگر اس میں بہت زیادہ

محنت سے کہ دھو مانجھ کر دھوپ میں یا آگ پر سکھائی جائے۔ ورنہ صاف نہیں رہ سکتی اور دودھ خراب ہو جاتا ہے۔ یوں بھی کر سکتے ہیں کہ ایک تسلے میں پانی بھر کر اس میں پتیلی رکھی جائے اور کسی کسی وقت تسلے میں تھوڑی سی برف بھی ڈالدیا دودھ کا مزا بدبجائے تو اسے پینا مضر ہے۔ اور شرعاً بھی پھٹا ہوا دودھ مکروہ ہو جاتا ہے، بعض لوگ اس کا کھویہ بنا لیتے ہیں۔ مگر یہ صرف اپنے دل کا بہلانا ہے۔ جو چیز خراب ہو جائے اسے پھینک دینا ہی اچھا ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ کسی نہ کسی طرح ٹھیک ٹھاک کر کے کام میں لائیں اور نقصان اٹھائیں۔

۹ - ۱

پیاری بہنوں سے

ہیں مردوں کا اپنے کھلونا خواتین   نہیں ہائے ذی روح گویا خواتین

پسند آگیا ہے انہیں طرز مغرب   بتاؤ کریں اب بھلا کیا خواتین

طلاق انکو دینے کی دیتے ہیں دہمکی   نہیں چلتیں جو حسب منشا خواتین

فقط دہن ہے تقلید یورپ کی انکو   فقہ کا نہیں علم صلا خواتین

یہ سب کچھ ہے روحانیت کی کمی سے   پس پشت اسلام ڈالا خواتین

تمہاری خطا کچھ نہیں ہے یہ ظاہر   ہو مجبور و بے بس سراپا خواتین

پڑے عقل پر کیوں یہ مردوں کے پتھر   حمیت کو انکی ہوا کیا خواتین

بناؤ سنگار اور ہندی طریقہ   نہیں اپنے مردونکو بھاتا خواتین

جو تھے عیب دنیا میں اب سب ہنر ہیں   یہ چولا زمانے نے بدلا خواتین

حیا سوز آزادی و بے حجابی   نہ رکھے گی تمکو کہیں کا خواتین

یہ سیلاب مغرب ہے تم اسکی رو میں   نہ بہ کر کہیں جگ سے جانا خواتین

یہ افراط و تفریط ہے سم قاتل   خدا بس ہے حافظ تمہارا خواتین

نہیں تمکو احساس اس کا خواتین   تمہارے فرائض ہیں کیا کیا خواتین

دیا دین اسلام تمکو خدا نے   کرو شکر اس کبریا کا خواتین

بنا عقل پر دین اسلام کی ہے   ہوا اس کا یورپ بھی شیدا خواتین

تمہیں دی ہے اسلام ہی نے یہ عزت   مگر اس سے پہلے تھیں تم کیا خواتین

یہ تہذیب و فیشن خلاف شریعت   نہیں سیکھنا تمکو زیبا خواتین

خدا سے ڈرو اپنی عقبیٰ سنوارو   خلاف پیمبر نہ چلنا خواتین

بداخلاقیوں اور رسومات بد کو   اٹھیں دور کرنے کو اعلیٰ خواتین

کسے خدمت قوم کی دہن ہے سچی   ہے خود غرضیوں کا زمانہ خواتین

جو تم صرف کرتی ہو فیشن پہ اپنے   یہی تو ہے اصراف بیجا خواتین

تمہاری جو بہنیں ہیں نادار جاہل   نہیں ہوش انکی مدد کا خواتین

وہ ایثار ہمت عمل سے دکھاؤ   بنو فخر نسوان دنیا خواتین

ہے مدنظر قوم کی گر ترقی   تو کاتا کرو گھر میں چرخہ خواتین

اٹھو ایک قومی ادارہ بناؤ   پڑہیں پرورش پائیں کھیا خواتین

(باقی آئندہ)

قمر جہاں بیگم لکھنؤ

شہید وفا محترمہ امت الوحی معاشرتی اصلاحی افسانے لکھنے کے سبب خاص شہرت رکھتی ہیں اور دور حاضرہ کی بہترین لکھنے والی خواتین میں سے ہیں۔ شہید وفا انہیں کے افسانوں کا دلاویز مجموعہ ہے چند افسانوں کے عنوان یہ ہیں بیٹے کی تمنا۔ تین خون۔ نکاح کا افسوس۔ پگلی کا راز۔ سیاہ نقاب پوش وغیرہ نسوانی حلقوں میں امت الوحی صاحبہ کے افسانے دلچسپی کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں۔ قیمت عہ رعایتی ۱۲

ملنے کا پتہ = منیجر عصمت دہلی

ایک روحانی سچا واقعہ

(ماخوذ از ٹائمس آف انڈیا)

میرے دادا کیپٹن جان جن کا وطن شہر بالٹیمور امریکہ تھا شکار کے بیحد شائق تھے۔ جس زمانہ میں اودہ افواج کے وہ خزانچی تھے۔ انہیں ایک عجیب واقعہ پیش آیا جس کا ترجمہ ناظرین کی دلچسپی کے لئے قلم بند کیا جاتا ہے۔

(۱)

کیپٹن جان کے ایک دوست کیپٹن ہنجنس بھی شکار کے ایک بہت بڑے دلدادہ تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کیپٹن ہنجنس بغرض شکار کسی جنگل کی طرف گئے لیکن کیپٹن جان اور چند دوسرے شکاری ایک مقام کی طرف نکل آئے جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ یہاں شکار بکثرت ہے، یہاں ایک بڑی اور خوشنما جھیل تھی۔

کیپٹن جان دن بھر شکار کے فکر میں گھومتے رہے لیکن سوائے ایک نیل گاؤ اور چند ہرنوں کے کچھ ہاتھ نہ آیا۔ وہ اور ان کے ساتھی تھک کر چور ہو گئے تھے اور مزید شکار ملنے کی کوئی امید نہ تھی۔ انہیں اُسوقت کا خیال آیا جبکہ کیپٹن ہنجنس اور ان کے ساتھی شکار سے واپس آئیں گے اور اپنے ساتھ چند شیر کی کھالیں اور دوسرے شکار لائیں گے لیکن کیپٹن جان سوائے ایک نیل گاؤ اور دو چار ہرنوں کے کچھ اور نہ لیجا سکیں گے اور انہیں ذلت اٹھانی پڑے گی۔ گھنٹوں وہ شکار کی تلاش میں ادھر ادھر پھرا کئے لیکن ہمیشہ ناکامی سے دوچار ہونا پڑا۔ آخر کار وہ ایک بڑے چوڑے میدان میں آئے جہاں ایک نالہ بہہ رہا تھا جس کے پانی کی ہل چل سے فضا میں ایک ترنم کی کیفیت تھی۔ چونکہ شام ہو چلی تھی اور تاریکی بڑھتی جا رہی تھی کیپٹن جان نے اپنا ارادہ وہاں رات بسر کرنیکا ظاہر کیا ساتھیوں نے انکی رائے سے اتفاق کیا اور دن بھر کے تھکے ماندے شکاریوں کے لئے چولھے روشن کئے گئے اور کھانا پکنے لگا۔

(۲)

ان کے سامنے نالہ کے اُس پار درختوں کی دو سیدھی لانبی قطاریں راستہ بناتی چلی گئی تھیں، ان درختوں میں ہر قسم کے پھول جن سے بھینی بھینی خوشبو آرہی تھی کھلے ہوئے تھے عشق پیچاں وغیرہ کی بیلیں بھی درختوں پر چڑھی ہوئی تھیں اور تمام درخت ایک دوسرے سے ملے ہوئے دکھائی دے رہے تھے وہ خوش رنگ پتے جو کہ ان درختوں کے گرد لپٹے ہوئے تھے باغ کو جنت کا ایک نمونہ بنا رکھا تھا۔ یہ منظر کیپٹن جان کو جو پھولوں کو بے حد پسند کرتا تھا بہت بھایا۔ چنانچہ اس نے اپنے ایک شکاری ساتھی علی سے کہا جب تک تم لوگ کھانا تیار کرو۔ میں اس باغ کی سیر کر جاتا ہوں علی یہ سنکر زرد پڑ گیا اور کسی خوف کے جذبے کے تحت کانپنے لگا اس نے کہا کیپٹن جان اگر آپ کو اپنی جان عزیز ہے

تو رات کے وقت وہاں نہ جائیے کیونکہ وہ جگہ آسیب زدہ ہے ابھی ابھی میں نے یہیں سے ایک سائے کو وہاں دیکھا ہے۔"

"ہش بن مانس" کیپٹن جان نے کہا" مجھے بھی خیال ہے کہ میں نے ان درختوں کے نیچے ایک بن مانس کو دیکھا ہے۔ علی مجھے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر وہاں کوئی انسان اس شکل میں ہے تو میں بھی ایک فوجی سپاہی ہوں۔ اگر وحشی جانور وہاں بستے ہیں تو مجھے ساری عمر انہیں سے سابقہ پڑا ہے پھر میں کیوں ڈروں۔"

علی نے جواب دیا" صاحب نہ وہاں انسان ہیں اور نہ حیوان بلکہ ان سے بھی زیادہ ایک خوفناک چیز ہے۔ وہ ایک بھوت ہے۔ خدا کی قسم وہاں نہ جائیے"

لیکن کیپٹن جان نہ مانا اور کہنے لگا" نہیں میں ضرور جاؤں گا۔ دیکھو علی تمہارے بھوت سے ملنے کے بعد مجھے شدت کی بھوک لگے گی اسلئے کھانا نہایت عمدہ اور لذیذ تیار کرنا۔ یہ کہا اور ایک بندوق مع کارتوس لیکر اس جانب روانہ ہو گیا

(۳)

کیپٹن جان نے دور سے دو شیروں کے دھاڑنے کی آواز سنی پھر ایک چیتے کی آواز آئی بعدہ ایک بھالو کی بھی آواز سنائی دی۔ اس نے خیال کیا کہ ان شیروں اور چیتوں کے مارنے کے بعد میں اپنی خفت مٹا دوں گا۔ اور کیپٹن ہنبس کے آگے آنکھیں چار کرنے کے قابل بن سکوں گا۔ یہ سوچکر وہ بہت تیز تیز چلنے لگا۔ بھوت پریت یا زہریلے سانپ اور بچھوں کی اسے مطلق پروا نہ تھی اور وہ بڑھتا چلا جا رہا تھا

اچانک بالکل غیر متوقعہ طور پر دو درختوں کے درمیان ایک شکل نمودار ہوئی۔ کیپٹن جان اسے غور سے دیکھے بغیر نہ رہ سکا۔ یہ شکل ایک خوبصورت نوجوان چینی لڑکی کی تھی جس کے سیاہ اور کٹے ہوئے بال مثل لٹوں کے پیشانی پر مجتمع تھے اس کی آنکھیں ہرن کے مانند تھیں اور نازک لب مثل گلاب کی کمان کے تھے۔ یہ لڑکی پہلے تو مسکرائی پھر کیپٹن جان کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا جس انگلی سے اُس نے جان کو اشارہ کیا وہ بہت خوبصورت نازک اور گاؤدم انگلی تھی اور اس میں ایک الماس کی انگوٹھی چمک رہی تھی کیپٹن جان اس کے بلانے سے گویا مسحور ہو گیا اور لڑکی کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔

اس زمانہ میں کیپٹن جان غیر شادی شدہ تھا اس لئے لڑکی کی بے مثال خوبصورتی اسے پسند آئی اور وہ علی اور شکار وغیرہ کو بھول گیا چینی لڑکی ہر تین چار قدم پر مڑکر اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر رہی تھی اور کیپٹن جان پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ لڑکی رہنمائی کرتے ہوئے اسے بہت دور لے گئی یہاں تک کہ وہ ایک کھنڈر (کے نزدیک آئی قریب ہی ایک چوبی دروازہ تھا جس میں لڑکی داخل ہو گئی اور جان کو آنے کا اشارہ کر گئی۔

جوں ہی کیپٹن جان اس دروازہ کے اندر داخل ہوا۔ لڑکی کی شکل غائب ہو گئی۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا لیکن کسی کو نہ پایا۔ اب وہ ایک ایسے صحن میں تھا جس کی تنہائی اور تاریکی خوفناک تھی۔ سامنے ایک شکستہ سا ایک منزلہ

مکان تھا جس میں زندگی کے کوئی آثار نہ پائے جاتے تھے۔ البتہ کہیں کہیں پر مکڑیوں نے جالا تن رکھا تھا یا چمگادڑ اور مچھر دیواروں سے چپٹے ہوئے تھے کیپٹن جان عمارت کی طرف بڑھا اور ایک دروازہ کھولا۔ دروازہ کھولنے کی آواز بھی کم ڈراونی نہ تھی۔ اب وہ ایک عجیب کمرہ کے اندر تھا جس کے اندر بہت سے دروازے تھے فرش پر بیحد دھول جم گئی تھی اور اس دھول پر بیشمار رینگنے والے جانوروں کے نشانات تھے لیکن انسان کے پاؤں کا کوئی نشان نہ تھا اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ لڑکی اس حصہ مکان میں نہیں آئی تھی تب وہ گئی کہاں۔ اس قسم کے توہمات کیپٹن جان کے دماغ کو پریشان کرتے رہے، ایک آدھا کھلا ہوا دروازہ کیپٹن جان کو نظر آیا جس کے اندر اس نے جھانکا، آگے ایک تالاب دکھائی دیا۔ کیپٹن جان یہ پکارتے ہوئے دروازے کے اندر گھس گیا۔ ہلو! ہلو! یہاں کوئی ہے"! لیکن کوئی جواب نہ آیا۔ ہر طرف خاموشی ہی خاموشی تھی۔ یکایک پیچھے سے ایک چیخ کی آواز آئی۔ جو ایک دل ہلا دینے والی آواز تھی۔ کیپٹن جان لرز گیا۔ پھر ایک بلند قہقہہ کی آواز پشت سے سنائی دی۔ اس نے مڑ کر جو دیکھا تو کوئی نہ تھا پھر کسی کے چلنے کی آواز آئی، اور اس کے بعد ایک ایسی آواز آئی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ چند آدمی کسی خوفناک مسئلے پر تبادلہ خیالات کر رہے ہیں۔

اگرچہ خوف نے کیپٹن جان کے دماغ کو پراگندہ کر رکھا تھا تاہم وہ ہمت کر کے تالاب کی طرف بڑھا۔ چند قسم کی خوفناک آوازیں بھی آرہی تھیں جابجا زہریلے سانپ پھنکارتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے اور دو چار شیر بھی دوڑ پڑے نظر آئے۔ اور تالاب میں گھڑیالوں کی کوئی انتہا نہ تھی۔ پانی سے اوپر ایک ہاتھ نکلا ہوا تھا باقی سارا جسم پانی کے اندر تھا۔ کیپٹن جان نے اس ہاتھ کو پہچان لیا۔ یہ اسی چینی لڑکی کا ہاتھ تھا جس کے پیچھے جان یہاں تک آیا تھا وہی نازک بلوریں ہاتھ وہی گاؤدم خوبصورت انگلیاں اور انگلیوں میں وہی ہیرے کی انگوٹھی جگمگا رہی تھی۔ سب کچھ وہی تھا۔ ایک منٹ یہ ہاتھ پانی سے اوپر رہا بعدہ غائب ہو گیا۔ کیپٹن جان یہ ہوشربا منظر دیکھکر بیحد خوف زدہ ہو گیا۔ ڈر سے اس کی بری گت ہو گئی اور وہ بھاگنے لگا۔ بندوق ہاتھ سے گر گئی مگر وہ سلامتی کے ساتھ اپنے ساتھیوں میں جا ملا۔

(۴)

اس رات کو علی وغیرہ سے کیپٹن جان نے اس کا بالکل تذکرہ نہ کیا لیکن دوسرے روز دوپہر کے کھانے پر کیپٹن ہنجنس سے اس واقعہ کے بارہ میں کہا تو ہنجنس تو حیرت زدہ ہو گیا لیکن مسٹر وینڈر گوچٹ ایک ڈچ سوداگر نے جو کہ اس روز شکار میں کیپٹن ہنجنس کے ساتھ تھا کہا۔ "میں اس مکان کو اچھی طرح جانتا ہوں جب میں اس طرف میں رہتا تھا تو مجھے اکثر ادھر سے گذرنیکا اتفاق ہوتا تھا بارہا میں نے اس چینی لڑکی کی شکل کو دیکھا لیکن ہمیشہ آنکھیں بند کر کے چلا آیا۔ اس کے متعلق یہ مشہور ہے کہ ایک فرانسیسی اس مکان میں مع ایک چینی لڑکی کے رہتا تھا چند دنوں کے بعد فرانسیسی بالکل غیر متوقع طور پر مر گیا اسکے رشتہ داروں کا گمان ہوا کہ اس لڑکی نے زہر دیدیا ہے چنانچہ انہوں نے لڑکی کو ایک تالاب میں جو کہ متصل تھا پھینکدیا جہاں چند گھڑیالوں نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ تالاب میں جو ہاتھ پانی سے باہر نکلا ہوا تھا وہ اسی لڑکی کا تھا جبکہ وہ بے بسی کے عالم میں وہاں ڈالدی گئی تھی اسکے بعد وہ مکان باغ اور تالاب آسیب زدہ مشہور ہو گئے۔

شادی کی کاروباری حیثیت

ایک انگریزی اخبار پڑھتے ہوئے میں نے ایک مشہور ادیب خاتون بیرلس ارکزی کا ایک مضمون دیکھا جس کا عنوان وہی تھا جو مضمون ذیل کا میں نے تجویز کیا ہے۔ مجھے خیال ہوا کہ عصمت میں اس کا اقتباس پیش کروں یورپ کی لڑکیوں ہی میں نہیں بلکہ یہ خیال مشرقی عورتوں میں بھی پیدا ہو رہا ہے کہ شادی محض ایک کاروباری معاہدہ ہے اور اس کی اہمیت اور تقدیس ایک تجارتی معاہدہ سے زیادہ نہیں ہونی چاہئے۔ بیرلس صاحبہ نے اسکو تسلیم کرتے ہوئے کہ شادی ایک تجارتی معاہدہ ہی صحیح۔ یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ کیا تجارتی معاہدہ کا یہ اخلاقی تقاضا نہیں کہ اس کو قائم رکھا جائے اور اس میں باہمی تعاون کے ساتھ کامیابی حاصل کیجائے۔ اس طرح ازدواجی زندگی کا بھی یہ نصب العین ہونا چاہئیے کہ فریقین خلوص باہمی اور کامل تعاون کے ساتھ اس کو کامیاب بنائیں۔ بیرلس موصوفہ کا یہ مضمون مشرقی خواتین کیلئے بھی اتنا ہی قابل غور ہے جتنا یورپ کی خواتین کے لئے۔ (محمود الحسن صدیقی)

آج کل عموماً لڑکیوں کا یہ خیال ہو رہا ہے کہ شادی محض ایک کاروباری معاہدہ ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہیں، چند پرانے خیال کی خواتین جن پر جدید تمدنی نظریوں نے اپنا اثر نہیں ڈالا ہے اس عام خیال سے مستثنےٰ ہیں۔

اچھا تسلیم، سمجھ لیجئے کہ شادی ایک کاروباری معاہدہ ہی ہے۔ تاہم تمام کاروبار بھی خشک اور غیر دلچسپ نہیں ہوتے بعض میں خاصی شعریت ہوتی ہے۔ لیکن خیر یہ تو سمجھئے کہ اگر آپ کسی شخص کے ساتھ مشترکہ طور پر کوئی کاروبار کرنا چاہیں تو آپ ابتدا میں اس کے متعلق کن امور کی تحقیق کریں گی۔

یقیناً آپ یہ معلوم کرنا چاہیں گی کہ فریق ثانی ایک باعزت خوش معاملہ آدمی ہے بے داغ شہرت کا مالک ہے باعتبار قابلیت کاروبار اور فہم و فراست بھی وہ قابل تعریف ہے۔ اور اگر آپ کی خواہش ہے کہ مشارکت ایک کامیاب مشارکت ہو تو ضروری ہوگا۔ کہ یہ خوبیاں جہاں آپ اوس میں تلاش کر رہی ہیں خود آپ میں بھی بدرجۂ اتم ہوں یہاں تک یہ اصول شادی اور کاروبار دونوں میں مشترک ہے۔ اب اس کا اور رخ بھی ملاحظہ ہو۔ آجکل کی لڑکیوں کا یہ بھی خیال ہے کہ جس طرح ہم تجارتی معاہدوں کو ختم کر سکتے ہیں۔ شادی کی بندشوں کو بھی آسانی کے ساتھ ہر وقت توڑ سکتے ہیں اور کسی طرح بھی شادی کی گرہ تجارتی معاہدہ کی گرہ سے زیادہ مضبوط نہ ہونی چاہئے۔

یہ نظریہ اگر اس طرح ہے تو یقیناً اس میں اصلاحی عنصر مفقود ہے اور جن لڑکیوں کا یہ خیال ہے انہوں نے دراصل نہ تجارت کے اخلاقی پہلو پر غور کیا ہے اور نہ شادی کے مقدس رشتہ کی اخلاقی نوعیت پر۔ کیا آپ کا

خیال ہے کہ جب دو کاروباری آدمی مشارکت کے ساتھ معاہدہ کرکے تجارت شروع کرتے ہیں تو کیا انکا مقصد یہ ہوتا ہے کہ سال دو سال کے بعد ہی ان دونوں میں افتراق رونما ہو جائے اور تمام متحدہ کوششوں سے فروغ دی ہوئی تجارت تمام مال و اسباب ذخائر، دوکان کی شہرت۔ ان تمام اشیاء کو وہ تقسیم کرکے ایک شہر کے اِس کونے پر نظر آئے - اور دوسرا اُس کونے پر نہیں۔ وہ اس حقیقت کو خوب سمجھتے ہیں کہ اس مشارکت کے بعد اب ان کا مفاد ایک دوسرے سے وابستہ ہے۔ اتحاد باہمی ان دونوں کی ترقی اور کامیابی اور اختلاف دونوں کی بربادی کا باعث ہو سکتا ہے! احتیاط اور بردباری کے ساتھ وہ تمام خطرات سے بچتے ہوے اس طرح تعاون باہمی کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ کہ بالآخر ان کا اتحاد کامیاب اور مبارک ثابت ہوتا ہے۔ ان کے کاروبار میں متحدہ کوششوں سے اتنی ترقی ہو جاتی ہے کہ دونوں کی جداگانہ انفرادی کوششوں سے اتنی ترقی کبھی نہیں حاصل ہوتی،

اچھا اب اس مثال پر غور کیجئے، کیا جس طرح ان دونوں شرکاء تجارت نے باہمی اتفاق یکجہتی، خلوص سعی و قابلیت کے ساتھ اپنے مشترکہ کاروبار کو کامیاب بنایا کیا آپ اس معاہدہ کو بھی اسی طرح کامیاب نہیں بنا سکتیں جو نکاح کا مقدس معاہدہ کہلاتا ہے۔ لیکن یاد رکھئے، کامیابی کے لئے یہ ضروری ہے کہ آپ خوش معاملگی اور دیانت سے کام لیں، اگر آپ سبک سری سے اس معاہدہ سے کھیلنے کی کوشش کریں گی۔ اور اس کی اہمیت کو نہ سمجھیں گی تو نتیجہ ضرور یہ ہوگا کہ تباہی آپ کو اور آپ کے شریک معاہدہ کو آلیگی۔

شادی کے معاہدہ کی کامیابی کا صلہ ظاہر ہے۔ روپیہ اور اشرفیوں کی صورت میں تو نہیں ملیگا لیکن اس کا صلہ اطمینان، مسرت اور سچی الفت ضرور ہوگا۔

زمانہ جدید کے وارفتہ سر لوگ جو کچھ بھی اس کے خلاف کہیں کہا کریں مگر یقیناً شادی اپنی نوعیت میں نوع انسانی کے لئے خوشی، اطمینان اور برکت سے معمور ہے۔ اس میں محبت کا روح افزا جذبہ اسی طرح قائم رہ سکتا ہے اور اس کی لطف اندوزیاں اسی طرح رہ سکتی ہیں جس طرح زمانہ نسبت میں محسوس کی جاتی ہیں۔

مسرت اور اطمینان یقیناً انسان کے تمام کاروباری جدوجہد اور سرگرمیوں کا مقصد اصلی ہیں اور یہی ان کا صلہ ہیں لیکن ان کے حصول سے پہلے کام کرنے کی ضرورت ہے اور اس کام میں پہلے سے مہارت اور قابلیت بھی ہونی ضروری ہے۔ کوئی لڑکی اگر کسی پیشہ کو اختیار کرنا چاہے۔ مثلاً وہ ڈاکٹری کو اپنا پیشہ بنائے۔ یا انجینیر بننا چاہے یا اور کچھ، ان تمام پیشوں میں اس کو مخصوص ٹرینگ حاصل کرنی پڑے گی جب اس میں اس کو پوری دسترس ہو جائے گی اور اس کی تمام جزویات پر پورا عبور حاصل ہوگا تب کہیں وہ اس پیشہ میں کمال اور ترقی حاصل کر سکے گی۔ اور اس وقت اس کے کاروبار کو فروغ ہوگا۔

اسی طرح ازدواجی زندگی بھی ایک کاروباری زندگی ہے۔ اس کے لئے بھی خاص تیاری اور قابلیت پیدا کرنے کی ضرورت ہے،

کسی لڑکی کو ہرگز ازدواجی زندگی میں اسوقت تک قدم نہ رکھنا چاہیئے جب تک اسکو اپنی ذات اپنی قوت اور اپنی قابلیت پر پورا وثوق نہ ہو جائے اور وہ ازدواجی زندگی کے اس حصہ کے فرائض کو جس کا بحیثیت شریک کاروبار اس سے تعلق ہوگا کامل خوش اسلوبی کے ساتھ انجام نہ دے سکے

اُس کو اُس اعتماد کے ساتھ ازدواجی زندگی میں قدم رکھنا چاہیے کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق اپنے گھر کا انتظام خانہ داری بخوبی کر سکے گی۔ وہ اپنے شوہر کی سچی رفیق حیات اور تمام افکار حیات میں اس کی زبردست معاون اور کامل غمگسار ثابت ہوگی اور یاد رکھیے کہ یہ آسان نہیں ہے۔ اس کے لیے خاص فہم و فراست اور وسیع قلب، بردباری۔ تحمل، عملی قابلیت کی ضرورت ہے۔ اور یہ صفات تربیت و تعلیم ہی سے پیدا ہو سکتی ہیں۔ ان صفات کے ساتھ ہنرمندی ہی ضروری ہے بعض کام جو عورتوں کے لئے مخصوص ہیں ان میں کامل مہارت حاصل ہونی چاہیئے۔ مثلاً کھانا پکانا۔ انتظام خانہ داری، بچوں کی نگہداشت و تربیت، مریضوں کی تیمارداری۔ اصول مہمان نوازی، اگر ان تمام امور میں صاحبہ خانہ کو کامل مہارت ہو تو یقیناً اس کا اثر ازدواجی زندگی پر نہایت راحت بخش اور مسرت افزا ہوگا۔ ایک نہایت ہی بڑا عیب جو ہم آج کل کی لڑکیوں میں دیکھتی ہوں اور جس کا ازدواجی زندگی پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ یہ ہے کہ وہ شادی سے پہلے ہی اُس کی ناکامیوں اور مایوسیوں کی متوقع نظر آتی ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زندگی کی ذراسی لغزش ان کو ناکامی کے راستہ کی طرف لیجاتی ہے یہ خیال اچھا نہیں۔

مایوسی اور تاریک بینی کوئی اچھی صفت نہیں۔ کسی کاروبار میں اگر ناکامی کو پیش نظر رکھا جائے اور ہر مرحلہ میں اس کی توقع کی جائے تو کامیابی کی صورت دیکھنی دشوار ہو جائے گی۔ ہمیشہ اپنے شریک حیات کے متعلق بلند اور امید افزا خیالات رکھو۔ حسن ظن سے کام لو۔ اس کو ایک باہمت، کامیاب اور بامراد انسان سمجھو جس میں شجاعت، عالی حوصلگی اور ساتھ ہی رحم و کرم بھی ہے۔ اور اگر تم اس کے متعلق یہ خیال رکھو گی تو اس کو بھی اس خیال کے مطابق پاؤ گی۔ مرد ہمیشہ ایسے ہی بن جاتے ہیں جیسا عورتیں ان کو بنانا چاہتی ہیں۔

شریک زندگی اور اسی طرح شریک کاروبار کے لئے یہ احساس بہت پست کرنیوالا ہے کہ اس کا دوسرا شریک اس سے دل ہی دل میں نفرت کر رہا ہے۔ تم محبت اور مسرت کی پرلطف خوابیں دیکھتی رہو اور تم دیکھو گی کہ ان خوابوں کی تعبیر ہی تم کو زندگی میں وہی نظر آئے گی۔ آج کل یہ خیال بھی عام ہو رہا ہے کہ شادی سے عورت کی زندگی محدود اور مقید ہو جاتی ہے۔ گویا شادی عورت کو ایک سنہری پنجرہ میں مقید کر دیتی ہے۔ یہ خیال کتنا لغو ہے اور

حقیقت سے کتنا دور ہے۔ یہ شادی شدہ عورت کو غیر شادی شدہ عورت سے زیادہ آزادی حاصل ہے۔ معاشرت میں اسکو شادی کے بعد زیادہ امتیاز اور وقعت و عزت حاصل ہوتی ہے۔ شادی کے بعد اس کے احباب، اعزا اور ہمدردوں میں دوگنا اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کے شوہر کے دوست احباب۔ اعزا و اقارب ہی اس کے ہو جاتے ہیں وہ اپنے گھر کی روح رواں ہوتی ہے۔ حالانکہ شادی سے قبل اسکی حیثیت محض کارکن کی ہوتی ہے جو اپنی ماں یا اور گھر کی کسی بڑی منتظمہ کی نگرانی میں کام کر رہی ہو۔ شادی کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اخلاص باہمی پر لطف یکجہتی اور رفاقت، ہم خیالی کی کیسی عجیب و غریب نعمتیں آپ کو حاصل ہوتی ہیں۔ یہ احساس کس قدر اطمینان بخش ہے کہ کم از کم ایک انسان دنیا میں ایسا ضرور ہے جس کا مفاد اور مقاصد ہماری زندگی کے ساتھ مشترک ہیں اور جو ہماری مسرتوں اور تکالیف دونوں کا یکساں شریک ہے۔ اس احساس کی اطمینان بخشی کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کو اس کا تجربہ ہے۔ وہ اعتماد اور وقار جو تم کو گھر کی ملکہ ہونے سے ملتا ہے اور سب سے زیادہ وہ گرانمایہ دولت جو اپنے چھوٹے بچوں کو اپنے گھر میں پروان چڑھتے ہوئے دیکھ کر تم کو حاصل ہوتی ہے۔ اور بچوں کی معصومانہ محبتیں اور دلچسپیاں جو ایک ماں کی زندگی کو مسرت سے معمور کر دیتی ہیں۔ یہ سب اس زندگی کی برکتیں ہیں لیکن خوب یاد رکھیے کہ یہ سب مسرتیں مفت نہیں ملتیں ان کے لئے کچھ ایثار کی بھی ضرورت ہے۔ یہ ایک فہیم لائق خاتون ہی کو حاصل ہوتی ہیں۔ لڑکیو! جب تمہاری شادی کے پر مسرت موقع پر خوشی کے شادیانے بج رہے ہوں اور ترنم خیز ساز فضا کو اپنی موسیقی سے متحرک کر رہے ہوں تمہارا دل بھی زندہ اور متحرک ہونا چاہیئے تم کامل فرض شناسی اور اعتماد ذاتی کے ساتھ اس منزل میں قدم رکھ رہی ہو۔ اور ازدواجی زندگی کے پیش آنیوالے مراحل کی تمام ضروریات سے باخبر اور ان کو پورا کرنے کی قابلیت اور قوت کے ساتھ استقلال اور امید کو لئے ہوئے قدم اٹھا رہی ہو۔

اس دور حیات کی طرف جو ایسا دور ہوگا جہاں تمہاری کامیابی، تمہاری مستعدی۔ دوراندیشی، ہمت و استقلال اور قابلیت پر منحصر ہوگی اور جہاں کی ناکامی تمہاری سستی غفلت اور بے پروائی و جہالت کا نتیجہ ہوگی۔

خدا نہ کرے کہ محبت کے اس وجدانی رشتہ میں افتراق کے شرارے بھڑکیں۔ اور مسرت و اطمینان کی فضا پر ادبار اور نحوست کے بادل چھائیں۔

دنیا کے سب سے بڑے دولتمند اور کاروباری آدمی راک فلر کا قول ہے کہ اس کی ترقی کا راز یہ ہے کہ وہ معمولی سے معمولی کاموں میں بھی غیر معمولی اور توجہ و انہماک ظاہر کرتا تھا۔

کیوں نہ تم بھی اسی اصول کو پیش نظر رکھو اور اگر مال و دولت۔ تجارت، کاروبار میں نہیں تو محبت اور مسرت کی دنیا میں دوسری راک فیلر نہ بن جاؤ،

محمود الحسن صدیقی بی اے (علیگ)

نرالی قوم

قوم کلّر ہندوؤں ہی کی ایک شاخ ہے، کلر کے معنی ہیں چور کے اس قوم کا خاص پیشہ چوری ہے۔ اُسلم پٹی تعلقہ اس قوم کا اصل وطن مانا جاتا ہے اس چھوٹی سی قوم میں بھی تین قسمیں ہیں۔ ایک پرمالی کلرس، ایسے ہی دوسری دو اور ذاتیں ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا شجرہ پرانے ہندو آریہ سے جا کر ملتا ہے۔ روایت ہے کہ یہ تینوں قسم کے کلر دیوتاؤں کے شہنشاہ کی ناجائز اولاد ہیں جو امالیا نامی عورت سے ہوئیں اسی استحقاق سے ان کا عقیدہ ہے کہ وہ دنیا میں محض چوری کر کے گزران کرنے کے لئے ہی پیدا ہوئے ہیں۔

ان کے قابل ذکر آٹھ مقامات ہیں جو ماڈس کے نام سے مشہور تھے اور ہر ایک میں ایک پنچایت مقرر تھی جس میں آپس میں ایک دوسرے کے سارے معاشری بحث مباحثوں کا تصفیہ ہوا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ ہر قریہ میں چھوٹی چھوٹی پنچایتیں بھی مقرر ہیں۔

یہاں کی زمین کچھ زیادہ زرخیز بھی نہیں ہے اس لئے ان کی آبادی جیسے جیسے بڑھتی گئی وہ اطراف کے تعلقوں ڈنڈگل۔ پلنی۔ نل کوٹہ وغیرہ میں آباد ہوتے گئے۔ وہ جہاں کہیں بھی آباد ہوں اپنی قسمت کا مختار دیوتا منسامی کو ہی مانتے ہیں جس کا مندر مدراس میں واقع ہے۔ اس کے علاوہ ان کے اور تین معتبر دیوتا ہیں۔ کرپوسامی۔ کلودنتا سامی۔ اور ویرو سامی۔ ان کی ایک قابل ذکر عید ان دیوتاؤں کی یادگار میں سالانہ ہوا کرتی ہے جسے وہ شیوراتری کہتے ہیں جو مارچ اپریل میں ہوا کرتی ہے۔

کلر ایک سست اور ناکارہ قوم ہے باوجود تنگی کے محنت کرنا پسند نہیں کرتے۔ نہ زراعت کرتے ہیں اور نہ نوکری وغیرہ بلکہ اکثر چوری پر ان کا گذارہ رہتا ہے۔ ان میں ایک حیرت انگیز صفت یہ ہے کہ یہ لوگ سب کچھ چراتے ہیں مگر تالی (جو شادی شدہ خواتین بطور نشان سہاگ کے باندھتی ہیں) نہیں چراتے اگر اتفاق سے دوسرے سامان کے ساتھ چرا بھی لیں تو کسی نہ کسی طرح اسکو واپس کر دیتے ہیں۔ اکثر ہر قریہ میں کوئی بڑا سایہ دار درخت مثلاً پیپل وغیرہ دیکھکر اس کے نیچے دو تین دیوتا نما پتھر نصب کر کے تمام دن اس کے سایہ میں سست و کاہل بنے پڑے رہتے ہیں

اس قوم میں ختنہ کی رسم جاری ہے جس کے متعلق ایک دلچسپ روایت ان میں چلی آتی ہے۔ بہنوں کی دلچسپی کے لئے حوالہ قلم کرتی ہوں۔ ایک مسلمان بزرگ کہیں جاتے جاتے اثنا راہ میں تکان سفر کی وجہ سے قیام فرمائے تو اس قوم کے چند افراد ان کے خیمہ میں چوری کے ارادہ سے داخل ہوئے جنہیں ان بزرگ کے ہمسفروں گرفتار کرلیا۔ یہ چند افراد اس قوم کے سرگروہ تھے۔ جب ان کی رہائی کا مسئلہ صبح پیش ہوا تو ختنہ کی شرط پیش کی گئی

جس کی منظوری کے بعد خلاصی ہوئی (خدا ہی جانے کہ یہ روایت کہاں تک صحیح ہے) ختنہ کرنے کی ان میں عمر ہی مقرر نہیں ہے کمبخت بڑی بڑی عمر کے لڑکوں کو بھی خوب بنا سنوار کر کامل دو دن باجا بجاتے ہوئے رات بھر پھرایا کرتے ہیں۔

یہاں چوری وغیرہ کو دریافت کرنیکے لئے پولیس کو بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تمام کنبہ ایک دوسرے کی پردہ پوشی کرتی ہیں۔ ان میں اکثر گائے بیلوں کی چوری کا بہت رواج ہے۔ وہ نہایت آسانی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ چوری کے لئے ریلوں پر چلے جاتے ہیں اور جاتے وقت نہایت شریف ستھری صفائی کے ساتھ ریل میں سوار ہو کر جاتے اور واپسی پر چوری کا جانور کہیں اور بیچ باچ کر جنگلی پہاڑی راستوں سے گھر آجاتے ہیں۔ یہ لوگ سبلوں وغیرہ سے بآسانی چوری کے لئے گھروں میں نقب لگا لیتے ہیں دریچے اتار لیتے اور دروازوں کے تالے توڑ لیتے ہیں۔ اکثر اوقات تو کنجیوں ہی سے تالے کھول لیتے ہیں کیونکہ اس مطلب کے لئے وہ کنجیوں کے گچھے جمع رکھتے ہیں۔ اس قوم کا ہر فرد اپنی اپنی کمر میں تیز کٹار جیسا چاقو پوشیدہ رکھتا ہے۔ اور ہر فرد بچپن ہی سے چوری میں ماہر ہوتا ہے۔ جبتک کوئی چوری نہ کرے گا اس کی شادی ہونی مشکل ہوگی۔ کوئی اُسے داماد بنانا پسند نہ کرے گا۔ اگر کوئی کسی خواستگار کو بیٹی دینی پسند نہ کرے تو وہ غصہ سے درخواست رد کرنے والے کے گھر کو آگ لگا دیتا ہے۔ اکثر ماموں کی بیٹی ہی سے شادی کا رواج ہے۔ اگر کہیں غیر جگہ شادی کرنی ہو تو پہلے ماموں کو ہرجانہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ جب تک ہونے والا داماد چوری نہ کرے خسر اسے شرف قبولیت نہیں بخشیگا۔

ان کے ہاں شادی صبح سویرے چھ بجے ہو جانی چاہیئے۔ نوشہ آکر دلہن کے مکان کے سامنے بیٹھ جاتا ہے اس کے بعد زنانہ میں دلہن کو برہنہ بٹھایا جاتا ہے۔ اسکی نندیں آکر کپڑا باندھتی ہیں۔ لباس صرف ایک ساری ہوتی ہے اس کے بعد نوشہ کے پاس لیجا کر بیٹھا دیتے ہیں نو بجے کے قریب رخصت ہو جاتی ہے۔ نوشہ گھوڑے پر سوار ہوتا ہے دلہن بوقت رخصت روتی ہے رخصتی کے تیسرے دن دلہن کو پھر میکہ بلایا جاتا ہے۔

ان لوگوں کے مکانوں میں دروازے نہیں ہوتے۔ ان کے ہاں دروازہ ہونا بڑی بزدلی اور معیوب بات سمجھی جاتی ہے۔ ہندوؤں کے دوسرے فرقوں کی بہ نسبت اس فرقے کی عورتوں کو بہت آزادی حاصل ہے۔ اور عورت مرد آپس میں ایک دوسرے سے بآسانی علیحدگی یعنی طلاق حاصل کر سکتے ہیں یہاں تک کہ گورنمنٹ نے انکی تمدن و معاشرت کے لئے جو قرضہ دیا جاتا ہے وہ بھی خاص طور سے میاں بیوی دونوں کو بلا کے خصوصاً بیوی ہی کے ہاتھ میں دیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ عورتیں مردوں کے مانند سست نہیں ہوتیں۔

انکی عورتوں کے زیورات عجیب قسم کے ہوتے ہیں۔ سال بھر کی لڑکی کے کان چھیدے جاتے ہیں جن میں سیسے کے وزنی ٹکڑے لٹکائے جاتے ہیں۔ تاکہ کان کی لوچھٹ کر کندھوں تک لٹک جائے۔ کان کی لو لٹکنا ان میں بڑی خوبصورتی کی علامت ہے جب لڑکی حد بلوغ کو پہنچ جاتی ہے تو سیسے کے بگ کان کی لو سے نکال کر

سنہری بدوضع زیور جو کھانا پکانے کے برتنوں سے مشابہ ہوتا ہے ڈالدیا جاتا ہے بعض اوقات دولتمند خواتین دس دس سا اور ن تک کا زیور کان میں پہنتی ہیں جس کے وزن سے لو پھٹ کر باریک تار کے مانند ہو جاتی ہے۔ چور بآسانی زیور کھینچ لیتے ہیں اس قسم کے مقدمے آئے دن ہوتے رہتے ہیں۔

یہ لوگ قسم کے بڑے پابند ہوتے ہیں اور خوف کھاتے ہیں کبھی بھولے سے بھی جھوٹی قسم نہیں کھاتے۔ قسم کھانے کے بہت سے طریقے ان میں رائج ہیں۔ مثلاً اپنے دیوتا کے سامنے تین لکیریں کھینچ کر اوپر سے پار ہونا۔ دوسرے بچے کو سلا کر اوپر سے پھلانگنا۔ وغیرہ وغیرہ

۱۹۲۱ء سے گورنمنٹ ان کی فلاح و بہبود میں بڑی دلچسپی لینے لگی ہے۔ ان کے بچوں کے لئے تعلیم گاہیں تیار کرائی گئی ہیں اور کرائی جا رہی ہیں جن میں تعلیم دینے کے علاوہ کپڑا بنا لکڑی کا کام کرنا سکھایا جاتا ہے، اور زراعتی فارم وغیرہ تیار کرا کے نئی نئی قسموں سے زراعتیں سکھلائی جا رہی ہیں۔ نیز ان کی حیثیت و حالت کا اندازہ کرتے ہوئے گورنمنٹ سے نہایت قلیل مقدار میں سود لیکر قرض بھی دیا جاتا ہے۔ بجبر وصول نہیں کیا جاتا۔ بلکہ برسوں میں جا کر وصول کرتے ہیں۔ ان کے لئے کپڑا انہی سے بنوایا جاتا ہے۔ اور انہی کے لئے گورنمنٹ سے فروخت کرایا جاتا ہے۔ ان کو جو قرضہ دیا جاتا ہے وہ کوآپریٹو انسپکٹرز مقرر ہیں وہ وصول کرتے ہیں۔ اکثر پولیس والوں کو بھی دخل دینا پڑتا ہے۔

فاطمہ بیگم انور علی۔ ٹوٹی کارن

بقایا صفحہ ۴۹۵

علیحدہ رکھا ہے جس میں میں گلوریا کے نام سے مشہور ہوں۔ لیکن گلوریا کو چند رازوں کے انکشاف پر راغب کیا گیا۔ یہ یارک شائر کی رہنے والی ہے اور پانچ سال ہوئے بطور ایک لباس نما لڑکی کے کام کرنے کے لئے لندن میں آئی۔ یہ ایک گھر بار والی لڑکی ہے اور اسے ناچنے یا تماشے دیکھنے کا شوق نہیں۔ وہ اپنے فراک اپنے پیدا کردہ نمونوں پر سی تی ہے اسے ٹوپیوں کا خاص مذاق ہے۔ اور چند فیشن ملا کر ایک نئی وضع پیدا کر سکتی ہے۔ لندن کی ایک بڑی فرم کے سٹاف نے حال ہی میں گلوریا کو سب سے زیادہ مقبول عام لڑکی قرار دیا ہے اور لطف یہ ہے کہ یہ تمام رائے دینے والی مستورات ہی تھیں۔ یعنی حلقہ نسواں اس کی قابلیت کا معترف ہے۔ فیشن پرست بہنیں جو ہر وقت سینماؤں اور تھیٹروں میں جانے کی مشتاق ہیں گلوریا سے سبق حاصل کریں

بیگم خان عبدالرشید جالندہر

گلوریا

یورپ میں دستور ہے کہ درزی۔ پارچہ فروش۔ جوہری۔ سنار اور دیگر سامان آرائش فروخت کرنے والے تجارت پیشہ لوگ ایک جامہ زیب اور خوش ادا لڑکی کو پارچات اور زیورات سے آراستہ کرکے مشہور مقامات میں گشت کراتے ہیں۔ تاکہ عورتیں اس کے فیشن پر فریفتہ ہوکر اسی قطع وضع کے پارچات اور زیور بنوائیں، خریداروں کو مشتاق بنانے اور مختلف فیشنوں کی شہرت کا یہ ایک بہترین طریقہ ہے۔ ایسی لڑکیوں کو مینی کوین یعنی لباس نما لڑکیاں کہتے ہیں۔ یہ ایک لباس نما لڑکی کی داستان ہے جس نے حال ہی میں اپنے پچاس ہزار فوٹو کھچوائے گذشتہ پانچ سال میں اس نے تیس ہزار مختلف قطع کے فراک اور پوشاکیں زیب تن کی ہیں اور ان پوشاکوں میں سے بہت سی اس نے اپنے ہاتھ سے گھر پر تیار کی ہیں۔ یہ لڑکی گلوریا انگلستان کی مشہور حسین لباس نما لڑکی ہے۔

تقریبًا ہر ایک شخص نے گلوریا کو دیکھا ہے لیکن ذاتی طور پر نہیں بلکہ اس نمائشی سلسلہ میں۔ اور بہت کم لوگ اس کا اصلی نام جانتے ہوں گے۔ عرف عام میں وہ صرف گلوریا مشہور ہے۔

صرف یہی ایک برطانوی لڑکی ہے جو باقاعدہ انگلینڈ سے فرانس کو ہوائی جہاز میں پرواز کرتی رہتی ہے تاکہ فرانسیسی کارخانوں کی فراکوں اور ٹوپیوں کی نمائش کرے۔

سینما اور تھیئٹروں کی ایکٹرسوں کے علاوہ یہ وہ لڑکی ہے جس کے سب سے زیادہ فوٹو لئے گئے ہیں دنیا کی تمام لڑکیوں سے زیادہ اس کی تصاویر اخباروں اور رسالوں میں چھپی ہیں۔ گذشتہ پانچ سال سے اس کی تصاویر۔ روزانہ۔ ہفتہ وار۔ ماہوار۔ اور سالانہ ایڈیشنوں میں موجود ہوتی ہے۔

اس عرصہ میں اسے دونوں براعظموں سے شادی کی درخواستیں آئیں۔ دس درخواستیں افریقہ امریکہ۔ اور کینیڈا سے موصول ہوئی ہیں۔ کینیڈا کا طلبگار ایک شہر ونی پگ کا زمیندار تھا جس نے گلوریا کو آنے کا جہاز کا خرچ ارسال کرنے کی پیش کش کی اس شرط پر کہ اسے منظور ہو تو شادی کر سکتی ہے۔

علاوہ ازیں ہزاروں شادی کی درخواستیں ان اشخاص کی طرف سے آئیں جو برطانوی علاقوں کی سرحد پر مامور ہیں۔ ان سب درخواستوں کے جواب میں وہ ایک اپنا دستخطی فوٹو ملائم الفاظ میں انکار کرتے ہوئے ارسال کر دیتی ہے۔ اس نے اخبار سنڈے ایکسپرس کے نمائندہ کو بیان دیا کہ میں تو محض گلوریا ہوں جن لوگوں کے لئے میں کام کرتی ہوں۔ ان کے لئے بھی میں گلوریا ہی ہوں۔ میں نے اپنی خانگی زندگی کو کاروباری زندگی سے بالکل

(باقی صفحہ ۴۹۴)

غلط توقع

اکثر دیکھا جاتا ہے کہ محض غلط توقع کے باعث دلوں میں کدورت منافرت اور دشمنی پیدا ہو جاتی ہے، بعض خاوند توقع رکھتے ہیں کہ بیوی دنیا کی تمام خوبیوں کا مجموعہ ہو اور کوئی حرکت ایسی نہ کرے جو مرضی کے خلاف ہو۔ یہ غیر ممکن ہے کہ بیوی ایک غیر معمولی فرد ہی ہو جس میں دنیا بھر کی خوبیاں ہی خوبیاں موجود ہوں

اسی طرح بعض بیویاں اپنے خاوندوں سے بہت زیادہ توقع رکھتی ہیں۔ وہ چاہتی ہیں کہ خاوند عدیم المثال فرشتہ صفت انسان بنجائے، ان کی جا و بیجا خواہشات کو پورا کرنے میں کوتاہی نہ کرے اور ہر قسم کا آرام بہم پہونچائے۔ یہ بھی ناممکن العمل ہے ہاں یہ بات ضرور ہے کہ بیوی کی تمام توقعات خاوند سے وابستہ ہوتی ہیں۔ اگر کوئی توقع پوری نہ ہو تو آپس میں رنجش نہیں پیدا کرنی چاہیئے۔ خاوندوں کو بھی لازم ہے کہ ان کے دلی تمناوں کا خون نہ کیا کریں۔ اور شادی کے بعد انہیں بطور ایک مشین کے نہ سمجھیں۔ بیوی کی ہمدردی اور قدر و منزلت کو اپنا فرض اولین خیال کریں، اسی طرح بیوی کو بھی خاوند کے فرائض کی انجام دہی کا حتی الامکان خیال رکھنا چاہیئے۔ لہذا نہ تو خاوند کو بیوی سے اور نہ بیوی کو خاوند سے ضرورت سے زیادہ توقع رکھنی چاہیئے۔ ہاں دونوں پر شرعی اور اخلاقی فرائض عائد ہوتے ہیں، ان کی انجام دہی میں حتی الامکان کوشش کرنی چاہیئے۔ یہی غلط توقع اکثر رنجش اور کدورت کا باعث ہوتی ہے۔

رشتہ داروں عزیزوں اور رفیقوں سے بھی غلط توقع ہر گز نہیں رکھنی چاہیئے۔ انسان کی تمام توقعات کا پورا ہونا قطعی ناممکن ہے۔ اور اس کا لازمی نتیجہ کشیدہ تعلقات ہوتے ہیں۔ اگر ایک شخص اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے یہ توقع رکھے کہ وہ ہماری تمام خواہشات کو پورا کرینگے اور ہر قسم کی مدد کرینگے۔ یہ بھی غلطی ہے حتے کہ اس زمانہ میں ماں باپ کو اولاد سے اور اولاد کو ماں باپ سے بھی اتنی زیادہ توقع ہر گز نہیں رکھنی چاہیئے کہ جو پوری نہ ہو سکے، اگر غلط توقع سے انسان بچنے کی کوشش کرے تو اس کی زندگی ضرور خوشگوار ہو سکتی ہے،

بیگم حفاظت علی کھنڈوہ

منہ کی صفائی

دانتوں کی صفائی اور نگہداشت کے متعلق آئے دن رسائل میں مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ اکثر لوگ کچھ تو فیشن کے خیال سے اور کچھ ان مضامین کے اثر سے دانتوں کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ مگر میرے خیال میں منہ کی صفائی کے متعلق بہت کم لکھا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ صفائی دہن سے ناآشنا ہیں۔ بے وقوفوں کو چھوڑ دیجیے۔ میں چند ایسی تعلیم یافتہ فیشن ایبل اپٹوڈیٹ بیبیوں سے واقف ہوں جن کی اس قدر نمائشی آرائش کے باوجود بھی گفتگو کرتے وقت ان کے منہ سے نہایت گندی قسم کی بدبو آ کر دماغ خراب کرنے لگتی ہے اور جن سے گفتگو کرنا نہایت ہی مشکل ہوتا ہے،

بیشک آج کل متعدد قسم کے خوشبودار پوڈر اور قیمتی ملائم برش رائج ہیں اور ہزاروں لوگ انہیں استعمال کر رہے ہیں لیکن حقیقت میں ان چیزوں کو ٹھیک طریقہ سے استعمال کرنے والے ابھی بہت کم ہیں۔ یہ بات سب لوگ جانتے ہیں کہ ہمارے منہ کا لعاب جو خوراک کو ہضم ہونے میں بہت مدد دیتا ہے۔ ایک قیمتی چیز ہے، سب کا خیال ہے کہ دانت گندے ہونے سے یہ لعاب بھی گندہ ہو جاتا ہے اور پھر غذا کے ساتھ اندر جا کر کس قدر خرابی پیدا کرتا ہے۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ جب دانتوں کی گندگی سے یہ لعاب خراب ہو جاتا ہے۔ تو منہ کے میلا رہنے سے گندہ نہ ہوتا ہوگا۔ ؟

دہن کو صاف رکھنا نہایت آسان ہے اس میں کسی قسم کے خرچ کی ضرورت نہیں۔ اکثر لوگ کھانا کھانے کے بعد کلی تک نہیں کرتے۔ یہ کس قدر بُری بات ہے۔ منہ کی صفائی کے لئے کم از کم دن میں ایک بار مسواک ضرور کرنی چاہیئے؛ نیم یا کیکر کی تازہ مسواک جو کہ ہر جگہ باآسانی دستیاب ہو سکتی ہے۔ صفائی دہن کے لئے بہت مفید ہے۔ تمرو ایک قسم کی پہاڑی لکڑی ہے بہت اچھی خوشبو آتی ہے۔ منہ کو صاف کرنے کے لئے یہ سب سے اچھی چیز ہے، تمرو اور نیم کی مسواک امراض دہن اور امراض دانت کے لئے اکسیر ہیں۔ ہر روز صبح سویرے اٹھ کر تازہ مسواک یا برش سے دانتوں کو اندر باہر سے خوب صاف کرنا چاہیئے۔ اس کے زبان، تالو، حلق اور سارے دہن کو مسواک سے بخوبی صاف کرنا چاہیئے۔ تمرو کی مسواک سے اچھی طرح منہ صاف کرنے کے بعد منہ کو ڈھیلا چھوڑ دیں۔ اس سے بہت سی رال ٹپکے گی اور طبیعت ہلکی معلوم ہونے لگے گی۔

ہمارے پاک مذہب میں دن میں پانچ مرتبہ مسواک کرنا ضروری ہے مگر افسوس کہ پانچ مرتبہ چھوڑ ہم اس پر ایک مرتبہ بھی عمل نہیں کرتے۔ اس کے برخلاف ہندوؤں کو دیکھ لیجیے۔ ان کا ہر ایک فرد خواہ چھوٹا ہو خواہ بڑا۔ صبح سویرے اشنان کرتے وقت آپ کو مسواک کرتا ہوا دکھائی دیگا۔ اگر وجہ دریافت کیجیے تو جواب دینگے کہ ہمارے

دھرم میں بغیر مسواک کے بھوجن کرنا منع ہے ہندو بہنیں ہر روز بلا ناغہ دنداسہ سے منہ اور دانتوں کو صاف کرتی ہیں۔ ایک ہماری مسلم بہنیں ہیں کہ کلی تک کرنے سے لاپرواہ ہیں برش کے استعمال کو بعض لوگ آج کل مضر صحت خیال کرتے ہیں۔ غالباً اس کی وجہ بھی ہماری صفائی سے لاپرواہی ہے کیونکہ برش کو صاف رکھنے کے لئے پرمنگیٹ اور گرم پانی وغیرہ کی ہر روز ضرورت ہے۔ اگر آپ اسے صحیح طریقہ سے صاف نہیں رکھ سکتے تو خواہ مخواہ اپنی صحت کو محض فیشن کے لئے نقصان نہ پہونچایئے۔

اور پھر اسی سودیشی برش یعنی مسواک کو زیر استعمال رکھیے جس کی صفائی چنداں مشکل نہیں ہے۔ خوشبودار منجن سرخی اور لاکھے وغیرہ استعمال کرتے وقت بیچاری مسواک کو ضرور یاد رکھیے۔ ورنہ محفل میں منہ کھلتے ہی ساری آرائش اور زیبائش پر پانی پھر جائیگا اور ذرہ سی لاپرواہی سے لوگ نفرت کرنے لگیں گے

مس منظور مبارک علی شورکوٹ

گراموفون کے ریکارڈ

آج کل ایسے گھر بہت کم ہونگے جہاں بہنوں نے اپنی تفریح طبع کے لئے گراموفون نہ رکھا ہو۔ کیونکہ گراموفون ہی ایسی چیز ہے جس سے بغیر کسی محنت کے طبیعت کو خوش کیا جا سکتا ہے۔ باقی جتنے موسیقی کے آلات ہیں ان سب میں ہاتھ یا دماغ کی محنت سے موسیقی کے راگ نکلتے ہیں۔

یہ لازمی بات ہے کہ جہاں گراموفون ہوگا وہاں ریکارڈ ضرور ہوں گے۔ اگر تھوڑے ہوں گے تو بار بار انہی ریکارڈوں کو بجایا جائیگا۔ اور یقیناً کچھ عرصہ کے بعد ان میں کچھ خرابی واقع ہوجائیگی۔ اگر زیادہ ہونگے تو وہ کم بجیں گے اور کم خراب ہوں گے۔ لیکن ان کے علاوہ اور بہت سی باتوں سے بھی ریکارڈ خراب ہوجاتے ہیں۔ مثلاً ریکارڈ پر گرد جمی ہو تو اس کو بغیر صاف کئے ہوئے چلانا۔ ایک ہی سوئی سے کئی کئی ریکارڈ بجانا چلتے ہوئے ریکارڈ کو بغیر ساؤنڈ بکس اٹھائے ہوئے بند کردینا وغیرہ

اگر ان سب باتوں کی احتیاط کیجائے تو یقیناً ریکارڈ اتنی جلدی خراب نہوں گے۔ ریکارڈ مصالحہ کے ہوتے ہیں اور بجاتے بجاتے کچھ عرصہ کے بعد ان کی آواز مدہم پڑجاتی ہے آواز میں گڑگڑاہٹ پیدا ہوجاتی ہے۔ ایسے ریکارڈ بآسانی ٹھیک ہو سکتے ہیں لیکن وہ ریکارڈ جو نہایت بد احتیاطی سے خراب کئے گئے ہوں ان کا ٹھیک ہونا اور ان کو اصلی حالت پر لانا تو ناممکن ہے لیکن یہ ہے کہ پہلے سے بہتر بنائے جا سکتے ہیں۔

بازار میں بہت سی قسم کی ادویات کے متعلق اشتہار نکلتے ہیں کہ پرانے ریکارڈ بالکل نئے ہو جاتے ہیں وغیرہ - یہ ادویات ریکارڈ میں جو خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں ان کو دور تو نہیں کر سکتیں لیکن وہ ریکارڈ کو صاف ضرور کر دیتی ہیں، اور اسکی لکیروں میں وہ اثر پیدا کر دیتی ہیں کہ سوئی بآسانی چل سکے۔

ریکارڈ ٹھیک کرنے میں پہلا عمل یہ ہے کہ ٹھنڈے پانی میں صابن گھول کر اس سے ریکارڈ دھوئے۔ کاٹن وول (Cotton Wool) جو کہ بازار میں عام بکتی ہے لیکر صابن کے پانی میں تر کرکے اس کے اوپر ملئے اور جب یقین ہو جائے کہ کافی صاف ہو چکا ہے تو ٹھنڈے صاف پانی میں ریکارڈ دھو ڈالئے۔ گرم پانی کی احتیاط ہے کیونکہ ذرا بھی گرم پانی ہوگا تو ریکارڈ میں ٹیڑھا پن ہو جائیگا یہ اس کی خاصیت ہے۔ خوب دھو چکنے کے بعد فوراً ریکارڈ کو کسی صاف بغیر روئے والے کپڑے سے فوراً خشک کر ڈالئے

جب ریکارڈ خشک ہو جائے تو روئی پر بہت باریک پسا ہوا گریفائٹ لیکر اس پر چھڑکئے جیسے کہ منہ پر پاؤڈر لگایا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ گریفائٹ کے ذرے اس کے گہراؤ میں خوب اچھی طرح چلے جائیں۔ گریفائٹ کو ریکارڈ پر ملنے سے وہ بات نہیں پیدا ہوتی (گریفائٹ (Graphite) یہ بہت ہی باریک پسا ہوا دوا فروشوں کے یہاں سے مل جاتا ہے۔ اور سستا بھی کافی ہے) گریفائٹ مل چکنے کے بعد ریکارڈ ٹھیک ہو جاتا ہے۔ اور ایک دو دفعہ کے بجانے کے بعد پھر اس کی آواز دیکھئے۔ پہلے ایک دو دفعہ بجانے میں جتنا فالتو گریفائٹ ہے وہ نکل جاتا ہے۔ اور جب اس کے گہراؤ بالکل صاف ہو جاتے ہیں اور آواز اتنی ہی عمدہ اور صاف ہو جاتی ہے، جیسی کہ نئے کی۔ روئی اور کپڑا جتنا بھی صاف ہوگا اتنا ہی عمدہ ریکارڈ تیار ہوگا۔

ہر ریکارڈ کو خواہ نیا ہو یا پرانا تارپین کے تیل سے بچانا چاہیے۔ کیونکہ ریکارڈ جس چیز سے بنائے جاتے ہیں۔ وہ تارپین میں حل ہو جاتا ہے،

گریفائٹ بھی جہاں تک ہو بہترین قسم کا استعمال کیا جائے۔ اگر گھٹیا قسم کا استعمال کیا گیا تو بجائے بہتر بنانے کے اس کو بالکل ہی بیکار کر دے گا۔

خالص گریفائٹ کی یہ پہچان ہے کہ اس میں صابن کی طرح کی چکناہٹ ہوتی ہے۔ اور کاغذ پر بآسانی کالا نشان کر دیتا ہے۔

عمدہ گریفائٹ ۲ ر کا آدھی چھٹانک مل جاتا ہے، جو ایک کارڈ کے لئے بہت کافی ہے۔

بیگم محمد سمیع اللہ　　لاہور

ماں کی مامتا

سابق ملکہ رومانیہ شہزادی ہیلن آج مفلس ہے۔ اس کا اکلوتا لڑکا میکائیل اس کے خداوند مجازی یعنی شاہ کارل، والئے رومانیہ کے ایک ناگہانی حکم سے آج جدا کیا جاتا ہے۔ یہ جدائی عارضی ہے ہمیشہ کے لئے نہیں، گو حکم ملا ہے کہ "عمر بھر کبھی میکائیل کو نہ دیکھ سکو گی"۔ شہزادہ میکائیل کی عمر اسوقت ۱۰ برس کی ہے اور وہ ایک دن بادشاہ ہوگا۔ چنانچہ شہزادی ہیلن اگر قسمت نے یاوری کی اور زندہ رہی تو اپنے بچہ کو بادشاہ دیکھے گی۔

میکائیل جدائی کے وقت بہت رویا اور چلایا اور بار بار کہتا تھا کہ اماں میں تمہیں فون کروں گا۔ مگر ابا جان فون نہیں کرنے دینگے۔ بدنصیب ماں کی حالت جدائی کے وقت عجیب تھی۔ وہ صبر و تحمل کا مجسمہ بنی رہی اسوقت جبکہ میکائیل نگاہ سے اوجھل نہ ہوگیا۔ اور جب لڑکا نظر سے غائب ہوگیا۔ اسوقت ہیلن کو دیکھو تو آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ہچکی بندھ گئی۔ سخت سے سخت دل انسان بھی اس وقت آنکھ سے آنسو ٹپک پڑے،

میں بھی آج سے چند ہی ماہ قبل ماں تھی۔ میرا بچہ خداوند حقیقی کے حکم سے مجھ سے جدا کر لیا گیا۔ یہ جدائی ہمیشہ کے لئے ہے، دائمی ہے۔ عارضی نہیں۔ اب میں عمر بھر کبھی اپنے بچہ کو نہ دیکھ سکوں گی میری آرزو تھی کہ اپنے بچے کو دولہا بنتے دیکھتی۔ مگر وہ گھڑی نصیب میں نہ تھی۔ وہ میرے گھر میں ایک وقت حکمرانی کرتا اور میں اس کو حکمران دیکھکر خوش ہوتی۔ مگر یہ بھی قسمت میں نہ تھا۔

میرا بچہ جدائی کے وقت چپ تھا، مگر مجھے حسرت بھری نظر سے دیکھتا رہا۔ اور اس کی آنکھوں سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کہتا ہے کہ "اماں میں تمہیں خواب میں نظر آیا کروں گا۔ اور جنت میں تمہارا انتظار کرونگا، مجھ بدنصیب ماں کی حالت جدائی کے وقت عجیب تھی۔ میری آنکھوں سے آنسو ایک چشمے کی طرح ابل رہے تھے۔ اور جگر پھٹا جاتا تھا۔ جب بچے نے آخری سانس لیا۔ اسوقت میرے منہ سے ایک چیخ نکلی اور میں بے ہوش اپنے بچے کے پاس گر پڑی۔ گھر میں ایک کہرام تھا۔ میں اور میرا بچہ خاموش۔

بیگم محمد مجتبیٰ خاں گوندیا

بندر کی نسل

بھائی جان بھی خوب ہیں۔ اب میں کیا کہوں۔ خود اپنے بھائی کو بندر کی نسل کہتے ہیں تو خود کیا ہوئے۔ جب دیکھو چھیڑا ہی کرتے ہیں وہی نہیں اب تو سارا گھر میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ حمیدہ باجی۔ بڑی آپا۔ بیگم جان۔ باجی اماں تو مجھے دیکھتے ہی کھل کھلا کر ہنس پڑتی ہیں۔ گویا میں زعفران کا کھیت ہوں۔

اب اس میں بتائیے کہ کیا ہو گیا۔ میں سیدھا چلا جا رہا ہوں۔ کیا چلنے میں ہاتھ بھی نہ ہلاؤں۔ آخر بھائی جان خود بھی تو ہاتھ ہلاتے ہیں۔ بھائی ابا بھی ہلاتے ہیں۔ بلا ہاتھ ہلائے ہوئے ٹھیک چلا ہی نہ جائیگا۔ مگر مجھ سے پوچھتے ہیں۔" بولو! تم چلنے میں ہاتھ کیوں ہلاتے ہو۔ پیر تو چلنے میں ضرور ہلتے ہیں لیکن ہاتھوں کے ہلنے کا کیا مقصد ہے" میں سمجھ گیا۔ یہ مجھے ستانے کی نئی چال تھی آج تو بھابی جان کے بھائی بھی مراد آباد سے آئے ہوئے ہیں بھائی انہیں بھی میرا نام بتانا چاہتے تھے" بھائی جان ہاتھ اس لئے ہلاتے ہیں تاکہ تیز چلیں" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک" بھابی جان کے بھائی بول اٹھے" ہمارے ہاتھ توازن قائم رکھتے ہیں جس طرح کشتی پتواروں سے پانی کی موجوں کو کاٹتی ہوئی آگے بڑھتی ہے اسی طرح ہم بھی اپنے ہاتھوں کی مدد سے آگے کو بڑھتے ہیں۔ اگر ہاتھوں کو اپنے جسم سے ملا کر چلیں تو برا سا معلوم ہوتا ہے خصوصاً دوڑنے میں تو ہاتھوں کا ہلانا بہت ہی ضروری ہے۔ اسوقت ہمارے ہاتھوں کی حرکت بالکل اسی طرح کی ہوتی ہے جس طرح پرندوں کے پروں کی۔ آہستہ چلنے میں ہاتھوں کے ہلانے کی زیادہ ضرورت نہیں اسی لئے جو لوگ ٹہلنے کے لئے نکلتے ہیں وہ اپنے دونوں ہاتھ پتلون یا کوٹ کی جیبوں میں ڈال لیتے ہیں .... آپ بھی کہاں لکچر پلانے لگے" بھائی جان مسکرا کر کہنے لگے۔ یہ وقت ان علمی شیخیوں کا نہیں ہے" بھائی جان بولے" میں تو اس سے پوچھ رہا تھا۔ مجھ سے ہنسکر کہنے لگے" دیکھو جو کچھ بھی نصیر بھائی نے کہا وہ بھی سچ مت ماننا۔ ہم اگر چاہیں تو بلا ہاتھ ہلائے ہوئے بھی دوڑ سکتے ہیں۔ مگر ہم ہاتھ کیوں ہلاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ بندر چاروں ہاتھ پیروں پر چلتا ہے مگر بن مانس وغیرہ صرف دو پیروں پر چلتا ہی لیکن دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیکتا ہوا چلتا ہے۔ کیونکہ اس کا جسم جھکا رہتا ہے اور سیدھا کھڑا نہیں ہو سکتا اس سے نتیجہ یہی نکلا کہ تم بندر کی نسل ہو، اس لئے اس کا اثر تم میں اتنا آیا کہ تم ہاتھوں کو زمین پر تو نہیں ٹیکتے بلکہ اسکے بجائے چلنے میں ہلانے لگتے ہو۔ تو ہاتھ ہلانے کے یہی معنی ہیں کہ کسی زمانہ میں تم ہاتھوں سے بھی چلا کرتے تھے۔

اس لمبی چوڑی تقریر کے بعد وہ قہقہہ مار کر کہتے تھے۔ کہو! میر اب تو ثابت ہو گیا کہ تم بندر کی نسل ہو"

اسپر نصیر بھائی بے تحاشہ ہنسنے لگتے تھے۔ میں کھسیانہ ہو کر کہتا تھا" واہ میں تو نہیں ہوں۔ بندر کے تو دم ہوتی

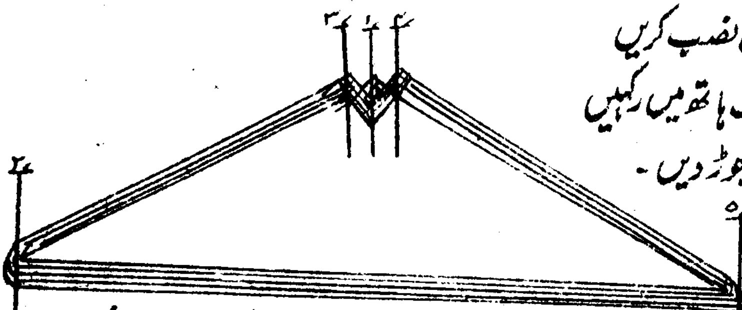
ہے۔ میرے دُم کہاں ہے"۔
"ارے" تمہارے بھی دُم ہے۔ بھائی جان بہت زور سے بولنے لگتے تھے" یہ کون کہتا ہے کہ تمہارے دُم نہیں لیکن گھس گئی ہے۔ ذرا پیٹھ کے سرے پر ٹٹولو تو تمہیں ایک نوکیلی ہڈی سی معلوم ہو گی وہی تمہاری دُم ہے۔
"واہ تم غلط جانتے ہو۔ میں سچ کہتا ہوں" اس طرح بولتے تھے جس طرح بالکل سچ بول رہے ہیں" اچھا دیکھو فاختہ کی دم کس کام میں آتی ہے" مجھ سے سوال کرتے تھے۔
"اس سے وہ اُڑنے میں مدد لیتی ہے اور ہوا میں اپنا وزن قائم رکھتی ہے۔ اس کے علاوہ دُم اُس کو اڑنے میں راستہ بھی بتاتی ہے اور مڑنے میں آسانی پیدا کرتی ہے" خود کہنے لگتے تھے۔
"لیکن گائے اور گھوڑے کی دم وہ کام نہیں کرتی جو فاختہ کی دم کرتی تھی۔ اس سے یہ جانور مورچھل کا کام لیتے ہیں اور مکھیوں کو اڑاتے ہیں۔ اب کتے اور بندر کو لو۔ یہ اپنی دموں سے مکھیاں نہیں ہلاتے۔ کتا اپنی دُم سے زمین صاف کرتا ہے۔ لنگور اپنی دُم سے ہنٹر کا کام لیتا ہے اور اس کے علاوہ ایک شاخ سے دوسری شاخ تک چھلانگ مارنے میں بھی کام میں لاتا ہے۔ بندر اپنی دُم کو مروڑ کر درخت میں لٹک بھی جاتا ہے۔ گائے کے ہاتھ نہیں ہل سکتے تھے اس لئے وہ دُم سے ہاتھوں کا کام لیتی ہے بندر کے ہاتھ تمہارے ہاتھوں کی طرح ہل سکتے ہیں، اس لئے وہ اپنے ہاتھوں ہی سے مکھیاں ہلا لیتا ہے۔
اب تم اپنی مثال لو جب تم بندر سے انسان بنے تو تم نے درختوں کا رہنا چھوڑا اور اسی کے ساتھ اپنی دم سے کام لینا بھی چھوڑ دیا سب کام ہاتھوں ہی سے لینے لگے۔ دُم بیکار رہتے رہتے سوکھ گئی، اب اس کے بجائے ایک ہڈی باقی رہ گئی ہے جو تم پیٹھ کے سرے پر محسوس کر سکتے ہو"
اچھا ثابت کیا۔ میں اپنے دل میں کہتا تھا۔ میں تو نہیں ہوں ہرگز نہیں ہوں' اب سنئے خدا خدا کر کے گھر واپس آیا تو بیچا چھپٹا۔ بھوک بڑے زور کی لگی ہوئی تھی۔ میں نے کسی کا انتظار بھی نہ کیا۔ کھانا منگوا کر تخت پر اکڑوں بیٹھا ہوا کھا رہا تھا۔ بھائی جان تولئے سے منہ پونچھتے ہوئے نکلے۔ مجھے اکڑوں بیٹھا ہوا دیکھکر بولے! امی جان خدا کے لئے دیکھئے آپ نے موٹر میں سے دریا کے کنارے بندروں کو اسی طرح اکڑوں بیٹھے ہوئے امرود کھاتے دیکھا ہو گا بیٹھنے کا انداز بھی بندروں کا سا ہے۔ آخر بندر کی نسل ہے کہاں تک اثر نہ آئے"۔
سب ہنسنے لگے۔ مگر میں کھائے گیا۔ کھانے کے وقت بگڑنے اور روٹھنے کے معنے خود اپنا نقصان کرنا ہے اور خصوصاً اس وقت جبکہ انڈے اور پراٹھے ہوں۔
کھانا کھا کر اٹھا۔ ہاتھ دھونے بھی نہ پایا تھا کہ مشیر میاں کو شامت نے گھیرا۔ وہ بھی بھائی جان کی دیکھا دیکھی ہمیں آہستہ آہستہ بندر کی اولاد کہنے لگا۔ ہم نے اماں سے کہا کہ دیکھئے انہیں سمجھا لیجئے۔ مگر اماں نے سمجھایا نہیں۔ انکو

(باقی صفحہ ۵۰۸ پر دیکھئے)

کمر بند بُننے کی ترکیب

کچا دھاگا (جس کو کرچی بھی کہتے ہیں) چار پیسے کے خریدیں اس کو سلجھا کر تین ڈورے ملا کر اچھی طرح بٹ لیں اور دو گولے بنائیں۔

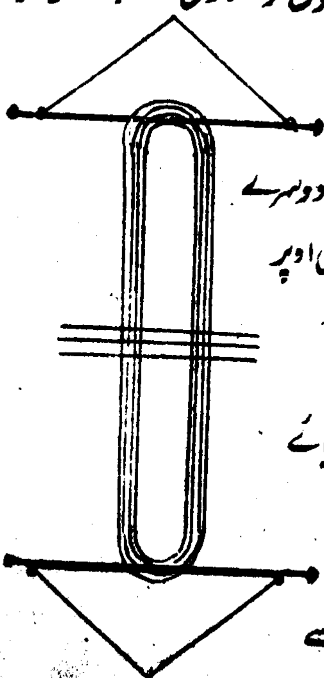
شروع کرنے کی ترکیب (یعنی تانا) پہلے بانس کی تپلی تپلی کھپچیں کم از کم پچیس اور دو بانس کے ٹکڑے آدھ گز لانبا بنائیں اور اس طرح زمین میں نصب کریں



پہلے دونوں گولوں کو الگ الگ ایک ہاتھ میں رکھیں اور دونوں کو ملا کر ایک دوسرے سے جوڑ دیں۔

پھر داہنے ہاتھ کا ڈورا کیل ۱ میں پھرا کر نمبر ۵ کی طرف لے آئیں پھر بایاں ہاتھ کا ڈورا ۳ کی طرف لیجا کر (۱ میں جو ڈورا ہے اس سے مخالف) ۲ کی طرف لا کر ۵ کی طرف لے آئیں۔ اسی طرح تانی کریں جب تانا ہو جائے آہستہ سے سب کیلوں کو مع ڈورے کے زمین سے ادھیڑ لیں۔ مگر ادھیڑتے وقت یہ ضرور خیال رہے کہ وہ تینوں کیلیں (جہاں سے جالی شروع ہو گی) ایک بھی ڈورے سے علیحدہ نہ ہوں اس کی صورت یہ ہے کہ اکھیڑنے کے بعد ایک بڑے ڈورے سے تینوں کیلوں کو مضبوطی سے باندھ لیا جائے

اس کے بعد دیوار میں اس طرح لٹکا کر بُننا شروع کریں



ایک دھاگے کو نیچے لیجائیں تو دوسرے کو اوپر اسی طرح سب دھاگے کو نیچے اوپر کر کے ختم کریں۔ ختم ہونے پر دو کیل اس میں ڈالیں۔ ایک کو تو نیچے کر دیں اور دوسرے کو اوپر اسی طرح جب دس بیس کیلیں پھرائی جائیں تو دوسری طرف سب کیلوں کو (یعنی اوپر نیچے والی) لیجائیں اور ایک ایک کیل کر کے نکالیں۔ بہترین جالی دار کمر بند تیار ہو گا۔ بیچ میں جو تین کیلیں ہیں تا ختم اپنی جگہ پر قائم رہنے دیں۔

اگر دو کمر بند بنانے ہوں۔ زیادہ مقدار میں ڈورا لیکر بنیں۔ جب ختم ہو جائے بیچ میں سے ایک ڈورا نکال لیں۔ دو کمر بند ہو جائیں گے،

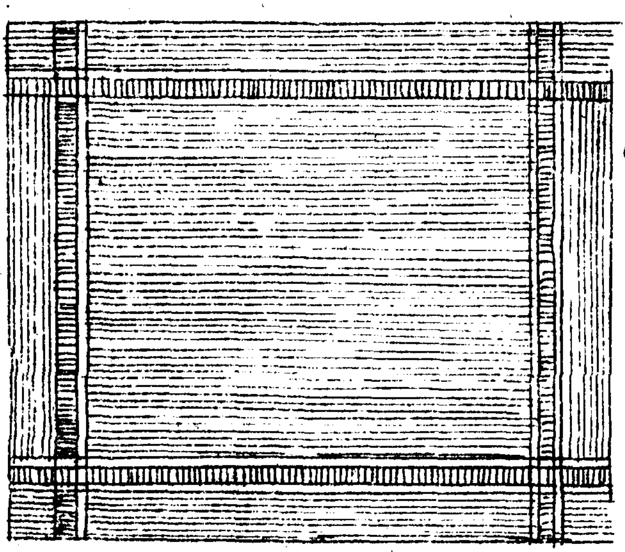
اگر اسی طرح دن میں تین کمر بند بنے جائیں تو کافی منافع ہو سکتا ہے کم سے کم بازار میں چار آنہ کو فروخت ہو سکتا ہے۔ یہ کمر بند اس ڈورے سے

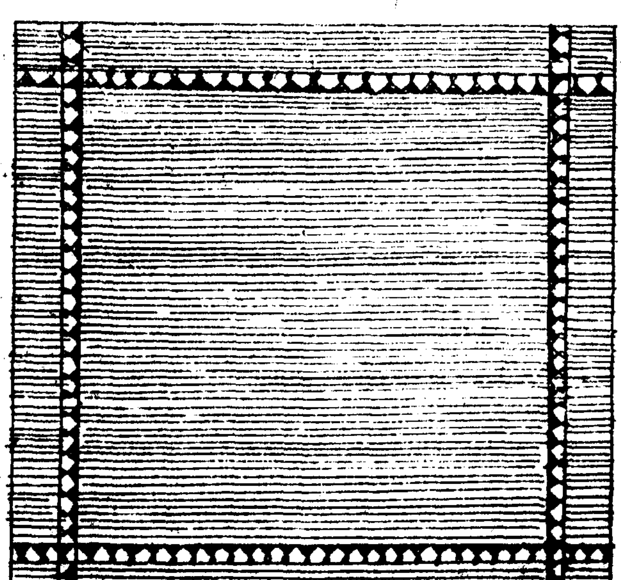
بھی بنا جا سکتا ہے جس سے پٹے، زیور وغیرہ بناتے ہیں ہر رنگ کا ملیگا جس رنگ کا بنانا چاہیں۔ جب بالکل تیار ہو جائے تو دو بالشت چھوڑ کر بیچ سے کاٹ دیں اور اسی میں پھندنا بنائیں

نوٹ۔ جب جالی شروع کرنے لگیں تو پہلے نیچے سے دو دو ڈورے میں پھر ایک۔ تاکہ ایک کا سلسلہ دوسرے سے ملجائے،

ہم لوگوں کے گھروں میں مردوں کے پائجامے جو پرانے ہو جاتے ہیں اس کا بری طرح مصرف کیا جاتا ہے۔ اس کا بہترین مصرف یہ ہے کہ پائجامہ کے اوپر کا حصہ الگ کر لیا جائے (جو بالکل کمزور نہ ہو) اس کے چار ٹکڑے کر کے چھوٹے چھوٹے جالیدار رومال (جیسا کہ بازاروں میں خریدے جاتے ہیں) بنائے جائیں

ترکیب رومال بنانے کی



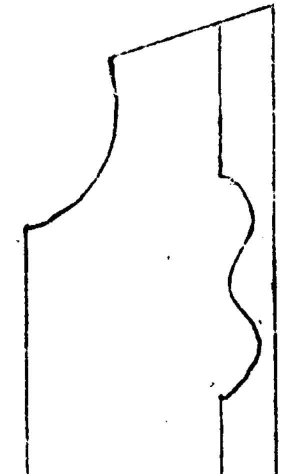


ٹکڑے کو چوکور نقشہ کی طرح بنائیں اور چاروں طرف سے دو انچ چھوڑ کر چار چار ڈورے نکال لئے جائیں۔ پھر سوئی سے اس طرح سیئیں کہ ایک انچ موڑ کر اس جگہ کے کنارے سے ملایا جائے جہاں سے کہ ڈورا نکالا گیا ہے، اور اس طرح جالی بنائیں۔

سوئی نیچے سے اوپر کی طرف لائیں پھر نیچے اس ڈورے کی طرف سے لائیں جہاں پر سے کہ ڈورا نکالا گیا ہے نیچے سے لا کر باندھ دیں۔ نقشہ مندرجہ بالا کی طرح تیار ہوگا۔ اسی طرح تمام کر کے جالی بنالیں۔ دن میں کم سے کم چھ رومال میں جالی بنائی جا سکتی ہے

مسز سید محمد مصباح عالم حسین آباد

وجیہ فراک



(مس عبداللہ کوئٹہ - بلوچستان)

یہ فراک تین سال سے سات سال تک کی بچی کے لئے بنایا جاسکتا ہے
آپ خاکہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی بچی کے ناپ کے مطابق قطع کیجئے اس
فراک کے لئے دو مختلف رنگ کے کپڑوں کی ضرورت ہوگی۔

ترکیب (ا) بوڈی اور آستین۔ اول طول کی جانب سے ۲۷۔ انچ
لمبا اور ۱۲۔ انچ چوڑا اسلیٹی ریشم کا ٹکڑا نکال کر دو مساوی ٹکڑے تراش لیجئے
پھر ہر دو ٹکڑوں کو عرض کی جانب سے دوہرا کر مونڈھے تراش لیجئے۔ ان میں سے
ایک ٹکڑے کو عرض کی جانب سے دوہرا کر نقشہ نمبر(۱) کے مانند کٹاؤ تراش لیجئے
اب دو طرفہ کٹاؤ کے ساتھ ۴۔ انچ چوڑا اور ۱۲۔ انچ لمبا استر سی کر اندر کی جانب پلٹ
دیجئے۔ اب بوڈی کے درمیانی حصہ کے لئے بادامی ریشم کا ٹکڑا طول کی
جانب سے ۹½ انچ لمبا اور ۷۔ انچ چوڑا نکال کر اندر کی جانب استر سے پیوست
کر دیجئے، اور اسی رنگ کے کپڑے کے بٹن بنا کر کٹاؤ پر ٹانک دیجئے۔



(دیکھئے نقشہ نمبر۲) بوڈی کا اگلا حصہ) اب سلیٹی ریشم کی نیم آستین تراش کر
اگلے سرے پر بادامی ریشم کی سنجاف لگا دیجئے اور بوڈی کا اگلا اور پچھلا حصہ
باہم پیوست کر کے آستینیں جوڑ دیجئے۔ اگر گلا آسانی سے نہ آئے تو کندھے کا
ایک جانب کھلا رکھئے۔ جو استر لگا کر بذریعہ ٹوچ بٹن بند کیا جائیگا۔ آگے چلئے (ب)
گھیر :- پہلی جھالر کیلئے ۵۔ انچ لمبا اور ۴۸۔ انچ چوڑا اسلیٹی ریشم لیکر ایک سرا بوڈی کے
ساتھ چنٹ دیکر لگا دیجئے اور دوسرا سرا باریک موڑ کر سلائی کر دیجئے۔ دوسری جھالر
کیلئے ۹ انچ لمبا اور ۴۸ انچ چوڑا کپڑا لیکر ایک سرا دو انچ لمبے استر سے چنٹ دیکر بوڈی سے
جوڑ دیجئے اور دوسرا سرا اندر کی طرف موڑ کر سی دیجئے، لیجئے فراک تیار ہوگیا۔

نوٹ :- یہ فراک سادہ کپڑے کا زیادہ خوشنما معلوم ہوتا ہے اسکے لئے دھاری دار کپڑا موزوں
نہیں۔ اگلی اشاعت کیلئے ایک وجیہ برقعہ کا نمونہ پیش کروں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

سُکھ

افسانہ

شیام لال کا شمار ان لوگوں میں تھا جو زندگی کی ذمہ داریوں سے ناواقف ہیں اگرچہ وہ ایک دولت مند و روشن خیال آدمی تھے لیکن بیوی کے مقابلہ میں اپنے کو ایک کمتر و حقیر انسان متصور کرتے تھے۔ جب تک وہ گھر میں رہتے بیوی کے سامنے سر نہ اٹھا سکتے لیکن دروازے سے باہر ہوتے ہی احباب کی ہر فرمائش پر لبیک نہ کہنا ان کے اصول میں ایک بدترین گناہ تھا۔ ایک دن میاں بیوی میں کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ بیوی نے ان کی شان میں خوب ہتک آمیز الفاظ استعمال کئے اور اپنے دو سالہ بچے کو گود میں لیکر میکے کا راستہ لیا انہوں نے اف نہ کی کیونکہ حد اعتدال سے گذری ہوئی تلاش راحت نے اُن کی غلط رہنمائی کی تھی لیکن اطمینان خاطر نصیب نہوا۔

شیام لال مخملی بستر پر لیٹے ہوئے عہد رفتہ کے واقعات پر تبصرہ کر رہے تھے کہنے لگے "کافی آرام اٹھایا موٹر فٹن پر خوب سیر کی ناچ رنگ کی محفلیں دیکھیں۔ پُرلطف صحبتیں گذریں۔ لیکن سکھ آہ نہ ملا۔ میرا دل کیوں پریشان رہتا ہے؟" وہ کبھی الماری میں شراب و عطر کی خالی رکھی ہوئی شیشیوں کو دیکھتے کبھی کمرہ کی آرائش کا حسرت بھری نظروں سے جائزہ لیتے مگر آج یہ تمام چیزیں ان کو کسی اور روپ میں نظر آرہی تھیں اور زبان حال سے گویا تھیں کہ ہماری طرح تمہارے بھی سکھ کے دن خالی ہو رہے ہیں۔

(۲)

جس طرح بادلوں میں گھرا ہوا چاند یکایک نیلگوں آسمان سے جھانک کر اپنے تشنۂ دیدار چکور کی تکمیل آرزو کرتا ہے مکھی پھولوں کا رس چوستی ہے۔ پروانہ شمع پر نثار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انسان کا بھی ساز محبت بج اٹھتا ہے، لیکن اس کے پردوں میں تلخی پوشیدہ ہوتی ہے۔ وہ دل کو بےچین کر دیتی ہے اور انسان دشت نوردی کیلئے مجبور ہو جاتا ہے ساز الفت کے نغمہ میں ایک طرح کا نشہ ہوتا ہے گو پہلے پہل اس کی تان بھلی معلوم ہوتی ہے لیکن جب یہ نشہ سمندر کی لہروں کی طرح فنا ہو جاتا ہے تو اسوقت حقیقت کا علم ہوتا ہے۔ شیام لال بھی اسی نشہ میں چور تھے ان کے احباب کی آنکھوں پر بھی تاریکی کا پردہ پڑا تھا۔ وہ سب کچھ بھول گئے تھے حتیٰ کہ اپنی ہستی کو بھی فراموش کر دیا تھا

لیکن یہ کھیل قریب الختم تھا آخری پردہ گرنے میں تھوڑی دیر تھی دیکھتے ہی دیکھتے کئی مہینے بیت گئے، اب گھر ان کو کاٹنے کو دوڑتا تھا، دن بھر تنہا بیٹھے بیٹھے سوچتے کہ میرا دل کیوں پریشان رہتا ہے۔ کوئی سیدھے منہ بات کرنے والا موجود نہ تھا۔ جائداد سب قرض کی بھینٹ چڑھ چکی تھی۔ پھر بھی قرض کا پھندا گلے میں پڑا تھا۔ دوست آشنا

سا کھ بگڑتی دیکھکر رخصت ہو چکے تھے نوکر چاکر بھی ایک ایک کر کے چلے گئے ۔

(۳)

فکر اور عہد رفتہ کی یاد نے شیام لال کے دل میں اپنا گھر بنا لیا انہوں نے بھی گھر بار چھوڑ جنگل کی راہ لی، صبح کا وقت تھا سورج فضا میں آہستہ آہستہ بلند ہو رہا تھا۔ سنہری کرنیں گنگا کی اٹھلاتی ہوئی موجوں پر رقص کر رہی تھیں کبھی کبھی جنوبی سرد ہواؤں کا ایک آدھ جھونکا جسم کو چھوتا ہوا نکل جاتا تھا۔ فاصلہ پر پہاڑوں کی ایک مسلسل قطار نظر آرہی تھی وہ اپنی جگہ کھڑے قدرتی خوبصورتی کا لطف اٹھا رہے تھے۔ ناگہاں زمانہ راحت و آرام کی تصویریں ان کی نظروں میں پھر گئی۔ ان کے دل کو ایک ٹھیس لگی۔ لیکن اس تکلیف کی آڑ میں کسی کی محبت چھپی ہوئی تھی ان کو اس کا علم نہ تھا کہ ان کا دل کسکی طرف کھنچ رہا ہے۔ اور اب بھی ان میں سکھ کی نعمتیں مل سکتی ہیں۔ وہ پتھروں سے مخاطب ہو کر پوچھتے " تم کون ہو؟" ایک مبہم آواز میں جواب ملتا " تم کو اس سے کیا " آسمان پر چاند تارے بھی اس کی تائید کرتے۔ مینھ کی جھڑی۔ گنگا کی ریت۔ زمین کی خاک۔ درختوں کی تازگی اور پرندوں کی خوبصورتی سے ان کو صاف جواب ملتا کہ تم جو چاہتے ہو وہ ہم میں نہیں۔ جاؤ دوسری جگہ سکھ کی تلاش کرو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ !!

گوناگوں خوبصورت مناظر دیکھنے اور غور و فکر میں ایک ماہ گذر گیا لیکن سکھ کا پتہ نہ چلا۔ انہوں نے سوچا کہ میں جنگل میں رہ کر دلکش مناظر دیکھوں گا اور ان کی پرستش میں اپنی زندگی بسر کرونگا۔ لیکن ایک ہی ماہ میں وہ سب طرف سے مایوس ہو گئے جس طرح ایک نامراد محب کو دنیا ویران نظر آتی ہے اسی طرح شیام لال کو بھی دنیا سے نفرت ہو گئی۔ جب دنیا نے ٹھوکر لگائی تب ان کی توجہ خدا کی طرف مبذول ہوئی اور وہ کسی سوچ میں پڑ گئے

کچھ دیر بعد پھر کر دیکھا قریب ہی گنگا کے کنارے ایک سوامی مالا جپتے ہوئے نظر آئے جو بار بار شیام لال کی طرف دیکھتے جاتے ہیں اور ان کی نظروں سے ہمدردی ٹپک رہی تھی،

سوامی جی نے پوچھا " بابا کس فکر میں ہو؟"

" کچھ نہیں مہاراج دنیا میں ایک اچھا ایکٹر نہونے کی وجہ سے نکال دیا گیا ہوں "

سوامی جی " سب کا ایک دن یہی حشر ہوگا لیکن جو پیش از وقت نکل جائے وہ ساتھ عزت کے نکلتا ہے۔ خدا کی درگاہ میں جاؤ وہاں تمکو حقیقی آرام و سکون میسر آئے گا "

شیام لال " جی ہاں اب یہی خیال ہے لیکن میں بہت گنہ گار ہوں "

سوامی جی۔ " دنیا نام ہے پاپ کا۔ جہاں تک ہو سکے اس کے سایہ سے دور رہو پھر بیشک تمہیں آرام ملیگا "

شیام لال " مہاتما جی آپ میرے حال پر رحم کیجئے "

سوامی جی " تو تم اس کے لئے تیار ہو جاؤ "

شیام لال نے سوامی کے قدموں میں سر رکھ دیا اور کپڑے اتار کر تعلیم حاصل کرنے کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ دو تین سادھو جو اسوقت وہاں موجود تھے اس کار خیر میں شریک ہوئے۔ برتن وغیرہ صاف کئے گئے صرف شیام لال کا سر مونڈنا ہی باقی تھا کہ اس گھاٹ پر بیٹھی ہوئی ایک عورت یہ معاملہ دیکھکر اٹھی اور سوامی جی کے سامنے آکر بولی آپ یہ کیا کر رہے ہیں، کیا تمام دنیا کو فقیر بنا کر ثواب کمانا چاہتے ہیں۔ وہ بزدل آدمی جو خود اپنی ذمہ داری نہ اٹھا سکتا ہو آپ اس کے بوجھ کو دوسروں سے اٹھوانا چاہتے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ بال بچے والے ہیں انہوں نے اُن کی دنیاوی آسایش کا کوئی انتظام نہیں کیا ہے۔

سوامی جی عورت کی درشت کلامی سنکر سہم گئے اور انہوں نے شیام لال سے دریافت کیا۔ کیا تمہارے بال بچے بھی ہیں؟ شیام لال نے نظر اٹھا کر اپنی بیوی کی طرف دیکھا اس کی شرم آگیں آنکھوں میں بہادری اور تکلف کی تلخی پوشیدہ تھی اس نے پھر اسی جرأت سے کہا "اٹھئے ناتھ چلئے سنسار اگرچہ دولت راحت و آرام کا باعث ہے لیکن اگر ہم محبت و پیار سے رہیں تو تمام عمر چین سے زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ تم سکھ کی خوب تلاش کر چکے اب میرے ساتھ تمکو دکھ کی بھی جستجو کرنی ہوگی پھر معلوم ہوگا اس میں بھی کچھ سکھ ملتا ہے یا نہیں؟

یہ کہہ کر اس نے شیام لال کا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لے چلی . . . .

گو اب وہ ایک ادنیٰ زندگی بسر کر رہے ہیں لیکن شیام لال کو سکھ کی تلاش نہیں کرنی پڑتی"

(ترجمہ از ہندی)

تقی علی یاسی

(بقیہ صفحہ ۴۹۶) اور ہمت ہوئی ہمکو تو بھائی جان پر غصہ تھا ہی۔ غصہ کسی نہ کسی پر تو اتارنا ہی چاہئے تھا۔ اس وقت ان کا موقع تھا اسوقت ہمارا ہے۔ کھانا کھا ہی چکے تھے۔ پل پڑے۔ ناخون بھی خوب بڑے تھے خوب نوچا۔ اس نے ہمارے بال پکڑ لئے ہم نے ان کی کلائی میں کاٹ لیا۔ مگر بھائی جان نے یہ گتھم گتھا دیکھ لی، وہ بھلا کب چھوڑنے والے تھے۔ بیت علیحدہ ماری اور اس کے بعد ہی بندر کی نسل کا خطاب بھی دیا۔

کہنے لگے دیکھ آج تو بندر ہیں اور تجھ میں کوئی کسر ہی نہ رہی۔ وہی بندروں کی طرح کھرونچے مارنا وہی بندر کی طرح کاٹنا اور وہی بندر کی طرح شور مچانا پکا ثبوت ہو گیا"

بھابی جان سے کہنے لگے "دیکھو بندر کا قاعدہ ہے کہ مردوں سے سیدھا بھاگتا ہے لیکن عورتوں اور بچوں کو اکیلا اور کمزور سمجھ کر بھبکی دیکر آن دباتا ہے۔ اس طرح اس نے بھی اس کمزور کو مارا ہے۔

اس دن سے ہم خود سمجھنے لگے کہ واقعی ہم بندر کی نسل سے ہیں۔ ہم کیا سب ہی۔

سید ابوطاہر داؤد۔ بی۔ ایس سی (لک)

مستقل عنوان

جملہ حقوق محفوظ

خانہ داری

جس میں سنگھار و آرائش بھی شامل ہے

ذرا سا پالش ہم عام طور سے جوتوں چرمی بکسوں اور کرسیوں پر پالش کرتے رہتے ہیں تاکہ وہ چمکدار رہیں اور انکی عمر بڑے ہے لیکن ہمیں اپنی کتابوں کے پشتوں کا مطلق خیال نہیں آتا۔ اگر ہم وقتاً فوقتاً ان پر پالش لگاتے رہیں اور بعد میں انہیں کسی صاف اور ملائم صافی سے رگڑ کے جلا دیدیا کریں تو نہ صرف وہ خوبصورت معلوم ہوں بلکہ وہ تڑخنے بھی نہ پائیں۔

دو بہنوں نے دو بکس لے ایک وقتاً فوقتاً پالش لگایا کرتی تھی اور دوسری بے پرواتھی۔ پہلی کا بکس عرصہ گزرنے کے بعد بھی خوبصورت چمکدار اور ملائم رہا، دوسری کا خراب بھدا اور شکستہ ہوگیا۔ ہمیں ضرور ان پر ذرا سا پالش لگاتے رہنا چاہئیے پیٹیوں پر بھی اگر پالش لگایا جاتا رہے تو ان کے جلد جلد بدلنے کی ضرورت نہ پڑے، وہ دیرپا ثابت ہوں،

چائے نوشی جاڑا شروع ہوگیا ہے اور جو لوگ محض سردی میں چائے پیتے ہیں ان کے چائے کے برتن اب نکل آئیں گے۔ حقیقت میں تھکن کے وقت چائے سے بڑی تازگی پیدا ہوتی ہے بعض بیبیاں کہا کرتی ہیں آج کھانے کو کچھ نہ دو صرف عمدہ چائے کی ایک پیالی دیدو میں اس سے خوش ہوں۔ عورتیں چائے سے زیادہ خوش ہوتی ہیں اسکی وجہ یہی ہو کہ یہ نظام عصبی میں تحریک پیدا کرتی ہے اور سستی اور کاہلی دور ہوجاتی ہو چائے کو دیر تک ابالنا یا گرم پانی میں رنگ نہ چھوڑنے دینا چاہئیے ورنہ یہ تیز ہوکے معدہ کی جھلی کو نقصان پہنچاتی ہے میرے والد صاحب مرحوم کو بہت تیز اور گرم چائے نے اس قدر نقصان پہنچایا کہ اسکے معدہ میں زخم ہوگیا اور کئی ماہ تک کوئی چیز پیٹ میں نہ جا سکی۔ فوراً باہر آجاتی تھی حتیٰ کہ پانی بھی آخر اسی میں اس دار فانی کو خیرباد کہا۔

زیادہ چائے پینے سے آدمی کے اعصاب کمزور ہوجاتے ہیں۔ وہ جلد گھبرانے لگتا ہے۔ چڑچڑاپن پیدا ہوجاتا ہے نیند کم آتی ہے۔ بدہضمی شروع ہوجاتی ہے کیونکہ ہر محرک شئے کی کثرت کا یہی نتیجہ ہوا کرتا ہے ہر ایک اپنی اپنی حالت پر غور کرسکتا ہو اور اصلاح کا دستور العمل بنا سکتا ہو اس حالت میں چائے آہستہ آہستہ کم کرتے جائیں اور اس میں دودھ زیادہ ملا دیا کریں۔

بانہوں میں دکھن بعض دفعہ بانہوں میں بے استعمال کئے بھی درد ہوا کرتا ہے اور جب ان سے کام لیا جاتا ہے تو درد میں شدت ہوجاتی ہو۔ بعض مالش شروع کردیتے ہیں اسوقت شاید کچھ آرام معلوم ہو لیکن بعد میں عموماً اس سے تکلیف بڑھجاتی ہے کیونکہ جلد کے تیچے پٹھے میں سوزش ہوتی ہے اور اس رگڑ سے یہ سوزش اور بڑھجاتی ہے۔

عضو کو حتی الامکان آرام دینا چاہئے اور جس شکل میں ممکن ہو اسے سینکنا چاہئے بازار میں اس کام کی کئی دوائیں ہیں ایک کیپ سیکم مرہم Capsicum ointment ہے اس مرہم سے بعض جلدوں میں ورم آجاتا ہے۔ لیکن اگر اس سے زیادہ اور کوئی تکلیف ظاہر نہ ہو تو یہ طریقہ ہے کیونکہ خون سطح پر آجاتا ہے اور سوزش کے جماؤ میں کمی آ جانے سے آرام معلوم ہونے لگتا ہے۔ اگر جلد پھٹنے کی علامات ظاہر کرنے لگے تو سینکنا بند کر دو اور کولڈ کریم لگاؤ۔

جسمانی سنگھار عام طور پر صرف چہرہ کے رنگ و روپ پر دھیان رکھا جاتا ہے۔ ہاتھ پاؤں باہنوں اور ٹانگوں سے بے پروائی برتی جاتی ہے۔ رات کے وقت روز واٹر اور گلیسرین کے استعمال سے ہاتھ ملائم ہو جاتے ہیں اور اگر اسے قدرے کہنیوں میں رگڑا جائے تو کہنیوں کی بدنمائی جاتی رہتی ہے۔ صبح کے وقت ناخنوں کی تراش خراش کا خیال رکھا جائے۔ مغربی عورتیں ناخنوں پر مختلف رنگ کی وارنش استعمال کرتی ہیں۔ اس کا رنگ لباس کے رنگ کے مطابق رکھا جاتا ہے اگر ٹخنہ زیادہ ابھرا ہوا ہو تو اسے جلد کے ساتھ موزوں کرنے کے لئے رات کو سرہانہ پائتی سے ذرا نیچا رکھنا چاہئے۔ اکثر گردش خون میں خرابی واقع ہونے سے ٹخنوں پر چربی آجاتی ہے اور ان میں بدنمائی پیدا ہو جاتی ہے۔ ٹخنہ کی پشت سے اوپر کی طرف یوڈی کولون کی مالش کرنے سے پنڈلیوں کا بلبلاپن دور ہو جاتا ہے۔ کوئی عضو بدنمائی کے درجہ تک پتلا ہو تو روغن زیتون ملنے سے اس میں فربہی پیدا ہو جاتی ہے، پاؤں پر روزانہ کوئی تیل ملتے رہنا چاہئے اس سے ناخن بھی ملائم رہیں گے اور تراش خراش میں وقت نہ ہوگی غسل کے وقت ناخن کے برش کو صابن میں ڈبو کے ناخنوں کے اردگرد پھیرنے سے چٹیں پیدا ہو کے نہیں ٹوٹتیں

حسن وصحت کے چھ گر پہلا گر۔ دن رات میں کافی تازہ ہوا۔ رات کے وقت کمرہ کی کھڑکیاں خوب کھول کر سوؤ۔ صبح اٹھتے ہی اور رات کو سونے سے پہلے کھڑکی کے سامنے کھڑے ہو کے پانچ لمبے لمبے سانس لو۔ **دوسرا گر** کافی ورزش اگر تمہیں کھلے میدان کے کھیل میسر آسکیں تو یہ بہت ہی اچھا ہے اگر نہیں تو اپنے کام کاج کے وقت ادھر سے ادھر چلتی پھرتی رہو۔ یا اپنے کمرہ میں چہل قدمی کر لیا کرو **تیسرا گر**۔ آرام و نیند کی کافی مقدار۔ رات کو آٹھ گھنٹے نیند لیا کرو۔ اگر رات کو دیر سے سونے کا اتفاق ہو تو دن میں گھنٹہ بھر سو کے اسکی تلافی کر لو۔ معمولی صحت والی بیبیاں دوپہر کو کم از کم پندرہ منٹ ضرور آرام لے لیا کریں۔ **چوتھا گر**۔ سادہ صحت بخش غذا۔ اس میں ایک اور سبزی اور ایک تازہ میوہ کا روزانہ ہونا چاہئے۔ جو وزن بڑھانا چاہیں وہ روز مرہ کی غذا پر الجم یا دودھ پی لیا کریں، **پانچواں گر**۔ اندر اور باہر پانی کا خوب استعمال کریں۔ روزانہ آٹھ گلاس پانی پینا چاہئے۔ صبح کو اٹھ کے دو گلاس اور سونے سے پہلے دو گلاس اور باقی پانی دن بھر میں دونوں کھانوں کے درمیانی اوقات میں پی لینے چاہئے۔ اگر سرد پانی برداشت کیا جا سکے تو خیر ورنہ شیر گرم پانی سے صبح کو روزانہ غسل کر لینا چاہئے اور رات کو گرم پانی سے ایک مرتبہ غسل کرنا چاہئے۔ **چھٹا گر** خالص سنگھاری چیزوں کا استعمال۔ قابل اعتبار صابن اور عمدہ جلدی غذا۔ ایک محفوظ رکھنے والا لوشن یا کریم اور ایک پوڈر جس کی بنیاد کے لئے ایک کولڈ کریم ہو،

موٹاپے کا باعث موٹاپے کا ازالہ خود ہمارے ہی سر پر ہے۔ جو لوگ زیادہ کھا جاتے ہیں ان کے بدن میں

چربی بڑھ جاتی ہے اور وہی موٹاپا پیدا کردیتی ہے عام طور پر ایسے لوگ آگے کہیں گے کہ ہم تو کچھ ایسا زیادہ نہیں کھاتے۔ یہ تو کوئی مرض ہے کہ ہم خواہ مخواہ پھولے جاتے ہیں، مان لیجئے کہ وہ زیادہ نہ کھاتے ہوں گے دونوں وقت ان کی خوراک اور آدمیوں کی برابر ہی ہوگی لیکن رونا تو دونوں وقت کے کھانوں کے درمیان کھاتے رہنا ہے۔ کھانا اس لئے کھایا جاتا ہے کہ بدن میں طاقت آجائے۔ جو مقامات استعمال سے گھس گئے ہیں وہ پھر اپنی اصلی حالت پر آجائیں اس سے زیادہ جو کچھ کھایا جائیگا وہ پھولنے سے بچ کے (اگر کوئی بیماری نہیں پیدا ہوگی) موٹاپا پیدا کرنے کی طرف خرچ ہوجاتا ہے۔ اب سنئے عام طور پر کھانوں کے درمیانی اوقات میں کیا چیزیں زیادہ کھائی جاتی ہیں۔ سوتے وقت دودھ پینا، دن میں کئی کئی مرتبہ چاء کی پیالیاں پینا جن میں مصری یا بورا بھی ملی ہوئی ہوتی ہے۔ ایسے لوگ کبھی دبلے پتلے نہیں رہ سکتے۔

تھکی ہوئی نظریں

آج کل عام طور پر عورتوں کے چہروں پر تھکی ہوئی آنکھیں نظر آتی ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ عمر میں اس دس سال کا اضافہ ہوجاتا ہے یعنی ایسی عورت دس سال زیادہ عمر کی معلوم ہوتی ہے اگر اس کا طبی علاج میسر نہ ہو تو اس کا علاج خود آپ کے ہاتھوں میں بھی ہے۔ پہلے سوچنا چاہئے کہ اس کا باعث کیا ہے۔ کیونکہ اسے دور نہ کیا گیا تو دنیا کا حاذق سے حاذق حکیم بھی اس مرض کو دور نہیں کرسکتا۔ یوں عارضی طور پر انتظام کردے تو کردے۔

کم سونا زیادہ تر اس کا باعث ہوا کرتا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ آپ ۲۴ گھنٹوں میں کم از کم آٹھ گھنٹے سونے کا انتظام کرلیں، روشن کمرہ میں نیند نہیں آیا کرتی۔ یا آتی ہے تو کم آتی ہے۔ کمرہ کو اتنا تاریک کرلینا چاہئے کہ صبح کو آفتاب نکل آنے کے باوجود کمرہ میں اندھیرا معلوم ہو۔ سبز رنگ کے کپڑے کا پردہ ڈال لینا چاہئے۔ موٹر کو ہوا کے روکنے کا شیشہ لگائے بغیر چلانا بھی آنکھیں تھکا دیتا ہے۔ ایسا ہی حال لیٹ کے پڑھنے کا ہے،

ایک چمچہ میں بوریک کی قلمیں Boracic crystals ہموار بھر کے پانچ چھٹانک گلاب کے پانی اور (روز واٹر) میں حل کرلیں اور اس سے صبح اور رات کو آنکھیں دھوئیں۔ وچ ہیزل (Witch hazel) اور پانی مساوی مقدار میں ملا کے کبھی کبھی آنکھوں میں ڈال لیا کریں۔ مندرجہ ذیل طریقہ پر بھی ہفتہ میں دو تین مرتبہ عمل کرنے سے سحر انگیز نتائج برآمد ہونگے کسی انگریزی دوافروش سے آئی برائٹ (eye bright) تین اونس لیں اور ململ کی چھوٹی چھوٹی تھیلیاں بنائیں ان میں یہ دوا بھر لیں۔ چند منٹ تک یہ تھیلیاں گرم پانی میں ڈبو رکھیں۔ ایک ایک تھیلی دونوں آنکھوں پر آدھ گھنٹہ تک رکھیں۔ ان تھیلیوں سے آنکھوں میں نہ صرف چمک پیدا ہوگی بلکہ آنکھوں کے گرد جو لکیریں سی پڑجاتی ہیں وہ بھی جاتی رہیں گی۔ اگر آنکھوں کے گرد جھریاں یعنی لکیریں بہت پڑ گئی ہیں تو "شکنوں کے لئے" جس کے بنانے کا طریقہ ذیل میں درج ہے۔ رات کے وقت اس پر ہلکے ہلکے ملیں حتی کہ وہ شکنیں جاتی رہیں۔ ایک انڈے کی سفیدی میں اس سے دگنا گلاب کا پانی (روز واٹر) اور چوتھائی چمچہ پسی ہوئی پھٹکری خوب پھانٹ لیں۔ نہایت عمدہ لئی بن جائیگی۔ پپوٹوں پر شکنیں پڑ کے جن کی صورت میں کہن سالی پیدا کردیتی ہیں۔ اور آنکھیں بھی تھکی تھکی معلوم ہوا کرتی ہیں، ان پر باقاعدہ سفید

ویسلیس یا روغن زیتون ملنا چاہیئے۔ دن میں سو مرتبہ آنکھیں اس طرح کھولنے اور بند کرنے سے گویا پپوٹوں پر بڑا سا وزن رکھا ہے شکنیں پیدا نہیں ہوتیں۔ یا پیدا ہوئی بند ہو جاتی ہیں۔ سادہ ٹنکچرائٹ بنزوائن کے اسی قطرے دو مرتبہ۔ مقطر شدہ گلاب کے ۲۰۔ اونس پانی میں ملا کے رات اور صبح کو ملئے۔ آنکھوں کے نیچے کا پھولا پن دور ہو جائیگا۔

خانگی ٹوٹکے ۔ برنسوک بلیک (Brunswick black) اور تارپین ملا کے لکڑی پر دھبہ کی جگہ برش سے خوب رگڑیں۔ دھبہ اس میں جذب ہو کے بے نشان ہو جائیگا۔

اگر سرکہ ختم ہو جائے تو لیموں کا چھنا ہوا رس اس کا معقول قائم مقام ثابت ہو سکتا ہے اسکی خوشبو سرکہ سے زیادہ خوشگوار ہے بعض اوقات کسی صدمہ سے بیٹھے اس قدر خستہ ہو جاتے ہیں کہ سر میں درد رہتا ہے کسی کام میں دل نہیں لگتا۔ راتوں کو نیند نہیں آتی کہیں باہر جانا ہو تو فوراً امکان پیدا ہو جاتی ہے۔ علاج یہ ہے کہ اپنے آپ کو تندرست سمجھنے لگو اور بدن اور پٹھوں پر خوب مالش کراؤ۔ اعضا میں توانائی پیدا ہو گی۔

بعض اونی کپڑے دھوئے جانے کے بعد کچھ بدنمائی کے درجہ تک سفید اور چمکدار معلوم ہوا کرتے ہیں جب کپڑا خوب سوکھ جائے تو اسے کسی میز پر پھیلا دیں اور ایک کپڑا امونیا میں بھگو کے اور خوب ہی نچوڑ کے اس طرح پھیریں کہ برائے نام ہی ملی کپڑے پر آئے۔ ایک نمدار کپڑا اس پر پھیلا کے استری کریں نقص دور ہو جائیگا۔

سفنج زیادہ دیر تک استعمال کئے جانے سے چپکیٹ ہو جاتے ہیں، ان میں چیچپا پن آجاتا ہے۔ کتنا ہی روزانہ صاف پانی میں دھوتے رہو یہ نقص پیدا ہو ہی جاتا ہے معمولی نمک کے گاڑھے پانی میں اسے ڈبو کے رکھو تمام لیسدار پانی نیچے رہ جائیگا اور اسفنج نیا معلوم ہوگا۔ نمک ٹھنڈے پانی میں گھولنا چاہیئے۔

بانس یا بید کے رنگین سامان صابن سے ہرگز نہ دھونا چاہیئے بلکہ ایک چیتھڑا پیرافین (Paraffin) میں ڈبو کے خوب نچوڑ لینا چاہیئے اور اس سے سامان کو رگڑنا چاہیئے۔ پیرافین سب دھبے دور کر دے گی۔ اور بید یا بانس کو صاف کر کے رنگ میں چمک پیدا کر دے گی۔ اگر بید یا بانس (وکر) غلیظ اور بہت میلا نہیں بلکہ اسے نیا کرنا منظور ہو تو اسے شیر گرم پانی کے برتن میں دھویا جائے لیکن اس پانی میں صابن نہ ملایا جائے۔ گھر سے باہر یعنی ہوا میں سامان رکھ کے خشک کرنا چاہیئے آگ کے سامنے رکھ کے سکھانے سے بری طرح چٹخ جاتا ہے،

جرابوں پر سائیکل یا موٹر کے تیل کے دھبے پڑ جاتے ہیں۔ ان کا دور کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ لیکن اس طریقہ سے وہ دور کئے جا سکتے ہیں۔ پہلے جہاں تک ممکن ہو دھو کے اس تیل کو دور کیا جائے۔ پھر ملائم روئی (کاٹن وول) خالص بکل میں ڈبو کے کھلے کھلے رگڑو۔ حتی کہ یہ اڑنے لگے۔ پھر نئی روئی کے پھوے سے عمل کرو۔ حتی کہ دھبہ بالکل جاتا رہے بعد ازاں شیر گرم پانی سے جراب دھو ڈالو۔ اس عمل سے جراب کا رنگ خراب نہ ہوگا۔

محمد ظفر

دلچسپ معلومات مستقل عنوان

سیر بین

روس کی عورتیں روس میں عورتیں بہت کم بناؤ سنگار کرتی ہیں وہ لندن کی عورتوں کی طرح مردوں کو اپنی طرف کھینچنے کی ذرا بھی کوشش نہیں کرتیں۔ ان کا لباس سادہ ہوتا ہے۔ دکانوں میں فوق البھڑک لباسوں کی نمایش نہیں کی جاتی اور نہ عام طور پر عورتیں قیمتی لباس۔ پہنے نظر آتی ہیں جن سے دوسروں کے دلوں میں رشک و حسد پیدا ہو، نہ ان میں چٹک مٹک ہے۔ وہ اپنے کام سے کام رکھتی ہیں۔ دو سال پیشتر مختلف تجارتوں میں ۳۰ لاکھ عورتیں مصروف تھیں۔ اب ۵ لاکھ اور ان میں شریک ہو گئی ہیں، کاروبار کی وجہ سے ان کے جسم خوبصورت اور دلکش ہو گئے ہیں اسی لئے انہیں کسی غازہ اور پوڈر کی ضرورت نہیں۔ کوئی تجارت یا پیشہ ایسا نظر نہیں آتا جس میں عورتیں نہ گھس گئی ہوں کہیں ریت چھان رہی ہیں۔ کہیں کشتیاں چلا رہی ہیں۔ کوئی ڈاکٹر ہے کوئی وکیل کوئی معمار۔ کوئی لوہار کی بھٹی پر ہے۔ کوئی مشین ڈھال رہی ہے وہاں عورتیں مردوں کے برابر حیثیت رکھتی ہیں، شادی کے رجسٹر میں درج کرنے نہ کرنے کی کوئی قید نہیں دس منٹ میں نکاح ہو جاتا ہے، صرف پادری کے ساتھ جا کے ایک نقشہ بھر کے دیدینے سے دونوں کا ایک دوسرے کو منٹوں میں طلاق دیدیتے ہیں۔ ایک نقل دفتر میں رکھ لی جاتی ہے اور دوسری عورت یا مرد کو جو طلاق دے، وہاں مرد و عورت بڑی خوش زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور نا اتفاقی کم ہی پیدا ہوتی ہے۔ طلاق کے بعد اولاد کے گذارہ کے دونوں ذمہ دار ہوتے ہیں اس لئے عورت کو خاوند سے جدا ہوتے وقت بچوں کا فکر نہیں ہوتا۔ جن کی بدولت عورتیں ساری عمر خاوند کی جفائیں سہا کرتی ہیں،

چینی لونڈیاں ۔ چین میں اب تک غریب لوگ اپنی لڑکیاں مالدار گھرانوں میں بیچ دیا کرتے تھے۔ اور اس کے روپے سے ماں باپ کا گذارہ چلتا تھا۔ یا اس کے بھائی کی تعلیم مکمل کی جاتی تھی۔ اب جہاں کہیں ماں باپ محبت کی وجہ سے بیٹی کو نہ بیچتے تو لڑکی خود بک جاتی۔ تاکہ اس کا بھائی پڑھ لکھ کر دنیا میں عزت حاصل کر سکے۔ ان لڑکیوں پر ان بڑے گھرانوں میں بڑی سختیاں ہوتی تھیں۔ یہ دستور اب تک اندرونی گاؤں میں رائج تھا، رقم والدین کو بہت کم ملتی تھی۔ اب حکومت چین نے ایک قانون بنایا ہے جس کی مدد سے یہ طریقہ بند کر دیا جائیگا۔

اڑنے والی مچھلی ۔ عموماً چھوٹی چھوٹی مچھلیاں جہازوں کے برقی چپوؤں کی ضربات سے متاثر ہو کے پانی کے اوپر اچھلا کرتی ہیں۔ لیکن یہ اڑنے والی مچھلیاں ہیں۔ یہ بحر اوقیانوس اور بحر الکاہل میں خط استوا کے نزدیک اس مقام

پر جہاں شمال مشرقی اور جنوبی مشرقی تجارتی ہوائیں چلتی ہیں پائی جاتی ہیں۔ ایک مرتبہ ۲ فٹ، ½ انچ لمبی اور ۱۲ اسیر اچھنا ک وزنی اڑنے والی مچھلی ایک شخص کے سر پر آکے پڑی اور وہ بیہوش ہوکے گر پڑا۔ اس کی پرواز ۱۵ فٹ کے قریب تھی۔ ایک مرتبہ ایسی مچھلیوں کا غول ۳۵ فٹ اونچا اڑتا دیکھا گیا۔ وہ جہاز کے مختلف حصوں میں آ آکے گریں اور پکڑی گئیں انکی تعداد ۱۲۷ تھی ان میں سے بڑی ۲۰ انچ لمبی تھی۔ اس کا گوشت مزیدار نہیں ہوتا۔ تیل ہی تیل ہوتا ہے اور گوشت بہت ہی کم ہوتا ہے۔ کوئی جہاز آتا ہو یا کوئی بڑی مچھلی تعاقب کر رہی ہو وہ عموماً پانی سے ذرا ہی اوپر اڑا کرتی ہے۔ وہ دن میں جان بچانے کے لئے عموماً اڑا کرتی ہیں رات کو محض تفریح کے طور پر اڑتی ہیں، رات کے وقت دکھائی دیتی ہیں، یہ اسی وقت اڑ سکتی ہیں جب ان کے پر گیلے ہوں۔ اسی لئے گرمیوں میں انکی پرواز مختصر ہوتی ہے۔ اور آسانی سے بڑی مچھلیوں کا لقمہ بن جاتی ہیں۔ یہ رات کو دیکھ سکتی ہے، اور دوسری مچھلیاں نہیں دیکھ سکتیں اس لئے یہ رات کے وقت محفوظ ہوتی ہے شبنم کی تراوٹوں میں یہ ایک ایک میل تک اڑتی چلی جاتی ہے موافق حالات میں اس کی رفتار بہت تیز ہوتی ہے۔ اڑتے ہوئے یہ چوں چوں کی سی آواز نکالتی ہے۔ جہاز کے پیندے کے رنگ کا اثر اس پر پڑتا ہے۔ سرخ رنگ سے یہ ڈر جاتی ہیں۔ مگر سنہرا یا تانبے کے رنگ پر یہ لپک لپک کے آتی اور اس کے پاس کھیلتی کودتی ہیں۔

شوہر سے بازی لیجانیکی کوشش مس ایلی جانسن ایک مشہور اڑنے والی ہے۔ مسٹر مالیسن نے راس امید تک کم وقت میں اڑکے ایک نام پیدا کیا تھا۔ اسی کا اثر تھا کہ مس ایلی جانسن نے اس سے شادی کر لی۔ اب وہ اسی راستہ پر جو چھ ہزار میل پر حاوی ہے۔ کم وقت میں اڑکے اپنے شوہر سے بازی لیجانے کے لئے آئی، جہاز میں جس میں اس کا شوہر اڑا تھا اڑی اسکا شوہر اس وقت اسے رخصت کرنے کے لئے موجود تھا۔ اس کا جہاز تھوڑی ہی دیر میں دھندلکے میں نظروں سے غائب ہو گیا اس کا سب سے مشکل سفر صحرا کے اوپر ہے۔ اس جہاز کو زیادہ مضبوط کرکے پانچ میل فی گھنٹہ پہلے سے زیادہ چلنے کے قابل کر دیا گیا ہے۔ پر تغالی مغربی افریقہ میں نوے گھنٹے اسے انجن درست کرنے میں لگے اس کے بعد جو اڑی تو ۱۳۰۰ میل کا فاصلہ کہیں ٹھیرے بغیر ۱۲½ گھنٹے میں طے کر لیا۔ جس وقت وہ کیپ ٹاؤن (جو افریقہ کے عین جنوب میں واقع ہے) میں پہنچی تو نیند سے اس کے حواس باطل ہو رہے تھے، ہزارہا مرد و عورت رات بھر میدان میں کھڑے اس کا انتظار کرتے رہے۔ جب وہ وہاں پہنچی تو بڑی دھوم دھام سے اس کا استقبال کیا گیا اس نے انگلستان سے کیپ ٹاؤن تک چھ ہزار میل کا راستہ چار دن چھ گھنٹہ اور ۵۳ منٹ طے کر لیا۔ اور اپنے شوہر سے ۱۰½ گھنٹے کم میں یہ فاصلہ طے کرکے بازی لے گئی۔ اسے بالکل آرام پہنچانے کے لئے کہ ملاقاتی دق نہ کریں ایک غیر معلوم جگہ میں پہنچا دیا گیا۔ یہ وہی خاتون ہے جو پہلے اکیلی انگلستان سے آسٹریلیا۔ اور انگلستان سے روس کے اوپر سے ہوتے ہوئے جاپان اڑی تھی۔ ایک آسٹریلوی تاجر نے ایک ہزار پونڈ بطور انعام کے دئے تھے۔ یہی تاجر نے پہلے بھی اس کے شوہر کو اور آسٹریلوی کرکٹ کے زبردست کھلاڑی کو ایک ایک ہزار پونڈ دئے تھے۔

بلی کا ٹانگوں کے بل گرنا بلی اگر تندرست اور طاقتور ہو اسے کتنی ہی بلندی سے کسی رخ گرا دو وہ زمین تک پہنچتے

نیچے سیدھی ہوجائیگی اور پاؤں کے بل گرے گی اور ذرا سے چوٹ نہ آئیگی، خیال کیا جاتا ہے کہ اس معاملہ میں بلی انسان سے بڑھ گئی ہے. کیونکہ اسے اپنے پٹھوں پر اس قدر قوت حاصل ہے کہ وہ راستہ میں ہی اپنا عقل حیوانی سے کام لے کے انہیں استعمال کرتی اور سیدھی ہوجاتی ہے. محقق کہتے ہیں کہ کوئی وجہ نہیں کہ آدمی بھی ایسا نہ کرے. کوشش کرنے والے ایسا کرجاتے ہیں. تیراک اوپر سے سر کے بل کودکے راستہ میں قلابازی کھاتے ہوئے پانی پر ٹھیک جا پڑتے ہیں صرف ہوش و حواس کی سلامتی اور عقل کی تیزی کو اس میں دخل ہے

سمندر میں برقی روشنی گھر سمندروں میں خطرناک مقام پر روشنی گھر بنا دئے جاتے ہیں، جہاں محافظ رہتا ہے اور طوفان کے وقت اور تاریک راتوں میں روشنی جلاکے ادہر سے گذرنے والوں کو خطرہ سے خبردار کردیا جاتا ہے ایسے مقام پر تنہائی وبال جان ہوجاتی ہے. ان غریب محافظوں کا حال ان سے ہی پوچھیے کہ ان پر کیا بیتی ہوگی. اب انگلستان اور فرانس کے درمیانی آبشار میں گرینی پر ایک برقی روشنی گھر ہے. رات کی تاریکی بڑھتے ہی اس میں روشنی ہوجاتی ہے اور دن نکلتے ہی وہ گل ہوجاتی ہے. اس میں کوئی محافظ نہیں رہتا. ساحل وہاں سے ایک میل دور ہے. وہیں سے اس روشنی گھر کا انتظام کیا جاتا ہے جب بجلی کم ہوجاتی ہے تو وہاں کی مشین سے ایسے اشارہ ہوجاتے ہیں جن سے فوراً پتہ لگ جاتا ہے. تازہ ذخیرہ بھیجدیا جاتا ہے. اگر طوفان آرہا ہو اور ذخیرہ نہ بھیجا جا سکے تو ساحل سے بٹن دباکے بجلی کی رو کے ذریعہ لیمپ روشن کردئے جاتے ہیں. اور کام چل جاتا ہے،

پانچہزار انعام - پیرسوپ کمپنی نے مختلف اخبارں میں ایک عبارت دے کے اس میں سے پانچ لفظوں کی جگہ خالی چھوڑ دی. مقابلہ یہ تھا کہ جو پانچ بہترین اور موزوں لفظ ان جگہوں میں جڑیگا اسے پانچہزار روپیہ کے انعام دئے جائیں گے شرط یہ تھی کہ اس اخبار سے جس میں یہ اشتہار ہو کوپن کاٹ کر وہ لفظ درج کردئے جائیں اور اس صابن کے ڈبہ کا اوپر کا ڈھکنا اس کے ساتھ بھیجا جائے. اب اعلان ہوا ہے کہ حیدرآباد دکن کی ایک شفاخانہ کی ایک دایہ نرا سیہ کو یہ انعام ملا ہے. ہزار ہا آدمی اس مقابلہ میں شریک ہوئے فیصلہ لندن میں ہوا. اس دایہ کو پانچہزار روپیہ کا چک دیدیا گیا. اس نے دو مرتبہ اور بھی انعام لیا ہے. ایک دفعہ ایک ہزار کا اور دوسرا ڈھائی سو کا. وہ انعامات تمبا کو بیچنے والے کارخانوں کے تھے.

سونا اڑ رہا ہے - وسط نومبر کے ہفتہ میں پہلے ہفتے سے ۱۰۹۷۹۵۷۶ ار روپیہ کا زیادہ سونا باہر گیا. کیلی فورنیا جہاز میں جو بمبئی سے ساؤتھمپٹن ۹ نومبر کو روانہ ہوا ۱۳۱۶۶۵۳ روپے کا سونا تھا. ٹسکینیا جہاز جو بمبئی سے لورپول ۱۰ نومبر کو گیا ۶۰۷۷۹۸۲ روپے کی طلائی سلاقیں اور ۱۷۹۳۰۱۹ روپے کی اشرفیاں تھیں. جہاز ملتان میں جو ۱۳ نومبر کو لندن گیا ۹۶۸۸۵۵۶ روپے کی سونے کی اینٹیں تھیں، اس میں سے ۱۴۱۲۵۷۷ روپے کا سونا امسٹرڈم یا لندن دونوں میں سے جہاں ضرورت ہو مخصوص ہے اور ۱۲۸۸۰۹ روپیہ کا امسٹرڈم میں جاتا ہے اسی جہاز میں ۳۳۶۸۶۶ روپے کی اشرفیاں بھی تھیں جبکہ انگلستان نے طلائی سکہ چھوڑا ہے ہندوستان سے وسط نومبر تک ۹۳۱۷۲۰۳۲۲ روپیہ کا سونا باہر جاچکا ہے.

توہمات یورپ میں تیرہ کا ہندسہ نہایت منحوس سمجھا جاتا ہے، پہلے ۲۳ کا تھا. جاپان بھی ایک توہم پرست ملک ہے وہاں بعض عدد خوش قسمتی کی دلیل سمجھے جاتے ہیں اور بعض بالکل منحوس. ٹیلیفون کے سلسلہ میں بڑی دقتیں پیش آتی ہیں کسی کو ایسا عدد دیا جائے جس کا آخری ہندسہ ۲۴ پر ختم ہوں تو اُسے بہت برا سمجھا جاتا ہے کیونکہ یہ ہندسہ موت کی علامات مانا جاتا ہے یعنی سال بھر میں موت واقع ہوجائے گی. اسی طرح بعضوں نے کمائی ٹھہرائی ہے. بڑی بڑی رقمیں لے کے ٹیلیفون کے نمبر بدل دیتے ہیں اور ایسے عدد دیتے ہیں جن سے خوش قسمتی پیش خدمت بن جاتی ہے. سوال یہ ہوسکتا ہے کہ آخر یہ منحوس عدد کہاں جاتے ہونگے، جواب آسان ہے وہ دفتروں کے حصہ میں آتے ہیں. جیسے آگ بجھانے کا دفتر. پولیس کا دفتر وغیرہ.

گھڑی کی تاریخ۔ تین سو برس ہوئے ۲۲ اگست ۱۶۳۱ء کو چارلس اول نے برطانوی گھڑی سازوں کو سرکاری طور پر گھڑیاں بنانے کی اجازت دی اس سے تین سو برس پہلے گھڑی ایجاد ہوئی اس ایجاد کا سہرا جربرٹ کے سر باندھا جاتا ہے۔ جو بعد میں پوپ سلوسٹر کے نام سے مشہور ہوا اور یہ ایجاد ۹۹۶ء میں ہوئی۔ شاہ وفرہ موم کی بتی استعمال کرتا تھا۔ وہ اس کے پگھلنے کے پیمانہ سے وقت کا اندازہ کیا کرتا تھا جربرٹ سے پہلے دھوپ گھڑی اور شیشہ گھڑی رواج پا گئی تھی۔ گیارہویں صدی میں خانقاہوں میں پانی کی گھڑیاں استعمال ہونے لگی تھیں۔ ان پر وقت کے نشانات کا ڈھکنا ہوتا تھا۔ خاص خاص اوقات میں وہ گھنٹہ بجا کے نماز پر بلایا کرتی تھیں،
۱۲۸۶ء میں سینٹ پال کے گرجا گھر میں ایک گھنٹہ لگایا گیا اس سے دو سال بعد ویسٹ منسٹر میں بھی لگایا گیا۔ یہ وزن کے زور سے چلتا تھا ۱۲۹۲ء میں کنٹربری میں ایک گھنٹہ لگا دیا گیا۔ بعد کے پچاس برس میں ایکسٹر سینٹ البنس اور گلاسٹن بری میں بھی گھنٹے لگا دیئے گئے سینٹ البنس کے گرجے میں ۱۳۲۶ء میں اس کا مشہور گھنٹہ لگایا گیا، اسے رچرڈ ڈی ونگ فورڈ نے بنایا جو ایک لوہار کا بیٹا تھا۔ بعد میں وہ پادری ہوگیا۔ ان دنوں گھڑی سازی لوہاروں کا کام تھی۔ گلاسٹن بری کے گھنٹہ کو جو پیٹر لائٹ فٹ نے بنا کے ۱۳۲۵ء میں لگایا تھا۔ ہنری ہشتم نے وہاں سے اتار کے ویلس کے گرجا میں لگا دیا۔ چودھویں صدی میں ہلکی اور اٹھائی جانے والی گھڑیاں بننے لگیں وہ دیواروں پر وزن اور زنجیروں سے چلتی تھیں۔ پراگ میں ۱۵۲۵ء کی بنی ہوئی ایک گھڑی ہے جو اب تک اچھی حالت میں ہے اور سب سے پرانی گھڑی سمجھی جاتی ہے

پھلجھڑیاں۔ انگلستان میں ایک مشہور مصنف و ناٹک نویس مسٹر پارکر کی عمر اس وقت ۹۲ سال ہے وہ اب تک ہر کام میں بڑی زندہ دلی سے حصہ لیتا ہے۔ اس نے اتنی بڑی عمر کا راز یہ بتایا ہے کہ فکر نہ کرو اس نے کہا کہ میرا مقدمہ یہ ہے کہ کچھ پروا نہیں۔ فرانس میں ایک شخص دو دفعہ سکتہ کے مرض میں مر مر کے جی اٹھا۔ تیسری مرتبہ جب وہ مر کے جی اٹھا تو اس نے ایک لاٹری میں حصہ لیا جس میں اُسے ۲۰ ہزار پونڈ انعام ملا

قسطنطنیہ میں سابق سلاطین روم کے خزانہ میں ایسے پتھر تھے جنہیں جسم پر پھیرنے سے سارے امراض جاتے رہتے تھے۔ یہ پتھر گدھے کی رگوں میں سے نکلتا ہے لیکن دس لاکھ گدھوں میں مشکل سے ایک گدھا ایسا نکلتا ہے۔ مس کرول نے سال بھر ہوا شادی کر کے فلم کمپنیوں سے کنارہ کشی کر لی تھی۔ اب ایک برطانوی فلم کمپنی سے اس نے ایک ہزار پونڈ ہفتہ وار اجرت پر فلم کمپنی میں کام کرنے کا معاہدہ کر لیا ہے۔ وہ تھیٹر میں بھی کام کرتی ہو۔ فلم کی خاطر اسے ترک نہ کرے گی۔ مس کون سیم اپنے شوہر کے ساتھ چلی گئی حالانکہ فلم کمپنی سے سال بھر تک اپنی جگہ سے نہ جانے کا معاہدہ تھا۔ اس بات کے لیے اس نے دس ہزار پونڈ پر لات مار دی یعنی اگر وہ شوہر کے ساتھ نہ جاتی تو یہ رقم اسے ملجاتی۔

مس میری پکفورڈ یورپ کی ایک مشہور ایکٹرس ہے۔ پہلے پہل پانچ برس کی عمر میں ۱۸۹۸ء میں اسٹیج پر آئی۔

مس فلورنس ڈیکس نے مشہور مصنف مسٹر ایچ جی ویلس پر ایک لاکھ پونڈ جرمانہ کا دعوی اس بنا پر کیا ہے کہ اس نے اسکی کتاب "تاریخ کا خاکہ" کے محفوظ حقوق کی خلاف ورزی کی ہے۔ ہمارے بادشاہ اور ملکہ کو ۵ لاکھ پونڈ سالانہ خرچ کے لئے ملتے ہیں ان میں سے وہ دو لاکھ پونڈ اپنے اخراجات کے لیے رکھ کے باقی سب خیرات کر دیتے ہیں۔

جوانسبرگ میں ایک مصور نے ایک سکنڈ کے ۵ کروڑویں حصہ میں بجلی کی چمک کی چار تصویریں لیں،

جرمنی کی ایک لڑکی نے ۳، گھنٹے، ۲ منٹ تک برابر پانی میں تیر کے سب سے زیادہ قوت برداشت ظاہر کرنے کا انعام جیتا ہے

ابرڈین کی رئیسہ ۵، سال کی عمر میں پہلی مرتبہ ہوائی جہاز میں تفریحاً سوار ہوئی۔ اس نے کہا کہ میں نے اس پرواز کا منٹ منٹ کا مزا لیا۔ جہاز کا چلانے والا مشہور جہازراں سرلن کا ہم تھا۔

ایک پانی کی لہر زیادہ سے زیادہ ۴۲ فٹ اٹھ جاتی ہے، درست پیمائش کر کے اندازہ لگایا گیا ہے۔

محمد ظفر

درد مند بہنیں

محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے جن عصمتی بہنوں نے ۱۵ر نومبر کو قرآن مجید کا ایک ایک پارہ یا ایک سے زائد پارے تلاوت فرمائے اور ہمیں اطلاع دی انکے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ یہ نام اس لئے درج نہیں کئے جارہے ہیں کہ ان محترم بہنوں کی شہرت ہو بلکہ اس لئے شائع کئے جاتے ہیں کہ ایسے نیک اور ثواب کے کام کرنے کی دوسری بہنوں کو بھی ترغیب ہو۔

محترمہ سردار محمدی بیگم صاحبہ ٹونسی ۵ پارے تفضیل النساء صاحبہ ٹونسی ۵ امتیاز دلہن صاحبہ ٹونسی ۵۔ اشرف النساء صاحبہ ۵۔ لیقہ دلہن صاحبہ ٹونسی ۵۔ شفیقہ دلہن صاحبہ ٹونسی ۵۔ نواب زادی رضیہ سلطان زماں بیگم آف پٹھاری سٹیٹ ۵ فاطمہ بی بی بنت قاضی اسمٰعیل صاحب مکابہ ۵ خیرالنساء بیگم صاحبہ ۵۔ حسن آرا بیگم صاحبہ ۵۔ بی بی حفصہ صاحبہ ۵ انوری بیگم صاحبہ ۵ نجیبہ بیگم صاحبہ ۵ خدیجہ خاتون صاحبہ نے (جو مسلم یورپین خاتون ہیں) قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ پاروں کا پڑھا۔ احمدی بیگم بنت عبدالوہاب صاحب رئیس ہینگن گھاٹ ۱۰ زبیدہ بیگم بنت عبدالوہاب صاحب ہینگن گھاٹ ۱۰۔ نورجہاں صاحبہ ہینگن گھاٹ ۱۰ مس منظور مبارک علی صاحب شورکوٹ ۱۵ کے ایف صاحبہ شورکوٹ ۲۰ والدہ صاحبہ منظور مبارک علی صاحب شورکوٹ ۲۔ این ایف صاحبہ ۵ افتخار بیگم صاحبہ مین پوری ۳ اہلیہ حکیم توحید حسین صاحب الہ آباد

جن بہنوں نے ایک ایک پارہ پڑھا:۔ دختر سردار محمد اعظم خانصاحب کھونٹہ نفیس دلہن صاحبہ بہار ببیی۔ سلیمان خاتون صاحبہ کانپور محمودہ خاتون صاحبہ بریلی۔ انوری بیگم عیدروس حیدرآباد دکن۔ سیدہ بیگم راولپنڈی۔ بنت اقبال احمد صاحب کلکتہ۔ صالح بیگم صاحبہ گیا۔ ا۔ ف بیگم آگرہ مس ارشد الدین پھولپور۔ مسز خاتون ترچناپلی۔ عفت بانو دہلی

بزم عصمت

مسز ایم۔ اے ستار خاں صاحب کو معلوم ہو کہ مجھکو بھی بعض وجوہ کے سبب سات ماہ کے بچہ کا دودھ چھڑانا پڑا۔ اس کو بھی دودھ ہضم نہ ہوتا تھا یہاں کے مشہور ڈاکٹر منیکو صاحب نے یہ ترکیب بتائی جو درج کرتی ہوں۔

دودھ گائے خالص آدھا دودھ آدھا پانی۔ جب بوتل تیار ہو جائے تو ایک صاف برتن میں ایک سیر چونا کھانے کا بھگو دیجئے اس میں بہت پانی ڈالئے اس کو خوب گھول کر رکھدیجئے جب وہ پانی نتھر کر بالکل صاف ہو جائے تو ایک شیشی میں رکھدیجئے دودھ پلاتے وقت بوتل کے دودھ میں دو بلوند چونہ کا پانی ملا دیجئے دودھ میں بجائے شکر کے مصری ڈالئے یہ نسخہ خود میرا آزمودہ ہے۔

چینی شیشے کے برتن جوڑنے کی ترکیب مسز عبیداللہ صاحب کو معلوم ہو قلعی کا چونہ اور انڈے کی سفیدی دونوں کو کھرل کر کے جوڑیں بہت مضبوط جڑ جائیگا صفائی ہو گی۔

مسز حمید از لکھنؤ

نومبر کے عصمت میں عزیز فاطمہ صاحبہ نے ہارمونیم گائڈ یا ہارمونیم ٹیچر کا پتہ دریافت فرمایا ہے میری رائے میں ڈاکٹر سید حامد علی صاحب کی کتاب بہت عمدہ ہے میں نے اسی کی مدد سے ہارمونیم سیکھا ہے۔ ملنے کا پتہ حسب ذیل ہے

(سرب ہشتی دیا پار منڈل مدینہ کلاں دہلی)

دختر بابو احمد حسین رضوی (میرٹھ)

بچوں کے دانت نکلنے کے وقت اکثر لوگ بجلی کا تار گلے میں پہنا دیتے ہیں جو فیتہ کی شکل میں مخمل میں لپٹا ہوا سلا سلایا ہر جگہ بازار میں مل جاتا ہے اور بہت لوگ تکلیف میں آسانی کے لئے خرید کر بچہ کے گلے میں ڈال دیتے ہیں وہ فیتہ تین مختلف شہروں یعنی الہ آباد کانپور لاہور سے خریدا گیا اور کھول کر

دیکھنے میں روپیہ سوا روپیہ کے قیمتی نکلس میں بجلی کے تار کی بجائے وفتی کے تین ٹکڑے ململ میں سلے ہوئے پائے گئے۔ اور کچھ بھی مفید ثابت نہ ہوئے۔

اہلیہ ڈاکٹر سید علی اختر سورام

محترمہ بہن دختر صاحبہ ابوالحسن صاحب کو معلوم ہو کہ تخم یوسف نارنگی کے چھلکے پیس چھان کر دسلین ۲ تولہ سے ۴ - ۵ تولہ تک ملا سکتی ہیں اگر اور زیادہ ضرورت ہو تو وزن اور بڑھالیں صرف لیپ کی مانند ہو جانا چاہئے۔ پانی یا اور کوئی چیز ملانے کی قطعی ضرورت نہیں۔

نیز بہن درخشندہ صاحبہ کی خدمت میں عرض ہے تخم یوسف ہلکے بھورے رنگ کا ہوتا ہے اور خشخاش سے باریک دانے ہوتے ہیں اور پنساریوں کی دو کانوں پر دستیاب ہو سکتا ہے۔ نارنگی کا سفوف اس طرح بنائیں۔ سنترہ یا نارنگی کے چھلکے سایہ میں خشک کر لیجئے پھر بہت باریک پیس کر باریک ململ کے کپڑے میں چھان لیں بس سفوف تیار ہے۔

بہن صاحبہ مسز ستار خاں صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ اپنی بچی کی آنکھ میں اصلی ممیرہ لگائیں انشاءاللہ آنکھ درست ہو جائے گی۔

اگر ممیرہ سے فائدہ نہ ہو تو مجھے مطلع کریں اور دوا تجویز کر کے بھیجدوں گی۔ جے کے نکہت اٹاوہ

بہن خورشید زہرہ بیگم آرہ کی خدمت میں عرض ہے کہ آپکی پیاری بھتیجی کے لئے میں یہ نام تجویز کرتی ہوں۔ جمشید بانو، قمر بانو، ممتاز بانو، رضیہ بانو، ماہ بانو، سلطانہ بانو گلاب بانو، نور جہاں بانو۔ تمیز بانو۔ عرف ننھی بیگم یا پیاری بیگم،

ص۔ ب۔ ح چھپرہ

بہن خورشید زہرہ بیگم آرہ نے اپنی بھتیجی کے لئے نام پوچھا ہے بہن صاحبہ ان ناموں سے کوئی نام پسند کریں۔ تحسین بانو، محسن بانو، احسن بانو۔ جبین، حسین بانو، پیاری بیگم، جعفری بیگم، مشتری بیگم، خورشیدی بیگم، اختری بیگم، قیصری بیگم

زاہدہ۔ غلام واسع وکیل پٹنہ

"کایا پلٹ" ہیر آئل کا اشتہار دیکھکر جو جون جولائی ۱۹۳۰ء کے عصمت میں شائع ہوا تھا۔ میں نے تیل برائے استعمال منگایا اور حقیقت یہ ہے کہ تعریف سے زیادہ پایا۔ نہایت تیزی سے گھنے، سیاہ اور خوبصورت بال نکال دیتا ہے۔ بہنوں کے فائدے کے واسطے اس کی تعریف بزم عصمت میں مشتہر کرتی ہوں اور امید ہے کہ وہ لوگ جن کا مزاج اور طبیعت اس کے اجزا سے موافق ہوگا وہ ضرور فائدہ حاصل کریں گے۔ تیل منگانے کا پتہ یہ ہے۔ مینیجر صاحب کایا پلٹ ہیر آئل لکھنؤ۔

آنسہ تہذیب فاطمہ عباسی

میری عزیز بہن قمرا نامی جو دایتا لوجی گرلز اسکول میں تعلیم پا رہی ہیں۔ اس کی پسلی میں خفیف سا درد رہتا ہے عصمتی بہنوں سے عاجزانہ درخواست کرتی ہوں کہ کوئی نسخہ برائے علاج معلوم ہو تو بذریعہ عصمت مطلع کریں۔ شکر گذار ہوں گی۔

زیب النسا بیگم ایردڑ

میری ایک چھوٹی بہن کو کھانسی کی شکایت ہے اور یہ تکلیف عرصہ پانچ سال سے شروع ہے، کبھی کبھی آرام ہو جاتا ہے مگر پوری طرح آرام نہیں ہوتا۔ اس اثنا میں متعدد علاج ڈاکٹری اور یونانی کئے ہیں مگر کسی سے پورا افاقہ نہیں ہوا۔ ڈاکٹر کا خیال ہے کہ کھانسی صرف گلے کی تکلیف سے ہے۔ گلے سرخ ہو گئے ہیں۔ کوئی بہن برائے نوازش اس طرف توجہ کریں۔

سالگرہ نمبر عصمت ۳۲ء میں محترمہ خدیجہ بائی صاحبہ اندہیری نے جو کتابیں اور پوسٹ کارڈ وغیرہ فن ڈرائنگ کے متعلق تحریر کی ہیں، اگر کسی بہن نے منگوائی ہوں تو آگاہ کریں کہ ایک ایسا آدمی جو اس فن سے بالکل ناآشنا ہو۔ کیا وہ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے نیز کتنے عرصے میں ضرورت کے مطابق ڈرائنگ سیکھ سکتا ہے

مس منظور مبارک علی شورکوٹ

مجھے دہلی کی کسی ایسی دکان کا پتہ مطلوب ہے جہاں سے اعلیٰ قسم کی سلمہ ستارہ کی بیل جسکو پشاوری زبان میں شرمہ کہتے ہیں کوئی بہن بذریعہ عصمت مطلع فرمادیں

اہلیہ محمد صفدر بنوں

میں نہایت ممنون ہوں گی اگر کوئی بہن کپڑے پر کشیدہ کاڑھنے کی مفصل ترکیب سے آگاہ کریں گی۔ نیز اگر کسی بہن نے واحدہ بیگم صاحبہ یونانی میڈیکل ہال دہلی کا مصالحہ گیسو درازنہ منگایا ہو تو اس کے فوائد سے بھی اطلاع دیں۔

خریدار نمبر ۷۰۴۷

پانچ چھ سال سے میرے سر میں خشکی بہت ہوگئی ہے اور بال بھی سفید ہونے لگے ہیں معلوم نہیں کیا وجہ ہے بہت سے علاج کرے لیکن کچھ بھی فائدہ نہیں ہوا۔ مہربانی فرماکر کوئی بہن ایسا تیل بتائیں جس سے خشکی بھی جاتی رہے اور بال بھی سفید ہونے سے رک جائیں بیحد ممنون ہونگی۔

مس جمیل احمد صاحب۔ یونیو منسٹر مالیر کوٹلہ

مضامین کی رسید

ناقابل اشاعت مضامین کی رسید بصورت مطبوعہ کارڈ جو اب تک مضمون نگاروں کو بھیجی جاتی تھی آیندہ صرف انہی کو بھیجی جائیگی جو اڈیٹر کے نام کے خط میں تین پیسے کا ٹکٹ رکھدینگی

یہ مضامین شائع ہونگے

اپنے دانتوں سے اپنی قبر نہ کھودو۔ مصیبت ایک نعمت ہے۔ کارآمد باتیں۔ ناہمدردیاں۔ میری زندگی بچوں کی بیماری اور علاج۔ ورزش۔ نیوبین کا آخری وقت ہمسفر سے ہمدردی۔ عورت۔ تعلیم یافتہ لڑکیاں۔

ناقابل اشاعت مضامین

ماں۔ نئی روشنی کے جلوے۔ چاندنی رات حسرت خیز سانحہ۔ ایک سچا واقعہ۔ اشاعت اردو دراپنے دوست کی یاد۔ اشعار۔ گردشیاں۔ انگور کی بیل۔ شیخ سعدی کی نظم کا ترجمہ۔ کم سن بہل۔ سرحد کی قومی تحریک کے خلاف ناپاک پروپگنڈا۔ ثریا بیگم کی یاد (نظم) تعلیم کی عورتوں کو سخت ضرورت ہے۔ میری سرد آہ۔ کیتھرین ڈگلس۔ رازحیات گردش قسمت۔ برادر مرحوم ڈاکٹر محمد انیس۔ لاڈو شہزادی موجودہ معاشرت میں اصلاح۔ فریاد عندلیب۔ مذہبی تعلیم مرگ حسرت۔ خوشی و غم عجیب شعر۔ چند راہ۔ الوداعی نظمیں ٹی پارٹی۔ زیرک و تیز فہم و دانا ہوں۔ رمضان کا زور۔ اسکول۔ شاہان ہند کے قصص۔ ماہ شعبان کی فضیلت۔ ہماری شرارتیں۔ حسد۔ بھول جانے والی سہیلی کی یاد لاڈلی لڑکی۔ اڑرے۔ میٹھا پیارے لشکر تیر انوج۔ تصویر درد۔ شہنشاہ بابر اوران کی قربانی۔

نوٹ: جو مضمون نگار اپنا مضمون واپس منگانا چاہیں ۱۵ دسمبر سے قبل محصول ڈاک کے لئے ۱ کے ٹکٹ بھیجدیں ۱۵ دسمبر کے بعد کوئی مضمون واپس نہ ہوسکیگا۔

دُوربین

اس ماہ کے خاص واقعات و خبریں

زنانہ تعلیم میں انقلاب یہ شکایت ہر کس و ناکس کو رہی ہے کہ موجودہ تعلیم لڑکوں کے لئے تو موزوں ہے نہیں لڑکیوں کے لئے کیا خاک فائدہ مند ہو سکتی ہے۔ چنانچہ انجمن حامی تعلیم نسواں دہلی نے بارہ کھمبہ نئی دہلی میں ایک مدرسہ ۱۰ ر نومبر سے کھولدیا ہے جس کا نام لیڈی اِروِن کالج رکھا گیا ہے۔ مسز حنہ سین اس کی نگران مقرر ہوئی ہیں اور ان کی امداد کے لئے ہندوستان اور غیر ممالک کی تعلیم یافتہ عورتیں مقرر کی جائیں گی۔ لیڈی ولنگڈن اس کی صدر ہیں انہوں نے تمام مکانات کا معائنہ کر کے اظہار پسندیدگی کیا۔ اس میں ایسی تعلیم دی جائیگی جس سے ہندوستانی زندگی ایسی پُر لطف و فائدہ ہو جو مکمل خانہ داری اعلم طبیعات و کیمیا۔ علم حیات، جراحی، حفظان صحت۔ تیمار داری، جچگی بچہ، مادری فرائض، باغبانی وغیرہ کی تعلیم دی جائیگی جب روپیہ کافی ہو جائے گا تو اس نصاب میں جسمانی تربیت موسیقی، فنون دستکاری اور دیگر شعبہ جات تمدن بھی داخل کر دیئے جائیں گے۔ موجودہ عمارات میں درس و تدریس کے اور کاروبار کے کمرے، کتب خانہ طالبات کا ایک مشترک کمرہ۔ کھانے کا کمرہ اور طالبات اور عملہ کی بیبیوں کے رہنے کے مکانات ہیں ٹینس اور بیڈمنٹن کھیلوں کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ اس کالج کا اصل مقصد یہ ہے کہ تحقیقی طور پر یہ معلوم کیا جائے کہ عورتوں کے لئے بہترین تعلیم کیا ہو سکتی ہے۔ اس میں ایک شعبہ ریسرچ تحقیق و تدقیق کا بھی رکھا گیا ہے۔ داخلہ کی آخری تاریخ ۳۱ ر دسمبر مقرر کر دی گئی ہے تاکہ تمام ہندوستان سے طالبات کو آنے کا کافی موقع مل جائے۔

عہدنامہ اوٹاوہ اوٹاوہ میں برطانوی مقبوضات کے نمایندوں کا ایک یکجائی اجلاس ہوا اور وہاں ایک عہدنامہ مرتب کیا گیا جس کی رو سے برطانوی مقبوضات میں ان کی مصنوعات کو خاص مراعات دی جانی قرار پائیں تاکہ برطانوی علاقہ میں غیر ممالک کی تجارت کو روک کے برطانوی علاقوں کی تجارت کو ترقی دی جائے۔ ہندوستان میں اس عہدنامہ کے متعلق کچھ تشویش پھیلی ہوئی ہے چنانچہ مرکزی مجلس واضع قوانین میں اس کے متعلق تقریریں ہوئیں اور بہت سے ہندوستانی ممبروں نے اس پر اعتراضات کئے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اس عہدنامہ سے ہندوستان کی مصنوعات کو نقصان پہنچیگا اور برطانیہ اور دیگر برطانوی علاقوں کو زیادہ فائدہ پہنچیگا۔

اعلیحضرت خسرو دکن کی سالگرہ یکم رجب المرجب کو اعلیٰ حضرت خسرو دکن نواب میر عثمان علی خان صاحب بہادر دام اقبالہٗ نے اڑتالیسویں سال میں قدم رکھا۔ چونکہ آپ کا فیض عام ہے اس لئے ہر جگہ اس مبارک سالگرہ کی خوشیاں منائی گئیں۔ حیدرآباد میں سالگرہ دھوم دھام سے منائی گئی اور صبح میدان میں پریڈ ہوئی۔ حضور نظام خلد اللہ ملکہٗ بھی تشریف لائے۔ توپخانہ نے سلامی دی، شام کو ایٹ ہوم ہوا اور رات کو ریاست کے اہلکاروں کو ایک شاندار ضیافت دی گئی۔ خدا کرے ایسی مبارک اور شاندار سالگرہ یں سینکڑوں دفعہ بار بار آئیں۔ آمین

کشمیری عورتوں کا جلسہ

سرینگر میں کشمیری مردوں کے علاوہ ایک عورتوں کا جلسہ بھی ہوا اس میں چار ہزار عورتیں شریک ہوئیں۔ اس میں بہت سی تجاویز منظور ہوئیں جن میں سے چند یہ ہیں (۱) لڑکیوں کو ورثہ ملنا چاہئے (۲) کسی کشمیری پنڈت کو اپنی پہلی بیوی کے جیتے جی دوسری شادی نہ کرنے دی جائے (۳) کوئی چالیس سال سے زیادہ عمر کا پنڈت آیندہ بیس سال سے کم عمر والی لڑکی سے شادی نہ کرنے پائے۔

شوہر کی سنگدلی

ڈیرہ غازیخاں کے نواح میں ایک عورت کے لڑکا ہوا۔ ابھی بچہ پانچ دن کا ہی تھا کہ شوہر جو اپنی بہن کے مقدمہ کی جو کسی کے ساتھ بھاگ گئی تھی پیروی کر کے گھر آئے تو بیوی نے پلنگ پر سے پوچھا کہ بچہ کے لئے کچھ کپڑا لائے وہ بولا میرے پاس فالتو ٹکے نہیں ہیں۔ وہ بولی بہن کے لئے تو ہیں جو بھاگ گئی اور میرے لئے نہیں۔ اس پر اس نے اس غریب کو کلہاڑی مار مار کے مار دیا۔ مقدمہ چلا۔ عدالت میں شوہر نے عذر کیا کہ اس نے بات ہی ایسی کہی تھی کہ مجھے طیش آگیا اس لئے مجھے غصہ میں اندھا ہو جانے کا فائدہ دے کے بری کر دینا چاہئے۔ سشن جج نے اسے پھانسی کی بجائے کالے پانی کی سزا دی۔ عدالت عالیہ لاہور میں اس نے اپیل کیا۔ عدالت نے قرار دیا کہ اسے شکر کرنا چاہئے کہ اسے پھانسی کی سزا نہیں ملی اور کالے پانی پر بلا لی گئی ورنہ ایک غریب اور بے بس عورت کو اس نے معمولی سی اور وہ بھی معقول بات پر بیرحمی سے مار ڈالا۔ اپیل خارج کر دیا گیا۔

ضلع ٹڈوارا میں ایک عورت اپنے شوہر سے کسی بات پر لڑ کر اپنے دو سالہ لڑکے سمیت اپنے میکہ چلی گئی اور شوہر کے گھر آنے سے انکار کر دیا۔ شوہر سسرال گیا۔ جب عورت کے ماں باپ کہیں باہر تھے اس نے اپنی بیوی اور بچہ کو کاٹ کے مار ڈالا۔ عورت کے زیور بعد میں پولس نے اس سے برآمد کئے مقدمہ عدالت میں ہے۔

الہ آباد کی مجلس اتحاد

کچھ عرصہ سے بعض مسلمان مشہور آدمیوں اور ہندو لیڈروں کے درمیان ہندو مسلم اور سکھ قوموں میں اتحاد پیدا کرنے کے لئے گفتگو ہو رہی ہے۔ بعض اوقات صورت ایسی پیدا ہو گئی کہ معلوم ہوتا تھا کہ اب معاہدہ کا کام ختم ہوا۔ مولانا شوکت علی جو اس تحریک کے بانی ہیں اس معاملہ کو بیچ میں چھوڑ اپنی نئی بیوی سمیت امریکہ چل دیئے۔ اس جلسہ نے مسلمانوں کو بنگال میں اور پنجاب میں ۵۱ فیصدی منظور کیا ہے۔ مولانا محمد علی مرحوم کے پیش کردہ ترکیب عمل میں کچھ ترمیم کر دی گئی ہے۔ انتخاب مخلوط ہوگا اور وہی مسلمان منتخب ہوگا جسے اپنی قوم کی تیس فی صدی رائیں ملیں۔ اتنی نہ ملیں تو وہ امیدوار منظور کیا جائے گا جس کے لئے سب سے زیادہ مسلمان رائیں ہوں۔ سندھ کو چند شرائط کے ماتحت علیحدہ صوبہ بنایا جانا منظور کر لیا۔

اس فیصلہ پر مسلمانوں کا ایک گروہ کہتا ہے۔ وزیر اعظم کے فیصلہ کے مطابق انہیں پنجاب میں ۵۲ فی صدی جگہ دی گئی ہیں۔ انتخاب جداگانہ دیا گیا ہے۔ کوئی سمجھدار آدمی اپنے حقوق چھوڑ کے نقصان پر راضی نہیں ہو سکتا۔ اگر الہ آباد کے جلسہ میں مسلمانوں کو وزیر اعظم کے فیصلہ سے زیادہ حقوق ملتے تو مسلمان مصالحت کر سکتے تھے۔ مگر دوسرا گروہ اس فیصلہ کے ساتھ ہے

ملکی حالات

گاندھی جی سے جیل میں پچھلے دنوں کی مراعات لے لی گئیں۔ بعد میں حکومت نے صرف ان لوگوں کو ملنے کی اجازت دیدی جو اچھوتوں کے متعلق ان سے بات چیت کرنا چاہیں اب گاندھی جی عدم تعاون اور سول نافرمانی کو چھوڑ کے صرف اس اصلاحی کام میں دلچسپی لے رہے ہیں اور دوسرے تیسرے دن اس کام کے متعلق جیل سے ایک اعلان شائع کر دیتے ہیں۔ خیال یہ ہے کہ حکومت ان سے کوئی اقرار اس امر کا نہیں لینا چاہتی کہ وہ سول نافرمانی شروع نہ کرینگے۔ البتہ اگر وہ اس کا اطمینان دلادیں تو وہ رہا کئے جا سکتے ہیں۔

راج شاہی کے جیل سپرنٹنڈنٹ مسٹر لوک کو جب کہ وہ اپنی بیوی اور لڑکی سمیت موٹر میں جیل سے نکلے ہی تھے کہ کسی نے انکی موٹر کے سامنے اپنی سائیکل ڈالدی۔ انہوں نے موٹر روک لی تاکہ ٹکر نہ ہو جائے۔ موٹر کے آتے ہی تین گولیاں چلیں۔ دو خطا کر گئیں۔ اور ایک جبڑہ توڑ کے نکل گئی۔ مسٹر لوک نے فوراً موٹر موڑ کے جیل کا رخ کیا۔ اب وہ پہلے سے بہتر ہیں۔ جھٹ پٹا ہونے کی وجہ سے بیوی قاتلوں کو نہ پہچان سکیں۔ چند گرفتاریاں ہوگئی ہیں۔

رومانیہ کی معتوب ملکہ موجودہ شاہ رومانیہ نے اپنے زمانہ ولیعہدی میں ایک معمولی درجہ کی عورت سے شادی کر کے ملک چھوڑ دیا۔ شاہ سابق نے اسے ولیعہدی سے محروم کر دیا، ملک نے اسکی اصلی بیوی سے بڑی ہمدردی کی۔ شاہ سابق کے مرنے کے بعد ملک نے موجودہ شاہ کے بیٹے مائیکل کو جو اس وقت چند سال کا تھا اس کی ماں ہیلن کی نگرانی میں بادشاہ بنا دیا۔ کچھ عرصہ اسی طرح گذری۔ پھر موجودہ شاہ اس عورت کو چھوڑ کے ملک میں داخل ہو گیا۔ ملک نے اس کا استقبال کیا اور دونوں میاں بیوی میں صلح کرانی چاہی لیکن صلح نہ ہو سکی۔ وہ تخت نشین ہو گیا اور اس کا نابالغ بچہ ولیعہد مقرر ہو گیا۔ ہیلن ملک چھوڑ کے انگلستان چلی گئی۔ ولیعہد اب اپنی ماں سے انگلستان میں مل رہا تھا اور ماں بیٹے پیار و محبت میں چند ہی روز گذار سکے تھے کہ باپ کا نادری حکم پہنچا اور بیٹے کو بلا لیا۔ ماں نے آنسوؤں کی جھڑی میں اسے رخصت کیا اور یہ سمجھا کہ بس اسکی صورت پھر دیکھنی نصیب نہ ہوگی۔ چند روز کے بعد وہ بھی رومانیہ اپنے ملک میں گئی اور اپنے حقوق کا مطالبہ کیا اور بصورت ناکامی عدالت سے اپنے حقوق قائم کرانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ پھر دونوں میاں بیوی میں صفائی کی کوشش کی گئی مگر ناکامی ہوئی۔ اب ہیلن کا سالانہ وظیفہ بڑھا دیا گیا ہے۔ سال بھر میں ایک مہینہ اس کا بچہ اس کے پاس سوئٹزرلینڈ میں رہا کریگا۔ وہ رومانیہ میں آسکیگی مگر اسے وہاں ٹھیرنا پڑیگا جہاں کی اجازت حکومت دیگی۔ ہیلن نے ان باتوں کو منظور کر لیا ہے۔

دکن میں بیواؤں کے حقوق جہاں رواج کی پابندی کی جاتی ہے۔ بیواؤں کو اپنے شوہر کی جائداد میں اولاد نرینہ نہ ہونے کی صورت میں حقوق حین حیات دیئے جاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ صرف جائداد وغیرہ سے گذارہ حاصل کر سکتی ہے بیع و رہن نہیں کر سکتی۔ شادی کر لینے کی صورت میں یہ حق حین حیات بھی چھن جاتا ہے۔ یہی حال دکن میں تھا۔ کسی جاگیردار کی بیوہ نے جہاں نکاح ثانی کیا اور اس کا گذارہ بند ہوا۔ اس ڈر سے بہت سی بیوائیں نکاح ہی نہ کرتی تھیں اور اس کا برا اثر انکی زندگیوں پر پڑتا تھا۔ اب اعلیحضرت حضور نظام دکن نے قانون کے ذریعہ اس رسم کو منسوخ کر دیا ہے اور نکاح ثانی کا اختیار دے کے بیواؤں کی زندگی سدھار دی ہے۔ نکاح ثانی کی وجہ سے وہ جائدادوں سے محروم نہ ہوا کریگی۔

دہلی میں زنانہ جلسہ بیگم سر محمد شفیع کی صدارت میں عورتوں کا ایک جلسہ دہلی میں ہوا جس میں یہ تجاویز منظور ہوئیں (۱) یہ جلسہ ان قوانین کی بدل تائید کریگا جن سے ہندو عورتوں کو وراثت میں حصہ اور ذاتی جائداد رکھ سکنے کا حق ملے (۲) حکومت مسلمان عورتوں کو مطابق شرع اسلامی طلاق کا قانونی حق دے (۳) قانون مانع صغر سنی میں ایسی ترمیم کی جائے جس سے اس قانون پر مناسب عملدرآمد ہو سکے۔ بصورت موجودہ نابالغوں کی برابر شادیاں ہو رہی ہیں اور قانون مذکور موثر ثابت نہیں ہوا۔ (۴) دہلی میں عورتوں کی تفریح و حفظ صحت کے لئے باغوں کا انتظام کیا جائے۔

دہلی میں بم ایک مسلمان فقیر اجمیر کے عرس میں شریک ہونے کے بعد الہ آباد جاتا ہوا دہلی اتر پڑا کہ لاؤ یہاں سے بھی کچھ لے چلو۔ جمنا کے کنارے اسے دو بنگالی ملے اور انہوں نے ایک کاغذ کا پلندا دیا کہ ذرا تم اسے لئے رہو ہم ابھی واپس آکے اسے لئے لیتے ہیں۔ وہ اسے اس کے ہاتھ میں دیکر چلتے بنے۔ بیس منٹ تک انتظار کیا۔ جب وہ نہ آئے تو اسے خیال آیا کہ لاؤ کھول کے دیکھیں اس میں کیا ہے۔ اس نے اسے ہلایا! یہ دھماکے سے پھٹا اور ہاتھ کا قیمہ بن گیا اور وہ بیہوش ہو کے گر پڑا۔ پولس موقع پر فوراً پہنچ گئی۔

اس کا ہاتھ کاٹنا پڑا۔ اس کے سر اور گردن وغیرہ پر بہت سے زخم آئے، بارود کے سے نشان ہیں اس نے بتایا کہ تھوڑی ہی دیر بعد دو نوں بنگالی ایک موٹر میں اس کے پاس سے بعد میں گذرے تھے جنہیں اس نے پہچان لیا۔ اس نے موٹر کا نمبر بھی بتایا۔ پولس مصروف تفتیش ہے

جنرل غلام نبی خاں کی موت

جنرل غلام نبی افغانستان کے ایک بہت بڑے سپہ سالار تھے بعد میں وہ ماسکو میں سفیر مقرر ہوئے شاہ امان اللہ کے جانے پر وہ براہ روس افغانستان آئے اور بچہ سقہ کو شکستیں دے کے کابل کے قریب پہنچ گئے لیکن جنرل نادر خاں کی کامیابی پر وہ فوراً ہی افغانستان سے واپس ہو گئے۔ اب انہوں نے امیر کابل سے معافی مانگ لی اور کابل واپس آگئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے آتے ہی جرگوں میں بغاوت پھیلانی شروع کر دی تا کہ امان اللہ واپس آئیں انہیں گرفتار کر کے دیا لوئی جرگہ کے سامنے پیش کیا گیا اور ان کے خطوط شہادت میں پیش کئے گئے۔ انہوں نے جرم سے انکار کیا لیکن جرگہ نے انہیں سزائے موت دی اور انہیں گولی ماردی گئی۔ ان کے بھائی بھی گرفتار کر دیئے گئے ہیں بلکہ افواہ ہے کہ ان میں ایک کو سزائے قتل دے بھی دی گئی ہے دو ایک بھائی جو ان کی حمایت میں اٹھے حراست میں لے لئے گئے ہیں اور شورش کو دبا دیا گیا ہے اور اب افغانستان میں امن و سکون ہے۔

تاروں کا جھرمٹ

کہا جاتا ہے کہ لائلپور میں ایک نوجوان ہندو عورت نے اپنے بڈھے شوہر کو مار ڈالا اور اس کے چار مددگار مرد گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ میاں بیوی کے تعلقات خوشگوار نہ تھے۔ راولپنڈی میں ایک ہندو لڑکے نے جس کی حال ہی میں شادی ہوئی تھی اپنے والدین سے کسی بات پر بگڑ کے کسی قسم کا زہر کھا کے خودکشی کر لی۔ مس خدیجہ بیگم ایم اے ایم او ایل پروفیسر زنانہ زنانہ گورنمنٹ کالج لاہور امرتسر کے زنانہ انٹرمیڈیٹ کالج کی پرنسپل مقرر کی گئی ہیں۔ لاہور میں ان کے اعزاز میں دعوتیں ہوئیں۔ راجہ بنارس کا بھائی بستر پر سو رہا تھا اور برابر میں تیتر کا پنجرہ لٹک رہا تھا۔ ایک سانپ نے جانور کو کاٹنا چاہا وہ چیخا۔ راجہ نے بلی سمجھ کے جانور کو بچانے کیلئے ہاتھ بڑھایا۔ سانپ نے فوراً کاٹ لیا۔ راجہ مر گیا۔ مسٹر راس مسعود وائس چانسلر نے نئے اور پرانے طلبا کے خیر مقدم میں علیگڈھ میں ایک پر زور تقریر کی جس میں بتایا کہ اس سال پہلے کے مقابلہ میں ہندو طلبا زیادہ شریک ہوئے ہیں تم سب کو خواہ ہندو ہو یا مسلمان اسطرح رہنا چاہئے کہ معلوم ہو کہ ایک ہی کنبے کے آدمی ہیں۔ سائنس کی نئی تجربہ گاہیں کھولا جانے اور عام یونیورسٹی میں عام طور پر بجلی کی روشنی مکمل ہو جانے پر انہوں نے اظہار مسرت کیا۔ سر علی امام نے ۶۳ سال کی عمر میں حرکت قلب بند ہو جانیکی وجہ سے انتقال کیا۔ آپ قوم کے ایک بہت بڑے آدمی تھے اور تھوڑے سے زمانہ میں حیرت انگیز ترقیاں کیں آپکا انتقال قوم و ملک کیلئے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ ضلع امرتسر کے ایک گاؤں میں ایک ہندو عورت نے اپنی ساس کی سختیوں سے تنگ آ کے گود کے بچہ سمیت کنوئیں میں کود کے خودکشی کر لی۔ افغانستان عویدار ہے کہ ایشیا میں سب سے بڑی عمر کا آدمی نعمان (صوبہ جلال آباد) میں رہتا ہے جسکی عمر اسوقت دو سو سال ہے جالندھر میں ایک ۷۰ سال کے بڈھے مسلمان کی تکرار بیوی اور بیٹی سے ہو گئی وہ کہتا تھا کہ میں نے تین ہزار روپیہ اسکی اجازت کے بغیر بچا کے اپنے شوہر کو دیدیئے جھگڑا یہاں تک بڑھا کہ باپ نے ماں بیٹی کو پھاوڑہ سے مار ڈالا اور خود کنوئیں میں جا گرا لیکن پولیس نے اسے مکان کے گرفتار کر لیا۔ پٹنہ کے قریب ایک ۱۰ سالہ کہار لڑکا ایک چھوٹے بچہ کو بہلا پھسلا کے ایک ویرانہ میں لے گیا اور اسکے زیور اتار کے اسے مار ڈالا۔ لاش ایک کھیت میں ملی اس پر مقدمہ چل رہا ہے مالابار میں ایک مقام پر ایک معزز ہندو نے اسلام قبول کر لیا۔ کہا جاتا ہے اس علاقہ کے ہندو تھانیدار نے بلا کے پہلے تو اسلام چھوڑ دینے کو کہا انکار کرنے پر اسے ڈرایا دھمکایا۔ بعد میں اسے بند کر کے خوب پیٹا اور دو کتوں کو شہ دلا کے اس پر چھوڑ دیا۔ انہوں نے اسے زخمی کیا۔ افسران بالادست کو اطلاع کر دی گئی ہے اور تحقیقات شروع ہو گئی ہے۔ دہلی قلعہ کے پاس ایک بدمعاش نے جعلی کڑا پھینکدیا۔ ایک اجنبی نے اسے سونے کا سمجھ کے اٹھایا بدمعاش نے کہا دوست آدھا حصہ دو ورنہ پولس کو خبر کرتا ہوں۔ کڑا پچاس کا ہے اجنبی نے اسے بیس روپیہ دیدیئے گھر آکے دیکھا تو اسے پیتل کا پایا اس نے رپٹ کر دی ہے۔ شہزادہ مراد (مرات) ۸۵ سال کی عمر میں اب مرا ہے وہ اس شہزادہ مراد کی اولاد ہے جسکی شادی شہزادی کیسر ولائن نپولین کی بہن سے ہوئی تھی اور جو ۱۸۰۸ء سے ۱۸۱۵ء تک نیپلز کا بادشاہ رہا۔

تصنیفات مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہٗ

نام کتاب	کیفیت	قیمت
آمنہ کا لال	اردو زبان میں مولود شریف کی بے نظیر کتاب صحیح و مستند	عہ
سیّدہ کا لال	شہادت کی مفصل و مکمل تاریخ اور مراثی کربلا قسم اول ۱۲	۱ر
صالحات	ہندوستان میں بہترین اصلاحی اور اخلاقی ناول ایک نیک لڑکی کے حالات	عہ
شب زندگی	اصلاح نسواں کے سلسلہ میں مشہور و معروف کتاب قیمت ہر حصہ	۱۲ر
نسوانی زندگی	۴ سبق آموز نتیجہ خیز افسانے	۸ر
نوحہ زندگی	بیوہ کے نکاح ثانی کے متعلق نہایت دردانگیز مشہور افسانہ	۱۲ر
جوہر قدامت	دو بہنوں کی جگر خراش کہانی پچاس سال پہلے کا تمدن دکھایا گیا ہے	عہ
طوفان حیات	شرک، قبر پرستی، پیر پرستی، رسوم کی پابندی کے خلاف معرکۃ الآرا تصنیف	عہ
نغمۂ شیطانی	سات نہایت دلچسپ کیرکٹر جن سے معلوم ہوگا حقیقی اسلام کیا ہے	۱۲ر
ستونتی	ایک شریف بیوی کا قصہ جو اپنے کارناموں سے حیرت میں ڈال دے گی	۸ر
موؤدہ	محروم وراثت لڑکی کا دردوغم بھرا سبق آموز افسانہ	۸ر
انگوٹھی کا راز	۳ مختلف الخیال لڑکیوں کی دلچسپ کہانی	۸ر
تفسیر عصمت	خلع و ارتداد پر بے مثل افسانہ کبھی ہنستے کبھی روتے	۵ر
منازل ترقی	ترقی کی دھن میں بیٹھی ہے شوق اور دولت کے نشہ میں انسان کیا کرتا ہے	۴ر
بچہ کا کرتہ	ایک عاشق زار بدنصیب کی ناکام محبت دکھائی گئی ہے	۳ر
گڑیا کی سرگذشت	یورپین میاں بیوی کے تعلقات کا ہو بہو فوٹو کھینچ دیا ہے	۴ر
بیلہ میں میلہ	غدر کی ماری شہزادیوں کے جگر دوز نالے (با تصویر)	۱۲ر
جوہر عصمت	۱۳ سبق آموز دردانگیز نتیجہ خیز افسانے	عہ
سیلاب اشک	۸ نہایت دلآویز سبق آموز عبرتناک افسانے ہر افسانہ با تصویر	عہ
طوفان اشک	۱۲ دل ہلا دینے والے نہایت موثر افسانے	عہ
سوداد قفس	۲۵ دردانگیز نظمیں جن کا ایک ایک شعر کلیجہ کے پار ہو	۱۲ر
گرفتار قفس	اس وقت تک باقی نظموں کا مجموعہ، سوداد قفس کا دوسرا حصہ	۴ر
نوبت پنجروزہ	یا وداع ظفر بہادر شاہ دہلی کے ۵ جشن اور غدر کے حالات	عہ
ولایتی نمی	نہایت ہی پرلطف قصہ۔ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جائیں	۶ر
نانی عشو	اس قدر دلچسپ مزاحیہ افسانہ کہ ختم کئے بغیر نہ چھوڑا جا سکے	۱۰ر
قلب حزیں	۲۶ دلآویز مختصر مضامین نظم نما نثر کا بہترین نمونہ	۸ر
امین کا دم واپسیں	زبیدہ خاتون کے لخت جگر شہزادہ امین الرشید کا دردناک قتل	۴ر
وداع خاتون	محترمہ خاتون اکرم کی جواں مرگی پر علامہ محترم کے خون کے آنسو	۵ر
گلدستۂ عید	سبق آموز افسانوں اور مضامین کا مجموعہ	۸ر

اسلامی تاریخ کے افسانے (لڑکیاں نہ منگائیں)

نام کتاب	کیفیت	قیمت
شہید مغرب	طرابلس، مراکش اور ہندوستان میں مسلمانوں کے خون کی ندیاں	عہ
عروس کربلا	میدان کربلا کے دردناک حالات ناول کے پیرایہ میں اس سے بہتر نہیں ملے گی	۱ر
دو شہسوار	اندلس، سیستان، ماژندران کی لڑائیوں کا ہولناک مرقع	۸ر
محبوبۂ خداوند	تلوار طرابلس کیلئے مسلمانوں کا جوش ایمانی عیسائی راہب کی سیاہ کاریاں	۱۲ر
منظر طرابلس	مذہبی پیشواؤں کے سیاہ کارنامے اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں مسلمانوں کی فتوحات	۵ر
شہنشاہ کا فیصلہ	عہد عباسی کے بغداد کا دلآویز افسانہ نہایت دلچسپ	۴ر
سودائے نقد	جوان لڑکیوں کی شادی نہ کرنے کے دردناک نتائج	۵ر
تیغ کمانی	ترکوں یونانیوں کی جنگ اور مصطفیٰ کمال پاشا کا کمال	۱ر
یاسمین شام	فاروق اعظمؓ کے زمانہ کا اسلام، توحید و تثلیث کی جنگ	۱ر

مینیجر عصمت دہلی

جنتری ۱۹۳۳ء

اور اس کے ساتھ ہی

بچیوں کے لئے! عورتوں کے لئے!
لڑکیوں کے لئے! مردوں کے لئے!

اردو کی بہترین کتابوں کی فہرست

صرف ایک آنہ کا ٹکٹ بھیج کر یا کتابوں کے ہمراہ

دفتر عصمت دہلی سے

بالکل مفت منگائیے

۱۲ کا سالگرہ نمبر مفت

عصمت کے سالگرہ نمبر ۱۹۳۳ء کی دھوم مچ چکی ہے ہندوستان کے کسی زنانہ پرچہ کا کوئی خاص نمبر ایسا شاندار اور اس قدر مفید اور دلچسپ آج تک شائع نہیں ہوا۔ ۲۲۵ صفحوں پر خواتین کے مطلب کے بہترین مضامین ہیں اور ۵۲ نفیس تصاویر صرف اس سالگرہ نمبر کی قیمت بذریعہ وی پی ۱۲ ہے لیکن **عصمت** کو دو نئے خریدار دیکر یعنی دو خریداروں کا سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر بھجوا کر یا وی پی وصول ہونے پر آپ شاندار سالگرہ نمبر بالکل **مفت** حاصل کر سکتے ہیں۔ خواہ اپنے پتہ پر منگائیے یا اپنے کسی عزیز دوست کو بطور تحفہ اپنی طرف سے بھجوائیے۔

نئے خریداروں کو

اب بھی یہ شاندار سالگرہ نمبر سالانہ چندہ میں مل سکتا ہے۔ مگر تھوڑے سے پرچے رہ گئے ہیں اس لئے فوراً فرمائش بھیجدینی چاہئے۔

مینیجر عصمت دہلی

ایک طبیب سیّد زادی
اپنے دادا سر سید احمد خاں کے نقش قدم پر

سید ہ واحدہ بیگم صاحبہ فرماتی ہیں: میرے والد ماجد عالیجناب حکیم سید ضیاء الحسن صاحب قبلہ ہمشیرہ زادہ سر سید احمد خاں صاحب بانی علیگڈہ کالج ایک سن رسیدہ اور نہایت تجربہ کار حکیم ہیں، حکیم غلام رضا خانصاحب مرحوم کے ساتھ ۱۸۹۹ء میں حیدرآباد دکن کے ایک بڑے رئیس کے معالجہ میں انہوں نے شہرت حاصل کی۔ پھر ۳۲ سال تک حکیم اجمل خانصاحب مرحوم کے ہاں نہایت ہی ذمہ دارانہ اور اعلیٰ طبی خدمات انجام دیں۔ تجربہ و مہارت فن دونوں حیثیتوں سے آج دہلی میں صرف یہ ہی سب سے پرانے طبیب ہیں۔ علاج کیا مسیحائی کرتے ہیں۔ ان کے دامن شفقت میں میں نے فن طب کی تعلیم پائی ہے۔ دہلی میں میرے سوا یونانی طبابت جاننے والی کوئی خاتون نہیں۔ جن بہنوں کو ڈاکٹری علاج سے نفع نہیں ہوتا مجھ سے رجوع کرتی ہیں اور اکثر شفایاب ہوتی ہیں۔ بعض بے اولاد بہنوں کے اولاد میرے علاج سے ہوئی اور بہت سی بہنیں جو پرانی الجھی ہوئی بیماریوں میں مبتلا تھیں اچھی ہو گئیں۔ اپنے دادا سر سید احمد خاں کے نقش قدم پر چل کر انہوں نے اپنی زندگی قوم پر نثار کر دی۔ میں بہنوں کی خدمت طبابت کے ذریعہ سے کر رہی ہوں اور جو بہنیں کہ مجھ تک نہیں پہنچ سکتیں ان کے لئے یہ اشتہار شائع کرتی ہوں وہ اپنے حالات بند لفافے میں مع ٹکٹ کے مجھکو بھیجدیں میں خود اور اگر ضرورت ہوگی تو اپنے ستر سالہ والد سے مشورہ کرکے نسخہ تجویز کر دوں گی۔ اس کے بعد اختیار ہے کہ دوا جہاں سے منگالیں وہ ایک خاص اور بہت چلتی ہوئی دوائیں نمونہ کے طور پر لکھتی ہوں۔ کہ جن سے والد صاحب کے مجربات کی عظمت و شان ظاہر ہوگی۔

روغن ناصور دندان

دانتوں کے ناصور جسے انگریزی میں پائیوریا کہتے ہیں، میرے پاس اس کی ایسی دوا ہے کہ یورپ اور ہندوستان میں اس مرض کی اس سے بڑھکر دوا نہیں ہے۔ منہ میں یہ بیماری ہو تو پاس بیٹھنے والیاں گھن کھانے لگتی ہیں اور رفتہ رفتہ دق کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ خدا کے لئے غفلت اور بے پروائی نہ کیجئے۔ جلدی اس موذی اور جان لیوا مرض سے چھٹکارا حاصل کر لیجئے۔ قیمت عہ/

نوٹ اگر تندرستی میں اس روغن کا روزانہ استعمال رہے تو دانتوں میں کوئی بیماری نہ ہوگی۔ اور خدا چاہے بڑھاپے میں بھی مضبوط رہیں گے

مصالحہ گیسو دراز

نہایت خوشبودار مصالحہ سر کے بال دھونے کا ہے جس سے بال نکھر جاتے ہیں انکی جڑیں مضبوط ہو جاتی ہیں اور وقت سے پہلے سفید نہیں ہونے پاتے۔ اور اور وہ تیز رہتے اور گھنے ہوتے شروع ہو جاتے ہیں۔ دماغ کو قوت اور آنکھوں میں ایک تازگی آتی ہے اور سر کی خوشبو ہفتہ بھر تک قائم رہتی ہے۔ ایک دفعہ استعمال کرنے والیاں بار بار طلب کرتی ہیں قیمت ایک پونڈ عہ/ (جو عرصہ کے لئے کافی ہوگا)، قسم دوم مصالحہ ز سیر عہ/ فی پونڈ ۸/

روغن نفیس افزا

یہ روغن اسم مسمیٰ ہے بڑی جستجو اور کوشش سے تلوں کو پھولوں میں بسا کر اور دوا مناسبہ برائے مزاج و موسم شامل کرکے بذریعہ مشین تیار کرایا گیا ہے اس میں کوئی اسنس نہیں نہ اور خوشبوئیں اوپری شامل کی گئی ہیں یہ روغن خود ذاتی خوشبودار آملہ کے جزو سے تیار کیا گیا ہے ہر ایک مزاج کے واسطے موافق ہوا ہے میں نے اپنی بہنوں کے واسطے نہایت جانفشانی اور کوشش سے تیار کرایا ہے۔ اس کے استعمال کے بعد کسی روغن کو اس پر ترجیح نہ دینگی۔ بعد استعمال مصالحہ گیسو دراز کے اپنے سر میں اس روغن کو ڈالیں پھولوں کی مہک سے پاس کے بیٹھنے والے خوش ہوں گے ایک ہفتہ تک خوشبو قائم رہتی ہے۔ قیمت فی بوتل دو روپے آٹھ آنہ ادھا بوتل عہ/ پوا بوتل ۱۰/ اگر ناپسند ہو قیمت واپس۔

تحفۂ سرما

میں نے اپنی عزیز بہنوں کے واسطے موسم سرما کے خیال سے دو حلوے ایسے تیار کئے ہیں جو علاوہ زینت دسترخوان کے مقوی بدن مقوی قلب اور مقوی روح ہیں۔ خوش ذائقہ اور خوشبودار کم از کم پندرہ میں روز نوش فرما کر دیکھیں کہ کیا چیز ہیں

۱ حلوائے بیضۂ مرغ فی سیر تین روپے ـــہ/ علاوہ محصولڈاک

۲ حلوائے گذر (دیسی گاجر) فی سیر ایک روپیہ عہ/ علاوہ محصولڈاک

اسکے علاوہ نسوانی امراض کی تیر بہدف دوائیں میرے پاس ہیں بہت سے اندرونی امراض کی جواب یافتہ بہنیں جنہیں ہسپتالوں سے ناکام آنا پڑا تھا میری خدمت و تدبیر سے اچھی ہو گئی ہیں دواؤں کے بنوانے کا کام میں اپنی نگرانی میں کرتی ہوں، اس کام میں تنہا نہ کروں پر نہیں چھوڑتی ہوں اسلئے میرے ہاں کی دوائیں اونچے اونچے گھرانوں میں بلکہ حکیموں کے گھروں میں شوق و چاہت کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں

پتہ: واحدہ بیگم، یونانی میڈیکل ہال پھول منڈی مکان نمبر ۲۷۱ دہلی کوچہ تاراچند

طبیہ کالج دہلی کے سند یافتہ اور مشہور طبیب ۲/۱
جناب حکیم عبدالعلی خاں صاحب تسمن فرخ آبادی کا تیار کیا ہوا

بےنظیر چورن

یہ بیش قیمت خوش ذائقہ چورن تمام امراض معدہ کے لئے اکسیر ثابت ہوا ہے اس کا استعمال پیٹ کی گرانی، بدہضمی، کھٹی ڈکاریں آنا جی متلانا وغیرہ کو دور کر کے ضعیف سے ضعیف معدہ میں ہاضمہ کی صلاحیت پیدا کر دیتا ہے اس بےنظیر چورن کی بدولت معدہ کی ہر قوت کے افعال کو برقرار رکھتی ہے مستورات کی متلی و قے دور کرنے میں بےنظیر چورن لاثانی ہے ہیضہ میں بھی مفید ہے اور بہت خوش ذائقہ ہے۔ نفیس طبیعت والے انسان بھی اسکو شوق سے کھاتے ہیں۔ کیونکہ اس میں نہایت لطیف اور قیمتی اجزاء شامل ہیں اس کی ایک خوراک آپکو اور بچوں کو خود اپنا گرویدہ بنا لیگی۔ کیونکہ یہ چورن بازاری چورن نہیں۔

قیمت بہت ہی کم رکھی گئی ہے یعنی فی ڈبہ جس میں دس تولہ چورن ہے ۸/ (علاوہ محصول)

ملنے کا پتہ:۔ منیجر دواخانہ سعیدی نمبر ۵ فرخ آباد (یو۔پی)

ماما کی ضرورت

ایک ماما کی ضرورت ہے جو اچھا کھانا پکانا جانتی ہو۔ تنخواہ عہ/۱۵ سے عہ/۲۵ روپیہ تک ماہوار مع خوراک قابلیت کے مطابق یہاں پر آنے کا ریل کا کرایہ بھی دیا جاویگا۔ اگر خاوند ساتھ ہو تو اس کو بھی ملازمت مل سکتی ہے کوئی عصمتی بہن کوئی اچھی ماما کا اگر پتہ دیں گی تو میں از حد ممنون و مشکور ہوں گی۔

پتہ

افضل النسا بیگم بنت خواجہ عبدالغفور صاحب

ایس ڈی او۔ نہر۔ قلعہ شیخوپورہ (پنجاب)

پیام شفا

۲/۲

مرض نسوانی جو فی زمانہ ایک حد تک شدید اور مہلک ہو رہا ہے نیز پائیریا، بواسیر، ذیابیطس وغیرہ ہر مرض کی تفصیل، علامات اور اس کے مستقل دفعیہ کا بالکل بے ضرر اور تیر بہدف علاج ادویہ کے معتبر اور زود اثر ہونیکے متعلق ہندوستان کے مشہور و معروف اطباء اور ڈاکٹر صاحبان کی تصدیق "پیام شفا" میں درج ہے ان ادویہ کے استعمال سے ہزارہا مریضہ شفایاب ہو چکی ہیں اور ہو رہی ہیں بعد مطالعہ ہر ایک مریضہ اپنے مرض کے مطابق دوا خود تجویز کر سکتی ہیں۔

حسب ذیل پتہ پر ایک کارڈ تحریر فرما کر کتاب پیام شفا مفت طلب کریں بعد ملاحظہ ہمارے بیان کی تصدیق ہو جائے گی۔

منیجر دواخانہ پیام شفا فراش خانہ دہلی

فیسرین

رجسٹرڈ ۷/۸

گذرا ہوا جمال دلاتی ہے فیسرین — بیشک عجب کمال دکھاتی ہے فیسرین
امراض چہرہ جڑ سے اڑاتی ہے فیسرین — کیلوں کو جھائیوں کو مٹاتی ہے فیسرین
دھبہ ہے نہ داغ مہاسہ ہے نہ کیل — بگڑے ہوئے رخوں کو بناتی ہے فیسرین
اجزائے پاک زود اثر ہیں جانفزا — ان خوبیوں سے دل کو بھاتی ہے فیسرین
جو نوجوان کیلوں سے تنگ آ گئے ہوں انہیں — خوشخبری علاج سناتی ہے فیسرین

اوصاف بے شمار ہیں قیمت حقیر ہے
صرف ایک روپیہ ہی میں آتی ہے فیسرین

ملنے کا پتہ:۔ ڈاکٹر ایم خاں۔ مکتسر
ضلع

December 1952
Vol 49
No. 6

The Ismat Delhi

India's Leading Literary Ladies Magazine

[illegible] کی تصانیف لڑکیوں اور عورتوں کیلئے بہترین کتابیں

آمنہ کا لال	[illegible]	قلب حزیں	[illegible]
سیدہ کا لال	[illegible]	گلدستہ عید	[illegible]
الزہرا	۱۲	رود نقش	[illegible]
آفت کی ماری	۱۲	گرفتار قفس	[illegible]
وداع خاتون	[illegible]	تفسیر عصمت	۵
صبح زندگی	[illegible]	گوشہ عافیت	[illegible]
شام زندگی	[illegible]	منازل ترقی	[illegible]
شب زندگی	۶	جوہر عصمت	[illegible]
راز زندگی	[illegible]	سیلاب اشک	[illegible]
نسوانی زندگی	[illegible]	طوفان اشک	[illegible]
حیات صالحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
طوفان حیات	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	منازل السائرہ	[illegible]
[illegible]	۱۲	بنت الوقت	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	بچہ کا کرتہ	[illegible]
[illegible] شہزادیاں	۱۲	وڈیا کی سرگذشت	[illegible]
وداع ظفر	[illegible]	فسانہ سعید	[illegible]

شریف بیگمات کیلئے [illegible] کی کتابیں

کھانے پکانے کی کتابیں

[illegible] ہندوستان [illegible] اور [illegible] ہندوستان [illegible]

عصمتی دسترخوان	[illegible]	[illegible]
بیاہ وں کے کھانے	عصمتی [illegible]	[illegible]

[illegible] کی کتابیں

[illegible]

عصمتی [illegible]	عصمتی شیرہ	گلدستہ کشیدہ
[illegible]	[illegible]	خواتین کی دستکاریاں

تصانیف فخر نسواں محترمہ خاتون اکرم [illegible]

[illegible] نہایت [illegible] کتب خانہ [illegible] نہیں [illegible]

[illegible]	[illegible]	بچھڑی بیٹی

معزز خواتین کے لکھے ہوئے

دلچسپ اور سبق آموز اصلاحی و معاشرتی ناول افسانے وغیرہ جن میں [illegible] اور عورتوں کو [illegible] باتیں بتائی گئی ہیں۔

اسلامی تاریخ ناول کی طرز پر

عروس کربلا	تیغ کمال	انوری بیگم	[illegible]	ہنسی کی باتیں
[illegible]	اندلس کی شہزادی	مشیر نسواں	[illegible]	تاریخی لطیفے
[illegible] شام	سودائے نقد	سرگذشت ہاجرہ	تندرستی [illegible]	بچوں کی تربیت
[illegible]	شہید مغرب	موہنی	[illegible]	بچوں کی دنیا
[illegible]	[illegible]	غیرت کی پتلی	[illegible]	مختصر دنیا
[illegible]	[illegible]	چار مرغ	[illegible] کی باتیں	آئینہ موڈ

ملنے کا پتہ منیجر رسالہ عصمت دہلی

Murari Art Press Delhi